سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

اتوار، بدھ، 4-7-جون 1989ء

(یک شنبہ، چہار شنبہ، 29-شوال، 2-ذی القعد 1409ھ)

جلد 6 -- شمارہ 2,1

(بشمول شمارہ جات 1 تا 23)

مندرجات

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 1

چیئرمینوں کا پینل ---------- 2

اراکین کا حلف اٹھانا ---------- 2

پنجاب کا بجٹ بابت 90-1989ء ---------- 3

7-جون 1989ء

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 23

تعزیت:

حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینی کی وفات پر دعائے مغفرت ---------- 25

(جاری------)

مسئلہ استحقاق :

نشان زدہ سوال نمبر 34 کا غلط جواب 42
ضمنی میزانیہ بابت 89-1988ء پر بحث : 52

اجلاس کی طلبی کا فرمان

"In exercise of the powers conferred by Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, General (Retd) Tikka Khan, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Sunday, the 4th June, 1989 at 10.00 a.m. in the Assembly Chambers, Lahore.

LAHORE
The 25th May, 1989

GENERAL (RETD) TIKKA KHAN
Governor of the Punjab"

میزانیہ 1989-90ء اور ضمنی میزانیہ 1988-89ء
پیش کیے جانے کا اعلامیہ

"In exercise of the powers conferred by rule 107 and rule 118 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1973, I, General (Retd) Tikka Khan, Governor of the Punjab, hereby appoint Sunday, the 4th June, 1989 for the presentation of the Annual Bedget for the year 1989-90 and the Supplementary Budget for the year 1988-89 to the Provincial Assembly of the Punjab at the time when the Assembly meets on that day.

LAHORE :

The 25th May, 1989.

GENERAL (RETD) TIKKA KHAN

Governor of the Punjab "

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

اتوار' 4- جون 1989ء

(یک شنبہ' 29- شوال 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 10 بج کر 20 منٹ پر منعقد ہوا۔
جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ○ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ○ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ○ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○

سورہ طٰہٰ آیت 124 تا 130

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیر لیا تو اس کے لیے معیشت کو تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے روز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے نابینا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں تو پہلے بینا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں سو تو نے انہیں بھلا دیا اس لیے آج تجھے فراموش کیا جائے گا' اور یونہی ہم اس شخص کو بدلہ دیں گے جس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لایا اور (سن لو) آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیرپا ہے۔ کیا یہ بات انہیں راہ راست نہ دکھا سکی کہ کتنی قوموں کو ہم نے ان کو بداعمالیوں کے باعث ان سے پہلے برباد کر دیا جن کے اجڑے ہوئے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں اس میں اہل دانش کے لیے ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اگر ان کے انجام کے متعلق آپ کے رب کا فیصلہ پہلے نہ ہو چکا ہوتا اور ان کے لیے ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو بھی ان پر عذاب نازل ہو جاتا۔ پس اے حبیب! آپ ان کی دیگر باتوں پر صبر فرمایئے اور صبح شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکیزگی بیان کیجیے۔ شب و روز کے لمحات میں اس کی پاکی بیان کیجیے تاکہ آپ خوش رہیں۔

وما علینا الاالبلاغ○

چیئرمینوں کا پینل

سیکرٹری اسمبلی: قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973 کے قاعدہ 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ھذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل حسب ترتیب وتقدیم صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

1۔چودھری محمد فاروق صاحب گجرات

2۔جناب محمد لطیف مغل صاحب ساھیوال

3۔جناب پرویز صالح صاحب لاہور

4۔ ڈاکٹر شیلا لی چارلس صاحبہ

رانا پھول محمد خان : جناب سپیکر! مجھے وضاحت چاہتا ہوں۔ کیا کسی پارلیمانی سیکرٹری کو پینل میں شامل کیا جاسکتا ہے؟

اراکین کا حلف اٹھانا

جناب سپیکر : اب نو منتخب ارکان اسمبلی کا حلف ہو گا۔ عثمان ابراہیم صاحب اور سردار محمد عمر لغاری صاحب۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میں صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا۔ کہ بحیثیت رکن صوبائی اسمبلی پنجاب میں اپنے فرائض اور کار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور قانون اور اسمبلی کے قواعد کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سالمیت، استحکام، بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا۔ کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے اور یہ کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین

(اس مرحلہ پر مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کچھ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے)

جناب سپیکر : مولانا صاحب ! آپ تشریف رکھیے۔ آج کوئی ریزولیوشن اور کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں ہو گی صرف بجٹ پیش کیا جائے گا۔ اس لیے میں معزز اراکین اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ کسی قسم کا کوئی نکتہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر اور کسی قسم کی کوئی interruptions نہ فرمائیں۔ آج صرف بجٹ پیش ہو گا۔ لہٰذا میں وزیر خزانہ پنجاب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پیش کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

پنجاب کا بجٹ بابت 90-1989ء

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

جناب سپیکر! یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے آج ایک بار پھر پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کا بجٹ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

جناب والا! جس مالی سال کا اب اختتام ہونے کو ہے وہ ہماری قومی زندگی میں ہمیشہ ایک منفرد حیثیت کا حامل رہے گا۔ اقتصادی، سماجی اور سیاسی اعتبار سے یہ سال ہنگامہ خیز بھی ہے اور تاریخ ساز بھی۔ اس دوران روح فرسا لمحات بھی آئے اور فکر و عمل کی نئی راہیں بھی روشن ہوئیں۔ قومی زندگی میں کچھ نئے اور نامانوس زاویئے بھی سامنے آئے جو قوم کی خوابیدہ فکری اور عملی صلاحیتوں کے لیے جلا کا سبب بن گئے ہیں۔ اس ساری ہنگامہ خیزی کا حاصل یہ درس ہے کہ معمار حرم کو تعمیر جہاں سے قبل تعمیر وطن کے اصل تقاضے جاننے اور پورا کرنے ہوں گے۔ اور اس میزانیے کے ذریعے ہم اپنے عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم ان تقاضوں سے صرف آشنا ہی نہیں بلکہ ان کو پورا کرنے کا پختہ عزم بھی رکھتے ہیں۔

اگر سال رواں کے دوران ہمارے مالی فیصلوں اور آئندہ مالی سال کے لیے ہماری منصوبہ بندی کا ٹھنڈے دل و دماغ سے تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ سب کچھ ایک ایسے محور کے گرد گھومتا ہے جو ہماری ایک مجبوری، ایک تمنا، اور ایک مقصد عظیم پر مبنی ہے۔ مناسب ہو گا کہ میں سب سے پہلے انہی تینوں بنیادی حقیقتوں کی قدرے وضاحت کر دوں۔

: **جناب سپیکر!** ہماری یہ مجبوری صرف ہم ہی سے مختص نہیں بلکہ یہ شروع ہی سے ہر انسان، ہر معاشرے اور ہر قوم کی زنجیر پابنی رہی ہے یعنی ضروریات کے مقابلے میں وسائل اور ذرائع ہمیشہ نا کافی ہوتے ہیں۔ آبادی میں تیز رفتار اضافے والے ترقی پذیر معاشروں میں اس صورت حال سے عہدہ برا ہونے کے لیے جو فیصلے کرنے پڑتے ہیں وہ بہت ضروری بھی ہوتے ہیں اور کٹھن بھی۔ **فی الحقیقت ان معاشروں کے شب و روز اسی** صبر آزما کشمکش میں گزرتے ہیں کہ

پنبہ کجا کجا نہم

ان معاشروں کے پالیسی ساز اگر ایک سڑک کی تعمیر کا فیصلہ کرتے ہیں تو نہ جانے کتنے معصوم بچے تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں اور یہ نو خیز کلیاں خوش رنگ اور خوش بو پھول نہیں بن پاتیں۔ خدا معلوم کتنے جاں بلب مریض معالج کی تشخیص نرس کی خندہ پیشانہ امداد اور دوا کے گھونٹ سے محروم ہی کار زار حیات میں دم توڑ دیتے ہیں۔

یہ صورت حال ہمارے لیے نئی نہیں لیکن گزشتہ چالیس برسوں میں شاید ہمیں اپنی تنگ دامانی کا کبھی اتنا شدید احساس نہیں ہوا تھا جتنا آج ہے کیونکہ اس سے پہلے معاملہ فہمی اور حوصلہ بلند کی حامل مرکزی حکومتوں کے وجود کا احساس ہی ہمارے لیے قوت اور طاقت کے سر چشمے کا کام کرتا تھا۔ مگر اب موجودہ صورت حال نے مجھے اس باوقار ایوان میں کھڑے ہو کر بادل نخواستہ گلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

اس سلسلے میں میں اپنے ایک پیشرو کی تقریر کا ایک انگریزی جملہ دہرانے کی اجازت چاہتا ہوں جو انہوں نے پنجاب میں پیپلز پارٹی کی حکومت کا پہلا میزانیہ پیش کرتے ہوئے 1972 میں کی تھی۔ صوبائی حکومت کی مالی مجبوریوں کے ضمن میں انہوں نے باوثوق انداز میں اعلان کیا تھا۔

"Call them what you will, all the policies formulated by the Central Govern-

ment are an attempt to solve this basic problem."

کاش میں بھی خوش دلی کے ساتھ اس ایوان کی وساطت سے پنجاب کے عوام کو یہ نوید سنا سکتا! پھر بھی آپ کی یہ منتخب حکومت اس حسرت ناکام کے باوجود مایوس نہیں اور ہمیں اپنی نیک تمناؤں اور پُر خلوص کوششوں کے برآنے کا پورا یقین ہے۔

اس لیے ہم باہمی افہام و تفہیم کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔

اک طرز تغافل ہے وہ ہو ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

لیکن جناب والا! ہماری یہ تمنا کسی وقتی اور محدود مصلحت سے عبارت نہیں بلکہ اس کا ناتا دراصل اس ابدی اور سرمدی وعدے سے جا ملتا ہے جو خالق کائنات نے قرآن مجید کی سورہ ھد میں ان الفاظ میں کیا تھا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا

یعنی کرہ ارض پر کوئی جان دار ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری ربوبیت خداوندی پر نہ ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں خلافت الٰہی کی حامل حکومت پر لازم ہے کہ وہ اس وعدے کے ایفا کا اہتمام کرے۔ لہذا ہماری یہ کوشش ہے کہ وسائل میں کمی کے باوجود میں عوام کے لیے روزگار، صحت، صاف پانی، تعلیم، رہائش اور آمدورفت کی زیادہ سے زیادہ سہولتوں کی فراہمی کے لیے اپنی کوشش جاری رکھیں تا کہ میثاق ربانی کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ بالآخر مرکزی حکومت کو ہمارے مؤقف کی صداقت کا احساس ہو کر رہے گا اور وہ اپنی حکمت عملی اس طرح وضع کرے گی کہ ترقیاتی کاموں کے لیے بلاوجہ دُہرے انتظامی ڈھانچے کھڑے کرنے کی نوبت نہ آئے تا کہ قوم کے قیمتی وسائل کا زیاں نہ ہو اور قوم اپنی ایک ایک پائی سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے۔ مرکز کی معاملہ فہمی اور حقیقت پسندی کے بارے میں ہمارے اس ایقان کی وجہ یہ ہے کہ پنجاب نے ہمیشہ خود کو پاکستان کی "پ" میں گم کر کے اپنی

پہچان تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس گم نامی ہی کو اپنی سب سے بڑی نیک نامی سمجھا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اہل پنجاب کا یہ جذبہ ایثار ہم سب کے مرحوم قائد کے اس مقدس ورثے کی بقاء اور استحکام کا ضامن ہے۔

نظر ثانی شدہ بجٹ/سپلیمنٹری بجٹ 89-1988

جناب والا! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے آئینی تقاضوں کے تحت سال رواں کا میزانیہ دو حصوں میں گزشتہ جون اور دسمبر میں پیش کیا گیا تھا۔ دسمبر 1988ء میں ایوان نے پورے سال کے لیے کل 3140کروڑ 42 لاکھ روپے کے میزانیے کی منظوری دی تھی جس میں سے 2395کروڑ 42 لاکھ روپے غیر ترقیاتی اور 745 کروڑ روپے ترقیاتی مدوں کے لیے تھے۔ اب میں نظر ثانی شدہ تخمینے اور دونوں شعبوں میں بعض اہم اقدامات اور کامیابیاں مختصراً بیان کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ اس سے پیشتر میں دو اہم باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

گزشتہ دسمبر میں میزانیہ پیش کرتے وقت غیر ترقیاتی شعبے میں خسارے کا تخمینہ 93 کروڑ 88 لاکھ روپے لگایا گیا تھا۔ جو بفضل خدا ہماری شب وروز کی کوششوں کے نتیجے میں 86 فیصد کم ہو کر صرف 13کروڑ 20 لاکھ روپے رہ گیا ہے۔ جس پر ہم جا طور پر فخر کر سکتے ہیں اگر صوبہ سندھ کو دی گئی گندم کے اخراجات اور ناداروں کے مجوزہ بیت المال کے لیے مختص 10 کروڑ روپے بھی شامل کر لیے جائیں تو خسارہ 37 کروڑ 75 لاکھ روپے بنتا ہے یہ خسارہ بھی صرف اس وجہ سے ہے کہ سال کے دوران بعض ناگزیر اور عوامی اہمیت کے اقدامات پر ہمیں 145کروڑ 54 لاکھ روپے خرچ کرنا پڑے۔ اس کے باوجود اگر مرکزی حکومت گندم پر رعایتی امداد، مزدور بستیوں کی تعمیر، عام انتخابات کے انعقاد اور تنخواہوں وغیرہ میں اضافے کے سلسلے میں حسب وعدہ ہمیں پوری ادائیگی کر دے تو خسارے کو ایک قابل ذکر بچت میں بدل دینے کا ہمارا مقصد بآسانی پورا ہو جائے گا۔ لہذا ہم جا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے خسارے کو جس حد تک کم کر لیا ہے وہ ملک کی موجودہ خسارے کی سرمایہ کاری اور معاشی گھٹن میں نسیم

سحر کے ایک خوش گوار جھونکے سے کم نہیں جس پر ہم بجا طور پر سجدہ شکر جا لا سکتے ہیں۔

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

دوسری بات یہ ہے کہ ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کی تخصیص کافی حد تک بے جا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ بے معنی بنتی جا رہی ہے موجودہ طریق کار کے تحت سنگ وخشت سے بنی ہوئی سکولوں اور دواخانوں کی بے حس عمارتیں تو ترقی کا مظہر سمجھی جاتی ہیں مگر ان میں جو اساتذہ اور ڈاکٹر آدمی کو انسان بنانے یا مریضوں کی مسیحائی میں مصروف ہیں ان کی تنخواہیں غیر ترقیاتی مد میں آتی ہیں۔ اس کے علاوہ وقت کے ساتھ ساتھ غیر ترقیاتی اخراجات میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کی ایک بڑی وجہ مکمل شدہ ترقیاتی منصوبوں کی غیر ترقیاتی مد میں منتقلی ہے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو غیر ترقیاتی اخراجات میں سال بسال اضافہ دراصل کسی حد تک ترقیاتی عمل کی تیز رفتاری ہی کا عکاس ہوتا ہے۔

غیر ترقیاتی بجٹ 89-1988

سال رواں میں غیر ترقیاتی کاموں کے لیے آمدنی کا تخمینہ 2301 کروڑ 54 لاکھ روپے لگایا گیا تھا جواب بڑھ کر 2394 کروڑ 75 لاکھ روپے ہو گیا ہے یہ سال گزشتہ سے 2.72 فیصد زیادہ ہے مرکزی حکومت سے ملنے والی گرانٹ اور مرکزی ٹیکسوں میں صوبائی حصہ کے علاوہ اس اضافے کی ایک اہم وجہ صوبائی محاصل میں 31 کروڑ 58 لاکھ روپے یعنی 2.04 فیصد کا اضافہ ہے۔ جس کے لیے صوبائی انتظامی مشینری مبارک باد کی مستحق ہے۔

جہاں تک غیر ترقیاتی اخراجات کا تعلق ہے ان کا تخمینہ 2395 کروڑ 42 لاکھ روپے لگایا گیا تھا اس کے علاوہ بعض ضروری کاموں کے لیے 145 کروڑ 54 لاکھ روپے کی

سپلیمنٹری گرانٹس بھی دی گئیں اس طرح کل اخراجات کا نظر ثانی شدہ اندازہ 2432 کروڑ 50 لاکھ روپے ہے جو گذشتہ سال کے مقابلے میں 4.34 فیصد زیادہ ہے اس میں سے 22.79 فیصد رقم قرضوں اور سود کی ادائیگی پر خرچ ہوئی جس کا بیشتر حصہ مرکزی حکومت کو دیا گیا۔ اس کے علاوہ کل اخراجات کا 25.90 فیصد تعلیم پر 7.38 فیصد صحت پر، 6.75 فیصد آبپاشی اور اصلاح اراضی پر اور 6.62 فیصد عمومی انتظامیہ پر خرچ ہوا۔ سپلیمنٹری گرانٹس زیادہ تر گندم کی فروخت پر امداد، پنشن وغیر میں اضافے، تعلیم کے فروغ اور امن عامہ قائم رکھنے والے اداروں کی اشد ضروریات پورا کرنے کے لیے دی گئیں۔ اس کے علاوہ برادر صوبہ سندھ میں قحط کے ستم زدہ لوگوں کی امداد کے لیے گندم کے عطیے پر 14 کروڑ 55 لاکھ روپے صرف ہوئے۔ کاش ہمارے وسائل اس سے کہیں زیادہ مدد کے متحمل ہو سکتے گزشتہ عید کے موقع پر بنگلہ دیش میں ان بے یارومددگار پاکستانیوں کو 76 لاکھ روپے کے کپڑے بھیجے گئے جو تقریبا دو دہائیوں سے محض پاکستانی ہونے کی سزا بھگت رہے ہیں خدا کرے کہ ہم قومی سطح پر اس وعدے کو پورا کرنے کی جرات پیدا کر سکیں جو تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم نے اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔

اس کے علاوہ ہم 10 کروڑ روپے کی ابتدائی رقم سے بیت المال قائم کر رہے ہیں جس میں اموال باطنہ پر زکوٰۃ، صدقات اور دوسرے ذرائع سے وسائل مہیا کر کے یتیموں، بیواؤں اور ناداروں کی اعانت کی جائے گی جو اسلامی فلاحی ریاست کا فرض منصبی ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں ترقیاتی بجٹ کے بارے میں مختصراً بیان کروں، میں یہ اہم اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے ہم نے صوبے کے ترقیاتی پروگرام کو تعمیر وطن کے پروگرام سے موسوم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

تعمیر وطن (ترقیاتی) بجٹ 89-1988

سال رواں کے دوران ترقیاتی کاموں کے لیے 745 کروڑ روپے مختص کیے گئے تھے جن میں سے حسب معمول حقیقی وسائل مرکزی حکومت کے مہیا کردہ 662 کروڑ 22 لاکھ روپے تھے اور بقیہ رقم کا بیشتر حصہ عمل در آمد میں ممکنہ کمی کے پیش نظر بجٹ میں

شامل کیا گیا تھا تا کہ حقیقی وسائل کو پوری طرح مصرف میں لانے کا اہتمام ہو سکے۔ گزشتہ کئی سال سے حکومت پنجاب اس طریق کار پر عمل پیرا رہی ہے۔ اس کے تحت ترقیاتی پروگرام کے لیے موجود وسائل سے زیادہ رقم مختص کی جاتی ہے۔ تا کہ اگر بعض منصوبے بوجوہ شروع نہ ہو سکیں یا ان پر عمل درآمد کی رفتار سست رہے تب بھی موجود وسائل پوری طرح استعمال ہو سکیں۔ اس حکمت عملی کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اس سال بھی نامساعد حالات کے باوجود انشاء اللہ حقیقی وسائل مختلف ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہو جائیں گے۔

ترقیاتی مصارف میں صحت کو سب سے زیادہ حصہ ملا۔ اس شعبے میں 115 کروڑ 93 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ 250 بنیادی طبی یونٹ اور دیہی صحت کے 10 مراکز مکمل ہوئے 430 بنیادی طبی یونٹوں اور دیہی صحت کے 68 مرکزوں کی توسیع پر کام ہوا نئے اور پرانے میڈیکل کالجوں اور پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سنٹر کی تعمیر و ترقی کا کام بھی تیز رفتاری سے جاری رہا۔ تعلیم کے شعبے میں 4362 نئے پرائمری سکول قائم کیے گئے جن میں سے 1462 مساجد میں کھولے گئے۔ 436 پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا گیا ان میں سے 336 سکول طالبات کے ہیں۔ 433 مڈل سکول ہائی سکول بنائے گئے۔

کھیت سے منڈیوں تک سڑکوں کی تعمیر پر 89 کروڑ 39 لاکھ روپے خرچ ہوئے اور 1920 کلو میٹر لمبی سڑکوں کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس طرح 1981ء سے لے کر اب تک اس پروگرام کے تحت کل 10436 کلو میٹر لمبی سڑکوں کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ جس کی سالانہ اوسط1159 کلو میٹر بنتی ہے جب کہ حصول آزادی سے لے کر آج تک دوسرے پروگراموں کے تحت جو سڑکیں تعمیر ہوئیں ان کی کل لمبائی 10900 کلو میٹر یعنی 260 کلو میٹر فی سال بنتی ہے۔سال رواں کے دوران تقریبا 100 کروڑ روپے خرچ کرنے کے بعد اب دیہات کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی کو پینے کا صاف پانی میسر آ گیا ہے اس کے علاوہ ڈیرہ غازی خان، بہاول پور، اور راولپنڈی کے علاقوں کی مربوط منصوبہ بندی کے تحت توسیع و ترقی کے لیے ترقیاتی ادارے قائم کیے گئے۔ پوٹھوہار کے علاقے کے لیے بھی ایک ترقیاتی ادارے کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ ہمارے ترقیاتی پروگراموں کی تکمیل کی رفتار اور عوامی فلاح کے بہت سے مکمل شدہ منصوبوں کی کارکردگی بجلی کی پنجاب میں نسبتاً زیادہ لوڈ شیڈنگ سے متاثر ہو رہی ہے اس کے علاوہ دیہات کو بجلی مہیا کرنے کا مرکزی حکومت کا پروگرام بھی انتہائی سست روی کا شکار ہے۔اس سال مجوزہ 141 گاؤں کے مقابلے میں ماہ فروری تک صرف 54 گاؤں اپنے اس بنیادی حق کو حاصل کر پائے حالانکہ گزشتہ سال ان کی تعداد 864 تھی جبکہ 87-1986ء میں 1362 دیہات کو بجلی مہیا کی گئی تھی۔ اس صورت حال کی وجہ سے پنجاب کے تمام دیہات کو جلد از جلد بجلی مہیا کرنے کا منصوبہ بے یقینی کا شکار ہو گیا ہے۔ ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ جن دیہی اضافی بستیوں کے لیے حکومت پنجاب واپڈا کو 1 کروڑ 89 لاکھ روپے مہیا کر چکی ہے ان کی راتیں بھی تا حال تاریک ہیں۔

جناب والا! آئندہ مالی سال کا میزانیہ پیش کرنے سے قبل میں گندم اور چاول کی پیداوار کے سلسلے میں حکومت پنجاب کی مسلسل اور ان تھک کوششوں کے نتائج کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، کسانوں اور عمال حکومت کی محنت اور مناسب سہولتوں کی وافر فراہمی کے باعث صوبے میں اس سال 102.28 لاکھ میٹرک ٹن گندم پیدا ہوئی جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 11.12 فیصد زیادہ ہے۔ یہ پیداوار ہماری اپنی سالانہ ضروریات سے 18.61 لاکھ میٹرک ٹن گندم زیادہ ہے۔ اس طرح ہم بفضل خدا دوسرے صوبوں میں اپنے بہن بھائیوں کے لیے گندم فراہم کر کے ملک کا قیمتی زرمبادلہ بچا سکیں گے۔ اسی طرح سال رواں میں باسمتی چاول کی 10.42 لاکھ میٹرک ٹن پیداوار بھی ایک نیا ریکارڈ ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 15.3 فیصد زیادہ ہے۔ خدا کرے کہ زراعت کے شعبے میں یہ رجحان قائم رہے آپ جانتے ہیں کہ پاکستان جیسے ممالک میں زراعت کی ترقی، عام اشیائے صرف کی قیمتوں کے تعین اور غربت کے خاتمے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے کیونکہ بیدۂ مزدور کی تلخی اوقات بہت حد تک بنیادی اشیائے صرف کی قلت اور گرانی سے جنم لیتی ہے۔

میزانیہ 1989-90

جناب سپیکر! اب میں آپ کی اجازت سے مالی سال 1989-90 کا میزانیہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس میزانیے کی تیاری نہایت مشکل اور غیر یقینی صورت حال میں ہوئی ہے۔ ایک طرف مرکزی حکومت نے گزشتہ روایات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ترقیاتی پروگراموں اور ان مدوں میں ہمیں اپنے جائز حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ جن کا ذکر میں نے ضمنی بجٹ برائے سال رواں کے سلسلے میں کیا ہے اور دوسری جانب افراط زر کی وجہ سے ہم اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود روز مرہ کے اخراجات میں ضروری اضافے پر مجبور ہیں اس لیے زندگی کی بنیادی سہولتوں اور روزگار کی فراہمی کے سلسلے میں ہم عوام کی ان جائز توقعات پر شاید اس حد تک پورا نہ اتر سکیں جو انہوں نے اپنی منتخب حکومت سے وابستہ کر رکھی ہیں۔

غیر ترقیاتی میزانیہ 1989-90ء

مجوزہ میزانیے میں غیر ترقیاتی کاموں کے لیے کل متوقع وسائل کا اندازہ 2477 کروڑ 86 لاکھ روپے ہے۔ اس میں وفاقی حکومت سے ٹیکسوں اور گرانٹس کے ذریعے آمدنی کا تخمینہ 1873 کروڑ 5 لاکھ روپے ہے جو سال رواں کے نظر ثانی شدہ تخمینوں سے صرف 2.70 فیصد زیادہ ہے۔ صوبائی محاصل وغیرہ سے آمدنی کا تخمینہ 578 کروڑ 10 لاکھ روپے ہے جو موجودہ سال کے بجٹ کے تخمینوں سے 9.19 فیصد زیادہ ہے 2675 کروڑ 66 لاکھ روپے کے مجوزہ اخراجات کے پیش نظر غیر ترقیاتی مد میں آئندہ سال 197 کروڑ 80 لاکھ روپے کا خسارہ متوقع ہے۔

جناب والا! میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ دوسرے صوبوں کی طرح پنجاب کے مالی مسائل کے حل کا آئینی اور قانونی طریقہ یہ ہے کہ قومی مالیاتی کمیشن جس کا فیصلہ 1980ء میں منظرعام پر آنا چاہیے تھا کی تشکیل کی جائے اور اس کی سفارشات جلد از جلد بروئے عمل لائی جائیں ورنہ غیر ضروری تنازعات جاری رہیں گے۔ موجودہ

صورت حال کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ جٹ کا 22 فیصد سود اور قرضوں کی ادائیگی کی نذر ہو رہا ہے 1980ء سے لے کر اب تک مرکزی حکومت کا طریق کار یہ رہا تھا کہ وہ مالیاتی کمیشن کے فیصلے کی عدم موجودگی کے باعث ایڈہاک بنیاد پر صوبوں کے مالی حقوق کسی حد تک پورا کرنے کا اہتمام کیا کرتی تھی۔ اس سلسلے میں قرضوں اور سود کی ادائیگی، گندم کی فروخت پر اخراجات، تنخواہوں اور الاؤنسوں وغیرہ پر اضافی اخراجات کا ذمہ مرکزی حکومت نے لیا تھا جو مالیاتی کمیشن کے نئے فیصلے تک اسے پورا کرنا چاہیے اور اس وعدے کو پورا کرنے پر زور دینا صوبائی حکومتوں کا حق ہے نہ کہ مرکزی **حکومت سے کسی خصوصی رعایت کی استدعا کی ہے لہٰذا** مرکزی حکومت کی جانب سے ان گرانٹس کو non obligatory کہنا انتہائی گمراہ کن ہے۔ اس کی مکمل وضاحت میں کل انشاء اللہ پریس کانفرنس میں کرونگا۔ اب چونکہ مرکزی حکومت نے کسی جواز کے بغیر اس ایڈہاک طریقہ کار کو خیر باد کہہ دیا ہے لہذا ہمارا مطالبہ ہے کہ ازروئے آئین کمیشن کی تشکیل نوکر کے یہ مسائل فوری طور پر حل کیے جائیں تا کہ صوبوں کے مالیاتی نظام کو درہم برہم ہونے سے بچایا جا سکے اس کے علاوہ سال رواں کے دوران ہماری جو حق تلفی ہوئی ہے اس کا بھی ازالہ کیا جائے تا کہ صوبائی مالیاتی ذخائر میں ہونے والی کمی کا مداوا ہو سکے۔ وزیر اعلیٰ نے مرکزی حکومت سے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ باسمتی چاول اور کپاس کی برآمد سے ہونے والے منافع میں سے پنجاب کو مناسب حصہ دیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ تمام معزز اراکین صوبے کے ان منصفانہ اور جائز مطالبوں کی بھر پور تائید کریں گے تا کہ عوام کی ضروریات پورا کرنے کا بہتر اہتمام ہو سکے۔

متذکرہ خسارے کو ختم کرنے کے لیے ہم موجودہ مالی سال کی طرح 90-1989ء کے دوران اخراجات کو ہر ممکن طریقے سے کم کرنے کی کوشش کریں گے اسی طرح صوبائی محاصل کی زیادہ سے زیادہ وصولی کے لیے بھی شدومد سے کوشش کرتے رہیں گے جس کے اس سال کے دوران مفید نتائج کا ذکر میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ اگر ضروری ہوا تو صوبائی محاصل میں اضافے کے لیے ہم مناسب نئے اقدامات بھی کریں گے۔

آئندہ سال غیر ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ 2675 کروڑ 66 لاکھ روپے لگایا گیا ہے ان میں یہ اہم مطالبات زر شامل ہیں۔

1۔ تعلیم کے لیے 706 کروڑ 97 لاکھ روپے کا مطالبہ زر کیا گیا ہے۔ جو کل اخراجات کا 26.42 فیصد ہے جبکہ اس سال یہ شرح 25.89 فیصد ہے۔

2۔ دوسرا اہم شعبہ صحت کا ہے۔ جس میں اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ دیہات میں طبی سہولتوں کی فراہمی وسیع تر کی جائے ۔ اس کے لیے 203 کروڑ97 لاکھ روپے کا مطالبہ زر پیش ہے جو میزانیے کا 7.62 فیصد ہے۔ اس میں موجودہ سٹاف کے مشاہرے کے علاوہ ہسپتالوں اور اداروں کو سامان کی فراہمی اور نئے عملے کی بھرتی شامل ہے۔ PUNJAB INSTITUTE OF CARDIOLOGY میں تعینات عملے میں بھی اضافہ کیا جائے گا۔ دوران ملازمت تربیت کے فروغ کے لیے ڈاکٹروں کی 60 اضافی اسامیوں کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔ اس شعبے میں مجموعی طور پر نئی اسامیوں کے لیے 6 کروڑ 3 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

3۔ امن عامہ کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے کل اخراجات کا 6.54فیصد یعنی 174 کروڑ 92 لاکھ روپے تجویز کیے گئے ہیں۔

4۔ چونکہ پنجاب کی بیشتر آبادی کا انحصار بالواسطہ یا بلا واسطہ زراعت پر ہے اس لیے آبپاشی اور مالی اراضی کے شعبوں کو حکومتی کاموں میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اس کے لیے میزانیہ کا 6.39 فیصد یعنی 170 کروڑ 91 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ زرعی ترقی کے مقصد کے تحت 22 کروڑ روپے کی خصوصی رقم ٹیوب ویلوں کی دیکھ بھال وغیرہ کے لیے مختص کی گئی ہے۔

5۔ وسیع پیمانے پر سڑکوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ان کی مناسب دیکھ بھال بھی اشد ضروری ہے۔ اس اہم کام میں نجی شعبے کو بھی شریک کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو منتخب سڑکوں پر مناسب Toll Taxعائد کر کے اس کی مرمت اور دیکھ بھال وغیرہ کا ذمہ دار ہو گا۔ اس سلسلے میں ایک Pilot پراجیکٹ شروع کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! اب میں ترقیاتی میزانیہ برائے مالی سال 90-1989 معزز اراکین اسمبلی کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

تعمیر وطن (ترقیاتی) میزانیہ 90-1989ء

ترقیاتی کاموں کے لیے مرکز اور صوبوں کے مابین وسائل کی تقسیم اس طرح سے رہی ہے کہ ترقیاتی وسائل مرکز بالعموم قرضوں کی صورت میں مہیا کرتا ہے ان وسائل میں ہر سال معقول اضافہ ہوتا گیا ہے مگر اس روایت سے ہٹ کر آئندہ مالی سال کے لیے مرکزی حکومت نے 664 کروڑ 85 لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے یہ بھی ان کی مہربانی ہے ورنہ قومی اقتصادی کونسل کے اجلاس میں تو یہ رقم محض 659 کروڑ 50 لاکھ روپے بتائی گئی تھی جو اس سال کے 662 کروڑ 22 لاکھ روپے سے بھی کم تھی۔ (حالانکہ اپریل میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں 716 کروڑ 90 لاکھ روپے کا وعدہ کیا گیا تھا) جناب والا! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ 664 کروڑ 85 لاکھ روپے کی رقم بھی سال رواں کے مقابلے میں صرف 2 کروڑ 63 لاکھ روپے زیادہ ہے۔ اگر افراط زر کی موجودہ اور متوقع شرح کو مد نظر رکھا جائے جس کا کنٹرول بنیادی طور پر مرکز کے دائرہ اختیار میں ہے تو صوبے میں ترقی کی رفتار بہت سست ہو جائے گی۔ جو عوام کی توقعات کے بالکل برعکس ہوگی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مرکز نے اپنے ترقیاتی پروگرام کے لیے 39 ارب 60 کروڑ روپے مختص کیے ہیں جو سال رواں کے مقابلے میں 16 فیصد زیادہ ہیں۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ بلوچستان اور سرحد کو رعایت دینے کی خاطر 1974ء سے پنجاب کو صوبائی ترقیاتی پروگرام میں آبادی کے تناسب سے ہٹ کر 52.17 فیصد حصہ ملتا رہا ہے جو اس سال بلاجواز 51.94 فیصد کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں خصوصی ترقیاتی پروگرام کے سلسلے میں ساتویں پانچ سالہ منصوبے میں جٹ کا طے شدہ حصہ 27 فیصد سے کم کر کے 21 فیصد کر دیا گیا ہے۔ تاہم ہم نے اس اُمید پر کہ مرکز اپنے رویے پر نظر ثانی کرے گا اپنا ترقیاتی پروگرام اسی رقم پر مبنی کیا ہے جس کا فیصلہ مرکزی حکومت نے گزشتہ ماہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں کیا تھا۔ اس طرح ہم نے اس سال کے 745 کروڑ روپے کے مقابلے میں آئندہ سال کے لیے 810 کروڑ روپے کے ترقیاتی اخراجات تجویز کیے ہیں۔ یہ بھی سال رواں سے محض 8 فی صد زیادہ ہیں۔

حکومت کے ترقیاتی پروگرام کا 57 فیصد حصہ زیر تکمیل منصوبوں کے لیے مختص کیا گیا ہے تا کہ ان کی جلد از جلد تکمیل سے عوام مستفید ہو سکیں لیکن اس حکمت عملی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ نئے اور اشد ضروری منصوبوں کے لیے ہمارے پاس خاطر خواہ وسائل نہیں ہیں۔ بہر حال وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارے ترقیاتی پروگرام کی ترجیحات اس طرح سے متعین کی گئی ہیں۔

1- دیہات کی ترقی کو اوّلیت دینے کی حکمت عملی جاری رہے گی اور ترقیاتی رقوم کا تقریباً 81 فیصد حصہ دیہی ترقی پر خرچ کیا جائے گا۔ (تالیاں)

2-دیہات میں بجلی کی فراہمی کے سلسلے میں مرکزی حکومت کی موجودہ پالیسی کے پیش نظر ہم نے اس سلسلے میں 2 کروڑ 6 لاکھ روپے مختص کیے ہیں اگرچہ یہ سراسر وفاقی ذمہ داری ہے۔(تالیاں)

3- پس ماندہ علاقوں میں ترقی کی رفتار کو تیز تر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ راولپنڈی، مری کہوٹہ، چولستان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان، گوجرانوالہ ترقیاتی اداروں کو علی الترتیب 2 کروڑ،2 کروڑ،50 لاکھ، 72 لاکھ،2 کروڑ ، 5 کروڑ اور 2 کروڑ دیے جائیں گے۔ علاوہ ازیں پوٹھوار کے نوزائیدہ ترقیاتی ادارے کو فعال بنایا جائے گا۔ حکومت بہاولپور، ملتان اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن اور اس سے ملحقہ علاقوں کی مربوط ترقی پر خصوصی توجہ دے گی۔ (تالیاں)

4- بارانی علاقوں کے مخصوص حالات کے پیش نظر سائنسی بنیادوں پر ایک جامع منصوبہ (MASTER PLAN) مرتب کیا گیا ہے۔ اس پلان میں جن ترجیحی منصوبوں کی نشان دہی کی گئی ہے ان میں سے بعض پر آئندہ سال کام شروع ہو جائے گا۔ پینے کے پانی کی فراہمی اور کاشتکاری کے لیے چھوٹے بندوں کی تعمیر جو اس علاقے کی اشد ضروریات میں سے ہیں کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ بارانی علاقوں کے لیے 121 کروڑ 25 لاکھ روپے مخصوص کیے گئے ہیں جبکہ سال رواں میں یہ رقم 112 کروڑ روپے ہے۔

5- مقامی حکومتی اداروں کے لیے پہلی مرتبہ 35 کروڑ روپے کی ترقیاتی امداد مہیا کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

6- 95 کروڑ روپے کے خرچ سے کھیت سے منڈیوں تک 2400 کلومیٹر لمبی نئی سڑکیں

تعمیر ہوں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

7۔ تعلیم اور مقامی ترقی کے خصوصی پروگرام کے لیے 98کروڑ 58لاکھ روپے مہیا کیے گئے ہیں۔

8۔ چھوٹی صنعتوں کی کارپوریشن دیہی علاقوں میں ہالینڈ کی امداد سے صنعتوں کے فروغ کے پروگرام پر کام جاری رکھے گی۔

جناب والا! اب میں آپ کی اجازت سے بعض اہم شعبوں کے لیے مجوزہ رقوم اور اہم پروگرام مختصر بیان کرنا چاہتا ہوں۔

1۔ حسب معمول زراعت سے متعلقہ شعبوں کو خاص اہمیت دی گئی ہے اس شعبے کے لیے 125 کروڑ 27 لاکھ روپے کی کل مجوزہ رقم میں سے 95 کروڑروپے کھیت سے منڈیوں تک سڑکوں کے لیے ہیں اور بقیہ 30 کروڑ 27 لاکھ روپے کے مصرف میں نظام آب پاشی اور دوسری زرعی سہولیات کی فراہمی سر فہرست ہیں۔

2۔ صحت کے لیے مخصوص 130 کروڑ روپے کی کل رقم میں سے نصف سے زیادہ دیہاتی علاقوں کے پروگراموں کے لیے ہے۔ صحت کے 18 دیہی مراکز اور 350 بنیادی یونٹ مکمل کیے جائیں گے۔ 148 مراکز اور 860 بنیادی یونٹوں میں توسیع و ترقی کا کام ہو گا۔ 6 تحصیل ہسپتال مکمل کیے جائیں گے اور مزید 6 میں سہولیات بڑھائی جائیں گی۔ ایک ضلعی صدر مقام پر واقع ہسپتال مکمل کیا جائے گا اور3 میں توسیع ہو گی۔

3۔ شعبہ تعلیم کے لیے 121 کروڑ 78 لاکھ روپے تجویز کیے گئے ہیں۔ اس رقم کا 76 فیصد سے زائد حصہ پرائمری اور ثانوی تعلیم پر خرچ ہو گا۔1900 نئے گرلز پرائمری سکول تعمیر کیے جائیں گے اور 1400 (SHELTERLESS) سکولوں کو عمارات مہیا کی جائیں گی 170 سکولوں میں ایک ایک کمرے کا اضافہ کیا جائے گا۔ 336 گرلز پرائمری اور 100 بوائز پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا۔ 100 گرلز اور 335 بوائز مڈل سکولوں کو ہائی سکول بنایا جائے گا اور 80 ہائی سکولوں کو انٹرمیڈیٹ کا درجہ دیا جائے گا۔ کالجوں کے لیے 12 کروڑ 84 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ خواتین کے لیے ایک الگ یونیورسٹی قائم کی جائے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

4۔ آب نوشی اور نکاسی آب کے دیہی منصوبوں کے لیے 94 کروڑ روپے کا مطالبہ زر

پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کی مد سے 682 منصوبے مکمل ہوں گے۔ اس طرح مزید 11 لاکھ لوگوں کو پینے کا پانی اور 13 لاکھ لوگوں کو نکاسی آب کی بنیادی سہولتیں مہیا ہوں گی۔

جناب والا! ہمیں بے روزگاری کی موجودہ تشویش ناک صورت حال کا پورا احساس ہے۔ لیکن ہمارے وسائل انتہائی محدود ہیں اور پاکستان جیسی معیشت میں حکومت یہ سارا بوجھ اٹھا بھی نہیں سکتی۔ پھر بھی آئندہ سال کے میزانیہ کے مجوزہ اقدامات اور منصوبوں کے زیر اثر 5817 افراد کو ملازمت مہیا کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

ترقیاتی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے لیے حکومت نے صوبائی سطح پر بنک قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لیے مناسب قانونی کارروائی کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں بد قسمتی سے ہم اگلے مالی سال کا آغاز کچھ نئے انداز کی مالی مشکلات میں کر رہے ہیں۔ ہمیں جس خسارے کا سامنا ہے وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم معاشرے کے مفلوک الحال اور کم آمدنی والے طبقوں کی خاطر خواہ دل جوئی کا سامان کر سکیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہوش ربا گرانی کے اس دور میں ہمارے ان بہن بھائیوں کے شب وروز جس کرب میں گزرتے ہیں ہمیں اس کی شدت کا پورا احساس نہیں۔

جناب والا! ہم نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود اسی احساس کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے کہ پنجاب کے پس ماندہ علاقوں اور طبقوں کے لیے ان چند سہولتوں کا بندوبست کریں۔ ہمیں امید ہے کہ اہل پنجاب ہماری مجبوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان فلاحی اقدامات کو سراہیں گے۔

1- معاشرے کے غریب اور نادار طبقوں کی امداد کے لیے بیت المال قائم کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے مناسب قانونی اقدامات زیر تکمیل ہیں۔اس کے وسائل زیادہ تر رضاکارانہ زکوٰۃ، صدقات اور عطیات پر مشتمل ہوں گے۔ حکومت نے اس کار خیر کے لیے دس کروڑ روپے مختص کیے ہیں جس کی آمدنی مصرف میں لائی جائے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ ملک اور بیرون ملک مخیر لوگ اس طرح ایک فلاحی معاشرے کے قیام میں ہماری ہر ممکن اعانت کریں گے۔

2- موجودہ سال کی طرح 90-1989ء کے دوران بھی غریب بچیوں کی شادی کا بوجھ بانٹنے کے لیے جہیز فنڈ کے لیے دس کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔

3- سات مرلے کے ساڑھے چارلاکھ اور تین مرلے کے تیس ہزار پلاٹ مستحق خاندانوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔

4- صوبے کی688 کچی آبادیوں میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لیے مختص رقم دس کروڑ روپے سے بڑھا کر آئندہ سال 25 کروڑ 80لاکھ روپے کرنے کی تجویز ہے۔ اس طرح انشاء اللہ اس پروگرام کا تین چوتھائی حصہ مکمل ہو جائے گا۔

(قطع کلامیاں)

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب والا! یہ بغاوت کی باتیں کی جا رہی ہیں اور آپ خاموش بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز، (شور و غوغا) آرڈر پلیز، آرڈر پلیز،

(اس دوران جناب وزیر خزانہ کی جانب تقریر جاری رہی)

آرڈر پلیز۔۔۔۔(مسلسل قطع کلامی) سردار صاحب ذرا رکیے۔

آرڈر پلیز۔۔۔۔(سلمان تاثیر صاحب آپ کی طرف سے یہ بات طے شدہ تھی کہ بجٹ تقریر کے دوران مداخلت نہیں کی جائے گی ۔ آپ کے پاس پورا موقع ہے کہ جیسے مرضی اس کو زیر بحث لائیں۔ جس انداز میں چاہیں اس پر بحث کریں،اس کی مخالفت کریں۔ آپ کے پاس اس پر بحث کرنے کے لیے پانچ چھ روز ہیں۔ ابھی ان کو اپنی تقریر کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔

جناب سلمان تاثیر : جناب سپیکر! میں،آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ یہ بات بالکل طے شدہ تھی۔ لیکن میں ایوان میں اپنے پیپلز پارٹی کے ممبران کے جذبات پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا۔ یہ تو بغاوت کا اعلان ہے اور ہم احتجاجاً ایک منٹ کے لیے ایوان سے واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(حزب اختلاف کے اراکین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز،

5- وزیر خزانہ، کم آمدنی والے طبقوں کے لیے رہائشی منصوبوں کے لیے مخصوص رقم 5 کروڑ 4 لاکھ سے بڑھا کر 8 کروڑ روپے کی جا رہی ہے۔

6- تمام سرکاری شفاخانوں میں دواؤں کی فراہمی کے لیے رقم میں 25 فیصد کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔

7- کچی آبادیوں اور کم آمدنی والے دوسرے علاقوں میں اگر رجسٹرڈ نجی فلاحی تنظیمیں نئی ڈسپنسریاں قائم کرنے اور ابتدائی طبی سہولتیں مہیا کرنے کے سلسلے میں تمام مالی اور انتظامی ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہوں تو حکومت ایک سرکاری ڈاکٹر مہیا کرے گی۔

8- اردو، فارسی اور عربی کے اساتذہ کی تنخواہوں کے سکیل بہتر بنائے جا رہے ہیں۔

9- کالجوں کے اساتذہ کے لیے 4-TIER ڈھانچے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا ہے جس کی تفصیلات طے کی جا رہی ہیں۔

10- اساتذہ کی فلاح و بہبود کے لیے دس کروڑ روپے کی SEED MONEY سے ٹیچرز فاؤنڈیشن قائم کی جا رہی ہے۔ اس کے وسائل کا کم از کم 45 فیصد پرائمری سکولوں کے اساتذہ اور 45 فیصد دوسرے سکولوں اور تکنیکی اداروں کے اساتذہ کے لیے مختص ہو گا ان شرحوں پر ہر پانچ سال کے بعد نظر ثانی کی جائے گی۔

11- سرکاری ملازمین کے لیے مختلف قسم کے قرضوں کے لیے مختص رقم 3 کروڑ روپے سے بڑھا کر 6 کروڑ کی جا رہی ہے۔ سائیکل خریدنے کے لیے قرضے کی رقم 800 روپے سے بڑھ کر ایک ہزار روپے ہو گی اس وقت ان تمام قرضوں پر گریڈ 1 سے 15 تک کے ملازمین سود ادا نہیں کرتے۔ اب یہ سہولت گریڈ 16 کے ملازمین کو بھی دی جائے گی۔

12- اس وقت BENEVOLENT FUND سے مستحق سرکاری ملازمین کے ایک بچے کو تعلیمی وظیفہ ملتا ہے بشرطیکہ اس کے نمبر 60 فیصد ہوں۔ اب یہ وظیفہ مروجہ ضوابط کے تحت دو بچوں کو مل سکے گا۔

13- ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کے بارے میں یہ تجاویز پیش خدمت ہیں تا کہ موجودہ نامساعد اقتصادی حالات میں ہم ان کی دوران ملازمت خدمات کا قدرے اعتراف کر سکیں۔

ا۔ ایک خود رہائشی مکان پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ ہو گا۔
ب۔ سرکاری شفاخانوں کو ہدایات دی جا رہی ہیں کہ وہ پنشنروں کو ازروئے قواعد علاج معالجہ، دواؤں کی فراہمی اور ٹیسٹوں وغیرہ کے لیے ہر ممکنہ سہولت فراہم کریں۔ اس سلسلے میں ان کی حق تلفی کا سخت نوٹس لیا جائے گا۔
ج۔ جو سرکاری ملازمین بوجہ DISABILITY ریٹائر کیے جائیں گے۔ ان کے ایک بچے کو سرکاری ملازمت مہیا کرنے کے سلسلے میں وہی رعایت دی جائے گی جو اس وقت دوران ملازمت وفات پا جانے والے ملازمین کے سلسلے میں دی جاتی ہے۔
ح۔وہ ملازمین جو یکم جولائی 1986ء سے قبل ریٹائر ہوئے تھے وہ بھی تیس سال سے زائد مدت ملازمت پر ہر ایک سال کے عوض 2 فیصد اضافی پنشن کے حقدار ہوں گے۔ بشرطیکہ یہ اضافہ 10 فیصد سے زیادہ نہ ہو۔
خ۔ DISABILITY (CLASS A) کی بنا پر ریٹائر ہونے والے ملازمین کی بیوہ کے انتقال کے بعد بچے بھی دوسرے پنشنرز کی طرح پنشن کے حقدار ہوں گے۔
د۔پنشنرز کی بیوہ کے انتقال کی صورت میں بچوں کو حسب معمول 24 سال کی عمر تک پنشن ملے گی لڑکیوں کو اس عمر کے بعد بھی اس وقت تک پنشن ملتی رہے گی جب تک ان کی شادی نہ ہو جائے یا ان کی آمدنی کا مستقل بندوبست نہ ہو جائے۔ مزید برآں تمام پنشنروں کے ذہنی یا جسمانی طور پر بے روزگار معذور بچوں کو تاحیات پنشن ملتی رہے گی۔
14- بارانی علاقوں میں سرکاری POWER RIGS کے ذریعے جو ٹیوب ویل کھودے جائیں گے وہ اگر خشک نکلیں تو RIG کی فیس نہیں لی جائے گی۔
15-چھوٹے بندوں کی تعمیر پر حکومت دس ہزار روپے کی امداد دے گی جو نصف کام مکمل ہونے کے بعد ادا کی جائے گی۔

جناب والا! اب میں ایک اہم بات کا تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ کل مرکزی وزیر مملکت برائے خزانہ و اقتصادی امور نے اپنی بجٹ تقریر میں گریڈ نمبر 1 سے گریڈ نمبر 16 تک کے ملازمین کے لیے بنیادی تنخواہ کے پانچ فیصد کے مساوی اضافے کا اعلان کیا ہے۔ ابتدائی اندازے کے مطابق پنجاب کے سلسلے میں اس رعایت کا مطلب تقریباً 47 کروڑ روپے کا اضافی خسارہ ہو گا۔ وزیر مملکت نے گزشتہ روایات کے

برعکس نہ صرف اس صوبائی حکومت کے اضافی بوجھ کے بارے میں معنی خیز خاموشی اختیار کی ہے بلکہ آئندہ سال کے لیے فیڈرل ٹرانسفرز کو سال رواں کی سطح پر منجمد کر دیا ہے۔ اس لیے ہم سردست کچھ کہنے کی بجائے اس اہم مسئلے پر غور کر کے اس ایوان میں چند روز تک مناسب تجویز پیش کریں گے۔

جناب ولا! جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں سردست ہم ٹیکسوں اور دوسرے محاصل کی شرح میں اضافے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ ہماری حتی الوسع کوشش یہ ہو گی سال رواں کی طرح صوبائی محاصل کی وصولی کے نظام کو بہتر بنا کر اور مرکزی حکومت سے واجبات کی وصولی کے ذریعے اپنے خسارے کو پورا کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ وفاق پاکستان کے استحکام اور فلاح عامہ کے مشترک مقاصد کے جذبے کے تحت مرکزی حکومت کے ساتھ افہام و تفہیم کے ذریعے یہ مسائل خوش اسلوبی سے طے ہو جائیں گے۔ مرکزی حکومت سب پاکستانیوں کی حکومت ہے اور اس کی ہمدردی ایثار پر ملک کے تمام طبقوں اور حصوں کا یکساں حق ہے۔ ہمارا یہ مطمع نظر نیا نہیں۔ گزشتہ سال جون میں میزانیہ پیش کرتے ہوئے ہمارے محترم وزیر اعلیٰ نے کہا تھا کہ مملکت ایک باپ کی طرح ہوتی ہے جو اپنے بچوں کو یکساں پیار سے پالتی ہے۔ لہذا ہم ہر فورم پر کسی پیشگی شرط کے بغیر خوش دلی اور وسیع القلبی کے جذبے کے تحت اپنی طرح ان منتخب عوامی نمائندوں کے ساتھ مل بیٹھنے اور معاملات طے کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تعاون کی اس پیش کش کا جواب تعاون سے ملے گا۔ ہمارے اس ایقان کی بنیاد دراصل پاکستان کی بقا اور استحکام پر ہمارا غیر متزلزل ایمان ہے اور ملک کی یہ بقا اور استحکام باہمی احترام، تعاون اور معاملہ فہمی ہی سے ممکن ہے۔ انشاء اللہ ملک میں کدورتوں اور عدم اعتماد سے داغ داغ اجالا ختم ہو جائے گا اور بے مثال قربانیوں اور قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت کے باعث معرض وجود میں آنے والے اس ملک میں جلد ہی پر خلوص تعاون اور اخوت کی روشن صبح طلوع ہو گی یہ وہی اخوت ہے جس کی وصیت ہمارے ہادی برحق ﷺ نے آخری خطبہ حج میں ہم سب کو کی تھی۔ اور یہ وہی نوری صبح ہے جس کی بشارت سرزمین پنجاب کے ایک مایہ ناز فرزند نے دی تھی۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! میں آج جناب وزیر خزانہ کو اچھا بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، سردار صاحب ذرا تشریف رکھیے۔ آرڈر پلیز۔۔۔اجلاس مورخہ 7 جون 1989 صبح 9:00 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

بدھ، 7- جون 1989

(چہار شنبہ، 2- ذی القعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 5 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

سورۃ البقرہ آیات 285 تا 286

اعتقاد رکھتے ہیں رسول ﷺ اس چیز پر جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے سب پیغمبروں کے ساتھ۔ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا اور خوشی سے مانا۔ ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اور اے ہمارے

پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔ اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے۔ جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہماری پکڑ نہ کرنا اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالیے جس کی ہم میں طاقت (برداشت) نہیں اور ہمیں معاف فرما اور بخش دے ہم کو اور رحم کیجیے ہم پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافروں پر غالب کیجیے۔

وما علینا الا البلاغ ○

تعزیت

حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینی کی وفات پر دعائے مغفرت

سید ہارون علی شاہ : میں اس ایوان میں یہ تحریک پیش کرنا چاہوں گا کہ حضرت سید بدر معین الدین قادری جو 1937ء سے لے کر 1946ء تک اس ایوان کے ممبر رہے۔۔۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! آپ ذرا ایک منٹ تشریف رکھیں میں ابھی آپ کو اجازت دیتا ہوں۔

سردار صاحب! آپ یہ قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون : جناب والا۔

جناب سپیکر : تو آپ ارشاد فرمایے۔

وزیر قانون : جناب والا! میں حضرت آیت اللہ۔۔۔۔۔

سید ہارون علی شاہ : جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر : اس قرارداد کے بعد جب استحقاق کو لیں گے تو پھر آپ بات کیجیے گا۔ آپ مجھے لکھ کر دیجیے گا اور میں ابھی آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔ I am sorry. ابھی آپ تشریف رکھیں۔ میں یہ قرارداد پیش کرنے کے لیے وزیر قانون کو کہہ چکا ہوں۔ آپ ابھی تشریف رکھیے گا اس کے بعد میں آپ کی بات سنوں گا۔

وزیر قانون : جناب والا! اجازت ہے؟

جناب سپیکر : جی ارشاد فرمایئے۔

وزیر قانون : میں حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینی صاحب کی وفات حسرت آیات پر یہ قرارداد پیش کرنا چاہتا ہوں :

"کہ پنجاب اسمبلی کا یہ ایوان رہبر انقلاب اسلامی اور عالم اسلام کے عظیم فرزند حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینی مجذاللہ کی وفات حسرت آیات پر دلی گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور رب

العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینی نے نہ صرف ایران بلکہ پوری دنیائے اسلام کو خواب غفلت سے جگایا اور دنیا بھر پر ثابت کر دیا کہ ہر لحاظ سے سپر طاقت خدائے بزرگ و برتر کی ذات پاک ہی ہے اور دنیاوی طاقتیں چاہے کتنی بھی قوی اور مضبوط ہوں مشیت ایزدی کے سامنے ان کے سر خم ہیں۔ ان کے یہ الفاظ آج بھی ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں کہ مسلمانوں کے سربراہوں کو لوگوں کے جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکمرانی کرنی چاہیے۔ حضرت علامہ نے مادیت پرستی کو رد کرتے ہوئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے رہ نمائی حاصل کرنے اور اس سے وابستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔ انھوں نے اپنی روحانی تعلیمات اور فلسفۂ اسلامی سے، اسلام اور جمہوریت کو نئی زندگی بخشی اور دنیا بھر پر ثابت کر دیا ہے کہ دین اسلام، جمہوریت پسند اور مساوات محمدی کا داعی ہے۔ حضرت علامہ نے ان تعلیمات پر مملکت جمہوریہ اسلامیہ ایران میں عمل کر کے دنیا بھر کو باور کرا دیا کہ اسلام ہی راہ نجات ہے اور آج بھی بنی نوع انسان کی فلاح اسلام کے ابدی اصولوں پر عمل سے ہی ممکن ہے۔ جناب پیغمبر انقلاب کا کردار دنیا کے لیے بالعموم اور مسلمانان عالم کے لیے بالخصوص ایک درس ہے اور ان کے اصول دنیا کی ہمیشہ رہ نمائی کرتے رہیں گے۔ اس ایوان کے ارکان کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم علامہ آیت اللہ روح اللہ خمینی کی روح کو جنت الفردوس میں مقام المتقین پر سرفراز فرمائے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر خدا اور اس کے رسول پاک کے بتائے ہوئے اصولوں پر چل کر دنیا و آخرت میں سرفرازی اور سرخروئی حاصل کر سکیں۔،،

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر! ''مجذ اللہ ،، زندہ آدمی کے لیے ہوتا ہے اس لیے یہ اس کو خود سرہٗ یا رحمت اللہ یا کوئی ایسا لفظ لکھیں۔ چونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اس لیے ان کے لیے مجذ اللہ کے الفاظ ٹھیک نہیں ہیں۔

جناب سپیکر : مولانا! آپ نے کیا فرمایا ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی : میں نے عرض کی ہے کہ ان کے نام کے ساتھ مجذ اللہ لکھا گیا ہے۔ مجذ اللہ زندہ کے لیے ہوتا ہے۔ جو فوت ہو جائے تو اس کے لیے رحمت اللہ یا خود سرہٗ یا اس قسم کا دعائیہ لفظ ہوتا ہے۔ اس کی اصلاح کر لی جائے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے یہ ترمیم کر لی جائے تو یہ قرارداد جو جناب وزیر قانون نے پیش کی ہے اس میں قائم مقام قائد حزب اختلاف جناب سلمان تاثیر صاحب کی قرارداد بھی شامل ہے جناب سردار ظفر عباس صاحب کی قرارداد بھی اسی سلسلے میں موجود ہے اور جناب حاجی محمد افضل چن صاحب کی طرف سے قرارداد موصول ہوئی ہے تو یہ سارے ہاؤس کی طرف سے مشترکہ قرارداد ہے جو جناب وزیر قانون صاحب نے پیش کی ہے۔ میں اسے دہراتا ہوں :

> ''کہ پنجاب اسمبلی کا یہ ایوان رہبر انقلاب اسلامی اور عالم اسلام کے عظیم فرزند حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر دلی گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینی نے نہ صرف ایران بلکہ پوری دنیائے اسلام کو خواب غفلت سے جگایا اور دنیا بھر پر ثابت کر دیا کہ ہر لحاظ سے سپر طاقت خدائے بزرگ و برتر کی ذات پاک ہی ہے اور دنیاوی طاقتیں چاہے کتنی بھی قوی اور مضبوط ہوں مشیت ایزدی کے سامنے ان کے سر خم ہیں۔ ان کے یہ الفاظ آج بھی ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں کہ مسلمانوں کے سربراہوں کو لوگوں کے جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکمرانی کرنی

چاہیے۔ حضرت علامہ نے مادیت پرستی کو رد کرتے ہوئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے رہ نمائی حاصل کرنے اور اس سے وابستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔ انھوں نے اپنی روحانی تعلیمات اور فلسفۂ اسلامی سے اسلام اور جمہوریت کو نئی زندگی بخشی اور دنیا بھر پر ثابت کر دیا ہے کہ دین اسلام جمہوریت پسند اور مساوات محمدی کا داعی ہے۔ حضرت علامہ نے ان تعلیمات پر مملکت جمہوریہ اسلامیہ ایران میں عمل کر کے دنیا بھر کو باور کرا دیا کہ اسلام ہی راہ نجات ہے اور آج بھی بنی نوع انسان کی فلاح اسلام کے ابدی اصولوں پر عمل سے ہی ممکن ہے۔ جناب پیغمبر انقلاب کا کردار دنیا کے لیے بالعموم اور مسلمانان عالم کے لیے بالخصوص ایک درس ہے اور ان کے اصول دنیا کی ہمیشہ رہ نمائی کرتے رہیں گے۔ اس ایوان کے ارکان کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم علامہ آیت اللہ روح اللہ خمینی کو جنت الفردوس میں مقام الیمین پر سرفراز فرمائے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر خدا اور اس کے رسول پاک کے بتائے ہوئے اصولوں پر چل کر دنیا و آخرت میں سرفرازی اور سرخروئی حاصل کر سکیں۔،،

(قرارداد باتفاق منظور ہوئی)

مولانا منظور احمد چنیوٹی : مقام عین نہیں، مقام الیمین ہے اس کی بھی اصلاح فرما لیں۔

جناب سپیکر : دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر : مولانا صاحب! آپ ایک منٹ ذرا تشریف رکھیے۔

ایک معزز ممبر : جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اس ایوان میں یہ تحریک پیش

کرنا چاہتا ہوں :

"کہ حضرت سید بدر معین الدین قادری جو کہ 1937ء سے لے کر 1946ء تک اس ایوان کے ممبر رہے، گزشتہ دنوں وفات پا گئے لہٰذا اس ایوان میں ان کے لیے فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب سپیکر : جی اتفاق ہے ؟

معزز ممبران : اتفاق ہے۔

جناب سپیکر : دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ ہمارے سندھ کے ممتاز عالم دین اور جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ کے نائب امیر مولانا سراج الدین بسمل کو جیل میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا تو ان کے لیے بھی دعائے مغفرت کر لی جائے اور شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ کے، ان کے لیے بھی، دعائے مغفرت کر لی جائے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : مولانا صاحب نے سندھ کے ایک عالم دین اور ایک دوسرے ہمارے بزرگ اور عالم دین کی وفات پر تعزیت کے لیے اور ان کی روح کے ایصال ثواب کے لیے دعائے مغفرت کے لیے کہا ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور کسی کو بھی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن یہاں یہ روایات رہی ہیں کہ اس ایوان میں موجودہ اسمبلی کے ممبرز یا جو اسمبلی کے کبھی ممبرز رہے ہوں یا پھر دنیا کی ممتاز ترین شخصیات کی وفات پر تعزیتی قراردادیں پیش ہوتی ہیں اور یہاں اس انداز میں کہ ہر ممبر کوئی تعزیتی قرارداد اپنے عزیز و اقارب کے بارے میں یا اپنے روحانی پیشواؤں کے بارے میں پیش کرنا چاہیں تو اس سے ایک لاتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا جو نہ ختم ہونے والا ہوگا۔ پھر آپ اس میں کسی کو کیا روک سکیں گے کہ آپ کو قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی کو کیسے چیک کیا جا سکتا ہے ؟ میں مولانا صاحب سے کہوں گا کہ

وہ خود ہی اس بات پر غور فرمائیں اور نظر ثانی فرمائیں کہ یہ پھر ایک ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا جو نہ رکنے والا ہوگا اور اس میں پارلیمنٹ اور اسمبلی کے حوالے سے جو لوگ اس ضمن میں آتے ہیں ان کے بارے میں یہ قراردادیں ہونی چاہئیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر! یہاں روایت ہے کہ یہاں صحافیوں کے لیے بھی دعائے مغفرت کی گئی ہے اور ان حضرات کے لیے بھی دعا کی گئی ہے۔ جو عام شخصیت ہے اس کے لیے ہو سکتی ہے، دعا ہے اور اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر : جی! سردار صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : امام خمینی کی موت دور جدید کی بلحہ میں یہ کہوں گا کہ ابھی کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ اور جس طرح آپ فرمارہے ہیں کہ اس کو اس کے ساتھ نہیں ملانا چاہیے اور کسی کی مغفرت کی دعا کرنی ہے تو اگلے دن کے لیے رکھ لیں۔ یہ اتنا اہم واقعہ ہوا ہے کہ اس کی اہمیت پھر کم ہو جاتی ہے تو میں نے اس لیے یہ کہا ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : تو صاحبان! مولانا صاحب کی قرارداد پر آپ کی کیا رائے ہے؟۔۔۔

معزز ممبران : دعائے مغفرت کر لی جائے۔

جناب سپیکر : دعائے مغفرت کی جائے۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب سپیکر : میاں منظور احمد موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ order please چودھری صاحب! تشریف رکھیے۔ موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر : موہل صاحب آپ سے پہلے پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس ہاؤس کے قواعد اور رولز ہیں۔ آپ نے وہ بڑی وضاحت سے بیان کیے ہیں اور اتفاق بھی ہوا

ہے۔ لیکن ہم مسلمان ہیں ہمیں دعا پر قطعاً اختلاف نہیں ہے لیکن جیسا کہ یہ کہا گیا کہ روحانی پیشوا مذہبی لحاظ سے ہر ایک کے مختلف ہیں۔ یہ ایک روایت بن چکی ہے۔ جب آپ کی طرف سے یہ بات آگئی تھی تو پھر اس پر جناب والا! عمل ہونا چاہیے تھا۔ بس یہی میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر : میں سمجھتا ہوں کہ اس میں تعزیتی قرارداد کے لیے کوئی قدغن نہیں ہونی چاہیے لیکن اس میں کچھ ہماری روایات رہی ہیں۔ میں نے ان روایات کا ذکر کیا ہے کہ اگر ان سے پہلو تہی کی گئی تو یہ ایک ایسا سلسلہ شروع ہو جائے گا جو نہ رکنے والا ہوگا۔ اس کے لیے آئندہ احتیاط کی جائے تو اب ہم تحاریک استحقاق کو لیں گے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی جناب وینس پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس : جناب والا! یہ جو سیٹیں تبدیل ہوئی ہیں یہ کس حساب سے ہوئی ہیں؟ حروف تہجی کے حساب سے ہوئی ہیں تو میرا نام "A" سے شروع ہوتا ہے۔ کیا "A"، "Z" کی جگہ چلا گیا ہے۔ یہ ہماری سیٹیں کس صورت میں تبدیل ہوئی ہیں، کس آرڈر کے تحت؟ پہلے ہم وہاں تھے اب یہاں پہنچ گئے ہیں۔

جناب سپیکر : وینس صاحب! آپ سیٹوں کی تقسیم کے بارے میں میرے ساتھ رابطہ کیجیے گا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ یہ سیٹیں کیسے تبدیل ہوئی ہیں اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ خیر آپ میرے پاس چیمبر میں تشریف لائیے گا۔ ہاؤس میں بات کرنے کی بجائے میں آپ کو بتاؤں گا کہ سیٹیں کیسے تبدیل ہوئی ہیں تو اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ ذرا تشریف رکھیے۔ order please۔

آج جمعہ پر عام جمعہ ہے اور آج پہلا روز ہے۔ میرے خیال میں آج ہمیں کچھ معاملات طے کر لینے چاہئیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جمعہ پر جمعہ کے روز ہمارے ہاں وقفۂ سوالات بھی نہیں ہوتا تحاریک التوائے کار بھی نہیں ہوتیں۔ صرف تحاریک استحقاق ہوتی ہیں تو یہ طے کر لینا چاہیے کہ تحاریک استحقاق کے لیے کتنا ٹائم مقرر کر لیں تاکہ اس مقررہ ٹائم کے اندر جتنی تحاریک استحقاق آ سکتی ہیں ہم ان کو

ٹیک اپ کر لیں اور اس کے بعد ہم عام بحث پر آ جائیں کیوں کہ ہمارے معزز ممبران اس بحث کی بحث میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہتے ہیں۔ ہم ان سب کو موقع دے سکیں کہ وہ بحث پر بحث میں حصہ لے سکیں تو اس کے لیے ٹائم کی حد مقرر ہو جانی چاہیے۔ میں وزیر قانون صاحب سے اور قائد حزب اختلاف سے رابطہ کر چکا ہوں۔ ان دونوں صاحبان کی یہ رائے ہے اور مجھے بھی اس سے اتفاق ہے کہ آدھا گھنٹہ تحاریک استحقاق کے لیے مخصوص کرنا چاہیے تو وزیر قانون صاحب اور قائم مقام قائد حزب اختلاف کی اس بات سے آپ کو بھی اتفاق ہے تو ہم نصف گھنٹہ تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

جناب جاوید محمود گھمن : جناب سپیکر! تحریک استحقاق کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ایک گھنٹہ ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر : جاوید صاحب! قائد حزب اختلاف اور وزیر قانون جب دونوں کہیں تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سارے ہاؤس کی نمائندگی ہو گئی۔

(قطع کلامیاں)

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اگر کوئی تحریک استحقاق اتنی اہم ہو تو پھر اس وقت آپ کو یہ آدھے گھنٹے کی جو قدغن ہے اس کو relax کر دینی چاہیے اگر کوئی اہم ہو۔ اگر نہ ہو تو پھر ٹھیک ہے آپ کی بات اور قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان نے جو کہا ہے ہمیں قبول ہے۔ اگر اس میں کوئی ایسی نوعیت کا معاملہ آ جائے تو پھر آپ اس وقت یہ نہ کہیں کیوں کہ یہ آدھا گھنٹہ طے ہو چکا ہے۔ اس کو kill نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر : وہ تو بڑی exceptional circumstances میں یہ بات ہو سکتی ہے لیکن اس وقت چیئر نے ہی determine کرنا ہے کہ یہ خصوصی حالات ہیں یا نہیں ہیں تو یہ آپ کی بات ٹھیک ہے۔ تو دوسری بات یہ ہے کہ ابھی ہمیں بحث کے لیے یہ طے کر لینا چاہیے کہ آپ کتنا ٹائم لینا چاہتے ہیں۔ یہ ضمنی بجٹ پر بحث ہو گی اور اس کے بعد بجٹ پر بحث ہو گی تو آپ صاحبان کتنا ٹائم لینا چاہیں گے۔ ابھی وزیر قانون

صاحب اور قائد حزب اختلاف سے جو بات ہوئی ہے اس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ ہر ممبر کو 10 منٹ دیے جائیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ ابتدا میں کچھ صاحبان 10 منٹ سے زیادہ بول جاتے ہیں۔ کھڑے ہوتے ہیں تو پھر رکنے کا نام نہیں لیتے اور آخر میں جو رہ جاتے ہیں ان کو پھر 2/2 منٹ ملتے ہیں اور کچھ صاحبان کو ایک منٹ بھی نہیں ملتا تو ٹائم ختم ہو جاتا ہے تو اس لیے شروع سے ہی ہمیں اس کا خیال کرنا ہوگا کہ ہمارے معزز اراکین اسمبلی کو برابر ٹائم مل جائے اور یہاں جو بھی بحث پر بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں ان کو خاطر خواہ ٹائم ملنا چاہیے۔

جناب خالد لطیف کاردار : جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر : کاردار صاحب! جو میں کر رہا ہوں وہ بات پہلے ہو جائے۔

سید ناظم حسین شاہ : جناب سپیکر! ہمیں ایک سال بعد موقع ملتا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ سے استدعا کی تھی کہ یہ ایسے رولز کوئی نہیں ہوتے۔ قوانین انسانوں کے لیے بنتے ہیں انسان قوانین کے لیے نہیں بنتے تو اس لیے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس پر صرف 5 دن ہی عام بحث ہونی چاہیے۔ اس ہاؤس کو extend بھی کیا جا سکتا ہے 5 کے بجائے 10 دن بھی ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! 10 منٹ کے بارے میں میں آپ سے مزید استدعا کروں گا کہ اپوزیشن کے ارکان کو آپ کم سے کم 20 منٹ دیں کیوں کہ حزب اقتدار کے لوگ تو اس لیے خوش ہوتے ہیں کہ وہ جو تجاویز دیتے ہیں اب اس بحث سے پہلے بھی ڈویژن لیول پر یہ اجلاس ہو چکے ہیں ان کی تجاویز آ چکی ہیں اور تقریباً approve ہو چکی ہیں تو ہمیں اتنا تو ٹائم ملنا چاہیے کہ 20 منٹ میں ہم جو آپ کے اور حزب اقتدار کے زیر غور لانا چاہتے ہیں اس کے لیے جناب والا! 10 منٹ بہت کم ہیں اور 20 منٹ کرنے چاہئیں اور اس ہاؤس کو extend کر کے 5 دن کے بجائے 10 دن بھی کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! تشریف رکھیے۔ اس میں بات یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ ذرا تشریف رکھیے۔ وینس صاحب! بیٹھ جایئے تشریف رکھیے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہم نے شیڈول بناتے وقت اپوزیشن کے ساتھ اور وزیر قانون کے ساتھ اس

بات کو طے کیا ہے کہ گورنمنٹ نے ہمیں ایک شیڈول دیا تھا اور شیڈول کی ایک تجویز ہمیں اپوزیشن نے دی تھی۔ اس پر میں نے دونوں فریقین سے مشورہ کیا ہے اور ہم نے مشورہ کرنے کے بعد agreed شیڈول پبلش کیا ہے۔ یہ دونوں فریقین کی طرف سے agreed ہے۔ اس شیڈول کو وزیر قانون اور قائد حزب اختلاف دونوں کی تائید حاصل ہے اس لیے اس میں کوئی تبدیلی کا سوال نہیں ہے۔

سید ناظم حسین شاہ : جناب والا! میں نے جیسے پہلے ہی عرض کیا ہے اگر آپ نے شیڈول بنایا ہے تو اس میں ترمیم بھی ہو سکتی ہے۔ ایسی قدغن کوئی نہیں ہے۔ میری قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان سے بھی استدعا ہے اور وزیر قانون بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ سے بھی استدعا ہے کہ بڑا آدمی وہ ہوتا ہے جو دل کا بھی بڑا ہو۔ صرف یہ نہیں کہ کرسی بڑی ہو تو انسان بڑا ہو جاتا ہے۔ آپ کو بھی اور پورے ہاؤس کو بھی وسعت قلبی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کہ جناب والا! ہم 10 منٹ میں آپ کے ساتھ کیا بات کر سکتے ہیں جہاں سو ممبرز نے بات کرنی ہے، کم از کم اس طرف سے اور ادھر سے بھی لازماً بات کریں گے۔ اس طرح اگر 2 سو ممبرز بھی بات کرنا چاہتے ہیں تو یہ 10 منٹ میں جناب والا! اس کو کیسے wind up کر سکیں گے؟

جناب سپیکر : شاہ صاحب! یہ بات آپ قائد حزب اختلاف سے کہیے گا۔ میرے ساتھ جو بات ہوئی ہے وہ سارے ہاؤس کی consensus ہے۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ وزیر قانون اور قائد حزب اختلاف دونوں کسی بات پر اتفاق کر لیتے ہیں تو ہاؤس میں اس بات کو اتفاق رائے سمجھا جاتا ہے۔

(قطع کلامیاں)

سید ذاکر حسین شاہ : آپ کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش ہوئی پھر ہم نے واپس لی۔ آپ اس دن سے پورے ہاؤس کے سپیکر ہیں۔ پہلے آپ اُس طرف کے سپیکر تھے لیکن اب آپ پورے ہاؤس کے سپیکر ہیں اور آپ کے فرائض میں بھی یہ بات شامل ہے کہ آپ یہاں پر ہر ایک ممبر کے مفادات کا تحفظ کریں۔

MR SPEAKER: Shah Sahib, sorry. You are

being irrelevant. Please, you are being irrelevant.
میں جو بات کر رہا ہوں اس پر بات طے ہو چکی ہے کہ قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف جو agreed بات کر لیتے ہیں وہ سارے ہاؤس کی بات ہے۔

(قطع کلامیاں)

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! اگر آپ ہمارے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : جی! آپ کے مفادات کا تحفظ۔۔۔۔۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب والا! جو بھی کوئی بات کرے فائنل اتھارٹی آپ ہیں تو جناب والا! آپ اس میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ یہ آپ سے میری استدعا ہے۔ میں آپ کی وسعت قلبی کا مظاہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نہیں کرنا چاہتے تو آپ کی مرضی تو پھر آپ کے متعلق جو ہماری رائے ہوگی وہ بھی ظاہر ہے۔ اگر آپ کر دیں تو جناب والا! ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیے۔

ایک معزز ممبر : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ گزارش یہ ہے کہ میرے محترم فاضل دوست نے ابھی یہ کہا ہے کہ جس دن یہاں عدم اعتماد کی تحریک واپس لی گئی آپ اس دن سے پورے ہاؤس کے سپیکر ہیں میں ان کی اس گفتگو پر بحتہ اعتراض اٹھاتا ہوں کہ یہ قطعی طور پر غیر پارلیمانی الفاظ ہیں۔ آپ جس دن منتخب ہو گئے تھے آپ اسی روز سے اس ہاؤس کے سپیکر ہیں نہ کہ اس دن سے کہ جس دن انھوں نے دوبارہ عدم اعتماد کی قرارداد واپس لی، اس دن سے سپیکر ہیں تو یہ تصحیح کر لی جائے۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ عجیب بات ہے کہ قائد حزب اختلاف چیمبر میں بیٹھ کر ایک بات سپیکر اور حزب اقتدار سے طے کرتے ہیں اور اس طے شدہ بات کو دوبارہ یہاں re-open کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر : نہیں ہونا چاہیے۔

ایک معزز ممبر : اس سے اسمبلی کا وقت ضائع ہوتا ہے اور 10 منٹ کا ٹائم کافی ہے۔

اگر انھوں نے بات کرنی ہے تو پہلے آپس میں بیٹھ کر طے کر لیں اور دوبارہ اس مسئلے کو ایوان کے اندر لائیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب سپیکر! جس دن آپ کے خلاف تحریک عدم اعتماد واپس لی گئی تو اس دن آپ نے خود فرمایا تھا کہ آج میں اس پورے ایوان کا صحیح معنوں میں سپیکر ہوں۔ جناب والا! یہ آپ نے خود فرمایا تھا۔ میاں صاحب نے یہ سنا نہیں تھا۔

جناب سپیکر : نہیں میں نے یہ نہیں کہا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : آپ ریکارڈ منگوا کر دیکھ لیں۔

جناب سپیکر : میں اس کو زیر بحث لانے کی اجازت نہیں دیتا۔ sorry۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : اس کا ریکارڈ دیکھ لیا جائے۔ آپ ریکارڈ منگوا لیں اور ہم آپ کے چیمبر میں آ جائیں گے۔

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی کاردار صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جناب خالد لطیف کاردار : جناب سپیکر! میں پہلے یہ گزارش کروں گا کہ میں نے 3/4 بار کہا لیکن آپ نے اجازت نہیں دی۔

جناب سپیکر : اب میں آپ کو اجازت دے چکا ہوں۔

MR KHALID LATIF KARDAR: In the mean time our people ask for. I could speak more loudly than anybody else. Now, my humble submission before you is that, I will speak in "English". Then we are taking the Privilege Motions. I have moved very important Privilege Motion with regard to the status and integrity of the Governor of the Punjab and I would request your honour that my Privilege Motion should

be taken earlier than those which are enlisted. That is my request.

(Interruptions)

MR SPEAKER: Sorry Shah Sahib, sorry. Please take your seat. Shah Sahib, sorry. Sir, I don't allow. Shah Sahib, I am sorry. I don't allow you. Please take your seat.

Shah Sahib, I don't allow you. شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیے۔ Please take your seat. Shah Sahib, I request you to take your seat.

Shah Sahib, what are you doing? Shah Sahib, I don't allow you. I have told you that I don't allow you.

شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ Shah Sahib, Will you please sit down?

شاہ صاحب! آپ مجھے ایسے اقدام پر مجبور کر رہے ہیں جو میں نہیں کرنا چاہتا۔ Shah Sahib, you leave the House. You leave the House. میں یہ فیصلہ دے Shah Sahib, you please leave the House. چکا ہوں۔

That you should leave the House. This is the ruling of the Chair. You leave the House, Shah Sahib.

(Interruptions)

وزیر قانون : جناب والا۔۔۔

جناب جاوید محمود گھمن : جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر : جی جاوید صاحب۔

جناب جاوید محمود گھمن : جناب سپیکر! پہلے آپ نے ایوان کی کارروائی شروع ہونے کے بعد مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے ٹائم دیں گے۔ آپ حسب وعدہ مجھے ٹائم دیں۔ میں اس وقت سے دیکھ رہا تھا کہ آپ مجھے وعدے کے مطابق ٹائم دیتے ہیں یا نہیں۔

جناب سپیکر : جاوید صاحب! ارشاد فرمایئے۔

جناب جاوید محمود گھمن : جناب والا! گزارش ہے کہ میں مختصراً بات کرتا ہوں زیادہ ٹائم نہیں لینا چاہتا۔ ہمارا ہاؤس میں یہ استحقاق ہے اور ہاؤس سے باہر بھی استحقاق ہے۔ کافی دفعہ یہ مسئلہ ہاؤس میں اٹھایا بھی جا چکا ہے کہ جب ہم لوگ اپنی گاڑیاں کھڑی کرنے کے لیے آتے ہیں تو پارکنگ کے لیے 2/2,3/3 گھنٹے کارروائی ہونے سے پہلے ایس اینڈ جی اے ڈی کی گاڑیاں سائے میں کھڑی کر دیتے ہیں اور کسی جگہ بھی ہمیں کار کھڑی نہیں کرنے دی جاتی اور ادھر ادھر تک کہیں جگہ نظر ہی نہیں آتی تو جناب والا! آپ یہ ہدایت کریں کہ سامنے شامیانے لگا دیں۔ اتنی شدید گرمی میں اگر کاریں دھوپ میں کھڑی رہیں تو اس میں بیٹھنے سے بندے بیمار ہو جاتے ہیں۔ آپ کو کم از کم تحفظ کرنا چاہیے۔ باہر وردی والے جو سپاہی کھڑے ہوتے ہیں وہ آتے ہی حکم چلانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہاں گاڑی کھڑی کریں اور یہاں نہ کھڑی کریں۔ آپ کم از کم ممبران اسمبلی کے لیے کوئی جگہ مخصوص کر دیں جہاں اسمبلی کے ممبران کے علاوہ کسی اور کی کار کھڑی نہ کی جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : یہ سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ نواب زادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL: I will refer you to Rule 178 of the Rules of Procedures of the Assembly. It read as follows:-

"A member may, with the permission of the Speaker, make a personal explanation although there is no question before the Assembly, but no debate shall be allowed on it."

2. Under this Rule it is the condition and the convention of the House that if any member stand up on the point of personal explanation, the Speaker has to allow that I think that Pir Nazim Hussain Shah got up on point of personal explanation but because of interruptions an unpleasant situation was created. I request you Sir, kindly allow the honourable member to come back in the House and allow him to raise his point of personal explanation.

MR SPEAKER: Mian Sahib, please take your seat. I don't agree with your interpretation. This is the discretion of the Speaker to allow anybody to speak on a point of personal explanation. This is not the right of members. This is the sweet will of the Chair to allow him or to disallow him.

(Interruptions)

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL: Under the Rules of Procedure and the Constitutions, it is the sweet will of the Chair and then the better will of

the Chair, then the saner will of the Chair.

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : ہم آپ کی صوابدید پر نہیں ہیں کہ آپ ایک آدمی کو اٹھا کر باہر پھینک دیں۔ اس کی reason ہونی چاہیے۔ جناب والا! مجھے sweet will کے الفاظ پر اعتراض ہے۔

MR SPEAKER: I have given my findings.

(Interruptions)

Please take your seat.

(Interruptions)

جناب سپیکر : جی موہل صاحب۔ موہل صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

میاں منظور احمد موہل : میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب والا! جب ہاؤس میں ایک بات طے ہوئی تھی۔ قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کی طرف سے ایک فارمولا طے ہو گیا تھا وہ آپ نے ہاؤس میں بیان کیا تھا۔ اس کے بعد میرے خیال میں اگر اس طرف سے کوئی بولتا تو ان کی ناکامی تھی اگر اُس طرف سے کوئی بولتا ہے تو قائد حزب اختلاف کی ناکامی ہے۔ جناب والا! انھوں نے بار بار آپ کے حکم کو defy کیا۔ آپ نے کہا بیٹھ جائیں وہ بیٹھے نہیں۔ پھر انھوں نے کہا کہ میں نہیں جاؤں گا۔ اگر ایسی صورت حال ہو گئی تو پھر یہ ہاؤس کیسے چلے گا؟ میرے دوست نواب زادہ صاحب نے کہا ہے "with the permis-sion of the chair" تو جب آپ رولنگ دے جاتے ہیں تو پھر بھی میرے یہ بھائی اس پر اعتراض کرتے ہیں ان کو نہیں کرنا چاہیے۔ جناب والا! اس پر آج رولنگ آ جائے کہ جب آپ کا فیصلہ ہو جائے پھر کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ اس پر تنقید کرے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

جناب فضل حسین راہی : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ پہلے یہ وضاحت ہونی چاہیے کہ میاں منظور احمد موہل صاحب کس طرف سے بول رہے ہیں؟ کبھی کہتے ہیں کہ میں نے پیپلز پارٹی چھوڑ دی ہے اور آئی جے آئی میں شامل ہو گیا ہوں۔ وضاحت ہونی چاہیے کہ وہ کس طرف سے بول رہے ہیں؟

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : شاہ صاحب! اپنی تحریک استحقاق پیش کریں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہا ہوں۔

جناب سپیکر : تشریف رکھیے، تشریف رکھیے۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میں یہ پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہا ہوں۔ منظور احمد موہل صاحب وضاحت کریں کہ وہ اُس طرف سے بول رہے ہیں یا اس طرف سے بول رہے ہیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! آپ مجھے اجازت دیں میں بڑی اچھی گفتگو کروں گا میں ان کی طرح کسی کا دل نہیں دکھاؤں گا۔ انھوں نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے میں اسے قبول کرتا ہوں اور آپ سے اجازت مانگ رہا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! آپ یہ چاہتے ہیں کہ میاں منظور احمد موہل صاحب اپنی پوزیشن واضح کریں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ سپیکر صاحب سب سے پہلے یہ بتائیں کہ یہ کس طرف سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں؟

(قطع کلامیاں)

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! مجھے اس کا جواب دینے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! اس بات کو لمبا نہ کریں۔

میاں منظور احمد موہل : میں تو نہیں کرتا۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : Order please شاہ صاحب! آپ اپنی تحریک استحقاق پیش کرنا چاہتے۔ ہیں؟

سید ذاکر حسین شاہ : جی۔

جناب سپیکر : پیش کیجیے۔

راہی صاحب! میں شاہ صاحب کو تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت دے چکا ہوں I have given the floor, please take your seat.

نشان زدہ سوال نمبر 34 کا غلط جواب

سید ذاکر حسین شاہ : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 29-3-89 کو وقفۂ سوالات کے دوران سوال نمبر 34 کے جواب میں جناب وزیر خزانہ حکومت پنجاب کی جانب سے یہ تسلیم کیا گیا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے دورۂ فیصل آباد میں سرکاری ملازمین کو بگ سٹی الاؤنس دینے کا وعدہ فرمایا اور سوال نمبر 63 کے جواب میں جناب وزیر خزانہ نے تسلیم کیا کہ وزیر اعلیٰ نے نومبر 88ء کو سرگودھا کا دورہ کیا تھا۔ یہاں انھوں نے مذکورہ الاؤنس کے متعلق ہدایات فرمائی تھیں۔ جناب وزیر خزانہ کی طرف سے اس اعتراف کے بعد سرکاری ملازمین کو بگ سٹی الاؤنس نہ دینے کی جو وجوہات بتائی گئیں ان کا حقائق سے کوئی تعلق نہ ہے۔ وجوہات میں کہا گیا ہے کہ موجودہ صورت حال کے مطابق مذکورہ الاؤنس نہ تو وفاقی اور نہ ہی کسی صوبائی حکومت میں نافذالعمل ہے۔ سرکاری ملازمین کے لیے الاؤنس اور دیگر مراعات کا فیصلہ وفاقی حکومت کے ملازمین کو دی گئی سہولتوں کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ اگر مستقبل میں وفاقی حکومت نے اپنے ملازمین کو مذکورہ الاؤنس دیا تو حکومت پنجاب بھی ایسے ہی احکامات جاری کرے گی۔ بگ سٹی الاؤنس کے معاملے کو وفاقی حکومت کے ساتھ منسلک کرنے کا کوئی جواز

نہیں۔ دراصل وزیر اعلیٰ پنجاب نے غلط بیانی کی ہے اور ایوان میں اس غلط بیانی کو تسلیم کیا گیا۔ جناب وزیر خزانہ نے غلط اور بے بنیاد وجوہات بتائی ہیں۔ اس معزز ایوان کے سامنے بگ سٹی الاؤنس کے حوالے سے جو غلط بیانی کی گئی ہے اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : آپ اس پر مزید کوئی شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہیں گے ؟

سید ذاکر حسین شاہ : جی جناب والا۔

جناب سپیکر : ارشاد فرمایئے۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب کی واضح ہدایات اور اعلانات کے باوجود بگ سٹی الاؤنس سے اس ہاؤس میں انکار کیا گیا ہے اور سب سے بڑی وجہ جو اس سلسلے میں جناب وزیر خزانہ حکومت پنجاب کی طرف سے بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ نہ تو وفاقی حکومت اور نہ کسی صوبائی حکومت میں یہ الاؤنس دیا جا رہا ہے۔ جب وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ معلوم تھا کہ وفاقی حکومت میں یہ بگ سٹی الاؤنس نہیں دیا جا رہا تو انھوں نے اپنی انتخابی مہم کے دوران ایک سیاسی سٹنٹ کے طور پر بگ سٹی الاؤنس کا ہتھیار استعمال کیا اور جب اس سلسلے میں اسمبلی میں حقائق معلوم کرنے کے لیے سوالات کیے گئے تو وزیر خزانہ نے یہ تو تسلیم کیا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میں۔۔۔۔۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : فضل حسین راہی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ناظم حسین شاہ صاحب ہمارے معزز ممبر ہیں آپ نے انھیں اپنے حکم سے باہر بھیجا ہوا ہے تو آپ ذرا اپنے حکم پر نظر ثانی فرمایئے اور انھیں اندر آنے کی اجازت عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں ہے لیکن آپ نے ایک چیز کی طرف توجہ دلائی ہے۔۔۔۔۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میں نے آپ کی توجہ دلانے کے لیے یہ بات کی ہے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب دوسری مرتبہ منتخب ہو کر یہاں آئے ہیں اور شاہ صاحب کی طرف سے ایوان میں یہ مظاہرہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ اگر کوئی نیا ممبر اس قسم کی بات کرے تو اس کے بارے میں ایسی بات کرنے سے میں ضرور ہچکچاتا ہوں لیکن شاہ صاحب کی طرف سے ایسا مظاہرہ بڑا افسوس ناک ہے اور۔۔۔

جناب فضل حسین راہی : جناب والا! میں آپ کو عرض کروں۔ میں مناسب تو نہیں سمجھتا کہ آپ بات کر رہے ہیں تو اس میں بات کی جائے اور اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ انتہائی فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کسی ممبر کو باہر جانے کا حکم دیتے ہیں تو یہ انتہائی فیصلہ ہوتا ہے اور انتہائی فیصلہ کرنے سے پہلے اس پر غور ضرور کرنا چاہیے کہ ایک ممبر کو ذاتی وضاحت کا حق ہے اور۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! میں آپ کی بات سن چکا ہوں اور میں شاہ صاحب کو آج کے دن کے لیے اجازت نہیں دیتا۔

جناب فضل حسین راہی : جناب والا! ہم آپ سے معذرت کر لیتے ہیں Sir, I am sorry. پھر ہم آپ کے اس آمرانہ رویے کے خلاف (مسکراتے ہوئے) ہم آپ سے گزارش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! میں آپ کی اس بات کا شدت سے نوٹس لیتا ہوں۔۔۔

جناب فضل حسین راہی : جناب! I am sorry میں withdraw کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : میں آپ کی اس بات کا شدت سے نوٹس لیتا ہوں کہ آپ کے یہ الفاظ غیر پارلیمانی غیر مہذبانہ اور غیر شریفانہ ہیں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میں withdraw کرتا ہوں۔ لیکن آپ بھی اپنے فیصلے کو withdraw کیجیے۔ ہم آپ سے معذرت کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کا اپنا بات کرنے کا انداز قابل اعتراض ہے۔

(قطع کلامیاں)

ایک معزز ممبر : جناب سپیکر!۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : جی ارشاد فرمایئے۔

ایک معزز ممبر : میرا خیال یہ ہے کہ اس سلسلے میں کافی بات ہو گئی ہے اور ہاؤس کا ماحول ٹھیک کرنے کے لیے یہاں پر جتنے دوست بیٹھے ہیں انھوں نے کہا ہے کہ ہم اس کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہیں تو آپ برائے مہربانی اس کو دوبارہ زیر غور لائیں اور جناب شاہ صاحب کو ہاؤس میں واپس آنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر : جی sorry میں اس پر اپنا فیصلہ دے چکا ہوں۔

ایک معزز ممبر : جناب سپیکر ایک فیصلے کے بعد دوبارہ فیصلہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر : سید ذاکر حسین شاہ صاحب اپنی سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! چونکہ وفاقی حکومت یہ الاؤنس نہیں دے رہی اس لیے صوبائی حکومت بھی نہیں دے رہی۔ ایک طرف تو وفاقی حکومت کی ہر ہدایت اور ہر پالیسی کو نظر انداز کیا جاتا ہے اس کو مسترد کیا جاتا ہے اور جب اپنے فائدے کی بات آتی ہے جب کوئی بگ سٹی الاؤنس سے avoid کرنے کا معاملہ آتا ہے تو اس کو وفاقی حکومت کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے۔ بگ سٹی الاؤنس کا صوبائی سربراہ حکومت نے اعلان کیا تھا اس کا وفاقی حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ وفاقی حکومت کے ملازمین کے اپنے قواعد و ضوابط ہیں ان کو اپنے رولز کے تحت الاؤنس ملتے ہیں۔ کافی الاؤنسز ایسے ہیں کہ جو وفاقی حکومت میں ملازمین کو ملتے ہیں لیکن صوبائی ملازمین کو نہیں ملتے۔ اس طرح ان کا طریق کار تقرری تعین اور ان کی مراعات اپنی ہیں۔ وفاقی حکومت کے ملازمین کی مراعات اپنی ہیں۔ اس صریحاً غلط بیانی کو چھپانے کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت چونکہ نہیں دے رہی اس لیے صوبائی حکومت بھی نہیں دے رہی۔ چنانچہ جناب سپیکر! ایوان میں یہ غلط وجہ بیان کرنے پر یہ ناکافی وجوہات بیان کرنے پر یہ بگ سٹی الاؤنس نہ دینے کے بارے میں حقائق کو چھپانے کے لیے غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق

مجروح ہوا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : جناب وزیر قانون! سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی تحریک استحقاق پر آپ کچھ فرمانا چاہیں گے ؟

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) : جناب والا! مجھے اجازت ہوگی ؟

جناب سپیکر : سردار صاحب! آپ فرمانا چاہیں گے ؟

وزیر خزانہ : جی، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں عرض کروں۔

جناب سپیکر : ارشاد فرمایئے۔

وزیر خزانہ : جناب والا! میں آپ کے توسط سے فاضل رکن کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ بے شک وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف نے فیصل آباد میں اور بعد ازاں سرگودھا میں بھی یہ بگ سٹی الاؤنس کا اعلان کیا تھا اور انھوں نے اپنے اعلان کے مطابق ڈائریکٹو بھی جاری کر دیا تھا جس کے الفاظ میں آپ کے توسط سے اس ایوان کو سنانا چاہتا ہوں۔

"Faisalabad city may be given the status of big city and big city allowance may be granted to civil employees."

جناب سپیکر! یہ فیصل آباد کے سلسلے میں ہے جو بعد ازاں اسی طرح کا ایک ڈائریکٹو سرگودھا کے بارے میں بھی ہے لیکن جناب والا! یہ ڈائریکٹو جیسا کہ ڈائریکٹو کے الفاظ سے عیاں ہوتا ہے، اس تاثر پر دیا گیا کہ فیصل آباد میں اس جلسۂ عام یا اس تقریب میں یہ کہا گیا تھا کہ لاہور اور دیگر بڑے شہروں کو بگ سٹی الاؤنس دیا جا رہا ہے، ہمیں نہیں دیا جا رہا ہمیں بھی بگ سٹی الاؤنس دیا جائے۔ اگر مناسب سمجھیں تو میں اس کے stress احکامات دہرانے سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔

"Faisalabad city may be given the status of big city."

یعنی اوروں کو ہے، اس کو بھی دیا جائے۔ اس غلط تاثر کی بنیاد پر جناب وزیر اعلیٰ نے یہ احکامات جاری کیے تھے لیکن جب انھیں صورت حال بتائی گئی اور پس منظر بتایا گیا کہ 77ء کے بعد کسی شہر میں حکومت کے ملازمین کو بگ سٹی الاؤنس نہیں ملتا، چاہے مرکز کے ہوں یا صوبوں کے ہوں تو اس کے بعد اس پر عمل روک دیا گیا۔

سید ذاکر حسین شاہ : وزیر خزانہ نے جو جواب تحریری طور پر پڑھا تھا یہ وہی بات دہرائی گئی ہے۔ تاثر تو وہ ہے کہ جو عوام لیتے ہیں۔ ایک صوبائی سربراہ کو تو معلوم تھا کہ کس جگہ دیا جا رہا ہے، اس کی پوزیشن کیا ہے۔ ایک شخص 3/4 سال سے برسر اقتدار چلا آ رہا تھا۔ انھوں نے واضح ہدایت کی تھی کہ دیں۔ ایک طرف اعلان کیا گیا ہے یا تو ووٹ لینے کے لیے لوگوں کو چکر دیا گیا ہے، یا تو یہ تسلیم کریں کہ یہ اس وقت انتخابی مہم کے دوران ووٹروں کو influence کرنے کے لیے جھوٹ بولا گیا تھا۔ یا تو یہ تسلیم کریں اور پہلے انھوں نے کہا کہ وفاقی حکومت نہیں دے رہی، اس لیے صوبائی حکومت نہیں دے رہی۔ آج وزیر خزانہ کچھ اور کہہ رہے ہیں۔ جناب والا! ان کا یہ جواز ناکافی ہے اور میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ یہ بڑا سنجیدہ مقام ہے کہ اگر اس طرح کی غلط بیانی ہوتی رہی اور صوبائی حکومت کا سربراہ اس طرح غلط بیانی کرتا رہے اور وہ جلسوں میں تو کہے کہ ہم یہ الاؤنس دیں گے، یہ مراعات دیں گے اور فلور پر وزیر خزانہ تسلیم بھی کرتے ہیں کہ یہ الاؤنس دینے کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس کے باوجود ناکافی وجوہات بیان کی جائیں۔ جناب والا! یا تو اس ہاؤس کو کنوینس کیا جائے یہ بگ سٹی الاؤنس کیوں نہیں دیا گیا۔ ب اِس طرف بیٹھے ہوئے یا اُس طرف بیٹھے ہوئے تمام لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ جناب زیر خزانہ کی سٹیٹمنٹ، جو بھی انھوں نے میری تحریک استحقاق کے جواب میں دی ہے، وہ کنوینسنگ نہیں ہے، ناکافی ہے اور ناقص ہے۔

زیر خزانہ : جناب والا! آپ کی اجازت سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ شاہ صاحب یہ جو فرما رہے تھے کہ اس ہاؤس کو convince کیا جائے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس ہاؤس کی واضح اکثریت میرے بیان سے کنونس ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اگر ایک اقلیت convince نہیں ہے تو نہ ہو۔

ایک معزز ممبر : جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں۔۔۔۔۔

وزیر خزانہ : جناب! میں نہ ووٹنگ کا عرض کر رہا تھا، نہ کسی اور چیز کا۔ انھوں نے convince کا کہا ہے۔ میں نے convince کے بارے میں عرض کی ہے۔

جناب سپیکر : اس پر وزیر قانون کچھ فرمائیں گے؟

(قطع کلامیاں)

وزیر قانون : جناب سپیکر!۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب! تشریف رکھیے۔

وزیر قانون : جناب والا! یہ وزیر اعلیٰ کی جس تقریر کا حوالہ دے رہے ہیں، یہ on the floor of the House, commitment نہیں ہے۔ اس کا فنی لحاظ سے بھی استحقاق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(قطع کلامیاں)

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں اور آپ بھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ وزیر خزانہ اور وزیر قانون اس کا جواب دینے میں ناکام رہے ہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : انھوں نے ہر صورت میں وزیر رہنا ہے۔ انھوں نے ان کو ان شاء اللہ انہی سیٹوں پر وزیر رکھنا ہے تو جناب والا! یہ ٹیکنیکلی admit-able ہے۔ and the motion should be admitted and sent to the Privilege Committee.

اور میاں محمود الرشید کو تو کسی نے پارلیمانی سیکرٹری بھی نہیں بنایا۔ یہ اور کی بلا اپنے سر کیوں لے رہے ہیں؟

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب! تشریف رکھیے۔

ایک معزز ممبر : جناب سپیکر! یہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ یہ فنی لحاظ سے تحریک

استحقاق بنتی ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ آپ بے شک اس کی admissibility پر بات کر لیجیے کہ ایک رکن اسمبلی کا کس طرح استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ وزیر اعلیٰ ایک بات کا اعلان کرتے ہیں اور وزیر خزانہ اور وزیر قانون کی طرف سے اس کی actual and factual position سامنے بھی آگئی ہے۔اس لیے یہ کسی طور پر بھی تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ اسے مسترد کیا جانا چاہیے۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر!۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! تشریف رکھیے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق کیوں نہیں بنتی۔ انھوں نے پھر وہی جواب دہرایا ہے، جو پہلے ایک سوال کے جواب میں دے چکے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق بنتی ہے، آپ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائیں۔

MR SPEAKER: The question does not relate to a privilege granted by the Constitution any Law or Rule made under any Law. Incorrect statement made by a Minister connot make any basis for a breach of privilege. If any statement is made on the floor of the House by any member or Minister which another member believes to be untrue incomplete or incorrect then there is no breach of privilege until that statement is made wilfully and knowingly. This is the ruling. The privilege of the member is confined to what has been said in the House. Whatever may have been said or done outside the House can not form basis of a privilege motion. So, it is ruled out of order.

(Interruptions)

جناب فضل حسین راہی : آپ پہلے رول کا حوالہ دے رہے تھے اور اس کی عبارت پڑھ رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ساتھی اس کے بارے میں آپ کو جواب دے رہے تھے۔ جیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ willingly ہے یا نہیں ہے، اسی بنیاد پر آپ نے اس کو مسترد کیا ہے۔ اسی بنیاد پر تو یہ knowingly اور willing-ly نہیں ہے۔ اب آپ اندازہ کیجیے کہ اگر وزیر اعلیٰ کا نام کسی جگہ پر آئے اور وزیر اس کے بارے میں جو بیان دیتا ہے، وہ knowingly نہیں دیتا یا willingly نہیں دیتا تو پھر یہ وزیر کیا ہے۔ یہ تو ان کی will اس میں شامل ہے، ان کی مرضی تو اس میں شامل ہے، ان کی تو مرضی یہ ہے۔ وہ تو وزیر اعلیٰ کے ساتھ ہر وقت ان کی مرضی اور ان کی willingness شامل ہوتی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ نہیں ہے تو ٹھیک ہے، آپ کی مرضی۔ آپ اس رولنگ میں وزیر اعلیٰ اور وزیر کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر : یہ دوسری تحریک استحقاق۔۔۔۔۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب! یہ تحریک استحقاق آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کی نظر ہو جائے گی۔ آدھا گھنٹہ ٹائم مقرر ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : اگر کسی سوال کا غلط جواب دیا جائے تو پھر وہ استحقاق کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں، میں اس پر رولنگ چاہتا ہوں۔ اگر ایک لکھا ہوا سوال، نشان زدہ سوال، نوٹیفائی سوال کا ہاؤس کے اندر غلط جواب دیا جائے۔

Whether it is a breach of privilege or not.

جناب سپیکر : اس سے استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب! اس میں آپ کی اپنی رولنگ میں contradic-tion ہے۔

جناب سپیکر : اس میں یہ ہے کہ اس کی جو سٹیٹمنٹ ہے اس کو determine کرنا

ہوگا کہ یہ غلط سٹیٹمنٹ وزیر موصوف نے willingly اور knowingly دی ہے، تب وہ استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : اگر وزیر لکھا ہوا پڑھتا ہے تو پھر وہ knowingly اور wilfully ہے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! اس پر مزید بحث نہیں ہو سکتی۔ اس پر finding آ چکی ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ نے فیصل آباد میں wilfully اور knowingly غلط بیانی کی ہے اور جناب وزیر خزانہ صاحب نے بھی wilfully اور knowingly یہاں غلط بیانی کی ہے۔

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب! ایک تحریک استحقاق پر فیصلہ ہونے کے بعد آپ کو اس انداز میں اس پر بات نہیں کرنی چاہیے۔

یہ تحریک استحقاق نمبر 2 شبیر احمد خان صاحب کی ہے، انہی کی تحریک استحقاق پچھلے اجلاس میں آ چکی ہے، اس پر دوبارہ تحریک استحقاق نہیں آ سکتی، اس لیے میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اگلی تحریک استحقاق جناب سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی ہے تو یہ ٹیک اپ نہیں ہو سکتی اس لیے کہ آج ان کی ایک تحریک استحقاق ٹیک اپ ہو گئی ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 4 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے لیکن یہ پہلے اجلاس میں آ چکی ہے اس لیے یہ قواعد و ضوابط کے مطابق اس اجلاس میں نہیں آ سکتی، اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 5 بھی مولانا صاحب کی ہے، پچھلے اجلاس میں آ چکی ہے، اس کو take up نہیں کیا جا سکتا۔ اب ضمنی مزانیہ پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ نائب قائد حزب اختلاف جناب سلمان تاثیر صاحب بحث کا آغاز کریں گے۔ جناب سلمان تاثیر!

ضمنی میزانیہ بابت 89-1988 پر بحث

نائب قائد حزب اختلاف (جناب سلمان تاثیر): جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اپنی تقریر میں کہیں کہیں انگریزی کے الفاظ بھی استعمال کروں گا۔ 1947ء سے لے کر 83-1982ء تک ہمیشہ پنجاب کا فاضل میزانیہ تھا۔ اس دوران حادثے بھی ہوئے، سیلاب بھی آئے، کچھ national calamities بھی آئیں لیکن پنجاب کا بجٹ ہمیشہ فاضل رہا۔ یہ جو national calamities نے پنجاب میں بہتات کر دی ہے جن سے un-necessary calamities بھی پنجاب پہ آن پڑیں اور وہ un-necessary calamities یہ تھیں، جب یہ جنرل ضیاء الحق نے میاں نواز شریف کو وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب بنایا، اس وقت سے un-necessary calamities کی وجہ سے پنجاب کا اقتصادی ڈھانچہ آہستہ آہستہ برباد ہوتا رہا۔ جب میاں نواز شریف نے قیادت سنبھالی، اس وقت پنجاب فاضل تھا۔ اب تک خسارہ بڑھتے بڑھتے 800 کروڑ تک پہنچ گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کو اعداد و شمار پڑھ کر سناتا ہوں۔ 84-83ء، 158 کروڑ، 85-84ء، 296 کروڑ، 86-85ء، 542 کروڑ، 87-86ء، 440 کروڑ، 88-87ء، 827 کروڑ، یعنی پنجاب کا اقتصادی ڈھانچہ برباد کر دیا گیا اور وفاقی حکومت کو non-obligatory grant کی ضرورت پڑ گئی۔ ہر سال وفاقی حکومت سے non-obligatory grant مانگتے رہے جس کی وجہ سے یہ صورت حال بن گئی کہ جب تک وفاقی حکومت non-obligatory grant نہ دے تو پنجاب کا کام نہیں چل سکتا۔ ایک طرف وفاقی حکومت کے خلاف بڑھکیں مارتے رہے اور دوسری طرف وفاقی حکومت سے ساتھ ساتھ بھیک بھی مانگتے رہے۔ میاں نواز شریف اتفاق لمیٹڈ کے مینجنگ ڈائرکٹر تھے اور اس کو چھوڑ کر جب وزیر اعلیٰ بنے تو اس وقت اتفاق لمیٹڈ کے پاس صرف ایک دو فیکٹریاں تھیں اور اس وقت پنجاب فاضل تھا۔ جس طرح یہ 6 سال گزرے، اتفاق لمیٹڈ نہ صرف پنجاب بلکہ پاکستان کا سب سے بڑا گروپ بن گیا۔

آوازیں: شیم، شیم۔

MR SPEAKER: Silent please.

وزیر قانون(سردار نصراللہ خان دریشک) : جناب سپیکر! انتہائی افسوس ناک بات ہے کہ۔۔۔۔۔

(ایوان میں ممبران نے کھڑے ہو کر بولنا شروع کر دیا اور شور و غوغا ہونے لگا)

جناب سپیکر : order please, order please. راہی صاحب! آپ ذرا تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ خواجہ صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ بی بی! آپ ذرا بیٹھیے۔ آپ تشریف رکھیں۔ order please آپ کو اس بات کا نوٹس دینے کی ضرورت نہیں۔ میں اس بات کو ensure کروں گا کہ قائد حزب اختلاف کو کوئی interrupt نہیں کرے گا۔ سلمان تاثیر صاحب! آپ ایک سیکنڈ کے لیے تشریف رکھیے۔ راہی صاحب! آپ بھی ذرا تشریف رکھیے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اگر وزیر قانون کی تقریر ہے یا قائد ایوان کی تقریر ہے، اب اگر قائد حزب اختلاف کوئی پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنا چاہتے ہیں تو مجھے قائد حزب اختلاف کو دیکھنا پڑے گا۔ اگر قائد حزب اختلاف بات کر رہے ہیں اور قائد ایوان بات کرتے ہیں یا ان کی عدم موجودگی میں وزیر قانون صاحب بات کرتے ہیں تو مجھے وزیر قانون کی بات سننا ہوگی۔ آپ کو اس میں تھوڑا سا امتیاز کرنا ہوگا لیکن میں اس بات کو ensure کروں گا کہ قائد حزب اختلاف تقریر کر رہے ہوں تو انھیں interrupt نہیں کیا جائے گا۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب سپیکر! آپ وزیر قانون صاحب سے فرمائیں کہ وہ جو بات کرنا چاہتے ہیں، بعد میں کر لیں۔

جناب سپیکر : وصی ظفر صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

(شور)

order please. order please. میاں صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں

جناب وزیر قانون صاحب!۔۔۔order please سردار صاحب کی توجہ ذرا ادھر کر دیجیے گا۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! مجھے انتہائی افسوس ہے اور میں اس بات کا بالکل قائل

ہوں کہ مجھے قائد حزب اختلاف کی تقریر میں قطعی طور پر interrupt نہیں کرنا چاہیے تھا اور یہ بات میرے مزاج اور میرے مسلمہ اصولوں کے بالکل خلاف ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب قائد حزب اختلاف ایک ایسی بات پر اپنی ساری تقریر کی بنیاد رکھیں گے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہو گا تو میں ریکارڈ درست کرنے کے لیے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جناب میاں نواز شریف صاحب کسی بھی سٹیج پر اتفاق فونڈری کے مینجنگ ڈائرکٹر نہیں رہے۔ میں ریکارڈ درست کرنے کے لیے یہ گزارش کروں گا۔

(شور)

جناب سپیکر : رانی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ نہیں چاہتے کہ قائد حزب اختلاف تقریر کریں .Please, take your seat آپ تشریف رکھیں۔ جناب سلمان تاثیر صاحب!

جناب سلمان تاثیر : جناب سپیکر! میں جس طرح کہہ رہا تھا کہ جب میاں نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب بنے تو اس وقت اتفاق لمیٹڈ ایک معمولی سا گروپ تھا اور پنجاب کا میزانیہ فاضل تھا۔ 6 سال میں اتفاق نہ صرف پنجاب بلکہ پاکستان کا سب سے بڑا گروپ بن گیا اور دوسری طرف پنجاب کا فاضل میزانیہ خسارے میں چلا گیا۔ پنجاب کا اقتصادی ڈھانچہ تباہ کر دیا گیا۔ میاں صاحب مینجنگ ڈائرکٹر پنجاب لمیٹڈ سے، مینجنگ ڈائرکٹر اتفاق لمیٹڈ زیادہ کامیاب تھے۔ وہ جس طرح اتفاق لمیٹڈ کا تحفظ کرتے رہے ہیں، اگر وہ اس طرح پنجاب کا بھی خیال کرتے تو یہ صورت حال نہ ہوتی۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب اتفاق لمیٹڈ کے شیئر ہولڈر ہیں لیکن پنجاب لمیٹڈ کے شیئر ہولڈر نہیں ہیں۔ بد انتظامی اور بد عنوانی کے بارے میں یہ صورت حال دیکھ لیں کہ کئی لوگوں نے اعتراض کیا اور میں quote کرتا ہوں کہ کئی لوگوں نے سختی سے الفاظ استعمال کیے۔ انھوں نے یہ کہا کہ وزیر اعلیٰ رشتی آمر ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کا ہٹلر بن گیا ہے۔ اس نے پنجاب کی انتظامیہ کو برباد کر دیا ہے اور پنجاب کے خزانے کو لوٹ رہا ہے۔ وزیر اعلیٰ، تو پھر اس کو روکو۔ جناب سپیکر! یہ الزام کسی عام آدمی نے نہیں لگائے۔ یہ وزیر قانون سردار نصر اللہ خان دریشک صاحب کے الزام ہیں۔

آوازیں : شیم، شیم۔

جناب سلمان تاثیر : کیوں سردار صاحب! یہ غلط بات ہے؟ ؎

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں

آج غالب غزل سرا نہ ہوا

تو آج غالب غزل سرا ہو گئے۔ اگر سردار صاحب! آپ نہ ہوتے تو میں لحاظ کر جاتا۔

جناب سپیکر! اب ہم کرپشن کے اس کنویں کی طرف چلتے ہیں تو سب سے پہلے میری نظر وزیر اعلیٰ پنجاب کے صوابدیدی فنڈ پر پڑتی ہے۔ باقی صوبوں میں بھی صوابدیدی فنڈز ہیں لیکن پنجاب کے ساتھ جو حشر کیا گیا ہے، وہ کسی اور صوبے، پنجاب یا پاکستان کی تاریخ میں نہیں کیا گیا۔ میں آپ کو اعداد و شمار پڑھ کر سناتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ صوابدیدی فنڈز 86-85ء قانونی حدود ایک لاکھ، میاں صاحب نے 31 لاکھ روپے نکال دیے۔ 87-86ء حدود ایک لاکھ، خرچ 96 لاکھ۔ 88-87ء حدود ایک لاکھ، خرچ 201 لاکھ۔ 89-88ء حدود ایک لاکھ، میاں صاحب نے 151 لاکھ روپے نکال دیے۔ ٹوٹل 479 لاکھ روپے، کوئی اجازت لیے بغیر خرچ کر ڈالے۔ قانون کہہ رہا تھا کہ ایک لاکھ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ پنجاب کے خزانے کو کسی اجازت کے بغیر اس طرح لوٹا جائے۔ پنجاب کا وزیر اعلیٰ اور قانون کی خلاف ورزی یہ ہے کہ وہ پیسے نکالے جا رہے ہیں، نہ خدا کا خوف اور نہ پنجاب کے عوام کا خوف۔ لیکن جب 88ء میں الیکشن ہوا تو اس کے بعد دوڑ کر گورنر کے پاس گئے اور کہا کہ یہ سارا معاملہ صحیح کر دو۔ ایک آرڈر دے دو، ہم پاس کرا لیتے ہیں۔ یہ ٹوٹل 479 لاکھ روپے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کی پاکٹ منی تھی اور اگر آپ کہتے ہیں اور کچھ لوگ کہنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ جناب! یہ یتیموں کو دیا گیا ہے۔ یہ ایک چیک پنجاب کے ایک مشہور یتیم کا ہے جس کی کاپی میں آپ کو دے رہا ہوں۔ اس چیک کے تحت مفتی محمد حسین نعیمی کو 10 ہزار روپے کی ادائیگی کی گئی ہے اور اس سارے حساب کتاب میں ہم اس چیز کو نہیں لا رہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب، پنجاب کے پلاٹوں کو تقسیم کرتا پھر رہا ہے۔ جوہر ٹاؤن اور باقی ٹاؤنوں میں جو پلاٹ چل رہے ہیں، ہم ان کا ذکر نہیں کر رہے۔ جناب سپیکر! وہ پنجاب کے عوام کی زمین

ہے اور یہ صوابدیدی اختیارات کے تحت ہر کسی کو تقسیم کیے جا رہے ہیں، جن کی یہاں لمبی فہرست ہے۔ گارڈن ٹاؤن کے پلاٹوں کی تقسیم، جوہر ٹاؤن کی پلاٹوں کی تقسیم، جن میں بڑے بڑے پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں۔ جب یہ وزیر اعلیٰ نہ صرف پنجاب بلکہ پاکستان کے سب سے امیر آدمی ہیں تو اگر یہ اتنے رحم دل ہیں کہ صوابدیدی فنڈز سے اتنی ادائیگی کر رہے ہیں تو اپنی جیب سے پیسہ نکالیں۔ یہ پنجاب کے خزانے سے کیوں نکال رہے ہیں؟ اور ان کا مزاج یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ کی 6 ہزار روپے تنخواہ ہوتی ہے اور سیاست میں ریت ہے کہ اگر کوئی بہت خوش حال اور امیر آدمی سیاست میں آتا ہے تو وہ اس کے بعد تنخواہ نہیں لیتا لیکن میاں صاحب نے یہ 6 ہزار روپے بھی نہیں چھوڑے۔

جناب سپیکر! اب میں سالانہ ترقیاتی جٹ کی طرف آؤں گا۔ سالانہ ترقیاتی جٹ کے بارے میں بڑے بڑے بیان آئے ہیں کہ پنجاب کے حقوق کو مار دیا، برباد کر دیا۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ میاں صاحب یا پنجاب کی حکومت، وفاق کے پاس گئی اور 810 کروڑ روپے مانگے تو ان کو 607 کروڑ روپے ملے۔ پچھلے سال 900 کروڑ روپے کی ڈیمانڈ لے کر گئے تھے اور ان کو 747 کروڑ روپے ملے۔ اس وقت کسی نے نہیں کہا کہ پنجاب مارا گیا۔ اس وقت ''حق گروپ،، بیٹھا ہوا تھا، محبوب الحق، ضیاء الحق۔ اس وقت کسی نے یہ نہیں کہا کہ پنجاب کو کیا ہو گیا؟ پنجاب مارا گیا۔ اس وقت 107 کروڑ روپے ڈاکٹر محبوب الحق نے پنجاب کے سالانہ ترقیاتی منصوبوں سے کاٹ لیے اور کسی نے یہ شکایت نہیں کی کہ پنجاب کے ساتھ یہ کیا ہو گیا؟ افسوس کی بات یہ ہے کہ آئی جے آئی صرف پنجاب تک محدود ہے۔ اس کو جہاں بھی اقتصادی مسئلہ درپیش آتا ہے تو پنجاب کا نعرہ اٹھاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترقیاتی منصوبہ پنجاب کی قوم کے ساتھ ایک بہت بڑا فراڈ ہے۔ فراڈ اس لیے ہے کہ اس میں ایسے ایسے ہیڈ ہیں مثلاً اس میں لوکل ڈویلپمنٹ پروگرام کے ہیڈ میں 31.7 کروڑ روپے ہیں۔ اس میں 15 کروڑ روپے ترقیاتی پروگرام کے لیے ہے۔ اس طرح یہ کل 46 کروڑ ہے۔ یہ تقریباً 100 کروڑ block allocations کا بنتا ہے۔ اب آپ 7/8 سو کروڑ مانگ رہے ہیں اور اس میں کوئی منصوبہ ہی نہیں تو وہ کیا سالانہ ترقیاتی منصوبہ ہے؟

لیکن یہ منصوبہ ضرور ہے۔ منصوبہ یہ ہے کہ آئی جے آئی کے ایم پی ایز کا پروگرام ہے۔ یہ پیسہ ان میں تقسیم کیا جاتا ہے اور یہاں ہم پر پیپلز پروگرام کے بارے میں تنقید ہوتی ہے۔ یہاں ایک ڈھانچہ ہے، ایک طریقہ ہے، یہاں ایک طریقہ ہے کہ سارا کچھ وزیر اعلیٰ کی صوابدید پر ہے۔ جو اس کو سلوٹ کرے، جو اس کو سلام کرے، جو اس کے آگے آئے، وہ جس کو چاہے کہ لو جی۔ یہ آپ کی سڑک ہو گئی، گلی ہو گئی۔ یہ کون سا طریقہ ہے؟ سالانہ ترقیاتی منصوبے کا مطلب ہے کہ کم از کم منصوبہ تو ہونا چاہیے لیکن اس کا کوئی منصوبہ ہی نہیں۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام کا 15 فی صد فنڈ کسی منصوبے کے بغیر آپ نے وزیر اعلیٰ کی صوابدید پر رکھا ہے۔ اب آگے چلیں کہ جب صوبائی حکومت کوئی منصوبہ لے کر وفاقی حکومت کے پاس جاتی ہے تو طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ بڑھ چڑھ کر بتایا جاتا ہے کہ اگر 700 یا 800 کروڑ کی ضرورت ہے تو کہتے ہیں 900 کروڑ روپے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سارا پیسہ استعمال نہیں ہو سکتا۔ مثلاً پچھلے سال 70/80 کروڑ کا تھا۔ سارا ملائیں تو 50/60 کروڑ روپے کا خرچہ ہے۔ جس سے آپ نے آسمان اٹھایا ہوا ہے کہ پنجاب مارا گیا اور پنجاب برباد ہو گیا۔

اب میں آگے نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے بارے میں بتاؤں گا۔ اس کے بارے میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑی شکائتیں کی ہیں کہ نیشنل فنانس کمیشن، پنجاب کا خرچہ نہیں دے رہا۔ ان کا اجلاس نہیں ہو رہا، پنجاب کو اس کا حصہ دو۔

جناب سپیکر! نیشنل فنانس کمیشن پیپلز پارٹی کی حکومت میں 1975ء میں بیٹھا تھا۔ یہ متنازع مسئلے ہیں کہ وفاقی ٹیکس کی صوبوں میں تقسیم کے بارے میں فیصلہ کیا جائے اور میں پیپلز پارٹی کی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ یہ وہی حکومت ہے جس نے یہ فیصلہ کیا۔ اس نے یہ فیصلہ 1975ء میں کیا۔ اس کے بعد 1980ء میں مارشل لاء کی حکومت تھی، آئی، چلی گئی، کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ 85ء میں کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ 88ء میں ڈاکٹر محبوب الحق صاحب بیٹھے ہوئے تھے ایوارڈ کے لیے انھوں نے بہت شور مچایا اور پھر چپ کر کے بیٹھ گئے۔ اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ نہیں کہا کہ پنجاب کے حقوق مارے جا رہے ہیں۔ اس وقت کوئی ذکر نہیں کیا کہ بتاؤ پنجاب کا حصہ کہاں ہے؟ پنجاب کا حصہ دو۔ اس وقت چپ رہے اور اب ان کو مصیبت پڑ گئی

ہے کہ نیشنل فنانس کمیشن کا اجلاس ہونا چاہیے لیکن میں یہ سوال پوچھتا ہوں 14 سال نیشنل فنانس کمیشن کا ایوارڈ نہیں آیا تو پھر پنجاب کے حقوق کے نعرے کیوں نہیں لگائے گئے، پھر میاں صاحب نے کیوں نہیں پوچھا کہ جناب آپ ہمیں بھی پنجاب کا حصہ دیں۔ اس وقت مسئلہ کچھ اور تھا اس وقت مسئلہ یہ تھا کہ اتفاق گروپ کے لیے قرض لینے تھے۔ یہ سارا معاملہ چل رہا تھا۔ اس وقت ان کو یہ فکر نہیں تھی کہ نیشنل فنانس کمیشن کا اجلاس کیوں نہیں ہوا اور ایوارڈ کیوں نہیں آیا؟

جناب سپیکر! آج پنجاب کا خزانہ لوٹ مار کا کنواں بن گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر کئی ڈاکے پڑتے ہیں۔ جب ہم لوٹ مار کی بات کرتے ہیں تو facts and figures کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایسے باتیں نہیں کرتے۔ یہ دیکھیے جناب! چیف منسٹر ڈائریکٹو کے ذریعے "ریڈکو" کمپنی کو کام دیا جا رہا ہے جب کہ یہ کام کرنا ہائی وے ڈیپارٹمنٹ کی ذمہ داری ہے اور کہا گیا ہے کہ سب کچھ روکو، "ریڈکو" کو نہ روکو۔ جناب! یہ کیا پلاننگ ہوئی۔

جناب سپیکر! یہ ان کے ذاتی خرچے ہیں یہ ان کا ذاتی فنڈ ہے۔ یہ اتفاق گروپ کی طرف سے auction ہو رہی ہے۔ نہ کوئی ٹھیکہ، نہ کوئی پوچھنا، "ریڈکو" پسند آیا تو "ریڈکو" کو دے دیے اور کوئی پسند آ گیا تو اس کو دے دیے۔ ہم آپ کو ثبوت کے ساتھ واضح طور پر دکھا رہے ہیں کہ پنجاب کا خزانہ کس طرح لوٹا جا رہا ہے اور اگر ہم پنجاب کا ذکر کرتے ہیں تو یہ بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پنجاب کی آمدنی کیا ہے؟ صوبائی حکومت کی آمدنی 550 کروڑ کے قریب ہے جو وہ ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ یہ اعداد تھوڑے بڑھتے ہیں۔ ٹیکس زیادہ نہیں بڑھائے جا سکتے۔ آسان طریقہ یہ ہے کہ پنجاب حکومت ٹیکس نہ بڑھائے، نہ کچھ کرے۔ لیکن جب خسارہ ہوتا ہے تو وفاقی حکومت کے پاس جا کر شور مچائے اور کہے کہ ہمیں پیسہ دو، اگر نہیں دو گے تو ہم کہیں گے کہ پنجاب کے حقوق مارے گئے ہیں۔ ایک طرف پنجاب کے اقتصادی ڈھانچے کی حالت یہ ہے کہ 750 کروڑ کے قریب آپ کے ٹیکسز ہیں اور دوسری طرف وزیر اعلیٰ صاحب یہ کہتے ہیں کہ پنجاب کے عوام گھاس کھائیں گے، قرضے نہیں لیں گے۔ جناب سپیکر! گھاس تو وہ خود کھائیں۔ ہم تو گھاس نہیں کھائیں گے۔ لسٹ

آپ کے سامنے ہے پنجاب کے کل قرضوں کے 70 فی صد اتفاق لمیٹڈ کے قرضے ہیں۔ اگر انہیں گھاس کھانے کا شوق ہے تو اتفاق ہمیں دے دیں اور قرضے دے کر گھاس کھا لیں۔ جب یہ وفاقی حکومت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں جا کر اتفاق گروپ کے لیے قرضے مانگتے ہیں۔ وہ سارے قرضے وفاقی حکومت کی گارنٹی پر ہوتے ہیں۔ اس پر ان کو تکلیف نہیں ہے کہ ہم وفاقی حکومت کے پاس جا رہے ہیں اور امداد مانگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ طریقہ ہے کہ ہر چیز کو سیاسی رنگ دیا جائے۔ جس طرح بھی ہو آپ یہ کہیں کہ وفاقی حکومت ہم پر ظلم کر رہی ہے۔ پنجاب کی آمدنی کیوں نہیں بڑھ سکتی۔ پنجاب انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بورڈ تھا، ان کی فیکٹریاں تھیں۔ وہ ساری profit میں تھیں۔ ان فیکٹریوں کو اپنے حواریوں کے ہاتھوں بیچ دیا۔ اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ دو تین فیکٹریاں رہ گئی ہیں۔ اب ہم نے یہ سنا ہے کہ ان کو بھی بیچنے کا آرڈر آ گیا ہے۔ پنجاب کے assests بیچے جا رہے ہیں۔ تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں کہ 40 کروڑ کی زمین کو ایک کروڑ روپے میں فروخت کر دیا گیا ہے۔ اس کا کیا حساب ہے، اس کا ثبوت کہاں ہے؟ یہ کس کا پیسہ ہے؟ جنرل جیلانی کو جو دیا گیا ہے۔ گوہر مطلوب الحسن کو دیا گیا ہے۔ یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ یہ پیسہ کس کا ہے؟ اس کا حساب دو؟ اگر کسی دوست یا ادارے کو پیسہ دینا ہے تو پھر میری ایک گزارش ہے کہ آپ پنجاب کے خزانے کو معاف کریں۔ اتفاق لمیٹڈ کے پاس جائیں اور ان کو پیسہ تقسیم کرائیں۔ جناب سپیکر! یہ پنجاب کے غریبوں کا خزانہ ہے۔ یہ شرم کی بات ہے کہ پنجاب کی شہریت کے نعرے لگتے ہیں۔ ایک طرف پنجاب کی شہریت کے نعرے لگتے ہیں اور دوسری طرف پنجاب کے خزانے میں ہاتھ ڈال کر اور پیسے نکال کر اپنے محسنوں اور حواریوں کو پیش کر رہے ہیں۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ جو طریقہ اور سٹائل ہے کہ آپ ہر چیز کو صوبے اور وفاق کا مسئلہ بنا لیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان کے مفاد کے خلاف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ پنجاب کے اقتصادی ڈھانچے کو صحیح کریں۔ پنجاب کے غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کریں۔ پنجاب کی آمدنی بڑھائیں۔ پنجاب

کا خزانہ لوٹا بند کریں۔ اگر آپ نیشنل فنانس کمیشن کے پاس جانا چاہتے ہیں تو ہم ساتھ جائیں گے لیکن یہ نہ کہیں کہ پنجاب کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے۔ جب 14/15 سال نیشنل فنانس کمیشن کا ایوارڈ نہیں آیا تو اس وقت پنجاب کے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہوا۔ آخری بات میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ہم سب پنجاب اسمبلی کے ممبر ہیں لیکن ہم پاکستانی بھی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ پنجاب کو اس سیاسی چکر میں لایا جا رہا ہے، پنجاب کو استعمال کیا جا رہا ہے، پنجاب کو اپنے ذاتی سیاسی فائدے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ شکریہ۔

ملک طیّب خان اعوان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی، ملک صاحب۔

ملک طیّب خان اعوان : جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی لیکن آپ نے حکم دیا تھا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے یہ درخواست کروں گا کہ بجٹ پر بحث کریں۔ نواز شریف کا نام بجٹ نہیں ہے۔ بجٹ کے نقائص بیان کریں تا کہ قوم سنے کہ بجٹ میں یہ یہ نقائص ہیں۔ نواز شریف کی ذات اور جائیداد پر اعتراض کرنا، کسی کی ذات پر اعتراض کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر ہم نے اعتراض کیا تو پھر یہی بھائی اٹھ کھڑے ہوں گے اور واک آؤٹ کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میری یہ درخواست ہے کہ کس کی ذات پر تنقید نہ کریں، بجٹ پر بحث کریں۔

جناب سپیکر : یہ بات درست ہے اور میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو درست سمجھتا ہوں کہ بجٹ کی اس بحث میں ذاتیات تک نہیں جانا چاہیے۔ پالیسیوں کا ذکر کیا جائے۔ کسی کی ذات پر اس طریقے سے بحث کرنے سے تلخی آئے گی اور دونوں طرف سے یہ معاملہ ٹھیک طریقے سے نہیں چلے گا۔

قائد حزب اختلاف (رانا ثوکت محمود) : جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں میں ان کی طرف سے on behalf of Syed Nazim Hussain shah معذرت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : میں لیڈر آف دی اپوزیشن کے احترام میں شاہ صاحب کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ ہاؤس میں آ جائیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی، میاں منظور احمد موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! ان کو یہ سمجھائیں کہ یہ بھی ایک غیر ضروری بات ہے کہ cross talk نہیں ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر : cross talk نہیں ہونی چاہیے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ چونکہ یہاں ڈپٹی قائد حزب اختلاف بات کر رہے تھے تو میں آپ سے یہ رولنگ چاہوں گا کہ یہ ڈپٹی قائد حزب اختلاف کی سیٹ پر کھڑے ہو کر بول سکتے ہیں۔ یہ لیڈر کی سیٹ پر کھڑے ہو کر نہیں بول سکتے۔ براہ مہربانی میرا یہ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ اس پر آپ رولنگ دیں۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! انھوں نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ اس کا جواب آپ نے نہیں، میں نے دینا ہے تو آپ تشریف رکھیں۔ راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

میاں صاحب! آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو ذرا دیکھنے کی ضرورت ہے کہ آپ ڈپٹی اپوزیشن لیڈر بطور قائد حزب اختلاف نمائندگی کر رہے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! ڈپٹی قائد حزب اختلاف بھی ساتھ بیٹھے ہوئے وہ بھی اسی سیٹ پر کھڑے ہو کر بول رہے ہیں۔

جناب سپیکر : ہاں صحیح بات ہے۔ لغاری صاحب نہیں بول سکتے تھے۔

میاں منظور احمد موہل : یہ نہیں بول سکتے۔

جناب سپیکر : لغاری صاحب اس سیٹ سے بات نہیں کر سکتے۔ اگر لغاری صاحب نے بولنا ہے تو انھیں اپنی سیٹ پر جا کر بولنا ہوگا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی نواب زادہ صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پچھلے اجلاس میں قومی اسمبلی کی ایک رولنگ آپ کے سامنے پیش کی تھی۔ جس میں seat-ing arrangement کو object کیا تھا اور میاں منظور احمد موہل صاحب کو alphabetically order سے ہٹ کر جو مخصوص نشست دی گئی ہے۔ اس پر میں نے آپ کو قومی اسمبلی کی رولنگ دی تھی، جس پر آپ نے اپنی رولنگ محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جہاں تک ہر روز اپوزیشن کے رہ نماؤں کی نشستوں کا چلر ہوتا ہے تو میرا خیال ہے کہ لیڈروں سے پہلے عام ممبران اور خصوصاً میاں صاحب، چونکہ ان کو اعتراض زیادہ ہوتا ہے تو اعتراض کرنے والے کو اپنا دامن تو پاک رکھنا چاہیے۔ اگر آپ نے قومی اسمبلی کی رولنگ دیکھ لی ہے تو ادھر ہی اس پر اپنی رولنگ دے دیں یا میں آپ کے چیمبر میں آ جاؤں گا۔

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب! اس رولنگ پر آپ کی اور میری بحث ہوئی ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : اگر اس رولنگ پر بحث ہوئی ہے تو وہ رولنگ آپ ادھر ایوان میں ہی سنائیں گے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ میں وہ رولنگ ایوان میں ہی سناؤں گا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب والا! میرا نام کل کے لیے ہے۔

جناب سپیکر : مولانا صاحب! بحث میں حصہ لینے کے لیے آپ کا نام میرے پاس آیا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : آگے لکھا ہوا ہے؛ کل کے لیے۔

جناب سپیکر : نہیں۔ یہ نہیں لکھا ہوا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : تو پھر کسی اور نے لکھ کر بھیجا ہوگا۔ میں نے تو اپنا نام کل کے لیے لکھ کر بھیجا ہے۔ میں نے اپنا نام لکھا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے، کل حصہ کے لیے۔

جناب سپیکر : اچھا، ٹھیک ہے۔ اب اس میں صورت یہ ہے کہ آئی جے آئی کے ممبر صاحبان کا یہ کلیم ہے کہ ہمیں یہاں کی strength کی ریشو کے مطابق 3/2 کے حساب سے حصہ میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے۔ تو اس میں بنیادی بات یہ ہے کہ اگر آپ مجھے حصہ میں حصہ لینے کے لیے نام دیں گے تو میں آپ کو حصہ میں حصہ لینے کی اجازت دوں گا۔ میرے پاس جو نام آئے ہیں تو میں ان سے شروع کرتا ہوں۔

(شور)

ملک محمد دین صاحب اظہار خیال فرمانا پسند فرمائیں گے ؟

ملک محمد دین : نحمدہ، و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد اعوذ باللہ من الشطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع فراہم کیا ہے ۔ جناب سپیکر! سال 89-1988ء کے میزانیے میں حکومت پنجاب نے غیر ترقیاتی اخراجات کے خسارے میں 86 فی صد کی ریکارڈ کمی کر کے ملک و قوم کی خدمت کی ہے ۔ ہم آئندہ بھی حکومت پنجاب سے ایسی ہی توقعات رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر! اللہ کا احسان ہے کہ حکومت پنجاب نے ہر علاقے میں ڈویلپمنٹ کی، لیکن سابقہ نام نہاد عوامی دور کی طرح پنجاب کی سرزمین پر دلائی کیمپ قائم نہیں کیے ہیں۔ جناب سپیکر! میں فیصل آباد کا شہری ہوں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! یہ ریڈنگ کر رہے ہیں ۔ یہاں ریڈنگ کی اجازت نہیں ہے۔ اجازت ہے یا نہیں؟ ان کو تقریر زبانی کرنی چاہیے ۔

جناب سپیکر : پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن پوائنٹس دیکھے جا سکتے ہیں۔ جی، ملک صاحب۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : یہ بات طے ہو چکی ہے کہ سپیکر کو پوائنٹ آف آرڈر کی شکل میں بھی interrupt نہیں کیا جائے گا۔ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ تقاریر میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا جائے گا۔

جناب فضل حسین راہی : لیکن جو کارروائی اسمبلی میں رولز کے تحت ہونی چاہیے، وہ رولز کے تحت نہیں ہو رہی ہوتی تو ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اس کی نشان دہی کریں۔

جناب سپیکر : تشریف رکھیں۔ آپ بیٹھیں گے تو بات ہوگی۔

جناب فضل حسین راہی : آپ ایسے نہیں کر سکتے کہ میں ان کی تقریر اٹھا کر لاتا ہوں، آپ وہ ٹیپ چلا کر سنیں اور اس تقریر کو بھی سامنے رکھیں، اگر ایک لفظ بھی ادھر ادھر سے آئے گا تو آپ کہیں میں غلط کہہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر : میں اس پر فیصلہ دے چکا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، ملک صاحب۔

ملک محمد دین : جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ حکومت پنجاب نے ہر علاقے میں ڈویلپمنٹ کی ہے، لیکن پنجاب کی سرزمین پر کوئی دلائی کیمپ نہیں قائم کیا ہے۔ میں فیصل آباد کا شہری ہوں۔

(شور)

MR SPEAKER: No cross talk, please

ملک محمد دین : جناب سپیکر! فیصل آباد کا ترقیاتی ادارہ مرکزی حکومت کے عدم تعاون کی وجہ سے زبردست بحران کا شکار ہے۔ سال 89-1988ء ختم ہو رہا ہے لیکن جو رقوم مرکز کی طرف سے پنجاب کی وساطت سے ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو ملتی ہیں آج تک وہ نہیں ملیں۔ واٹر سپلائی اور سیوریج جیسے عوامی خدمت کے اہم منصوبوں کو ECNEC نے بار بار اعتراضات لگا کر کھٹائی میں ڈال دیا ہے اور تقریباً دو ماہ سے عوامی خدمت کے اہم منصوبوں کی فائلیں سنٹرل ڈیپارٹمنٹ ورکنگ اتھارٹی کے پاس پڑی ہیں۔ مختلف حیلوں بہانوں سے ان عوامی مفاد کے منصوبوں کو روکا جا رہا ہے

جناب سپیکر! ایک طرف عوامی خدمت کے لیے پیپلز ورکس پروگرام کا پروپیگنڈہ ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبارات میں کیا جا رہا ہے، دوسری طرف عوامی خدمت کے ان منصوبوں کو مختلف ہتھکنڈوں سے روکا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوچ عوامی خدمت سے انحراف کے مترادف ہے۔ جناب سپیکر! گزشتہ چھ ماہ میں مہنگائی میں 25 فی صد کا اضافہ ہو چکا ہے۔ ترمیلا جھیل کو خالی کر کے بے جا لوڈ شیڈنگ کی جا رہی ہے جس کی آج سے پہلے پاکستان کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ جس سے پنجاب کی صنعتیں خاص طور پر فیصل آباد میں سب سے بڑی صنعت پاور لومز کو زبردست دھچکا لگا ہے۔ ایک طرف لوڈ شیڈنگ اور دوسری طرف کاٹن یارن کی قیمتوں میں 25 سے 30 فی صد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ انڈیا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سوتی کپڑا درآمد کیا گیا ہے اور کاٹن یارن بغیر کسی منصوبہ بندی کے درآمد کیا گیا ہے، جس سے صنعتی پاور لومز پر زبردست بحران ہے، جس سے مالکوں اور مزدوروں میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! موجودہ لوڈ شیڈنگ سے تعلیمی ادارے اور ہسپتال بھی محفوظ نہیں رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قیمتوں میں اضافہ، بے جا لوڈ شیڈنگ، سوتی کپڑے کی درآمد اور کاٹن یارن کی درآمد پنجاب کی معیشت کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ شکریہ، جناب سپیکر۔ وآخر دعونا الحمدالله رب العالمین۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ بات مکمل کر چکے ہیں؟

ملک محمد دین: جی۔

جناب سپیکر: جناب عبدالقادر شاہین صاحب۔

جناب عبدالقادر شاہین: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

جناب سپیکر! میں پنجابی میں تقریر کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ میں پنجابی میں اس لیے تقریر کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس ایوان میں داخل ہو کر یہ افسوس ہوا ہے

کہ میرے محترم ساتھی بار بار یہ تحاریک دے چکے ہیں کہ ☆☆☆ کو تو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ پنجاب میں پنجابی رائج کروائیں، چلو ہم اس کی رسی پکڑ کر آگے چل پڑیں۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ پنجاب پر بڑا شور ہو رہا ہے۔ اخبارات میں پنجاب کے بارے میں بڑی خبریں چھپ رہی ہیں۔ میں پردھان منتری جی کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے اس حصے کو ایک نئی سٹیٹ بنا دیا گیا ہے۔ جہاں چوروں، ڈاکوؤں اور منشیات فروشوں کو چادر اور چار دیواری پھلانگنے والوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے اور پولیس کے ذریعے بیٹیوں، بہنوں کی چادریں کھینچنے اور طالبات کو آنسو گیس کے گولے مارنا، جہاں ایک وتیرہ بن گیا ہے وہاں بڑی عجیب سی بات ہے کہ پولیس کے لیے پنجاب کے دیوالیہ خزانے سے پیسہ مانگا جا رہا ہے کہ جناب والا! پولیس کو 7 کروڑ روپیہ اور دیا جائے تاکہ پولیس کو مزید مضبوط کیا جائے تاکہ جو آدمی بھی پردھان جی پر کوئی بات کرنے کی جرأت کرے تو اس پر الٹے سیدھے الزامات لگا دیے جائیں۔ تو جناب والا! میں پاکستان کی تاریخ کا چھوٹا سا حوالہ دوں کہ جس وقت پاکستان کی بنیاد رکھی جا رہی تھی اور پنجاب بنایا جا رہا تھا، اس وقت یہ کوئی بات نہیں تھی کہ یہاں کلمہ پڑھنے والوں کو اور یہاں مخالفت کرنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جائے گا۔ داخلے مانگنے والوں کو ''سفید گھر'' کے سامنے بے عزت کیا جائے گا۔ اپنے حقوق کی بات کرنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جائے گا بلکہ بات یہ کی گئی تھی کہ جو بندہ پاکستان کی بات کرتا ہے لاالہ اللہ محمد الرسول اللہ کی بنیاد پر یہاں آتا ہے تو اس کے لیے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پاکستان کا یہ معزز شہری جو چاہے، کر سکتا ہے اور جس طرح چاہے رہ سکتا ہے اور اپنے حق کی بات منوا سکتا ہے، لیکن جناب سپیکر! یہاں مغل شہزادے نے سارے پنجاب کے بجٹ کو تین محکموں کے تین علیحدہ علیحدہ گھوڑوں میں ڈال دیا، پہلا گھوڑا پولیس کا بنا دیا، دوسرا گھوڑا ان معزز وزیروں کا بنا دیا، جنہوں نے لوٹ مار کر کے اپنے ہی گھوڑوں کو بھرا اور تیسرا گھوڑا چوروں، ڈاکوؤں اور منشیات فروشوں کو بنا دیا کہ جن کو ایک خوب صورت مالکہ ایک خوب صورت نام والی کمپنی ریڈ کو کو پنجاب ٹھیکے پر دے دیا۔ پہلے پنجاب، پولیس

☆☆☆ (حکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

سے پر دیا، پھر خوب صورت مالکہ کی "ریڈ کو" کمپنی کو ٹھیکے پر دیا، پھر ٹھیکے پر وزیروں کو دیا۔

جنھوں نے یہ لوٹ مار مچائی کہ کوئی کہتا ہے کہ حلقہ نمبر 226 کو توڑ پھوڑ دو، کوئی کہتا ہے کہ ترقیاتی فنڈ اس ''ضمیر فروش،، کو دے دو کہ جس بندے نے پاکستان پیپلز پارٹی سے غداری کی ہے۔ آدھا حلقہ اس بندے کو دے دو، جس نے آج تک نہ پاکستان کی بنیاد کو مانا اور پاکستان کے خلاف کل تک جس کے بیان اخباروں میں چھپتے رہے ہیں۔ جس کا 16 نومبر 52ء کے اخبار میں بیان تھا کہ پاکستان ''کافرستان،، کے مترادف ہے۔

جناب سپیکر! میں جس حلقے سے ہوں یا میرے معزز ساتھی جن حلقوں سے وابستہ ہیں، وہ آپ کو ٹیکس دیتے ہیں۔ اپنے خون پسینے کی کمائی سے اس پنجاب کو چلاتے ہیں اور وہ حق رکھتے ہیں کہ آپ سے پیسے پیسے کا حساب لیا جائے۔ آپ سے پیسے پیسے کا حساب مانگیں، کیوں کہ جن لوگوں نے ہمیں ووٹ دے کر بھیجا ہے، وہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ جناب والا! 64 کروڑ روپے پولیس پر خرچ کر دینا، "ریڈ کو" کمپنی کو 12.5 کروڑ روپے میں لاہور ٹھیکے پر دے دینا، ایک بہت بڑے سابقہ مشیر کو لاہور میں منشیات فروشی کا ٹھیکہ دے دینا، ایک بندے کو دریا سے اس طرف ایک ٹھیکہ دے دینا کہ تم وہاں 13 کروڑ روپے کی ڈویلپمنٹ کر سکتے ہو۔ جناب والا! تو میں اس پردھان جی سے یہ سوال کروں گا کہ جو آج یہاں کھرلوں کی بھی تاریخ ہے۔ یہاں ان مسلمانوں کی بھی تاریخ ہے، جو واہگہ بارڈر اور فیروز پور بارڈر پر اپنی بیٹیوں بہنوں کو قتل کروا کر اور اپنے جوان بیٹوں کو مروا کر پنجاب میں داخل ہوئے تھے۔ آج ☆☆☆ کراچی میں جا کر اگر تقریر کرتا ہے کہ پنجابی قتل ہو رہے ہیں۔ پنجاب کے بڑے قاتل تو تم ہو۔ تم نے سب سے پہلے معاشی قتل کیا، اس کے بعد اقتصادی قتل کیا۔ پھر تم نے منشیات فروشوں کو پنجاب ٹھیکے پر دے کر معصوم لوگوں کا قتل کیا۔ پھر تم نے تعلیمی درس گاہوں میں معصوم طلبہ اور طالبات کا قتل کیا اور اس سے بڑھ کر جنھوں نے حقوق کی بات کی، تم نے ان کو قتل کیا۔ تم کل تک جن کو کافر کہہ رہے

☆☆☆ (ضمیر جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

تھے، وہ اگر تمہارے ساتھ بیٹھ جائیں، تمہارے حق میں بات کریں، تمہاری جماعت سے مل جائیں تو پھر وہ تمہارے سپورٹر اور ان کو گنگا جمنا میں نہلا کر ہاؤس میں لے آتے ہو تو جناب والا! اگر پاکستان پیپلز پارٹی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے پیپلز پروگرام شروع کر دے تو پنجاب میں مداخلت ہو گئی۔ ہم پنجاب کے حصہ دار نہیں؟ ہم پنجاب کو ٹیکس نہیں دیتے؟ ہمارے ماں باپ پنجاب کی سرحدیں بننے کے وقت اپنا خون دے کر یہاں نہیں آئے تھے؟ اتفاق فونڈری لمیٹڈ والے ☆☆☆ لگتے ہیں؟ نہیں، جناب والا! پنجاب کے ایک ایک پیسے کا حساب ہو گا۔ جناب سپیکر! "چھبڑی زبان شہباز شریف نے اختیار کیتی اے کہ میں زبان کھینچ لوں گا، انج کر لوں گا"۔

میاں شہباز شریف : جناب سپیکر! یہ اپنی زبان کو لگام دیں اور آرام سے بات کریں۔ شرافت کو اپنا وتیرہ بنائیں۔ سیکھ کر آئیں کہ شرافت کیا ہوتی ہے۔

(شور)

ہم ان کی ہر بات سننے کو تیار ہیں، لیکن طریقے کے ساتھ۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

شاہین صاحب! آپ کے یہ الفاظ غیر پارلیمانی ہیں۔ میں وہ الفاظ حذف کرتا ہوں اور آئندہ آپ اس طرح کے پرسنل ریمارکس نہیں دیں گے۔

(شور)

جناب عبدالقادر شاہین : پردھان منتری کا کل دا بیان سنو! میں جدوں سیاست وچ اکھاں کھولیاں سن میں ظلم برداشت کرنا سیکھ لیتا سی۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

جناب عبدالقادر شاہین : شہباز شریف نے جو زبان استعمال کی ہے میں زبان کھینچ لوں گا۔ وہ بدمعاش تو نہیں، اس ہاؤس کا ممبر ہے۔ اس نے بدمعاشوں والی زبان استعمال کی ہے۔

☆☆☆(حکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

جناب سپیکر : آپ کے بارے میں میاں شہباز شریف صاحب نے یہ بات نہیں کی کہ زبان کھینچ لوں گا۔

جناب عبدالقادر شاہین : آپ کیسٹ چلائیں، آپ کیسٹ سنیں۔

(شور)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

ڈاکٹر شیلا لی چارلس : جناب سپیکر! یہ پنجاب اسمبلی کا بجٹ ہے۔ یہ بار بار کیوں دہرا رہے ہیں، بار بار اتفاق فونڈری کا ذکر کیوں کر رہے ہیں؟ بجٹ پنجاب اسمبلی میں پیش کیا گیا ہے اور یہ کیوں نواز شریف کی اتفاق فونڈری کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ یہاں تو مرکز والوں نے چینی مہنگی کر دی ہے۔ پورے ملک میں اتفاق کی شوگر ملیں ہیں باقی کسی کی شوگر ملیں نہیں ہیں۔

(شور)

جناب سپیکر : لاء منسٹر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں لاء منسٹر صاحب کو بات کرنے کی اجازت دے چکا ہوں۔

وزیر قانون : جناب والا! قائد حزب اختلاف تشریف نہیں رکھتے، تو میں اپنے اپوزیشن والے بھائیوں کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا اور جیسے کہ آپ نے پہلے فرمایا کہ ہمیں ذاتی حملوں سے گریز کرنا چاہیے۔ اس سے نہ تو اس معزز ایوان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی ہمارے اپنے بھائی اور دوست، جو یہ باتیں سن رہے ہیں، ان کی نظر میں ہماری عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس معزز ہاؤس کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر ہماری طرف سے بھی اور معزز اراکین اپوزیشن کی طرف سے بھی ذاتی حملوں سے گریز کیا جائے تو کبھی بھی یہ فضا پیدا نہیں ہو گی اور میں انتہائی ادب سے جناب والا کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ جب اس قسم کے ذاتی حملے کرنے کی کوئی کوشش کرتا ہے تو اگر جناب والا خود ان کو ٹوکیں تو وہ زیادہ بہتر ہو گا۔ جب ہم بات کرتے ہیں تو پھر ری ایکشن ہوتا ہے۔ اس سے بات بڑھ جاتی ہے۔ اگر ہم کوئی غلط بات یا کوئی ذاتی حملے کرتے ہیں تو

آپ ہمیں بھی سختی سے اس سے منع کریں۔ اگر اپوزیشن والے کوئی ذاتی حملہ کرتے ہیں تو ان کو بھی منع کریں۔ اگر ذاتی حملوں والی بات جاری رہی تو پھر بحث پر بحث کم ہو گی اور ہم ذاتیات کے ارد گرد گھومتے رہیں گے۔ یہ کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہو گا۔ شکریہ، جناب سپیکر۔

جناب سپیکر : میں لاء منسٹر صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر سے اتفاق کرتا ہوں۔ راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب! آپ بھی بیٹھیں۔ لاء منسٹر صاحب کی بڑی جائز بات ہے اور یہ بالکل ایسے ہے کہ جیسے آپ صاحبان گھر میں بیٹھ کر اگر ایک دوسرے کے گھر میں پتھر پھینکیں گے تو کوئی گھر بھی محفوظ نہیں ہو گا۔ ان کے جذبات مجروح ہوں گے، پھر آپ کے جذبات مجروح ہونے کی باری آئے گی تو پھر آپ حوصلہ نہیں کر پائیں گے۔ اب وہ حوصلہ نہیں کر پا رہے، کیوں کہ ان کے جذبات مجروح ہو رہے ہیں، تو یہ بات میں دونوں فریقین سے کہوں گا کہ۔۔۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! میں بات کر رہا ہوں، آپ بیٹھ جائیں۔ میں دونوں فریقین سے یہ کہوں گا کہ اس کے بعد آپ ایک دوسرے کی دل آزاری کی پرسنل باتیں نہ کریں۔ آپ پرسنل باتیں کریں گے تو پھر وہ بھی پرسنل باتیں کریں گے تو پھر یہ ڈیبیٹ بحث پر نہیں ہو گی، یہ کسی اور چیز پر بحث ہو گی، جو میں نہیں چاہتا کہ ایسے ہو اور نہ میں اس بات کی اجازت دوں گا۔ اس لیے آپ صاحبان براہ مہربانی ذاتی باتیں کرنے سے اجتناب کیجیے۔ صرف بحث پر بات کیجیے۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میں گھر کے رکھوالے کے ذریعے ایک اطلاع بھیجنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! میرے خیال میں آپ بات کو آگے چلنے دیں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! آپ اس بات کی وضاحت کر دیں کہ یہ پرسنل کنڈکٹ یا پرسنل کریکٹر جو ہے that is something else اور جو ایک پالیسی بنائی جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس پنجاب کا اناج لوٹ کر اپنا گھر بھرا

جاتا ہے that is something else وہ پالیسی ہے۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب جس دن سیاست میں داخل ہوئے اس وقت ان کے پاس گیا تھا اور آج ان کے پاس کیا ہے تو یہ پرسنل بات نہیں؟ یہ ان کی سیاست ہے تو یہ ان کی پالیسیاں ہیں، یہ ان کی لوٹ ہے۔

جناب سپیکر : راہی صاحب! اس قسم کی پرسنل باتیں نہ میں آپ کو کرنے کی اجازت دوں گا اور نہ ان کو کرنے کی اجازت ہے۔

جناب فضل حسین راہی : جناب! آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں۔

جناب سپیکر : اور اس کے بعد ان کو ختم ہو جانا چاہیے۔ آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر شیلا رمی چارلس : جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر یہ ذاتیات پر آئے تو ہم بھی وہ باتیں کریں گے اور پھر یہ واک آؤٹ کر جاتے ہیں۔ اگر آپ ان کو پرسنل باتیں کرنے کی اجازت دیں گے تو پھر ہم بھی کریں گے۔

جناب سپیکر : بی بی! پرسنل باتیں نہیں ہوں گی۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب عبدالقادر شاہین : میں اس گھر کے رکھوالے کے ذریعے۔۔۔

جناب سپیکر : میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ آپ کی پرسنل بات کے سلسلے میں ہاؤس میں گڑبڑ ہوتی ہے اور جو صاحب ذاتی باتیں کریں گے اور اس سے گڑبڑ ہو گی اور ٹائم ضائع ہو گا تو میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔

جناب عبدالقادر شاہین : یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ 11 سال ہماری آواز دبائی گئی۔ بہر حال میں آپ کے توسط سے یہ بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہم سب پنجاب کے ساتھی ہیں۔ ہمیں اچھی باتیں سننے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے۔ اگر کوئی دوست تنقید کرتا ہے تو حوصلے سے سننی چاہیے، کیوں کہ اس سے اصلاح ہوتی ہے۔ ہم ہاؤس میں آپ کے ساتھ بھائیوں کی طرح بیٹھے ہیں۔ ہم سب بھائی ہیں، پاکستانی ہیں، پنجابی ہیں۔ اگر باتوں سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے تو تھوڑا سا درگزر کرنا چاہیے۔ جناب والا! دراصل بات یہ ہے کہ میں پیپلز ورکس پروگرام پر بات کرنا چاہتا تھا۔ ایک دم ایک درد اٹھا، کہ شاید بڑے گھر والا پوچھ پرت کرے کہ آپ نے شور شرابا کیوں نہیں کیا، تو

جناب! بات یہاں آکر رکی تھی کہ پنجاب میں پیپلز پروگرام شروع ہوا تو بہاول نگر کے اندر میٹھا پانی بھی ہمارے بھائیوں کو کڑوا لگنے لگ جاتا ہے، کیوں کہ مرکز والوں نے سیدھا سیدھا عوام کی فلاح و بہبود اور خدمت کا ایک بیڑا اٹھایا، کیوں کہ لوٹ مار کرنے والے، گھر بھرنے والے اور گھوڑے بھرنے والے پنجاب کے لوگوں کا صرف استحصال کر سکتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ جو لوگ ہمیں ٹیکس دے کے اس ملک کو چلاتے ہیں تو ہم کیوں نہ ان کے گھروں میں جا کر ان کی خدمت کریں۔ جناب والا! جب پیپلز پروگرام کی بات آئی تو ہمارے دوستوں نے بڑی اچھی بات کی۔ پیپلز پروگرام پر جو بھی پیسہ خرچ ہوگا، وہ ایک انداز سے خرچ ہوگا۔ اس میں سے نہ "ریڈ کو" کمپنی کھا سکے گی اور نہ کوئی میرا بھائی۔ جناب والا! ریشم کے کیڑے باہر سے منگوائے جاتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ روپے کے چھانگا مانگا میں آکر 10 کروڑ روپے کے نہیں بن سکتے اور نہ ان کیڑوں کے لیے رقوم دی جائیں گی اور نہ مرکز والے یا ہم یہاں بیٹھے ہوئے ان رقوم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں گے، بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس پیسے سے عوامی جٹ کو تشکیل دیا گیا ہے تو اس سے میری بہنوں اور بھائیوں کو بڑا رنج ہوا ہے کہ یہ اتفاق کا جٹ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اتفاق فونڈری کا جٹ پنجاب کے جٹ سے مستحکم اور اچھا ہوتا ہے، کیوں کہ اس کی بھٹیوں میں زندہ بندوں کو ڈال دیا جاتا ہے اور ہاؤس میں بات کرنے والوں کی زبان کھینچنے کی بات کی جاتی ہے۔ جناب والا! بات بڑی سیدھی سی ہے کہ مجھے بات کرنے کی اجازت دی جائے، کیوں کہ میں پرسنل بات نہیں کر رہا۔ میں بالکل متعلقہ بات کر رہا ہوں۔ حقوق کی بات ہو رہی ہے اور کھری بات اس لیے نہیں کی جاتی کہ بڑے گھر والا مارے گا۔ جناب والا! میں آپ کو دوسری طرف لے کر جانا چاہ رہا ہوں۔

ڈاکٹر شیلا رمی چارلس : جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ۔۔۔

جناب عبدالقادر شاہین : جناب سپیکر! آپ نے فیصلہ کیا ہے کہ تقریر کے درمیان میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ مگر ادھر سے پہل ہو گئی ہے۔ اگر پیارو والے لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچی ہے تو میرے لفظوں کو ادھر ادھر کر دینا، لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے کہ یہ پنجاب ہے، ہم پنجابی ہیں، ہم پاکستانی ہیں۔ پنجاب کی حفاظت کرنا ہمارا فرض

ہے۔

ڈاکٹر شیلا فی چارلس : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحبہ! رکیے ذرا۔ ڈاکٹر صاحب! ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ جٹ پر حث میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ یہ ہم طے کر چکے ہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر interruption نہیں ہوگی۔

ڈاکٹر شیلا فی چارلس : جناب سپیکر! میں صرف اجازت چاہتی ہوں کہ کسی جائز بات کے لیے۔۔۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں ہمیں اس بات پر قائم رہنا چاہیے کہ جٹ پر حث کے دوران پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر شیلا فی چارلس : جناب سپیکر! آپ دیکھیں بات یہ ہے کہ جب ان کی طرف سے حث ہوتی ہے، میں تو یہ کہوں گی کہ یہ ضمنی جٹ نہیں ہے، یہ ایک بندے کی ذات کا جٹ ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ جب اپوزیشن والے تقریر کرتے ہیں تو ہماری سائیڈ والے سب خاموشی سے سنتے ہیں اور جو بات ہمیں اچھی نہیں بھی لگتی تو ہم وہ بھی سنتے ہیں، لیکن جب ہماری طرف سے کوئی ممبر تقریر کرتا ہے تو نہ یہ ہمیں سننے دیتے ہیں اور نہ خود سنتے ہیں۔ اور اگر ان کی طرف سے پوائنٹ آف آرڈر پر کوئی آدمی کھڑا ہوتا ہے تو براہ مہربانی رولز کے مطابق ان سے کہیں کہ ایک آدمی کھڑا ہو تاکہ ہمیں بھی سمجھ آئے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحبہ! شکریہ، تشریف رکھیے اور اس کے بعد میں پوائنٹ آف آرڈر پر کسی کو بھی interrupt کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ لیکن پھر میں شاہین صاحب سے کہوں گا کہ آپ پرسنل ہو رہے ہیں۔

جناب عبدالقادر شاہین : جناب سپیکر! میں نے تو کوئی بات کی ہی نہیں۔ خدا کی قسم اتنی باتیں ہیں کہ باہر چوہے مار پڑیاں بیچنے والے کی پڑیاں ختم ہو جائیں لیکن ہماری باتیں نہیں ختم ہوں گی۔ لیکن میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں ہاؤس میں جو دھمکیاں دی جا رہی ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہم نے تو 11 سال ہڑیاں، کوڑے اور پھانسیاں دیکھی

ہیں۔

(شور)

میرا خیال ہے یہ سازش ہے اور اس سازش میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔ جناب! سیدھی بات ہے کہ جب وزیر رقعے بھیج کر کسی کو بلانے کی کوشش کریں گے تو جناب! ہماری بھی باری آتی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ تسلی سے سنو۔ میں نے تو کوئی پرسنل اٹیک کیا ہی نہیں۔ میں نے تو ان کو یہ بات بھی نہیں بتائی کہ آپ نے کیا کیا، آپ یونین کیوں نہیں بنانے دیتے، آپ یونین کو کیوں توڑتے ہیں؟ میں نے تو کوئی بات ہی نہیں کی۔ ٹیپ سن لی جائے، میں ڈاکٹر صاحبہ کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کہا ہے کہ یہ ایک بدے کا جٹ ہے۔ ہم بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک بدے کا جٹ ہے۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحبہ! آپ تشریف رکھیں۔ شاہین صاحب! آپ کی تقریر کے دو منٹ رہ گئے ہیں۔

جناب عبدالقادر شاہین : یہ بھی بڑی شکر والی بات ہے کہ آپ نے مجھے اٹھا کر باہر نہیں بٹھا دیا، دو منٹ بھی بڑے ہوتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ بات کر رہا تھا کہ اگر ایک ذات کا جٹ ہے تو یہ جو دوسرے بیٹھے ہیں یا تو ان کو پھانسی کی طرف بھیج دو کہ تم جٹ میں نہیں آ سکتے۔ اگر ہم جٹ میں آئیں گے تو ہمارے حلقہ نیابت کے لوگ بھی ہمارے گریبان پکڑتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہم نے آپ کو ووٹ دے کر بھیجا ہے۔ آپ پردھان جی کو بتائیں کہ آپ نے یہ روڈ بنانے پر ساڑھے بارہ کروڑ روپے خرچ کر دیے ہیں۔ 65 کروڑ روپیہ پولیس کو دے دیا ہے۔ 98 کروڑ روپے "ریڈ کو" کمپنی کو مختلف ٹھیکے دے دیے ہیں، تو جناب والا! اگر ہم پورا عرض کریں تو میرے پاس ایک لمبی فہرست ہے۔ آپ نے جن کو ٹھیکے دیے اور ٹھیکے داروں نے نہ چھتیں ڈالی ہیں اور نہ بنیادیں رکھی ہیں اور کاغذ پورے کر دیے، انھوں نے پیسے چاہے قصور والوں کو دے دیے یا جہلم والوں کو دے دیے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کے واسطے اس جٹ کو پنجاب کا جٹ سمجھو۔ اس جٹ میں آپ نے جتنی باتیں اور جتنے دعوے کیے تھے، ان پر یہاں بیٹھ کر بحث مباحثہ کرو، کیوں کہ قوم کا پیسہ بڑا قیمتی ہے۔ لوگوں نے

میں ہوٹر والی گاڑیوں کے لیے یہاں نہیں کھچا اور نہ ہی پجارو کی چابیاں پکڑانے کے لیے کھچا ہے۔ ہمارے لوگ تو ہم سے پیسوں کا حساب مانگتے ہیں، آپ کے لوگوں کا میں پتا نہیں، کیوں کہ ان کو تو آپ نے اڑھائی اڑھائی لاکھ روپے کی موٹریں لے کر ارے لگا دیے۔ جناب والا! اس بجٹ میں آپ نے کتنی اچھی باتیں کی ہیں؟ آپ نے تنے لوگوں کو گھر بنا کر دے دیے ہیں؟ پچھلے 11 سالوں میں کتنے لوگوں کو روزگار دیا ہے؟ آپ نے پولیس میں سے اڑھائی ہزار ملازم نکال دیے۔ ان کی تنخواہوں کے ابھی ں ہمارے پاس پلندے پڑے ہیں۔ دوسری طرف دیکھیں تو وزیر اعلیٰ نے صرف یکشن جیتنے کے لیے الیکشن کے حلقوں میں ناجائز لوگوں کو کافی مراعات دے دیں کہ اؤ تو class-IV کے 14 بندے بھرتی کر لو class-I کے 10 بھرتی کر لو۔ یہ ں قوم کا سرمایہ ہے بات یہ ہے اس بجٹ کا لوگوں پر اثر ہوگا۔ جناب والا! ہم صرف کہیں گے کہ ابھی کافی ٹائم ہے، 4 دن باقی ہیں، اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو کریں، پ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر میرے بھائیوں اور بہنوں کو کوئی تکلیف ہوئی ہے تو م سب کو کھلے دل کے ساتھ ایک دوسرے کی تنقید سننی چاہیے تھی۔ پریس والے گ خبریں چھاپتے ہیں، سوہنے سوہنے ہمیں دیکھنے کے لیے آتے ہیں، باہر لوگ یدیں لگا کر بیٹھے ہیں اور ہم ہاؤس کے اندر لڑ جھگڑ کر جائیں یہ بات ٹھیک نہیں۔ رے ہاؤس کا حوصلہ مدبرانہ ہونا چاہیے۔ بڑی مہربانی، شکریہ۔

ناب سپیکر: راجا اشفاق سرور صاحب!۔۔۔ چودھری صاحب! پوائنٹ آف آرڈر entertai نہیں ہوگا۔

جا اشفاق سرور: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے آپ کی اجازت سے اور ان بھائیوں کی اجازت ، ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بار بار اتفاق، وزیر اعلیٰ اور ایک کاروبار کے بارے) بات کر رہے ہیں۔ یہ کاروبار پنجاب کے اندر ہے، پاکستان کے اندر ہے، اگر اس) کوئی لوگ ملازم ہیں تو وہ پاکستانی ہیں، پنجابی ہیں۔ اگر وہ کاروبار کسی کو ٹیکس دے ہے تو وہ پنجاب کو ٹیکس دے رہا ہے، پاکستان کو ٹیکس دے رہا ہے۔ مگر آپ نے نے دعوے کیے، اتنی باتیں کیں۔ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ 11

سالہ دور کی بات کرتے ہیں۔ اس میں آپ فرنچ ریڈورا میں مقیم رہے۔ The most expensive state on the face of the earth. آپ کہہ رہے تھے کہ ہمارے سارے اثاثے پاکستان میں منجمد ہو گئے تھے۔ ہمیں کوئی پیسے باہر نہیں لے جانے دیے گئے تو وہاں آپ کے expences کس نے برداشت کیے۔ آپ غریبوں اور جمہوریت کے دعوے دار بنے ہوئے ہیں۔ اگر وزیر اعظم صاحبہ کی بھانجی فیصل آباد میڈیکل کالج میں پڑھنے کے لیے جاتی ہے تو اسے ایک خصوصی طیارہ لے کر جاتا ہے۔ آپ جھٹ میں کمی کی بات کرتے ہیں۔ اگر یہ سچ نہیں ہے تو میں آپ کو ثبوت دوں گا۔

(شور)

جناب سپیکر : آرڈر، آرڈر۔ تشریف رکھیں۔ بی بی! آپ بھی تشریف رکھیں۔

راجا اشفاق سرور : میں آپ سے یہ بھی پوچھتا ہوں کہ وہ فرنچ ریڈورا میں رہے ہیں یا نہیں رہے؟

(شور)

MR SPEAKER: Order please. Order please. Do not interrupt, please. Order please, Order please. I am sorry.

وصی ظفر صاحب! آپ ذرا تشریف رکھیے۔ بی بی! سنیے۔ بی بی! سنیے ذرا۔ Please do not interrupt. Bi Bi! have your seat please.

راجا اشفاق سرور : جناب سپیکر! سابقہ حکومت یہی بات consider کر کے چھوٹی گاڑیوں پر آئی کہ ان پر پٹرول کم خرچ ہوتا ہے، ان پر اخراجات کم آتے ہیں، ان پر maintenance کم ہوتی ہے۔ صوبائی کابینہ ابھی تک انہی چھوٹی گاڑیوں میں پھر رہی ہے اور وہاں مرکز میں سینئر وزیر کس میں پھر رہے ہیں۔ یہ کس قسم کے سچ کی بات کر رہے ہیں؟ کس قسم کی ڈیموکریسی کی بات کر رہے ہیں؟ کس قسم کے دعوے کر رہے ہیں کہ ہم غریبوں کے دوست ہیں۔ جناب سپیکر! اگر یہ اس پر چلنا چاہتے ہیں تو پھر غریبوں کے دوست، غریبوں کے دعوے نہ کیا کریں۔ یہ پیپلز ورکر

پروگرام کی بات کرتے ہیں۔ میں اپنے علاقے کی بات کرتا ہوں۔ ہر کوئی اپنے علاقے کی بات کرتا ہے۔ جو بندہ ہارا ہوا ہے، اسے پیپلز ورکس پروگرام کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا ہے۔ ہم ڈیموکریسی کے دعوے دار ہیں۔ یہ کس قسم کی جمہوریت ہے کہ منتخب نمائندوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جو بندے الیکشن نہیں لڑے، ان کو رقوم دی جا رہی ہیں کہ آپ پیپلز ورکس پروگرام کریں اور پھر میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ ☆☆☆ اگر کسی نے پہلی دفعہ پنجاب کے حق کی بات کی ہے تو اسے ☆☆☆ بنا دیا۔ 1947ء سے لے کر آج تک کسی نے پنجاب کے حقوق کی بات نہیں کی۔ آج تک پنجاب کے حقوق کے لیے کوئی نہیں لڑا۔ اگر ایک بندہ پنجاب کے حقوق کے لیے لڑتا ہے تو اسے آپ ☆☆☆ کہنے لگ جاتے ہیں۔ اس کے لیے عرض ہے ؎

لاکھ بے داغ ہو منصف کا انصاف
سب کے ہاتھ پہ داغ سجا دیتے ہیں
تو تو کیا چیز ہے اے خستہ پیکر
لوگ تو مریم پہ بھی الزام لگا دیتے ہیں

جناب سپیکر! آپ کے توسط سے عرض کروں گا کہ قائد حزب اختلاف بڑی اچھی اور appreciative تقریر کرتے ہیں مگر ہمیں ان کی تقریر سے ایک بھی fact یا figure نہیں ملا۔ انھوں نے کئی باتیں کی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ پنجاب وفاقی حکومت سے بھیک مانگ رہا ہے۔ بھائی! وفاقی حکومت کوئی اسرائیل ہے۔ پنجاب، وفاقی حکومت سے اپنا حق مانگ رہا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ بھیک مانگ رہا ہے۔ بھائی! ہم کیوں نہ مانگیں، کیا یہ آپ کے ذاتی پیسے ہیں کہ ہم نہ مانگیں۔ جو بھی پاکستان کا پیسہ ہے، ہم پاکستان کے اس صوبے میں خرچ کرنے کے لیے مانگ رہے ہیں اور آپ اس کو بھیک کہے جا رہے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ اس لیول پر اس قسم کی باتیں کی جاتی ہیں۔ پنجاب کو لینڈ کا نام دیا گیا ہے۔ ''اتفاق لینڈ،، ''پنجاب لینڈ'' اس میں نہ صرف میری بلکہ اس ایوان کی اور اس پورے پنجاب کی insult ہے کہ ہمیں یہ ''لینڈ کارپوریشن،، سمجھتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ اس لیول پر یہ باتیں کی جاتی ہیں۔

☆☆☆ (حکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس پر تنقید کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! جس طریقے سے آج کل گراف ڈاؤن ہو رہا ہے، جس طریقے سے لوگ شامل ہوئے جا رہے ہیں، یہ فرسٹریشن کی انتہا ہے اور اس کا حل کوئی نہیں ہے۔ یہی ہو سکتا ہے کہ ہمارے قائد کو ہٹلر کہا گیا۔ ہم ان سے بولتے ہیں جی ہٹلر کیوں کہا؟ چپ کرو۔ ہم نے آج تک لی لی کی شان میں گستاخی نہیں کی۔

(شور)

راجا اشفاق سرور: کیوں جھوٹ بول رہے ہیں؟ جھوٹ بولنا آپ کی عادت بن ہے۔ بیٹھ جائیں۔ پنجاب کو یتیم کا نام دیا گیا کہ ہم یتیم ہیں۔ جناب والا! نیشنل فنانس کمیشن کی بات ہوئی۔ پہلے نیشنل فنانس کمیشن کہاں تھا؟

(شور)

جناب سپیکر: آپ نے کیا کہا؟

جناب فضل حسین راہی: یہ لوگ آپ کے سامنے باتیں کر رہے ہیں۔ آپ سنانے کے لیے کر رہے ہیں اور آپ اگر نہیں سنتے تو اس میں قصور کس کا ہے؟ انھوں نے کیا کہا یہ جھوٹ بولتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے اس نے کہا ہے۔

راجا اشفاق سرور: میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں وا لے رہا ہوں، بیٹھ جائیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! تشریف رکھیں۔ راجا صاحب! اپنی تقریر مکمل کیجیے۔

راجا اشفاق سرور: جناب سپیکر! میں جمہوریت کے دعوے دار قائد حزب اختلا کو مبارک باد دیتا ہوں۔ انھوں نے نصر اللہ دریشک صاحب کو مبارک باد دی تھی میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے پنجاب کے ایک ڈیم کی منظوری دی۔

(شیم شیم کی آوازیں)

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے نیشنل فنانس کمیشن کی بات کی تھی سے پہلے ضرورت محسوس ہی نہیں ہوئی تھی۔

(شور)

جناب سپیکر : جی، راجا صاحب۔

راجا اشفاق سرور : میں نیشنل فنانس کمیشن کی بات کر رہا تھا کہ انھوں نے کہا کہ ہم نے ان کو حق دیا۔ پہلی دفعہ پنجاب کی یا کسی اور صوبے کی حق تلفی ہو رہی تھی، تبھی اس کی ضرورت پڑی۔ جناب والا! پنجاب کے ترقیاتی کاموں پر تنقید ہوئی۔ "ریڈکو" کمپنی کا نام سامنے آیا۔ میرا تعلق مری سے ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ مری میں ریڈکو کمپنی نے جس خلوص اور دیانت داری سے کام کیا ہے، آج تک نہ کسی نے کام کیا اور نہ کر سکے گا۔

(شور)

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب! یہ cross talking نہیں ہونی چاہیے۔

راجا اشفاق سرور : جناب والا! یہ کر سکتے ہیں، یہ ان کا حق ہے، یہ ان کا منشور ہے۔ یہ ہمارا ہی حق نہیں ہے، نہ ہم کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم کرنا چاہتے ہیں۔ قائد حزب اختلاف کہتے ہیں کہ آپ گھاس کھائیں، ہم گھاس نہیں کھاتے۔ اس لیول پر اس قسم کی باتیں؟ جو ان کا مقام ہے جو ہم ان کی عزت کرتے ہیں، ان کو اس لیول پر بیٹھ کر، اتنی عزت والی جگہ پر بیٹھ کر اتنی چھوٹی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ہم سب کو کہا، آپ گھاس کھائیں، ہم تو نہیں کھا سکتے۔ خدانخواستہ نہ آپ گھاس کھائیں، نہ ہم گھاس کھائیں اور نہ اس پاکستان کا کوئی بچہ اور نہ کوئی اور گھاس کھائے۔ خدا سب کو کھانا نصیب کرے۔ خدا سب کو عزت دے اور آپ کو توفیق دے کہ کسی کی ذات پر اس قسم کی گندی تنقید مت کریں اور ہم بھی کوشش کریں گے اور میں نے یہ فقرہ محاورتاً استعمال کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور ان بھائیوں کا بھی بہت مشکور ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو تلقین دے۔

جناب سپیکر : جناب مجتبیٰ حیدر شیرازی صاحب۔

جناب مجتبیٰ حیدر شیرازی : کائنات حرف و صوت کی تمام تر حسن و ثناء اس رب العزت کے لیے جو عزت اور ذلت کا مالک ہے، قادر مطلق ہے، الرحمٰن و الرحیم ہے

اور درود و سلام اس پر جس نے گھٹنوں کے بل رینگنے والوں کو آزاد کیا۔ جبراً بیعت لینے والوں کی فسطائی عام ہوئی۔ اور اس سے پہلے دھرتی گونجی تھی، آکاش بھی کہہ رہا تھا کہ اس نے کنکریوں سے باتیں کیں، گویائی عام ہوئی۔

جناب سپیکر! میں ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس ایوان میں پہلی مرتبہ گفتگو کا موقع عنایت فرمایا، بلکہ یہ گفتگو کا موقع میرا حق ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرے دوستوں میں یہ رسم چل پڑی ہے کہ یہاں حقوق رعایتیں سمجھ کر مانگے جاتے ہیں، یہاں حقوق دستیاب آنے پر شکریے ادا کیے جاتے ہیں، سپاس گزاریاں کی جاتی ہیں۔ میرے دوستو! حقوق بھیک سمجھ کر دیے جاتے ہیں اور حقوق بازیاب کرنے کے بعد جشن منائے جاتے ہیں۔ جناب والا! بہر طور رسم شکریہ کے بعد یہاں بجٹ میں خسارے کی بات کی گئی۔ خسارے کی رسم اس قدر عام ہو چکی ہے کہ میں جناب ضمیر جعفری کے چار مصرعے آپ کی وساطت سے اس ایوان میں پیش کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ؎

قسم ہے گزرتے ہوئے وقت کی
کہ انسان یقیناً خسارے میں ہے
یہ ارشاد باری سنا تو لگا
ہمارے بجٹ ہی کے بارے میں ہے

جناب سپیکر! ضمنی بجٹ، ماہرین معیشت کہتے ہیں کہ کسی حکومت کی جانب سے ضمنی بجٹ کا پیش کیا جانا بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس حکومت کی اس سال کی اقتصادی پالیسیاں ناکام ہو چکی ہیں، اس لیے کہ وہ اس سال کے اپنے اخراجات اور آمدن کو صحیح طور پر conduct نہیں کر سکے۔ اس لیے کہ جب انھوں نے پہلا بجٹ پیش کیا تو اس زمانے میں انھوں نے جو اندازے مرتب کیے، وہ سارے غلط ثابت ہوئے۔ اس لیے انھیں اپنے اندازوں اور تخمینوں پر نظر ثانی کرنا پڑی۔ کسی حکومت کی جانب سے نظر ثانی یا ضمنی بجٹ کا پیش کیا جانا، بذات خود اس حکومت کی ناکامی کا اعتراف ہے۔ میں جناب وزیر خزانہ کو داد دیتا ہوں کہ انھوں نے ایک صحیح اعتراف کیا ہے۔ واقعتاً وہ ناکام ہو چکے ہیں۔ واقعتاً ان کی اقتصادی پالیسیاں ناکام ہو چکی ہیں۔ جناب سپیکر

میرے محترم وزیر خزانہ نے ضمنی بجٹ پیش کرتے ہوئے بڑے ناز و انداز سے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ جناب! ہم نے خسارے کا اس قدر تخمینہ لگایا تھا، لیکن خدا کا شکر ہے اور ہم داد تحسین کے مستحق ہیں کہ یہ خسارہ کم ہو گیا۔ حضور بندہ پرور میں بھی انھیں اس بات کی داد دیتا، اگر انھوں نے سچ بولا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ گزشتہ دسمبر میں میزانیہ پیش کرتے ہوئے غیر ترقیاتی منصوبوں میں خسارے کا تخمینہ 93 کروڑ 88 لاکھ روپے لگایا گیا تھا، جو بفضل خدا ہماری شب و روز کی کوششوں کے نتیجے میں 86 فی صد کم ہو کر صرف 13 کروڑ 20 لاکھ روپے رہ گیا ہے۔ جس پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! جناب وزیر خزانہ نے حقائق کو توڑ پھوڑ کر جس انداز سے پیش کیا ہے، دراصل انھوں نے حقائق پر جھاڑو دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر اسمبلی 1985ء والی ہوتی تو شاید وہ اس کوشش میں کامیاب ہوتے اور اپنی صفوں میں ترقیاں پاتے، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ جناب سپیکر! جن سے اظہار افسوس کرنا ہے، وہ اس قدر ذمہ دار حیثیت ہونے کے باوجود کہ خسارہ جو کسی طور پر بھی کسی پردے میں بھی چھپایا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! وہ خسارہ حقیقت میں اس لیے کم ہوا ہے کہ پنجاب نے اس مرتبہ وفاقی محاصل میں سے جو صوبائی حصہ تھا، اس میں سے زیادہ حصہ پایا ہے۔ وفاقی حکومت نے tax collection میں اس مرتبہ ان 6 ماہ میں جس قدر ترقی کی ہے، اس ترقی کے نتیجے میں محاصل میں جس قدر اضافہ ہوا ہے، اس اضافے کے نتیجے میں صوبائی حصے میں جو اضافہ ہوا ہے وہ اس خسارے میں کمی کا باعث ہے۔ جناب سپیکر! میں مانتا ہوں کہ سیاست میں دشمنی بھانا اچھی بات ہے۔ سیاست میں دعوے کرنا بڑی اہم بات ہوتی ہے، لیکن میں آپ کی توجہ اس گیلری کی جانب دلانا چاہتا ہوں، جہاں سے مجھ پر مداخلت ہو رہی ہے، اگر جناب والا! توجہ فرمائیں تو۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سیاست میں دعوے باندھے جانے چاہئیں۔ پنجابی میں کہتے ہیں۔ ''سیاست وچ تھوڑا بہتا جھوٹ چل جاندا اے۔،، مگر ایک ایسے ایوان میں جو کسی صوبے کے عوام کے دلوں کی دھڑکنوں کا مرکز ہو، ایک ایسے شخص کی جانب سے کہ جس کے ہاتھ میں اس صوبے کے لوگوں نے یا اس صوبے کے لوگوں کے نام پر جس کو تمام تر وسائل کی کلید دے دی گئی ہو، ایسے شخص کی جانب سے اگر غلط دعویٰ کیا جائے

تو یقیناً یہ مقصد انتہائی افسوس ناک ہے، بلکہ تشویش ناک بھی ہے، کیوں کہ ان سے بڑی معذرت سے، بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ اس سے ان کی دیانت داری پر بھی شبہات عائد ہو سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! جناب وزیر خزانہ نے ایک اور مقام پر اپنی تقریر میں فرمایا کہ غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافے کی وجوہات کیا ہیں، ان وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب وزیر خزانہ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ وقت کے ساتھ ساتھ غیر ترقیاتی اخراجات میں جو اضافہ ہوتا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ مکمل شدہ ترقیاتی منصوبوں کا غیر ترقیاتی منصوبوں میں منتقلی ہے۔ اچھا جواز ہے، میں اس جواز کی داد دیتا ہوں، لیکن پورے ادب کے ساتھ تصحیح کرنا اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ جناب! غیر ترقیاتی جٹ میں اضافے کی ایک یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ ہم یہ وجہ تو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جناب سپیکر! مگر غیر ترقیاتی اخراجات میں مسلسل اضافے کی ایک اور بڑی وجہ بھی ہے، جس کی جانب میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ وجہ یہ ہے کہ جب جس صوبے میں 50/50 سال سے میٹرک پاس لوگوں کو 300/300 کی تعداد میں تحصیل دار بھرتی کیا جائے، جس صوبے میں ایم پی اے کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے 7/7 کانسٹیبلوں کا پروانہ ملازمت جاری کرنے کا اختیار دے دیا جائے، جس صوبے میں ایک ضمنی انتخاب میں بہ یک جنبش قلم 3 ہزار لوگوں کو محکمہ تعلیم میں بھرتی کیا جائے، اس صوبے میں غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اگر جناب وزیر خزانہ، ویسے وہ خود بھی جانتے ہیں مگر یہ شان بے نیازی ہے۔ جناب سپیکر! یہ ضمنی جٹ بے پناہ دلچسپ ہے۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ ضمنی جٹ اس لیے پیش کیا جاتا ہے کہ گزشتہ جٹ کے موقعے پر جو تخمینے اور اندازے لگائے تھے، وہ غلط ثابت ہوئے، ایوان ہمیں معاف کرے، اراکین ہمیں معاف کریں اور ہمارے یہ اندازے اور ہمارے یہ تخمینے غلط ہوئے تھے اور اب ان اندازوں اور ان تخمینوں کے یہ نئے اعداد و شمار لگائے ہیں اب ہمیں اجازت دے دی جائے۔ مگر ضمنی جٹ میں، نظر ثانی شدہ جٹ میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ نئے نئے اخراجات کی مدوں میں ایوان سے رقوم اور گرانٹس کا تقاضا کیا جائے۔ یہ ضمنی جٹ ہے جس میں ہر صفحے پر کم از کم 80 فی صد نئی مدوں میں اخراجات کا تقاضا کیا جا رہا ہے، جو کبھی بھی

ضمنی جٹ میں روا نہیں۔

جناب سپیکر! پنجاب کی بات، پنجاب کے خزانے کی بات، پنجابی کی بیداری کی بات، جاگ پنجابی جاگ کی بات اور ابھی میرے فاضل دوست نے فرمایا کہ جناب! ہارے ہوئے مشیر رکھے گئے ہیں۔ حضور! آپ کا اعتراض سر آنکھوں پر۔ ہارے ہوئے مشیر جس حکومت میں رکھے گئے ہیں، اسی حکومت کے دائرہ شریت میں رہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوا کہ جاگ پنجابی جاگ کے دعوے داروں نے جب اپنے مشیر مقرر کرنے کا وقت آیا تو کراچی سے ایک مشیر امپورٹ کیا گیا۔ جو مشیر کراچی سے امپورٹ کیا گیا وہ کسی زمانے میں میرا ساتھی مقرر تھا۔ اس کی زبان کے آثار آپ نے اس جٹ کی تقریر میں بھی دیکھے ہیں۔ ماشاء اللہ جناب وزیر خزانہ کے ساتھ ان کے تعلقات میں اللہ تعالیٰ مزید اضافہ فرمائے۔ ان شاء اللہ مجھے امید ہے کہ آئندہ جٹ تقریر میں وہ زیادہ شعر افشانی فرمائیں گے۔ جناب سپیکر! جناب وزیر خزانہ اور ایوان تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ ہم جب آپ کو ''پنجاب کے ماے خان ''کہتے ہیں تو تلملایا مت کیجیے، اس لیے کہ ہم درست کہتے ہیں۔ میں جس حلقۂ نیابت سے منتخب ہو کر اس ایوان میں آیا ہوں۔ جس حلقے کے افراد نے مجھے ایوان میں اپنی ترجمانی کے لیے بھیجا ہے، ان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس حلقے کے عوام بھی پنجاب کے شہری ہیں، میرا حلقہ بھی پنجاب میں واقع ہے اور اسی پنجاب میں واقع ہے، جس کا دارالحکومت لاہور ہے لیکن دکھ کی بات ہے کہ اس ضمنی جٹ میں ڈویلپمنٹ کے نام پر سینکڑوں صفحے کالے کیے گئے ہیں۔ میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ سارے ڈویلپمنٹ کے پراجیکٹس میں سے میرے حلقے میں ڈویلپمنٹ کا ایک پراجیکٹ بھی نکال کر دکھا دیں تو میں ان کو صحیح معنوں میں پنجاب کا لیڈر ماننے کو تیار ہوں۔ حقوق کی صورت حال یہ ہے کہ ڈویلپمنٹ کے نام پر گرانٹ مانگنے والے، پیپلز ورکس پروگرام پر اعتراض کرنے والے جب ڈویلپمنٹ کی بات شروع کرتے ہیں تو میرے حلقے میں گزشتہ حکومت کی جانب سے منظور شدہ 5 سڑکوں کے منصوبے درج کر دیے جاتے ہیں۔ پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے بھی 5 منصوبے درج کر دیے جاتے ہیں۔ میرے حلقے کے لوگوں پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ میرے حلقے کے سکولوں میں، میرے

حلقے کے تعلیمی اداروں میں، میرے حلقے کے کلینکوں میں دوسرے حلقے کے لوگوں کو سیاسی رشوت کے طور پر بھرتی کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! کیا میرا حلقہ پنجاب میں واقع نہیں، کیا میرے حلقے کے لوگوں کی شہریت پنجابی نہیں۔ کروڑوں روپیہ ڈویلپمنٹ کے نام پر مانگا جاتا ہے، لیکن نالہ ڈیک کے کنارے پر بسنے والے میرے حلقے کے مظلوم آج بھی ٹینٹوں کے نیچے پنجاب کے ان ہمدردوں کے منہ پر طمانچے کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ جن کے بارے میں ضمنی انتخاب پسرور میں میاں صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ میں نالہ ڈیک مرمت کرا دوں گا۔ کیوں نالہ ڈیک پنجاب میں واقع نہیں؟ نالہ ڈیک کے لیے فنڈ میں کوئی پیسہ نہیں ہے۔ یہ مسئلہ ہے جناب! اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ جناب! مسئلہ پنجاب کا نہیں، مسئلہ ذاتی اقتدار کا ہے۔ جو بات ذاتی اقتدار میں دارہ کھاتی ہو وہ بات درست نظر آتی ہے۔ میں اپنے حلقے کے لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے اس جٹ پر شدید عدم اعتماد کا اظہار کرتا ہوں، اس لیے کہ جس جٹ میں، جس خزانے میں میرے حلقے کے مفلوک، مجبور اور بے کس لوگوں کے لیے کوئی ریلیف نہ ہو، کوئی آسانی نہ ہو، کوئی ترقی نہ ہو، کم از کم میں اس جٹ پر اچھے الفاظ کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ جناب سپیکر! ایک مرتبہ پھر ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ شکریہ، خدا حافظ۔

جناب سپیکر: جناب صفدر شاکر صاحب۔

جناب صفدر شاکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

واجب الاحترام جناب سپیکر صاحب! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی جٹ پر بولنے کا موقع دیا۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے پانچویں بار یہ جٹ اس ہاؤس میں پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انھوں نے پچھلے ساڑھے تین سالہ دور میں اور اس چھ ماہ کے دور میں پنجاب کے عوام کے پیسے کو لوٹا نہیں، بلکہ پنجاب کے عوام کا ان پر جو حق بنتا تھا، اس کو انھوں نے پنجاب کے اندر ترقیاتی منصوبوں کی صورت میں خرچ کیا ہے اور یہ انھی خدمات کا صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پھر الیکشن میں اس حکومت کو پنجاب میں کام کرنے کا موقع دیا۔ جناب سپیکر! آج صوبہ پنجاب میں جو ترقی ہو رہی

ہے اور پچھلے ساڑھے تین سال میں جو ترقی ہوئی ہے، پاکستان بننے کے بعد اس ملک میں، اس صوبے میں جتنی بھی حکومتیں آئیں، اس حکومت سے آپ مقابلہ کر کے دیکھیں، اگر اس کا مقابلہ آپ نے عملی طور پر کرنا ہے تو آیئے میرے پنجاب کے ان دیہات میں جایئے، جہاں پہ کبھی آپ کو سڑک نہیں ملتی تھی، جہاں پہ آپ کو کبھی سکول نہیں ملتا تھا، جہاں پہ آپ کو کبھی صحت کی سہولتیں نہیں ملتی تھیں، خدا کی قسم جایئے اور وہاں دیکھیے۔ وہاں سڑکوں کے جال بچھے ہوئے ہیں، وہاں ہسپتال بنے ہوئے ہیں، وہاں سکول بنے ہوئے ہیں۔ یہ کس دور کی کارکردگی ہے۔ یہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کی قیادت میں ساڑھے تین سالہ دور کی کارکردگی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی اسی طرح خدمت کرتے رہیں گے۔ جناب والا! ضمنی جٹ میں پنجاب کی حکومت نے جو ایک ایسا کارنامہ سر انجام دیا ہے کہ انھوں نے بیت المال کے لیے 10 کروڑ روپے کی رقم رکھی ہے، یہ ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جس سے آج پنجاب کے غریب اور وہ بے کس اور بیوائیں، جن کا کوئی سہارا نہیں تھا وہ آج اس حکومت کے لیے دعائیں کر رہی ہیں۔ اس کے ساتھ اس ضمنی جٹ میں پنجاب کی حکومت نے اپنے بنگلہ دیش کے ساتھیوں کے لیے عید کے موقع پر 76 لاکھ روپے کے کپڑے ان کو بھجوائے اور اس کے علاوہ صوبہ سندھ میں اپنے بھائیوں کے لیے 14 کروڑ 55 لاکھ روپے کی گندم دی۔ یہ اس صوبے کی حکومت کا جذبۂ محبت ہے کہ وہ اپنے صوبے کی ہی نہیں بلکہ دوسرے صوبوں کی بھی خدمت کر رہی ہے۔ جناب والا! آپ ضمنی جٹ میں دیکھیے کہ اس صوبائی حکومت نے صحت کے لیے 250 بنیادی یونٹس اور دیہی ترقی کے 10 مراکز کو مکمل کیا۔ اس کے ساتھ 430 بنیادی طبی یونٹس کو مکمل کیا اور صحت کے 68 مرکزوں کی pc کو مکمل کیا۔ جناب والا! آپ تعلیم کی طرف آیئے۔ 4362 پرائمری سکول قائم کیے گئے۔ اس کے علاوہ 1462 مسجد سکول قائم کیے گئے، 436 سکولوں کو پرائمری سے مڈل کا درجہ دیا گیا اور 433 مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا گیا۔ جناب والا! یہ کارنامے ہیں، جن کو پنجاب کے عوام کبھی نہیں بھول سکتے۔ اس کے ساتھ سڑکات کی طرف دیکھیں کہ اس حکومت نے پچھلے ساڑھے تین سال کے علاوہ ان چھ مہینوں کے اندر 1920 کلومیٹر سڑکوں کی تعمیر مکمل کی، جس

سے آج میرے دیہات کے رہنے والے زمین داروں کو منڈیوں تک اجناس لانے کے لیے ان کی دیرینہ مشکلات اللہ کے فضل و کرم سے حل ہو چکی ہیں۔

(اس مرحلے پر چودھری محمد فاروق کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! اس کے ساتھ آپ غور فرمائیں کہ پنجاب کی حکومت پر تنقید ہو رہی ہے، لیکن آپ اس طرف بھی دیکھیں کہ پچھلے دو ماہ کے اندر ہماری زرعی ترقی اور صنعتی ترقی کو جو نقصان پہنچا ہے اور ایک خاص منصوبے کے تحت پنجاب پر لوڈ شیڈنگ ڈالی جا رہی ہے، جس کے سبب آج پنجاب کے کسان رو رہے ہیں کہ ان کے دیہاتوں میں 2/2 دن تک بجلی کا نام و نشان نہیں ملتا۔ یہ کون سا انصاف ہے؟ یہ صرف پنجاب کے ساتھ ہی سلوک ہو رہا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم پنجاب کو اندھیرے میں رکھیں، لیکن میں آپ کو کہتا ہوں کہ پنجاب کے عوام بڑے باہمت ہیں۔ وہ آپ کو اس کا جواب یہی دے سکتے ہیں کہ ؎

جتنے بھی چاہے اندھیروں کو طوالت دے لو
ہم میں ہوگا اگر دم تو سحر کر دیں گے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آپ اس صوبے کی خوش بختی دیکھیں کہ آج اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ آج گندم کی ریکارڈ فصل پیدا ہوئی، چاول کی ریکارڈ فصل پیدا ہوئی اور ان شاء اللہ کپاس کی فصل ریکارڈ پیدا ہوگی۔ یہ اس صوبے پہ اللہ کا کرم ہے کہ فصلات ریکارڈ پیدا ہو رہی ہیں۔ جس طرح یہ ریکارڈ فصلات پیدا ہو رہی ہیں، ان شاء اللہ آئندہ آنے والے سالوں میں ریکارڈ ترقی ہوگی، کیوں کہ ہمارے ارادے نیک ہیں اور شاعر بھی خوب کہتا ہے کہ ؎

ارادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

شکریہ، جناب والا۔

جناب چیئرمین: کنور اعجاز علی خان۔

جناب کنور اعجاز علی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر اور معزز اراکین! السلام و علیکم۔ آج ضمنی بجٹ پر دوستوں نے اظہار خیال فرمایا۔ جناب والا! آپ نے مجھے بھی موقع دیا، جس پر میں آپ کا ممنون و مشکور ہوں۔ آج جن دوستوں نے اپنی تقاریر کیں، اس میں جو بات زیادہ سامنے آئی، وہ یہ کہ دونوں طرف سے دو گھروں کو راضی کرنے کی کوشش کی گئی۔ ضمنی بجٹ پر پنجاب کے نمائندوں کا عوام کی خدمت کا قطعاً کوئی جذبہ نہیں۔ جذبہ ہے تو ایک ہی کہ کسی کو راضی کر لیں۔ میں ایک بات اسلام آباد اور اس ایوان میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ جناب والا! اگر ان لوگوں کو اپنے حلقے کا درد ہے اور یہ لوگ اگر اپنے حلقے کی بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر اگر مجھے فنڈ مل گیا تو آپ بھی لے سکتے ہیں۔ آپ اسلام آباد سے لیتے ہیں تو میں پنجاب سے لیتا ہوں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جناب والا! یہ الگ بات ہے۔ میں نہیں چاہتا اگر الیکشن میں کوئی مخالف اگر سکول کی بات کرتا ہے، اگر ہسپتال اور سڑک کی بات کرتا ہے۔ اپنے ساتھ اپنے اقتدار اور اپنے اختیار کے مطابق بات کرتا ہے تو میرے عزیز آپ بھی کھمبوں کی لائن لگا دیتے ہیں، آپ بھی راتوں رات ٹرانسفارمر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تو سیاسی بات ہے، اس میں بجٹ کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ بجٹ کی بات کریں۔ پنجاب کے بجٹ کی بات کریں۔ میں پنجاب کے بجٹ کی بات کروں گا۔ جناب والا! میں تو آپ لوگوں کی بات دہرا رہا ہوں، میں بات ایک گھر کی تو نہیں کر رہا۔ میں نے دونوں گھروں کی بات کی ہے۔ یہ دونوں گھروں کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ میں حقائق بیان کروں گا۔ میں وہ بات بتاؤں گا، جو پنجاب کے عوام کے مفاد میں ہوگی، پنجاب کے لوگوں کے مفاد میں ہوگی، پاکستان کے استحکام کے مفاد میں ہوگی، پاکستان کی بقا کے مفاد میں ہوگی، ہماری بقا کے مفاد میں ہوگی۔ جناب والا! میں اپنی سیٹ سے بول رہا ہوں، میں ایوان سے بول رہا ہوں، اپنے حق پر بول رہا ہوں۔ میرے دوست! میں آپ سے مخاطب نہیں ہونا چاہتا۔ میں چیئر سے مخاطب ہوں۔ جناب والا! آپ کی اجازت سے لوگ تقریر کرنا چاہتے ہیں، اپنی اپنی باری پر تقریر کرتے ہیں۔ چونکہ باری میری ہے اور مجھے ایوان نے حق دیا ہے، مجھے اس چیئر نے حکم دیا ہے۔ میں نے اپنے علاقے کی نمائندگی کرنی ہے، میں نے پاکستان کی بات کرنی ہے، میں نے پنجاب کی بات کرنی ہے، میں نے عوام کی بات کرنی ہے تو جناب

والا! اگر ہم پاکستان کے خیر خواہ ہیں تو ہمیں اسے مضبوط کرنا ہوگا اور اگر آپ پاکستان کو کمزور کرنا چاہتے ہیں تو یقیناً اپنے گھر کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور اپنا گھر پنجاب ہے۔ ہم پنجاب کو مضبوط کر کے پاکستان کو مضبوط کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہمارا پہلا گھر پاکستان ہے، پاکستان سے ہماری شناخت ہے۔

(شور)

جناب سپیکر! جب آپ کی باری آئے گی آپ اپنے خیالات کا اظہار فرما لیں۔ میں پاکستان کے استحکام کی بات کرتا ہوں۔ میں پاکستان کے وقار کی بات کرتا ہوں اور پاکستان کے اس استحکام کی بات کرتا ہوں اور اس استحکام کے لیے صوبوں کا استحکام بہت ضروری ہے۔ جناب سپیکر! اگر کوئی چھیڑے تو چھڑتا نہیں، اگر کوئی چھڑائے تو چھڑتا نہیں۔ یہ تو ایک اپنی ادا ہے، جو آپ نے کی، جو انھوں نے کی، جو میری رائے ہے، میرا خیال ہے، جو میرا ایک مدعا ہے وہ میں نے خود ظاہر کیا اور جناب سپیکر! کیوں کہ ضمنی جٹ کی بات تھی، اس جٹ میں میری نظر میں ایک بات ہے۔ وہ یہ ہے کہ عوام پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ یہ اس میں بھی نہیں لگا۔ جو آئندہ سال میں بھی نہیں لگے گا۔ جناب سپیکر! ہمارا اصل جٹ جو 90-1989ء کا ہے، ہم اس کی بات کر لیں گے، لیکن ضمنی جٹ جو پیش ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ یہاں بات ہوئی کہ پولیس کو زیادہ دے دیا گیا، فلاں کو زیادہ دے دیا گیا، فلاں کو زیادہ دے دیا گیا۔ جناب سپیکر! ہر ممبر رکن اسمبلی اور اس کے علاقے کے لوگ اپنے گھر کی حفاظت کے لیے کلاشنکوف کے لائسنسوں کے لیے دوڑے پھرتے ہیں۔ یہ اپنے لوگوں کو لائسنس لے کر دیتے ہیں تو ہمیں اپنے اس پنجاب کی، اپنے اس گھر کی حفاظت کے لیے پولیس کو مضبوط کرنا چاہیے، پولیس کو استحکام دینا چاہیے۔ جب ہماری پولیس مضبوط ہوگی تو ہماری حفاظت ہوگی اور ہم سکون کے ساتھ باعزت طور پر شریفانہ اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! تمام مدوں میں جو رقوم مختص کی گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ خواہ وہ سکولوں کے لیے ہیں، ہسپتالوں کے لیے یا سڑکات کے لیے ہیں وہ عوام کے مفاد کے لیے ہیں۔ نائب تحصیل داری کی بات کر لیں میرے بھائی لیکن جب آپ کی

باری آئے تحصیل داری کی بات کر لیں۔ اگر میں شروع ہوا تو اپریزر سے شروع ہوں گا ڈپٹی سیکرٹری تک کی بات کروں گا اور 17/18/19 گریڈ تک کی بات کروں گا۔ میں پنجاب میں رہتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میرا بیٹا جو لاء گریجویٹ ہے، صحت مند خوب صورت نوجوان ہے۔ اسے اگر ملازمت ملی ہے تو یہ میں نے اپنا حق لیا ہے۔ آپ اگر اسلام آباد میں بیٹھ کر ڈپٹی سیکرٹری بھرتی کراتے ہیں۔ آپ اسلام آباد میں جا کر اپریزر بھرتی کراتے ہیں تو یہ پھر کوئی طعنے کی بات نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرا حق ہے۔ میں نے اپنا حق لیا ہے، خواہ میں ملازمتیں لوں، خواہ سڑکات لوں اور خواہ میں سکول لوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ڈنکے پر بیٹھ کر میں ان سے لے سکتا ہوں، آپ بھی لے سکتے ہیں۔ تم سب لے سکتے ہو۔ میرے عزیز! اس میں ضمیر بیچنے کی بات نہیں ہے؛ اس میں اپنا حق لینے کی بات ہے۔ ایک طرف آپ اپنا حق مانگتے ہیں، ایک طرف آپ اپنے علاقے کے لوگوں کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف آپ علاقے کے لوگوں کی خدمت کے لیے اپنا حق مانگنا نہیں جانتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی کمزوری ہے؛ آپ کی بزدلی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جٹ مناسب آیا، اچھا آیا۔ تقریر تو میرے دوست، میرے عزیز آپ بھی اچھی کرتے ہیں۔ آپ کی بھی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ اخباری نمائندے بڑھ چڑھ کر ہمارا نام لکھیں۔ میری یہ خواہش کبھی نہیں ہوتی۔ جٹ پر میں اپنا خیال، اپنا اظہار اور اپنا مافی الضمیر پیش کرتا ہوں۔ جناب والا! اگر آپ پہلے کر چکے ہیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں، رات کے اندھیرے میں یا کسی اور روشنی میں میں تو بڑی کھلی کتاب ہوں۔ جناب والا! میرا آپ سے مذاق تو نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضمنی جٹ پنجاب کے لیے، پنجاب کے عوام کے لیے اور ہم سب کے لیے اچھا ہے، مناسب ہے اور میں اپنے دوستوں سے بھی اپیل کروں گا کہ وہ ہر بات ضد برائے ضد اور تنقید برائے تنقید کے لیے نہیں کریں گے۔ اچھی بات کو تسلیم کرو۔ ہم تو ہمیشہ ایک بات کہتے ہیں کہ مرکز کا احترام پنجاب پر لازم ہے اور پنجاب کے حقوق دینا ان پر لازم ہے۔ جناب سپیکر! تو میں اپنی اس تقریر کا اختتام اس طرح کروں گا کہ ہماری

حدیں مقرر ہیں، صوبوں کی اور مرکز کی مقرر ہیں۔ اپنی اپنی حدود میں رہ کر ہمیں ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے۔ اپنے علاقے اور عوام کی بہتری اور بھلائی کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اپنے حقوق خواہ مرکز یا صوبے سے ہوں، ہمیں اپنے علاقے کے حقوق طلب کرنے چاہئیں اور عوام کی خدمت کا جذبہ رکھنا چاہیے۔ خدا حافظ۔

جناب چیئرمین : اب ضمنی میزانیہ پر بحث کے لیے نواب زادہ غضنفر گل صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ رب اشرح لی صدری o ویسرلی امری o واحلل عقدۃ من لسانی o یفقھو، قولی o صدق اللہ العظیم o

جناب سپیکر! مجھے اور آپ کو علم ہے کہ میرے لیے وقت کی relaxation ہے۔ پنجاب میں qualificaiton relax کرنے کا قانون تو پاس ہو چکا ہے۔ وقت میں relaxation تو آپ تھوڑی بہت دے سکتے ہیں۔ آپ نے پہلے بھی بہت کچھ لے لیا، میرے محترم اور لے لیں۔ میں سب سے پہلے یہ بات کروں گا کہ آج اس ایوان کے اندر کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی۔ میں آج اس ایوان کے اندر سب سے پہلے نئے پارلیمانی سیکرٹری کو ان کی تقرری پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور میرے لیے انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ گجرات کو دو پارلیمانی سیکرٹری ملے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آئندہ ان شاء اللہ ہمارے ہی پارلیمانی سیکرٹریوں کو اگلے بنچوں پر بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوگی۔ اور میرا خیال تھا کہ اُس طرف کے لوگ اپنے پارلیمانی سیکرٹریوں کو مبارک باد دیں گے لیکن ان کو اتنا حوصلہ نہیں ہوا۔ اور تین چار میری نظر میں اور ہیں اگر وہ اسی طرح تقریریں کرتے رہے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ضرور بنائے۔ اس کے بعد ہمارے مشیر راجہ الطاف صاحب نے فرمایا کہ مجھے قائد حزب اختلاف کی باتوں اور فگرز کی سمجھ نہیں آئی۔ یہ جو سمجھنے کی بات ہے جو آدمی سن رہا ہوتا ہے یہ اس پہ موقوف ہوتا ہے۔ پنجابی میں ایک شعر ہے کہ ؎

لکھے نوں بازار وکھایا تے سارا سیر کرایا
تے جد پچھیا تے اوہنے کہیا، مینوں کچھ نظر نئیں آیا

اگر وہ نہیں سمجھ سکتے اگر وہ نہیں دیکھ سکتے تو اس میں قائد حزب اختلاف

کوئی قصور نہیں۔ جناب والا! اس ضمنی میزانیے میں دو چیزیں ایسی ہیں کہ میں ان کی داد دینا چاہوں گا اور میں ان کی داد دینے میں کبھی بخل سے کام نہیں لوں گا۔ وہ دو چیزیں یہ ہیں کہ ایک تو ضمنی میزانیے کو پڑھنے والا قابل تعریف ہے اور اس کے حوصلے کی داد دینی پڑتی ہے ایک اس میں خوش آئند اور خوب صورت بات ہے اور دوسری اس میزانیے کی عبارت اور افسانوی زبان اور اچھی سن کالج سے پڑھے ہوئے میرے وزیر خزانہ کو انھوں نے لکھ کر امتحان میں ڈال دیا لیکن میں مبارک باد دیتا ہوں کہ اردو سے نا آشنائی کے باوجود انھوں نے خوب صورتی سے اس مشکل عبارت کو پڑھا اور یہ عبارت اتنی افسانوی ہے کہ اگر اسے بھی مسلم لیگ کی میٹنگ کی طرح الحمرا کے سٹیج پر پیش کیا جاتا تو زیادہ بات نہیں تھی کیوں کہ اس کے اندر سوائے افسانے کے جٹ والی تو کوئی بات ہی نہیں اور جٹ کی تعریف تو میں آئندہ اپنی تقریر میں بتاؤں گا۔ آج میں اس ایوان اور وزیر خزانہ کی اطلاع کے لیے ضمنی جٹ کے متعلق ایک دو لائنوں میں عرض کروں گا اور یہ محکمہ خزانہ والے وزیروں کو نہیں بتاتے کہ یہ ضمنی جٹ کیا ہوتا ہے یہ ضروری نہیں ہے چونکہ ہم نے ضمنی جٹ پیش کرنا ہے اس لیے پیش کرنا ہے۔ حضور والا! ایک میزانیے میں ایک سال کے اخراجات اور آمدنی ہوتی ہے۔ اگر اس کے اندر دوران سال کوئی ہنگامی حالات آ جائیں، کوئی مشکل آن پڑے یا کوئی غیر معمولی صورت حال پیش آ جائے تو ضمنی اخراجات انٹر ہوتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ضمنی میزانیہ، میزانیے کا متبادل نہیں ہے۔ اس ضمنی میزانیے کے اندر اور خصوصاً اس وقت کہ اس رواں سال کا میزانیہ ابھی 6 مہینے پہلے نومبر میں پیش کیا ہے تو اس 6 مہینے کے اندر اتنے ضمنی اخراجات؟ ایسے حالات کیسے پیش آئے کہ ایک جٹ کے متبادل ضمنی میزانیہ پیش کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ کہ ضمنی میزانیے کی گرانٹس اور آئٹمز کا جتنا سائز بڑا ہوگا اس کا bad reflection, پلاننگ پہ ہوگا کیوں کہ پچھلے 11 سال میں اس ملک کے اندر پلاننگ نہیں ہوئی۔ اس کے اندر حکومت کو ڈائریکٹوز سے چلایا گیا۔ ڈائریکٹو کیا ہوتا ہے وہ بھی میں آپ کو بتانا چاہوں گا۔ عام طور پر پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ ایک criteria کے تحت منصوبے بناتا ہے۔ آدھے میل پہ گلی جائے گی، اتنی سڑک ہوگی، اتنے سکول ہوں گے یا وہ feasible ہے یا نہیں۔ اس کی

feasibility نکالتے ہیں، اس کا پی سی-1 فارم بناتے ہیں، اس کا cost benefit analysis کرتے ہیں پھر اس پراجیکٹ کو امپروو کرتے ہیں۔ کئی علاقے ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں criteria کے تحت ترقی نہیں ہو سکتی اور وہاں اگر ہم criteria پہ جائیں تو وہاں بجلی پہنچے، سکول بنے یا کارخانہ لگنے میں سال ہا سال لگیں۔ اس صورت میں حاکم specially ڈائریکٹو جاری کرتا ہے کہ اس علاقے کو criteria سے مستثنیٰ قرار دے کر lapse کر کے ادھر یہ منصوبہ دیا جائے اور یہاں یہ ہوا کہ class-iv کے ملازم بھی وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹوز پر لگائے گئے اور میں نے پی ٹی سی ٹیچروں کی تقرری کے لیے ایک ایک ایم پی اے کو 20/20 ڈائریکٹو اٹھائے دیکھا ہے تو اس صوبے میں secondary education was reduced to the government of Directives اور اس کو وہ ایڈہاک سسٹم کہتے ہیں۔ ایڈہاک سسٹم وہ ہوتا ہے کہ صبح کا پتا نہیں ہے۔ آج اس کو لگا دو، صبح پھر دیکھا جائے گا۔ اس میں پلاننگ نہیں ہوتی ہے،اس میں forecasting نہیں ہوتی، اس میں اکنامک لائن نہیں ہوتی، اس میں ایک نظام نہیں ہوتا،ایک نظام تسلسل نہیں ہوتا۔ اس میں روز کا کام روز نپٹایا جاتا ہے۔ جس طرح کہ امیر آدمی اپنے مکان پہ بیٹھا ہے اور نیچے سے فقیر آکر آواز لگاتا ہے کہ مجھے کچھ دو۔ اوپر سے امیر آدمی بولتا ہے 'دامن بیار،۔ کہ اپنا دامن پھیلا۔ وہ غریب آدمی کہتا ہے کہ 'دامن از کجا آرند،۔ کہ دامن ندارد کہ میں دامن کہاں سے لاؤں؟ میرے پاس تو کپڑا ہی نہیں ہے۔ تو امیر آدمی اوپر سے کپڑا پھینکتا ہے اس کو ایڈہاک سسٹم کہتے ہیں، اس کو پلاننگ نہیں کہتے، اس کو begging or beggary کہتے ہیں اور سوسائٹی کو subordinate بنا دیا جاتا ہے۔ انسانوں کو انسانوں کا محتاج بنا دیا جاتا ہے اور انسانیت کی تذلیل اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ جس نے چپڑاسی بھرتی ہونا ہے وہ وزیر یا اسمبلی کے ممبر یا ڈائریکٹو کا محتاج ہو۔ جناب والا! یہ موجودہ حکومت غیر فطری نظام کی extension ہے۔ یہ extension کسی بھی نظام میں ہوتی ہے۔ یہ ایڈہاک ازم سسٹم کا extension ہے۔ اس ایڈہاک سسٹم کو ہمارے خون سے سینچا جا رہا ہے اس لیے ان شاء اللہ خون رنگ لائے گا۔ اس میں پرسنل ہونے کی بات نہیں ہے کیوں کہ ۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

کیوں کہ بھائی! لوٹو، تمہارا حق ہے۔ آہ کرنا ہمارا حق ہے۔ اپنا حق تم لے لو، ہمارا حق ہمیں دے دو۔ اس میں جھگڑنے کی کیا بات ہے اور کچھ لوگوں کو آہ کرنے کا سلیقہ نہیں ہے، وہ ذرا زیادہ زور سے آہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے جیسے لوگوں نے اگر آہ بھی کرنی ہے تو اسے ذرا رنگ و آہنگ سے اسے تھوڑا سا دھیما کر کے موسیقی کے انداز میں حکمران کے کان میں کہہ دیتے ہیں کیوں کہ حکمران کو ہاتھ پھیلانا خوش گوار لگتا ہے اور اگر ہاتھ آہستہ رکھو تو وہ کہتا ہے کہ تم نے میرے اختیار کو چیلنج کیا۔ یہ فرق ہے۔ یہ ملوکیت اور جمہوریت میں فرق ہے کہ جہاں تمام وسائل ایک فرد واحد کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ میں اتفاق کرتا ہوں کہ فنون لطیفہ کو ہمیشہ ملوکیت سے ترقی ملی ہے اور بڑی بڑی عمارتیں اور باغ ہمیشہ بادشاہوں نے بنائے کیوں کہ انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے قلعے اور بڑی بڑی بارہ دریاں اور کئی کئی tiers کے باغات بادشاہوں نے بنائے ہیں اور فنون لطیفہ اور راگ رنگ کی محفلوں اور موسیقاروں کو ان کے دور میں عروج ملتا ہے کیوں کہ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ Because all the resources are at their will or their sweet will rather. لیکن جمہوری نظام میں سر پھرے آکر اس طرف بیٹھ جاتے ہیں، ان کو پوچھنا پڑتا ہے کہ بھائی! حکومت تمہیں ملی ہے تو یہ روپیہ خرچ کرو لیکن planned طریقے سے خرچ کرو۔ اگر تمہیں پلاننگ نہیں آتی تو فنانس ڈیپارٹمنٹ سے پوچھ لو۔ اگر وہاں کوئی اچھا افسر نہیں ہے تو یہاں آ جاؤ۔ اگر نہیں تو ہم سے پوچھ لو، ہم بیٹھے ہیں۔ ہم سے پوچھو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اُدھر اٹھا کر ہم سے پوچھو، ہم سے ادھر ہی پوچھو۔ لوگوں کو اُدھر بیٹھنے والا شوق ہوگا لیکن ہمیں نہیں ہے، ہم تو اس صوبے کی خدمت کے لیے آرہے ہیں

آپ ان کے رحم و کرم پر کیوں ہیں۔ ہم آپ کی خدمت کے لیے volun-tarily تیار ہیں کیوں کہ یہ صوبے کا مسئلہ ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیوں کہ وزیر خزانہ نے کہا ہے یہ میری خوش بختی ہے کہ میں نے بجٹ پیش کیا ہے۔ وہ اتنا وضع دار

زمین دار خاندانی آدمی ہے میں جانتا ہوں کہ ہم اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے لیے مشکل سے مشکل حالات کو اپنے سر پر لے لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہنا چاہیے کہ انتہائی زحمت کا موقع ہے کہ میں نے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ یہ پنجاب کی روایتی وضع داری ہے کہ انھوں نے کہا کہ یہ میری خوش بختی ہے کیوں کہ 'سجناں دے کنڈے وی جھولی پان، یہ ہمارا وتیرہ ہے۔ لیکن میں ان کو بتاؤں گا جن کے لیے وہ کانٹے اپنی جھولی میں ڈال رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے آگے یہ خالی وہ خود پر کر لیں گے۔ سیانے آدمی ہیں۔ تو جناب والا! انہوں نے ضمنی میزانیے میں کہا کہ 145 کروڑ روپے نہایت ناگزیر اور عوامی اہمیت کے کاموں پر خرچ کرنے پڑے۔ بھئی! اچانک کیا افتاد آن پڑی کہ ان کو 145 کروڑ روپے خرچ کرنے پڑے اور پھر فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ہے نہیں۔ جو روپیہ آپ کے پاس ہے نہیں، اس کو خرچ کہاں سے کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ رہیں گے دلی میں تو کھائیں گے کیا؟ وہ ہمیں بتائیں کہ 145 کروڑ جو ہنگامی حالات میں خرچ کیے، وہ کیسے حالات تھے؟ اصل میں یہ ضمنی میزانیہ ان کا ہے کہ وہ جس طرف گیا نعمتیں بانٹتا گیا۔ اپنی جیب میں اس ملک کا روپیہ ڈال لیا اور جہاں کسی نے مانگا، سر جھکایا اس کے گلے پہ ڈال دیا۔ تو یہ وہ گرانٹس ہیں جو الیکشن کے دوران بانٹی گئی ہیں اور جو گرانٹس ضمنی انتخاب کے دوران بانٹی گئی ہیں، ہم کہتے ہیں کہ بانٹیں لیکن اس طرح بانٹیں۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین : نواب زادہ صاحب! اپنی بات مکمل کریں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب .I am winding up جناب والا! تو اس لیے This budget is a reflection on the government اور میں وزیر خزانہ سے یہ کہوں گا کہ یہ وہ اپنے کھاتے میں کیوں لیتے ہیں کیوں کہ بجٹ کے متعلق مین سپیچ تو آگے آئے گی۔ آخر میں انہوں نے فرمایا کہ بجٹ کی funding کی philosophy کا اصول یہ ہے کہ وہ project funding ہوتی ہے اور یہاں پہ ایک پرسنل funding کی گئی ہے کہ لوگوں کو fund کیا جائے، پروجیکٹ کو فنڈ نہ کیا جائے اور یہ انتہائی غیر اقتصادی بات ہے اور اقتصادیات میں نااہلی ہے کہ پرسنل فنڈنگ کوئی انعام نہیں۔ اس کے بعد میں بہت سی باتیں چھوڑ جاؤں گا ان سے مشکل

شعر پڑھوائے گئے ہیں۔ آخر میں یہ کہا گیا ہے کہ مرکز اور صوبے کا رشتہ باپ بیٹے کا ہوتا ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں لیکن باپ بیٹے کا پروٹوکول بھی ہوتا ہے عزت مراتب بھی ہوتا ہے اور بیٹے کو باپ کا پروٹوکول رکھ کے اپنے فرائض ادا کر کے اپنے حق مانگنے کا حق پہنچتا ہے۔ یہ نہیں کہ بیٹا، باپ کی بات سننے کو تیار نہ ہو اور اس کی جیب میں ہاتھ ڈالنے کو کہے کہ میرا استحقاق مجروح ہو رہا ہے، ہرگز نہیں۔ جناب والا! کوئی باپ اپنے بیٹے کو کتابوں کے لیے پیسے دے سکتا ہے، اس کو سائیکل خریدنے کے لیے دے سکتا ہے، اس کو سکول جانے کے لیے دے سکتا ہے، فیسیں دے سکتا ہے، تھوڑی بہت اس کی ضروریات، اس کے دوستوں کو چائے پلانے کے لیے دے سکتا ہے لیکن اپنے بیٹے کو اللے تللے اڑانے، ہیروئن پینے، بدمعاشوں کو فنڈ کرنے اور بے جا اسراف کرنے کے لیے کوئی عقل مند باپ پیسے نہیں دے گا اور جناب والا! جو بیٹا اپنے باپ کی دولت کا زیاں کرنے کے درپے ہو، وہ اپنے باپ کا نہیں، اپنا بھی دشمن ہے ؎

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ سے خلق خدا غائبانہ کیا

وما علینا الا البلاغ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین : اور اب حاجی غلام رسول خان صاحب۔۔۔ اسلم گورداسپوری صاحب۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری :ایک ہی سال میں ضمنی جٹ کا یہ دوسرا ضمیمہ پنجاب کی اقتصادی تاریخ کا ایک نادر نمونہ ہے۔ پہلے تو کسی بھی سالانہ جٹ کے بعد کسی ضمنی جٹ کا در آنا اور نئے سرے سے بنایا جانا، اس جٹ کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور پھر نئے جٹ کے ساتھ 5 ماہ . بعد پھر ایک نیا ضمنی جٹ دینا، یہ غیر منصوبہ بندی اور کوتاہ اندیشی کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔ جٹ کو آپ ذرا غور سے دیکھیں تو یہ جٹ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے حلقے کا جٹ زیادہ لگتا ہے، پنجاب کا کم ہے۔ 5 ماہ کے دوران اس حلقے میں کروڑوں روپے خرچ کیے گئے ہیں اور ان کی ہمسائیگی میں دوسرے حلقوں پر دیکھا جائے تو ان کا عشر عشیر بھی خرچ نہیں کیا گیا میرے حلقے کی مثال لیں، وہاں

اسی ضمنی بجٹ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ 20 لاکھ لگایا گیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس وقت چیئر پر ہیں، ایک کمیٹی بنا دی جائے اور کمیٹی بھی حزب اقتدار سے بنائی جائے اور میں اسے ساتھ لے جا کر دکھاتا ہوں کہ میرے حلقے میں 20 لاکھ روپے کی کون سی اینٹ لگی ہے جس کا بجٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اس طرح ضمنی بجٹ کا نام لے کر قومی خزانے کو اس طرح لوٹنا جس طرح سرمایہ دار کلاس اپنے مفاد کے لیے دولتیں لٹایا کرتی ہے، یہ قومی سیاستوں میں نہیں ہوا کرتا۔ یہ تجارت کے میدان میں اور منڈیوں میں ہو سکتا ہے۔ قوموں کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا جس طرح دیکھنے میں آرہا ہے اور آپ دیکھیں ہر چیز کو پنجاب کے نام پہ پکار کر کیا جا رہا ہے۔ ہر چیز کا نام پنجاب رکھ دیا گیا ہے۔ جو کام کرنا چاہیں پنجاب کا نام دے دیں۔ جس طرح اسی ملک میں ان کے پیر استاد ضیاء الحق جو کام کرتے تھے اسلام کا نام لے کر کرتے تھے اور یہاں اب پنجاب کا نام لے لیا گیا ہے۔ آج سے کروڑوں سال پہلے بروٹس بھی اسی طرح ہی کیا کرتا تھا۔ اس نے کیا دیا تھا اس کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ جناب! کیا تاریخ نے ثابت کیا کہ وہ شودر سے پیار زیادہ کرتا تھا یا روم سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ بروٹس کے بعد اسٹین کی تاریخ کیا ثابت ہوئی؟ کہاں گیا اسٹین جو شودر کا دشمن تھا اور جو روم سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ جو بروٹس اسٹین سے زیادہ پیار کرتا تھا اس کے عہد میں اسٹین کہاں گیا؟ کتنے ٹکڑے ہوئے؟ اور آج پنجاب کا وزیر اعلیٰ کچھ کر رہا ہے مجھے وہ پنجاب کا وہی شخص نظر آرہا ہے جو اسٹین کا قاتل تھا۔ یہ مرکز کے خلاف آج وہی نعرہ دے رہا ہے کہ میں مرکز سے یہ نہیں کہتا کہ مجھے پاکستان سے پیار نہیں ہے، مجھے پنجاب سے زیادہ پیار ہے۔ کیوں؟ کیا ثابت کرنا ہے؟ بروٹس نے ایک شخص کو قتل کیا تھا، اس کا جرم کم تھا، اس کی ہوس اقتدار کا جرم کم تھا اور پنجاب کا وہی نعرہ مار کر پاکستان ختم کر دے، اس کا جرم کتنا بڑا ہوگا؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ پنجاب میں کیا ہو رہا ہے؟ کس چیز پر کیا کیا کچھ کر رہے ہیں۔ پنجاب پیپلز پروگرام پر مداخلت ہے اور میرا ایک حلقہ جو 20 میل میں ہوگا۔ وہاں جا کر دیکھو، کیا ہو رہا ہے۔ شہباز شریف کو کیا اختیار ہے میرے حلقے میں جا کر اتنا پتھروں پر اپنی مہر لگائیں۔ کیا اختیار ہے اس پس خوردہ، جس نے مجھ سے شکست کھا

اس کو اس وزیر اعلیٰ نے اپنا چیتا بنا رکھا ہے وہ جا کر لاکھوں روپے کے افتتاح کریں۔ ایل ڈی اے میں جا کر اس کی کارروائی چلے اور کیا ہو رہا ہے۔ ایک تھانے دار بدل دو، پرسوں سے اخباروں میں اعلان کر دیا جا رہا ہے کہ میاں محمود نے تھانے دار تبدیل کر دیا۔ شہباز شریف کے حکم سے تھانے دار تبدیل کر دیا۔ یہ بنا رہے ہیں؟ یہ سڑک بنا رہے ہیں؟ یہ ہر ادارے کو مافیا بنا رہے ہیں، پولیس کا مافیا، اسمبلی کا مافیا، فنڈز کا مافیا، کہاں تک چلتے رہو گے؟ ہم نے تو زندگی میں جمہوریت کے بحالی جدوجہد کی۔ ان میں سے جدوجہد کرنے والا کون ہے؟ ان میں کون ہے جو کسی ایسے وقت کا مقابلہ کرے گا جس وقت پر انسانوں کے پتے جلتے ہیں کہ ان کے پتے میں کتنا پانی ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: گورداسپوری صاحب! ضمنی میزانیے پر بات کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری: اگر آپ نے مجھے تقریر کی اجازت دی تھی تو میں تقریر پوری کروں گا۔ اگر آپ ٹوکنا چاہتے ہیں تو میں یہاں نہیں بیٹھوں گا، باہر چلا جاؤں گا۔ اس طرح بات نہیں ہوتی۔ میں نے 2/3 منٹ تقریر کی ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: گورداسپوری صاحب! میں نے آپ کو بیٹھنے کے بارے میں نہیں کہا۔ میں نے کہا ہے کہ آپ ضمنی میزانیے کے بارے میں بات کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری: یہ سب کچھ اسی میں آتا ہے، اس کا حصہ ہے اس لیے میں بات کر رہا ہوں۔ میں اس طرح کی باتیں نہیں کرتا جس سے بدمزگی ہو۔ میں وہ باتیں کر رہا ہوں جو دکھ کی باتیں ہیں جن کو میں آپ کے اس ہاؤس میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس طریقے سے حکومتیں نہیں چلتیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ پیپلز ورکس پروگرام میں ہارے ہوؤں کو ایڈمنسٹریٹر بنا دیا۔ آپ مجھے بتائیں کہ میرے حلقے میں ہارے ہوئے کو مارکیٹ کمیٹی کا ایڈمنسٹریٹر کس نے بنایا؟ وزیر اعلیٰ پنجاب نے نہیں بنایا؟ اگر وزیر اعلیٰ پنجاب ایک ہارے ہوئے کو، ایک شکست خوردہ کو میرے حلقے میں، میرے انتظام میں اس لیے کہ میں وزیر بن کر اگلی صفوں پر بیٹھنے کو تیار نہیں ہوں۔ اس لیے کہ میں اس ملک میں پنجاب کو پاکستان کی تاریخ میں سیاست کی سطح پر زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ سودے بازی اور سودے کاری کی سطح پر نہیں۔ میں کسی وزیر اعلیٰ کے

سارے، صوابدید، دلال یا کسی کا ایجنٹ بن کر نہیں میں اپنی زندگی، اپنے معیار اور اپنی تعلیم کی بدولت اور سارے اپنے حلقے کے عوام کی نمائندگی کرنا چاہتا ہوں، اس لیے ہمارا ایڈمنسٹریٹر ان کو قبول نہیں اور جناب سپیکر! جس نے مجھ سے شکست کھائی، اس کو مارکیٹ کمیٹی کا ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا۔ کیا قانون ہے؟ قانون پڑھ کر دیکھیں کہ مارکیٹ کمیٹی کا ایڈمنسٹریٹر اچھے گریڈ کا سرکاری ملازم یا منتخب آدمی بن سکتا ہے۔ نہ وہ منتخب آدمی، نہ وہ سرکاری افسر، پھر یہ سکھا شاہی، یہ رنجیت شاہی کیوں ہو رہی ہے؟ اس لیے اس کا جواب کون دے گا؟ اس کا جواب کوئی نہیں دے گا۔ کیوں؟ انھیں پیپلز ورکس پروگرام کے ایڈمنسٹریٹر پسند نہیں ہیں۔ ان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پسند ہیں۔ ان کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پسند ہیں، ان کو عوام کے ایڈمنسٹریٹر پسند نہیں ہیں، ان کو عوام کا کوئی کام پسند نہیں ہے اور اس پنجاب کا کس طرح حشر کیا جا رہا ہے۔ سروس کمشن کے ساتھ کیا کیا گیا؟ پنجاب کے ملازمین کے ساتھ کیا کیا گیا؟ کیا کسی مہذب معاشرے میں آج تک ایسا ہوا؟ ہم انگریز کے دور کو سامراج کا بدترین دور سمجھتے تھے، کیا انھوں نے کبھی یا ان کے کسی وزیر اعلیٰ نے کبھی ایسے اختیارات استعمال کیے کہ آٹھویں پاس کو، دسویں فیل کو تحصیل دار لگا دیا گیا؟ آج سے پیشتر اس ملک پر مارشل لاء بھی آئے، بدترین ڈکٹیٹر بھی آئے، اس ملک پر فوجی راج بھی رہے۔ کیا فوجی راج میں کسی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے سروس کمشن کے اختیار ختم کیے؟ افسروں کی ریکروٹنگ ختم کی؟ اب بھی کہتے ہو یہ پنجاب ہے؟ اب بھی کہتے ہو کہ تم پنجاب کی نمائندگی کرتے ہو؟ اب بھی کہتے ہو تم پنجاب کے رہ نما ہو؟ کہ اس ملک کے بنائے ہوئے قانون کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ ایک منظم ضابطہ حیات کو تم برباد کر دو، اپنی فیکٹری سمجھ کر، اپنا محلہ سمجھ کر، اپنی گلی سمجھ کر، اپنا گھر سمجھ کر اس کا تیا پانچا کر دو، اس کا ستیاناس کر دو اور پھر بھی کہو کہ ہم حاکم ہیں۔ اس کا فیصلہ تاریخ کرے گی کہ سرکاری افسروں کے ساتھ کیا کیا گیا اور اگر یہاں پیپلز پارٹی حزب اختلاف میں نہ ہوتی تو آج سرکاری ملازموں کے ساتھ اس سے کوئی بڑی بات نہیں ہوگی کہ آج پنجاب میں کسی سرکاری افسر کو یہ علم ہی نہیں کہ اس کی جان کس کے ہاتھ میں ہے؟ کس کی مٹھی میں ہے؟ آج انھیں دھڑکا لگا دیا۔ آج چیف منسٹر ہاؤس

سے فون آتے ہیں کہ شاہدرے کا فلاں افسر تبدیل کر دو۔ اس لیے کہ اس نے اسلم گورداسپوری سے بڑی ہنس کے بات کی ہے۔ کرتے رہو۔ کوئی افسر ہمارے کام نہیں روک سکتا۔ میں دعوے سے کہہ رہا ہوں، للکار کے کہہ رہا ہوں اس لیے کہ ہم ناجائز نہیں کراتے، ہم جائز چاہتے ہیں اور جائز کام رکا نہیں کرتے۔ جناب سپیکر! میں اس ہاؤس کو بڑی خوب صورت بات بتاؤں، ذرا ملاحظہ کیجیے۔ میں ڈی سی کے کمرے میں بیٹھا تھا، وہ ہمارے دوست ہیں۔ وہاں ایک کونسلر نے آکر اختر رسول کی شکایت کی کہ انہوں نے دہلی چوک میں دہی بھلوں کی ریڑھی لگا دی ہے، اسے اٹھایا جائے اور ڈی سی صاحب نے بڑے خوب صورت مذاق کے لہجے میں کہا کہ ہاں! ان کو وہاں ریڑھی نہیں لگانی چاہیے۔ ان کو ریڑھی ایئر پورٹ پر لگانی چاہیے اس لیے کہ ائیر پورٹ اب پولیس کی حد میں ہے۔ اندازہ کیجیے کہ اگر وہ شخص پنجاب کے حاکموں کی بات مان جاتا اور اکڑ جاتا اور اپنے محکمے، اپنے عہدے، اپنے مرتبے اور اپنے mother department سے بغاوت کرتا تو بہت قابل عزت تھا۔ پھر اختر رسول کی ریڑھیاں خواہ چیف منسٹر ہاؤس کے سامنے لگا دی جاتیں اور جب ایک بار وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ چلے گئے یا پتا نہیں کیا ہوا تو یہ ڈی سیوں کے لہجے ہیں کہ اب ان کی ریڑھیاں ان کی سطح پہ لگنی چاہییں جہاں وہ کام کر رہے ہیں۔ یہ ہے ظرف، آپ دیکھیں کہ یہ ملک کس طرح سے چلایا جا رہا ہے۔ پولیس کا محکمہ کس طرح برباد کر دیا گیا ہے۔ کوئی شخص جا کر دیکھے کہ ان کے ایس پیوں کی کیا حالت ہے۔ شہر میں ایک ایس پی رکھا ہوا ہے جو صرف وزیر اعلیٰ کا ہے۔ جس کا پنجاب سے کوئی تعلق نہیں، پنجاب کی عوام سے کوئی تعلق نہیں۔ حکومت جو مرضی کرائے۔ نہ اصول سے کوئی کام ہوتا ہے، نہ کسی قانون اور ضابطے سے کوئی کام ہوتا ہے۔ چند دن ہوئے تھانوں کو یہ آرڈر بھی گئے ہیں کہ پیپلز پارٹی کا کوئی ایم پی اے فون کرے تو آگے سے تھانے دار کہے کہ میں نہیں ہوں۔ یہ کل سے میرے ساتھ ہو رہا ہے لیکن کرتے جائیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شریف لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا اس لیے کہ ہم جوئے نہیں کراتے۔ ہم نے کوئی ناجائز کام نہیں کرانے۔ ہم نے اس ملک میں ایک اچھی دنیا پیدا کرنی ہے اور جناب سپیکر! یہ بہت افسوس ناک بات ہے کہ پنجاب میں جب بھی بات کی جاتی ہے

پنجاب کے وزیر اعلیٰ کہتے ہیں کہ مارشل لاء لگ جائے۔

جناب چیئرمین : گوردا سپوری صاحب! آپ اپنی بات مکمل کریں۔ آپ کا وقت کم رہ گیا ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : میں بات کر رہا ہوں۔ مجھے بات کرنے دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میاں صاحب! ہم نے کبھی کہا کہ ہم میاں نواز شریف کی حکومت کو ہٹا کر پنجاب میں مارشل لاء لگا دیں گے۔ ہم ایسا نہیں کہیں گے۔ خواہ میاں نواز شریف زندگی بھر جمہوری طریقے سے پنجاب پر اپنی راج دھانی کرے۔ ہم زندہ رہیں، زندگی بھر یہ بات نہیں کریں گے کہ نواز شریف کو ہٹا کر مارشل لاء لگائی جائے اور پھر میاں نواز شریف اور ان کی آئی جے آئی کو یہ خبط ہے کہ وزیر اعظم بے نظیر کو ہٹا کر مارشل لاء لگ جائے گا تو یہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کہ بمنٹ بھی ان کی ہے، چیت بھی ان کی ہے، یہ دونوں طرح سے حاکم ہیں۔ اس طرح بھی حاکم اور جرنیل آئیں گے پھر بھی حاکم۔ نہیں، یہ غلط فہمی ہے۔ اب جس کو یہ دعویٰ یا غلط فہمی ہے کہ اس ملک پر مارشل لاء لگے گا، وہ سوچ لے کہ اب سندھ پر مارشل لاء نہیں لگ سکتا، بلوچستان پر نہیں لگ سکتا، فرنٹیئر پر نہیں لگ سکتا۔ اب انہوں نے لگانا ہے تو پنجاب پر لگا لیں۔ اس لیے کہ آئی ایس آئی کا جرنیل گل حمید تبدیل ہوتا ہے اور صف ماتم آئی جے آئی میں بچھ جاتی ہے۔ کیا روانی ہے، یہ کیا قافیہ، ردیف ہے آئی ایس آئی، آئی جے آئی، ہائے تیری میری اک جندڑی تینوں تاپ چڑے میں ہونگاں۔ یہ کوئی جماعت اسلامی کا امیر تھا جس کو ہم نے ہٹا دیا۔ یہ ملک کے بڑے ادارے ہیں، ان کے فیصلے اپنے ہیں۔ وہ کسی کو نکالیں، کسی کو رکھیں یہ کسی سیاسی جماعت کے لیڈر کی اتنی جرأت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ فوج کے معاملات میں مداخلت کرے اور نہ ہم جرنیلوں کو یہ جرأت دینا چاہتے ہیں کہ وہ سیاست دانوں اور سیاسی جماعتوں کے معاملے میں کوئی مداخلت کرے۔ یہ سب سے بڑی بدنصیبی ہے، لوگوں نے کہا تھا کہ آئی جے آئی فوج نے بنائی ہے۔ کیا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہ اس ملک میں کس بات پر راج کر رہے ہیں؟ کس طرح ہر شئے کرپٹ کر دی۔ صحافت کا مقدس پیشہ مافیا بنا دیا۔

جناب چیئرمین : اسلم صاحب! آپ ختم کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : مہربانی، تو جناب سپیکر! آپ سے میری یہی گزارش تھی۔ آپ سے میری یہی گزارش ہے کہ اگر ہم اس ہاؤس میں اپنی نظارہ کریں تو ہمارے دوسرے دوست ان کا پوری عقل مندی سے جائزہ لیں اور لوگوں کو اس حد تک نہ لے جائیں کہ وہ براہ راست ایسے ایکشن کرنے پر تیار ہوں جس سے ملک اور صوبے کو نقصان ہو۔ اگر آپ اس طرح دوسروں کے حلقوں میں جا کر بغیر کسی اپنے اختیار کے، بغیر کسی اپنی نیابت کے افتتاح کریں گے تو آگے سے بہت زبردست مزاحمت ہوگی۔ میں کہہ رہا ہوں نواز شریف صاحب اپنے بھائی کو روکیں۔ وہ میرے حلقے میں جا کر افتتاح نہ کریں اگر کرنا چاہتے ہیں تو میرے ساتھ چلیں۔ میں وہاں کا نمائندہ ہوں، وہاں کا منتخب آدمی ہوں، میں خود ان کا استقبال کروں گا۔

جناب چیئرمین : اور اب احمد خش تھہیم صاحب۔

جناب احمد خش تھہم : جناب سپیکر! میں تحصیل کبیر والا کی نمائندگی کرتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو کبیر والا تک محدود رکھوں گا۔ کبیر والا ایک ایسی تحصیل ہے جو پنجاب کی زرخیز ترین تحصیلوں میں سے ایک ہے۔ وہ تحصیل اپنے حصے کا اتنا مالیہ ادا کرتی ہے کہ پنجاب کی تحصیلوں میں شاید کوئی تحصیل اتنا مالیہ ادا کرتی ہو۔ کبیر والا میں باغات ہیں۔ اگر تحصیل ملتان اور تحصیل کبیر والا کو پاکستان کا اناج گھر کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ میں نے تقریباً سارے جنت میں دیکھا ہے ڈریزوں، شاہراہوں اور پلوں میں کہیں کبیر والا کا نام تک نہیں۔ میرے لیے تو یہ جنت جہنم میں جائے جس میں میری تحصیل کا حصہ نہیں۔ ہم اتنا ریونیو ادا کرنے کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے 1977ء میں پل بنا کے چھوڑا تھا وہاں سے آگے کچھ نہیں ہوا۔ میں نے اسی اسمبلی میں ضمنی سوال بنا کے دیا تھا۔ ہم نے 12 سال سے زمینوں کے پیسے دیے ہوئے ہیں، سڑک کا 3 میل کا ٹکڑا نہیں بن رہا۔ درمیان میں شجاع آباد برانچ ایک نہر ہے اس کی آر بی 116 پہ پل بننا تھا۔ نہر کے اس طرف ہائی سکول ہے، بوائز پرائمری سکول ہے، وہاں گرلز مڈل سکول ہے، دو ہسپتال ہیں، دوسری طرف سرکاری دفاتر ہیں،

یونین کونسل ہے۔ ہم نے کرائے پر لے کر وہاں ایک کشتی کھڑی کی ہوئی ہے۔ ہر سال 2/3 بچے سکول جاتے ہوئے ڈوب جاتے ہیں اور اس حکومت کے ٹھیکے داروں کو شرم نہیں آتی کہ وہاں ہمارے لیے کبیر والا کے مالیے سے صرف ایک پل ہی بنا دیں اور جہاں لٹانے پہ آتے ہیں تو ہائی وے کی 6/6 میل کی دو سڑکیں بنائی ہیں اور درمیان میں فاصلہ ایک فرلانگ کا ہے parallel جا رہی ہیں۔ ایک سڑک تو زمین دار کی خود کاشت پہ جا کر ختم ہوتی ہے جہاں ایک منیجر اور ایک چیکر رہتا ہے اور دوسری سڑک ایک پل پہ جا کر ختم ہوتی ہے لیکن جہاں ضرورت ہے، دوستی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، جہاں ضرورت نہیں ہے وہاں تو خرچ کر رہے ہیں۔ کبیر والا میں ہمارے کالج کے بچے آج بھی کرائے کے شامیانوں کے نیچے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ ایک تحصیل میں پل کے لیے خرچ نہیں کرتے۔

امن عامہ کی یہ حالت ہے کہ وہاں ایک سڑک کے کنارے ہوٹل بن گیا جو ڈرائیور ہوٹل تھا کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔ جب اس کا نام بلاول ہوٹل رکھا گیا تو وہاں کے زمین دار جو وزیر اعلیٰ صاحب کے لگتے ہوں گے، اور میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ انھوں نے اس ہوٹل کو ٹریکٹروں سے تہس نہس کیا، ٹی وی اٹھا کر لے گئے، مرغیاں، جو وہاں ذبح شدہ پڑی تھیں، وہ لے گئے۔ انہوں نے ہمارے لیڈروں کے فوٹو جلا دیے، جھنڈے جلا دیے۔ ہم نے پرچہ کرایا۔ پرچہ کرانے کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے تیسرے دن اس ہوٹل کے مدعی کے خلاف پرچہ کرایا اور وہ آج بھی جیل میں ہے اور ہوٹل کے نزدیک کوئی جانے نہیں دیتا۔ ایک سال پہلے وہاں قبرستان میں 80/90 سال کی عمر کا نابینا ملنگ پڑا رہتا تھا، جس کی بینائی نہیں تھی، وہ قتل ہو گیا، کسی جنونی نے اسے قتل کیا۔ رات کو ایک کار میں دو آدمی نشتر کالج سے ایک عورت کو لے کر جا رہے ہیں، وہاں سے پولیس نے ان کو پکڑ لیا کہ تم نے اس کو قتل کیا ہے جو ایک سال پہلے قتل ہوا تھا۔ ان کا کوئی واسطہ نہیں، ان کو 302 میں گرفتار کر لیا۔ ہم نے کہا بھئی اچھا واقعہ ہمارے علاقے کا ہے، ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں خدا کا خوف کرو۔ 302 کا پرچہ دے دیا ہے اور ان کی ہائی لیول پر جا کر جان کی خلاصی ہوئی۔

کبیر والا کے پاس ایک بائی پاس ہے، بائی پاس بنانا اچھی بات ہے لیکن وہاں یہ ہے کہ شام کو 8 بجے کے بعد کبیر والا، ملتان اور خانیوال سے کٹ جاتا ہے۔ یہ حکومت بسوں کو بھی نہیں کہہ سکتی کہ رات کو براستہ کبیر والا جاؤ۔ لاہور کی بسیں سیدھی ملتان کو نکل جاتی ہیں اور ملتان کی بسیں سیدھی لاہور کو نکل جاتی ہیں۔ میں نے اسی اسمبلی میں سڑک کا سوال کیا تھا، بھٹو شہید نے اس نہر کا پل منظور کیا۔ اب مصیبت یہ ہے کہ وہ علاقہ قوم برادری کا ہے، پیپلز پارٹی کا ہے۔ اور ہم نے سڑکوں پہ سو نہیں جانا، بستر نہیں ڈالنے، چارپایاں نہیں ڈالنی۔ یہ بننے نہیں دیتے۔ 12 سال سے وہ منصوبہ تعمیر نہیں ہونے دیا، انہوں نے بننے نہیں دیا۔ وہ لوگ اللہ کے فضل و کرم سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لیے ان شاء اللہ بیٹھے رہیں گے کیوں کہ انہوں نے لوگوں کا حق مارا ہے۔ کشتیوں کا پل منظور ہے۔ اگر خانیوال اور کبیر والہ کے لوگوں کو کشتیوں کا پل مل جائے تو ہمارے لیے میانوالی، تونسہ، لیہ جانے کے لیے 70 میل کا شارٹ کٹ بنتا ہے۔ اور دوسری طرف یہاں دستی صاحب موجود ہوں گے، وہاں کھیڑہ قوم رہتی ہے۔ ہیر کا مشہور قصہ اسی قصبے سے منسوب ہے تو دستی صاحب ویسے بھی کہتے ہیں کہ وہ پل بنے اور دستی صاحب میری تائید کریں گے۔ وہ پل بھی منصوبے میں ہے چونکہ وہ سابقہ پیپلز پارٹی کے منصوبے ہیں، وہ مکمل نہیں ہونے دیے جا رہے تو ہم گزارش کریں گے کہ ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ جہاں کوئی آدمی رہتا نہیں وہاں parallel دو، دو سڑکیں جا رہی ہیں اور جہاں غریب رہتا ہے وہاں پیسہ خرچ نہیں ہوتا۔ ہمارے علاقے میں سرائیکی صوبے کی ایک تحریک چل رہی ہے۔ پہلے ہم برا جانتے تھے، اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ آج ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ سرائیکی صوبے کی تحریک منجانب حق ہے۔ یہ لاہور ہمارا حق کھا گیا ہے، یہ حق کبھی نہیں دے گا۔ اسی لاہور میں رنجیت سنگھ کی حکومت تھی۔ دو مقدمے پیش ہوئے، پوچھا گیا یہ کون ہیں۔ اس نے کہا کہ اس نے خربوزے توڑے ہیں تو اس نے کہا کہ یہ حرامی خربوزے توڑتا ہے اس کو آج رات پھانسی دے دو اور یہ کون ہے۔ اس نے 3 قتل کیے ہیں اور یہ سو رہا ہے، جا دوڑ جا، تو یہاں تو یہ انصاف ہو رہا ہے۔ لاہور تو کچھ سننے کو تیار نہیں ہے۔ سرائیکی صوبے کی تحریک اب کچھ زیادہ طاقت سے چل رہی ہے تو ان شاء اللہ

یہی کچھ ہوگا کہ ہم سرائیکی صوبے کی ڈیمانڈ کریں گے اور لاہور بدنیتی پہ ملا ہوا ہے۔ ہم لاہور سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ جو خرچ کرتا ہے یہیں کرتا ہے۔ ہمارے علاقوں میں ایک پیسہ خرچ نہیں ہوا تو جناب سپیکر! میں نے آخر میں ایک شعر سنانا تھا لیکن قافیہ ردیف کی وجہ سے دو شعر ساتھ ملا کے پڑھتا ہوں۔ وہ شعر ہیں۔

مجھے صاف بتائے نگار اگر
تو یہ پوچھوں میں رو رو کر خون جگر
ملے پاؤں سے کس کے ہیں دیدہ تر
کف پا پہ جو رنگ حنا نہ رہا
نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا
ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا
ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین : اور اب نذر محمد کیانی صاحب۔۔۔۔۔ اگر نذر محمد کیانی صاحب موجود نہیں ہیں تو محمد وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! ضمنی میزانیہ پیش کیا گیا جو کہ کسی صورت میں بھی ضمنی میزانیہ تو نہیں ہے لیکن سالانہ جٹ کی دوسری قسط ہے۔ تمام کا تمام میزانیہ ملاحظہ فرمائیں، اس میں کوئی ایسا جٹ نہیں دیا گیا جو کہ کسی سالانہ جٹ کی مد میں ضروری ہو گیا تھا کہ اس میں اضافہ کیا جائے یا اس میں اس کو شامل کیا جائے یا کسی نامکمل منصوبے کو مکمل کیا جائے۔ تمام کے تمام نئے منصوبے دیے گئے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک سازش کے تحت چند مخصوص، ممبران کہہ لیں، شخصیتیں کہہ لیں، من

پسند لوگ کہہ لیں، ان کو صرف نوازنے کے لیے یہ کروڑوں، اربوں روپے کا یہ ضمنی میزانیہ دے دیا گیا۔ جناب! میں اس کو ثابت کرتا ہوں کہ صفحہ 36 پہ ڈیمانڈ نمبر 15 میں جو گرانٹ نمبر 36 ہے وہاں سے آپ شروع کریں۔ جناب والا! یہ دیکھیں سب سے پہلے یہ آتا ہے کہ بہاول پور کے ریسٹ ہاؤس ایٹ لال سانڑا پہ دو وی آئی پی سوٹ بنائے جائیں گے۔ اگر ساتھ میں یہ بھی لکھ دیا جاتا کہ یہ کس کی عیاشی کے لیے بنائے جائیں گے تو معاملہ بہت ہی زیادہ کلیئر ہو جاتا اور اگر ان کا مقصد بھی واضح کر دیا جاتا۔ اس میں 12 لاکھ 40 ہزار رقم رکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی افتاد نہیں آن پڑی تھی کہ 12 لاکھ 40 ہزار کی ایک نئی کی نئی مدد دی آئی پی سوٹ پہ لگا دی جائے اور وہ بھی بہاول پور میں، جہاں پہ کہ پنجاب کی اعلیٰ شخصیتیں شکار کے اور سیاحت کے بہانے عیاشی کے لیے جاتی ہیں۔ جناب والا! صفحہ 37 پر آئٹم نمبر 11 ملاحظہ فرمائیں۔ انڈسٹریل اسٹیٹ آف چونیاں، جس کے لیے سالانہ جٹ میں ہی کروڑوں روپے رکھے گئے تھے اور جو کہ مجھے یقین ہے کہ ابھی تک پورے خرچ بھی نہیں ہوئے ہوں گے۔ 6 لاکھ 80 ہزار روپے مزید رکھے گئے ہیں۔ فیروز پور روڈ سے ہٹیں تو چونیاں اسٹیٹ پہ پہنچ جائیں۔ جناب! اس کے بعد راولپنڈی کے انہی علاقوں میں، جہاں پہ کہ کسی مخصوص فرم کے ٹھیکے موجود ہیں انہیں نوازنے کے لیے کروڑوں روپے، لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا ضمنی جٹ۔ جناب! اسی ڈیمانڈ میں آئٹم نمبر 19 دیکھیں، 20 دیکھیں، 21 دیکھیں، 22 دیکھیں، 23 دیکھیں۔ 19 کروڑ روپے کا۔ 20 34 لاکھ کا۔ پھر 21 کروڑ روپے کا۔ پھر 22 کروڑ روپے کا، 23 اور 85 لاکھ کا تمام ضمنی جٹ راولپنڈی میں۔ جناب! اس سے آگے چلیں۔ میں جناب کی توجہ آئٹم نمبر 29 پہ مبذول کراتا ہوں کہ سمن آباد، شاہ جمال، اسلامیہ پارک، نواں کوٹ، اچھرہ، علی پارک، رسول پارک وغیرہ میں 25 لاکھ روپے سڑکیں بنانے پہ خرچ کیے جائیں گے۔ یہ کام ایل ڈی اے کا ہے جو اِس میں ایل ڈی اے کو دیا جائے گا، وہ پنجاب حکومت خود براہ راست کرنا چاہتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ رقم خورد برد کی گئی ہے۔ یہ پنجاب حکومت کا کام ہی نہیں ہے۔ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے کام سر انجام دینا اور 25 لاکھ روپے کی بڑی رقم دیدہ دلیری سے ادھر لکھ دی گئی ہے اور اسی طرح آئٹم نمبر 30 میں انہی

علاقوں میں سٹریٹ لائٹس۔ یہ تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پھر سے ایک دفعہ ضمنی جٹ میں اخراجات کرنے کے لیے ان کو ان مدوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ اور جناب والا! میں نوازنے کی بات اس طرح ثابت کرتا ہوں کہ صفحہ 38 پہ ملاحظہ فرمائیں اور آپ وہاں سے اسی ڈیمانڈ کے آئٹم نمبر 42,43 شروع کریں، میں آپ کو بتاتا ہوں یعنی بہاول نگر میں مختلف طریقوں سے کروڑوں روپیہ ایک خاص شخص کو، جس نے کہ اپنا سب کچھ داؤ پہ لگا کے قلابازی کھا کے رخ بدلا، اس کو نوازنے کے لیے کس طرح فنڈز کا غلط استعمال کیا گیا۔ 5 لاکھ، 5 لاکھ 70 ہزار، 5 لاکھ 70 ہزار اور 5 لاکھ 50 ہزار، جناب! یہ آئٹم نمبر 40 سے لے کے 43 تک۔ جناب! اس کے بعد صفحہ 40 پہ آئٹم نمبر 65، 12 لاکھ۔ اس کے بعد صفحہ 41 پہ، یہ بہاول نگر کی بات کر رہا ہوں، اس مخصوص حلقے کی بات کر رہا ہوں اور جناب! صفحہ 41 پہ ملاحظہ فرمائیں۔ آئٹم نمبر 100 2 لاکھ 61 ہزار۔ جناب! پھر اس کے بعد صفحہ نمبر 106 سے لے کے 112 تک ملاحظہ فرمائیں۔ 106 سے لے کر 112 تک 20 لاکھ، 33 لاکھ 90 ہزار، 35 لاکھ، 21 لاکھ، 14 لاکھ، 22 لاکھ۔ جناب! آگے صفحہ 43 پہ آئٹم نمبر 139 ملاحظہ فرمائیں۔ بہاول نگر 40 لاکھ اور جناب! کیا لکھتے ہیں۔ Devel-opments of various villages in Bahawal Nagar. ضمنی جٹ میں عجیب طریقہ ہے کہ ہم various villages in Bahawal Nagar میں 40 لاکھ روپیہ دیتے ہیں۔ یہ لازمی طور پر کسی ایک شخص کو دیے گئے ہوں گے کہ جاؤ اور اس 40 لاکھ میں سے جو مرضی کرو۔ آگے جناب! اس سے آگے بھی چلتے ہیں کہ صفحہ 51 پہ آئٹم 345 پھر بہاول نگر 13 لاکھ xtension of water supply scheme کوئی سکیم مخصوص نہیں، ڈسٹرکٹ کا نام دے دیا۔ جناب! آگے دیکھیں، میں صفحہ 55 پہ جناب کی توجہ دلاتا ہوں، وہاں پہ پھر بہاول نگر۔ آپ 717 نمبر پہ ڈسٹرکٹ بہاول نگر ملاحظہ فرمائیں اور یہ جناب! 738 نمبر تک چل رہا ہے اور صرف وہاں سے یہاں تک اڑھائی تین کروڑ روپے یعنی ساڑھے چار کروڑ روپے ضمنی جٹ میں بہاول نگر میں دے کے اس جٹ میں شامل کر دیے گئے۔ ہم نے اخباروں میں الزام پڑھا تھا کہ خرید و فروخت کے لیے۔ اب جناب والا! اِدھر سے تحاریک استحقاق

اٹھتی ہیں۔ میں اس بجٹ سے ثابت کر رہا ہوں کہ خرید و فروخت کے لیے سرکاری رقوم استعمال ہو رہی ہیں۔ وزیر صاحب ہیں تو آ کے جواب دیں۔ کبھی اس طرح بھی ہوا ہے کہ اتنی بڑی رقم بغیر کوئی سکیم بتائے 40 لاکھ تک various villages in Bahawal Nagar تو پیپلز ورکس پروگرام میں تو جناب والا! بڑی برائی نظر آگئی کہ مخصوص ٹیم کو رقم دے کر Federal government نے براہ راست پیسے خرچ کرنے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، 40 لاکھ for various villages۔ یہ ساڑھے چار کروڑ روپیہ، جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے وہ ایک ضلع میں کس طرح خرچ کیے گئے؟ تو جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ضمنی بجٹ صوابدیدی گرانٹ کے علاوہ ذاتی مقاصد حاصل کرنے کے لیے جو رقوم خرچ کی گئیں، یہ اس کا بجٹ ہے۔ یہ تو میں نے ایک ضلع کے بارے میں پڑھا ہے، باقی بھی تمام کا تمام اسی طرح ہے۔ یہ تو کوئی جواز ہی نہیں ہے کہ ضمنی بجٹ میں altogether نئی سکیمیں آ جائیں۔ ضمنی بجٹ میں بالکل ہی کوئی ایڈیشنل سکیم آجائے، کسی چیز کی قیمت بڑھ جائے، وہ تو ماننے کی بات تھی۔ اربوں روپے کی نئی ترقیاتی سکیمیں، جب کہ یہ بھی پتا ہے کہ ہم deficit میں جا رہے ہیں، زبردستی ٹھونسی جائیں تو اس کی کوئی مخصوص وجوہات ہیں اور ہم تمام کا فرض بنتا ہے کہ ان مخصوص وجوہات کو سامنے لائیں اور واضح کریں۔ جس طرح ایک منظم سازش کے تحت گزشتہ 11 سالوں میں نوجوان نسل کو غنڈہ گردی سے دبایا گیا، کچلا گیا، ڈرا دھمکا کے ان کی خواہشات دبائی گئیں اور پوری طرح روکا گیا اسی طرح ہی بالکل اس وقت بھی صرف ایک طبقے کو دبایا جا رہا ہے، دوسرے کو انتہائی غیر قانونی اور غیر اخلاقی طریقے سے نوازا جا رہا ہے۔ کسی میں جرأت نہیں ہے کہ بات کر سکے کہ کسی غریب آدمی کی بھرتی ہو جائے کہ میرٹ سے کچھ کر لو۔ کہیں کوئی ڈویژنل ریکروٹمنٹ بورڈ نہیں ہے، ڈسٹرکٹ لیول پر ریکروٹمنٹ بورڈ نہیں ہے، ڈیپارٹمنٹل لیول پر ریکروٹمنٹ بورڈ نہیں ہیں جب کہ ان کی قانونی حیثیت ہے اور وہ پبلک سروس کمیشن کا alternate ہیں۔ سیاسی رشوت ستانی کے لیے ایک ایک دن میں 12/13 چٹھیاں جاتی ہیں۔ بات یہاں تک آ پہنچی ہے کہ چیف منسٹر سیکرٹریٹ سے ایک چٹھی میں حکم جاتا ہے کہ فلاں سپاہی بھرتی کر لیں۔ تحصیل

دار، نائب تحصیل دار، سارجنٹ، اے ایس آئی کے تبادلے، ان کو چھوڑیں۔ 7 کسٹم انسپکٹر نہ تو بھرتی ہوئے اور جو ہوئے وہ میرٹ پہ ہوئے، میں آپ کو اطلاعاً عرض کر دوں۔ 7 سپاہی، جن کا تعلیمی معیار موجود ہے لیکن نام ولدیت دیکھیں، جناب! کہیں تو میں اس کو نکال کے دے دوں گا۔ پھر شرم کی بات یہ ہے کہ جب پارلیمانی پارٹی میں بات کی جاتی ہے کہ میرٹ پر بھرتی ہونی چاہیے تو سب تھپکیں مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس صوبے کو انصاف مہیا نہیں ہونے دیں گے اور پھر سرے عام کہتے ہیں اور پھر اخباروں میں خبریں چھپواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی ایسے بچے کو، جو کہ دیہات میں دیے کی روشنی میں پڑھا، اس کے پاس رشوت دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں یا کسی ممبر کو دینے کے لیے ووٹ نہیں ہیں، اس کو ہم بھرتی نہیں ہونے دیں گے۔ جناب والا! پھر ان کو باتیں ماننے کے لیے سوچنا چاہیے۔ انہیں ہوش کے ناخن لینے چاہئیں، یہ ہم ملک کو کس طرف لے کے جا رہے ہیں۔ ہوا فخر محسوس کرتے ہیں کہ اگر پرائم منسٹر ملک سے باہر گئی ہے تو ہم ایک اتحاد بنا کے یہ ثابت کریں کہ اس کے ساتھ معاہدہ نہ کرنا، یہ غداری کے مترادف باتیں ہیں۔ دنیا کے کسی ملک میں ایسا نہیں ہوتا۔ دنیا کے ممالک کی حزب مخالف بھی کہتی ہیں کہ بیرونی ممالک میں اچھے تعلقات کے لیے، ہم اپنے اس وقت کے موجود وزیر اعظم، چاہے ان کے ساتھ جتنے بڑے سے بڑے اختلافات ہیں، ہم اس کو مضبوط سے مضبوط تر دکھائیں۔ یہ سیاست کی تمام قدریں، ضابطے، اغراض و مقاصد بھول چکے ہیں۔ ذاتی اقتدار کے لیے ان کے ہونٹ سوکھ چکے ہیں، ان کے کندھے پر منکر مطلق کا بوجھ ہے، جناب والا! یہ اس کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: وصی صاحب! اپنی بات مکمل کریں۔ آپ کا وقت پورا ہو چکا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! ایک ایسی بات، کوئی کہتا ہے آٹھویں ترمیم نہیں ہونے دیں گے، کوئی کہتا ہے ہم نے یہ محاذ بنا لیا، کچھ ہوش کے ناخن لیں اور سوچیں، ملک کے لیے کیا بہتر ہے۔ کس بنا پہ آپ کہتے ہیں کہ ہم دوبارہ مارشل لاء لگوائیں گے۔ آئیں میں دعوت دیتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے علاوہ ملک کو چلا کے دکھا دیں۔ خود کوئی قوت نہیں ہیں اور اس کے باوجود ملک کے خلاف سازشیں کرتے ہیں

اور پھر آگے سے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ جناب والا! باتیں تو بہت ہیں لیکن جناب! نے منع فرمادیا، پھر کسی موقع کے لیے بچا کر رکھوں گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین : اور اب رانا اکرام ربانی صاحب۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ضیاء اللہ بنگش صاحب!

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش : ہمارے وزیر خزانہ نے جب جٹ تقریر کی تو اس میں انہوں نے کہا کہ جی، مجھے بڑا اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ میں دوبارہ جٹ پیش کر رہا ہوں تو وزیر خزانہ صاحب یہاں موجود نہیں ہیں لیکن یہ بات ریکارڈ میں آ جانی چاہیے کہ پچھلے جٹ میں انہوں نے پریس میں کہا تھا کہ یہ جٹ میں نے نہیں بنایا تو اس بار بھی یقیناً کسی اور نے بنایا ہوگا۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

اس میں جناب! غور کی بات کی جاتی ہے۔ خوش قسمتی یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب ایل ڈی اے کے چیئرمین بھی ہیں اور جو لاہور کی کارپوریشن ہے اور وہاں جو آدمی انہوں نے بٹھایا ہوا ہے۔ وہ چھوٹے سے کام کے لیے بھی وزیر اعلیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ تو کارپوریشن کے بندے بھی حلقہ این اے 95 میں لگائے ہوئے ہیں۔ بہر حال جس طرح بھی یہ صورت حال ہے آپ نے فیروز پور روڈ کا اوور ہیڈ برج بنوایا۔ ہمیں اعتراض نہیں ہے لیکن وزیر اعلیٰ صاحب اس علاقے میں اکثر جاتے ہیں جو مصری شاہ کا علاقہ کہلاتا ہے۔ اس مصری شاہ کے علاقے میں ٹریفک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہم نے پیپلز پارٹی کے دور میں کچھ حالت بہتر کی ہے لیکن ٹریفک کا مسئلہ اتنا بڑھ چکا ہے۔ ادھر بھی اوور ہیڈ برج بن سکتے ہیں لیکن وزیر اعلیٰ نے کبھی اس طرف دھیان ہی نہیں دیا۔ اس کے بعد اب انہوں نے فیروز پور روڈ پر جو چوڑی چوڑی سڑکیں بنوائی ہیں۔ حلقہ نمبر 117 میں انہوں نے ایک سڑک پر ایک انچ موٹا کارپٹ بچھوایا تو وہاں پر کوئی 25 فٹ چوڑی تختی لگائی اور جیسا کہ جناب بھائی اسلم لورداسپوری کہتے ہیں وہاں پر بھی افتتاح کروانے کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنے بھائی کو بھیج دیا۔ ہم پر یہ الزام ہے کہ پیپلز پارٹی پیپلز پروگرام کو اپنے لوگوں سے im-

plement کراتی ہے۔ جناب والا! یہاں پر ایم پی اے بیٹھے ہوئے ہیں لیکن اس علاقے میں افتتاح کروانے کے لیے ان ایم پی اے کو نہیں لے کر جاتے لیکن اپنے بھائی کو وہاں بھیج دیتے ہیں۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب! آپ خود وہاں پر آتے۔ ہم آپ کا استقبال کرتے، آپ کو پروٹوکول دیتے۔ کیوں کہ آپ پروٹوکول کے معاملے میں بہت حساس ہیں۔ یقین کیجیے کہ اگر آپ ہمارے علاقے میں آئیں گے ہم آپ کو پروٹوکول ضرور دیں گے۔ پروٹوکول کی شکایت آپ کو نہیں ہوگی لیکن آپ کم سے کم اتنا تو خیال کریں کہ اس پنجاب کے بسنے والے لوگ آپ کی نگاہ میں تو کم از کم برابر ہونے چاہییں کیوں کہ آپ پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ دوسرے جناب تعلیم کے بارے میں عرض ہے کیوں کہ وزیر خزانہ صاحب وزیر تعلیم بھی ہیں۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بخش : بڑے لمبے چوڑے اس میں اعداد بتائے گئے ہیں کہ تعلیم پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! میں ایک ضروری بات عرض کروں کہ اس پیارے لاہور میں ایسے سکول بھی موجود ہیں، میرے حلقے میں موجود ہیں لیکن ان کی بلڈنگز نہیں ہیں۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! ادھر ویسے بھی ٹائم ختم ہو رہا ہے۔ ہمیں یہ ٹائم اور ex-tend کرنا ہوگا اگر ہم اس کو اور آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بخش : جناب والا! میرا خیال ہے ابھی تو پانچ منٹ ہی ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر : جی، نواب زادہ صاحب!

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب والا! our time has to be from 9 to 2 کیوں کہ five hour a day جو ہے یا تو ساڑھے آٹھ بجے سے ڈیڑھ بجے تک رکھتے تو ٹھیک تھا

جناب سپیکر : کل پھر ساڑھے آٹھ بجے کر لیں۔ نواب زادہ صاحب!

نواب زادہ غضنفر علی گل : وہ آپ کی مرضی ہے۔ 9 بجے کر لیں، ساڑھے آٹھ بجے کر

لیں۔

جناب سپیکر : ساڑھے آٹھ بجے ٹھیک ہے۔ ٹائم بھی یہی ہونا چاہیے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : اسمبلی کا جو دن ہوتا ہے وہ 5 گھنٹے کا ہوتا ہے۔ آج 9 بجے شروع ہوا ہے اس لیے اسے 2 بجے تک جانے دیں۔

جناب سپیکر : یہ 2 بجے تک چل سکتا ہے، آپ کی یہ بات ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش : محکمہ تعلیم میں طلبہ کو فارغ کر دیا گیا ہے اور ان کے اساتذہ جو ہیں دربدر پھرتے ہیں۔ جب آپ تعلیم پر اتنی رقم خرچ کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ میرے حلقے میں جو سکول موجود ہیں وہاں پر ابھی تک کوئی نیا سکول نہیں بنایا۔ اسی طرح محکمہ صحت ہے۔ صحت کے محکمے میں اتنا زیادہ خرچ کر دیا گیا ہے لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر میئو ہسپتال میں وزیر صحت بھی علاج کروانے چلے جائیں تو وہاں سے بھاگ آئیں گے کیوں کہ وہاں پر ادویات لوگوں کو نہیں ملتیں۔ جو شخص ہسپتال میں داخل ہو گیا تو اس کو تمام اخراجات خود برداشت کرنا پڑتے ہیں تو جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نواز شریف صاحب، جو پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہیں اور اگر اپنے آپ کو ایک خاص طبقے کے نمائندہ سمجھتے ہیں تو ان کو اپنی یہ سوچ ختم کر کے پنجاب کے ان استحصال زدہ طبقات کا بھی خیال کرنا چاہیے جو کہ پنجاب میں بستے ہیں۔ شکریہ جی۔

جناب سپیکر : ابھی کوئی صاحب اور ہیں، جو بات کرنا چاہتے ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! مجھے صرف پانچ منٹ وقت دیا گیا ہے۔ میری تقریر باقی رہتی ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : نہیں۔ وہ تو آپ کر چکے ہیں، وصی ظفر صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : سر! آپ کی غیر موجودگی میں تو ہمیں بھی ٹائم نہیں ملا۔

جناب سپیکر : آپ میں سے کوئی ایسے دوست جو بولنا چاہتے ہوں جن کا نام میرے پاس ہو اور وہ ابھی نہ بولے ہوں تو ان کو میں ٹائم دے سکتا ہوں۔ کوئی ٹریژری بنچز میں سے، کوئی اپوزیشن میں سے تو پھر ہاؤس۔۔۔۔۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : جناب والا.I am on point of order کہ ٹریژری بنچوں نے آپ سے 2,3 کے تناسب سے وقت مانگا ہے تو جناب! الٹا ادھر سے 2,4 کا تناسب ہو گیا ہے تو آپ ادھر سے تناسب پورا کریں۔

جناب سپیکر : اس لیے میں پوچھ رہا ہوں کہ کوئی صاحب ہیں جو بات کرنا چاہتے ہیں؟ کل پھر ساڑھے آٹھ بجے کرنا ہے، نو بجے کرنا ہے؟ راہی صاحب! آپ تو ساڑھے آٹھ بجے آ جائیں گے تو کیا خیال ہے۔

(قطع کلامیاں)

سلمان تاثیر صاحب! آپ کی کیا رائے ہے؟

جناب سلمان تاثیر : ساڑھے آٹھ بجے ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ تو اجلاس صبح ساڑھے آٹھ بجے تک adjourn ہوتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس کی کارروائی صبح آٹھ بجے تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعرات' 8 - جون 1989ء

(پنج شنبہ' 3 - ذیقعد 1409ھ)

جلد 6 —— شمارہ 3

(بشمول شمارہ جات 1 تا 23)

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	115
مسئلہ استحقاق:	
پنجاب اسمبلی کو توڑ دینے کی کھلی دھمکی	116
ضمنی میزانیہ بابت 89-1988 پر بحث (۔ جاری)	138

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

جمعرات' 8- جون 1989ء

(پنج شنبہ' 3- ذیقعد 1409ء)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 9 بج کر 3 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر (سردار حسن اختر موکل) کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَ ازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ○ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ (سورہ انعام آیت 162 تا 166)

آپ فرما دیجئے کہ میرے پروردگار نے صراط مستقیم ایک مضبوط دین ملت ابراہیم کی طرف میری رہنمائی فرمائی اور ان کا مشرکین سے کوئی ناتا نہیں تھا۔ آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی حکم مجھے ہوا ہے۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں آپ فرمایئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور کوئی شخص نہیں کماتا (کوئی چیز) مگر وہ اسی کے ذمہ ہوتی ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اپنے رب ہی کی طرف پھر تمہیں لوٹ کر جانا ہے تو وہ تمہیں بتائے گا تم جس میں اختلاف کیا کرتے تھے اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں اپنا خلیفہ بنایا۔ اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا ہے تاکہ تمہیں اس چیز میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ آپ کا رب بے شک بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم سب سے پہلے تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر3 ہے۔ لیکن اس پر کل سپیکر صاحب نے فرمایا تھا کہ اس کو ابھی ملتوی رکھتے ہیں۔ اس پر کچھ بات ہونے کے بعد یہ تحریک سامنے آئے گی۔ تو ہم سب سے پہلے رانا پھول محمد خان صاحب کی تحریک استحقاق نمبر6 کو لیتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اس کے ساتھ ایک اخبار بھی لف تھا۔ میں نے اخبار اپنی تحریک کے ساتھ ہی رکھا ہے۔ بڑی معمولی سی تحریک استحقاق ہے اور وہ میری ذاتی نہیں ہے' اس ایوان کی ہے۔ میں نے تو کبھی تحریک استحقاق ذاتی پیش نہیں کی۔ لیکن صرف اس لیے پیش کی ہے کہ اس میں تمام غیرت مندوں کو للکارا گیا ہے' جس میں آپ بھی شامل ہیں۔ یہ میری اور آپ کی مشترکہ ہے۔

پنجاب اسمبلی کو توڑ دینے کی کھلی دھمکی

رانا پھول محمد خان: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے مسئلہ یہ ہے کہ مرکزی وزیر مملکت میاں مظفر شاہ نے ایک دھمکی آمیز بیان پنجاب اسمبلی کے متعلق جاری کیا ہے جو کہ ایک جریدہ روزنامہ "نوائے وقت" میں 22- اپریل 1989ء کو صفحہ اول کے کالم نمبر ایک پر شائع ہوا ہے۔ اخبار لف ہذا ہے جس میں پنجاب اسمبلی کو ایک اشارے سے توڑ دینے کی کھلی دھمکی دی گئی ہے اور کہا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف جیل جا سکتے ہیں۔

پنجاب اسمبلی کے خلاف یہ بیان اس معزز ایوان کی کھلی توہین اور ارکان اسمبلی اور اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔

ایک منتخب شدہ رکن قومی اسمبلی اور وزیر مملکت کے اس بیان نے جمہوریت کے منہ پر ایک زبردست چپت رسید کی ہے جس سے پنجاب اسمبلی کے معزز ارکان اور معزز ایوان ہی کا نہیں بلکہ پاکستان کی 62 فیصد آبادی پر مشتمل صوبے کے عوام کا استحقاق مجروح ہوا ہے جنہوں نے پنجاب اسمبلی کے ارکان کو ایک غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انتخاب کے ذریعے منتخب کیا ہے ایک منتخب شدہ جمہوری حکومت کے خلاف اس قسم کی دھمکی سے پتا چلتا ہے کہ یہ بیان مرکزی حکومت کی پشت پناہی

کے بغیر نہیں دیا جا سکتا۔ چونکہ کسی کابینہ کا حلف اٹھانے والا وزیر جو بھی بیان دے گا وہ حکومت کا بیان تصور ہوتا ہے اس لیے یہ مرکزی حکومت کی پنجاب حکومت کے خلاف کھلی جارحیت اور بد نیتی پر مبنی ہے اس لیے یہ معاملہ فوری طور پر پنجاب اسمبلی کی دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ میں تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: لفظ چپت ہے۔

رانا پھول محمد خان: مولوی سند صاحب میں نے چپت کہا ہے۔ مجھے آپ نہ چھیڑیں وگرنہ آپ میں سے کوئی بول نہیں سکے گا۔ یہ آپ کے لیے غیرت کا چیلنج ہے مجھ سے کیا پوچھتے ہیں آپ ان سے ہی پوچھیے۔ آپ کیا حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں کہ تحریک استحقاق کسی رکن کی نہیں ہوتی وہ اس ایوان کی ہوتی ہے اور وہ چاہے اپوزیشن کا کوئی رکن پیش کرے یا حکومتی پارٹی کا رکن پیش کرے وہ سب کی مشترکہ ہے۔ میں نے آج تک کسی ممبر کی تحریک استحقاق پر کوئی جملہ نہیں کسا اور میرے بھتیجا صاحب' مولوی سند صاحب بڑے زور شور کے ساتھ جملے کس رہے ہیں۔ مجھے قبول ہے اور میں اس کو خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہوں۔ اور وہ میری اصلاح فرما رہے ہیں۔ شکریہ۔

جناب والا! میں نے صبح اٹھ کر اخبار کو پڑھا اور پڑھنے کے بعد آپ یقین کریں کہ میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی ایک اشارہ پر پنجاب اسمبلی ٹوٹ سکتی ہے اور نواز شریف جیل جا سکتے ہیں۔ پنجاب حکومت بنانے پر وسیع پیمانے پر دھاندلیاں کی گئیں لیکن ہم درگزر کرتے ہوئے اب ان کی متضاد بیانی اکثریت کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔ اور دھاندلیاں بھی بتاتے ہیں۔ ہم نے کسی بنک سے ارکان اسمبلی کے قرضے بند نہیں کیے۔ پنجاب اسمبلی نے کوئی رشوتیں نہیں دیں۔ پنجاب اسمبلی کے معزز اراکین منڈی کے بکرے نہیں۔ پنجاب 19/18 گریڈ کی ملازمتیں نہیں دے سکتا اور نہ ہی ہمیں یہ اختیار تھا۔

جناب والا! انہوں نے یہ بیان دے کر اس معزز ایوان کی اور پنجاب میں آباد رہنے والے پنجابیوں کی توہین کی ہے۔ ہم نے اس معزز ایوان کے تشخص کو قائم رکھنے کے لیے حلف اٹھایا ہے۔ ان کے اس بیان سے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ یہ میری ہی تحریک نہیں اس میں میرے وہ بھائی بھی شامل ہیں جو آپ کے بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ان کو ان پر اعتماد

نہیں چونکہ منتخب نمائندوں کی کوئی قدر و قیمت مرکزی حکومت کے نزدیک نہیں ہے۔ انہوں نے پیلی ورکس پروگرام ان کو خودکار دیا ہوا ہے اور ہارنے والوں کو اہمیت دی ہے جس ملک میں مرکزی حکومت منتخب شدہ ارکان کو حقارت کر قوم کے رد کیے ہوئے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! آپ کراس ٹاک نہ کریں۔ (شور)

رانا پھول محمد خان: میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ کو نااہل سمجھا گیا ہے یا بد دیانت سمجھا گیا ہے جس کی وجہ سے الیکشن میں ہارنے والوں کو اربوں روپیہ دیا جا رہا ہے اور پنجاب میں ایک متوازی حکومت قائم کی جا رہی ہے۔ جناب والا! مجھے اس سے سروکار نہیں وہ اپنی بے بسی، بے کسی اور بے حسی پر میرے فاضل دوست خود احتجاج کریں گے۔ مجھے احتجاج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ تو میں نے ان کے درد کے لیے ایک بات کی ہے۔ کیونکہ میں ان کا مقام اپنے مقام سے اونچا سمجھتا ہوں۔

جناب والا! اب وزیر مملکت کا یہ بیان اور وزیر منشیات کا یہ بیان اس بات کی دلیل ہے کہ مرکز میں پنجاب اسمبلی کو توڑنے کی کوئی سازش مکمل کر لی ہے۔ پنجاب کے نوجوان لیڈر کو جس نے پنجاب میں نیشنل لیڈر کی کمی کو پُر کیا ہے جیل بھیجنے کا اور جھوٹے مقدمات بنانے کا بھی کوئی پروگرام بنایا ہے۔ اس لیے اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ منتخب اداروں کے دشمن ہیں۔ اور وزیر اعلیٰ پنجاب ان کی نظروں میں اس لیے کھٹکتا ہے وہ لیس مین وزیر اعلیٰ نہیں ہے۔ جناب والا! ان کو یہ چاہیے —

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ تحریک استحقاق پر شارٹ سٹیٹمنٹ اسی سے متعلقہ ہوتی ہے۔ اس میں وزیر اعلیٰ کا قصیدہ پڑھنا یا خوشامد کرنا اس میں شامل نہیں ہے۔ آج جمعرات ہے۔ قصیدے میں اور تحریک استحقاق میں فرق ہوتا ہے۔ اور اگر میرا چاچا کہ وزیر اعلیٰ کا یہاں قصیدہ پڑھے تو مجھے شرم آتی ہے۔ چونکہ ہم راجپوت ہیں اور ہم اتنے مضبوط ہیں کہ ہم کسی کا قصیدہ نہیں پڑھتے۔

رانا پھول محمد خان: میں راجپوت ہوں لیکن میرا خون سفید نہیں ہوا ہے۔ مجھے اس بات کا رنج ہے کہ میرے ایک راجپوت بھائی شوکت محمود کو اس لیے فارغ کر دیا کہ وہ کسی بنک کا مالک بننے کے قابل نہیں تھا اور اس طرف بیٹھنے والے راجپوتوں کا خون سفید ہو گیا ہے۔ میں انہیں غیرت دلاتا ہوں وہ اپنے خون کو گرما لیں۔ آپ بھی میری نسل سے ہیں گجر راجپوت ایک نسل سے ہیں۔ کوئی

بات نہیں یہ بگڑی ہوئی نسل ہے۔ ہماری نسل ہے۔ جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا تھا میں نے یہ سنا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! خدا کے واسطے رانا صاحب کو کچھ نہ کچھ بنا دیا جائے ورنہ ان کا حال برا ہو جائے گا۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ پنجاب اسمبلی نے پارلیمانی روایات کو قائم رکھا۔

سید ذاکر حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: پھر جناب کوئی تحریک استحقاق پیش نہیں ہو سکے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شاہ صاحب!

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! اس ہاؤس کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرے فاضل رکن غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ رانا شوکت محمود بدستور ہمارے قائد حزب اختلاف ہیں۔ ان کو کسی نے فارغ نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی اب فرمایے۔

رانا پھول محمد خان: قائد حزب اقتدار نہیں بلکہ قائد حزب اختلاف ہیں۔ میری یہ مصدقہ اطلاع نہیں عام افواہ ہے کہ وزیر منشیات صاحب نے اپنے مشیروں سے پوچھا' چونکہ وہاں منتخب ہو کر جانے والے قومی اسمبلی کے ارکان جو وزیر بنے ہیں وہ کھلونے ہیں۔ ان کے اختیارات نہیں ہیں۔ انہوں نے الیکشن میں ہار جانے والے مشیروں سے مشورہ کیا۔ منشیات کے کاروبار میں چارج لینے کے بعد سو گناہ زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ ان کو کسی وزیر نے بتایا کہ دراصل یہ ہیروئن ایک ایسی لعنت ہے کہ جس کو لگ جائے یہ چھٹتی نہیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب والا! رانا صاحب کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ یہ کون سی statement دی جا رہی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وزیر منشیات نے کہا کہ یہ چھٹی کیوں نہیں ہے۔ لاؤ میں ابھی سوٹا لگاتا ہوں۔ دیکھوں کیسے نہ چھوٹے۔ میرا خیال ہے کہ وہ سوٹا لگانے کے بعد وہ پنجاب اسمبلی اور وزیر اعلیٰ پنجاب پر برس پڑے۔ اگر انہوں نے نشے کی حالت میں یہ بیان دیا ہے تو ہم ان سے گلہ نہیں کرتے۔ اگر وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ میں نے یہ بیان نشے کی حالت میں نہیں دیا۔ ہوش و حواس کی قائمی کے ساتھ یہ بیان دیا ہے تو پھر میں یہ سمجھوں گا کہ یہ بیان نہ میرے خلاف ہے' نہ میرے دوسرے بھائیوں کے خلاف ہے۔ یہ ہم سب کے خلاف ہے اور اس کے لیے میں ایک گزارش کروں گا کہ کمیٹی بنائی جائے۔ منشیات بڑھنے کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ دولت مندوں کو پنجاب میں بنک قائم کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ جو منشیات کا کاروبار کرتے ہیں اور پنجاب حکومت کو پنجاب میں بنک بنانے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ رانا صاحب۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اگر میرے دوستوں کو ناگوار نہ گزرے اور واقعی پنجاب اسمبلی کی یہ توہین ہے تو پھر میں نہایت ادب کے ساتھ جناب قائد حزب اختلاف اور ان کے ساتھیوں سے درخواست کروں گا کہ آؤ مل جل کر ہم اپنے حلف کا پاس کریں اور اس معزز ایوان کے تقدس کو قائم رکھنے کے لیے ایک مشترکہ کمیٹی بنائیں جو اس پر کارروائی کر سکے۔ میری اتنی ہی گزارش ہے۔ مجھے احساس ہے اپنے بھائی کا خاص طور پر وینس صاحب کا کہ وہ آج کچھ مغموم ہیں۔ چونکہ ان کا سندھی بھانجا بلال کل وائٹ ہاؤس کی دعوت میں شامل نہ ہو سکا۔ جس کے پیدا ہونے پر نواز شریف بلکہ پنجاب میں نواز شریف کے بھانجے رہتے ہیں۔ وہ پنجاب کے بیٹوں کے ماموں ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ پنجاب کے بیٹوں کے ماموں ہیں۔ یہ انکار کریں کہ ان کی بہن کا بیٹا نہیں۔ اگر بہن کا بیٹا ہے اس کے وزیروں کو اس قسم کے بیان دینے کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ سے گزارش ہے کہ اس کی admissibility پر بات کر لیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب سپیکر! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پرانے پارلیمنٹیرین رانا پھول محمد خان صاحب جن کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی پرانی روایات اور اپنے خاندان جس پر انہیں بڑا فخر ہے تو دوسروں کے لیے ایسی باتیں نہ کریں کہ اس کے جواب میں بھی رانا صاحب کو کچھ سننا پڑے۔ یہ ہمارے بزرگ ہیں اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس ایوان میں جب سے یہ ایوان

چل رہا ہے یہاں سنجیدگی کا ماحول پیدا نہیں ہو رہا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اگر ہمارے اس طرح سے بزرگ۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : معزز اراکین سے میری گزارش ہے کہ آپ کس سے مخاطب ہیں؟ No cross talk please معزز ارکان سے درخواست ہے کہ آپ تشریف رکھیں۔

رانا صاحب! تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

رانا صاحب تشریف رکھیں۔ رانا صاحب! No cross talk please مجھے بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے اور ایسے بزرگوں سے یہ کہنا پڑتا ہے آپ چیئر کو مخاطب کیجئے۔ آپس میں یہ باتیں نہ کیجئے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں وہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ کی مہربانی آپ تشریف رکھیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب والا! رانا صاحب اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیں۔ رانا صاحب نے اپنے الفاظ واپس لے لیے ہیں۔

ایک معزز ممبر: (حزب اختلاف) جناب سپیکر! میں شارٹ سٹیٹمنٹ کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی یہ شارٹ سٹیٹمنٹ کا جواب دینے کی کیا بات ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

ایک معزز ممبر: (حزب اختلاف) جناب والا! میں ان کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی ہے۔ اس پر بات کریں گے۔ آگے بحث شروع ہونی ہے اس کے لیے وقت نہیں ملتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ انہوں نے short statement دی ہے اس پر آپ بحث کیوں کرتے ہیں۔ اس کی admissibility پر جب بات ہوگی تو ہم بات کریں گے۔ لاء منسٹر صاحب کچھ فرمائیں گے؟

وزیر قانون (سردار نصر اللہ خان دریشک): جناب والا! جن جذبات کا اظہار میرے بزرگ جناب رانا پھول محمد خان صاحب نے کیا ہے وہ جذبات اس ہاؤس کے جذبات ہیں اور میں نے کل بھی گزارش کی تھی کہ ہمیں اس قسم کے معاملات جن سے صوبے اور مرکز کے تعلقات اثر انداز ہوتے ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے لیکن بدقسمتی کی بات ہے کہ جب مرکزی حکومت کا ایک اہم ترین۔۔۔۔۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Mr. Speaker Sir, the honourable Law Minster is supposed to say some thing on the admissibility of the Privilege Motion. He can't give a short statement. He is commenting on the rules and character of the Central Government. He Should restrict himself to the law and the legality of the Privilege Motion. You Should make a Law Minister who should know the law. At least the Law Minister should know the law and the Rules of procedure if not any thing else.

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : I am already on a point of order. Let the ruling came.

وزیر خزانہ: میں آپ کی اس تقریر پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے انگریزی میں تقریر کرنے کی آپ سے اجازت نہیں چاہی۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! وزیر خزانہ اور وزراء کو ریفریشر کورس کرنا چاہیے پوائنٹ آف آرڈر پر کہ جب تک پہلے پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ نہ آ جائے وہ اگر وزیراعلیٰ بھی پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا چاہے تو نہیں اٹھا سکیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ جناب کھوسہ صاحب فرما رہے تھے کہ آپ انگریزی بول رہے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: کھوسہ صاحب! انگریزی تو میں آپ کی سہولت کے لیے بولتا ہوں خدا کی قسم۔ کیونکہ شاید آپ کو کسی اور زبان کی اتنی آسانی سے سمجھ نہ آئے۔

وزیر خزانہ: آپ جھوٹی قسم نہ کھائیں آپ میرے لیے انگریزی نہیں بول رہے تھے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں آپ کے سر کی قسم کھاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر قانون!

وزیر قانون: جناب والا! میں جو بات کر رہا تھا وہ یہ کر رہا تھا کہ ہمیں اس قسم کا جواز پیدا نہیں کرنا

چاہیے جس کے لیے معزز اراکین اسمبلی مجبور ہو جائیں کہ وہ اس قسم کی تحریک استحقاق پیش کریں۔ جناب والا! میں۔۔۔۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! آپ اس پر رولنگ فرمائیں کہ آیا وزیر قانون اس کی admissibility ہی بتا سکتے ہیں یا اس کے علاوہ اپنی رائے بھی دے سکتے ہیں۔ کیا وہ اپنی short statement بھی دے سکتے ہیں۔ جناب والا! آپ اس پر اپنی رولنگ فرمائیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں نے بھی جناب سے یہی پوچھا تھا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! آپ اس پر اپنی رولنگ فرمائیں کہ آیا وہ short statement دے سکتے ہیں یا انہوں نے اس کی legal technicalities کی وجہ سے جو اس کی admissibility ہے اس پر انہوں نے قائم رہنا ہے یا وہ اپنی short statement بھی دے سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وصی ظفر صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ اس کی admissibility سے پہلے شاید کوئی ایسی چیز بتانا چاہتے ہیں تاکہ تحاریک استحقاق کے سلسلے میں ایسی چیزیں پیدا ہی نہ ہوں۔ ویسے آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! جب میرا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے تو پھر ان کو اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے پر روکا جائے اور یہی ہاؤس کا decorum ہے۔ اور انہیں technical admissibility کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے ایوان کا استحقاق بھی مجروح ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر قانون!

وزیر قانون: جناب والا! strict technicalities کے مطابق ہم اس تحاریک استحقاق کو دیکھیں تو technically جتنی تحاریک استحقاق آتی ہیں ان میں نوے فیصد کو جناب سپیکر صاحب چیمبر میں ہی kill کر دیا کریں۔ جناب والا! یہ بہت افسوس کی بات ہے اور یہ چیز جو میں عرض کرنے لگا ہوں یہ تو ان کے حق میں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی! آپ فرمائیے۔

وزیر قانون: جس میں یہ مداخلت کر رہے ہیں میں تو جناب والا! ان کے فائدے کی بات کر رہا ہوں

یہ اس ایوان کا ایک طریق کار رہا ہے کہ آپ نے جب بھی کسی تحریک استحقاق کو rule out کرنا ہوتا ہے اس کے لیے بھی ہم حزب اقتدار سے rule out کرنے سے پہلے اپنی explanations دیتے ہیں اور ہم یہ اس ایوان کو اور پریس کو صحیح حالات سے آگاہ کرنے کے لیے کرتے ہیں ورنہ تو ہماری تحریک rule out ہوگی اور ان کی تو ساری rule out ہو جائیں گی۔

جناب نذر حسین کیانی: یہ تو دھمکی ہے۔

وزیر قانون: یہ دھمکی کی کوئی بات نہیں ہے یہ تو اصول کی بات ہے۔ تو جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب مرکزی وزیر یہ کہیں گے کہ ایک اشارے پر اسمبلی کو dismiss کیا جا سکتا ہے اور وزیر اعلیٰ کو جیل میں بھیجا جا سکتا ہے۔.....

جناب نذر حسین کیانی: پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا! میں نے کبھی بھی یہ کوشش نہیں کی کہ اگر کوئی وزیر صاحب یا کوئی ممبر صاحب گفتگو فرما رہے ہوں اس میں مداخلت کی جائے۔

جناب والا! کل ہی اس ایوان میں اس قسم کی ایک تحریک استحقاق آئی تھی جس میں یہ فرمایا گیا تھا کہ فلاں صاحب نے ایک بیان دیا تھا کہ ممبران کی بھیڑ بکریوں کی طرح خرید و فروخت کی۔ اس سے اس ایوان کی اور ممبران کی توہین ہوئی ہے۔ جس پر جناب سپیکر نے رولنگ دی کہ کسی بھی اخباری بیان کی بنا پر اس ایوان میں کوئی تحریک استحقاق پیش نہیں کی جا سکتی۔ جناب والا! جب یہ رولنگ یہاں پر موجود ہے تو جناب وزیر قانون کو اتنی explanation دینے کی ضرورت کیا ہے اور وہ اس بات کو مرکزی وزیر تک یا مرکزی حکومت تک کیوں لے جانا چاہتے ہیں جبکہ ایک رولنگ موجود ہے۔ وہ مختصراً" بھی کہہ سکتے تھے کہ جناب چونکہ یہ اخباری بیان پر مبنی ہے اس لیے اسے یہاں پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ میں آپ سے گزارش کروں گا آپ ہماری تحاریک استحقاق مسترد کریں ہم اسے برا نہیں منائیں گے لیکن اس کے بعد آپ بھی یہاں پر پیش نہیں کر سکیں گے۔ آپ ہم سے محبت کریں تب جا کر آپ اس ایوان کو چلا سکتے ہیں۔ اگر دھمکیاں دیں گے تو ہم ان دھمکیوں کو برداشت نہیں کریں گے۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! میں بھی اس تحریک کا محرک ہوں لہٰذا مجھے بھی کچھ بولنے کا موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ نے بجا فرمایا ہے۔ آپ ذرا بیٹھیں۔ پہلے اسے طے ہو جانا

چاہیے۔ جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون : جناب والا! جیسا کہ میں نے گزارش کی ہے کہ جناب رانا صاحب نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے اس میں جو انہوں نے عرض کیا وہ اس کا background تھا اور میں اس کے ساتھ مکمل طور پر اتفاق کرتا۔ میرے اپوزیشن کے بھائی تو مجھے اپنی رائے دینے پر تو آنے ہی نہیں دیتے۔ جناب والا! ایک معزز رکن اسمبلی (ٹریژری بنچ) سے ایک تحریک استحقاق پیش کرتا ہے جس کا تعلق اس ایوان سے اور وزیر اعلیٰ کی ذات سے ہے۔ جناب والا! میں جو کیس built کر رہا تھا وہ اس لیے کر رہا تھا کہ میں اپنے معزز بزرگ رکن جناب رانا صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ وہ اس تحریک استحقاق کو stress نہ کریں اور اگر وہ اس تحریک استحقاق کو واپس لیں گے تو اس ایوان میں بہتر ماحول پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ rule out ہونا یا نہ ہونا یا ٹیکنیکلی کچھ اور پوزیشن ہونا وہ جناب سپیکر کی صوابدید پر ہے میں سپیکر نہیں ہوں کہ میں یہاں پر کوئی رولنگ دے دوں۔ میں تو یہاں پر یہ ساری گزارش کر رہا تھا کہ میں جناب رانا صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں وہ بہت پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور ہمارے بزرگ ہیں۔ باقی جناب والا! اس بیان کا اس ایوان کے ساتھ براہ راست تعلق ہے اور جناب والا! یہ بھی صحیح بات ہے کہ یہ اخباری بیان ہے اور کل جناب سپیکر صاحب نے اخباری بیان کو تحریک استحقاق کا جواز بننے کے عمل کو rule out کیا تھا یہ جو حقیقت ہے اور جو اسمبلی کے ریکارڈ پر ہے یہ نہ تو ان کو بتانے کی ضرورت ہے اور نہ مجھے اس پر stress کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب میں تو یہ ساری بات اس لیے کر رہا تھا کے میں رانا صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں کہ وہ اپنی اس تحریک استحقاق کو stress نہ کریں اور یہ بات ان کو ناگوار گزری ہے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : I am on a point of Order. My point of order is that the Law Minister is suggesting not to stress on his motion. That is not the question. The question is whether this privilege motion is in order or not. You have to give your ruling on this point.

کیونکہ ہم اس پر آپ کی رولنگ چاہیں گے کہ یہ تحریک استحقاق valid ہے یا نہیں۔ stress نہ کرنے کا تو مطلب ہے کہ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ہم اس پر زور نہیں دیتے۔ یہ وزیر

قانون کا رویہ تو غیر قانونی ہے۔

It is an adverse reflection on him.

ان کو ایسی باتوں میں نہیں جانا چاہیے۔

If you could kindly give your ruling after hearing his non-technical opinion.

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں گزارش یہ کروں گا کہ اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے مطابق آپ نے مجھے یہاں پر تحریک پیش کرنے کا موقع دیا میں بھی اس تحریک استحقاق کا محرک ہوں اور اس بات کا فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے بھی ماضی کی روایات کے مطابق یہاں اس تحریک کو پڑھنے کا موقع ملنا چاہیئے اور اس پر میری short statement ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد آپ اس کی admissibility پر بات کر سکتے ہیں اور ایوان کی رائے لے سکتے ہیں۔ لہٰذا میرا نکتہ اعتراض یہ ہے کہ مجھے بھی اپنی تحریک کو پڑھنے کا موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔ آپ نے بجا فرمایا۔ آپ اس وقت حاضر نہیں تھے اب آپ تشریف لے آئے ہیں تو آپ پڑھئے ۔۔۔ بسم اللہ۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو۔۔۔۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL :Point of order under the rules if the motion is read once.

اور short staement ہو جائے اس کے بعد وزیر قانون اپنی رائے دے چکیں اس کے بعد کوئی سیکنڈ شارٹ سٹیٹمنٹ نہیں ہو سکتی۔

He was there at that time before the Law Minister he should have stood upto and said this.

جناب ڈپٹی سپیکر: نوابزادہ صاحب! آپ کوئی رول quote کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جی۔ میں رول quote کرتا ہوں۔

ڈاکٹر شیلابی چارلس: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ اپنی رولنگ دے چکے ہیں کہ وہ بات کر

سکتے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! ایک رولز ہوتے ہیں اور ایک پریکٹس ہوتی ہے عموماً" رولز یہ ہوتے ہیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نواب زادہ صاحب! آپ جلدی کیجئے کیونکہ وقت زیادہ ہو رہا ہے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : I am referring to the rules. Kindly ask the Member to sit down for the moment.

میاں محمود الرشید: جناب والا! مجھے بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے آپ ذرا ان کو رولز quote کرنے دیجئے۔ ڈاکٹر صاحبہ آپ تشریف رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! رول strictly یہ ہے ----

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا کوئی نمبر یا صفحہ نمبر ذرا دیں گے؟

میاں منظور احمد موہل: یہ رول 56 ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: 56 تو ہے۔ Let me proceed first. آپ کے لاء منسٹر نے تو آج تک کتاب نہیں کھول کر دکھائی میں تو کتاب کھول کر دیتا ہوں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نوابزادہ صاحب آپ مہربانی کیجئے۔ آپ صرف مجھے رول نمبر بتائیے۔۔۔۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جی میں بتا رہا ہوں۔ تو اتنی جلدی کیا ہے؟ جناب سپیکر! مجھے بتانے دیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: No cross talk please. No cross talk please. جی نوابزادہ صاحب!

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! بات یہ ہے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نوابزادہ صاحب! مجھے کچھ نمبر بتائیے۔ مجھے بھی پتا لگے میرے سامنے بھی کتاب پڑی ہے۔ آپ وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ میں بھی وہ صفحہ نکالوں۔ مجھے پتا تو چلے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: مجھے پڑھنے تو دیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی مجھے نمبر تو کوئی بتائیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ پریویلج کے رولز نکالیں۔ یہ رول 56 ہے۔

رانا پھول محمد خان: مسٹر سپیکر! چونکہ وزیر قانون نے مجھے جناب کی وساطت سے مخاطب کیا ہے اس لیے پہلے مجھے ان کا جواب دینے دیں پھر مولوی صاحب قاعدہ پیش کریں۔ طریق کار یہ ہے کہ وزیر قانون نے مجھے جناب کی وساطت سے مخاطب کیا ہے۔ آپ میری بات تو سن لیں۔ اس کے بعد وہ رول پیش کر دیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں گے؟

رانا پھول محمد خان: رول پیش کرنے کا معاملہ بعد میں آئے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب وہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔ آپ ایک منٹ ذرا تشریف رکھیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Am I allowed to proceed.

It is Rule 56.

جناب ڈپٹی سپیکر: نوابزادہ صاحب! میں نے آپ سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ فرمائیں۔

میاں منظور احمد موہل: پڑھیے۔۔۔۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جی میں پڑھنے لگا ہوں۔ آپ تو بیٹھیں۔۔۔۔

He is more Catholic than the Pope.

(قہقہہ)

Rule 56. "The Speaker shall, after the disposal of question and before the list of Business is entered upon, call upon the member who gave notice and thereupon the member shall raise the question of privilege and may make a short statement relevant thereto." Provided that where a member is allowed to raise a question of privilege during the course of sitting under the proviso to rule 54 he shall raise the question immediately after

his being allowed to do so, or at such other time as the speaker directs."

ایک ممبر کی بات ہے۔ (قطع کلامیاں)

Mr. Speaker! if I am interrupted I will not able to explain my point.

اصولاً" رولز یہ ہیں کہ سپیکر اپنے چیمبر کے اندر دیکھ لے کہ admissible ہے کہ نہیں۔ نمبر2 یہ ہے کہ short statement کے بعد سپیکر کہہ دے کہ وہ اپنی موشن پڑھیں اور short statement سے پہلے نیشنل اسمبلی کے اور ہمارے رولز یہ ہیں کہ اس کی technicality پر بحث ہو۔ ہماری اور اس کی روایت یہ ہے سپیکر صاحب نے بتایا تھا کہ ہم ایک short state ment allow کر دیتے ہیں حالانکہ یہ رولز کے منافی ہے کیونکہ short statement اس کے admissible ہونے کے بعد آتی ہے۔ اور ان کی short statement کے بعد رولز اور کنونشن یہ ہے کہ جو لاء منسٹر ہوتا ہے اس کی admissibility پر بات کرتا ہے تو اگر کوئی joint mover ہے یا another mover ہے تو اس کو لاء منسٹر کے کھڑے ہونے سے پہلے آپ کی توجہ دلانی چاہیے کہ میری بھی Identical motion ہے۔

I also read and make a short statement on this.

جناب ڈپٹی سپیکر: نوابزادہ صاحب بات ختم کریں کیونکہ پریو یلج موشنز کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : After the Law Minister has given his opinion.

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے بعد کسی اور آدمی کو پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ پریو یلج موشنز کا ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میری بات تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی رانا صاحب فرمائیے۔

رانا پھول محمد خان: میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ مولانا صاحب نے جو رول 56 quote کیا ہے وہ مجھے اجازت دیتا ہے کہ میری تحریک درست ہے جہاں تک لاء منسٹر صاحب نے مجھے مخاطب کیا

ہے اس پر میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ میری ذاتی تحریک نہیں ہے۔ جو انہوں نے فرمایا ہے کہ
سپیکر صاحب کی رولنگ کل آ چکی ہے اس بیان کو بہت مدت گزر چکی اگر وزیر منشیات اس کی
تردید کر دیتے کہ یہ میرا بیان نہیں پھر تو آپ اس کو مفروضہ تصور کر سکتے تھے جب انہوں نے
اس کی تردید نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عین بیان ان کا ہے اور کس اسمبلی کے لیے
ہے پنجاب اسمبلی کے لیے جو پر امن ہے جس کا صوبے میں کنٹرول ہے۔ اگر وہ یہ کہتے کہ مہاجر
اور پنجابی کا قتل سندھ میں ہو رہا ہے۔ہم سندھ اسمبلی کو توڑ دیں گے ہم اپنے بچوں کو قتل ہوتے
دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: یہ کون سا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب پریویلج موشنز کا ٹائم ختم ہو رہا ہے لہٰذا آپ تشریف رکھیں۔
جیساکہ جناب لاء منسٹر صاحب نے بھی فرمایا ہے اور کل سپیکر صاحب کی بھی اس بات پر رولنگ آ
چکی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں وزیر قانون صاحب کی درخواست پر اپنی تحریک پر یہ ترمیم
چاہتا ہوں کہ اس کو کمیٹی کے سپرد نہ کریں بلکہ یہ ہاؤس ایک قرارداد مذمت پاس کرے اور
مرکزی حکومت کو بھیجے کہ ایسے غیر ذمہ دار وزیر کو جس نے سندھ کی بدامنی کے باوجود سندھ
اسمبلی کو توڑنے کی دھمکی نہیں دی۔ پنجاب اسمبلی کو توڑنے کی دھمکی دے کر اس معزز ایوان
کے استحقاق کو مجروح کیا ہے۔ کیا انہیں اس بات سے اتفاق ہے؟

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! محمود الرشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق
انتہائی ضروری تحریک استحقاق ہے۔ خدا کے لیے اس پورے ہاؤس کو اسے انتہائی سنجیدگی سے
لینا چاہیے۔ خواہ ہم لوگوں کا تعلق حزب اختلاف سے ہے یا حزب اقتدار سے ہے۔ یہ پنجاب
اسمبلی کو توڑنے کی بات ہوئی ہے۔ اور اس بارے میں ہم تمام لوگ جو منتخب ہو کر آئے ہیں یہ
یکساں ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ اسے پینڈنگ کر دیں۔ اسے رول آؤٹ نہ
کیا جائے بلکہ اسے کل تک کے لیے یا اگلے دن تک کے لیے pending کر دیا جائے۔ اس کی

admissibility پر بات ہونی چاہیے۔ میں آپ کو اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے ریفرنس دے کر یہ ثابت کروں گا ----

جناب ڈپٹی سپیکر: محمود الرشید صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی تو تحریک استحقاق ابھی آئی نہیں تھی۔ یہ identical تھی آپ اس پر اگر بات کرنا چاہیں تو کل کر لیں۔ جہاں تک آج رانا صاحب کی پریویلج موشن کا تعلق ہے وہ جیسا کہ لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر رہا تھا کہ سپیکر صاحب نے یہ رولنگ دے دی ہے کہ کسی بھی اخباری خبر کے مطابق یہ چیزیں نہیں ہونی چاہئیں۔

Otherwise the motion seems to be in order.

لیکن اس کے لیے بھی اب یہ ہوگا کہ سپیکر نیشنل اسمبلی کو ہم درخواست کریں گے کہ اس کا ایکشن لیا جائے لیکن چونکہ یہ جیسے سپیکر صاحب نے فرمایا ہے کے پریس کی بات ہے اس لیے اس کو ختم کرتے ہیں۔ اب پریویلج موشنز کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ اب ہم بجٹ پر آتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! میں 5 منٹ سے پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں-----

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کے آپ مجھے ایک قرارداد مذمت پیش کرنے کی اجازت بخشیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ اسمبلی ہے کوئی آئی جے آئی کی میٹنگ نہیں ہو رہی----

رانا پھول محمد خان: یہ معزز ایوان ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کو جیل بھیجنے کی دھمکی دے کر منصوبے کو عیاں کر دیا گیا ہے۔ اگر وہ قانون کی زد میں آتے ہیں تو پھر یہاں وزیراعظم پھانسی بھی چڑھ سکتے ہیں۔ (قطع کلامیاں) (اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہا تھا۔ جناب والا! ڈپٹی سپیکر صاحب نے مجھے اجازت دی تھی۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر میرا تھا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں گے؟ میاں صاحب تشریف رکھیں گے؟ شاہ صاحب تشریف رکھیں گے!

نوابزادہ غضنفر علی گل: میاں محمود الرشید کو وزیر قانون کے رویے کے خلاف واک آؤٹ جانا چاہیے۔

جناب سپیکر: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اور بجٹ پہ بحث شروع ہونے والی ہے۔ تو پھر ہمیں بغیر کسی تاخیر کے بحث شروع کرنی چاہیے کیونکہ صرف آج دن ضمنی میزانیہ پر بحث کرنے کے لیے مختص ہے اور ہم ٹائم ضائع نہیں کر سکتے۔ میرے پاس دونوں اطراف کے ممبران کی لسٹ موجود ہے۔ ہم نے کل طے کیا تھا کہ مداخلت نہیں ہوگی کہ پوائنٹ آف آرڈر کی صورت میں بھی مداخلت نہیں ہوگی۔ اور بحث کا سلسلہ جاری رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ بحث میں حصہ لے سکیں۔ میں صرف ڈاکٹر بنگش صاحب کو اجازت دوں گا۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ بھی پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں اور شاہ صاحب بھی بولنا چاہتے ہیں۔

ایک معزز ممبر: ڈاکٹر صاحب تقریر کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے انہیں تقریر کے لیے دعوت نہیں دی۔ ڈاکٹر بنگش بھی پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! جب آپ تشریف لائے تو جناب ڈپٹی سپیکر مجھے پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنے کی اجازت دے چکے تھے۔

جناب سپیکر: اور رانا صاحب کس لیے کھڑے تھے۔

سید ذاکر حسین شاہ: وہ تو ویسے کھڑے تھے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! معزز رکن نے ایک قرارداد دی ہے اور کل اس ہاؤس میں ثمینی صاحب کے لیے دعائے مغفرت بھی کی ہے۔ آپ نے ثمینی صاحب کو فوت ہوتے نہیں دیکھا لیکن اخباری خبر پر آپ نے یہاں قرارداد تعزیت پاس کی ہے۔ کل کو اگر یہ خبر آ جائے کہ ایک رکن اسمبلی کو فلاں آدمی نے گولی مار دی۔ آپ وہاں موجود نہ ہوں ابھی کیس بھی رجسٹر نہ ہوا

ہو اور یہاں کوئی تحریک پیش ہو تو کیا آپ اس کو اخباری اطلاع کی قرارداد قرار دیں گے۔ اس پر عمل نہیں کریں گے۔ اس کے بعد میری آپ سے گزارش ہے کہ جناب ڈپٹی سپیکر نے میری تحریک استحقاق رد کر دی ہے۔ خیر وہ تو ان کا اختیار ہے۔ میں ان کے فیصلے کا احترام کرتا ہوں۔ لیکن میں جناب سے نہایت ادب کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ ان دیواروں کی عزت کے لیے اور اس ہاؤس کے وقار کے لیے اور ان اراکین کے وقار کے لیے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وزیر منشیات کے بیان پر آپ رولز معطل کر کے مجھے ایک قرارداد مذمت پیش کرنے کی اجازت بخشیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ رانا صاحب! آپ ذرا تشریف رکھیں۔

جناب جاوید محمود گھمن : جناب سپیکر! آپ نے کل ہمارے معزز ممبر کو باہر جانے کا حکم دیا تھا لیکن یہاں ایک رکن اسمبلی بغیر کسی وجہ کے دس دس منٹ تقریر کر رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے اس اسمبلی کو کیا بنایا ہوا ہے۔ آپ سپیکر ہیں' آپ ہمارے سرپرست ہیں۔ یہ نہیں کہ انہوں نے گھر کی اسمبلی بنا لی ہے کہ جس طرح چاہے اٹھ کر بولتا رہے۔ کل آپ نے جو واقعہ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ ضابطے کے مطابق چلیں تو ہم آپ کی عزت کریں گے اگر آپ ضابطے اور کارروائی کے خلاف چلیں گے اور ایک ایک ممبر کو اٹھائیں اور اٹھا اٹھا کر باہر پھینکیں تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ جس وقت کوئی ممبر چاہے بغیر کسی پوائنٹ کے اٹھ کھڑا ہو اور دس دس منٹ تک ٹھیتی اور ایران اور مرکزی اسمبلی تک بولتا رہے اور اگر ہم ضابطے اور کارروائی کے مطابق بھی بولیں آپ ہمیں چپ کرا دیں اور باہر بٹھانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہ ہم نہیں مانتے۔ آپ آئیں اور ایک ایک ممبر کو باہر اٹھا کر پھینکیں۔

جناب سپیکر: جناب جاوید صاحب! آپ کس پوائنٹ پر ارشاد فرما رہے تھے۔

جناب جاوید محمود گھمن : جناب والا! کل بھی میری زبانی تحریک کے بعد بھی میرے ساتھ وہی واقعہ پیش آیا۔ ممبران کے لیے اسمبلی کے دروازے بند ہیں۔ ممبران کے لیے اسمبلی کے اندر آتے ہوئے کوئی عزت اور احترام نہیں۔ آپ نے کئی دفعہ کہا ہے کہ ممبران کی بے عزتی میری بے عزتی ہے۔ ہماری کاریں کھڑی کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہمیں دو دو فرلانگ دور جانا پڑتا ہے اور یہاں پہ دوسرے لوگوں کی کاریں کھڑی ہیں۔ ہمیں دو دو فرلانگ دور جانا پڑتا ہے

اور ناپسندیدہ دوسرے لوگوں کی کاریں کھڑی ہیں۔ یہ کیا وجہ ہے۔ کل بھی آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور اس پر کوئی عمل نہیں ہوا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ "روزے بخشوانے گئے نماز گلے پڑ گئی" یہ بات آپ نے ہمارے ساتھ کی اور اس کے بعد ہمارے ساتھ زیادتی زیادہ بڑھتی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: بس اتنی سی بات پہ آپ اتنی ناراضگی کا اظہار فرمارہے ہیں؟ آپ تشریف رکھیں اور چیئر کو ایڈریس کرنے کا اپنے لب و لہجے کا خیال کیجئے۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں ڈاکٹر بنگش کو بولنے کے لیے کہہ چکا ہوں۔ باقی سب صاحبان تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب آپ ان کے بعد بات کر لیجئے گا۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! آپ کو علم نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چلیں مجھے علم نہیں ہے۔ آپ بعد میں بات کر لیجئے گا۔ اگر آپ میزانیہ پر بحث نہیں کرنا چاہتے اور پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں آپ سب کو پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنے کی اجازت دوں گا بحث نہیں کرنا چاہتے ٹھیک ہے نہ کریں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے پنجاب میں ہونے والی زیادتیوں کی ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اسی اسمبلی کے ایک سابق رکن ظفر اللہ خان صاحب تھے۔ انہوں نے پاکستان پیپلزپارٹی میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب والا! میں یہ بات فلور پہ لانا چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے کہ ان کا بدلہ لینے کے لیے ان کی بیگم کا تبادلہ کر دیا گیا ہے۔ یہ بات میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان کو بتانا چاہتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ بات پوائنٹ آف آرڈر پہ فرما رہے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ شاہ صاحب آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کیجئے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! کل میری تحریک استحقاق کے بارے میں جناب نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ چونکہ کسی معزز رکن کی ایک ہی دن دو تحاریک استحقاق زیر بحث نہیں آ سکتیں اس

لیے میری تحریک استحقاق کے بارے میں چیمبر میں بات ہوگی۔ جناب والا! جب کوئی تحریک استحقاق آج پر رکھی گئی تھی۔ لیکن آج یہ کہا گیا کہ اس تحریک استحقاق کے بارے میں چیمبر میں بات ہو گی۔ آپ سے پہلے جناب ڈپٹی سپیکر اجلاس کی صدارت کر رہے تھے تو انہوں نے فرمایا جناب والا! جب کوئی تحریک استحقاق میری طرف سے پیش ہوتی ہے تو ہمیشہ اس تحریک استحقاق کو سپیکرز چیمبر میں Kill کر دیا جاتا ہے یا اس پر چیمبر میں بحث کی جاتی ہے۔ جناب والا! اس تحریک استحقاق میں کونسی ایسی بات ہے کہ مجھے کہا گیا کہ اس پہ چیمبر میں بات ہو گی۔

جناب سپیکر: تو پھر ٹھیک ہے جیسے جناب ڈپٹی سپیکر صاحب نے ارشاد فرمایا ہے اس پر عمل کیجئے۔

سید ذاکر حسین شاہ: لیکن جناب والا! کل آپ نے فرمایا تھا کہ آج ٹیک اپ کی جائے گی۔

جناب سپیکر: وہ تو میں نے اس لیے کہا تھا کہ استحقاق کی دو تحاریک کسی ایک معزز ممبر کی طرف سے ایک ہی دن پیش نہیں ہو سکتیں۔ صرف ایک ہو سکتی ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ: لیکن جناب والا! میری اس تحریک استحقاق میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اس پہ چیمبر میں بات کی جائے۔

جناب سپیکر: لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے ڈپٹی سپیکر صاحب نے کہا ہے۔ آپ چیمبر میں اس پر بات کر لیں اگر وہ ٹیک اپ ہو سکتی ہے تو اگلے روز ٹیک اپ ہو جائے گی۔ اس کو Kill نہیں کیا گیا۔ آپ اس پہ بات کر لیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب عالی! پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں محمود الرشید صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! میں نکتہ اعتراض کے ذریعے ایک انتہائی سنگین مسئلے کی طرف پنجاب اسمبلی کے اراکین اور آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج کی اخبار میں محترمہ بے نظیر بھٹو جو ہماری وزیراعظم ہیں امریکی کانگریس کے اراکین کے ساتھ ہاتھ ملاتی ہوئی دکھائی گئی ہیں۔ یہ پوری پاکستانی قوم کی توہین ہے۔ اور پنجاب اسمبلی کو ایک قرار داد مذمت پاس کرنی چاہیے۔

(قطع کلامیاں) (حزب اختلاف کی ممبر خواتین بیک وقت کھڑی ہوئیں)

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ بی بی آپ بھی بیٹھ جائیں مجھے یہ نکتہ اعتراض نپٹانے دیں۔ کیانی صاحب آپ بھی بیٹھ جائیں۔ خواجہ صاحب! آپ بھی بیٹھ جائیں۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں نے میاں محمود الرشید کے پوائنٹ آرڈر کو بے ضابطہ قرار دے دیا ہے۔ ۔۔ جی نواب زادہ صاحب!

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ نے اس اجلاس کے لیے پینل آف چیئرمین بنایا تھا۔اکثر اس میں غیر سرکاری ممبر ہوتے ہیں۔ کل چونکہ آپ نے فاروق صاحب کو بٹھایا تھا۔ ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ اب وہ پارلیمانی سیکرٹری ہیں ان کی بجائے کسی اور رکن کو نامزد کیا جائے کیونکہ پارلیمانی سیکرٹری پینل آف چیئرمین میں نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری پینل آف چیئرمین میں نہیں ہو سکتے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: وہ چونکہ غیر سرکاری ممبر نہیں ہوتے اس لیے پینل آف چیئرمین میں نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر: مجھے اس کو examine کرنے دیں اور اس بارے میں آپ کے پاس اگر کوئی رول یا Precedent ہو تو مجھے بتایئے گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان ممبران کو پینل آف چیئرمین میں لیا جاتا ہے۔ جن کے پاس کوئی سرکاری عہدہ نہیں ہوتا ورنہ تو پارلیمانی سیکرٹری اور ایڈوائزر وغیرہ اس ایوان کے ممبر ہی ہوتے ہیں۔ آج تک روایت میں یہ کبھی آیا ہی نہیں کہ کوئی عہدیدار اس میں آیا ہو۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ دیکھ لیں ہمیں اس میں اعتراض نہیں ہے۔ ہمیں تو خوشی ہے کہ اس صدارت کی کرسی پر ہمارے گجرات کے نمائندے بیٹھے تھے۔ ہمیں بولنے کا زیادہ موقع ملا۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! اگر کوئی رولز یا روایت آپ کی نظر میں ہو تو آپ بھی مجھے بتایئے گا۔ میں بھی اس کو examine کر رہا ہوں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: اس کے متعلق روایات ہیں۔

جناب سپیکر: تو آپ مجھے بتائیے گا۔ جی مولانا صاحب!

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میاں صاحب کا نکتہ اعتراض تو آپ نے مسترد کر دیا ہے اس پر تو میں اب کچھ نہیں کہتا حالانکہ اس میں پوری قوم کی ناک کٹی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیراعظم ہونے کی حیثیت سے انہوں نے کانگریس کے ارکان کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ میں جناب سے نکتہ استحقاق پہ عرض کروں گا کہ کل میں نے قرآن کریم کے ایک لفظ کی تصحیح کی تھی لیکن "جنگ" اخبار میں پھر وہ غلط شائع ہوا ہے میرے تصحیح کرنے کے باوجود انہوں نے میرے نام کے ساتھ لکھا ہے کہ چنیوٹی نے یہ تصحیح کی۔ وہ قرآن کریم کا لفظ ہے "الیسین" اور "یین" یین کفار کی جگہ ہے اور "الیسین" مومنوں کی جگہ ہے۔ تو چونکہ اخبار نے پھر غلط لکھ دیا ہے اس لیے میں جناب کے نوٹس میں لاتا ہوں کہ اس کی تصحیح ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: اس کی تصحیح ہونی چاہیے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! آپ سے ایک بڑی زبردست گزارش ہے کہ پچھلی دفعہ بھی میں نے توجہ دلائی کہ ہمارے ڈرائیور صاحبان کے لیے سائے اور پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ وہ بھی ہم جیسے بھائی ہیں' انسان ہیں۔ وہ بڑے پریشان رہتے ہیں۔ الفلاح بلڈنگ کے سامنے درخت بھی ہیں اگر وہاں کوئی شامیانے لگ جائیں اور پانی کا انتظام ہو جائے وہ بے چارے پریشان ہوتے ہیں نہ ان کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور نہ پانی کا کوئی انتظام ہے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس کا انتظام کریں۔

جناب سپیکر: جاوید گھمن صاحب نے بھی اس کو پوائنٹ آؤٹ کیا ہے اور میں نے سیکرٹریٹ سے دریافت کیا ہے کہ ان کے لیے شامیانے بھی لگائے گئے ہیں' وہاں کرسیوں کا بھی بندوبست ہے اور ٹھنڈے پانی کا بھی بندوبست ہے' لیکن اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ ناکافی ہے تو آپ اور جاوید گھمن صاحب دونوں مل کر اس جگہ کو دیکھ لیں اور جو قابل عمل تجویز ہو آپ دونوں مجھے بتائیں ہم اس پر عمل کر لیں گے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: بہتر ہے۔ جناب والا۔

جناب محمد ظہیر الدین: جناب سپیکر! قومی اسمبلی میں یہ طریقہ ہے کہ جب ممبران اسمبلی تشریف لے جاتے ہیں تو مائیک پر یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ فلاں نمبر کی گاڑی گیٹ پر آ جائے تو اس

سے ممبران قومی اسمبلی کو کافی سہولت ہوتی ہے۔ اگر یہ ایک سہولت جناب والا! اپنے حکم کے ذریعے مہیا کر دیں تو بہت مہربانی ہوگی۔

ضمنی میزانیہ بابت 89 - 1988 پر بحث (..... جاری)

جناب سپیکر: اب ہم بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ بجٹ پر بحث کے دوران مداخلت ہوگی یا نہیں۔اگر نہیں کرنی تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ لاء منسٹر صاحب آپ کی طرف سے پوائنٹ آف آرڈر کی صورت میں بھی مداخلت نہ ہو اور میں قائد حزب اختلاف سے بھی یہ کہوں گا کہ پوائنٹ آف آرڈر کی صورت میں بھی آپ کی طرف سے مداخلت نہیں ہوگی۔۔۔۔

جناب سلمان تاثیر: جی ہاں فیصلہ ہو چکا ہے۔لیکن ہم کوشش کریں گے کہ مداخلت نہ ہو۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں اس کا پابند نہیں ہوں گا۔ چاہے آپ مجھے پارٹی سے نکال دیں یا ہاؤس سے نکال دیں۔ میری تحریک استحقاق ذاتی نہیں تھی بلکہ یہ اس ہاؤس کی تھی۔ میں یہ تحریک پیش کرنے والا تھا مگر مجھے جناب کی رولنگ نے مجبور کر دیا کہ امریکہ میں بیٹھ کر پاکستان جیسے آزاد ملک کی ایک وزیراعظم یہ معاہدہ کرے کہ ہم ایٹم بم نہیں بنائیں گے جبکہ ہمارا دشمن بنا رہا ہو۔ ہم یہاں کیا کریں آپ رولنگ دے دیتے ہیں۔ ہم خاموش ہو جاتے ہیں۔ میں اس معاہدے کا پابند نہیں۔

جناب سپیکر: جناب رانا صاحب! ہمیں پتا ہے کہ آپ اس معاہدے کی پابندی کریں گے ۔۔۔۔ آغا ریاض الاسلام صاحب!

نوابزادہ غضنفر علی گل: اگر غیر معمولی حالات ہوں تو پوائنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: عام طور پر ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

آغا ریاض السلام: جناب سپیکر! آپ نے مجھے ہاؤس سے مخاطب ہونے کی اجازت دی اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں اور اس بجٹ پر ابھی چند روز پہلے جو پنجاب کے عوام کے لیے دیا گیا ہے اس میں غیر ترقیاتی مدیں اور ترقیاتی مدوں کو سامنے رکھ کر اگر ہم تجزیہ کریں تو تمام کا تمام بجٹ بنیادی طور پر بڑے بڑے ٹھیکیداروں' بڑی بڑی فرموں کے لیے اس طرح مرتب کیا گیا

ہے۔ جس میں کمشنوں کی بھرمار ہے۔ نظر آتا ہے کہ یہ بجٹ بنیادی طور پر چند لوگوں کے لیے ایک سازش ہے۔ اور اس کے تحت چند مکانات' چند محلات اور چند لوگوں کو نوازنے کا ایک طریقہ کار بیوروکریٹک انداز میں اپنایا گیا ہے۔

جناب والا! ہم یہاں پر جن علاقوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں یہ بات بڑی دیانت داری سے کہنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اور خصوصاً" پنجاب میں ابھی وہ بستیاں موجود ہیں۔ جہاں پر کم از کم پچھلے تین چار سال سے پنجاب کا بجٹ داخل نہیں ہو سکا۔ میں یہ بات پاکستان کے ترقی یافتہ خصوصاً" پنجاب کے حکمران کے نام کہنا چاہتا ہوں کہ وہ کبھی اپنے صوبے میں بائی روڈ سفر کریں تو انہیں یہ اندازہ ہو کہ اس وقت پنجاب کے عوام جب سڑکوں پر سفر کرتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ پنجاب کی حکومت جاپان کی حکومت کی باقاعدہ ایک ایجنٹ بن کر رہ گئی ہے۔ جو گاڑی پاکستان میں دس سال تک چلائی جا سکتی ہے۔ ہماری ایک سڑک سے گزر جائے تو وہ گاڑی واپس ٹھیک طریقے سے گھر نہیں جاتی اور اس طرح بتدریج جاپان کی امپورٹ ملک میں بڑھ رہی ہے اور ہمارے ملک کا زرمبادلہ بیرون ملک منتقل ہوتا ہے۔ عیاشیوں کے ان اڈوں کو جہاں پر داد عیش لی جائے یا داد عیش دی جا سکے ان علاقوں کو (ریڈ کو) کے بلڈوزروں کے ذریعے ضرور بہترین طریقے سے سجایا جا رہا ہے۔ یہ بات افسوس ناک ہے کہ اگر ہم آزاد پتن سے سفر شروع کریں تو نظر آتا ہے کہ کرنل یامین صاحب جو یہاں پر موجود ہیں اس بات کی تائید کریں گے کہ کم از کم ان کی سڑک سے گزرنے کے بعد راولپنڈی پہنچنے والا ایک شخص یہ بات واضح طور پر کہہ سکے گا کہ اس کو گردوں کی تکلیف ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! آپ یہ بات بڑے واضح طور پر دیکھیں گے کہ جب سے پنجاب کے اندر آئی۔ جے۔ آئی کی حکومت آئی ہے۔ ہندوستان میں خالصتان کا نعرہ ختم ہو گیا اور پنجاب کے اندر ایک نیا بھنڈراں والا پیدا ہو گیا ہے۔ ہم یہ بات بڑی واضح طور پر کہنا چاہتے ہیں میں کل اردو کی ڈکشنری ڈھونڈتا رہا اور اس میں وطن اور تعمیر وطن کا مفہوم ڈھونڈتا رہا تو وطن کا نام ملک سے منسوب کیا گیا۔ لیکن یہ پاکستان کے وفاق کے اندر ایک علیحدہ وطن تعمیر کر رہے ہیں۔ جہاں ان کا اپنا ٹیلی ویژن ہوگا۔ جہاں ان کے اپنے بنک ہوں گے اور آنے والے وقت میں یہ علیحدہ فوج کا مطالبہ کریں گے۔ میں نے دیکھا کہ کہیں بھی وطن کا نام صوبہ نہیں رکھا گیا۔ لیکن ہم ان کو یہ

نوید سناتے ہیں کہ ان کو بھی اسی طرح جس طرح غدار کو سزائے موت دی جاتی ہے اور موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ اسی طرح پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے والوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میں بڑی دیانت داری سے یہ بات کہوں گا کہ ابھی کل ہی یہاں پر لوگوں نے کہا تھا کہ اگر ان کے بولنے قائد کے خلاف کسی نے بات کی۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! ابھی کل کی بات ہے کہ یہاں پر کسی نے کہا کہ اگر ان کے قائد کے خلاف کسی نے بات کی تو یہ ان کی زبان گدی سے کھینچ کر نکال دیں گے۔ جناب سپیکر! میں یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

آغا ریاض الاسلام: جناب سپیکر! میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ان بنچوں پر بیٹھے ہوئے لوگ اور عوام کے نمائندہ 11 سال تک ان کے جبرواستبداد میں جلتے رہے ہیں۔ پیٹھوں پر کوڑے کھاتے رہے ہیں لیکن آج بھی ہماری زبان ہمارے ساتھ ہے۔ یہ زبان اگر ان کے بس میں ہوتی یا ان کے ہاتھ میں ہوتی تو یہ کبھی کی نکل چکی ہوتی۔ لیکن ایک بات ہم انہیں کہنا چاہیں گے کہ جب تک ہم پاکستان میں پاکستان کی آزادی کی بات کرتے ہیں ہم پوری دنیا کے اندر امن کا پیغام لے کر جاتے ہیں۔ ہم اس ایٹم بم کو ختم کرتے ہیں جو انسانیت کو بنیادی طور پر ختم کرتا ہے ہم اس کے خلاف ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں جو ملک ایٹم بم بنا رہے ہیں انہیں بھی اس سے روکا جائے اور پاکستان پوری دنیا کو یہ پیغام دیتا ہے کہ ہم انسانیت کی بھلائی کے لیے ایٹم بم کو کسی صورت میں بنانا نہیں چاہتے یہی پاکستان پیپلز پارٹی کا نعرہ ہے۔

آوازیں: شیم شیم۔

آغا ریاض الاسلام: یہی نعرہ پاکستان پیپلز پارٹی کا ہے۔ یہ نعرہ نہیں ہے کہ ہم لوگوں کو قتل کرتے پھریں اور ایٹم بم کے نتیجے میں انسانیت کا خون کرتے رہیں اور ایسے لوگ جو نفرتوں کی بنیادوں پر انسانیت کو دفن کرنے کی بات کرتے ہیں۔ ایک جھوٹ کے نتیجے میں یہ کہتے ہیں کہ دوسرا بھی جھوٹ اور گناہ کی طرف زندگی کو گزار دے۔

جناب سپیکر! پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن اور پاکستان کی وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے

پاکستان کے عوام کی نمائندگی امریکن کانگریس کے درمیان بیٹھ کر جس طرح پاکستان کے کیس کو plead کیا ہے اس کیس کو اس طریقے سے plead کرنا کم از کم اس ملک کے ایک چھوٹے سے نچلی سطح کے سرمایہ کے بل بوتے پر ترقی کرنے والے اور سامراجی ایجنٹوں کے اور آمروں کی مدد سے اس صوبے میں اقتدار میں آنے والے ایک بونے سیاست دان کے بس کی بات نہیں تھی۔ (نعرہائے تحسین)

یہ بات پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان کے عوام کو نصیب رہی ہے۔ 1947ء میں اس ملک کے ٹانگے والوں نے فیصلہ دیا ہے۔ تو ان لوگوں نے پاکستان کے ایک سب سے زیادہ تعلیم یافتہ آدمی قائداعظم کو جنم دیا ہے۔ جب فیصلہ 1967ء میں پاکستان کے غریب اور ٹانگے والوں کے ہاتھوں میں آیا اس وقت بھی فیصلہ ایک بین الاقوامی سطح پر مانے ہوئے ایک تعلیم یافتہ آدمی کے ہاتھ میں آیا اور آج دوبارہ جب اس ملک کے غریب عوام کے ہاتھ میں فیصلہ آیا تو انہوں نے آج پھر دنیا کی اعلیٰ تعلیم یافتہ ایک خاتون کے حق میں فیصلہ کیا کہ وہ ان کی قیادت بین الاقوامی سطح پر کریں۔ جب کبھی فیصلہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں آیا تو انہوں نے ہمیشہ ایک تھرڈ کلاس حیدر آباد کا پڑھا ہوا ایک ایسا مولوی لائے ہیں جو بنیادی طور پر نہ اپنی قیادت کر سکتا ہے' نہ اپنی امامت کر سکتا ہے' وہ عوام کی قیادت کہاں کرے گا۔ ہم ایک بات ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ آیئے ملک کے مفاد میں پاکستان کے مفاد میں ان چیزوں کو رواج نہیں دینا چاہتے جو رواج نفرتوں کی بنیاد پر آگے بڑھے۔ آیئے اس بات کے لیے جدوجہد کریں کہ اگر کوئی ٹیلی ویژن آپ کے حقوق کو غصب کرتا ہے تو اس ٹیلی ویژن سے اپنا حق لیں۔ آیئے اس بات کا عہد کریں کہ اگر کوئی مرکز کا ادارہ پنجاب کا استحصال کرتا ہے تو اس ادارے سے ہم اپنا حق مانگیں۔ لیکن پاکستان پیپلز پارٹی 11 سال تک ایک آمر کے خلاف جدوجہد کرنے کے نتیجے میں دہلی کو اپنا دارالحکومت ماننے کے لیے کبھی تیار نہیں تھی۔ اور یہ لوگ بنیادی طور پر ان حکومتوں کے خلاف کھیل رہے ہیں جن کے ہاتھوں میں بھنڈراں والا کھیلتا رہا۔ یہ لوگ آج بھی بنیادی طور پر پاکستان کو تسلیم نہ کرنے والوں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں۔ اور بنیادی طور پر یہ جماعت اسلامی کے غنڈوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں ---

جناب سپیکر: آغا صاحب! آپ اپنے آپ کو ضمنی بجٹ پر confine کیجئے۔ (قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آغا صاحب! آپ اپنے آپ کو ضمنی بجٹ پر confine کیجئے۔

آغا ریاض الاسلام: جناب والا! گزشتہ تین سال سے پنجاب کے اندر۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کا ٹائم بھی ختم ہو گیا ہے۔

آغا ریاض الاسلام: میں صرف ایک منٹ لوں گا۔

جناب سپیکر: ایک منٹ میں ختم کیجئے۔

آغا ریاض الاسلام: جناب والا! آپ کے پنجاب میں گزشتہ تین سال سے حکومت کرنے والے موجودہ حکمران کی حکومت کے تحت جناب قائد حزب اختلاف نے بڑے واضح طور پر یہ بتایا کہ 1976ء سے لے کر آج تک بجٹ گزشتہ تین سال پہلے تک پنجاب کا بجٹ ایک منافع کا بجٹ رہا ہے اور یہ بات واضح طور پر آپ کے سامنے ہے کہ خسارے کا بجٹ دیے بغیر ان کے پاس اس وقت کوئی چارا نہیں۔ پنجاب میں ڈکیتیاں عام صورت حال غربت اور افلاس کی وجہ سے ہیں۔ لوگوں کو پینے کا پانی نہیں مل رہا۔ لوگوں کو تکلیف ہے ہسپتالوں میں دوائیاں موجود نہیں ہیں۔ اور اس طرح آپ جا کر سکولوں کی حالت کو دیکھئے۔ جب تک پنجاب میں ڈبل شفٹ نہ کی جائے اس وقت پنجاب کے اندر اتنے سکول موجود نہیں کہ بچے وہاں پر تعلیم حاصل کر سکیں۔ یہ بجٹ یہ اربوں روپے کا بجٹ جو ہمیشہ استحصالی قوتیں اس پنجاب کے صوبے کو دیتی رہیں اس کا نوے فیصد حصہ ان کے گھروں میں منتقل ہوتا رہا اور یہی وجہ ہے کہ پنجاب کا بجٹ خسارے میں جا رہا ہے اور اتفاق فونڈری کا بجٹ آسمان کو چھو رہا ہے۔ ہم ان کو یہ نوید دیتے ہیں اس کے باوجود، امریکہ کی اس کانگریس میں کبھی بھی خطاب نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ آغا صاحب! بیگم بشریٰ رحمان صاحبہ! (نعرہ ہائے تحسین)

بیگم بشریٰ رحمان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میرا ارادہ تو نہیں تھا کہ میں ضمنی بجٹ پر کچھ کہوں، کچھ عرض کروں، لیکن جناب والا! کل قائم مقام قائد حزب اختلاف کی تقریر ہونے کے بعد جو تقریر کم اور بے تاخیر زیادہ تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ خیال آیا کہ اور نہیں تو کچھ عرض کریں اور اس لیے جناب والا! آج ہم اپنی پریشانی کی خاطر ان سے کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں؟

جناب والا! بات پہلے ضمنی بجٹ کی ہو رہی ہے اور میرا خیال ہے کہ میں اپنی بات شروع میں ہی

ضمنی بجٹ سے شروع کروں اور چند نکتے ضمنی طور پر عرض کر دوں۔ پہلی بات تو جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ جناب وزیر خزانہ پنجاب کی خدمت میں مبارک باد پیش کرنا چاہتی ہوں اور اشیرباد زیادہ کہ اس ماحول میں' اس طوفان بدتمیزی میں اور اس ہلے گلے میں جس طرح مدبرانہ انداز میں تدبر کے ساتھ انہوں نے اپنا بجٹ پیش کیا اور اپنی بجٹ تقریر پڑھی یہ انہی کا حوصلہ اور کام تھا اور میں ان کو مبارک باد دیتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) ورنہ اُدھر سے جناب ہر قسم کی تخریبی کوششیں کی گئیں اور ہر طرح سے ان کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ لیکن ہمیں یہ احساس ہوا کہ جو لوگ حق پر ہوتے ہیں' سچ پر ہوتے ہیں جتنا بھی شور مچایا جائے ان کی آواز کو دبایا نہیں جا سکتا۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ یہ ضمنی بجٹ جو ہے اس میں کوئی مد ایسی نہیں ہے' جس کو زیر بحث لایا جائے اور اس کے اوپر کج بحث کی جائے اور الفاظ کا طومار باندھا جائے۔ صاف صاف باتیں ہیں جو لکھی ہوئی ہیں اگر سمجھ میں نہیں آتیں تو کہیں سے سمجھ ادھار لے لیں اور نہیں تو امریکہ سے لے لیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! ایک غلطی ہو گئی حضور' وہ میں عرض کروں گی اس طور پہ کھڑے ہو کے آئی جے آئی والوں سے جناب ایک غلطی ہو گئی' ایک غلطی جناب وزیر خزانہ سے ہو گئی اور ایک غلطی جناب قائد ایوان جناب وزیر اعلیٰ نواز شریف سے بھی ہو گئی' میں حیران ہوں کہ اتنے ایڈوائزر ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور کسی نے ان کو یہ مشورہ نہیں دیا کہ جناب والا بجٹ پیش ہو رہا ہے سارے ملک کے کیمرے لگے ہوئے ہیں پورا ملک آپ کو دیکھ رہا ہے اور جناب والا! آپ ہاتھ میں گلابی تسبیح پکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! ان کے ایڈوائزر کو بتانا چاہیے کہ بجٹ پیش کرتے وقت گلابی تسبیح پکڑتے ہیں۔ ہاتھ ڈیسک سے باہر کرتے ہیں۔ جلتو جلالتو کرتے ہیں اوکھے ویلے ٹال تو کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) تو جناب یہ غلطی ضرور ہو گئی' کرنی چاہیے تھی۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلطان باھو کے لفظوں میں کہ :۔

تسبیح پھری تے دل نہ پھریا
تے کی لیناں تسبیح پھڑکے ہو

علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا
تے کی لیناں علم نوں پڑھ کے ہو
چلا کٹیا تے کچھ نہ وٹیا
تے کی لیناں چلیوں وڑ کے ہو
تے جاگ بناں دودھ جے ناہی
بھادیں لال ہوے کڑھ کڑھ کے ہو

(نعرہ ہائے تحسین)

تو جناب والا! ہم یہ بھی اس عالم میں سوچتے رہے کہ جب جناب ضیاء الحق صاحب تسبیح پکڑے
— (مداخلتیں) —

جناب والا! مجھے تقریر کرنے کے دوران بیک گراؤنڈ میوزک کی عادت نہیں ہے۔ میں بغیر میوزک کے تقریر کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔

جناب والا! میری یہ عرضداشت ہے کہ ان کو اجازت دیجئے کہ یہ مجھے بار بار interrupt کریں مجھے بار بار روکیں اور پھر دیکھیں ہماری طبیعت کی روانی کہ جب سچ بولنے پہ آتے ہیں تو جھوٹ کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتے ہیں۔ دھیمے دھیمے نہ بولیں' موسیقی کے انداز میں نہیں بولیں' چڑیوں کی چہچہاہٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جس وقت آپ کا وقت آئے گا تو جناب آپ سارے باجماعت بولیں۔ جناب سپیکر! یہ پاکستان پیپلز پارٹی ایک جماعت ہے۔ ان میں ایک خوبی ہے کہ یہ سارے باجماعت کھڑے ہوتے ہیں۔ اور باجماعت بولتے ہیں۔ اور باجماعت شور مچاتے ہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں' جناب والا! کہ یہ باجماعت نماز پڑھتے بھی ہیں یا کہ نہیں پڑھتے۔ جناب والا! آپ فیصلہ فرمالیں —

Mr. Speaker: No interruption please, No cross talking please.

بی بی آپ کی باری پر ہماری خواتین تو مداخلت نہیں کرتیں۔ تشریف رکھیں ---

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا! مجھے میرے بنیادی حق سے کوئی نہیں روک سکتا۔ جناب والا! میں پنجاب اسمبلی کی ممبر بھی ہوں' بنیادی طور پر میں افسانہ نگار بھی ہوں' ناول نگار بھی ہوں' شاعرہ بھی ہوں اور اس ملک کا تصور ایک شاعر نے دیا تھا۔ مجھے شعر پڑھنے سے کوئی نہیں روک

سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور جو بات میں نثر میں نہیں کہوں گی وہ نظم میں کہوں گی' جو نظم میں نہیں کہوں گی وہ نثر میں کہوں گی' جس کا جی چاہے سنے جس کا جی چاہے نہ سنے۔ جن کی سمع خراشی ہوتی ہے وہ باہر جا کر آرام فرمائیں۔

جناب والا! ابھی تو ابتدا ہی کی تھی۔ ابھی آپ نے سنا کیا ہے۔

جو ابھی سے نم ہیں پلکیں
تو میں کہہ چکا کہانی

جناب والا! ابھی تھوڑی دیر پہلے اور کل سارا دن جو تقریریں ہوتی رہی ہیں ان میں ضمنی بجٹ کا ذکر تو ضمناً" بھی نہیں آیا۔ حضور والا! پیپلزپارٹی کے پاس چھ مہینوں کے دوران صرف تین باتیں تھیں۔انہوں نے یہ تین باتیں بار بار کہی ہیں۔ ہم نے سوچا تھا کہ اس بجٹ سیشن میں ان کی طرف سے کوئی نئی بات آئے گی اور وہ ہمیں مشکل میں ڈال دے گی۔ اور ہم اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔ لیکن حضور ہمارا بھی جواب نہیں۔ ابھی تک ان کی باتوں میں صرف تین باتیں نظر آ رہی ہیں۔ میں کیا کہوں کس طرح عرض کروں۔ مجھے تو ایسے لگتا ہے ہماری صوبائی اسمبلی کے معزز اراکین پیپلزپارٹی میاں نواز شریف کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ انسانی فطرت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ بعض اوقات بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ لوگ کسی سے نفرت کرتے ہیں لیکن وہ نفرت کا جذبہ نہیں ہوتا وہ مارے محبت کے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ دیکھیے کہ قابل صد احترام سلمان تاثیر صاحب کے پچھلے چھ مہینوں کے بیانات' تمام تقاریر' تمام پریس کانفرنسیں ان کو جمع کر کے دیکھیں ہر تیسرے سانس کے ساتھ وہ میاں نواز شریف کا نام لیتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ان کا نام لیے بغیر ان کی تقریر مکمل نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو چیلنج کرتی ہوں کہ وہ اپنی بجٹ تقریر اگر میاں نواز شریف کا نام لیے بغیر اور اتفاق فونڈری کا نام لیے بغیر کر جائیں تو جو چور کی سزا وہ میری سزا۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! ان کے خوابوں میں نواز شریف' ان کے خیالوں میں نواز شریف' ان کے حوالوں میں

نواز شریف' ان کے کمالوں میں نواز شریف ان کے جلالوں میں نواز شریف' ان کے جمالوں میں
نواز شریف اب یہ جناب والا! نواز شریف سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ کدھر جائیں گے۔

بچ کے جانا کہاں کہ تاروں نے
آسمان پہ بچھا رکھا تھا جال

ہر شخص اٹھے گا قابل صد عزت و احترام یہ دانشور قوم کے یہ اہل بصیرت ہم ان کے بہت شکر
گزار ہیں کہ انہوں نے میاں نواز شریف کے نام کی تسبیح کی ہے اور ساری دنیا میں ان کو ایک
لیڈر کی طرح مشہور کر دیا ہے۔ آپ کا بہت شکریہ' آپ کی بہت نوازش۔ بعض دفعہ ستم بھی کر
ہو کر لگتا ہے۔ جناب والا! ان کو یہ کیا پتا ہے کہ کرم انہوں نے ہمارے اوپر کیا (قطع کلامیاں)
جناب والا! میں تو علی الاعلان کہتی ہوں کہ ہمارا لیڈر نواز شریف ہے۔ یہ بے نظیر کی تعریف
کیوں کرتے ہیں وہ عقیدت اور احترام کا رشتہ جو مجھے نواز شریف کے ساتھ ہے وہ ان کو بے
کے ساتھ ہے۔ وہ بے نظیر ہیں یہ بے مثال ہیں لیکن ہمارا ان سے تعلق ہے اور ہم اس سے
انکار نہیں کر سکتے۔ (قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آرڈر۔ آرڈر۔ آپ مداخلت نہ کریں بیگم صاحبہ آپ اپنی تقریر کیجئے اور اس کو
ختم کیجئے۔ (قطع کلامیاں)
بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میری تقریر
میں بہت مداخلت کی گئی ہے۔ جناب والا! فاضل اراکین کی تعداد گن لیں اتنے منٹ مجھے اور
دے دیں۔
جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! آپ ارشاد فرمائیے۔
بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! اس سے پہلے جناب قائد حزب اختلاف نے یہ فرمایا اور بڑے
سے یہ کہا کہ یہ مرکز سے بھیک مانگتے ہیں اور یہاں سے جناب اشفاق کو اس سے کچھ رنج
اور انہوں نے اپنے رنج کا اظہار کر دیا۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس بات پہ رنج کا اظہار
کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ ہم مرکز سے بھیک مانگتے ہیں مرکز ہمارا اپنا ہے۔ مرکز ہمارا

ہے۔ دلارا ہے ہم اس سے بھیک ضرور مانگیں گے لیکن ہم بھیک مانگتے ہوئے شرم کیوں کریں شرم غیروں سے ہوا کرتی ہے اپنوں سے نہیں۔ گلہ ان کا کیوں نہ کریں شکوہ اپنوں سے ہوا کرتا ہے غیروں سے نہیں۔ ہم ان سے شکوہ بھی کریں گے اور ان سے بھیک بھی مانگیں گے۔ لیکن لفظ بھیک کی میں تھوڑی سی تشریح کرنا چاہتی ہوں۔

جناب والا! اس پاکستان میں جب کسی کو پاکستان کی قیادت کرنے کا جنون سوار ہوتا ہے تو وہ ہر قسم کی بھیک مانگنے کے لیے پنجاب میں چلا آتا ہے۔ کبھی وہ یتیمی کا دامن پھیلاتا ہے اور کبھی بیوگی کا دامن پھیلاتا ہے اور وہ پنجابیوں سے بھیک مانگتے ہیں۔ پنجابیوں سے جمہوریت کی بھیک مانگتے ہیں۔ پنجابیوں سے حکومت کی بھیک مانگتے ہیں۔ پنجابیوں سے سیاست کی بھیک مانگتے ہیں۔ صداقت کی بھیک مانگتے ہیں۔ رفاقت کی بھیک پنجابیوں سے مانگتے ہیں۔ جس قسم کی بھیکیں ہیں وہ تمام کی تمام پنجابیوں سے مانگی جاتی ہیں۔ کیونکہ پنجاب جب تک کسی کو قائد تسلیم نہ کرے اس وقت تک کوئی وفاق میں پہنچ نہیں سکتا۔ جب ان کو اس قسم کی بھیکیں درکار ہوں تو ماں بہن بن کر بھی بیک مانگ لیتے ہیں اور جب وفاق میں پہنچ جاتے ہیں تو ان کے انداز ہی جداگانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے انداز ہی اور طرح کے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت پنجاب کو اپنا بھائی کہنے والے لوگ' پنجاب کو اپنی جان جگر کہنے والے لوگ پنجاب کو بھیکاری کہنے لگ جاتے ہیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ٹھیک ہے کہ آج ہم اپنی ضرورتوں کے لیے ضرور مرکز کی طرف دیکھتے ہیں لیکن میں اس کی تفصیل اصل بجٹ تقریر میں بیان کروں گی کہ ہمیں اس حالت پر کیسے پہنچایا گیا۔ اس وقت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اپنوں سے ہی بھیک مانگتے ہیں۔ مرکز سے ہی بھیک مانگتے ہیں۔ وفاق سے ہی بھیک مانگتے ہیں لیکن بھیک کا کشکول اٹھا کر امریکہ میں بھیک مانگنے نہیں جاتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! دست سوال وہاں نہیں کرتے ہیں جو ہمیں کچھ سمجھتے نہیں دولت کے عوض ہم اپنے نظریے کو فروخت نہیں کرتے۔ اور ہم وہاں سے بھیک مانگنے نہیں جاتے ان کے بھیک مانگنے کے انداز جداگانہ ہیں۔ یہ تو شاہی سواریوں میں بیٹھ کر کہتے ہیں سخی کی خیر' مائی بابا کی خیر' تیرے بنے گے بگڑے کام جھولی بھر دے اللہ کے نام۔ جناب والا! مائی باپ امریکہ جواب میں یہ کہتا ہے کہ:

دو عالم کی کسی چیز پر رکھ ہاتھ
رندوں کو بھی کچھ عادت خیرات ہے ساقی
(نعرہ ہائے تحسین)

وہ اپنا ہاتھ بار بار میاں نواز شریف کے سر پر رکھتے ہیں۔ جناب والا! امریکہ کی حمایت ایسے حاصل نہیں ہو جاتی۔ امریکہ کی حمایت میں دو چار سخت مقام آتے ہیں اور بعض اوقات اس کی بڑی قیمتیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ جناب والا! ترکی کے دورے کے دوران محترمہ نے پاکستانیوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ کہا ہم پچھلے دروازے سے نہیں آئے ہم منتخب ہو کر اگلے دروازے سے آئے ہیں۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ حکومت میں یا ہم جیسے ملکوں میں دروان پچھلا ہو یا دروازہ اگلا ہو' دروازے کا دربان ایک ہی ہوتا ہے اور اس دربان کی آشیرباد کے بغیر نہ کوئی پچھلے دروازے سے آتا ہے' نہ کوئی اگلے دروازے سے آتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) پچھلے چھ سالہ آمرانہ شخصی دور میں جب ایک آمر نے اپنی شخصیت کا بت بنا کے اگلے دروازے میں لگا دیا تو امریکہ بہادر کو ان کو پچھلے دروازے سے لانا پڑا۔ اب محترمہ کبھی اگلے دروازے کا ذکر کرتی ہیں اور کبھی پچھلے دروازے کا۔ اور جب تان ٹوٹتی ہے تو تان ساری کی ساری پنجاب حکومت پر آ کر ٹوٹتی ہے۔ اس وقت پنجاب حکومت کو یا اس کے بجٹ کو کوئی کچھ بھی کہے' مخالفت برائے مخالفت ہی ہے۔

جناب والا! میں ایک بات عرض کرنا چاہتی ہوں۔ ایک محترم پھر گیارہ سالہ دور کی بات کر رہے تھے۔ ہم پیپلز پارٹی کے بے حد شکر گزار ہیں۔ انہوں نے ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی ایک نیا محاورہ اور اصطلاح دی ہے۔ ابھی ٹیلی وژن شروع ہی ہوتا ہے تو ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے بہت خوبصورت تبصرہ کرنے لگتے ہیں۔ جناب والا! ایک گھر میں ایک ماں نے کھانا چنا' میز پہ لگایا۔ اس کا چھوٹا سا بچہ آ کر کہتا ہے: امی جی' آج کیا پکا ہے؟ تو وہ کہنے لگیں کہ دیکھ لو۔ کہتا ہے: امی جان' وہی بھنڈیاں' وہی کریلے' وہی توریاں' وہی ٹنڈے جو گیارہ سالہ آمرانہ دور میں پکتے رہے ہیں' آپ نے پھر پکانے شروع کر دیے۔ (نعرہ ہائے تحسین) انہوں نے کہا کہ جمہوری دور آ گیا ہے۔ جمہوری دور کی سبزیاں لائیں۔ ہم ٹنڈے' کدو' توری نہیں چاہتے' وہ تو

سارے اسمبلیوں میں چلے گئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ایک استاد نے اپنے شاگرد سے کہا کہ ایک شعر سناؤ۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے شعر نہیں آتا۔ استاد کو بہت غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ دس سال ہو گئے تمہیں اس سکول میں پڑھتے ہوئے' تمہیں ایک شعر بھی نہیں آتا! بچہ کہنے لگا: ماسٹرجی' کیا کرتے۔ گیارہ سالہ دور میں شعر نہیں ناں یاد ہو سکتے۔ تو جناب والا! پیپلز پارٹی کو گیارہ سالہ دور کا جنون ہو گیا ہے اور اس کی تسبیح کرتے کرتے اس نے ہمیں اس حال کو پہنچایا ہے۔ جناب والا! اس کے علاوہ پیپلز پارٹی کے اور گیارہ سالہ دور کے اور بہت سے لطیفے ہیں۔ انشاء اللہ' اگلی تقریر میں' میں وہ آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: بیگم صاحب! آپ وائنڈ اپ فرمائیے۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: بہت شکریہ۔ جناب والا! بس' میں دو منٹ میں وائنڈ اپ کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: جناب فضل حسین راہی صاحب! اپنی تقریر کا ٹائم آپ کو دینا چاہتے ہیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: بہت شکریہ۔ جناب والا! اب کے میں جو تقریر کرنے والی ہوں' وہ وقت چونکہ فضل حسین راہی کا ہے۔ اس لیے میں اسی طرح کی باتیں کروں گی۔ میں ان کے وقت میں ان کی طرح کی باتیں کر لوں۔ جناب والا! یا میں اپنی طرح کی باتیں کر لیتی ہوں۔ جناب والا! ابھی یہ فرما رہے تھے کہ میں نے پوری ڈکشنری دیکھی ہے اور کہیں "تعمیر وطن" کا مطلب نہیں ہے۔ پتا نہیں' انہوں نے کس زمانے کی ڈکشنری دیکھی ہے اور کون سی ڈکشنری دیکھی ہے۔ وطن کا تو ہمیں ایک ہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ جس کے لیے علامہ اقبال نے کہا:

خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

وطن وہ ہوتا ہے جس میں آدمی رہتا ہے۔ اس کو ملک بھی کہتے ہیں' سلطنت بھی کہتے ہیں ریاست بھی کہتے ہیں اور وطن بھی کہتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ وطن میں چاروں صوبے بھی آ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تعمیر وطن کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہاں پنجاب کا نام کیوں نہیں لکھا گیا' تعمیر وطن کیوں لکھا گیا ہے۔ جناب ہمارے جذبۂ یک جہتی اور سالمیت کا اس طرح سے یہ مذاق اڑاتے ہیں کہ ہم نے تعمیر وطن کا بیڑا اٹھایا کہ پورے وطن میں یہ کام کریں گے۔

ہم نے یہ نہیں کہا کہ صرف پنجاب میں یہ کام کریں گے۔ ہم وطن کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور وطن میں تمام صوبے' تمام علاقے' تمام زبانیں اور سب کچھ شامل ہے۔ جناب والا! ایک منٹ مجھے اور دے دیں۔ میں صرف ایک لطیفہ سنا کر اجازت چاہتی ہوں۔ میں لطیفہ پنجابی میں سنانے کی اجازت چاہتی ہوں۔

جناب! پنجاب دے پنڈاں وچوں اک گبھرو جوان پولیس وچ بھرتی ہون واسطے گیا۔ (قطع کلامیاں) جناب والا! ایناں تے انج ای ساڈے جوان ویکھ ویکھ کے سڑدے رہنا ایں۔ اک گبھرو جوان پولیس وچ بھرتی ہون واسطے گیا۔ اپنی ماں نوں کہن لگا' بے بے' میرے واسطے دعا کر' میں تھانے دار بھرتی ہو جاواں۔ او حدی ماں نے کہیا' حالا پتر۔ میں تیرے واسطے دعا کراں گی۔ توں وڈا تھانے دار بھرتی ہو جاویں۔ فیر اوہنوں بلا کے کہیا: پتر' جس ویلے توں تھانے دار ہو جاویں گا تے بے بے نوں کی دیویں گا؟ کہن لگا: جدوں میں وڈا تھانے دار ہو جاواں گا' بے بے تینوں آکے ٹھس کر دیاں گا۔

جناب والا! پاکستان پیپلز پارٹی کے پنجابی وڈیرے' ان کو جب اللہ نے تھانے دار بنایا تو اپنے بیٹے کو "ٹھس" کرنے کے لیے یہاں پہ پہنچ گئے یہ پنجاب ہی کے کلیجے میں خنجر گھونپنے کے لیے یہاں پہ آکے بیٹھ گئے۔ (قطع کلامیاں) جناب والا! آپ انہیں منع نہیں کر سکتے؟ میں اپنی تقریر وائنڈ اپ کر رہی ہوں۔ میں جناب والا! کی بے حد شکر گزار ہوں' پورے ایوان کی بے حد شکر گزار ہوں اور آپ نے ان کی شائستگی کو دیکھا ہے؟ ان کی اخلاص مندی کو دیکھا ہے؟ ان کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھا ہے؟ یہ ایک خاتون کو بھی ایوان میں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سکون سے نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ حلہ گلہ پارٹی ہے۔ یہ بھنگڑا پارٹی ہے۔ یہ یہاں پر سب کچھ کرتے ہیں۔ آپ اس کو برداشت کرتے ہیں۔ یہ آپ کیساتھ ناشائستہ رویہ رکھتے ہیں۔ یہ ہر ایک کے ساتھ ناشائستہ رویہ رکھتے ہیں۔ اور جمہوریت کی پہلی نشانی یہ ہے کہ اپنے مخالف کو برداشت کیا جائے۔ اس کو سنا جائے۔ اپوزیشن کو سنا جائے۔ اس کو برداشت کیا جائے۔ اپنے اندر تحمل اور تدبر پیدا کیا جائے۔ انہوں نے تو اپنے آپ کو کچھ سکھایا نہیں اور آج جو ہمارے ملک کے حالات ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر ہمارے ایوان کے یہ حالات رہے تو شاید خواتین اس ناشائستگی سے تنگ آکر تقریر کرنا بند کر دیں۔ لیکن میں نہیں سمجھتی کہ پنجاب کی خواتین ایسی

ہو سکتی ہیں یا اتنی بزدل ہو سکتی ہیں۔ جناب والا! باتیں تو بہت ہیں۔ میں نے یہ صفحہ کھول کے رکھا تھا۔

جناب سپیکر: شکریہ بیگم صاحبہ!

بیگم بشریٰ رحمٰن: کچھ ضمنی بجٹ کے اوپر۔ لیکن میں پھر آئندہ عرض کروں گی۔ لیکن آج کے حالات اور ملکی حالات اور خارجہ پالیسیاں دیکھ کر اور ان کی لن ترانیاں دیکھ کر میں صرف اتنا عرض کروں گی:۔

نگاہ درد ناک میں کھڑی ہے تیری محبت کا درد چھینے
ذرا جو غفلت میں آنکھ جھپکوں تو لے اڑے یاد کے نگینے

میں اس جگہ ہوں جہاں کسی میں بھی جوہر آب و گل نہیں ہے
جفا پرستوں کے تنگ سینوں میں تنگ بازیں ہیں دل نہیں ہے

شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب فضل حسین راہی: محترمہ کی تقریر کے بارے میں آپ کا اپنا رد عمل کیا ہے؟

جناب سپیکر! کیا آپ بتائیں گے کہ آپ ان کی تقریر کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ اگر اس طرح کے ڈائیلاگ کسی فلم میں آئیں تو سنسر بورڈ کے ممبر کی حیثیت سے ڈائیلاگ کاٹ کر ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب نذر حسین کیانی!

جناب نذر حسین کیانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! ارادہ یہ تھا کہ ضمنی بجٹ پر جناب وزیر خزانہ نے جس خوبصورت انداز میں دھیمے لہجے میں دوسروں کی لکھی ہوئی اردو کو بڑے آرام سے پڑھا میں کم از کم اپنی زبان میں ان کی شان میں کچھ پڑھتا' کچھ کہتا' کچھ لکھتا۔ لیکن نہ میں شاعر ہوں' نہ افسانہ نگار' نہ ادیب' نہ اتنی پیاری آواز کہ بلبل بے نوا کی طرح چمن میں چہکوں تو دوسری طرف سے تالیاں بجیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور نہ ہی اتنی پیاری زبان' نہ ہی اتنے پیارے الفاظ کہ کسی کا نام لینا چاہوں تو

اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی طرح سے۔ جیسا کہ رنجیت سنگھ کے دربار میں رنجیت سنگھ نے یہ کہا کہ جو مجھے "کانا" کہے گا میں اسے پچاس ہزار روپیہ انعام دوں گا' سلطنت دوں گا' حد دوں گا تو اس کانے نے کہا اگر آپ اجازت دیں اور میری جان بخشی ہو تو میں کہہ سکتا ہوں اس نے کہا کہ کہو اس نے کہا کہ میں گلی میں جا رہا تھا۔ اور گلی میں گزرا تو لوگ کچھ بات کہہ رہے تھے۔ رنجیت سنگھ کانا' رنجیت سنگھ کانا۔اس نے کہا کہ جناب والا! آپ بھی اسی طرح کہہ رہے ہیں۔ نواز شریف نواز شریف۔ میرے خوابوں کا بادشاہ میری زندگی کا بادشاہ پنجاب کا بے تاج بادشاہ۔ جناب والا! میرا ارادہ اس قسم کی بات کرنے کا نہیں تھا۔ لیکن میری بہن نے ایک بات کہی۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: میں آپ کی بہن نہیں ہوں۔

جناب نذر حسین کیانی: کبھی بیوگی کی بات کبھی ان محترمہ نے کہا کبھی بے یقینی کی بات میں رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں خدا کسی بھی اس ملک کی خاتون کو بیوگی کا داغ نہ دکھائے۔ میری اللہ سے یہ دعا ہے کسی بیٹے اور کسی بیٹی کے سر سے اس کے باپ کو نہ چھینے اور میری رب العزت سے یہ دعا ہے کہ وہ جب کبھی اس دنیا میں کسی یزید کو بھیجیں تو اس کے مقابلے میں کہیں نہ کہیں سے حسین پیدا کرے اور اگر حسین پیدا ہو تو اس کے مقابلے کے لیے کہیں نہ کہیں سے زینب اور ام کلثوم جیسی عورتیں بھی پیدا کرے تاکہ وہ اس کے خلاف کلمہ حق بلند کر سکیں' قصیدہ نہ پڑھیں۔ یہ بڑا آسان کام ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے بادشاہ کے اپنے ظالم کے اپنے حکمران کے قصیدے پڑھتے رہیں اور وہ جو بھی کرے آپ اس پر سجدہ کریں۔ میں جناب والا! اس سے زیادہ عرض نہیں کروں گا کہ ضمنی بجٹ کے بارے میں آپ کی ہدایات تھیں کہ یہاں پر کوشش یہ کی جائے کہ صرف ضمنی بجٹ کے بارہ میں بات ہو لیکن دونوں طرف سے سیاسی باتیں ہوئیں اور ان سیاسی باتوں میں کہیں پنجاب کی حکومت کی شاہ خرچیوں کا ذکر تک نہیں آیا اور کل بھی آپ نے فرمایا تھا کہ یہاں پر کسی کی ذات کے متعلق بات نہ کی جائے جناب والا! میں کسی کی ذات کے متعلق بات نہیں کروں گا۔ لیکن اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ میرے قائد کا یہ قول ہے کہ Union is strength اتفاق میں برکت ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہے کہ اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ گیارہ سال سے پہلے بھی قوم میں اتفاق تھا۔ لیکن برکت ذرا کم

تھی لیکن گیارہ سال گزرنے کے بعد یہ برکت اتنی بڑھی ہے اور انفاق میں اتنی برکت ہوئی کہ نا انفاق کرنے والے تمام کے تمام کمزور ہو کر رہ گئے۔ اور انفاق کرنے والے نیچے سے اٹھ کر آسمان تک پہنچ گئے مجھے آپ سے صرف اتنا عرض کرنا ہے۔ جہاں تک انفاق کی بات ہے۔ ہم انفاق' سلوک' رواداری اور پیار محبت کی فضا چاہتے ہیں۔ ہمارا کسی کے خلاف نفرت کا پیغام دینے کا ارادہ نہیں ہے۔ جناب والا! بجٹ کی یہ تقریر جو جناب وزیر خزانہ نے پڑھی الفاظ کا گورکھ دھندا ہے۔ ہندسوں کا ہیر پھیر ہے اور یہ ضمنی بجٹ اس لیے پیش کرنا پڑا 6 ماہ قبل جو بجٹ پیش کیا گیا تھا۔ اس میں یہ اپنے اخراجات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے تھے۔ اس وقت ان کو حاتم طائی کے انداز کا پتا نہیں تھا۔ جہاں وہ تشریف لے جائیں گے' جہاں جناب منظور وٹو نے ذرا مسکراہٹ پیدا کی تو ان پر پچاس لاکھ نچھاور کر دیئے۔ جہاں پر کسی اور نے ان پر ابرو چشم سے ذرا ایسے بل کر دیکھا تو انہوں نے وہاں ایک کروڑ کی عنایت کر دی۔ جناب والا! آپ نے ان کو قانون اور آئین میں ایک لاکھ روپے دیئے تھے۔ لیکن وہ لاکھوں روپے لٹاتے رہے۔ جناب والا!

بجٹ تقریر میں مرکز کے بارہ میں بڑا ناروا اختیار کیا گیا ہے۔ بار بار یہ فرمایا گیا کہ ہم مجبور ہیں' ہم مقروض ہیں' ہم مظلوم ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کا یہ حق ہے۔ جو آپ کا حق بنتا ہے آپ مرکز سے ضرور مانگیں۔ لیکن جو مرکز کا حق بنتا ہے وہ بھی آپ ان کو دیں۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ مرکز نے زیادتی کی میں یہ کہتا ہوں کہ :

آپ بھی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

جناب آپ یہ کہتے ہیں کہ مرکز ٹیکس لگائے اور پیسے آپ کو دیتا جائے۔ جبکہ آپ پنجاب میں حکمران ہیں۔ تم یہاں ٹیکس نہیں لگانا چاہتے اس لیے کہ آپ کی نیک نامی برقرار رہے۔ اور مرکز کے حصے میں بدنامی آئے۔ یہ بات نہیں ہوگی اگر آپ نے اپنے revenue کو بڑھانا ہے' اگر آپ نے اپنی آمدن کو بڑھانا ہے تو آپ کو اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ آپ بھی یہاں جائز طور پر ٹیکس وصول کریں' اپنی آمدن کو بڑھائیں۔ اور مرکز سے اسی حد تک توقع رکھیں جس حد تک

مرکز کا حق بنتا ہے۔ جناب والا! اس ضمنی بجٹ میں قرضوں کی بھرمار کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ قرضے کس مقصد کے لیے لیے گئے تھے۔ گزشتہ مالی سال میں آپ نے 2 کروڑ روپیہ سٹیٹ بنک سے قرضے لیے آپ نے کروڑوں روپوں کی شاہ خرچیاں کیں آپ کو یہ معلوم نہیں تھا۔

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

جب آپ اس طرح سے قرضے لیں گے اور اس طرح کی شاہ خرچیاں کریں گے تو یقیناً" آپ کو اس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جناب والا! پولیس کے لیے آپ نے مزید پیسے مانگے ہیں۔ میں آج صبح ہی "نوائے وقت" پڑھ رہا تھا تو "نوائے وقت" کے پچھلے صفحہ پر سرخیاں لگی ہوئی تھیں۔ اب جناب پولیس کی کارکردگی کا ذرا ایک کرشمہ یا اس کی مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں وہاں پر لکھا تھا کہ اوباش نوجوانوں نے شادی سے دس روز قبل لڑکی کو اغوا کر لیا' ملزمان گرفتار نہیں ہو سکے۔ جناب والا! دوسری خبر تھی کہ چھانگا مانگا میں فائرنگ کر کے ایک بھائی کو ہلاک کر دیا دوسرا شدید زخمی ہے' کوئی ملزم گرفتار نہیں ہو سکا۔ جناب تیسری خبر حبیب اللہ روڈ پر ہوائی فائرنگ کر کے لوٹ لیا' ہزاروں روپوں کے زیورات اور نقدی لے گئے' کوئی ملزم گرفتار نہیں ہو سکا۔ جناب والا! آپ اندازہ فرما لیجئے آپ پولیس کو اور پیسے دے رہے ہیں۔ میں نے ابھی یہ تو ذکر ہی نہیں کیا کہ آپ کے دور میں نواب پور میں بہنوں اور بیٹیوں کو ننگا نچایا گیا۔ میں نے تو ابھی تک یہ بھی ذکر نہیں کیا وزیر آباد میں ایک مردہ جوان خاتون کو قبر سے نکال کر اس کی لاش کی بے حرمتی کی گئی۔ میں نے تو ابھی یہ بات نہیں کہی اور میں آپ کو جناب سپیکر کے وساطت سے بتانا چاہتا ہوں اور میں نے اس بات پر واویلا کیا کہ سیالکوٹ کی سڑکوں پر بہنوں اور بیٹیوں کو ننگا نچایا گیا۔ میں نے کبھی آپ کے اسلام کے متعلق ابھی لوگوں کو نہیں بتایا کہ گیارہ سال قبل بھی اسلام یہیں پر تھا۔ آپ یہاں پر گیارہ سال قبل بھی برسر اقتدار تھے۔ آپ کو اس وقت بھی دس کروڑ روپے سے بیت المال قائم کرنے کا موقع نہیں ملا۔ 11 سال قبل ایک آمر' جابر' فاسق' فاجر نے اسلام کا نام لے کر ملوکیت قائم کی تھی۔ آج اس کی باقیات نے

یہاں پر یہ کوشش کی ہے کہ ایک بار پھر اسلام کے نام پر پنجاب کا استحصال کیا گیا۔ لیکن خدا کی قسم ہے اور محمد عربیؐ کی قسم ہے' عثمان غنیؓ کی قسم ہے' عمر فاروقؓ کی قسم ہے' ابوبکر صدیقؓ کی قسم ہے' علی حیدر کرارؓ کی قسم ہے اب اسلام کے نام استحصال نہیں ہونے دیا جائے گا۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام محمدؐ کا اسلام' میرے نبی کریمؐ کا اسلام ——

ایک معزز ممبر: (حزب اقتدار) یہ زیادہ بول کر بے نظیر کو آواز سنا رہے ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی: میں زیادہ بے نظیر کو نہیں آپ کو سنا رہا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے' میری بہن کو علم ہے کہ ہم کیا ہیں۔ گیارہ سال تک حبیب ابن مظاہرہ حر بن کر ہم نے ان کا ساتھ دیا ہے۔ گیارہ سال تک یزید کے سامنے ہم نے سجدہ نہیں کیا۔ بچی مری اس کا منہ نہیں دیکھا لیکن کف افسوس نہیں ملا۔ ماں مرگئی آغا ریاض کی اور میری لیکن ہم جنازے میں شرکت نہیں کر سکے۔ ہم نے کسی دکھ کا رونا نہیں رویا۔ اس لیے کہ ہم سمجھتے تھے کہ جہاں بھی جھوٹ ہوتا ہے وہاں ہم اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ جہاں سچ ہوتا ہے ہم ہمیشہ اس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بے نظیر کو سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو سنانے کی ضرورت ہے جو کل کہتے تھے کہ قائداعظم کافر اعظم ہے اور پاکستان پاکستان نہیں پلیدستان ہوگا۔ آج وہ آپ کی صفوں میں بیٹھے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن جناب سپیکر! یہ ہماری پنجاب کی حکومت کا ہر انداز نرالا ہے۔ (اس مرحلہ پر گھنٹی بجی) جناب والا! آپ نے محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ کے وقت تو کوئی گھنٹی نہیں بجائی۔ اب تھوڑا سا جناب سپیکر! جگر تھام کے بیٹھیں ہماری بھی باری ہے۔ (قطع کلامیاں)

شاہ صاحب! آپ فکر نہ کریں بجٹ پر بھی بات ہوگی۔ (قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری (جناب محمد اصغر کوریجہ): جناب والا! آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ فیصلہ ان دوستوں کے درمیان ہوتا ہے جو سلجھے ہوئے ہوں' منجھے ہوئے ہوں یا جن کے ذہن میں آپکر میں اتفاق رائے ہو تو جناب والا! اس فیصلے سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کا یہ فیصلہ ناطق ہے تو بسرو چشم ورنہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے ناقابل برداشت ہے۔

جناب نذر حسین کیانی: آپ واک آؤٹ تو نہیں کر رہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب محمد اصغر کوریجہ): جناب والا! اگر یہ حد سے بڑھے تو انشاء اللہ یہ وا
آؤٹ کریں گے۔ ہم کیوں کریں گے۔ ہمارا تو گھر ہے۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! اسے ایڈوائزر بنا دیں۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! آپ وائنڈ اپ فرمائیں۔ اگر کچھ کہنا ہو تو جنرل بجٹ پر بحث
دوران فرمائیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! میں انشاء اللہ وائنڈ اپ کر رہا ہوں۔ جنرل بجٹ پر
انشاء اللہ اس پر گفتگو ہوگی۔ جناب والا! راولپنڈی میں ایک راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم
گئی ہے اس کا شہنشاہ وہاں کے اپنے ایک چہیتے ایم این اے کو بنا دیا گیا ہے۔ جناب والا!

رانا پھول محمد خان: جناب والا! کیانی صاحب کی سفارش ضرور مان لیتے شرط یہ ہے کہ اگر
الیکشن میں ہار جاتے ان کو ایڈوائزر بنا لیتے۔ جیسے مرکز میں بن رہے ہیں۔

MR. SPEAKER : No interruption please.

جناب نذر حسین کیانی: رانا صاحب! آپ بچ کے بھی نہیں بن سکے جو آگے ہے وہ تو بڑا خوش
قسمت تھا۔ جناب والا! راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قیام کا اعلان کیا گیا ایک ایسے شخص کی
حویلی پر جو وہاں سے ایم این اے بدقسمتی سے منتخب ہوا اور وہاں پر کسی بھی ایم این اے کو نہیں
پوچھا گیا۔ ابھی حال ہی میں اس کی میٹنگ ہوئی آغا ریاض الاسلام بھی شہر سے ایم پی اے اور
میں گنگار بھی شہر سے ایم پی اے ہوں۔ ہمیں قطعی طور پر اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ جو بھی وہاں پر
ڈویلپمنٹ کا کام ہوتا ہے وہ ممبران آئی جے آئی کے مشورے سے ہوتا ہے۔ رانا پھول محمد خان
صاحب کی خدمت میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب والا! وہاں پر بھی
ہارے ہوئے کو نوازا جا رہا ہے۔ وہاں پر بھی ہارے ہوئے لوگوں کی کھپت ہو رہی ہے۔ اس لیے
میں آپ سے جنرل بجٹ کی تقریر تک اجازت چاہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے عرض کرتا ہوں
کہ۔۔۔۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
تو اپنا گریباں دیکھ اور بند قبا دیکھ

اس لیے میں عرض کروں گا کہ جب آپ نے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیا تو آپ کی نظر میں کوئی برا نہیں رہا۔ میں آپ کا بہت بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وہ وقت تو نہیں دیا جو آپ نے محترمہ بشریٰ رحمٰن کو دیا' لیکن اس سے نصف ٹائم دے کر بھی آپ نے کر دیا کہ اب موجود ہے وہ نصف بہتر رہ گیا عورتیں نصف بہتر نہیں رہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! آپ بھی 15 منٹ بولے ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ بیس منٹ بولی ہیں۔

جناب سپیکر: جناب میاں منظور احمد موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں گزارش یہ کروں گا کہ دیکھیں ایک معاہدہ طے ہوا ہے۔ میں نے تو کم از کم کسی کی تقریر میں پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے نہ کسی کو interrupt کیا ہے لیکن میں آپ سے یہ التماس کروں گا کہ جس انداز سے آپ نے گفتگو کی ہے وہ ضمنی بجٹ کی گفتگو نہیں تھی بلکہ ایک موچی دروازے کی تقاریر تھیں۔ اگر میں بھی اس رنگ میں آؤں تو پھر آپ بھی ذرا دل تھام کے بیٹھیں۔ اس وقت آپ کو interrupt کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اب جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ میں اپنے علاقائی مسائل سالانہ بجٹ کے وقت پیش کروں گا۔ لیکن آج یہاں ضمنی بجٹ کے موقع پر جو میں تقریر کروں گا وہ میں ان کے قائد جو قائم مقام قائد حزب مخالف تھے ان کی تقریر کے سیاق سباق کے اندر رہتے ہوئے کروں گا۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ سب سے پہلے مجھ پر الزام لگایا گیا --- (قطع کلامیاں)

ذرا آرام سے سنیں۔ میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر کامیاب ہوا میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں لیکن جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ میں پیپلز پارٹی کے ساتھ کیوں تھا؟ میں اس لیے تھا کہ یہ غریبوں کے لیے جب برسراقتدار آئے گی تو ان کو یہ ان کا حق دے گی۔ جناب والا! میں اس لیے ان کے ساتھ آیا تھا کہ امریکہ نے بھٹو کو پھانسی پر لٹکایا ہے۔ میں اس لیے ساتھ آیا تھا کہ جرنیلوں نے زیادتی کی ہے۔ میں اس لیے آیا تھا کہ ضیاء الحق کا جو روپ تھا وہ تھا غلام اسحاق۔ میں اس لیے آیا تھا ان کے ساتھ لیکن کیا ہوا ہے۔ کیا میری محترمہ نے کیا کیا ہے؟ امریکہ سے

Understanding کی ہے۔ جناب والا! جرنیلوں سے بھیک مانگی ہے اور نصر اللہ خان کو پھر
جو ایم آر ڈی میں اس کا ساتھی تھا انہوں نے غلام اسحاق کو ووٹ دیے۔ کیا یہ غریبوں کے
کیا گیا ہے یا اپنے اقتدار کے لیے کیا گیا ہے۔ (قطع کلامیاں)
جناب والا! اب گزارش یہ ہے کہ (قطع کلامیاں)
ذرا دل تھام کے بیٹھیں۔ ذرا دل تھامے۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی کہا
کہ ذرا صبر سے بیٹھیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ جو غریب تھے جن کا یہ جماعت نام لیتی ہے
میں چیلنج کرتا ہوں کہ میری جو سزا ہے وہ چار سال ہے۔ جو شاہی قلعہ ہے وہاں میرا نام ہے
میں نے غریبوں کے لیے اور بھٹو کے لیے اس کی پھانسی کی خاطر جدوجہد کی تھی اور ووٹ کیا
ملے تھے۔ (قطع کلامیاں)
اب ذرا دل تھام کے بیٹھیے۔ ووٹ کیوں ملے تھے؟ اس لیے کہ پیپلز پارٹی ۔۔ (قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔
میاں منظور احمد موہل: جناب والا! پیپلز پارٹی کو تین وجوہات کی بنا پر ووٹ ملے تھے۔ جناب
والا! میں بیٹھتا ہوں یہ بات کر لیں۔ (قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔
رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں قائد حذب اختلاف سے درخواست کروں گا کہ اگر وہ ان
کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیں یا ان کو کنٹرول کریں۔ ورنہ
یہ زبان ہمارے منہ میں بھی ہے۔ پھر تقریر کرنے کی بی بی نصرت بھی جرات نہیں کر سکے گی۔
(قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ میاں صاحب! ذرا رکیے۔ آرڈر پلیز۔
آرڈر پلیز۔ نوابزادہ صاحب! توجہ فرمایئے۔
میاں منظور احمد موہل: جناب والا!
جناب سپیکر: میاں صاحب! ذرا رکیے آرڈر پلیز۔ کیا اسی طریقے سے تقاریر ہونی چاہییں جس
طریقے یہ ہو رہی ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ یہ طریق کار درست نہیں
ہے۔ جو معزز رکن اپنا مافی الضمیر بیان کرنا چاہتا ہے آپ اسے بیان کرنے دیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ہم کب کسی کو روکتے ہیں۔
جناب سپیکر: راہی صاحب! آپ غیر ضروری طور پر مداخلت کر رہے ہیں یہ مناسب بات نہیں ہے جب آپ کی تقریروں میں مداخلت کی جائے تو پھر آپ ناراض ہوں گے نوابزادہ یہ طریقہ کار مناسب نہیں ہے کیونکہ آپ نے بھی تقاریر کرنی ہیں۔
نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ہم کب کہتے ہیں کہ ہم نے تقریریں نہیں کرنی ہیں۔
جناب سپیکر: اگر آپ نے اپنی تقریریں کرنی ہیں تو پھر آپ کیسے کریں گے؟ یہ نا مناسب بات ہے۔
نوابزادہ غضنفر علی گل: ہمیں اعتماد ہے۔ ہم حق اور سچ کی بات کرتے ہیں ہم وفادار لوگ ہیں ہم غدار لوگ نہیں ہیں۔
جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ آپ حق اور سچ کی بات کرتے ہیں۔ آپ جیسے بھی کریں لیکن ایک آدمی کو آپ اپنا مافی الضمیر تو بیان کرنے دیں۔
نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ٹھیک ہے وہ ضرور بیان کریں۔۔۔۔
جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ بات یہ ہے کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسی انداز میں یہاں پر تقاریر ہوں مزاری صاحب! میں آپ سے مخاطب ہوں۔
نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! جس انداز میں جناب موہل صاحب تقریر کر رہے ہیں اس انداز میں تقریریں نہیں ہونی چاہئیں۔
جناب سپیکر: مزاری صاحب! کیا اسی انداز میں تقریروں کو سننا ہے جس انداز میں پاکستان پیپلز پارٹی کے معزز اراکین اس ایوان میں مظاہرہ فرما رہے ہیں۔
سردار شوکت حسین مزاری: جناب والا! میں اپنے معزز دوستوں سے گزارش کروں گا کہ وہ ان کو بولنے دیں۔
نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میاں منظور احمد موہل صاحب اب تک پیپلز پارٹی کے آدمی ہیں۔
جناب سپیکر: نہیں۔ لیکن یہاں مناسب نہیں ہے۔ راہی صاحب! آپ تشریف رکھیے۔
جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ ہم کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن

جناب والا! یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے یہ ہمارا ممبر ہے ہم چاہے اس کی عزت کریں چاہے ا
انہیں جوتیاں ماریں۔ (قہقہہ)

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! یہ جوتیاں مارنے کے الفاظ واپس لیے جائیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں۔ ان کو آپ واپس لیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! آپ میری بات سن لیں۔ میں نے یہ آئی جے آئی کے
کسی ممبر کے لیے نہیں کہا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ جس کے لیے بھی کہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ پیپلز پارٹی کے ممبران
بھی معزز رکن ہیں آپ ان کے لیے بھی یہ نہیں کہہ سکتے۔ راہی صاحب یہ الفاظ واپس لیں۔

جناب فضل حسین راہی: ٹھیک ہے جی یہ الفاظ کی حد تک غلط ہے اور میں انہیں واپس لیتا
ہوں مگر منظور موہل کی حد تک ٹھیک ہیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! یہ آپ نا مناسب رویہ اختیار کر رہے ہیں یہ کوئی مناسب بات نہیں
ہے۔ آپ یہ الفاظ غیر مشروط طور پر واپس لیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں سنجیدگی کے ساتھ اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اب کافی ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! آپ ہمیں الفاظ واپس لینے کو تو کہتے ہیں آپ یہ کیوں نہیں
کہتے کہ میاں منظور موہل صاحب کو واپس لے لیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھئے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں نے یہ پہلے بھی کہا تھا کہ میرے بھائیوں میں اتنا حوصلہ
نہیں ہوگا اور وہ مجھے interrupt کریں گے وقت کا خیال کریں۔ کیونکہ مداخلت انہوں نے کی
ہے لہٰذا اس وقت کو میری تقریر میں سے نہیں کاٹنا چاہیے۔

جناب والا! اب میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کو تین وجوہات کی بنا پر ووٹ ملے
تھے۔ نمبر1 بھٹو کو پھانسی کی وجہ سے غریبوں کو ہمدردی تھی۔ نمبر2 غریب یہ چاہتے تھے کہ یہ
پارٹی برسراقتدار آکر ہماری قسمت بدلے گی۔ جناب والا! تیسری بات وہ یہ چاہتے تھے۔۔۔۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! فاضل ممبر سے کہیں کہ۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! یہ مناسب بات نہیں ہے کہ آپ بے جا مداخلت کریں آپ ذرا حوصلے سے بیٹھ جائیں اور ان کی بات سنیں۔ آپ بیٹھ جائیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والی! آپ یہاں چیئر سے فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ سے اگر کوئی ممبر اٹھ کر یہ کہتا ہے کہ جی بجٹ پر تقریر نہیں ہو رہی اب آپ ہی بتائیں کہ کیا بھٹو صاحب کو ضمنی بجٹ پر پھانسی دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ کر کیا رہا ہے؟ آپ انہیں منع کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: لیکن یہاں سب صاحبان political speeches کر رہے ہیں اگر آپ صرف ضمنی بجٹ پر اپنے آپ کو محدود رکھیں گے تو میں میاں منظور احمد موہل صاحب کو ابھی اس بات پر پابند کروں گا کہ یہ صرف ضمنی بجٹ تک ہی محدود رہیں لیکن آپ سب صاحبان political speeches کر رہے ہیں۔ اور آپ ذرا حوصلے سے سنیں بھی۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں نے کہا ہے کہ غریبوں نے ہمدردی کی بنیاد پر ووٹ دیے ہیں کہ یہ ہماری قسمت بدلے گی اور غریبوں نے اس لیے ووٹ دیے ہیں کہ یہ پارٹی برسر اقتدار آکر ہمارے مسائل حل کرے گی۔ لیکن جناب والا! اب ہوا کیا؟----

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! غریبوں کی قسمت بدلے یا نہ بدلے لیکن میاں منظور احمد موہل صاحب کی قسمت بدل چکی ہے۔

میاں منظور احمد موہل: لیکن جناب والا! ہوا کیا۔ ذرا سنیے۔ ہوا یہ کہ جب الیکشنز ہو گئے تو مرکز میں بے نظیر صاحبہ کو قوم نے simple majority دے دی گو بھاری اکثریت نہ دی تھی۔ انہوں نے compromise کیا اور مرکز میں جب اقتدار کا خطرہ ذرا معلوم ہونے لگا کہ مجھے اقتدار نہیں ملے گا تو جناب والا! غریبوں کو چھوڑ دیا گیا ہماری جدوجہد جو ہم نے جیلوں میں کی تھی اسے خاک میں ملا دیا گیا اور کیا ہوا ابھی پینتیس سال کی نوجوان تھی پانچ سال اگر جناب والا! اور حزب اختلاف میں بیٹھ سکتی تو کون سا آسمان گر پڑتا لیکن ہائے اقتدار' ہائے اقتدار غریبوں کو چھوڑ دیا اور اقتدار حاصل کر لیا۔

جناب والا! اب میں گزارش کروں گا کہ اور اب میں بتاتا ہوں کہ میں آیا پیپلز پارٹی کا ہوں یا کیا ہوں اب میں ان کو مطمئن کرتا ہوں۔ جناب والا! جب میں یہاں آیا مجھے پارلیمانی سیکرٹری

بنایا گیا۔ مجھے پارلیمانی سیکرٹری کیوں بنایا گیا تھا اگر میں نا اہل ہوتا تو مجھے پارلیمانی سیکرٹری نہ
جاتا لیکن جناب والا! جب اس میٹنگ میں یہ طے ہوا کہ آپ نے نواز شریف کو gle out
کرنا ہے اور پھر جناب والا! یہاں پر مارشل لاء کی بات کی گئی ہے تو جناب والا! میں ان
پوچھتا ہوں کہ طارق رحیم کون ہے؟ میں پوچھتا ہوں وہ گیلانی کون ہے؟ میں پوچھتا ہوں کہ
آپ کے ساتھ مارشل والے نہیں ہیں؟ اور کیا سے کیا نہیں ہے تو جناب والا! اب میں گزار
کروں گا اور میری گزارش یہ ہے کہ یہ جو دوست ہیں ان کو تو اللہ تعالیٰ ہی سمجھا سکتا ہے
نے جناب والا! جب دیکھا اور خدا اس بات کا شاہد ہے۔

جناب فضل حسین راہی: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی کار کی اتنی بڑی ٹکر ہوئی یہ اس
نہیں سمجھے اب ہم نے ان کو کیا سمجھانا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! اوراق شاہد ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ایک طرف
ذات ہے اور دوسری طرف ملک و قوم کا مفاد ہے اگر جناب والا! میں اپنی بلے بلے کرانا چاہتا
تاں میں انہاں طرح طوطا بن کے بے نظیر دی خاطر نمبر بناون واسطے ہر وقت انہاں نال رہندا
لیکن جناب والا! ملک و قوم کی خاطر' صوبہ پنجاب کی خاطر میں نے سوچا کہ اگر یہ محاذ آرائی
ہے اور میں اگر ان کا ساتھ دیتا ہوں تو خدا کی قسم کوئی غیر جمہوری قوتیں آ جائیں گی میں
حق کا ساتھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا ہے تو جناب والا! میں
گزارش کروں گا کہ میں نے فارورڈ بلاک بنایا انہوں نے کیا کیا' مرکز سے آدمی آئے ان
پوچھئے سرگودھا کے لیے مجھے بے نظیر نے نہیں بلایا' ہیلی کوپٹر نہیں بھیجا گیا' ان کے مشیر و وزر
مجھے لینے کے لیے نہیں آئے۔ جناب سپیکر! اگر میں بکنے والا ہوتا۔

مہر اختر عباس بھروانہ: جناب والا! منظور موہل صاحب کا رومال غائب ہے اور یہ فضل حسین
راہی کے پاس ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جی میرے پاس ہے۔

مہر اختر عباس بھروانہ: راہی صاحب! آپ کو چوری کی عادت ہے۔ اس لیے آپ نے یہ چرا
ہے آپ چور ہیں آپ کے ہاتھوں میں میاں منظور احمد موہل صاحب کا رومال ہے یہ آپ
منشور ہے۔

میاں منظور احمد موہل : اگر میں جناب بکنے والا ہوتا تو میں فوراً چلا جاتا لیکن ایک طرف میرا ضمیر تھا' ایک طرف حق کی بات تھی' ایک طرف اللہ تعالیٰ کا حکم تھا پیپلز پارٹی انشاء اللہ تعالیٰ گرے گی اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس کو گرائے گی۔۔۔

جناب والا! بشریٰ رحمٰن سے میں نے یہاں بات کی ہے کہ جب یہاں وزیر خزانہ صاحب کی تقریر ہو رہی تھی اور یہاں پر ٹی وی سارے ملک میں چل رہا تھا' دیکھ رہے تھے۔ میں اپنی محترمہ کو گزارش کروں گا کہ لوڈ شیڈنگ کے ذریعے اس دن کسی کو یہ تقریر نہیں دکھائی گئی۔ یہ ان کا محکمہ تھا اس لیے ملک میں لوڈ شیڈنگ تھی جس وقت جب یہاں تقریر ہو رہی تھی۔۔۔

جناب فضل حسین راہی : اوئے پارٹی چھڈ اوئے۔ اوئے پارٹی چھڈ اوئے۔ اوئے پارٹی چھڈ اوئے۔

میاں منظور احمد موہل : اوئے میں دساں۔ اوئے صبر کر۔ صبر کر۔۔۔

اپوزیشن بنچز: پارٹی چھوڑ دو۔ پارٹی چھوڑ دو۔ پارٹی چھوڑ دو۔۔۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میں نے ایک بلاک بنایا۔۔۔ (قطع کلامیاں)

یہ اب دیکھ لیں اگر ایسے کرو گے تو میں اکیلا خدا کی قسم آپ کو تقریر نہیں کرنے دوں گا۔ میں پھر نہیں کرنے دوں گا اگر ایسا کرو گے تو آپ کی تقریر نہیں ہو سکے گی۔

ٹریژری بنچز: موہل صاحب! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔۔۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! اب یہ کہتے ہیں کہ پارٹی چھوڑ میں اب ان کو یہ بھی کہانی بتاتا ہوں۔ جناب والا! میرے جو گروپ کے آدمی تھے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب علی اکبر مظہر وینس : جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اپنے ساتھیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنے بھائی منظور موہل کی باتیں خاموشی سے سنیں۔ گھبرائیں نہیں۔ میں اپنے بھائی کے لیے ایک شعر آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ :۔

وہ جہاں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بات یہی ایک اچھی ہے میرے ہر جائی کی

انہیں ناراض نہ کریں۔ مہربانی کر کے آپ خاموش رہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میں نے جب بھٹو صاحب تھے تو 73ء میں بھی اختلاف کیا تھا اور پھر مجھے بھٹو صاحب نے 75ء میں بلایا تھا اور مجھے کہا گیا تھا کہ واپس آ جایے اس وقت بھی میں اختلاف کی بنیاد پر گیا تھا۔ مجھ پر فائرنگ ہوئی تھی سب کچھ ہوا تھا لیکن میں نے اس وقت بھی حق کی بات کی تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اب جناب والا! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے ان ممبران کو مجبور کیا گیا ہے۔ اپنی طرف سے بیان دلائے گئے کہ فارورڈ بلاک ختم ہو چکا ہے۔ یہ بیان دلائے گئے۔ پھر میں نے کیا کیا میں نے پریس کانفرنس کی اور میں نے کہا کہ میں نے پیپلز پارٹی سے استعفیٰ دے دیا ہے لیکن جب نظیر میرا مقابلہ کرے تو پھر پتا چلے گا کہ غریب کس کے ساتھ ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

جناب فضل حسین راہی: استعفیٰ دو' استعفیٰ دو' استعفیٰ دو۔

میاں منظور احمد موہل : چلو آپ بھی فیصل آباد سے استعفیٰ دیں۔ میں بھی دیتا ہوں۔ میں آزاد ہو کر لڑوں گا آپ پارٹی سے لڑیں۔ آئیں۔ (قطع کلامیاں)

یہ بات کرنے کا طریقہ ہے۔ یہ طریقہ ہے؟

جناب فضل حسین راہی : جناب والا! منظور موہل دی استعفیٰ دیوے۔ میں وی استعفیٰ دیناں۔ نواز شریف کولوں وی استعفیٰ دلاؤ۔ تینوں استعفیٰ دیندے آں اسہ دونویں نہیں آ سکدے۔ میں فیر آ جانا اے۔ (قطع کلامیاں)

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! ہاؤس کا احترام اور تقدس اس بات کا متقاضی ہے کہ پیپلز پارٹی کے ممبران سے یہ بات کہی جائے کہ وہ تمیز اور ادب کے ساتھ اس ہاؤس کے اندر اپنا behaviour رکھیں اور ہاؤس کے تقدس کو کسی طور پر بھی مجروح نہ کریں یعنی انہوں نے تو اس انداز میں ماحول بنا رکھا ہے کہ اس کو مچھلی بازار بنا کے رکھ دیا ہے۔ جبکہ گیلریوں میں وہ حضرات بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے حلقوں کے اندر ہمیں ووٹ دیکر اس ایوان کے اندر اس لحاظ سے نہیں بھیجا کہ جس لحاظ سے عوام نے ہمیں نمائندگی کا حق دیا ہے۔ ہم اس ہاؤس کے اندر آ کر اس ہاؤس کے وقار کو بھی دھچکا لگائیں اور اس کے اندر آ کر تمیز کے ساتھ behave کرنے کی بجائے طوفان بدتمیزی مچائیں۔ ان کو سمجھائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ چودھری صاحب!

نوابزادہ غضنفر علی گل: ہمیں اس لیے بھی نہیں بھیجا گیا کہ ہم ضمیر کا سودا کرلیں۔ یہ بھی لوگوں کو پتا ہے کہ یہاں پر بیٹھے ہوئے کس ضمیر کے مالک ہیں۔ ایک آدمی پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر آتا ہے اور یہاں آکر وہ سودا کر لیتا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتی ہوں اگر پیپلز پارٹی کا انہیں ٹکٹ نہ دیا جاتا تو یہ کسی صورت بھی نہ جیتتے۔۔۔۔

جناب سپیکر: بی بی ذرا تشریف رکھیں۔ آپ ذرا تشریف رکھیں۔ بی بی آپ تشریف رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: اس وقت یہ کہتے تھے کہ خدا کے واسطے میرا کچھ کرلیں۔۔۔۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! آپ بیٹھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ دیکھیں اب صورت یہ ہے کہ میں بھی آپ کی خدمت میں متعدد مرتبہ یہ گزارش پیش کر چکا ہوں کہ سپیکر کو interrupt نہ کریں اور ان کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے دیں اور اس کے بعد آپ کو آپ کے قائم مقام لیڈر آف دی اپوزیشن نے بھی یہی بات دہرائی ہے کہ میں اپنے ساتھیوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ interrupt نہ کریں۔ آپ یہ بتایئے کہ میں آپ کے سپیکر کی حیثیت سے آپ سے گزارش کر رہا ہوں۔ آپ کا لیڈر آف دی اپوزیشن آپ کے لیڈر کی حیثیت سے آپ کو گزارش کر رہے ہیں اور کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ جس سے آپ اس ہاؤس کے ڈیکورم کا خیال فرما سکیں۔ (قطع کلامیاں)

آپ دیکھیں کہ اس انداز میں ہاؤس کی کارروائی کو چلایا جا سکتا ہے جیسے اب کارروائی چل رہی ہے اس طرح چلایا جا سکتا ہے اور میری بہنیں جو ہیں ان سے بھی میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔ اپنا مافی الضمیر بیان کرنا ہر معزز رکن کا حق ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: لیکن جو بے ضمیری بیان کرے وہ خود بخود ہی انٹرپٹ ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اس پر میں یہ کہوں گا کہ ذاتی باتیں نہیں ہونی چاہئیں کسی طرف سے بھی ذاتی بات نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن ذرا حوصلہ کیجئے اور نوابزادہ صاحب آپ کا تو میں ٹائم کاٹ لوں گا جتنی آپ interruption کر رہے ہیں۔ آپ کی تقریر سے میں اتنا ٹائم کاٹوں گا جتنی آپ

interruption کر رہے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ مجھے ہاؤس سے کاٹ دیں سر تسلیم خم ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! عرض یہ ہے کہ ہاؤس کا ڈیکورم شور سے خراب نہیں ہوتا۔ یہ جو شور ہے یا interruption ہے یہ پارلیمنٹری پریکٹس ہے۔ آپ نے کتابیں پڑھی ہوں گی۔ اس مقدس اور معزز ایوان کا ڈیکورم اس وقت خراب ہوتا ہے کہ جب ایک آدمی اپنی وفاداریاں بدلتا ہے۔

(اس مرحلہ پر میاں منظور احمد موہل خاموشی سے معزز ایوان سے باہر چلے گئے)

اپوزیشن بنچز: وہ واک آؤٹ کر گئے واک آؤٹ کر گئے۔

بیگم نجمہ حمید: وہ پانی پینے گئے ہیں۔ واک آؤٹ آپ کرتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! انہیں کوئی تکلیف ہے اور وہ جناب سے اجازت لے کر گئے ہیں۔

آوازیں: وہ آ گئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر میاں منظور احمد موہل معزز ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: آپ ان کو ان کی بات ختم کرنے نہیں دیں گے؟

میاں منظور احمد موہل: میں بیمار ہوں۔ میں گولیاں لیتا ہوں۔ میں بیمار ہوں میں بیمار رہا ہوں۔ مجھے گرم گولیاں دی جاتی ہیں۔ میرا حلق خشک ہو جاتا ہے۔ میں پانی پینے گیا تھا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ کا گلا خشک ہو جاتا ہے ندامت سے۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ فرمایئے جی۔ میاں صاحب آپ ذرا بیٹھیں۔

راجہ صفدر حسین: جناب سپیکر! میں اپنے ساتھیوں سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جناب منظور احمد موہل صاحب کو تقریر کرنے دیں۔ ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ ان کی بات کا جواب دیں گے۔ آپ ان کو interrupt نہ کریں۔ ان کو تقریر کرنے دیں۔

بیگم نجمہ حمید: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بیگم صاحبہ!

بیگم نجمہ حمید: جناب سپیکر! میں صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ دس مرتبہ ان کے اپنے لوگوں نے اور ان کی اپنی پارٹی کے گروپ کے لیڈر نے بھی کہا ہے کہ موبل صاحب کو تقریر کرنے دیں ان کا آپس میں اتفاق نہیں ہے ہر ایک اپنی اپنی زبان بولتا ہے۔ وہ قائد حزب اختلاف کا کہنا ہی نہیں مان رہے۔ پہلے دن بھی قائد حزب اختلاف نے کہا تھا کہ میرے بس میں نہیں ہے ان کو کنٹرول کرنا۔ انہیں چاہیے کہ سب اپنی اپنی سیٹوں سے استعفیٰ دے دیں۔ جب ان کا یہ کہنا ہی نہیں مان رہے، اسی طرح interrption ہو رہی ہے اگر یہی رسم رہی تو ہم بھی اس طرح مداخلت کریں گے جس طرح یہ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! تشریف رکھیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب سپیکر! میں معافی چاہتا ہوں۔ یہ بری بات ہے اور اچھی روایت نہیں ہے۔ جیسے آپ نے فرما دیا تھا کہ مداخلت نہ ہو لیکن کل آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ شیشے کے گھر میں بیٹھ کے دوسروں کے گھروں پر سنگ باری نہ کریں اس لیے اگر کوئی رد عمل ہوتا ہے تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آپ کی ہدایت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور بڑی واضح طور پر ہو رہی ہے۔ جہاں تک فرمایا گیا ہے کہ کوئی شخص بے نظیر کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے میں اس شخص کو چیلنج کرتا ہوں کہ پیپلز پارٹی سے پہلے غداری کر کے استعفیٰ دو اگر تمہاری ضمانتیں ضبط نہ کرا کے رکھ دیں تو ہمارا نام بدل کے رکھ دینا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ میاں منظور احمد موبل اپنی بات جاری رکھیں۔ مختصر کریں اور to the point کریں۔

رانا پھول محمد خان: اپنے معاہدے پر قائم رہیں۔ قائد حزب اختلاف نے اپیل کی ہے کہ چھیڑ خوانی نہ کی جائے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب نذر حسین کیانی: وہ تو ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

رانا پھول محمد خان: وہ تو ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب نذر حسین کیانی: وہ آپ کے ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

جناب سپیکر: دونوں طرف سے لعنت کے الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ میری ضمیر بھی مجھے کہتی تھی کہ تو استعفیٰ دے دے اور الیکشن لڑ۔ میں نے پریس کانفرنس بھی کی۔ (قطع کلامی) اب جناب ایسی بات تو نہ کرو۔ خدا کے لیے میں تمہارے سامنے ہاتھ باندھتا ہوں۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ مجھے پندرہ بیس دوستوں نے کہا کہ آپ فارورڈ بلاک کو قائم رکھیں۔ پیپلز پارٹی کے اندر رہتے ہوئے ہم ان کی پالیسیاں جو ملک اور قوم کے خلاف ہوں گی ان کو برملا اسمبلی کے فلور پر اٹھائیں گے۔ میں نے ان کے فیصلے پر اپنا فیصلہ بدلا۔ اور آپ نے دیکھا کہ آج ہمارا گروپ چھ آدمیوں پر مشتمل ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بجٹ کے اختتام پر آپ اس میں اضافہ پائیں گے اور ہم حق کی بات کریں گے۔

اب جناب والا! میں آگے چلتا ہوں۔ یہاں بات ہوتی ہے نواز شریف کی۔ میں نواز شریف کو قطعاً" قومی لیڈر نہیں مانتا تھا۔ میں ان کو صوبائی لیڈر سمجھتا تھا لیکن وہ کیسے قومی لیڈر بنا۔ یہ ہمارے دوستوں کی غلطیوں کی وجہ سے' جیسے میری بہن نے کہا نواز شریف' نواز شریف ہر جگہ نواز شریف' اب جناب والا! اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔ قدرت نے اس کو اب قومی سطح کا لیڈر بنا دیا ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ ضمنی انتخابات کا نتیجہ سامنے ہے۔ قوم نے آپ کو مرکز میں اقتدار دیا۔ آپ نے جیتا' غریبوں نے آپ کو ووٹ دیا تھا۔ اب غریب سوچنے پر مجبور ہیں کہ کیا تماشا ہو رہا ہے۔ یہ اقتدار لے گئے ہم وہیں کے وہیں ہیں۔ جناب والا! ہمارے قائم مقام قائد حزب اختلاف نے بنک کا سودا کر لیا ہے۔ بنک لے لیا اپنی قسمت بدل لی غریب وہاں کے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب والا! اب یہ بھی بتاؤں' یہ کہتے ہیں کہ یہ بڑا گروپ بن گیا ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ یہ گروپ 1940ء سے قائم ہے اور جب پیپلز پارٹی نے بڑی انڈسٹری کو قومیایا تھا' ان میں ایک اتفاق بھی تھا۔ یہ بھی اس وقت بڑی انڈسٹریوں میں شامل تھا۔ یہ کوئی آج بڑا اتفاق نہیں بن گیا۔ دیکھو یہ کیا معاہدہ ہوا ہے۔ جب اس کا نام لیفو رکھا گیا ہم نے اس کو نیشنلائز کیا لیکن اس وقت کیا ہوا۔ اتفاق گھاٹے میں گیا اور پھر جیسے میرے دوست نے کہا تھا' میرے بھائی نے کہا تھا' بڑے بھائی نے کہا تھا کہ اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔ جناب والا! یہ سات بھائیوں کا ایک کنبہ

تھا' اتفاق تھا' کچن ایک تھا' جہاں اتفاق ہوتا ہے' اتفاق میں برکت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی انڈسٹری میں اتفاق پیدا کیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میاں صاحب! اپنی تقریر ختم کریں۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: میں صرف پانچ منٹ بولا ہوں۔

جناب سپیکر: مداخلت شامل کر کے بھی آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! جن کے پاس شجرہ نسب ہوتا ہے وہ کون ہوتے ہیں؟ ان کے بارے میں ذرا بتا دیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! جب ایک ممبر تیاری کر کے آتا ہے' جو بول رہا ہوتا ہے تیاری کر کے آتا ہے اسے فیڈ نہیں کیا جاتا اور جو ممبر تیاری کر کے نہیں آتا اسے فیڈ کیا جاتا ہے۔ میں بھی تیاری کر کے آیا ہوں۔ جناب والا! جب نیشنلائز کیا گیا تو اتفاق انڈسٹری ساڑھے چار کروڑ کے نقصان میں جا رہی تھی اور اب اتفاق والے کروڑ روپیہ حکومت کو ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔ اور مرکزی حکومت نے دن رات اتفاق فاؤنڈیشن کا محاسبہ کر رکھا ہے۔ چیکنگ کی ہے لیکن ایک بات بھی وہ نہیں نکال سکے جو غیر قانونی ہو۔ (مداخلت)

جناب سپیکر: جب تک مداخلت کرتے رہیں گے میں ان کو تقریر کرنے کی اجازت دیتا رہوں گا۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! غریب کی بات کرنے والے اور میرے ساتھی اس کو قائم مقام لیڈر آف اپوزیشن بنانے والے کے دو بیٹے لٹن سکول انگلینڈ میں پڑھ رہے ہیں جہاں 10 لاکھ روپے ایک بچے کا سکول کا خرچ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم غریبوں کے حامی ہیں۔ یہاں میرے بھائی نے رانا شوکت محمود کی بات کی تھی' میں بھی راجپوت ہوں مجھے بھی اس سے ہمدردی ہے یہ میرے پاس ایک خط ہے۔ یہ خط کس کا ہے؟ یہ خط (قطع کلامیاں) ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ تحریر سلمان تاثیر کی لکھی ہوئی ہے اور یہ ملک معراج خالد نے لکھا۔ یہ چار کا ایک ٹولہ تھا۔ کون تھے وہ؟ وہ معراج خالد تھے راؤ رشید' افضل سندھو' احسان میاں' تین برسراقتدار ہیں۔ سلمان تاثیر اس گروپ کا آدمی تھا اب خط کیا لکھواتا ہے۔ بتاؤں۔ وہ کہتا ہے۔ مرزا اقبال بیگ ہماری پارٹی کا سپورٹر ہے۔ اور کہتا ہے کہ اس نے سلمان تاثیر کی مدد کی' اس نے عارف اقبال

بھٹی کی مدد کی اور نواز شریف کے مقابلے میں اس نے سعید حسن کا ساتھ دیا آخر میں کیا کہ ہے؟ یہ بات سننے کی ہے۔ کہا گیا ہے کہ لیڈر آف اپوزیشن رانا صاحب کو نہ بنائیں سلمان تاثیر بناؤ۔ اس کو صرف پنجاب کا صدر رہنے دو۔ یہ رانا شوکت محمود کے خلاف سازش ہے۔ جناب والا! اس خط میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ اب جناب والا! گزارش یہ ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! یہ ضمنی بجٹ پہ تقریر فرما رہے ہیں؟ (قہقہے)

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! انہوں نے جو باتیں کی ہیں میں نے ان کا جواب دیا ہے اگر یہ نہ کرتے خدا کی قسم میں کبھی نہ کرتا۔ انہوں نے بھی یہاں خط لہرائے تھے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ شکریہ میاں صاحب جناب رانا اکرام ربانی صاحب!

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی میزانیہ 1989ء پر اظہار خیال کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس وقت یہ میزانیہ پیش کیا گیا ہے۔ تو جو تقریر جناب وزیر خزانہ نے فرمائی وہ میں نے بھی بڑے غور سے سنی وہ تقریر اپنی جگہ پہ خود اعتماد کا اظہار تھی کہ یہ الفاظ حکومت پنجاب کے امپورٹڈ مشیر اطلاعات کے ہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ پنجاب کے وزیر خزانہ کو جس وقت وہ تقریر دی گئی تو ان کا سب سے پہلا رد عمل یہ تھا کہ حقانی صاحب مروا دیتا ہے۔ ایسے پڑھے گا کون؟ میں اتنی خوبصورت اردو پر مشیر اطلاعات کو مبارکباد دیتا ہوں اور ساتھ ساتھ میں وزیر خزانہ کی ادائیگی کی تعریف بھی ضرور کروں گا کہ انہوں نے کافی اچھی اردو پڑھی ہے۔ (قطع کلامیاں)

جس طرح محترمہ بشریٰ رحمٰن کو آپ نے بادل نخواستہ تقریر ختم کرنے کے لیے کہا تھا اسی حوصلے اور جذبے کے ساتھ آپ مجھے بھی موقع دیں گے کہ سرکاری بنچوں کی طرف سے وہ کارروائیاں ڈالی جائیں جو وقت اس میں لگے وہ میری تقریر میں آپ عنایت کر دیں۔ جناب والا! میرا یہ خیال تھا کہ جس وقت ضمنی میزانیہ کی نوید ہمیں سنائی گئی تو شاید پچھلے بجٹ میں جس چیز کا خیال نہیں رکھا گیا شاید اب انہیں پنجاب کے پسماندہ علاقوں کا خیال آیا ہو۔ ضمنی بجٹ میں ہمیں کوئی خوشخبری سننے کے لیے ملی ہو۔ شاید اس بجٹ میں فیروز پور روڈ نہ ہو' مری نہ ہو' لاہور نہ ہو لیکن جناب والا! مجھے افسوس ہے اور شاید یہ قدرتی امر ہے کہ جب تقریر پڑھنے والے اپیسوئین

ہوں' بنانے والے صادقین ہوں' ابدالین ہوں' امیونین ہوں تو جناب ہمارے جیسے ٹائین کا خیال کیسے رکھا جا سکتا ہے۔ ابھی تک ہمارے معاشرے میں یہ بات کہی جاتی رہی ہے کہ امیر کے ہاتھوں غریبوں کا استحصال ہوتا ہے لیکن جناب والا! 89-88ء کے بجٹ کے بعد' ضمنی بجٹ کے بعد میں یہ بات اس ہاؤس میں کہنے پر مجبور ہوں کہ پنجاب میں شہروں کے ہاتھوں دیہات اور دیہی عوام کا بہت زیادہ استحصال ہوا ہے۔ میرا خیال تھا کہ میں آج اپنی بات ایک فولڈ کے اندر رہتے ہوئے کروں گا' اعداد و شمار کی بات کروں گا' شاید دونوں طرف بیٹھنے والے دوست اس موڈ میں نہیں ہیں تو میں بھی ان کے موڈ کا احترام کرتے ہوئے اسی انداز سے اس سوچ کو اور ان رویوں پر بحث کرنا چاہتا ہوں جن کے تحت یہ میزانئے بنائے گئے ہیں۔ بجٹ ہم گھر میں بھی بناتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری آمدنی کیا ہے۔ اور اسی کے اندر اپنے خرچ کا حساب لگانا ہوتا ہے۔ اور عقل مند آدمی اور اہل حکومت وہ ہوتی ہے جو اس میں سے کچھ بچائے۔ میں میاں منظور احمد موہل صاحب کا شکر گزار ہوں انہوں نے مجھے یاد دلایا کہ اتفاق انڈسٹریز جب قومی ملکیت میں تھی اس وقت خسارے میں تھی اور اس کے بعد انہوں نے ان کا شجرہ نسب پڑھتے ہوئے فرمایا کہ اب وہ پتا نہیں کتنے ارب کتنے کروڑ کے منافع میں ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا' کاش وزیر اعلیٰ یہاں موجود ہوتے کہ ان کی اس برکت کا اثر صوبہ پنجاب پر کیوں نہیں پڑا۔ جس وقت وہ تشریف لائیں ہیں اس وقت سے صوبہ پنجاب کا بجٹ مسلسل خسارے میں ہے۔ یہاں یہ بڑی متعلقہ بات ہوجاتی ہے کہ اس سوچ کو زیر بحث لایا جائے جس کے اثر پذیر ہونے پر یہ ضمنی میزانئے بنائے جاتے ہیں۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب یہاں موجود ہیں۔ میں ان کا مشکور ہوں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ میری تقریر میں پوائنٹ آف آرڈر ہوئے ہیں مجھے بھی اس کا حق ہے۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! میں آپ سے کہوں گا کہ آپ جواب آں غزل کے طور پر کچھ نہ کہیں۔

رانا اکرام ربانی : میں سردار نصر اللہ دریشک صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے 1985ء میں ایک چارج شیٹ اس قوم کے سامنے رکھی تھی' اس صوبے کے سامنے رکھی تھی اور پنجابی لوگوں

کے سامنے رکھی تھی۔

جناب والا! میں اس میں سے کچھ چیزیں ریکارڈ کے لیے اور ان کی یاد دہانی کے لیے عرض کروں گا کہ جہاں پہ یہ سب کچھ ہو وہاں پہ بجٹ خسارے کا نہ بنے تو اور کیا ہو۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ ہمیں مہینوں ملاقات کا وقت نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب سے وہ وزیر اعلیٰ بنے ہیں وہ صرف ایک دفعہ اپنے سیکرٹریٹ میں دیکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! ہم بھی اسی پنجاب میں رہتے تھے' اب بھی رہتے ہیں' انشاء اللہ آئندہ بھی یہیں رہیں گے۔ ان کے الزامات میں بہت حقیقت ہے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ چھ چھ مہینے معزز اراکین اسمبلی جناب وزیر اعلیٰ سے ملاقات کے لیے ترستے رہتے تھے اور ان کے درشن نہیں ہوتے تھے۔ آج انہیں ہمارا مشکور ہونا چاہیے کہ ہماری وجہ سے وزیر اعلیٰ صبح سے شام تک اپنے سیکرٹریٹ میں رہتے ہیں۔ ان کی مثال تو اس پنجابی کے لطیفے جیسی ہے کہ۔

جناب سپیکر! ان کی مثال اس پنجابی کے لطیفے جیسی ہے کہ --- اک پتر بڑا اتھریا پتر سی' انے ماں نوں کدی ماں نئیں سی کیا اک دن ساڈے ورگے گوانڈیاں دے منڈیاں نے لتریشن کیتی۔ او روندا روندا گھر گیا۔ جاکے آکھن لگا ماں مینوں فلاں نے ماریا اے۔ اپنے کیا چل پتر چل کے اودی خبر لینے آں۔ پہلے بزار گئی لڈو لئے۔ لے کے اس منڈے دے گھر گئی جا کے انوں لڈو دی دتے تے ہار دی پوایا۔ تے نال آکھیا شالا جیویں۔ اس کم بخت کولوں تسی مینوں ماں تے اکھوایا اے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں ان کے شکریہ کے ساتھ ساتھ اسی چارج شیٹ کو آگے بڑھاؤں گا۔ جس کا ذکر کل محترم قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر میں بھی کیا تھا کہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ اپنے دوستوں کو نوازنے کے لیے دیے گئے۔ شاید ان کی طرف سے یہ اعتراض ہو کہ یہ ذاتی ریمارکس ہوں۔ لیکن جناب والا! اگر میاں صاحب نے یہ سارا کچھ اپنی جیب سے دیا ہوتا تو پھر ہمیں قطعاً" کوئی حق نہیں تھا کہ ہم اس پر اعتراض کرتے۔ لیکن اگر یہ پنجاب کے خزانے سے دیا گیا ہے تو پھر ہر پنجابی کا یہ حق ہے۔ ہر نمائندے کا یہ استحقاق ہے کہ وہ اس کے بارے میں وہ ان سے پوچھے۔ چارج شیٹ یہیں پر نہیں ختم ہوئی 29 مئی 1987ء کو ایک خطاب ہوا۔ میں جناب سے یہ گزارش چاہوں گا اور اجازت چاہوں گا کہ میں اس میں سے کچھ اقتباسات پڑھ کر سناؤں

اور اگر حکومتی بنچوں سے کوئی صاحب اٹھ کر کہنے کی یہ جرأت کر لیں کہ یہ جھوٹ ہے اور یہ بکواس ہے تو میں اسی فلور پر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک یہ اسمبلی ہے میری زبان سے ان کے خلاف کوئی لفظ نہیں نکلے گا لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کھڑے ہو کر کہیں مئی کو جو کچھ کہا گیا وہ ایک جھوٹی الزام تراشی تھی اور بکواس تھی۔

جناب والا! اس وقت کے صدر نے کہا کہ قوم کی حالت یہ ہے کہ کسی کو پلاٹ دیئے گئے ہیں' کسی کو پرمٹ دیئے گئے ہیں کسی کو مالی اور سیاسی رشوت دی گئی' کسی کو اقرباء نوازی کی چھٹی دے دی گئی۔ اس وقت کے صدر کے ذہن میں (ریڈکر) پر کی جانے والی نوازشات تھیں۔ اس وقت کے صدر کے ذہن میں نذیر اینڈ کمپنی کے اوپر کی جانے والی نوازشات تھیں اور یوں بدعنوانیوں کی مثال اعلیٰ سیاسی سطح سے شروع ہوئی جس کا اثر نچلی سطح پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ ہر رکن اسمبلی کو خزانے سے کتنی رقم دی گئی اور ہم سب جانتے ہیں کہ یہ رقم کیسے اور کہاں خرچ ہوئی۔ رشوت تو پہلے بھی تھی' آج بھی ہے۔ لیکن اسے جو فروغ پچھلے ساڑھے تین سالوں میں حاصل ہوا پہلے کبھی نہیں تھا۔ اب تو کھلے بندوں پر سیاسی اہل کار ـــــ جناب سپیکر! یہ جملہ قابل غور ہے۔ ہر سیاسی اہل کار لیکن سرکاری عہدیداروں نے کہا صرف جو بددیانت ہیں۔ لیکن جناب والا! آج ذرا ذرا سی بات پر میرے دوستوں کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ لیکن اتنے سنگین الزامات پر کسی کا استحقاق مجروح نہیں ہوا' کسی کی انا پر ضرب نہیں پڑی اور کسی کی غیرت نہیں جاگی۔

جناب والا! یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ آپ کو آنسوؤں اور آہوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔

جناب سپیکر! میں اپنی پارٹی کی طرف سے قوم کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ وہی آہیں اور آنسو جو ہمیں ورثے میں ملے ہیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہیں خوشیوں اور مسکراہٹوں میں تبدیل کریں گے۔ پھر یہ کہا گیا کہ ملک کی معاشی حالت بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی ان لوگوں نے اپنے ذرائع پر انحصار کرنے کی بجائے سب کچھ ادھار پر چلایا۔ ترقیاتی کاموں کے لیے ادھار' اندرونی ذرائع سے ادھار' بیرونی ذرائع سے ادھار' خسار جاریہ پورا کرنے کے لیے ادھار' ادھار' ادھار اور ادھار اور آج بھی ادھار۔

پھر انہوں نے امن عامہ کی صورت حال پر فرمایا کہ لسانی' علاقائی' نسلی اور طبقاتی کش
میں مبتلا کر دیا گیا۔ کسی شہری کی جان و مال اور عزت محفوظ نہیں تھی اس کے باوجود یہ پولیس
اور امن عامہ کرنے والی ایجنسیوں کے لیے مزید بجٹ مانگ رہے ہیں۔ آخر میں انہوں نے
فرمایا کہ سب سے بڑھ کر ظلم یہ ہوا کہ نظام اسلام کے کام کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ نظام صلوٰۃ
کو عملاً ختم کر دیا گیا۔ قاری سعید الرحمٰن صاحب یہاں موجود نہیں ہیں میں ان کی خدمت میں
یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ نظام زکوٰۃ اور عشر میں بھی خامیاں آ گئیں۔ جناب والا! مرکزی حکومت
اب انشاء اللہ انہی خامیوں کو دور کرنے کے لیے اپنی طرف سے اس پروگرام کا audit کرے گی
اور یہ کوشش کرے گی کہ صرف مستحقین کو یہ امداد ملے اور آخر میں جناب والا! میں اس
کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان دوستوں کو عقل سلیم دے کہ یہ صرف
پارٹی کی اندر ہی مخالفت میں ایسے اقدامات کرنے کا باعث نہ بن جائیں جو پاکستان کے لیے
پنجاب کے لیے اور ہمارے اپنے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہوں بہت بہت شکریہ۔

چودھری محمد فاروق: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! آج ضمنی بجٹ پر بحث کا دوسرا روز ہے اور اس بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف
نے کیا تھا۔ لیکن جو نہیں کہنا چاہتا تھا۔ وہ کہتا ہوں کہ اسمبلی کی تاریخ میں کسی بھی قائد حزب
اختلاف کی کسی بجٹ کے حوالے سے اتنی بے ربط اور اتنی بے نکتہ بلا جواز تقریر اس ایوان میں
کبھی بھی نہیں کی گئی اور میں یہ بھی ضرور کہوں گا کہ قائم مقام قائد حزب اختلاف کی تقریر
بجٹ یا پنجاب کے ضمنی میزانیہ کے حوالے سے نہیں تھی ان کی تقریر صرف اور صرف ایک
ذات کے خلاف تھی اور اول سے لے کر آخر تک انہوں نے کوئی بھی تنقید کی خواہ انہوں نے
تنقید لوٹ مار کے حوالے سے کی' بجٹ میں کسی مد کی خامی کے حوالے سے کی' صوبے کی
ضروریات کے حوالے سے کی' قطعاً" ایسی کوئی بات نہیں تھی ان کے حرف مدعا کا اول و آخر
میاں نواز شریف تنقید کا نشانہ بنا۔

جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے اس ایوان میں یہ بات میں کہنا چاہتا ہوں اور ریکارڈ پر لانا
چاہتا ہوں کہ میاں نواز شریف قیام پاکستان سے لے کر پنجاب کی تاریخ کے حوالے سے وہ واحد
شخص ہے جس کو اس ایوان نے دو مرتبہ وزیر اعلیٰ منتخب کیا ہے۔ اور 1985ء کے الیکشن کے بعد

اس ایوان نے اکثریت کے ساتھ اس پنجاب کی وزارت اعلیٰ کا عہدہ بار بار اعتماد کے ساتھ ان کے حوالے کیا اور جب اسمبلیاں ٹوٹیں تو اس وقت تک وہ برسر اقتدار رہے اور اب جس الیکشن کے نتیجے میں مرکز میں پیپلز پارٹی کو حکومت ملی ہے اس الیکشن میں صرف اس ایوان نے نہیں۔ میں واضح طور پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ پورے پنجاب کے غریب عوام نے اپنے حقوق کے حوالے سے اور ان کی نمائندگی کرنے کے حوالے سے نہ صرف پنجاب میں میاں نواز شریف کی پارٹی کو اکثریت سے کامیاب کروایا بلکہ عوام کے منتخب نمائندوں نے اس ایوان کے اندر ایک دفعہ پھر جناب میاں نواز شریف کو وزیر اعلیٰ کے عہدہ سنبھالنے کا حق دیا۔ جناب والا! میاں نواز شریف کے ساتھ پیپلز پارٹی کی عداوت تو پرانی ہے۔

میاں نواز شریف نے وزارت اعلیٰ کا عہدہ سنبھالا' جو صاحب ان کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے ان کی وزارت کی حسرت وزارت اعلیٰ کی حسرت پوری نہ ہوئی تو وہ ایک وزارت کے لیے مرکز میں چلے گئے۔ اور ان کے پیچھے آج آپ بات کرتے ہیں کہ پانچ آدمیوں کا فارورڈ بلاک بنا ہے' میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس قسم کی تنقیدیں بجٹ پر کرتے رہے اور پنجاب کے غریب عوام کے لیے اس بجٹ کے حوالے سے میاں نواز شریف نے دیہی ترقی کے حوالے سے جو اقدامات کیے ہیں آپ بے شک ان کو نظر انداز کرتے رہیں۔ آج پیپلز پارٹی کے اندر پانچ آدمیوں کا بلاک بنا ہے' آپ کی یہی پالیسیاں رہیں تو کل اس ہاؤس کے اندر پیپلز پارٹی کے حامی ارکان برائے نام نظر آئیں گے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ ذکر کیا گیا کہ پنجاب میں شاہ خرچیاں ہو رہی ہیں' اتفاق کے خلاف بات کرتے ہیں' ایک شخص کے کاروبار کے خلاف بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پنجاب میں اتفاق لمیٹڈ کا زور ہے' میں کہتا ہوں کہ تم پنجاب کے اندر پنجاب لمیٹڈ یا اتفاق لمیٹڈ کی بات کرتے ہو' میں یہ بات پیپلز پارٹی کے ارکان پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ اگر اتفاق لمیٹڈ پہلے پنجاب میں تھی تو آپ دیکھیں گے کہ میاں نواز شریف کی جو پارٹی ہے یہ پنجاب لمیٹڈ سے نکل کر آپ کو صرف سندھ اور بلوچستان بھی اس لمیٹڈ کا ایک حصہ نظر آئے گا۔ اور جو لمیٹڈ نہیں ہوگا وہ پورے پاکستان کے استحکام کا ضامن ہوگا۔ اور جناب والا! یہاں پر یہ بات کرتے ہیں کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ شاہ خرچیاں کر رہے ہیں' میں اس پارٹی کے اس قائد کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں' اس چیئرمین کے حوالے سے بات

کرنا چاہتا ہوں اس کی شاہ خرچیوں کے بارے میں بھی غور کیجئے۔ جس کا ایک کوٹ لاکھوں روپے
میں آتا ہے' میرے ملک کے بے شمار غریب ایسے ہیں جن کے تن پر پہننے کے لیے کپڑا بھی نہیں
ہے کہاں ہے وہ وزیراعظم؟ کس کو خیال ہے اس ملک کے غریب لوگوں کا؟ غریبوں کے پاس پہننے
کے لیے کپڑا نہ ہو اور ان کی جو قائد ہے وہ لاکھوں روپے کا ایک کوٹ خریدتی ہے اور پھر کہیں
کہیں آپ اس بجٹ کے حوالے سے دیکھئے دوپٹے خریدنے کے لیے' عینکیں خریدنے کے لیے اور
جوتیاں خریدنے کے لیے اٹھارویں گریڈ کے افسر رکھ لیے گئے۔ میں کہتا ہوں کہ ظلم کی انتہا ہے
اس ملک کے بجٹ کے حوالے سے یہ بات کرتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ نواز شریف نے یہ کر دیا ہے
کہتا ہوں کہ سکرنڈ کی شوگر ملز کی منظوری کیوں ہنگامی طور پر لی گئی اور وہ آصف زرداری نے
کس انداز میں یہ سکرنڈ شوگر ملز کی منظوری لی' اور پھر یہی نہیں' تھرپارکر کی کانیں حاکم زرداری
کو پٹے پر دے دی گئیں۔ جناب سپیکر! یہاں پر ہی ختم نہیں ہوئی' ایوب نیشنل پارک میں
ساڑھے تین کروڑ روپے سے جو ہوٹل تعمیر کیا گیا ہے وہ کسی equity کے بغیر تعمیر کر لیا گیا ہے
اور جناب والا! یہاں پر یہ بات کرتے ہیں اتفاق لمیٹڈ اور میاں نواز شریف کی میاں شہباز شریف
بھی اس ہاؤس کا ممبر ہے' وہ بھی پنجاب اسمبلی کا منتخب رکن ہے' یہاں پر جمہوریت کی فضا دیکھئے
میاں نواز شریف نے اپنے بھائی کو نہ وزیر لیا' نہ پارلیمانی سیکرٹری بنایا' نہ مشیر بنایا۔(نعرہ ہائے تحسین)
لیکن ان کی پارٹی کی جمہوریت نوازی دیکھیے حاکم زرداری کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا چیئرمین بنا دیا
اور اپنی ماں کو سینئر وزیر بنا دیا اور یہیں پر بس نہیں کی گئی اس ملک کے خزانے کو لوٹنے کے لیے
جتنے بھی شکست خوردہ لوگ تھے ملک قاسم جیسے جن کو عوام نے رد کیا ان کو عوام کے ہاؤس میں
انہوں نے اپنا مشیر بنا کر بٹھا دیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جمہوریت نوازی نہیں ہے اگر ملک کے
مرکزی ہاؤس میں یہ باتیں ہوں گی تو پھر اس ملک کے اندر جمہوریت کا پودا پنپ نہیں سکتا۔ اور
پھر جناب والا! یہاں پر یہ بات کرتے ہیں کہ مری کی سڑکوں کا ٹھیکہ ریڈ کو کو دے دیا گیا' میں
یہاں پر چیلنج دیتا ہوں' میں نے خود مری سے لے کر کوہالہ تک سفر کیا ہے' اس ملک کے کونے
کونے میں بھی گاڑی پر سفر کیا ہے۔ یہاں پر اپوزیشن بنچ سے میرے ایک صاحب نے کہا کہ نواز
شریف کو پنجاب کے اندر ملک کی بڑی سڑکوں کی حالت کی فکر نہیں ہے' میرے بھائی کو اتنا
علم نہیں ہے کہ یہ جی ٹی روڈ یہ نیشنل ہائی وے ان کی مرمت ان کی درستگی' یہ سب مرکز

حکومت کی ذمہ داری ہے اگرچہ سڑکیں خراب ہیں تو یہ وفاق کی نااہلی ہے اور پھر پنجاب کے حوالے سے آپ کہتے ہیں کہ ریڈکو کو ٹھیکہ کیوں دے دیا گیا۔ تو بھئی اگر صحیح سڑکیں چاہیں، اگر مری سے لے کر کوہالہ تک شاندار اور اچھی سڑکیں چاہیں تو پھر اگر تم جاپان کی مارکیٹ کو خراب کرنا چاہتے ہو اور تم چاہتے ہو کہ ملک کی سڑکیں اور گاڑیاں جلدی نہ ٹوٹیں تو پھر سڑکوں کا اچھا ہونا ضروری ہے۔ جب سڑکیں اچھی ہونی چاہیں تو پھر جناب سپیکر! سڑکوں کا ٹھیکہ ایسی کمپنی کو ملنا چاہئے جو ریڈکو جیسا شاندار ریکارڈ رکھتی ہیں۔ اور جناب والا! یہاں پر میری بہن بشریٰ رحمٰن نے کہا کہ نواز شریف ہر وقت پیپلز پارٹی کے ذہنوں اور خیالوں میں چھایا رہتا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں پیپلز پارٹی کے حوالے سے یہ میاں نواز شریف کا جو ذکر کرتے ہیں اتنے الزامات لگاتے ہیں لگاتے رہیں میں یہ کہوں گا کہ۔۔۔۔

تیرے لب پہ میرا نام بھی آئے
آئے تو سہی بر سر الزام ہی آئے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

میاں محمود الحسن ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ کیا بات کر رہے ہیں؟ اس طرح تو پھر ہاؤس نہیں چلے گا۔ یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ یہ ذاتی قسم کی باتیں ہیں یہ نہیں ہونی چاہیں۔

چودھری محمد فاروق: ٹھیک ہے جی دوبارہ نہیں کروں گا۔ جناب والا! ملک کے اندر تشدد کی بات کی جاتی ہے یہاں پر انہوں نے کہا کہ پولیس نے یہ ظلم کر دیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

جناب سپیکر: فاروق صاحب! یہ الفاظ نامناسب ہیں میں انہیں حذف کرتا ہوں اور آئندہ ا
نہ دہرائیں۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! جب آئی جے آئی والے تقریر کر لیتے ہیں' آپ بعد
آرڈر فرماتے ہیں' آپ پہلے کیوں نہیں ان کو روکتے۔ یہ کوئی بات نہ ہوئی ہاؤس میں بھی
جائے اور باہر بھی اطلاع چلی جائے تو پھر آپ اس کو حذف کر دیں۔ میری عرض ہے جناب
ہاؤس کو اگر آپ نے آرڈر میں رکھنا ہے' ہم آپ سے تعاون کرنا چاہتے ہیں اور ہر طرح تعا
کریں گے لیکن یہ بات نہیں ہے کوئی کیچڑ اچھالنے کی۔ ایسے ہی کوشش کرے گا تو مشکل ہو
ہم نے نواز شریف کی ذات پہ ان کے گھر کی بات نہیں کی ہم ان کے گھر کی بات نہیں کرتے
پھر ان کا اس بات سے کیا تعلق ہے۔ یہ بلاول کی بات کیوں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ کوریجہ صاحب آپ نہ سمجھائیں' آپ تشریف رکھیں۔ کوری
صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ بات کو آگے چلنے دیں۔

خواجہ محمود اصغر کوریجہ: مثال سمجھ نہیں آ رہی ہے میں ان کو سمجھا رہا ہوں۔

جناب سپیکر: کوریجہ صاحب آپ ان کو مثال نہ سمجھائیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! یہ بات کرتے ہیں کہ ان کے گھر کا پتا پوچھ لیں وہاں پہ
لیں گے۔ پنجاب کی پولیس کی مارمال روڈ پر اس وقت کھائی ہے جب تمہاری حکومت نے طلبا
ننگا کر کے پیٹا تھا۔ آپ پتا پوچھتے ہیں میں سرائے عالمگیر جی ٹی روڈ پر رہتا ہوں جس نے مجھ
انتقام لینا ہے وہ لے لے۔ تم نے تو اپنے ایم این اے ملک سلمان جو پیپلز پارٹی سے تعلق رکھ
تھے اس کی بیوی اس کی بیٹی کو تھانے میں ۔ کر ان کے کپڑوں کے اندر چوہے چھوڑے۔ (قطع
کلامیاں)

پولیس نے جتنے ظلم پیپلز پارٹی کے چھ سالہ دور میں عورتوں پر کیے۔ اپنے ایم این اے پر کیے
اس کی ملک کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ (قطع کلامیاں)

جناب جاوید محمود گھمن: جناب سپیکر! یہ ضمنی بجٹ کے متعلق بات کریں۔ ایک لفظ بھی بجٹ
کے متعلق نہیں کہا۔ کوئی بات بجٹ کے متعلق ابھی تک کی ہی نہیں ہے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! ملک کے اندر امن و امان کے حوالے سے بات کرتا ہوں

عورتوں کی حکومت کے اس دور میں آج بھی طاہرہ بروہی کے گھر میں ایف آئی اے اس طرح داخل ہوئی ہے اور بد تمیزی کرتی ہے جس کی مثال انہوں نے پنجاب میں دینی شروع کر دی ہے کہ عوام پیپلز پارٹی کی حکومت پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں۔ اور یہاں پر میرے ایک بھائی کہہ رہے تھے کہ ہم ایٹم بم نہیں بنائیں گے۔ ہم ملک میں امن چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں فوج نہیں چاہیے۔ اگر تم امریکہ میں جا کر 675 ملین ڈالر کی امداد کے عوض ملک کی سلامتی کا سودا کرنا چاہتے ہو تو ہم آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے۔ نہیں دیں گے۔ نہیں دیں گے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کو پتا ہے کہ آپ کی تقریر میں' میں نے مداخلت نہیں ہونے دی۔

رانا اکرام ربانی: میں تھوڑی سی وضاحت کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کو وضاحت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر ان کی بات کو آپ غلط سمجھتے ہیں تو آپ اپنی تقریر میں اس کی تردید کر سکتے ہیں۔ اس کے خلاف بول سکتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں نے کسی فاضل رکن کی تقریر کے دوران کبھی غیر ضروری کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی ہے۔

جناب سپیکر: یہ بات درست ہے۔

رانا اکرام ربانی: میں ان کی بات کے متعلق تھوڑی سی وضاحت کرنی چاہتا ہوں یہ بات ان کی تقریر میں شامل کر لیجئے۔ پاکستان کی وزیراعظم نے جو بات کی ہے وہ یہ ہے۔ انہوں نے کہا تھا۔ شاید میرے دوست نے اپنی تقریر میں اس کو misinterpret کر دیا ہے۔ جب تک انڈیا والے اپنی ایٹمی تنصیبات کے معائینے کی اجازت نہیں دیتے ہم یک طرفہ فیصلہ قبول نہیں کریں گے۔ میں ساتھ یہ بات بھی ریکارڈ کی درستگی کے لیے عرض کر دوں کہ اس ملک میں ہم نے سب سے پہلے ایٹم اور ایٹم بم کا نام ہی جناب ذوالفقار علی بھٹو کی زبان سے سنا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ مداخلت بھی مناسب نہیں ہے۔ آپ اپنے کسی ساتھی رکن کو کہتے جنہوں نے ابھی تقریر کرنی ہے وہ اپنی تقریر میں اس بات کو شامل کر لیتے یا خود آپ اپنی

تقریر میں یہ بات لے آتے۔ اس انداز میں مداخلت ہو گی کہ آپ تقریر کر رہے ہیں آپ کا جو نکتہ نظر ہے اس سے اگر کوئی صاحب اختلاف کرتے ہیں وہ اٹھ کر یہ کہیں کہ میں یہ بات ریکارڈ پہ لانا چاہتا ہوں ایسے سلسلہ نہیں چل سکتا۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں اپنے ایک فاضل دوست کے حوالے سے بات کر رہا تھا جنہوں نے پچھلے بنچوں سے ابھی تھوڑی دیر پہلے تقریر کی تھی اور انہوں نے واضح طور پر یہ بات کہی تھی کہ ہم ایٹم بم نہیں بنانا چاہتے اور نہ ہی بنائیں گے۔ میں ان کے سامنے یہ بات لانا چاہتا ہوں اگرچہ ان لوگوں نے 576 ملین ڈالر کی امداد کے عوض ملک کی سلامتی کا سودا اس انداز میں امریکہ سے کیا یہ پنجاب کو مرکز سے فنڈز نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ پنجاب بھیک مانگتا ہے تو امریکہ کی بھیک کے عوض اگر ملک کی سلامتی کا سودا کرتے ہو ہم اس بات کی قطعاً" اجازت نہیں دیں گے۔ قطعاً" اجازت نہیں دیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر میرے ایک آئی جے آئی کے لیڈر اور قومی اسمبلی کے قائد حزب اختلاف غلام مصطفیٰ جتوئی صاحب کے بارے میں ایک بات کہی گئی کہ ایک شکست خوردہ شخص کو قومی اسمبلی میں آئی جے آئی نے اپنا قائد چنا ہے۔ اور سندھ سے ہارے ہوئے کو وہاں پر اپنا قائد بنا دیا ہے اور کوٹ ادو سے الیکشن لڑایا۔ میں گورنر صاحب کا تو ذکر نہیں کرتا لیکن تم نے ہارے ہوؤں کو تھوک کے حساب سے اپنی کابینہ میں مشیر لے لیا ہے۔ اگر تم نے ہارے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں پیپلز ورکس پروگرام کا فنڈز دے دیا ہے تو ہم نے کسی ہارے ہوئے شخص کو قومی اسمبلی کا قائد نہیں بنایا بلکہ سندھ سے سندھ ازم کی بناء پر جس شخص کو شکست ہوئی اس کو پنجاب نے پاکستان کی محبت کے بدلے' سندھ کی محبت کے بدلے اور ملک کا ایک آزمودہ کار سیاست دان ہونے کے بدلے کوٹ ادو سے الیکشن میں کامیابی سے ہم کنار کیا اب اس کی سیاسی خدمات کے طور پر ملک کی تمام اپوزیشن پارٹیوں نے انہیں اپنا قائد چنا ہے۔ ہم اس کی سیاست کو سلام کرتے ہیں۔ ہم اس کی قیادت کو سلام کرتے ہیں۔ آج اگر پیپلز پارٹی کی حکومت غلام مصطفیٰ جتوئی صاحب کے قائد حزب اختلاف ہونے کی وجہ سے اتنی بوکھلا اٹھی ہے تو میں یہ بھی پیغام سنانا چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اب چند دنوں کی مہمان ہے۔

جناب سپیکر! اسی کے ساتھ میں آخر میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ جناب وزیر خزانہ نے جس

مدبرانہ انداز میں بجٹ پیش کیا ہے اور اس کے بعد اپوزیشن کی تمام تر مخالفت کے باوجود اتنے اچھے انداز اور سلیقے میں پنجاب کا اتنا اچھا میزانیہ پیش کیا اس کے لیے میں انہیں بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ اور اس دور میں دسمبر سے لے کر مئی کے مہینے تک اس صوبہ پنجاب کے اندر بجٹ کے حوالے سے اور گورنمنٹ کے حوالے سے دیہی عوام کو جتنی ترقی نصیب ہوئی ہے اس کے لیے پنجاب کی حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب سید ذاکر حسین شاہ!

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری اطلاع ہے اور روایت ہے کہ حکومت میں شامل کوئی وزیر یا ایڈوائزر یا پارلیمانی سیکرٹری میزانیہ پر نہیں بولا کرتا تھا۔ صرف وزیر خزانہ بولا کرتے تھے۔ اس پر آپ رولنگ دیں۔ (قطع کلامیاں)

ایک اور پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ایک وزیر کو ہاؤس میں ہر وقت رہنا چاہیے بجٹ پر عام بحث کے دوران اس پر اپنی رولنگ دیں۔

جناب سپیکر: سید ذاکر حسین شاہ صاحب' تشریف نہیں رکھتے۔ جناب راؤ طارق محمود صاحب۔

راؤ طارق محمود: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں آپ کی وساطت سے ضمنی میزانیہ 89-1988ء کے متعلق کچھ کہنا چاہوں گا۔ میں نے اس میزانئے کو پڑھا ہے۔ میں اس کو سیاسی رشوت کا حساب کتاب کہوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ وزیراعلیٰ صاحب نے جس ایم پی اے کو نوازنا چاہا' جو ایم پی اے انہیں پسند آگیا' اسے بلایا گیا کہ کون سی سڑک تمہارے گھر کو جاتی ہے۔ کس ہسپتال میں تمہارے عزیز داخل ہو سکتے ہیں۔ کس سکول میں تمہارے بچے پڑھ سکتے ہیں۔ اور تمہارے کس عزیز کے لیے سپیشل پوسٹ تخلیق کی جا سکتی ہے۔ جناب! وہ تمام احسانات کر کے' انہیں نوازنے کے لیے اس ضمنی میزانئے کو ترتیب دے دیا گیا ہے جسے ضمنی میزانیہ 89-1988ء کہا گیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ میرے حلقے تحصیل حاصل پور میں سابقہ ایم پی اے کو نوازنے کے لیے اس کے گھر کو سڑک دی گئی ہے۔ اس کے گاؤں میں ہسپتال دیا گیا ہے۔ اس کے گاؤں میں سکول دیا گیا ہے۔ آپ پورے ضمنی میزانئے کو دیکھ لیں' میرے پورے حلقے میں اور کوئی پراجیکٹ نہیں ہے' اور کوئی منصوبہ

نہیں ہے۔ تحصیل حاصل پور کے غریب عوام کے لیے کوئی منصوبہ نہیں دیا گیا۔ لیکن جناب! پنجاب کے غریب عوام سمجھتے ہیں کہ اگر آپ کا پنجاب صرف ایم پی اے کی حدود تک محدود ہے' امیروں کی رہائش گاہوں تک محدود ہے تو پنجاب کے غریب عوام کی بستیوں میں آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ پنجاب کے غریب عوام کی بستیوں میں پیپلز پروگرام آئے گا۔ پنجاب کے غریب عوام کی بستیوں میں پیپلز پارٹی آئے گی۔ پنجاب کے غریب عوام کی بستیوں میں قائد عوام آئے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ صفحہ 17 پر گرانٹ 13 کو دیکھیں۔ اس میں پراونشل پولیس کے لیے سپیشل گرانٹ رکھی گئی ہے۔ سپیشل پوسٹیں تخلیق کی گئی ہیں۔ سپیشل بلڈنگز کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جناب! جہاں آپ پولیس کو کروڑوں روپے سے نواز رہے ہیں' وہاں اس پولیس کی کارکردگی کیا ہے۔ یہی پولیس پنجاب میں منشیات کا دھندا کروا رہی ہے۔ یہی پولیس پنجاب میں سیاسی طور پر پنجاب حکومت کو مضبوط کر رہی ہے۔ اس پولیس کا فائدہ صرف یہ ہے کہ یہ پنجاب اسمبلی میں فارورڈ بلاک بنوا رہی ہے۔ اس لیے اس پولیس کو نوازنے کی خاطر کروڑوں روپے کی گرانٹ دی جا رہی ہے۔ اگر اس طرح سے ان اداروں کو مضبوط کیا گیا تو جمہوری ادارے کمزور ہوتے جائیں گے۔ اگر اس طرح کی پالیسیاں بنائی گئیں تو اس سے پنجاب اسمبلی جیسے معزز اداروں کا استحقاق مجروح ہو گا۔

جناب والا! اب میں سب سے اہم مسئلے پر آنا چاہتا ہوں کہ جو پنجاب کا مسئلہ ہے۔ روزانہ یہاں پنجاب پنجاب کی بات ہوتی ہے۔ جناب والا! اگر خدا نخواستہ پنجاب کی عصبیت زور پکڑ گئی اور آج یہ مطالبہ صرف پنجاب کا کر رہے ہیں تو میں نہیں کہنا چاہتا کہ پھر یہ پاکستان نہیں رہے گا۔ پنجاب نے ہمیشہ بڑے بھائی کا کردار ادا کیا ہے۔ پنجاب نے ہمیشہ سرپرستی کا کردار ادا کیا ہے۔ اگر آج پنجاب کے لیے علیحدہ بنک مانگتے ہیں تو کل سندھ فوج مانگ سکتا ہے۔ کل سرحد پختونستان کہلوا سکتا ہے۔ جناب والا! اس عصبیت کو اپنے ذاتی اقتدار کی خاطر نہ استعمال کریں۔ اگر آپ نے اس کو استعمال کیا تو نہ مجیب الرحمٰن کو تاریخ نے معاف کیا ہے اور نہ آپ کو تاریخ معاف کرے گی۔ آپ صوبائی عصبیت کی بات کرتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے پاس پچھلے گیارہ سال میں صوبائی عصبیت کو پھیلانے کے زیادہ مواقع تھے۔ سندھ کا کارڈ پیپلز پارٹی زیادہ استعمال کر سکتی تھی۔ پیپلز پارٹی نے جیلوں میں رہ کے' پھانسیاں قبول کر کے' ماریں قبول کر کے پورے پاکستان کی

بات کی' وفاق پاکستان کی بات کی۔ سندھ کی علیحدگی کی بات نہیں کی۔ اگر آج آپ سے اتفاق فاؤنڈری کا حساب مانگ لیا گیا ہے تو آپ نے پنجاب کا نعرہ لگا دیا ہے۔ اگر اس طرح سے صوبہ پنجاب میں عصبیت کا زہر پھیلایا گیا تو پیپلز پارٹی نے جو تاریخی جدوجہد کی ہے' پچھلے گیارہ سال میں پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن نے جیلوں میں رہ کر اپنے باپ کی پھانسی کا غم قبول کر کے اور اپنے بھائی کی موت کا غم قبول کر کے صرف وفاق پاکستان کی بات کی۔ اس نے ممتاز بھٹو کو پارٹی سے نکالا۔ اس نے حفیظ پیرزادہ کو پارٹی سے نکالا۔ جناب والا! جس وقت ان کا سیاسی سرپرست جی ایم سید کو گلدستے پیش کر رہا تھا تو بے نظیر بھٹو پاکستان کی جیلوں میں رہ کے وفاق پاکستان کا نعرہ لگا رہی تھیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! غریب عوام سمجھتے ہیں کہ پنجاب کا دشمن کون ہے۔ آپ کو اس بات کا زیادہ علم ہے کہ جس دن سے میاں نواز شریف پنجاب کے وزیرخزانہ بنے ہیں اس دن سے پنجاب خسارے میں جانا شروع ہو گیا ہے۔ پنجاب کا بجٹ ہمیشہ سرپلس رہا ہے۔ پنجاب ہمیشہ منافع میں رہا ہے۔ لیکن جس دن سے نواز شریف صاحب وزیراعلیٰ اور وزیر خزانہ کے عہدوں پر آئے ہیں پنجاب خسارے میں چلا گیا ہے اور اس لیے خسارے میں چلا گیا ہے کہ اتفاق فاؤنڈری منافع میں آ گئی ہے۔ پنجاب کے غریب عوام سمجھتے ہیں کہ انہیں پنجاب کے نعرے سے بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ یہاں پر یہ بات ہوتی ہے کہ یہ گیارہ سال کا واویلا کرتے ہیں۔ بار بار گیارہ سال کی بات کرتے ہیں۔ ہم تو اس لیے بات کرتے ہیں کہ جو گیارہ سال ہم نے گزارے ہیں آپ ان جیسے گیارہ دن بھی نہیں گزار سکتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ نام نہاد شریفو اور نام نہاد امیرو' ان غنیوں کو' ان جیلوں کو' ان پھانسیوں کو آپ لوگ گیارہ دن برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم نے پاکستان کی سالمیت کے لیے اپنے گھروں کو برباد کروایا ہے۔ اپنے مستقبل کو برباد کیا ہے۔ اپنے مستقبل کو داؤ پر لگایا ہے۔ ہمارے سامنے اور کوئی منزل نہ تھی' صرف پاکستان کی سالمیت کی منزل تھی۔ جمہوریت کی بحالی کی منزل تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی گیارہ سالہ جدوجہد کے بعد جمہوریت آئی۔ اس لیے ہم بار بار گیارہ سال کو دہراتے ہیں کہ ہم نے جو گیارہ سال گزارے ہیں وہ آپ گیارہ دن نہیں گزار سکتے۔ اور ہم میں اتنا حوصلہ موجود ہے کہ ہم پاکستان کی عظمت کے لیے' جمہوریت کی بحالی کے لیے ہم گیارہ دن نہیں' گیارہ سال نہیں' گیارہ سو

سال نہیں، بلکہ گیارہ ہزار سال تک جنگ لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

راجہ محمد خالد خان: بھٹو نے بھی یو این او میں یہی کہا تھا۔

راؤ طارق محمود: اگر بھٹو نے صاحب نے یو این او میں یہ کہا تھا تو دنیا شاہد ہے کہ اس نے اپنی جدوجہد پھانسی کے تختے پر جا کر ختم کی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ سنت حسینی ہے۔ یہ سنت ابراہیمی ہے جو پیپلز پارٹی نے رواج دی ہے۔ انشاء اللہ ہم ذوالفقار علی بھٹو شہید کی اس سنت پر عمل کرتے رہیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ شور نہ کریں۔

راؤ طارق محمود: میں آخر میں ان دو مصرعوں پر بات ختم کرنا چاہتا ہوں:

جلی ہے شاخ تمنا، ابھی کٹی تو نہیں
دبی ہے جگر کی آگ، مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں، مگر جھکی تو نہیں

(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہاؤس ان آرڈر نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ اجلاس شروع ہونے سے اچھے خاصے دن پہلے کمیٹی کے جو ہماری طرف سے نام جانے تھے، مفصل نام دے چکے ہیں کمیٹیاں نہیں بنی ہیں۔ تو ضابطے کے مطابق جب تک کمیٹیاں نہ بن جائیں ہاؤس ان آرڈر نہیں آتا۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ آپ ایک دن کا آج ہی اعلان فرما دیں۔ ہماری طرف سے کوئی تاخیر بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میرے علم کے مطابق یہ کمیٹیاں بن چکی ہیں اور میرے خیال میں اس کا ایک دو روز میں اعلان ہو جانا چاہیے۔

چودھری محمد وصی ظفر: ہفتے والے دن اعلان ہو جائے تاکہ ہاؤس ان آرڈر رہے۔

جناب سپیکر: انشاء اللہ۔ میرے خیال میں اس کا ایک دو روز میں اعلان ہو جانا چاہیے۔

چودھری محمد وصی ظفر: شکریہ۔

جناب علی اکبر مظہر وینس : جناب والا! ہفتے کو چھٹی ہونی چاہیے۔ ہمیں گھروں کو جانا ہے۔ ہمارا گھر بڑا دور ہے۔ ایک دن تو جانے میں صرف ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جناب محمد اصغر کوریجہ صاحب!

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے وقت دیا ہے میں آپ کا بے پناہ ممنون ہوں۔ میں سب سے پہلے فنانس منسٹر کو بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے۔ صبح نو بجے سے لے کر اب تک بجٹ کی بات نہیں ہوئی صرف ذاتیات پر باتیں ہوتی رہی ہیں۔ ضمنی بجٹ کے متعلق میں یہ عرض کروں گا۔ کبھی بھی غریبوں کے لیے' یتیموں کے لیے' مسکینوں کے لیے' بیواؤں کے لیے یا ان خواتین کے لیے ساری عمر کی پنشن کا خیال کسی نے نہیں کیا۔ جو موجودہ حکومت نے کیا۔ اس کا سہرا وزیر خزانہ کے سر ہے میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جہاں تک جناب والا! اپوزیشن لیڈر کی بات ہے تو ان کو سب سے پہلے اپوزیشن کے لیڈر کو تقریر کرنے کے لیے دعوت دی۔ انہوں نے بجٹ کے متعلق کوئی بات اپنی بجٹ تقریر میں نہیں کی۔ سوائے اس بات کے کہ اتفاق فونڈری اور نواز شریف۔ جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ نواز شریف ہمارے ایوان کے لیڈر ہیں۔ اور ہمارے ہر دل عزیز لیڈر ہیں۔ ان کے متعلق خواہ مخواہ شکوہ کرنا یا ان کے اوپر کیچڑ اچھالنا یا ان کے کاروبار میں دخل دینا۔ یہ ان کا اپنا ذاتی کاروبار ہے۔ یہ ان کا ذاتی فنکشن ہے۔ اس میں یہ خرچ کرتے ہیں اور کماتے ہیں۔ لیکن یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے یہ پیسہ حکومت سے لے کر اس اتفاق فاؤنڈیشن کو چلایا ہے۔ جناب والا! میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے پوچھ سکتا ہوں کہ وہ بار بار یہ کہتے ہیں کہ نواز شریف صاحب کو ایک لاکھ روپے خرچ کرنے کی اجازت تھی اور انہوں نے اتنے کروڑ خرچ کر دیے۔ یہ صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ وہ بااختیار ہیں کبھی انہوں نے اپنی مرضی سے اور میں ان کو یقین دلواتا ہوں پیسہ خرچ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم ممبران صوبائی اسمبلی کی سفارشات پر خرچ کرتے ہیں۔ اور معقول اور مناسب جگہوں پر وہ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ جب بھی ان کو خیال آتا ہے کہ کہیں پیسہ غلط تو خرچ نہیں ہو رہا چاہے ان کے سگے بھائی کیوں نہیں ہوتے جیسا کہ ابھی میرے دوست نے کہا ہے۔ ان کے سگے بھائی ہیں نہ وہ ایڈوائزر ہیں نہ پارلیمانی سیکرٹری ہیں نہ وہ منسٹر ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں جو ہارے ہوئے ہیں وہ کچھ

اور ہیں۔ میں بجٹ کے ضمن میں یہی عرض کروں گا کہ یہ بڑا ہی موزوں اور مناسب بجٹ ہے اور میں اس کی پرزور تائید کرتا ہوں میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ مہربانی کر کے یہ معزز خاندانی لوگ ہیں تنقید میں قائد ایوان کو ہدف نہ بنایا کریں۔ اس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے یا ہم مرکز کے خلاف بولیں تو اس طرح یہ ہاؤس خوش اسلوبی سے نہیں چلے گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: فضل حسین راہی صاحب!

جناب فضل حسین راہی: (پنجاب تقریر کا اردو متن) جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ آپ نے بات کرنے کا موقع دیا۔ پنجابی میں بات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! 1947ء سے پہلے جب پاکستان نہیں بنا تھا پاکستان بنانے کے لیے تحریک چلائی گئی مسلمانوں نے بڑی شدت سے جلوس نکالے تھے۔ ایک دفعہ ایک سڑک پر سے مسلمانوں کا جلوس گزر رہا تھا۔ دوسری سڑک پر خاکروب صفائی کر رہے تھے۔ ایک خاکروب نے دوسرے خاکروب سے پوچھا کہ مسلمانوں نے یہ جلوس کس لیے نکالا ہے۔ دوسرا خاکروب کہنے لگا کہ یہ ہم سے آزادی مانگ رہے ہیں۔ اسی طرح جس طرح یہاں ایک پارلیمانی سیکرٹری کہنے لگا کہ ہم نے ان کو اجازت نہیں دینی ہے۔ وہ ہمیں آزادی دینا چاہتا تھا یہ ہمیں اجازت نہیں دینا چاہتے۔

جناب سپیکر! یہاں ایک ممبر نے کہا ہے کہ ہم وزیر خزانہ کو مبارک باد اس لیے دیتے ہیں کہ انہوں نے بڑی جواں مردی سے بجٹ پیش کیا ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ کیا انہوں نے جنگ کے میدان میں پیش کیا جو انہوں نے جواں مردی سے پیش کیا ہے۔ یہ جواں مردی ضروری ہے کہ یہ بڑا وزنی تھا۔ اور اٹھایا نہیں جاتا تھا۔ یہ اس لیے وزنی بن گیا تھا کہ ان کے جو سیکرٹری صاحب ہیں یا ان کا جو عملہ ہے۔ وہ پرانے اعداد و شمار کو بار بار دہراتا رہتا ہے۔ ان کو تو پتہ نہیں ہوتا پاکستان کو بنے ہوئے 41 سال ہو گئے ہیں بجٹ وہی پیش ہوتا رہتا ہے۔ لیکن وزیر خزانہ بدلتا رہتا ہے جناب سپیکر! یہاں ایک بات ہوئی ہے اور ایک مشیر نے کہا ہے کہ پیپلز ورکس پروگرام کے تحت جو رقوم ہیں وہ پیپلز پارٹی کے کارکنوں کی جیب میں جائے گی۔ یہ نواز شریف صاحب نے یہ لائن چلائی تھی۔ اس قسم کے بیانات بہت پہلے دینے شروع کیے تھے۔ میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو کہتا ہوں کہ ان کو معاف کرو۔ اس لیے کہ یہ لوگ سیاسی کارکنوں کی عظمت

کو نہیں جانتے۔ یہ سیاسی کارکنوں کے سچے جذبے کو نہیں جانتے۔ ان لوگوں نے پاکستان میں نہ سیاست کی ہے اور نہ ہی سنی ہے۔ ان لوگوں کی گورنر جیلانی نے انگلی پکڑی اور سیاست کے میدان میں چھوڑ دیا۔ اور یہ تمام سب کے سامنے ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں اور کارکنوں کو کہتا ہوں کہ ان کو معاف کر دو۔

بیگم نجمہ حمید: جناب سپیکر! ان کے قائد ذوالفقار علی بھٹو کو ایوب خان نے ان کی انگلی پکڑی تھی اور سیاست میں لائے تھے۔ ہر آدمی بچہ ہوتا ہے تب ہی اوپر جاتا ہے کسی نہ کسی کی انگلی پکڑ کر ہی آیا جاتا ہے۔ بچہ ہمیشہ بڑوں کی انگلی پکڑ کر جوان ہوتا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: (پنجابی) جناب ان کو یہ سمجھائیے کہ نواز شریف کا سیاست میں آنا اور ہے اور ذوالفقار علی بھٹو کا سیاست میں آنا اور تھا۔ جب وہ یو این او میں بولتا تھا تو دنیا مانتی تھی کہ وہ لیڈر ہے۔ وہ اس وقت تمام دنیا کو گھما کر رکھتا تھا۔ اور اس پاکستان کو چلاتا تھا۔ یہ صلاحیتیں ان لوگوں میں نہیں پیدا ہو سکتیں۔ میں جناب کی وساطت سے یہ ضرور عرض کروں گا کہ عوام کو عوام سمجھو اور عوامی کام کرو آپ چاہے مرکز کے معاملات میں مداخلت کرو لیکن صوبے کی عوام کی بہتری کرنے میں کامیاب ہو گئے تو شاید تمہیں آئندہ الیکشن میں کچھ مل جائے گا۔ اگر تم صوبے کی عوام کی بہتری کی بجائے مرکز کے پیچھے پڑے رہے تو شاید پھر تم یہ سیٹیں بھی کھو بیٹھو جو اس وقت تمہارے پاس ہیں۔ جناب سپیکر! یہاں ایک بات ہوئی ہے کہ 42 سال سے کسی نے پنجاب کا نعرہ نہیں مارا تھا۔ اس نے پنجاب کا نعرہ مارا ہے اسے پنجاب کا لیڈر مان لیا جائے۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھتا ہوں پنجاب کا نعرہ کب لگایا گیا۔ میں یہاں 1985ء کی اسمبلی میں رکن بن کر آیا ہوں۔ میں ان ہی سیٹوں سے رو رو کر اجازت مانگتا رہا کہ تم یہاں پنجابی زبان کو رائج کرو کم از کم اس ایوان میں رائج کرو اس لیے رائج کرو کہ یہ تمام لوگ اس کونے سے لے کر اس کونے تک آپ سے لے کر سامنے قائداعظم کی تصویر تک جتنے لوگ اس ایوان میں بیٹھے ہیں یہ پنجاب کی سرحدوں سے جیت کر آئے ہیں۔ یہ پنجاب کی بیٹیوں' بہنوں سے ووٹ مانگتے آئے ہیں۔ بیٹوں' بہنوں اور اپنی ماں کی زبان میں تقریریں کر کے ووٹ مانگتے آئے ہیں۔ یہاں آپ سے زیادہ گواہ میرا کوئی نہیں کہ میں پنجاب کے حقوق کے لیے پہلے دن سے پنجابی زبان رائج کرنے کے لیے یہاں بات کرتا رہا ہوں اور کس منہ کے ساتھ اس شخص کو تم پنجاب کا لیڈر کہتے

ہو۔ جو پنجابی زبان ہمیں رائج نہیں کرنے دیتا۔ جو یہاں کے سکولوں میں بچوں کو پنجابی
پڑھنے دیتا۔ جو اراکین کو یہاں پنجابی نہیں بولنے دیتا۔ سپیکر صاحب! یہ صرف اس لیے
ہیں یہ خود پنجابی نہیں۔ جیسے آپ پنجابی ہوتے تو پھر ان کو پتا ہوتا یہ بلھے شاہ کا پنجاب
وارث شاہ کا پنجاب ہے' یہ شاہ حسین کا پنجاب ہے' یہ بابا فرید کا پنجاب ہے' سلطان
پنجاب ہے' احمد خان کھرل کا پنجاب ہے' یہ پنجاب تمہاری اماجگاہوں کا پنجاب ہے۔ لیکن
بزرگو! یہ آئے اس وقت ہیں جس وقت آ کر یہاں صرف کاروبار ہی ہو سکتا ہے یہاں پنجابی
اختیار کی جا سکتی۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کہا گیا کہ اسلامی جمہوری اتحاد جو
سیاست کرتا ہے۔ ان کی سیاست ان کا اسلام ان کی جمہوریت ان کا اتحاد یہ پاکستان کے
سے ڈھکا چھپا نہیں۔ سب سے پہلے میں ان کے اسلام کو اتفاق گروپ کے ساتھ جوڑ کر
باتیں کروں گا۔ جناب سپیکر! یہاں ایک اتفاق کا مینجر منظور موہل تقریر کر کے گیا۔ اس نے
کہ چالیس سال سے یہی گروپ اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے بتاؤ
لوگوں کو اتنے بھی اندھے نہ سمجھو۔ اتنا بھی لوگوں کو کم نہ سمجھو اتنا بھی لوگوں کو گونگے نہ
کہ لوگوں کو پتا نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ آج سے پہلے جس وقت یہ آدمی پنجاب کا وزیر خزانہ
بنا تھا اتفاق شوگر مل کہاں تھی۔ اتفاق ٹیکسٹائل مل کہاں تھی۔ اتفاق سوک کہاں اسمبل
تھی؟ اتفاق کا سیمنٹ کہاں بنتا تھا۔ اتفاق گروپ آف انڈسٹری کہاں تھی۔ اس طرح یہ لوگوں
آنکھوں میں مٹی ڈال کر چالیس سالوں سے چلا آ رہا ہے۔ یہ لوگوں کو پتا ہے۔ جناب سپیکر!
تک اسلام کا تعلق ہے ہم مسلمان ہیں۔ الحمد اللہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم مسلمانوں کے گھر
ہوئے ہیں۔ اور ہم اسلام پر اپنی زندگیاں قربان کرنے والے لوگ ہیں۔ لیکن جناب سپیکر!
اسلام نواز شریف کا نہیں ہو سکتا۔ یہ اسلام نواز شریف کے حمایتیوں کا نہیں ہو سکتا۔ یہ
شریف کے سیاسی باپ کا اسلام نہیں ہو سکتا۔ یہ ضیاء الحق کا اسلام نہیں ہو سکتا۔ اگر اسلام
سکتا ہے تو وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسلام ہو سکتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا
ہو سکتا ہے۔ جناب سپیکر! ذرا اسلام کی بات کرنے والے لوگوں کو بتاؤ کہ اسلام کے اندر
احکامات اترتے ہیں ان کے اوپر ذرا عمل کر کے دکھائیں۔ اسلام میں تو یہ ہے کہ تم روٹی کھانے
سے پہلے' اپنے خون پسینے کے ساتھ کمائی ہوئی روٹی کھانے سے پہلے چالیس گھروں کا دروازہ

کر پوچھو کہ کوئی آدمی بھوکا تو نہیں۔ اگر کوئی بھوکا نکلا اور تم نے اپنے خون پسینے سے کمائی ہوئی روٹی کھالی تو وہ روٹی تمہارے اوپر حرام ہو جائے گی۔ جناب سپیکر! اگر کوئی دوسری طرف آدمی بھوک کے ساتھ مرگیا۔ اسلام تو یہ ہے جناب سپیکر! اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ ساری دولت ----

چودھری محمد طارق انیس : جناب والا! فاضل مقرر ایسے بول رہے ہیں جیسے مسجد میں وعظ کر رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں) جناب والا! یہ بجٹ تقریر ہے۔ لہٰذا کچھ تو تھوڑی بہت بجٹ سے متعلق بات ہونی چاہیے۔ یہ ہمیں اسلام کا درس دے رہے ہیں۔ ہمیں اسلام معلوم ہے۔ تھوڑی ہی بجٹ سے متعلقہ بات کر دیں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! اگر اس کو اسلام کا پتا ہو تو یہ کبھی بھی نواز شریف کے پیچھے نہ بیٹھے۔ اس لیے کہ اسلام کے اندر کسی کا حق چھیننے کی اجازت نہیں۔ (قطع کلامیاں)

چودھری محمد طارق انیس : جناب والا! معزز رکن بجٹ کے سلسلے میں غیر متعلقہ باتیں کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: طارق صاحب! آپ تشریف رکھیے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! کیا اسلام کے متعلق بات کرنا کوئی گناہ ہے؟

جناب سپیکر: جی آپ تشریف رکھیں۔ راہی صاحب! اپنی بات مکمل کیجئے۔ اور آپ کا ٹائم ختم ہونے والا ہے۔

ایک معزز رکن: (حزب اقتدار) نہیں جناب! ان کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: میرا ٹائم نہیں ختم ہوا میری تقریر کا ٹائم چاہے ختم ہو جائے۔ (قطع کلامیاں)

نوابزادہ غضنفر علی گل : جناب والا! یہ آئی جے آئی کے لیے ہے۔ ہمارا نہیں ختم ہو سکتا۔ (قطع کلامیاں)

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میں اسلامی جمہوری اتحاد کے ان عالموں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ذرا قرآن مجید اٹھا کر دیکھو۔ جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے دولت جمع کی قیامت کے دن وہی دولت اس کی پشت پر داغ دی جائے گی۔ جناب سپیکر! اسلام میں حکم یہ

ہے کہ اگر آپ کے پاس ضرورت سے زائد دولت ہو تو وہ لوگوں میں تقسیم کر دو۔
کلامیاں)

جناب سپیکر: راہی صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

بیگم نجمہ حمید: جناب والا! راہی صاحب نے فرمایا ہے کہ پنجاب کا بجٹ کئی سالوں
بدلا۔ حالانکہ ان کی تقریر اتنے سالوں سے نہیں بدلی۔ وہی الفاظ وہی تقریر۔۔۔۔
کلامیاں)

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ جب interruption ہو
آپ پھر ان کو کہتے ہیں کہ جناب interruption نہیں ہوگی۔ اگر اس طرف سے کوئی
آپ کے اختیارات خصوصی فوراً" عمل درآمد کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس طرف سے
تو آپ ان کی unconsciously حوصلہ افزائی کرتے ہیں اس لیے میری آپ سے یہ گزار
کہ یہ جو partial attitude ہے اس کو ختم کیا جائے اور impartiality کا مظاہرہ کیا
کہ آپ کے آفس سے یہ چیز ہم ڈیمانڈ بھی کرتے ہیں۔ یہ میری گزارش ہے آپ میر
میں آج مجھے باہر نہیں نکالیں گے۔ اگر آج بھی آپ کا موڈ ایسا ہی ہے تو پھر میں دوبارہ
تعمیل کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ اور سردست مجھے یہ بتایا جائے جناب والا! کہ میری سیٹ
باہر لکھا ہوا نمبر170- اور یہاں جو ایجنڈا آتا ہے وہ قادر شاہین صاحب کے نام پر آتا ہے
ذرا پڑھ کر بتا دیں کہ میرا سیٹ نمبر کیا ہے۔ ظاہر ہے آپ مجھے اپنے سامنے بیٹھا ہوا
فرمائیں گے ایک کونے میں جگہ دیں گے اس لیے آپ ذرا سیٹ نمبر بتا دیں تاکہ یہ نہ ہو
بات کروں اور آج آپ بعد میں کہیں کہ آپ اپنی سیٹ سے نہیں بول رہے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو ابھی بتا دیتا ہوں کہ آپ کا سیٹ نمبر کیا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: باہر میں پڑھ کر آیا ہوں کہ میری سیٹ کا نمبر170 ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کی سیٹ کا نمبر170 ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! یہاں جو ایجنڈا آتا ہے وہ جناب قادر شاہین صاحب
ہے اس لیے مہربانی کر کے جو بھی لیٹر آئے میرے نام پر آئے۔ شکریہ (قطع کلامیاں)
جناب والا! میں نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے اس پر توجہ فرمائیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اسلام میں واضح طور پر ارشاد ہے (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شاہ صاحب! آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے اور سپیکر کے couduct کو آپ زیر بحث نہیں لا سکتے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اسلام میں بڑا واضح حکم ہے کہ اگر آپ کے پاس ضرورت سے زائد دولت ہے تو وہ لوگوں میں تقسیم کر دو۔ حضور والا! اسلام میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا فرمان یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دو جوڑے جوتیوں کے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں اس کے ہیں۔ وہ کوشش کر کے ایک ایسے بندے کو تلاش کرے جس کے پیر ننگے ہیں آپ کا حق ہے کہ جو کسے نہ کسے ذریعے نال۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ فضل حسین راہی کی تقریر میں مداخلت نہ کی جائے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اسلام میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا فرمان یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس دو جوڑے جوتیوں کے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں ہی آپ کے ہیں ہم کوشش کر کے ایک ایسے آدمی کو تلاش کریں جو پاؤں سے ننگا ہو یہ اس کا حق ہے جو کسی نہ کسی ذریعے سے آپ تک پہنچا تو اسے واپس کر دو۔ جناب سپیکر! حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ زندگی بادلوں کی طرح بسر کرو جو پھولوں اور کانٹوں پر یکساں برستے ہیں۔ لیکن یہاں جناب سپیکر! ہوتا یہ ہے کہ جو کوئی ایم پی اے پیپلز پارٹی کا ہے تو وہاں کے لوگوں کو وہاں ڈویلپمنٹ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں حلف لیا گیا چیف منسٹر کے designation کا حلف لیا گیا اور کہا گیا کہ میں پنجاب کے تمام لوگوں کے ساتھ بلا امتیاز یکساں سلوک کروں گا۔ لیکن جناب سپیکر! اپنے حلف کی violation کرنے والے لوگ اپنے وعدے سے پھرنے والے لوگ اسلام کی حقیقت سے دور کرنے والے لوگ جو ہیں جن کو آج یہ کہنا کہ وہ اسلام کے ٹھیکیدار ہیں یا اس قوم کے رہبر یا اس کے لیڈر ہیں جناب سپیکر! یہ کوئی ذی شعور آدمی اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ جہاں تک یہ نعرہ لگایا گیا کہ جتوئی کو سندھی کی بنیاد پر شکست ہوئی ہے اور سندھ میں سندھ کی پیپلز پارٹی ہونے کی وجہ سے یہ پارٹی کامیاب ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! میں احساس کرتا ہوں کہ اگر سندھی بنیاد پر سندھی تعصب کی بنیاد پر سندھ کے لوگوں نے ووٹ

ڈالے ہوتے تو پھر وہاں پر جی ایم سید کو جیتنا چاہیے تھا' سندھ کے لوگوں نے ووٹ ڈالے ہوتے تو پھر وہاں پر ممتاز بھٹو کو جیتنا چاہیے تھا' پھر وہاں پر پیرزادہ کو جیتنا چاہیے تھا' پھر وہاں پر حمید کھوڑو کو جیتنا چاہیے تھا۔ اگر جناب سپیکر! پاکستان پیپلز پارٹی جیتی ہے تو پھر وہاں کے لوگوں نے اپنے آپ کو وفاق کے ساتھ شامل کیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہم بھی اس کے ساتھ ہیں۔ جناب سپیکر! اس کو محض ایک پروپیگنڈا بنایا گیا اس کو پنجاب میں ایک نعرے کا پروپیگنڈا بنایا گیا اور پروپیگنڈا کس تاریخ کو کیا گیا یہ 16 نومبر کی رات کو کیا گیا۔ اور جس وقت پوری قومی اسمبلی کے نتائج سامنے آ گئے اور آئی۔ جے۔ آئی والوں نے اپنے سر جوڑے اور انہوں نے یہ دیکھا کہ نہ ہی ان کو سندھ میں سے کچھ ملا' نہ ہی انہیں بلوچستان میں سے کچھ ملا نہ ہی انہیں سرحد میں سے کچھ ملا پھر انہوں نے محسوس کیا کہ پنجاب میں نگران حکومت ہونے کی وجہ سے یہاں پر بیوروکریسی کو اپنے ہاتھ میں استعمال کرنے کی وجہ سے اور آئی۔ جے۔ آئی کے حق میں اس بجٹ کو استعمال کرنے کی وجہ سے چند سیٹیں انہوں نے لیں اور انہوں نے سوچا کہ پاکستان کے تینوں صوبوں نے آئی۔ جے۔ آئی کی قبر بنا کر اسے دفن کر دیا صرف پنجاب ہی ہے جس میں انہیں چند سیٹیں ملی ہیں۔ انہوں نے 16 نومبر کی رات کو پاکستان کی سیاست چھوڑ دی انہوں نے وفاق کی سیاست چھوڑ دی۔ اور انہوں نے صرف پنجاب کی سیاست شروع کر دی۔ اور نعرہ لگایا کہ "جاگ پنجابی جاگ تیری پگ نوں لگ گیا داغ" اگر جناب سپیکر! یہ داغ کو دھونا چاہتے ہیں تو پھر یہاں پر سرکاری زبان پنجابی بناؤ۔ پھر یہاں پر پنجابی کلچر کو آگے بڑھنے دو۔ جناب سپیکر! جو آدمی پنجاب کے کلچر کو نہیں جانتا' جو پنجابی وہ پنجابی زبان کو نہیں جانتا' جو پنجاب کی قدروں کو نہیں پہچانتا اسے اگر یہاں پر مصنوعی طریقے سے لیڈر بنایا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہیں بن سکتا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ضمنی بجٹ یا کوئی بجٹ پیش کرنے کے لیے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: راہی صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میرا یہ وقت تو مداخلت کی وجہ سے ضائع ہوا ہے میں تو اتنا بولا بھی نہیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ نہیں۔ مداخلت کی وجہ سے نہیں۔

جناب فضل حسین راہی: آپ مجھے دو تین منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: آپ بول چکے۔ اب آپ ایک منٹ میں اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں۔

جناب فضل حسین راہی: آپ مجھے تین منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: آپ دو منٹ میں ختم کریں۔

جناب فضل حسین راہی: ٹھیک ہے جی۔ میں پونے دو منٹ میں ختم کر دوں گا۔

جناب سپیکر! جس طرح میرے ایک دوست نے کل یہاں پر فرمایا تھا کہ ضمنی بجٹ کو یہاں پر پیش کرنا درحقیقت اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ ہم نے جو پچھلے سالانہ بجٹ میں منصوبے بنائے تھے۔ وہ غلط تھے۔ اس چیز کا اعتراف کرنے کی یہ بات ہے۔

جناب سپیکر! ضمنی بجٹ اس لمحے پر پیش کیا جاتا ہے کہ جب آپ یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے جو یہ allocations کی تھیں ان میں سے ہم نے پیسے نکال کر کسی دوسری جگہ پر لے جانے ہیں اور اس کے لیے ٹھوس وجوہات بیان کرنی ہوتی ہیں ورنہ جناب سپیکر! مالی قوانین کی خلاف ورزی ہو جاتی ہے financial rules یہ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی ٹھوس وجوہات نہ بیان کی جائیں کہ ہم نے اس رقم کو وہاں سے نکال کر دوسری جگہ پر کیوں دی اس وقت تک اس بجٹ کی یہ حیثیت نہیں بنتی جو انہوں نے بنانے کی کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں آپ دیکھیں گے کہ چیف منسٹر کے ڈائریکٹو کے تحت جو رقم مختص کی گئی تھی وہ چیف منسٹر صاحب نے 16 نومبر سے پہلے ہی ختم کر دی یہ صرف اس لیے ہوئی کیونکہ انہیں سرگودھا جانا پڑا اور جا کر یہ اعلان کرنا پڑا اور میرے اپنے حلقے میں بھی ان کو ساڑھے آٹھ کروڑ روپیہ معاف کرنا پڑا اور یہ صرف مجھے ہرانے کے لیے کیا گیا اور ان کو گوجرانوالا میں بھی جا کر یہ اعلان کرنا پڑا کہ بھئی حافظ آباد روڈ بن جائے گی۔ جناب سپیکر! جب آپ یہ ساری رقوم اکٹھی کریں گے تو پھر آپ کو پتا چلے گا کہ 16 نومبر سے پہلے ہی وہ رقم جو چیف منسٹر ڈائریکٹو کے تحت مختص کی گئی تھی اور اس کی اپنی صوابدید پر تھی وہ ساری کی ساری ہی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد یہ جو ضمنی بجٹ پیش کیا گیا اس میں مختلف allocations میں سے رقوم نکال کر چیف منسٹر کے ڈائریکٹو میں دی گئیں۔ اور یہ صرف اس لیے ہوا کہ یہاں پر چیف منسٹر صاحب اپنے آپ کو طاقتور کل بنانا چاہتے ہیں اور یہ ان کی اس لیے عادت بن گئی کہ جنرل ضیاء الحق صاحب بھی یہاں

پر اپنے آپ کو مختار کل بنانا چاہتے تھے۔ اور میں نے پچھلی اسمبلی میں اپنی تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ فرعون بننے کا ہر شخص کو شوق ہوتا ہے۔ لیکن فرعون کا انجام بھی ہر شخص کو دیکھ لینا چاہیے اور اس کے فوراً بعد ضیاء الحق بھی مر گیا تھا اور اسمبلیوں کا یہ سارا سلسلہ بھی ختم ہو گیا تھا اور ہم دوبارہ اب یہاں پر آئے ہیں۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ابھی دو منٹ نہیں ہوئے۔

جناب سپیکر: نہیں دو منٹ ختم ہو گئے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! یہ آپ کی مرضی ہے ویسے ابھی دو منٹ نہیں ہوئے۔

جناب سپیکر: آپ اب ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! جس طرح میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ چیف منسٹر ڈائریکٹو کے تحت on going schemes میں سے بھی پیسے نکال لیے گئے اور جو نئی سکیمیں تھیں ان میں سے بھی پیسے نکال کر چیف منسٹر صاحب کو دیے گئے اور چیف منسٹر صاحب نے پنجاب کے اس پیسے کو بے دریغ خرچ کیا۔ آج ایک صاحب نے ایوان میں فرمایا کہ پنجاب کی بڑی توہین ہوئی ہے اور پنجاب کو ایک لمیٹڈ کمپنی قرار دے دیا اور اس کا ایم ڈی نواز شریف کو بنا دیا۔ جناب والا! یہ ہم نہیں بناتے یہ ان کی خواہشات بناتی ہیں اس لیے کہ جب اس ایوان میں یہ بل پیش کیا جائے گا کہ پچیس سال کی سروس کو ختم کر کے دس سال کر دو اور جس وقت یہ کہہ دیا جائے گا کہ چیف منسٹر صاحب کو یہ اختیار بھی دے دو کہ out of turn promotion کر کے ایک چپڑاسی کو اٹھا کر ڈائرکٹر بنا دیں اور ڈائرکٹر کو اسسٹنٹ ڈائرکٹر کر دیں تو جناب والا! اس وقت یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوبہ پنجاب کو ایک لمیٹڈ کمپنی بنانا چاہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ اس قدر مضبوط ہو جائیں کہ ان کو اگر یہ محسوس ہو کہ یہ افسران کی خواہشات میں رکاوٹ بن سکتا ہے تو اس وقت اس کو کان سے پکڑ کر سروس سے نکالنے کا پروگرام بناتے ہیں تو اس وقت یہ ہوتا ہے کہ یہ اس صوبے کو ایک لمیٹڈ کمپنی بنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اے ڈی پی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو ان کی ضروریات زندگی بہم پہنچائی جائیں اور ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے اور اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ پنجاب کا کون سا

غریب علاقہ ہے اور کون سا ممبر کس کے ساتھ ہے۔ پنجاب کے لوگوں کی یکساں ڈویلپمنٹ ہوتی ہے۔ جناب والا! پنجاب کے تمام لوگ ٹیکس دیتے ہیں اور پنجاب کے لوگوں کی رقموں کے ساتھ یہ حکومت کرتے ہیں۔ جناب والا! پنجاب کے غریب آدمی نے اور امیر آدمی نے دونوں ہی نے ٹیکس دیا ہو اور جب یہ اس رقم کو خرچ کرنے کا پروگرام بنائیں تو غریب آدمیوں کو نظرانداز کر دیں تو اس سے جناب والا! پتا لگتا ہے کہ یہ اپنی خواہشات کو پورا کرنا چاہتے ہیں ------

جناب سپیکر: راہی صاحب! وقت ختم ہو گیا ہے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی اجازت دی۔

جناب سپیکر! آج اس معزز ایوان میں بہت خوبصورت باتیں کہی گئیں' بہت خوبصورت تقاریر کی گئیں۔ میں بیگم بشریٰ رحمان کی تقریر کا اپنی تقریر میں ذکر نہ کروں تو ناانصافی ہو گی۔ ان کی یہ عمدہ تقریر ہمارے دلوں میں ایک عرصہ تک رہے گی۔ میں ان کو اس عمدہ تقریر پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپوزیشن والے بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے بائیکاٹ کرنے کی روش ترک کر دی ہے۔ حالانکہ انہوں نے یہ سب کچھ مجبوری اور بے بسی کے عالم میں کیا ہے کیونکہ پچھلے دنوں ناکام بائیکاٹ کرنے کی وجہ سے انہیں یہ عادت ترک کرنا پڑی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جو کچھ ہم نہیں کر سکے ان کے اپنے ساتھیوں کی تنقید نے انہیں اپنی اصلاح کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بہرحال اچھی بات جس طریقے سے بھی کی جائے جس انداز میں بھی وہ معرض وجود میں آئے اس کے لیے مبارکباد دینا میرا فرض بنتا ہے۔

جناب سپیکر! بجٹ پر بات کرنے سے پہلے میں اپنے محترم بھائی جناب سلیمان تاثیر صاحب کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس کسی نے بھی قائد حزب اختلاف کی کرسی پر اپنی تقریر جاری کی تو اس کا انجام کچھ اچھا نہیں ہوا ہے۔ اسے اس ہاؤس سے مایوس ہو کر ہمیشہ بھاگنا ہی پڑا ہے۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ جناب سلیمان تاثیر صاحب مایوسی کا شکار ہو کر اپنے قائد حزب اختلاف کی سیٹ سے کس وقت بھاگتے ہیں کیونکہ ماضی میں ہم نے دیکھا ہے کہ یہاں بڑے

بڑے صاحبان قائد حزب اختلاف کی کرسی پر براجمان ہوئے ایک عرصے تک اس آس میں بیٹھے رہے کہ شاید ان کی آواز پنجاب تک پہنچے لیکن انجام کار انہیں مایوسی کا شکار ہونا پڑا اور ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں اور یہ اندازہ لگانا چاہتے ہیں کہ محترم بھائی کس وقت یہ کرسی چھوڑ کر بھاگے ہیں۔

جناب سپیکر! ضمنی بجٹ پر بات کرنے سے پہلے میں اپنے اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے معزز بھائیوں کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ پنجاب کی حکومت پر تنقید کرنے کا ان کو حق ہے۔ تنقید ہونی چاہیے لیکن خدارا جو کچھ سندھ میں ہو رہا ہے اس کی طرف سے بھی آنکھیں بند نہیں کرنی چاہئیں۔ میرے بھائیوں کو وہاں سے اجڑے ہوئے قافلوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے۔ میرے بھائیوں کو وہاں پر اپنے بھائیوں کو سسکیوں کو غور سے سننا چاہیے۔ میرے بھائیوں کو اس طرف سے آنے والے اجڑے ہوئے خاندانوں سے ملنا چاہیے اور ان سے پوچھنا چاہیے کہ سندھ میں کیا ہو رہا ہے۔ میرے بھائیوں کو پنجاب کے معاملات میں تو ہر بات برائی کی طرح نظر آتی ہے' ہر اچھی بات بھی بری نظر آتی ہے۔ لیکن سندھ میں جس انداز میں پنجابیوں کے ساتھ ظلم و تشدد کیا جا رہا ہے میرے کسی بھائی کو آج تک ہمت اور توفیق عطا نہیں ہوئی کہ اس معاملے میں وہ اس معزز ایوان میں اپنی آواز بلند کرے۔ ہم اپنی جانب سے ہمیشہ اس معاملے میں اپنی آواز بلند کرتے رہے ہیں لیکن اپوزیشن والے بھائیوں نے' حالانکہ اس ناتے سے کہ وہاں ہمارے بھائی بستے ہیں وہاں پر اور بھی قومیتیں بستی ہیں لیکن وہاں پر اس طرح کا انداز اختیار کر لیا گیا ہے اور ایسی چپ سادھ لی ہے کہ وہاں پر جو کچھ ہوتا رہا ہے میرے بھائیوں کو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ میرے بھائیوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ہم سب کا ایک متفقہ مسئلہ ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر ہم تمام دوستوں کو متفق ہونا چاہیے اور میں یہ توقع کرتا ہوں کہ آئندہ اور اب بھی میرے بھائی میری اس بات کی تائید کریں گے کہ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے وہ نہیں ہونا چاہیے اور وفاق کی بقاء کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔ پنجابی ہونا کوئی جرم نہیں ہے اگر پنجابی ہونے کے جرم کے ناتے میں ان کو سزا دی جا رہی ہے تو میرے خیال میں یہ سزا اب بہت دی جا چکی ہے۔ اب یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر! اب میں ضمنی بجٹ کی طرف آؤں گا۔ اپوزیشن والے دوستوں نے عمومی طور پر اور جناب قائد حزب اختلاف نے خصوصی طور پر صرف دو نکات کی طرف اس معزز ایوان کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ ایک میرے معزز قائد حزب اختلاف کا یہ فرمان تھا کہ پنجاب کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں لیکن یہ خزانہ کس نے خالی کیا ہے؟ یہ مرکزی حکومت نے خزانہ خالی کیا ہے۔ جب کہیں سے کوئی پیسے ہی نہیں دے گا کیونکہ یہاں پر جو انکم ٹیکس کا سسٹم ہے اس سلسلے میں مرکز کو ٹیکسز وصول ہوتے ہیں اور اس میں سے ہر صوبے کو اس کی آبادی کے مطابق حصہ دیا جاتا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب خزانہ تو پہلے ہی خالی تھا۔ یہ خزانہ خالی نہیں ہوا۔

سردار عاشق حسین گوپانگ : میری محترم بہن آپ کی بات کبھی بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ بولتی ضرور ہیں لیکن اپنی بات کبھی سمجھا نہیں سکیں۔

وزیر تعلیم : یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

محترمہ صغیرہ اسلام : یہ پوائنٹ آف انفرمیشن ہے۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔ No interruption please.

جناب عاشق حسین گوپانگ : جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مرکزی حکومت جب پنجاب کو اس کا حصہ نہیں دے گی تو خزانہ خالی نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ جناب سپیکر! دوسری میرے معزز قائد حزب اختلاف نے ایک اور بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ block allocation کے ذریعے وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جہاں چاہیں یہ رقم خرچ کریں یہ حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اس block allocation کو اسلامی جمہوری اتحاد سے تعلق رکھنے والے ارکان اسمبلی کے صلاح مشورے سے تمام علاقوں میں منصفانہ طور پر تقسیم کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں اس کی ایک مثال آپ کے سامنے دیتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت کے زمانے میں اس پنجاب کے دیہات کے لیے بجٹ کا صرف 30% حصہ رکھا جاتا تھا لیکن اب اس کے الٹ ہوا ہے کہ پنجاب کے دیہات کے لیے بجٹ کا 80% خرچ کیا جاتا ہے اور صرف 30% فی صد شہروں کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جاتا

ہے..... (نعرہ ہائے تحسین)

میں حیران ہوں کہ میرے اپوزیشن والے بھائیوں کو اور خاص طور پر جناب سپیکر! آپ کے توسط سے عرض کروں گا کہ نوابزادہ صاحب کو تو بالکل ہی نظر نہیں آتا کہ بجٹ میں کیا خوبیاں ہیں۔ اس میں تو ان کو ہر ایک بات غلط نظر آتی ہے۔ جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ پنجاب کے دیہی علاقوں کی فلاح و بہبود کے لیے اس block allocation کو اسلامی جمہوری اتحاد کے ممبران کے صلاح مشورے کے ساتھ تمام علاقوں میں منصفانہ طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! ہر حکومت کی پالیسیوں کو جج کرنے کے لیے الیکشن میں پتا چلتا ہے۔ جناب سپیکر! آپ نے دیکھا کہ حکومت پنجاب کی عمدہ پالیسیوں کی وجہ سے الیکشن 88 کے بعد جو بھی ضمنی انتخابات ہوئے ہیں اس نے اسلامی جمہوری اتحاد کے امیدواروں کو ایک واضح اکثریت میں کامیاب کرایا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! یہ اس حکومت کی ان عمدہ پالیسیوں ہی کی وجہ سے ہے کہ یہاں پر وہ سیٹ بھی پیپلز پارٹی ہار گئی جس کو وہ اپنی ملکیت سمجھتے تھے۔ یہاں پر جہاں بے نظیر صاحبہ کامیاب ہوئی تھیں۔ یہ ان پالیسیوں ہی کی وجہ سے سب کچھ ہوا ہے۔ یہ اس لیے نہیں ہوا ہے کہ ہم نے نعرے بازی کی ہے بلکہ ہم نے ایسا نظام فراہم کیا ہے۔۔۔۔

محترمہ صغیرہ اسلام: آپ نے بے ایمانی کی ہے۔۔۔۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: بی بی! ذرا اٹھ کر کھڑے ہو کر بات کریں اس طرح اچھا نہیں لگتا۔

جناب سپیکر! پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہی کی وجہ سے پنجاب کے عوام نے پنجاب کے ارکان اسمبلی پر اس طرح کا preasure ڈالا ہوا ہے کہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والے ارکان بھی مجبوراً" عوام کے preasure کی وجہ سے ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اب بے شک پیپلز ورکس پروگرام قسم کی درجنوں سکیمیں نکال کر لے آئیں لیکن یہ جو بند ٹوٹ چکا ہے اس کی مرمت نہیں ہو سکتی ہماری تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور ان کی تعداد میں ہمیشہ کمی ہوتی رہے گی۔۔۔۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب نذر حسین کیانی: ماشاء اللہ کتنی خوش فہمی ہے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب سپیکر! ہم پر یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ ہم اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے شور مچاتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر ماں دودھ نہ دے تو پھر بچے شور ہی مچایا کرتے ہیں۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ مرکزی حکومت اپنا رویہ تبدیل کرے اور وہ ہمارے حقوق ہمیں بحال کریں۔ ہمیں ہمارے حق کے مطابق بجٹ کا حصہ دیں۔ اس کے لیے ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ہم شور نہیں مچائیں گے۔ ہم واویلا نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: سر! میری تو ابھی تک بات ہی نہیں ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! ایک منٹ میں وائنڈ اپ کیجیے۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے ایک منٹ میں بات ختم کریں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب سپیکر! پیپلز ورکس پروگرام مخالفت برائے مخالفت کا پروگرام تو ہو سکتا ہے لیکن اس کے ذریعے پنجاب کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ نہیں ہو سکتا۔ جناب سپیکر! اس پروگرام کے ذریعے مرکزی حکومت صوبائی معاملات میں مداخلت کرنا چاہتی ہے۔ پنجاب کے عوام کا مطالبہ ہے کہ واپڈا کو ختم کیا جائے' مواصلات کا محکمہ بھی ختم کیا جائے اور ان دونوں محکموں کا انتظام و انصرام صوبائی حکومت کے حوالے کرنا چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! واپڈا ایک ایسا ادارہ ہے جو کہ دھاندلی اور رشوت کا سمندر تصور کیا جاتا ہے۔ بجلی کی سپلائی کے لیے' بجلی سے متعلق تعمیرات کے لیے' اسے تمام صوبائی حکومتوں کے حوالے کیا جانا چاہیے۔ اب عوام آپ کی کارکردگی کو مسترد کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب صرف ایک منٹ اور۔ ہمیں اپنے مالی معاملات ٹھیک کرنے کے لیے زرعی ٹیکس لگانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ میں اپنے اپوزیشن والے بھائیوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہی مشورہ وہ سندھ کی حکومت کو نہیں دیتے۔ سندھ حکومت کو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ زرعی ٹیکس لگایا جائے۔ یہ کہنے کے لیے کچھ اور کہتے ہیں اور دل میں ان کے کچھ اور ہوتا ہے۔ جناب والا! میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ یہ قول و فعل کا تضاد

انہیں کبھی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہونے دے گا۔

جناب سپیکر: ...No interruption please سید ذاکر حسین شاہ صاحب!

سید ذاکر حسین شاہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! مجھے انتہائی ادب اور احترام کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے اسلامی جمہوری اتحاد سے تعلق رکھنے والے لوگ نہ تو اس ملک کے آئین کو سمجھتے ہیں نہ کسی اخلاقیات کے پابند ہیں اور نہ ان کو اسلام کے معاملات کا علم ہے۔ وہ اسلام کے حروف ابجد اور ابتدائی تعلیمات سے بھی واقف نہیں ہیں۔ کل جناب سلمان تاثیر نے میاں نواز شریف کے حوالے سے اس ایوان میں تقریر کی تو ہمارے دوستوں نے کہا کہ ان کی ذات کو اس ایوان میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ تاریخ کے اوراق کو پڑھیں' تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر دیکھیں کہ خلیفہ دوم کو اس وقت ایک صحابی نے اٹھ کر پوچھا کہ ہم سب کے پاس ایک چادر ہے آپ کے پاس دو چادریں کیوں ہیں۔ ہم حق رکھتے ہیں کہ ہم وزیر اعلیٰ سے پوچھیں کہ آپ کے پاس فیکٹریاں کہاں سے آئیں۔ اسلام میں ہر شخص خواہ وہ حاکم ہو خواہ وہ عامل ہو اس کو تمام قوم کے سامنے' ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ

Everybody will be held in a pledge according to his deed.

یہ نواز شریف کیا ہے۔ وہاں تو ایک آدمی خلیفہ کو کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اگر تم خود سیدھے نہ ہوئے تو ہم تمہیں تلوار کی نوک سے سیدھا کریں گے۔ اگر نواز شریف اس طرح باز نہیں آئے تو پنجاب کے عوام ان کو طاقت کے ساتھ سیدھا کریں گے۔

جناب سپیکر! آپ کی توجہ ہم ضمنی میزانیہ کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ فضل حسین راہی نے کہا کہ اسلام میں دولت جمع کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسلامی جمہوری اتحاد کا سربراہ اتنی دولت کہاں سے لایا۔ اسلام میں تو خلفائے راشدین نے اپنی دولت اٹھا کر حضور کے قدموں میں ڈال دی تھی۔ اگر انہوں نے بیت المال قائم کرنا تھا تو کروڑوں اور اربوں روپیہ کا سرمایہ ان کے پاس تھا یہ وہ مال بیت المال میں جمع کرا دیتے لیکن انہوں نے ایک پائی بھی اپنی جیب سے اس بیت المال میں نہیں ڈالی بلکہ پنجاب کے خزانے سے بیت المال قائم کر رہے ہیں۔

جناب والا! اسلام دولت کے ارتکاز کا زبردست مخالف ہے۔ قرآن پاک کی آیت الحمد سے لے کر والناس تک ایک قرآن پاک کی آیت' کوئی ایک سورہ اٹھا کر مجھے دکھا دیں جہاں دولت جمع کرنے کی تاکید کی گئی ہو بلکہ ہر جگہ متعدد مقامات پہ دولت جمع کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ کہاں لکھا ہے۔ آؤ' میں بتاتا ہوں وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ "اے نبیؐ یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ جو ضرورت سے زائد ہے خرچ کر دو۔" یہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے۔ سعودی عرب میں publlish ہوئی ہے۔ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ قرآن پاک کی ایک اور آیہ کریمہ میں ارشاد خداوندی ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ "جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سنا دو ان کو دردناک عذاب کی خبر۔ یہ لوگ دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔" اس قوم کے سربراہ بننے کے مستحق نہیں ہیں۔ جناب والا! یہاں تک نہیں حضرت علی نے کہا میں نے کہیں بھی وافر دولت نہیں دیکھی۔ جناب والا! ہاں اس کے ساتھ کسی غریب کا حق نہ مارا گیا ہو۔ جناب والا! آج ان اتفاق والوں کے میاں نواز شریف اور شہباز شریف اور خاندان کے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی کہ پنجاب کا خزانہ سکڑتا جا رہا ہے ان کا ذاتی خزانہ قارون کا خزانہ بنتا جا رہا ہے۔ میں اپنے اسلامی جمہوری اتحاد والے دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں' بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے ہیں کیا ان کو یہ عیوب اور نقائص اور تعلیمات اسلامیہ کے نقائص نظر نہیں آ رہے۔ وہ آج ایک ایسے شخص کی شان میں قصیدہ خواں ہیں ایک ایسے شخص کی مدح میں رطب اللسان ہیں جو نہ عالم دین ہے جس کو نہ اسلام کا پتا ہے جو اپنی طاقت اور دولت اور ثروت کے بل بوتے پر اس صوبے کا حکمران بن گیا ہے۔ کیا ان کے پاس کوئی مجتہد' کوئی فقیر اور کوئی عالم دین نہیں تھا جس کو اسلامی جمہوری اتحاد کا سربراہ بناتے۔ جناب والا! آپ کہتے ہیں کہ ہم فلاں سے لے کر فلاں تک زیر بحث لائیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو بھی غلطی کرے اس کی نشاندہی کریں۔ یہی قرآن پاک کا حکم ہے۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ۔۔۔۔

ڈاکٹر اعجاز احمد: جناب والا! یہ اتفاق فونڈری کا لفظ کہیں بجٹ میں شامل ہے یا بجٹ تقریر میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ بار بار یہ اتفاق فونڈری' اتفاق فونڈری کا نام لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب آپ اپنا مائیک آن کر لیں۔

ڈاکٹر اعجاز احمد: جناب عالی! شاہ صاحب بار بار اظہار کر چکے ہیں کہ وہ اسلام سے واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے ہمارے وزیر اعلیٰ کے بارے میں یہ الفاظ کہے ہیں کہ یہ اسلام سے واقف نہیں ہیں۔ وہ شخص جو رمضان المبارک کے مہینے میں دربار نبوی میں حاضر ہو اور عمرہ بھی کرے اور اس کے بعد یہ کہا جائے کہ وہ اسلام سے نابلد ہے میرا خیال ہے یہ ان لوگوں کی اپنی تذلیل ہے ان کی اپنی ذلالت ہے کہ یہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ۔۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! شاہ صاحب کو بات مکمل کرنے دیں۔ شاہ صاحب پرسنل ہوئے ہیں اپنی بات مکمل کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! ابھی تو میں ضمنی بجٹ پر آ رہا ہوں۔ یہ تو میں نے تمہیدی کلمات ادا کیے ہیں۔

جناب سپیکر: اور آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! دو تین منٹ اور دے دیں۔ آئین میں ضمنی بجٹ پیش کرنے کی گنجائش موجود ہے' ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔ ہم مخالفت برائے مخالفت کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن جناب والا! ضمنی بجٹ اس وقت پیش کیا جاتا ہے جب ناگزیر حالات ہوں جب کوئی اشد ضرورت ہو۔ اس وقت ضمنی بجٹ لایا جاتا ہے۔ لیکن جناب والا! آپ دیکھیں کہ کون سا ایسا واقعہ پیش آیا جو انہوں نے اتنی بھاری رقوم طلب کیں۔ کیا کوئی سیلاب آ گیا تھا۔ جب سیلاب آیا تو فنڈ انہوں نے انتخابی مہم پر لگا دیا۔ جناب والا! نہ کوئی قحط پڑا نہ کوئی فصل خراب ہوئی۔ جناب والا! اس معاملے میں اگر یہ خرچ کرتے تو ہم کہتے کہ ضمنی بجٹ ایک اشد ضرورت کے تحت لایا گیا ہے۔ لیکن جناب والا! آپ اس بجٹ کو اٹھا کر دیکھیں کہ لفٹ چیئر کے لیے ضمنی بجٹ میں 8 کروڑ روپے کی رقم مانگی گئی ہے۔ جناب والا! کیا لفٹ چیئر اشد ضرورت کے تحت آتی ہے؟ اس لفٹ چیئر کے بغیر پنجاب کے لوگوں کا کاروبار نہیں چل سکتا تھا۔ جناب والا! کیا یہ ناگزیر ضرورت ہے کہ چترال میں جنرل فضل حق کو خوش کرنے کے لیے ایک پولو کلب کے لیے پنجاب کے خزانے سے عطیہ دے رہے ہیں۔ کیا یہ اشد ضرورت کے زمرے میں آتا ہے؟

یہ پنجاب کے خزانے کے ساتھ ظلم ہے' یہ اشد ضرورت کے زمرے میں نہیں آتا۔ اگر انہوں نے عیاشیاں کرنی تھیں' اگر انہوں نے شاہ خرچیاں کرنی تھیں' اگر انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اصراف کا مرتکب ہونا تھا اور پولو کلب اور لفٹ چیئر کے لیے کروڑوں روپے دینے تھے تو وہ اپنی اس خواہش کو اور اپنی اس تمنا کو سالانہ بجٹ میں بھی پورا کر سکتے تھے۔ لیکن ایسی چیزوں کو ضمنی بجٹ میں لانے کی گنجائش نہیں تھی۔

جناب والا! پولیس کے لیے کروڑوں روپیہ مانگا گیا ہے۔ ہر سال پولیس کے لیے کروڑوں روپیہ اضافی رقومات کی صورت میں مانگا جاتا ہے۔ لیکن صوبے کی امن و امان کی صورت حال ملاحظہ فرمائیں۔ ہر روز اغواء ہوتے ہیں' ہر روز ڈاکے پڑ رہے ہیں' ہر دن قتل و غارت ہو رہی ہے۔ کسی شخص کی جان' مال' عزت محفوظ نہیں ہے اور وزیر اعلیٰ اپنے صوبے کی امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کی بجائے سندھ میں جا کر مداخلت کرتے ہیں۔ وہاں کی صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ وہاں کی صورت حال کو بہتر بنانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور خود پنجاب کی یہ حالت ہے کہ یہاں دن دیہاڑے عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ جناب والا! راولپنڈی میں صدر کے علاقے میں میرے دفتر سے چند گز کے فاصلے پر ایک بنک کو لوٹا گیا۔ یہ اپنے صوبے کی صورت حال کو بہتر بنائیں۔ آج پولیس کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ جو بھی سیاسی مخالف ہے اس کو پولیس کے ذریعے ہراساں کیا جاتا ہے۔ ایک ایک علاقے میں چار چار سال سے ڈی ایس پی بیٹھے ہوئے ہیں اور آئی جے آئی کے ایم این ایز کی سفارش پر ان کے تبادلے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کی مرضی پر ایس ایچ او لگایا جاتا ہے۔ جناب والا! پولیس کی یہ صورت حال ہے پولیس کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اس ملک اور اس صوبے کے عوام کے ساتھ ظلم ہے۔ جناب والا! پنجاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے لوگوں کا جو علاقہ ہے وہاں کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوئے' وہاں کسی منصوبے کے لیے کوئی اضافی رقم نہیں مانگی گئی۔ لیکن آئی جے آئی کے لیے اضافی رقومات مانگی گئی ہیں۔

جناب والا! جیسے میرے بھائی جناب فضل حسین راہی نے کہا ہے کہ وزیراعلیٰ نے آپ کی موجودگی میں حلف اٹھایا تھا کہ ہم ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے ہم تمام کو ایک نظر سے دیکھیں گے اور حلف کا تقاضا ہے' حلف ایک مقدس معاہدہ ہے اور جو شخص ایوان کے

سامنے حلف اٹھا کر وعدہ توڑتا ہے اس کے بارے میں پھر میں یہ کہوں گا کہ اگر اس کو اسلام کا پتا ہوتا تو وہ مسہ ستہ کی اس حدیث جو مختلف کتب حدیث میں مروی ہے لَا دِیْنَ لِمَنْ عَہْدَ لَہٗ "اس کا کوئی دین نہیں جس کا کوئی وعدہ نہیں" جو شخص یہاں ایم پی ایز کے سامنے حلف اٹھا کر کہتا ہے کہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کروں گا اور پھر صرف اسلامی جمہوری اتحاد والوں کو بجٹ میں سے حصہ دیا جاتا ہے۔

جناب والا! میں صرف آپ کے سامنے اپنی تقریر پیش کرنا چاہتا تھا۔ مجھے امید ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد کے لوگوں کا ضمیر کچھ نہ کچھ بیدار ہوا ہوگا اور اپنے رویے پر نظر ثانی کریں گے' اور حق کو حق سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ شاہ صاحب! ..... اس وقت میرے پاس مقررین کی ایک خاصی تعداد ہے جو ضمنی بجٹ پہ بولنا چاہتے ہیں لیکن صورت یہ ہے کہ آج یہ ٹائم بھی ختم ہو رہا ہے اور وزیر خزانہ کو بجٹ بھی سمیٹنا ہے تو اگر آپ اتفاق فرمائیں تو جو صاحبان رہتے ہیں میں ان کے نام بول دیتا ہوں اور اس بات کی یقین دہانی کرا دوں گا کہ بجٹ کے موقع پر ان کو ضرور وقت دیا جائے۔ اگر آپ اتفاق فرمائیں تو میں ان کے نام بول دیتا ہوں۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! ابھی آدھا گھنٹا باقی ہے۔

جناب سپیکر: آج ساڑھے آٹھ بجے سے ڈیڑھ بجے تک سیشن ہے۔

جناب غلام سرور خان: آدھے گھنٹے کی توسیع کر لیں۔

جناب سپیکر: آدھے گھنٹے کی توسیع کرنے سے بھی آپ سب لوگ بول نہیں سکیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! آج شام کا سیشن کر لیا جائے۔ چونکہ دوستوں کا بولنا بڑا ضروری ہے۔

جناب سپیکر: شام کو معزز ممبران نہیں آئیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آئیں گے' جو لوگ بولنا چاہیں گے وہ ضرور آئیں گے۔

جناب سپیکر: جناب غلام سرور خان!

جناب غلام سرور خان: میں اس بات کی یقین دہانی چاہوں گا کہ جنرل بجٹ کی بحث میں ہم لوگوں کو ترجیح دی جائے گی۔

جناب سپیکر : جی ہاں' میں اس بات کی یقین دہانی کراتا ہوں۔ میں آپ کے نام بول دیتا ہوں۔۔۔۔ نوابزادہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جی مولانا صاحب!

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر! جو ممبر میزانیے پر نہیں بول سکے ان کو وقت دیا جائے اور جو آدھ آدھ گھنٹا اور پچیس پچیس منٹ بول چکے ہیں ان کو ہرگز وقت نہ دیا جائے۔ تب تو پوری بات بنے گی۔ اگر ان کو پھر موقع دیا گیا تو پھر بات نہیں بنے گی۔ میں گھڑی کو دیکھ رہا تھا راہی صاحب نے پورے 25 منٹ لیے تھے۔

جناب سپیکر: یہ بات صحیح ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : اور اسی طرح اور حضرات نے بڑی بڑی لمبی تقریریں کیں۔ اگر آئندہ عام بجٹ میں بھی یہ رویہ رکھا گیا تو پھر جو آج محروم ہیں پھر بھی محروم رہیں گے۔ جن کو آج موقع ملا ہے' پھر ان سے معذرت کی جائے۔

جناب سپیکر: ہم سختی سے اس کی پابندی کریں گے۔ تو میں یہ نام بول دیتا ہوں میرے پاس جو اسمائے گرامی ہیں جو بات نہیں کر سکے۔ اس میں :

جناب منور حسین تارڑ

جناب میاں محمود الحسن ڈار

جناب چودھری محمد صفدر

جناب ملک امان اللہ

جناب بابو محمد منیر

جناب چودھری زاہد پرویز

جناب غلام سرور خان

سید ہارون شاہ صاحب

چودھری محمد خان جسپال صاحب

بیگم نصرت باجی صاحبہ

جناب ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب

جناب میاں شہباز شریف صاحب

جناب چودھری عبدالوکیل خان صاحب

جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب

اور جناب چودھری محمد اکرم صاحب

جن صاحبان کے نام میں نے پکارے ہیں ان کو بجٹ میں پہلے موقع دیا جائے گا اور
کے بعد باقی ممبران کو موقع دیا جائے گا تو یہ صاحبان جن کے نام میں نے پکارے ہیں سالانہ
پر بجٹ کے موقع پر ان کو پہلے موقع دیا جائے گا اور اس کے بعد باقی صاحبان کو موقع دیا
گا۔ (قطع کلامیاں) پہلے آپ بات تو سن لیں آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ چودھری عبدالو
صاحب آپ کیا فرماتے ہیں؟

چودھری عبدالوکیل خان: جناب والا! آج ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے آپ ابھی تشریف رکھیں۔

ملک حاکمین خان: جناب والا! ہم نے پارٹی کی بنیاد پر اپنے طور پر فیصلے کیے تھے کہ کچھ
ضمنی بجٹ پر بات کریں گے اس لیے یہ بات آپ ذہن میں رکھیں درمیان میں کوئی نئی بات
نہ ہو جائے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جو نام میرے پاس ہیں جن کا میں
پڑھ کر سنایا ہے یہ وہی نام ہیں جن کا پارٹی کی بنیاد پر آپ نے فیصلہ کر کے مجھے نام بھجوائے ہیں

ملک حاکمین خان: جناب والا! ہم نے وقت کا بھی تعین کیا ہے فلاں دن فلاں نے بولنا
فلاں نے صبح بولنا ہے' دوپہر بولنا ہے یا شام کو بولنا ہے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ آپ اس
بھی توجہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: آپ آپس میں فیصلہ کر لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے چودھری عبدالوکیل
صاحب۔

چودھری عبدالوکیل خان: جناب والا! میں پانچ سات منٹ سے زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔ (
کلامیاں)

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! آپ ان کو وقت دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب آپ کی محبت ہم میاں شہباز شریف کے لیے دیکھ رہے ہیں۔

MR. KHALID LATIF KARDAR : Sir, with your permission. I would like to speak in English. Some of the Honourable members opted to speak on the Suplementary and some opted to speak on the Annual Budget, kindly therefore don't permit those members who have already opted and could not speak. They should come afterward.

انا پھول محمد خان: جناب والا! ان پر الزام لگا ہے وہ تو اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں گے۔ (قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ وقت آدھے گھنٹے کے لیے بڑھایا جاتا ہے چودھری عبدالوکیل خان صاحب!

چودھری عبدالوکیل خان: جناب والا! شکریہ۔ مہربانی۔۔۔۔

جناب سپیکر! صاحب میں پنجابی وچ بولن دی اجازت چاہواں گا۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمائیں۔

چودھری عبدالوکیل خان: کل جناب اپوزیشن کے لیڈر سلمان صاحب نے اپنی تقریر میں مجھ پر ایک الزام لگایا کہ وکیل خان ایم پی اے کو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ اسے 75 لاکھ روپے وزیر اعلیٰ صاحب نے ایڈوانس کرایہ دے دیا ہے۔ میں جناب سلمان صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ بڑی اچھی بات ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کا بڑا کرم ہے کہ مجھے اس ایوان میں اس بات کا موقع ملا کہ میں اپنا کردار اور پیپلز پارٹی کا کردار آپ کے سامنے لا سکوں۔ (قطع کلامیاں) ذرا حوصلے کے ساتھ سنو۔ آرام کے ساتھ سنو۔ جناب والا! 1987ء میں میں نے محکمہ خوراک کو درخواست دی کہ میں نے کاموکی میں گودام بنانے ہیں اور اس کی منظوری مجھے 1988ء میں ملی میرے گودام منظور ہو گئے اس کے بعد میں نے زرعی بنک اسلام آباد کو ایک درخواست دی اس وقت میں ایم پی اے نہیں تھا اور میرا 21 لاکھ روپے قرضہ منظور ہو گیا۔۔۔ 21 لاکھ روپیہ اس وقت منظور ہوا میں نے اپنے گودام بنانے شروع کر دیے۔ اس کی بنیادیں بھر گئیں جب دیواریں تھوڑی تھوڑی اوپر گئیں تو میں نے بنک والوں کو کہا کہ آکر دیکھو' دیکھ کر مجھے میری پہلی قسط دو۔ بنک والے موقع پر گئے اور جاکر۔۔۔۔

وزیر: یہ ضمنی بجٹ ہے۔

چودھری عبدالوکیل خان: اگر کسی معزز رکن نے ضمنی بجٹ پر بات کی ہے تو میرے سامنے آ

کر بات کرے کوئی ایک آدمی اٹھ کر بات تو کرے کسی کو بات کرنی بڑی آسان ہے۔۔۔
میدان میں اپنا کوئی لیڈر ہی بتا دو جس نے ضمنی بجٹ پر بات کی ہو ایک دوسرے پر آپ نے
اچھالا ہے اور اب حوصلہ سے اپنے کرتوت سنو۔ اپنا کارنامہ سن لو سامنے بیٹھ کر اور آرام
ساتھ سنو گھبراؤ نہیں۔ جناب بنک والے موقع پر گئے انہوں نے گودام دیکھے اور 6 لاکھ
انہوں نے مجھے پہلی قسط دے دی۔ جس وقت 6 لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ دوبارہ میں نے ان
کہ میری دیواریں چھتوں تک چلی گئی ہیں۔ مجھے دوسری قسط دو۔ 6 لاکھ روپے انہوں نے مجھے
دوبارہ دیا۔ 12 لاکھ روپے انہوں نے مجھے قرضہ دے دیا۔ 10 لاکھ روپے میں نے اپنی جیب
کر دیواریں چھتوں تک پہنچا دیں۔ جس وقت یہ کام مکمل ہوا تو اسلام آباد سے ایک
آیا۔ اس میں انہوں نے دو ایجنٹ بھیجے۔ یہ بے نظیر کے ایجنٹ تھے۔ ایک کا نام خالد کھرل
دوسرے کا نام انور باجوہ ہے۔ انور باجوہ جو ہے وہ زرعی بنک کا وائس پریذیڈنٹ ہے۔ خالد
بے نظیر کا ایڈوائزر ہے۔ جس کو مشیر کہتے ہیں۔ وہ آئے اور کاموکی آکر مجھے ملے اور کہنے
کہ چودھری صاحب تم اس علاقے میں سے آزاد جیتے ہو تم ہمارے ساتھ سودا کرو۔ میں نے
جی آپ کے ساتھ کیا سودا کریں۔ انہوں نے کہا کہ تم نے ایک تو بنک سے 21 لاکھ روپے
لیا ہے۔ اگر تم ہماری بات نہیں مانو گے تو تمہارا جو 9 لاکھ روپے بقایا ہے تمہیں وہ بالکل
دیں گے۔

آوازیں: شیم شیم ---- (قطع کلامیاں)

جناب فضل حسین راہی: میاں نواز شریف نوں مل لو باقی پیسے وی مل جان گے۔

چودھری عبدالوکیل خان: جناب آپ آرام کے ساتھ حوصلے کے ساتھ بات سنو۔ اپنی تسلی
تقریر میں کر لیں۔ ابھی کاغذی ثبوت تمہارے سامنے آئے گا اور میں وہ تمہارے منہ پر
گا۔ میں زبانی بات نہیں کرتا ذرا آرام کے ساتھ سنو۔ جناب! جس وقت 12 لاکھ روپیہ
میرے پاس دو ایجنٹ آ گئے وہ ایجنٹ کس کے تھے۔ بے نظیر کے ایجنٹ تھے۔ اور خدا کا
کرو۔ یہ تو کہتے ہیں میاں نواز شریف نے پنجاب کا خزانہ لٹایا ہے تم بنک لے کر ایم پی
پیچھے لگ گئے اور میں حلف لے کر کہتا ہوں کہ تم صرف میاں نواز شریف پر الزام لگاتے ہو
خزانہ خالی کیا ہے تو اتنی گلیاں بنائی ہیں۔ نالیاں بنی ہیں' سڑکیں بنی ہیں انہوں نے سکول

ہیں۔ وفاق والوں نے اپنا خزانہ اپنا بنک لٹایا ہے بریف کیس بھر کر ایم پی ایز کے پیچھے پیچھے ہیں یہ سب کچھ ایم پی ایز کو خریدنے کے لیے کیا گیا ہے۔

ایک آواز: بچے بھی نوکر کروائے ہیں۔

چودھری عبدالوکیل خان: جی بالکل میں نے بچے نوکر کروائے ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں اس پاکستان کے لیے ہم 1947ء میں قربانیاں دے کر آئے ہیں۔ بچے نوکر کروانا ہمارا حق بنتا ہے۔

جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ پیپلز پارٹی والوں کو پتا ہے کہ اب ہمارا پول کھلنے لگا ہے اس لیے یہ میری تقریر میں کوئی نہ کوئی دخل اندازی دے رہے ہیں۔ جناب والا! 12 لاکھ روپے پر انہوں نے میرے ساتھ سودا کرنا شروع کر دیا۔ خالد کھرل اور انور باجوہ نے مجھے یہ بات کہی کہ تیرے حلقے کے 200 آدمی باہر بھجوا دیں گے۔ 20 آدمی تیرے واپڈا میں نوکر کر دیں گے۔ اور 20 آدمی تیرے زرعی بنک میں نوکر کروا دیں گے۔ اگر تم نے ہماری بات نہ مانی باقی تمہارا جو 9 لاکھ روپیہ ہے وہ ہم نے نہیں دینا۔ اور ایک کروڑ روپے کے لیے جو تم نے درخواست دی ہے وہ بھی ہم نے قرضہ نہیں دینا۔ سلمان صاحب کہتے تھے کہ اتنا روپیہ نہیں' خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خزانہ خالی نہیں ہوا۔ خزانہ ایم پی از کو خرید کر خالی ہوتا ہے۔ یہ نوٹوں کے بریف کیس بھر کے دیتے ہیں میں اس ہاؤس میں قرآن اٹھاتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ واقعہ پیش آیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! مجھے خالد کھرل اور انور باجوہ نے کہا ہم تمہیں 50 لاکھ روپیہ نقد دیتے ہیں چونکہ تمہارا الیکشن پر خرچ ہوا ہے تم کسی ٹکٹ پر نہیں جیتے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: چودھری صاحب یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں یہ نامناسب الفاظ ہیں یہ آپ کو استعمال نہیں کرنے چاہیں تھے۔

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

چودھری عبدالوکیل خان : جناب والا! میں واپس لے لیتا ہوں جس بات سے آپ نے ناراض ہونا ہے پھر ہم نے وہ بات کوئی ضرور کرنی ہے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کیے جاتے ہیں۔

چودھری عبدالوکیل خان : جناب والا! مجھے چھ ماہ میں تو ایک بار وقت دیا گیا ہے میری تو کبھی باری نہیں آئی۔ میری باری تو اللہ بھلا کرے سلمان نے دلائی اس کے بچے جئیں کہ اس نے مجھے اسمبلی میں بولنے کا حق دیا اور میں حلف اٹھاتا ہوں کہ مجھے خالد کھرل اور انور باجوہ جو کہ اے ڈی پی کا وائس پریذیڈنٹ ہے انہوں نے مجھے کہا کہ ہم تمہیں 50 لاکھ روپیہ نقد دیتے ہیں کیونکہ تیرا الیکشن پر خرچ ہوا ہے۔ میں نے کہا باجوہ صاحب کھرل صاحب یہ جو قوم کا خزانہ ہے تم یہ صرف ایم پی ایز کے پیچھے اٹھائے پھرتے ہو۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں منظور احمد موہل پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہمیں عورت کی عظمت کا بڑا تقدس ہے لیکن میری بہنیں جب بھی میں یہاں آتا ہوں مجھے ہر وقت طعنے دینے شروع کر دیتی ہیں اور cross talk کرتی ہیں جو کہ اس رولز آف پروسیجر میں جائز بات نہیں ہے کہ cross talk کی جائے یعنی کسی کے ساتھ براہ راست بات کی جائے۔ جناب والا! اس پر آپ رولنگ دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ میاں صاحب تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب آپ ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کریں۔

چودھری عبدالوکیل خان : جناب والا! آپ کی مہربانی مجھے تو تقریر نہیں کرنی آتی میں ایک منٹ میں کیا کروں گا۔ جناب والا! مجھے تو بولنا ہی نہیں آتا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ٹائم ختم ہو رہا ہے دس منٹ سے زیادہ ہو گئے ہیں آپ کو پانچ منٹ بھی دیے تھے۔ آرڈر پلیز۔ کراس ٹاک ختم کریں۔

چودھری عبدالوکیل خان : جناب والا! سنٹر میں بے نظیر نے معزز اراکین کو خریدنے کے لیے

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

میتن ایجنٹ اور دلال پھوڑے ہوئے ہیں۔ ان سے لما جائے لہ وہ باز آ جائیں۔ یہ اچھی حرکت نہیں ہے۔ دوسرا جناب والا! یہ جو مجھے بنک نے 12 لاکھ روپیہ قرضہ دے دیا ہے۔ 9 لاکھ روپیہ میرا باقی رہتا ہے۔ میں 12 لاکھ روپے کا سود دے رہا ہوں۔ اگر یہی مجھے وقت پر میری بقایا رقم دی جاتی تو میں وہ گودام تیار کر کے گورنمنٹ کے حوالے کرتا۔ میں بارہ لاکھ روپے کا سود دے رہا ہوں اور پھر آگے سے میرے گوداموں کی تعمیر رک گئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے مجھ سے جو معاہدہ کیا تھا میں اس معاہدے پر قائم ہوں۔ ہاں یا تو یہ ثابت کریں کہ ہمارا روپیہ لے کر وکیل خان نے بازار سے جیپ خرید لی ہے اور اس مقصد کے لیے اس نے خرچ نہیں کیا جس مقصد کے لیے اس نے قرضہ لیا تھا۔ یا میں نے اس سے کوئی زمین خریدی ہو تو بتائیں۔ چیمہ صاحب بیٹھ کر بات نہ کریں کھڑے ہو کر بات کرو۔ میدان میں آ کر بات کرو۔ چیمہ صاحب میری بات سنو۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ میں نے چیک واپس دیے ہیں میری بات پر کوئی اعتراض لگا کر دکھائے کمال کرتے ہو۔

جناب والا! میں نے اس رقم کی سندھ میں جا کر کوئی زمین نہیں خریدی۔ میں نے جناب والا! رقم کے گودام بنائے ہیں اور اس جگہ پر اپنے گودام بنائے ہیں جس جگہ پر حکومت نے منظوری دی ہے اور جس جگہ پر بنک نے میرا قرضہ منظور کیا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! شکریہ۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! یہ ان کی ذاتی وضاحت تھی اور اس کا مجھے بھی کچھ علم ہے کہ وزیر اعلیٰ نے یہ کرایہ ادا کرنے کا حکم کیوں دیا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب دس منٹ باقی ہیں اور میں نے فنانس منسٹر صاحب سے بھی کہنا ہے کہ وہ وائنڈ اپ کریں۔

رانا پھول محمد خان: بس جناب تھوڑی سی دیر کے لیے کچھ کہوں گا۔

جناب سپیکر: نہیں رانا صاحب! میں اجازت نہیں دیتا آپ ضد کیوں کرتے ہیں؟ مجھے افسوس ہے رانا صاحب تشریف رکھیں۔ رانا صاحب مہربانی فرمائیں اور تشریف رکھیں۔

جناب فنانس منسٹر------ (تالیاں)

وزیر خزانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔ جناب والا! کل بھی اور آج بھی اس معزز ہاؤس کے معزز اراکین تقریر کرتے رہے ہیں اور ہمارے حزب اختلاف کے ساتھی ضمنی بجٹ کے بارے

میں کوئی خاص نکتہ پیش نہیں کر سکے حالانکہ ہم ان میں سے چند ممبران کو ضرور پڑھا لکھا اور
فاضل سمجھتے تھے وہ اب بھی مسکرا رہے ہیں۔ غالباً" وہ میرا اشارہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اعتراض
ہوئے میرا ایچی سن کالج میں پڑھنا اگر ان کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی تو میرا اس میں کو
قصور نہیں ہے اور مجھ سے ہٹ کر اگر کوئی اعتراض ہوا تو جناب والا! وزیر اعلیٰ پنجاب کی ذا
پر ان کے کسی سیاسی عمل پر نہیں وہ اگر سیاسی عمل پر اعتراض کرتے تو شائد ہم ان کا جواب
مناسب سمجھتے ان کی جائیداد اور املاک پر اعتراض کیا گیا۔ اس لیے تقاریر کا جواب دنا
مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ میں ان کو جتنا بھی مطمئن کرنے کی کوشش کروں تو یہ باتیں ان کے
ذہن سے بالا تر ہیں۔ (تالیاں)-----

یہ ٹچ گمرز کی الجھن میں پڑنا نہیں جانتے یہ صرف تھانیداروں کے تبادلے میرے علاقے میں
کام نہیں ہوا۔ فلاں ڈھمکانا نہیں ہوا۔ میں جناب والا! آپ کے توسط سے عرض کروں گا نوابزادہ
صاحب کی خدمت میں کہ ان باتوں کا ضمنی بجٹ سے کوئی تعلق نہیں۔ تھانے داروں کے تبادلوں
سے ضمنی بجٹ کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر یہ فاضل بجٹ اور خسارے والے بجٹ کا ذکر کرتے ہیں تو
پھر میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے غالباً" میری تقریر کو توجہ سے سنا
نہیں ہے۔ پڑھنا تو شاید پتا نہیں یہ لوگ جانتے ہیں یا نہیں۔ سنا بھی نہیں ہے۔

جناب والا! میں نے بڑی بلند آواز سے ان کو گمرز پڑھ کر سنائے تھے۔ جو 1985ء سے لے
کر 89-1988ء تک ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوئے اور جو جو ترقیاتی منصوبے تکمیل تک پہنچائے
گئے۔ صرف ان کی یادیں تازہ کرنے کے لیے اور ان کی سابقہ حکومت پیپلز پارٹی کی 72 سے 77
تک ایک موازنہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں' تاکہ یہ سمجھ سکیں کہ انہوں نے کیا کیا اور ہماری
جماعت کی دوبارہ کامیابی کی وجہ کیا تھی؟

جناب والا! میں 72 سے 77 تک پیپلز پارٹی کے گمرز کا حوالے دے رہا ہوں۔ جو سکولز کھولے
گئے ان کی تعداد 4174 تھی اور مسلم لیگ کی حکومت صرف تین سال پانچ سال نہیں اس میں ان
کی تعداد 4422 ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں آپ کے توسط سے 85 سے 89 کی بات کر رہا ہوں میرا 80-79 سے کوئی
تعلق نہیں۔ ان میں وزراء ہیں جو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں یعنی اس وقت جو مرکزی وزیر بیٹھے ہوئے

ہیں۔ وہ اس وقت مجلس عاملہ میں وزیر تھے اور اب پیپلز پارٹی میں مرکزی حکومت کے وزیر ہیں۔ (قطع کلامیاں) جناب والا! اگر یہ سننا گوارا نہیں کرتے تو میں ان نمبرز کو ٹیبل کر دوں گا تاکہ ان کی تشفی ہو جائے ان کی تسلی ہو جائے کہ ہم نے کیا کیا ہے اور آپ کی حکومتوں نے کیا کیا ہے۔

اسی طرح increase of enrollment اگر ان کو انگریزی نہ سمجھ آئے تو میں آپ کی اجازت سے اس کا ترجمہ کر دوں گا لیکن خود یہ سمجھ گئے ہوں گے۔ ان کے دور میں 2 لاکھ 85 ہزار اور ہمارے تین سالہ دور میں 3 لاکھ 78 ہزار۔ increase of teaching staff ان کے پانچ سالہ دور میں 11 ہزار 5 سو اور ہمارے تین سالہ دور میں 17 ہزار 7 سو نئے مڈل سکولز جو کھولے گئے تھے ان کے پانچ سالہ دور میں 569 اور ہمارے تین سالہ دور میں 755۔ اسی طرح ان سکولوں میں increase of enrollment, I stand corrected sir. مجھے بتایا گیا ہے کہ سات سالہ دور میں یہ ہوا ہے۔ اسی طرح teaching staff میں اضافہ ان کے دور حکومت میں 5 ہزار اور ہمارے 5 ہزار 2 سو۔ ہائی سکولز جو نئے کھولے گئے ان کے دور میں 528 اور ہمارے دور حکومت میں 770۔ میں enrollment کی تفصیل چھوڑ دیتا ہوں کالجز کی طرف چلا آتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) شاہ صاحب میں وہ باتیں کیوں دہرانا چاہتا ہوں۔ میں اس طرف آتا ہوں۔ آپ ذرا صبر فرمائیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر۔ آرڈر۔ سردار صاحب! آپ کرسی کو مخاطب کریں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں معذرت چاہتا ہوں۔ انٹر کالجز جو نئے کھولے گئے تھے ان کے دور میں 29 تھے اور ہمارے تین سالہ دور حکومت میں 41 ہیں۔ اسی طرح increase of enrollment ہے۔ ٹیچنگ سٹاف ہے۔ ہر نمبرز میں ہزاروں کا فرق ہے۔ معمولی دو تین چار کا نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ مداخلت نہ کریں۔ نوابزادہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! جب کبھی ان کے سامنے کوئی کڑوی حقیقت بیان کی جاتی ہے تو ان کا طرز عمل یہی رہتا ہے۔ شروع سے لے کر آج تک یہی کرتے آئے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ انہیں فرمایئے کہ یہ میری باتیں توجہ سے سنیں۔ یہ حقائق ہیں بناوٹیں

نہیں ہیں جو وہاں سے بنا کر سنائی جا رہی ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! آپ مداخلت نہ کریں۔ آپ آپس میں باتیں نہ کریں۔

وزیر خزانہ : جناب والا! اسی طرح ہسپتالوں کے متعلق ہے۔ ان کے دور میں کوئی نیا ہسپتال نہیں کھولا گیا۔ اور ہمارے تین سالہ دور حکومت میں 28 نئے ہسپتال بنائے گئے ہیں۔ ڈسپنسریاں ان کے دور حکومت میں 166 تھیں اور ہمارے تین سالہ دور حکومت میں 491 ہیں۔ جو بستروں کی توسیع کی گئی ہے ان ہسپتالوں میں ان کے دور میں 2466 اور ہمارے تین سالہ دور میں 3312 ہے۔ اسی طرح اب میں سڑکوں کی طرف آ جاتا ہوں۔ ان کے دور حکومت میں پختہ سڑکیں صرف 912 کلومیٹر بنائی گئیں اور ہمارے تین سالہ دور حکومت میں 5283 کلومیٹر بنائی گئیں۔

سڑکوں سے ہٹ کر رورل واٹر سپلائی کی طرف آتا ہوں۔ ان کے دور حکومت میں صرف 139 اس قسم کی سکیمیں تکمیل تک پہنچائی گئیں اور ہمارے تین سالہ دور حکومت میں 483 ہیں۔

جناب والا! اسی طرح ڈرینج میں ان کے سات سالہ دور حکومت میں صرف تین سکیمیں ہیں اور ہمارے تین سالہ دور حکومت میں 223 سکیمیں مکمل کی گئیں۔

جناب والا! یہ فرق میں پیپلز پارٹی کی سات سالہ دور حکومت اور تین سالہ مسلم لیگ کے دور حکومت کا کر رہا تھا۔ یہاں میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جس لیڈر آف دی ہاؤس پہ بار بار یہ تنقید کی جا رہی ہے اسی تین سالہ دور کی قیادت اسی لیڈر آف دی ہاؤس کی تھی جناب میاں محمد نواز شریف۔

ضمنی بجٹ کے بارے میں بعض ممبران نے یہاں کہا کی ضمنی بجٹ اس لیے پیش کیا جا رہا ہے کہ یہ حکومت کی ناکامی کی دلیل ہے۔ اور جناب فضل حسین راہی کی طرف سے اس سے بڑھ کر یہ کہا گیا تھا کہ چالیس سال۔ انہوں نے چالیس سال کہا ہے۔ تین سال مسلم لیگ کی حکومت کا وقت نہیں بلکہ چالیس سال کا لفظ انہوں نے استعمال کیا کہ سرکاری ملازمین یعنی فنانس ڈیپارٹمنٹ بجٹ بنا دیا کرتا ہے اور وزیر خزانہ پڑھ دیا کرتے ہیں۔ تو کیا میں یہ بھی مان لوں کہ سات سال جو ان کے فنانس منسٹر یہاں کھڑے ہو کر بجٹ پیش کرتے رہے ہیں وہ اس قاعدے کے تحت پیش کرتے رہے ہیں؟ کیا ان کے فنانس منسٹر صرف تقریر پڑھنے تک محدود ہوتے تھے؟ (نعرہ ہائے تحسین)۔ اور محکمہ خزانہ کی طرف سے بنایا جاتا تھا۔ پھر یہ بات کرتے ہیں ہماری

دمت کی ناکامی کی۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان دوستوں تک یہ پہنچانا چاہتا ہوں کہ ان کے پانچ یا سات سالہ دور میں اس صوبہ پنجاب میں چار وزیر اعلیٰ بدلے گئے۔ اور میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھوں گا کہ وہ کس بنیاد پر بدلے گئے؟ بددیانتی' نااہلیت یا مرکز کے حکم کی تعمیل نہ کرنا یا چوتھا مقصد' جو الزامات یہ آج ہم پر عائد کر رہے ہیں وہ ان کا ذہن ہے جناب! میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ کہ باری باری انہیں موقع دینا تھا کہ جیبیں بھر لو؟ کون سی بات تھی؟ (نعرہ ہائے تحسین) تعجب ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ جو اپنی پارٹی کے پروگرام کے وجود سے پہلی مرتبہ پنجاب کی تاریخ میں دوبارہ منتخب ہو کر یہاں آج ایوان کا لیڈر ہے' اس پر تو اعتراض کرتے ہیں اور اپنے چار وزیر اعلیٰ یہ بھول چکے ہیں جنہیں کان سے پکڑ کے باہر نکال دیا جاتا تھا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ پنجاب کی تاریخ میں چار سال وزارت اعلیٰ کا عہدہ سوائے میاں نواز شریف صاحب کے کسی اور نے آج تک نہیں گزارا (نعرہ ہائے تحسین)۔ میاں نواز شریف کی حکومت کی ناکامی کے یہ ان کے دلائل ہیں۔

جناب سپیکر: وقت میں پندرہ کی توسیع کی جاتی ہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! دراصل اس ساری تنقید' اس تمام گفتگو اور ان تمام تقاریر کا ایک پس منظر بھی ہے جو یہ حضرات یہاں مجبوراً" بیان نہیں کر سکتے۔ اگر انہیں دعوت دی جائے تب بھی یہ یہاں بیان نہیں کر سکیں گے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ اس گیارہ سالہ دور کا بار بار ذکر کرتے ہیں جو آٹھ سال مارشل لاء کے گزرے اور تین سال منتخب شدہ مسلم لیگ کی حکومت کے پنجاب میں گزرے۔ گیارہ سال سے یہ حضرات اپنی شُتیں لگائے بیٹھے تھے پنجاب کے مختلف عہدوں کو بانٹنے کے لیے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا اور جس جماعت نے خلوص اور نیک نیتی سے صوبہ پنجاب کی خدمت کی تھی اسے اللہ کی بارگاہ سے صلہ عطا ہوتا تھا۔ اور 1988ء کے انتخابات میں انہوں نے پنجاب میں منہ کی کھائی (نعرہ ہائے تحسین) باوجود اس چیز کے کہ یہ ہر وہ نعرہ عوام کے سامنے لائے تھے' شادت کا' پھانسیوں کا' فلانی چیز کا' ڈھمکانی چیز کا' پنجابیوں نے سب کو رد کر کے اس حکومت کو منتخب کیا جو آج اس ایوان میں بیٹھی ہے۔ نعرہ ہائے تحسین) اور یہ بے چارے مجبور ہو گئے۔ سوائے اس حکومت پر تنقید کرنے کے اور کیا کہیں؟ ان کے پاس جواز تو ہے ہی نہیں ماسوا یہ دعوے کرنے اور جھوٹی باتیں کرنے کے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سلمان تاثیر: جناب والا! اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد

I should be allowed to make a short statemnt to correct wrong facts.

جناب سپیکر: سلمان تاثیر صاحب' ایسی کوئی روایت نہیں۔ فنانس منسٹر کی تقریر کے بعد کوئی تقریر نہیں ہوتی۔ اس میں آپ کی ووٹنگ ہوتی ہے۔ اس میں آپ کی کٹ موشنز ہیں اور کٹ موشنز پر آپ بول سکتے ہیں۔ آپ میں سے جن جن صاحبان کی کٹ موشنز ہیں وہ سب بات کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ آپ کو فنانس منسٹر کی تقریر میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ ایسی کوئی روایت نہیں کہ فنانس منسٹر کی تقریر میں مداخلت کی جائے۔ سردار صاحب! آپ جاری رکھیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! ایک اور تعجب کی بات ہے کہ اس ایوان میں صرف گزشتہ کل اور آج نہیں' بلکہ جب بھی ان حضرات اور خواتین کو موقع ملتا ہے مارشل لاء کی بات کی جاتی ہے اور مارشل لاء کے وارثوں کی بات کی جاتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ ان کی یادداشت کو کیا ہوا ہے؟ ان کے بڑے مقبول لیڈر' سابقہ پرائم منسٹر ذوالفقار علی بھٹو خود کس طرح وزارت عظمیٰ کے عہدے پر آئے تھے؟ کیا وہ فرمائیں گے؟ ایک آرمی کے جنرل اور ایک ائیرفورس کے ائیرمارشل کے کندھوں پر چڑھ کر تو وہ وزارت عظمیٰ تک پہنچے تھے۔ مزید برآں دنیا کے تمام جمہوری ممالک میں واحد مثال ہے۔ کسی ملک میں سویلین مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی مثال نہیں ملے گی سوائے پاکستان کے۔ اور یہ بات کرتے ہیں مارشل لائے کے وارثوں کی؟ وہ کہیں کہ ہم کس مارشل لاء کے وارث ہیں؟ ہم 1985ء کا الیکشن لڑ کے اس ایوان میں آئے تھے اور اب 1988ء کا الیکشن لڑ کر اس ایوان میں آئے بیٹھے ہیں۔ اور عوام نے اپنا مینڈیٹ ہمیں دیا ہے۔ افسوس کہ انہیں نہیں دیا۔ (قطع کلامیاں) باوجود ان کے نعروں کے' ان کی تمام تقاریر کے اور ان کے دعوؤں کے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ بی بی' آپ مداخلت نہ کریں۔ آپ انہیں اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے دیں۔ آپ خاموشی سے سنیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! یہاں اس طرح سے بھی تنقید کی گئی کہ میرے حلقے میں فلاں صاحب کے

ذریعے ترقیاتی منصوبے دیے جا رہے ہیں۔ میں حیران ہوں۔ ایک طرف اپنے ہی لیڈر کے جاری کردہ پیپلز ورکس پروگرام کی یہ نہ صرف تائید کرتے ہیں بلکہ دفاع بھی کرتے ہیں کہ جناب' وہ عوام کا پروگرام ہے۔ عوام کا؟ میں پوچھوں' کون سے عوام کا؟ عوام کے منتخب نمائندے تو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ یہ بھی ہیں۔ (قطع کلامیاں) اگر یہ میری گفتگو سن لیں (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ خاموشی سے کیوں نہیں سنتے؟ بی بی' یہ کوئی طریقہ نہیں ہے ایوان میں بیٹھنے کا جس انداز میں آپ بیٹھیں ہیں۔ (قطع کلامیاں) بی بی' آپ آرام سے بیٹھیں اور سنیں۔ آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔

وزیر خزانہ: جناب والا! جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ عوام کے منتخب نمائندے تو ہم ہیں۔ اور یہ بھی ہیں۔ لیکن ان میں سے تو کسی کو ان پروگراموں کا ایڈمنسٹریٹر نہیں بنایا گیا۔ ان کے ذریعے تو وہ بڑی بڑی رقوم تقسیم نہیں ہوں گی۔ وہ تو بی بی کے شکست خوردہ امیدواروں کے ذریعے تقسیم ہوں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور پھر یہ بات کرتے ہیں جمہوریت کی۔ کس جمہوریت کی؟ ان کا کوئی اپنی جمہوریت کا مسئلہ ہے تو وہ ہمارے سامنے پیش کریں۔ ہم تو شکست خوردہ کو شکست خوردہ ہی کہیں گے۔ اور یہ اعتراض کرتے ہیں منتخب حکومت کے سالانہ ترقیاتی پروگرام پر۔ اور مزید برآں میں یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کرتا چلوں اور آپ کی وساطت سے ان تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ سابقہ مسلم لیگ حکومت کے دور میں بھی کسی رکن اسمبلی نے۔۔۔۔ کیونکہ اس وقت مسلم لیگ کی بھاری اکثریت تھی' صرف آٹھ دس ان بنچوں پر بیٹھا کرتے تھے باقی تقریباً" تمام کا تمام ہاؤس مسلم لیگ کا تھا۔ کسی ایک ممبر نے ان ڈویلپمنٹ فنڈز میں سے ایک پیسہ نہیں دیکھا۔ صرف انہوں نے منصوبے نامزد کیے تھے۔ سکول' ڈسپنسری' سڑک' واٹر سپلائی سکیمیں وغیرہ' جس طرح سے ان کے علاقے کی ضروریات تھیں۔ کسی ایک ممبر نے ان تیس تیس لاکھ میں سے ایک پیسے کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اور اب ان کے فیصلوں کے مطابق' ان سے مراد ان کی پارٹی اور ان کی لیڈر شپ ہے' پانچ لاکھ تک کی منظوری تو ایک ایڈمنسٹریٹر دے گا۔ وہ ایڈمنسٹریٹر کون ہے۔ میں اپنے ضلع کے متعلق کہہ سکتا ہوں۔ اور ہر ضلع میں یہی صورت حال ہے۔ یا تو ان کا سیاسی ورکر ہے یا کوئی ایم این اے اور ایم پی اے شکست خوردہ ہیں۔ اور وہ پانچ پانچ لاکھ روپے کی منظوری دیں گے اور ان میں سے بیشتر انگوٹھا چھاپ ہیں۔ جناب سپیکر! یہ کہاں

کا اصول ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے حوالے ملک کا سرمایہ کر دیا جائے۔ یہ پیپلز پارٹی کا فلسفہ
ہے یہ پاکستانیوں کا سرمایہ ہے جیسا کہ بلوچستان کے چیف منسٹر جناب نواب اکبر خان بگٹی
سی کے لیڈر نے کہا تھا۔ اور انہوں نے این ای سی کے فورم پر کہا تھا۔ کہ اگر پیپلز پارٹی کا
تو آپ جس طرح چاہے اس کو تقسیم کیجیے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ قوم کے فرا
پیسہ ہے۔ تعجب ہے ان تمام چیزوں کے جانتے ہوئے' سمجھتے ہوئے وہاں کچھ لوگ با خبر بھی
ہوئے ہیں۔ اور خاموش ہیں۔ جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے اس بات پر۔ اسی طرح جناب
جن کی طرف میرا اشارہ ہے وہ خوب سمجھ رہے ہیں۔ اسی طرح یہاں ایک رکن ہیں جو
آئے ہیں۔ میں ان کو زیادہ شرم سار تو نہیں کرنا چاہتا ان کے حوالے سے تھوڑی سی بات
چاہتا ہوں جب وہ تقریر فرما رہے تھے تو مجھے ان کا نام پوچھنا پڑا کہ وہ اکرام ربانی صاحب
انہوں نے میری تقریر کے بارے میں پنجابی میں ایک جملہ استعمال کیا۔ میں ان کی پنجابی تو
بول سکتا۔ کیونکہ میری پنجابی سرائیکی ہے۔ یہاں پر راہی صاحب نے پنجابی کے بارے میں کہا
میں اس طرف بھی آؤں گا اور تفصیل سے بات کروں گا۔ فی الحال میں ان کے فقرے کی
آتا ہوں۔ "اوے حقانی صاحب نے ان کو کہا کہ فلاں کا کیا بنا چھوڑا ہے۔" میں حیران ہوں
تو یہ ہے کہ جب حقانی صاحب کا فنانس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور وہ فنانس کے محکمہ
الف ب سے بھی واقف نہ ہوں ان کا شعبہ علیحدہ ہے۔ ان کے ذمے جو کام ہے وہ بالکل
ہے علیحدہ ہے۔ لیکن پھر بھی میں ایک لمحے کے لیے تسلیم کر لوں کہ میں حقانی صاحب سے
کر رہا تھا تو کیا یہ ربانی صاحب غسل خانے میں چھپے کھڑے تھے۔ انہوں نے میری اور ان کی
نوٹ کر لی اور اتنے وثوق سے اس ایوان کے سامنے جھوٹ بول رہے ہیں۔ میں جب یہاں
کی تقریر کر رہا تھا بات بات پر نعرے آتے تھے "جھوٹ - جھوٹ" ایک صاحب ہیں جن
متعلق پتا چلا ہے کہ وہ میری خاطر انگریزی بولتے ہیں۔ دوسرے صاحب ہیں جو باتھ روم
چھپ کر میری اور حقانی صاحب کی گفتگو سن رہے تھے جو کہ تھے ہی نہیں۔ میرے خیال
شرم ساری سے شرمندگی سے ہنس بھی رہے ہیں وہ سمجھ بھی رہے ہیں کہ میں کن کے
بات کر رہا ہوں۔ جناب والا! اب میں اس دعویٰ کی طرف آتا ہوں جو فضل حسین راہی صاحب
نے اس ایوان میں آج بھی کیا ہے اور وہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا دعویٰ

ہونے کا ہے میں نے اس ہاؤس میں کہا کہ ہاؤس کی زبان پنجابی بنا دیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کیوں؟ کیا قائد اعظم کی زبان پنجابی تھی کیا قائد اعظم نے اس ایوان میں پنجابی بولنے کے لیے کہا تھا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ کس پنجابی کا ذکر کرتے ہیں۔ میں ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھتا ہوں کہ یہاں بہت سے ایسے احباب بیٹھے ہیں جو بہاولپور سے ملتان بکھر' میانوالی' مظفر گڑھ' لیہ وغیرہ کے وہاں کس کی پنجابی بولی جاتی ہے کیا وہاں راہی صاحب کی پنجابی بولی جاتی ہے۔ یا نوابزادہ غضنفر علی ؒ۔ وہاں سرائیکی بولی جاتی ہے۔ اگر ہم سرائیکی میں بات کریں گے تو یہ سمجھ نہیں سکیں گے۔ لہٰذا ہمارا ایک کامن لنک ہے۔ بلکہ نہ صرف صوبہ پنجاب کے اندر بلکہ چاروں صوبوں کے درمیان جو لنک ہے وہ اردو زبان ہے۔ اگر پشتو والوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم آئندہ پشتو میں بات کریں گے اور بلوچوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم آئندہ بلوچی میں بات کریں گے۔ اور سندھ نے یہ کہہ دیا کہ ہم سندھی میں بات کریں گے۔ تو ہم ان کی بات کیا سمجھیں گے۔ ایک ہی زبان ہم سب کے درمیان کامن لنک ہے۔ اس کو یہ ٹھکرانا چاہتے ہیں مجھے افسوس ہے کہ قومی اہمیت کے مسئلے کو وہ ایک مذاق کے طور پر پیش کر دیتے ہیں میں بھی پنجابی زبان بول کر پنجاب کا تحفظ کروں گا۔ جناب والا! مجھے اس بات پر تعجب ہے۔ پھر جناب یہاں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے اوتھ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ انہوں نے یہاں حلف اٹھایا کہ وہ سب کو مساوی نگاہ سے دیکھیں گے یا مساوی سلوک کریں گے یا جو کچھ بھی یہاں کہا گیا۔ حضور میں آپ کے توسط سے ان حضرات سے پوچھتا ہوں یہ حلف یہ حلف وفاداری صرف چیف منسٹر پنجاب اٹھاتا ہے۔ پرائم منسٹر پاکستان نہیں اٹھاتیں۔ کیا پرائم منسٹر پاکستان ہمارے سے مساوی سلوک رکھ رہی ہیں۔ انہوں نے کیا پیپلز ورکس پروگرام شروع کر کے مساوی سلوک کا ثبوت دیا ہے۔ یہ مساوی سلوک اور جناب وزیر اعلیٰ کے حلف کا ذکر کرتے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے درخواست کروں گا۔ جب بھی کوئی بات کیا کریں ذرا ہوش مندی سے کیا کریں۔ دونوں پہلو دیکھ لیا کریں۔ ان کا ماضی ان کے سامنے نہیں ہے۔ اپنے ماضی کو اگر یہ خود بھول گئے ہیں تو جگانے کے لیے ہم بیٹھے ہیں۔ اور ہم ان کو جگاتے رہیں گے۔ اور میرا ماضی ان کے سامنے ہے۔ میں 1962ء سے اس ایوان میں چلا آ رہا ہوں اس وقت مغربی پاکستان کی اسمبلی تھی۔ اور میں ان کو چیلنج کرتا ہوں میرے نام پہ ایک پلاٹ' ایک گاڑی' ایک سائیکل حکومت کی طرف سے '

اگر یہ ثابت کر دیں تو میں ان کا جرم دار ہوں۔ یہ میرے ماضی کی بات کرتے ہیں۔ میرے ضلع میں چل کر یہ میرے ماضی کا پوچھ لیں یہ یہاں میرے ماضی کو کیا جانتے ہیں۔ میرے ضلع میں چل کر میرے ماضی کا پوچھیں۔ یہ منہ کی کھا کر واپس آئیں گے۔ اور اس طرف جانے کی جرأت نہیں کریں گے۔ پھر جناب یہ سیاسی رشوت کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ باتیں کرتے ہیں سی ایم ڈائریکٹوز کی۔ حضور والا! یہ آپ کا فیصلہ تھا کہ میری تقریر کے دوران کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا جائے گا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ان کی ذات سے کوئی ایسی بات کرنے کا تعلق نہیں تھا کہ ان کا ذاتی ماضی۔ لیکن جہاں تک ان کا سیاسی ماضی ہے وہ یہ ہے کہ کنونشن لیگ میں تھے پھر پارٹی میں تھے۔ اور پھر یہ نان پارٹی الیکشن میں الیکٹ ہو کر یہ بعد میں مسلم لیگ میں آئے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ کو interrupt کرنے کی روایت نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جا سکتا ہے۔

مسٹر جاوید محمود گھمن: وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: وقت پندرہ منٹ کے لیے اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے دو چار منٹ میں' میں اپنی تقریر ختم کر دوں گا۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! اب اس سے زیادہ وقت نہیں بڑھایا جائے گا۔

وزیر خزانہ: جناب میں تھوڑا سا اپنی تقریر سے ہٹوں گا کہ جس کنونشن لیگ کا یہ ذکر کر رہے ہیں۔ اگر یہ 1965ء کے ریکارڈ اٹھائیں گے۔ جب محترمہ فاطمہ جناح نے فیلڈ مارشل ایوب خان کے مقابلہ میں صدارتی انتخاب لڑا تھا۔ تو ان کے سامنے یہ حقیقت آئی۔ پاکستان کا واحد ضلع ڈیرہ غازی خان تھا جس نے محترمہ کو جتایا تھا۔ اس میں دو خاندانوں کی سب سے زیادہ contribution تھی۔ ایک مزاری خاندان تھا اور ایک میرا خاندان تھا۔ غالباً" یہ فاضل ممبران حقائق سے واقف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ بہت بعد میں یہاں تشریف لائے ہیں۔ بات سیاسی رشوت کی ہو رہی تھی کہ چیف منسٹر کے ڈائریکٹوز کی بہت سے ۔ ان نے اپنی تقاریر کے دوران اس کا ذکر کیا۔ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ سابقہ اکتالیس یا بیالیس سالوں میں کبھی کوئی وزیر اعلیٰ پنجاب کا

یا کسی صوبے کا پبلک کے لیے' عام آدمی کے لیے' سادہ سے سادہ اور غریب سے غریب آدمی کے لیے اتنا اچھا accessable نہیں تھا جتنا کہ آج۔ اور کچھ سالوں سے میاں نواز شریف رہے ہیں اور ہیں۔ اور وہ ڈائریکٹو عام حالات میں کبھی جاری نہ ہو سکتے اگر وزیر اعلیٰ available نہ ہوں یا accessable نہ ہوں۔ یہ ان کی accessability کی دلیل ہے۔ ثبوت ہے۔ وہ accessable ہیں اور درجہ چہارم پر ان کو اعتراض ہو رہا تھا۔ میں حیران ہوں۔ درجہ چہارم کی ملازمت کے لیے ایک عام غریب سے غریب آدمی چیف منسٹر سے مل کر آرڈر لے جاتا ہے۔ یہ ان کی ہردلعزیزی اوران کی accessability اور availability کی خود یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ برعکس اس کے جناب ان کی ایک کرتوت کا میں ذکر کرتا چلوں جو کہ ضمنی انتخابات کے سلسلے میں ہے۔ کوٹ ادو کی نیشنل اسمبلی کے بڑے الیکشن ہوئے چونکہ میرا ملحقہ ضلع تھا اور میرے ذاتی مراسم ہیں جناب غلام مصطفیٰ جتوئی صاحب کے ساتھ۔ میں ان کی مہم میں ان کے ساتھ رہا۔ اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ راتوں رات بجلی کے کھمبے لگنے شروع ہو گئے اور ان پر کوٹ ادو لکھا ہوا تھا' چھپا ہوا تھا۔ وہاں ان کو ناکامی ہوئی۔ وہاں غلام مصطفیٰ خان جتوئی بڑی بھاری اکثریت سے جیتے۔ یہ اللہ نے جتایا اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اور بعد ازاں نیشنل اسمبلی کی بائی الیکشن سیٹ خانیوال جہانیاں میں ہوئی۔ اور وہی اکھیڑے ہوئے ٹوٹے پھوٹے کھمبے وہاں تقسیم ہوئے۔ یہ بات سیاسی رشوتوں کی کرتے ہیں۔ جناب والا! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا اور میں اپنی گفتگو ان الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: ہفتے کو ضمنی بجٹ پر ووٹنگ ہے اور اس پر کٹ موشنز زیر بحث آئیں گی۔ ہفتے کے روز آ کر آپ مناسب خیال فرمائیں تو لاء منسٹر صاحب اور لیڈر آف دی اپوزیشن اس بات کو طے کر لیں کہ وہ کونسی کٹ موشن کو take up کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں جن کٹ موشنز پر آپ کے صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں۔ پھر وہی important کٹ موشن پر بات ہو جائے گی جن کو آپ take up کرنا چاہتے ہیں۔ otherwise جو پہلے آئیں گی۔ وہ بے شک un-important ہوں ان کو پھر آپ کو لینا پڑے گا۔ تو اس پر روایات ہیں اور یہ ہو جانا چاہیے اور طے ہو جانا چاہیے کہ کونسی کٹ موشن کو آپ take up کرنا چاہتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ہفتے کے روز اجلاس کا ٹائم کون سا ہونا چاہیے۔ مجھے ابھی بتایا گیا ہے کہ چار بجے ملنا ہوگا اور اپوزیشن

کے لیڈر کی بھی یہی رائے ہے۔ لاء منسٹر صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ لہٰذا ہفتے کو چار بجے شام تک کے لیے یہ اجلاس ملتوی ہوتا ہے۔

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

ہفتہ' 10 - جون 1989ء

(شنبہ' 5- ذیقعد 1409ھ)

جلد 6 —— شمارہ 4

(بشمول شمارہ جات 1 تا 23)

مندرجات

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ _____ 223

مسئلہ استحقاق :

پیپلز پارٹی کو دہشت گرد قرار دینا _____ 224

ضمنی میزانیہ بابت سال 89-1988ء کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری _____ 234

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

ہفتہ' 10- جون 1989ء

(شنبہ' 5- ذیقعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 5 بج کر 8 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۚ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

سورۃ الحجرات آیت 8 تا 11

(یہ سب کچھ) محض اللہ کا فضل اور انعام ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا' بڑا دانا ہے۔ اور اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو پھر سب زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل و انصاف سے صلح کرا دو۔ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ بے شک اہل ایمان بھائی بھائی ہیں' تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے۔ اے ایمان والو! ایک جماعت دوسری کا تمسخر نہ اڑائے شاید وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ نہ ایک دوسرے پر عیب لگاؤ اور نہ بُرے القاب سے بلاؤ' مسلمان ہو کر فاسق کہلانا کتنا ہی برا ہے۔ اور جو لوگ اس سے باز نہیں آئیں گے تو وہی زیادتی کے مرتکب ہیں۔ وما علینا الا البلاغ ○

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں تحریک استحقاق نمبر 3 سید ذاکر حسین شاہ کی ہے..... سید ذاکر حسین شاہ صاحب۔

پیپلز پارٹی کو دہشت گرد قرار دینا

سید ذاکر حسین شاہ: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" کی اشاعت 89-4-4 میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ پنجاب کے وزیر بلدیات چودھری پرویز الٰہی نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی دہشت گرد پارٹی ہے۔

وزیر بلدیات کے اس بیان سے میرا اور پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے پیپلز پارٹی کو دہشت گرد قرار دینا غلط اور بے معنی بات ہے۔ میں پیپلز پارٹی کا رکن ہوں اور اس سیاسی جماعت کے ٹکٹ پر الیکشن میں کامیاب ہو کر اسمبلی میں آیا ہوں۔

وزیر بلدیات کے اس بیان سے عوام میں بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے اس مسئلہ پر بحث کی جائے اور یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! کسی پارٹی کو دہشت گرد کہنا بری بات نہیں ہے اور اس سے کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوتا بلکہ پیپلز پارٹی کی ایک ذیلی تنظیم "الذوالفقار" کھلی دہشت گرد ہے۔ لہٰذا اس میں کسی کے استحقاق کے مجروح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر وہ فرما دیں.....

جناب سپیکر: رانا صاحب! کیا آپ مختصر بیان دے رہے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! یہ تحریک استحقاق میری ہے اور رانا صاحب اپنا بیان دے رہے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: تو پھر یہ مان لیں گے ورنہ اس قسم کی تحریکیں پیش کرنے سے کیا فائدہ؟

جناب سپیکر: سید ذاکر حسین شاہ صاحب اپنا مختصر بیان دیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ملک کے ذمہ دار

افراد کس قدر غیر محتاط' غیر ذمہ دارانہ اور بے بنیاد الزامات لگاتے ہیں پاکستان کی تاریخ میں جسے سیاسی تاریخ کہہ سکتے ہیں اس قسم کے الزام ملک کی سب سے بڑی جماعت جس کو ملک کے چاروں صوبوں میں عوام کی حمایت حاصل ہو اس کے خلاف بغیر کسی ثبوت کے ایسا الزام لگانا بہت بڑی سیاسی بد دیانتی ہے۔ جناب والا! اسلامی جمہوری اتحاد کے لیڈروں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ وہ ایک دن الزام لگاتے ہیں اور جب کوئی ان کا ہم نوا ہو جاتا ہے تو وہ پھر محب وطن بن جاتا ہے ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ ولی خان کے خلاف جناب غلام حیدر وائیں نے نیشنل اسمبلی میں ایک تحریک استحقاق پیش کی.....

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اور اس ایوان کی توجہ اس اہم معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ فاضل محرک کو یہ کہا جائے کہ وہ اس تحریک کے حوالے سے بات کریں ولی خان اور فلاں فلاں کی بات کرنی ہے تو یہاں پر بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں یہ to the point بات کریں اس کی admissibility پر بات کریں اور اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ دیں دہشت گردی کے حوالے سے ہم بہت سی باتیں کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ ... جی شاہ صاحب!

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! اس ایوان میں یہ کہا گیا ہے کہ میں اس کی admissibility پر بات کروں میں بالکل متعلقہ بات کر رہا ہوں کہ یہ عادت بن چکی ہے کہ ایک دن غدار قرار دیا جاتا ہے ایک دن اس کے خلاف ریفرنس پیش کرنے کی بات کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی اور دوسری طرف اسے حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے یہ بالکل پیپلز پارٹی کی خلاف متعلقہ بات ہے۔

وزیر مال: ریفرنس تو آپ کی پارٹی نے پیش کیا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر.....

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! شاہ صاحب کو اپنا مختصر بیان مکمل کرنے دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ مجھے یہ بتائیں کہ سرکاری ممبر جو وزیر ہو وہ اس طرح سے اٹھ کر عام بحث میں مداخلت کر سکتا ہے۔

وزیر مال: جناب والا! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان کی یاد داشت تازہ کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ذرا مختصراً اپنا بیان دیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! میں مختصراً بیان دے رہا ہوں کہ چودھری صاحب جیسے ذمہ دار افراد کی طرف سے غیر ذمہ دارانہ بیانات اور ایسے بیانات جن کا کوئی ثبوت نہ ہو' جن کے کوئی شواہد نہ ہوں' جن کی کوئی حقیقت نہ ہو' اور ملک کی سب سے بڑی جماعت پر اس قسم کے الزام لگانے کی اصطلاح جو کہ دہشت گردی کی اصطلاح ہے۔ جناب والا! یہ بڑی خطرناک اصطلاح ہے۔ جناب والا! یہ اس اصطلاح کو سمجھ نہیں سکتے۔ جناب والا! یہ سامراجی اصطلاح ہے جو حریت پسندوں کے خلاف سامراجی ایجنٹ استعمال کرتے ہیں۔ جناب والا! یاسر عرفات کو بھی دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ کرنل قذافی کو بھی دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ اور کون لوگ کہتے ہیں؟ جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی ایک محب وطن جماعت ہے۔

آوازیں ٹریژری بینچز: اللہ اکبر.... (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز.....

چودھری پرویز الٰہی: ان کو کہا جائے کہ یہ الفاظ واپس لیں.....

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! ابھی میں بول رہا ہوں.....

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ان کے بعد آپ کو موقع دیں گے۔

چودھری پرویز الٰہی: جناب والا! اگر یہ محب وطن جماعت ہے تو میری آپ کی وساطت سے یہ گزارش ہو گی کہ یہ الفاظ واپس لیں.....

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ حب الوطنی پر اتنا ہنگامہ کیوں ہو گیا ہے ان کو حب الوطنی پر تکلیف کیوں ہو گئی ہے؟

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ شاہ صاحب آپ اپنا بیان مکمل کریں.....

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! میں بول رہا ہوں۔ یہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور بار بار interrupt کرتے ہیں۔ میرا وقت یہ لے رہے ہیں۔

MR SPEAKER:- Try to be brief please....

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! پاکستان پیپلز پارٹی غیر جانبدارانہ انتخابات میں' جو جماعتی بنیادوں پر انتخابات ہوئے ہیں ان میں عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوئی ہے۔ مارشل لاء کے ذریعے

چور دروازے سے پیپلز پارٹی اقتدار میں نہیں آئی.....

ایک معزز ممبر: جناب سپیکر! پیپلز پارٹی کو اس وطن کے ساتھ بڑا پیار ہے چونکہ ملک کے دو ٹکڑے بھی اسی پارٹی نے کرائے تھے۔ اس وطن کے ساتھ ان کو بڑا پیار ہے۔ اب دوبارہ جناب جو کسر باقی رہتی ہے یہ وہ بھی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز.....

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں آپ سے ایک ٹیکنیکل سوال کرنا چاہتا ہوں۔ ہم جب یہاں پوائنٹ آف آرڈر کرتے ہیں تو اس وقت ہمارا مائیک بند ہوتا ہے اور جب وہ پوائنٹ آف آرڈر کرتے ہیں تو ان کا مائیک On ہوتا ہے۔ آپ نے ان کی آواز مائیک میں سنی ہے اور جو بھی وہاں آدمی کھڑا ہوتا ہے اس کا مائیک On ہوتا ہے اور ہمارا ادھر کا مائیک جو ہے وہ Off ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! یا ان کے مائیک کو بھی Off کریں یا ہمارے مائیک کو بھی On کریں۔

This is your duty Mr Speaker to deal with equality.

جناب سپیکر: ایسی بات نہیں ہے۔ راہی صاحب!.....

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں نے بہت محسوس کیا ہے ان کی آواز آپ کی اجازت کے بغیر کیسے آ گئی؟ ان کی آواز مائیک میں آپ کی اجازت کے بغیر کیسے آ گئی۔

جناب سپیکر: وہ اس لیے کہ مائیک کا جہاں تک تعلق ہے۔ مختلف معزز اراکین اسمبلی جس وقت بیک وقت کھڑے ہو جاتے ہیں تو پھر مائیک کا کنٹرول جس شخص کے ہاتھ میں ہے وہ میرے دائیں طرف بیٹھا ہے وہ دیکھتا ہے کہ سپیکر کی نظر کس معزز رکن پر بولنے کے لیے پڑتی ہے۔ پھر ان کا مائیک وہ On کرتا ہے اس میں تھوڑی بہت انسانی غلطی بھی ہو سکتی ہے لیکن ایسا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ پریکٹس ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اگر یہ مائیک کا قصور نہیں تو پھر آپ کی نظروں کا قصور ہے۔ کچھ نہ کچھ تو ہے..... (قہقہے)

جناب سپیکر: میں آپ کو یہ نہیں کہوں گا کہ یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری: جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ آج ایک گھنٹہ کے لیے حب الوطنی پر یہاں تقریریں ہو جائیں۔ ادھر سے چند مقررین کو اجازت دے دیں کہ وہ

بھی حب الوطنی پر جو کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں اور ہم میں سے بھی چند کو اجازت دے دیں کہ ہم بھی اس پر جو کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں۔ آج یہ تو پتا چل جائے کہ حب الوطنی کہتے کس کو ہیں؟

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب! ایک منٹ میں آپ اپنی بات مکمل کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! جتنا مجھے آپ نے مختصر بیان کے لیے وقت دیا ہے اس سے زیادہ تو آپ رانا پھول خان کو پوائنٹ آف آرڈر پر وقت دے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ایک منٹ میں اس کو مکمل کیجئے.....

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! پاکستان پیپلز پارٹی اس ملک کی یک جہتی اس ملک کے اتحاد اور اس ملک کی وحدت کی علامت ہے.....

اپوزیشن بنچز: ہیئر۔ ہیئر۔

ٹریژری بنچز: شیم۔ شیم۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! یہ شیم شیم کس کے لیے ہے جبکہ ہم پاکستان کی وحدت کی بات کر رہے ہیں.....

جناب سپیکر: راہی صاحب! آپ ان کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ آپ تشریف رکھیں.....

نواب زادہ غضنفر علی گل: ان لوگوں نے پاکستان بننے کی مخالفت کی ہے تو پھر ایسی بات پر انہوں نے شیم شیم ہی کہنا ہے.....

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! 1973ء کا آئین پاکستان پیپلز پارٹی نے ہی اس ملک کو دیا تھا جس پر آج یہ تمام سیاسی ڈھانچہ ہے۔ پیپلز پارٹی موجودہ حالات میں جبکہ ہر طرف علیحدگی پسندی کے نعرے لگ رہے ہیں پیپلز پارٹی اس قوم کے لیے ایک نعمت ہے.....

اپوزیشن بنچز: ہیئر۔ ہیئر

سید ذاکر حسین شاہ: ایسی قومی جماعت قوموں کی تاریخ میں بڑی مشکل سے بنتی ہے۔ جناب والا! 1947 کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی ہی وہ حقیقی معنوں میں قومی جماعت ہے جس کو پاکستان کے چاروں صوبوں میں قومی حمایت حاصل ہے اس لیے کہ پیپلز پارٹی نے جماعت اسلامی کی طرح کوئی پاکستان کی مخالفت نہیں کی تھی۔ پیپلز پارٹی نے ہمیشہ تعمیر پاکستان کی بات کی ہے.....

جناب سپیکر: شکریہ۔ شاہ صاحب!.....

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! میں ختم کرنے لگا ہوں۔ صرف ایک آخری بات ہے۔ میری تحریک استحقاق' استحقاق کمیٹی کے سپرد اس لیے کی جائے کہ میں نے کابینہ کے ایک ایسے رکن کے بارے میں یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے جو اس قسم کے الزامات اکثر لگاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے شہباز شریف پر بھی الزام لگایا تھا کہ انہوں نے پیپلز پارٹی کو فنڈ دیا ہے اور چودھری پرویز الٰہی صاحب نے نواز شریف پر بھی الزامات لگائے تھے اور جناب والا! وہ پھر ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ جناب والا! اس لیے میری یہ تحریک استحقاق' استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی جناب لاء منسٹر.....

وزیر قانون: جناب والا! جیسا کہ اس تحریک استحقاق سے واضح ہے کہ یہ نہ ہی معزز رکن کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور نہ ہی یہ معاملہ اسمبلی کی دخل اندازی کا متقاضی ہے تو ساتھ ہی جیسا کہ چند ایک تحاریک استحقاق کے بارے میں جناب پہلے بھی فیصلہ فرما چکے ہیں کہ اخباری بیان جو ہے وہ کسی تحریک استحقاق کے لیے بنیاد نہیں بن سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق ٹیکنیکلی نہیں بنتی۔ اس لیے اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری وجاہت حسین: جی سر.....

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے ـــ

چودھری وجاہت حسین: جناب سپیکر! ایک اخباری بیان پر ان کا استحقاق یا جو کچھ بھی ہے وہ مجروح ہوا ہے۔ میں ان کو ابھی ایک صحیح جواز دیتا ہوں۔ یہاں اسمبلی میں میری یہ بات ریکارڈ کی جائے کہ میں یہ بیان دے رہا ہوں کہ پیپلز پارٹی ایک دہشت گرد جماعت ہے.....

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے.....

چودھری وجاہت حسین: پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے مگر جناب میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ اس معاملے میں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ بے بنیاد ہے انہوں نے بات کی ہے۔ اس کی بنیادیں ہیں اور یہ بات یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس بات کی بنیاد ہے۔ اس لیے اس اسمبلی کو مذاق نہ بنایا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ سوری تشریف رکھیں..... (قطع کلامیاں)

چودھری وجاہت حسین: میں ان کو کیا کہوں۔ ان کا علاقہ اس قسم کے لوگ ایم۔ پی۔اے بنا کر یہاں بھیجتا ہے.....

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

مغل صاحب! تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب تشریف رکھیں' راہی صاحب تشریف رکھیں' آغا صاحب تشریف رکھیں' شاہ صاحب تشریف رکھیں۔ میں اس کی admissibility پر مزید رائے نہیں لینا چاہتا۔ مجھے اس کی admissibility پر کسی کی امداد کی ضرورت نہیں۔ (قطع کلامی) بیگم صاحبہ تشریف رکھیں۔

جناب محمد لطیف مغل: جناب سپیکر! اس میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے' پیپلز پارٹی کی بنیاد دہشت کے نام سے ہے۔ (قطع کلامی)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز (شوروغوغا) آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں' راہی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ راہی صاحب! مجھے اس کی admissibility پر کسی سے مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (قطع کلامی)

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! یہ روایت بن چکی ہے کہ کسی سنجیدہ معاملہ پر بحث نہ ہونے دی جائے۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز۔ سردار صاحب تشریف رکھیں' کاردار صاحب تشریف رکھیں' آپ تشریف رکھیں' شاہ صاحب تشریف رکھیں۔ میں اس تحریک استحقاق پر ہاؤس کا آرڈر خراب کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ نہ اپوزیشن کو اور نہ سرکاری بنچوں کو۔ اس لیے راہی صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ اس تحریک استحقاق پر میں مزید بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کاردار صاحب تشریف رکھیں' راہی صاحب تشریف رکھیں' مغل صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ (قطع کلامی)

سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق پیش ہوئی۔ وزیر قانون کو میں نے زحمت دی کہ اس پر اظہار خیال فرمائیں۔ وزیر قانون کی طرف سے میں نے ان کا نقطہ نظر معلوم کیا۔

اب اس پر مزید کسی دوست کی طرف سے اس کی admissibility پر اس کا نقطہ نظر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس تحریک استحقاق پر میں ذاتی قسم کی بحث کی اجازت دیتا ہوں۔ اس لیے میں اس پر اپنا فیصلہ دیتا ہوں.....

وزیر بلدیات و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی) جناب سپیکر! چونکہ یہ بیان جو "نوائے وقت" میں شائع ہوا 8 تاریخ کو میں نے یہ بیان دیا تھا اور اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے یہ بیان دیا تھا کہ پیپلز پارٹی کے چیئرمین کا بیٹا الذوالفقار تنظیم کا سربراہ ہو.....

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

وزیر بلدیات و دیہی ترقی: اور بے نظیر کا بھائی ہو.....

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ میری بات کو مانیں۔ آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ چودھری صاحب مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔

وزیر بلدیات و دیہی ترقی: آج بھی ہندوستان میں الذوالفقار تنظیم کے کیمپ قائم ہیں۔ اس نے دہشت گردی کرتے ہوئے پی آئی اے کا ہوائی جہاز اغوا کیا' یہ دہشت گرد پارٹی نہیں تو اور اسے کیا کہا جا سکتا ہے ؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب! مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز' آرڈر پلیز (شور و غوغا) خواجہ صاحب! میں نے چودھری پرویز الٰہی کو فلور نہیں دیا ہے' نہ ان کا مائیک On تھا اور نہ میں نے انہیں فلور دیا ہے۔ راہی صاحب آپ بول رہے ہیں۔ میں نے آپ کو بھی فلور نہیں دیا۔ خواجہ صاحب آپ تشریف رکھیں' راہی صاحب تشریف رکھیں' رانا صاحب تشریف رکھیں۔

The motion does not relate to a privilege granted by the Constitution and a law or a rule made under any law. A mere statement appearing in the press will not call for the intervention o the Assembly. The privilege of a member is confined to what has been said in the House. Whatever has been said or done outside the House cannot form the basis of a privilege motion. It is ruled

out of order.

(قطع کلامی)

سیاسی جماعتوں کے مقام اور سیاسی پوزیشن ہونے کے بارے میں محب وطن ہونے کے بارے میں یا نہ ہونے کے بارے میں سپیکر کا کام نہیں ہے کہ اس پر رولنگ دے۔ یہ سپریم کورٹ کا کام ہے کہ وہ اس پر رولنگ دے اگر اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! یہاں ایک معزز رکن نے آپ کی مرضی کے خلاف بات کرتے ہوئے ہاؤس کے تقدس کو مجروح کیا ہے (قطع کلامی)

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر! آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی دیدہ دانستہ توہین آمیز ریمارکس کسی ممبر کے بارے میں استعمال کرے تو وہ تحریک استحقاق کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ اور ان کے بزرگ خود پیپلز پارٹی کے پاؤں میں پڑتے رہے' جو خود ترلے کرتے رہے ہیں۔

(دخل اندازیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔

وزیر بلدیات و دیہی ترقی: چودھری ظہور الٰہی نے ساری زندگی بھٹو کے جتنے بھی مظالم تھے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ کبھی نہیں جھکے (نعرہ ہائے تحسین) ان کو چار سال تک جیل میں رکھا گیا۔ 114 مقدمات بنائے گئے۔ یہ سب جھوٹے مقدمات تھے۔ آخری وقت تک وہ جیل میں رہے

(شور و غوغا)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ یہ تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔

وزیر مال (محمد ارشد خان لودھی): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ آج یہاں پر لیڈر آف اپوزیشن بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور ایوان بھی مکمل طور پر بھرا ہوا ہے۔ جس انداز سے ہاؤس کی کارروائی چل رہی ہے جب تک آپ قواعد و ضوابط کو لاگو نہیں کریں گے یہ decorum میں نہیں آئے گا۔ جناب سپیکر! رول یہ ہے کہ جس کو آپ حکم دیں وہ کھڑا ہو جائے۔ جب کسی کو آپ فلور دیں تو باقی ممبران کو بیٹھ جانا چاہیے۔ دوسرا رول یہ ہے کہ جب آپ بولیں تو کوئی ممبر نہیں بول سکتا۔ جب آپ کسی کو بیٹھنے کے لیے کہیں تو اس کو بیٹھ جانا

چاہیے۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ راہی صاحب نے ہمارے ساتھ تین سال پہلے بھی گزارے ہیں لیکن ہمیشہ وہ بحث کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے آپ قواعد ضوابط کی پابندی کروائیں۔ جب تک آپ قواعد کی پابندی نہیں کروائیں گے یہ ہاؤس نہیں چلے گا۔ اور اس نے ایوان اس طرح بنایا ہوا ہے جیسے مچھلی مارکیٹ ہو یا کوئی موچی دروازے کا جلسہ عام ہو رہا ہو۔ ہماری یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ قواعد کو لاگو کریں تاکہ یہ ہاؤس پر امن چل سکے۔

جناب فضل حسین راہی جناب سپیکر! پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن۔

جناب سپیکر: راہی صاحب ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! انہوں نے میرا نام لیا ہے۔ اب آپ نے ایمانداری کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے۔ ارشد لودھی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ فضل حسین راہی نے ہمارے ساتھ تین سال گزارے ہیں اور وہ اب ہاؤس کو مچھلی منڈی میں تبدیل کر رہا ہے۔ انہوں نے میرا اکیلے کا نام لیا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ ایک اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے۔ اگر منسٹر صاحبان تھوڑی سی عقل سے کام لیں کہ جب تک وہ آپ کی اجازت حاصل نہ کر لیں اس وقت تک انہیں بولنا نہیں ہے اور یہ جو ساری صورت حال پیدا ہوئی ہے یہ پرویز الٰہی کے آپ کے احکامات کو مسلسل ماننے سے انکار کرنے کی صورت میں پیدا ہوئی ہے۔ اور آپ ان کو منع کر رہے ہیں لیکن وہ آپ کو جوش خطابت میں دیکھ بھی رہے ہیں اور جوش خطابت میں باتیں بھی کر رہے ہیں۔ اب جناب سپیکر آپ اندازہ کریں کہ یہ فطری بات ہے۔ اگر دنیا کی کوئی طاقت ہماری پارٹی کے خلاف غلط زبان استعمال کرے گی ہم اس کو منع کریں گے ہم اس کو روکیں گے۔

جناب سپیکر: راہی صاحب یہ ذاتی نکتہ وضاحت نہیں ہے..... بیگم صاحب آپ بات کرنا چاہتی ہیں۔

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی: میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ پیپلز پارٹی والے یا یہ جو ہمارے بھائی بیٹھے ہیں یہ جو الزامات' سابقہ حکومت اور ہم پر دیتے ہیں اگر پرویز الٰہی صاحب نے یہ بیان دیا ہے تو وہ بہت کم ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر میں یہ عرض کروں گا.....

جناب سپیکر: راہی صاحب یہ آپ کس پوائنٹ پر بول رہے ہیں۔ ہر بات کا آپ نے جواب

ضرور دینا ہے۔ راہی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ چودھری محمد فاروق صاحب۔ (قطع کلامیاں)

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف انفرمیشن۔

جناب سپیکر دراصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ جو ماحول پیدا کیا گیا ہے۔ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہے۔ اصل میں وزیراعظم پاکستان کی پولیٹیکل سیکرٹری مس ناہید پنجاب اسمبلی کی گیلری میں موجود ہیں اور پیپلز پارٹی والے یہ ساری کارروائی ان کو سنانے اور خوش کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ ورنہ پیپلز پارٹی والوں کو بھی اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے الذوالفقار کی سرپرستی کر کے' پاکستان کا جہاز اغواء کر کے' کیپٹن طارق کو کیبن میں قتل کیا تھا..... (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیں میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ اب اس مسئلے پر میں کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اور کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دوں گا۔ تمام معزز اراکین اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔

ملک غلام محمد خان ٹوانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اگر اس مسئلے کے علاوہ کوئی بات کرنی ہے تو فرمایے۔

ملک غلام محمد خان ٹوانہ: جناب سپیکر! میں اس معاملے کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں کہ سپیکر بکس میں اس وقت چند غیر منتخب لوگ تشریف فرما ہیں۔ جب کہ چند روز پہلے ہمارے منتخب نمائندے آئے۔ ایم۔ این۔ ایز آئے تو ان کو معذرت کی گئی۔ ان کے ساتھ کچھ سابق ایم۔ این۔ ایز آئے تو ان سے بھی وہاں بیٹھنے سے معذرت کی گئی تو کیا یہ صورت صحیح ہے۔ ہارے ہوئے لوگ وہاں بیٹھ سکتے ہیں؟

آوازیں: شیم شیم۔

جناب سپیکر: ٹوانہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ضمنی میزانیہ بابت سال 89-1988ء کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ ہر بات کا جواب آپ نے دینا ہے۔ اس سے پہلے سپیکر باکس' یا گورنر باکس میں بیٹھنے پر ایوان کی تنقید کی کوئی روایت نہیں ہے۔ میں معزز اراکین اسمبلی سے کہوں گا کہ اس کے بعد بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کہ سپیکر باکس یا گورنر باکس

پر تنقید کی جائے یہ ہماری صوابدید ہے۔ ہم منتخب لوگوں کو بٹھاتے ہیں اور نمائندہ قسم کے لوگوں کو بٹھاتے ہیں' معزز لوگوں کو بٹھاتے ہیں۔ اس میں ایسا نہیں ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو انکار کریں جن کی نمائندہ حیثیت ہے اور ان کو بٹھائیں جن کی نمائندہ حیثیت نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب فضل حسین راہی: جناب ان کو بتائیں کہ گورنر ہمارا ہے۔

جناب سپیکر: اب ہم ڈیمانڈ نمبر4 شروع کرتے ہیں۔

وزیر قانون اور لیڈر آف اپوزیشن جناب سلمان تاثیر صاحب جس وقت.....

ایک معزز رکن: جناب رانا شوکت محمود صاحب آگئے ہیں۔

جناب سپیکر: میں دیکھ رہا ہوں آپ ذرا حوصلہ رکھیں لیکن آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ حوصلہ نہیں رکھتے۔ مجھے معلوم ہے کہ رانا صاحب آ چکے ہیں سلمان تاثیر صاحب کے درمیان اور وزیر قانون کے درمیان ایک معاہدہ طے ہو گیا تھا کہ کچھ ڈیمانڈز کو ہمارے معزز اراکین اپوزیشن take up کریں گے اور اس کے علاوہ ان کی جو باقی کٹ موشن ہیں ان کو واپس تصور کیا جائے گا۔ تو اس میں جس ڈیمانڈ کو پیش کرنا ہے وہ ہے ڈیمانڈ نمبر4- 6- 15-

میاں منظور احمد موحل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

میاں صاحب میں بات کر رہا ہوں اور آپ میری بات میں مداخلت کر رہے ہیں لہٰذا ان تین ڈیمانڈز کو take up کیا جائے گا۔ باقی کٹ موشن کو پیش نہیں کیا جائے گا۔ رانا صاحب جب تشریف لائے تو انہوں نے بھی اس تجویز سے اتفاق فرمایا۔ رانا صاحب آپ کو اس سے اتفاق ہے؟

رانا شوکت محمود: جناب والا بالکل جو معاہدہ ہوا تھا میں اس پر عمل کروں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اس پر اب بات طے ہو چکی ہے۔ (قطع کلامیاں)

اب ہم ڈیمانڈ نمبر4 کو take up کرتے ہیں۔

(اس مرحلے پر قائد ایوان میاں نواز شریف ایوان میں تشریف لائے۔ اراکین نے ڈیسک بجا کر ان کا خیر مقدم کیا)

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! کیا جنگل کا بادشاہ آگیا ہے؟

جناب سپیکر: میاں منظور احمد موحل پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

میاں منظور احمد موحل: پوائنٹ آف آرڈر۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میاں منظور احمد موحل صاحب کو میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت دے چکا ہوں۔

میاں منظور احمد موحل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر آج یہ ہے اور بڑا relevant ہے۔ آپ ٹوکن موشن پر آج کا دن لے رہے ہیں۔ میں دفعہ 116 کے بارے بتاؤں گا کہ جو بھی کٹ موشن آئی ہیں وہ قانون کے دائرہ کے اندر نہیں ہیں۔ ان میں کوئی بھی قابل قبول نہیں ہے اس کے لیے میں آپ کو قاعدہ نمبر116 پڑھ کر سناتا ہوں۔

116.A "A motion may be moved to reduce the amount of a demand in any of the following ways."

Sir, there are three ways of doing it.

انہوں نے پہلے قاعدے کے تحت یہ کٹ موشنز پیش کی ہیں اب آپ یہ سنیں.....

"(a) That the amount of the demand be reduced to Re.1.00 representing disapproval of the policy underlying the demand. Such a motion shall be known as "Disapproval of Policy Cut."

اب جناب والا اس کے بعد آگے بات شروع ہوتی ہے.....

"A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss."

یعنی اس کو یہ بتانا پڑے گا۔ اپنی ڈیمانڈ کے اندر ان نکات کو بتانا پڑے گا کہ وہ کن نکات پر بات کرنا چاہتا ہے۔ جناب والا! اس کے بعد یہ ہے کہ۔

"The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice and it shall be open

to members to advocate an alternative policy."

اس کے تحت جناب والا! فاضل اراکین نے کٹ موشنز پیش کی ہیں۔ یعنی انہوں نے کسی پر یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ کس پوائنٹ پر بولنا چاہتے ہیں۔ جناب والا! میرے پاس 1976ء کی رولنگ موجود ہے۔ اس وقت جناب شیخ رفیق پیپلز پارٹی کے سپیکر تھی اور اس وقت پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ اس وقت بھی جناب سپیکر! میں نے یہی پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا۔ اس وقت بھی میں نے یہی کہا تھا کہ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ رولز آف پروسیجر کا رول 116 کی پوری طرح تکمیل نہیں کی گئی ہے۔ یعنی میں اسے آپ کے سامنے پڑھتا ہوں پھر آپ اس پر کوئی فیصلہ کریں۔ کہ اس کے مطابق یہ کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے یا نہیں۔ میں نے کچھ حصہ پڑھ دیا ہے۔

جناب والا! یہاں پر انہوں نے precisely کوئی indication نہیں دی کہ ہم کس مسئلے کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ رولز میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ ان کو precisely indicate کرنا چاہیے تھا۔ پھر دوسری بات جس پر میں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ رولز آف پروسیجر کے مطابق یہ جو پالیسی کٹ ہے یہ ایجنڈے میں نہیں دی گئی اور نہ ہی حزب اختلاف کے کسی رکن نے اس کی من و عن تائید کی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پروسیجر پر صحیح معنوں میں عمل نہیں کیا گیا۔ جناب والا! یہ تھی میری بات۔ اب سنیں شیخ رفیق صاحب کا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے اس مسئلے پر' وہ میں جناب والا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! وہ کہتے ہیں مسٹر سپیکر! میں تو اس سے پہلے وہ فیصلہ دے رہا ہوں جو میاں منظور احمد موحل نے نکتہ اٹھایا ہے' میں اس میں دیکھ رہا تھا کہ مخدوم زادہ سید حسن محمود صاحب کہاں ہیں.....

(ایک آواز' وہ تشریف نہیں رکھتے) مسٹر سپیکر کیونکہ ایجنڈے کے مطابق باری ان کی ہے۔ اب جناب والا! ان کی رولنگ ملاحظہ فرمائیں کہ میرے پوائنٹ آف آرڈر پر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ۔

A point has been raised by Member from Bahawalnagar, Mian Manzoor Ahmad Mohal that the cut motion No. 1 on Demand

No. 14 is not in order and that it should be ruled out. The motion is disapproval of the policy.

میرے سب بھائیوں کی بھی یہی ہے۔ disapproval of the policy cut motion آگے جناب والا وہ فرماتے ہیں۔

Accordin. 'o the Member raising the objection the motion does not indicat :he particularsof the policy which are propose to be discussed, whereas Rule 116 requires the mover to include in precise terms the particulars of the policy, which he propose to discuss, and the discussion is to confine to the specific point or points mentioned in the notice, though it shall be open to Member to advocate an alternate policy. It is quite evident that in the cut motion.... سنیں وہ کیا فرماتے ہیں The imperative requirement of indicating in precise term the particular of the policy proposed to be discussed is absent. There will be no method to require the mover to confine himself in the speech to any specific point, and the apprehension is that the discussion will be converted to a general debate cannot be ignored, I, the therefore, uphold the objection.

یہ جناب والا! شیخ رفیق صاحب کا فیصلہ ہے جو پاکستان پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری ہیں' اس وقت و بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت جناب والا! انہوں نے وہ تمام کی تمام کٹ موشنز خارج کر دی تھیں، جناب والا! آپ دیکھ لیں کہ انہوں نے کسی بھی کٹ موشن میں کوئی نکتہ precise بتایا ہو کہ ؟ اس پر بولنا چاہتے ہیں اس لیے میری ایوان سے یہ درخواست ہے کیونکہ ہم یہاں پر جو آئے ہیں ہم ایک قانون کے تابع آئے ہیں۔ Rules of Procedure کو ہم نے یہاں پر up hold کر

ہے' تو جناب والا! جب ایک واضح رولنگ موجود ہے' اس کے بعد جناب والا! آپ دیکھ لیں کہ کسی بھی کٹ موشن میں اگر انہوں نے کسی نکتے کا ذکر کیا ہو کہ ہم اس پر بات کرنا چاہتے ہیں پھر تو جناب والا! صحیح ہے' لیکن اگر کیا ہے جناب والا! وہ میں اس وقت بتاؤں گا جب میرا دوسرا پوائنٹ آف آرڈر آئے گا۔ اب آپ جناب والا! میرے اس پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ فرمائیں.....(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! آپ کی بات درست ہے مجھے پہلے موحل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب دینا ہے۔ وہ پوائنٹ آف آرڈر تو اٹھا چکے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اس کے بارے میں میری ایک رائے ہے۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! ایک تو یہ ہے کہ اس میں کہیں بھی یہ پابندی نہیں ہے کہ ٹوٹل پالیسی کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اس کا scope تو اتنا وائیڈ ہے کہ

جب تک آپ ٹوٹل پالیسی کو چیلنج نہیں کریں گے۔

You can't give an alternate policy.

اس میں جناب میں اس کی wording پڑھ دیتا ہوں۔

The discussion shall be confined to the specific point or points

یہ کوئی پابندی نہیں ہے کہ کوئی ایک پوائنٹ دیا جائے۔

mentioned in the notice and it shall be open to member to advance an alternate policy.

جناب alternate policy ایڈوانس اس وقت ہو گی جب total Policy چیلنج ہو گی۔
total Policy چیلنج نہ ہو تو alternate policy ہی نہیں دی جا سکتی۔ تو جناب صفحہ نمبر 49 پر

میں وہی رول 116- اے کو پڑھ رہا ہوں' اس میں یہ restrict نہیں کیا گیا کہ

You can't give or press one point or two points or more than two points or you can't challenge policy.....

جناب والا! یہ کہیں بھی نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! اس میں آپ دیکھیں کہ 116- اے جو ہے اس میں ہے کہ

"..... A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he propose to discuss....."

اس میں جو آپ نے دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ The matter sought to be discuss. یہ آپ کا ہے

To discuss the policy underlying the demand

اس میں precise terms یہ آپ نے نہیں لکھا کہ آپ کیا بحث کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں اس میں عرض کرتا ہوں کہ سپلیمنٹری جو بجٹ ہے' جو بجٹ اسٹیٹمنٹ ہے صفحہ 9 ہے' اس میں ٹوٹل 9 آئٹمز ہیں' اور یہ صفحہ 9 دیکھیں' اس میں 7 آئٹمز ہیں اور یہ جو ٹوٹل 7 آئٹمز ہیں اس میں پہلے

It would mean that we want to discuss the total theme.

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے ایک ایک لکھنا ہے کہ چیف انجینئر واٹر ٹریٹی کو یہ پیسے کیوں دے رہے ہیں۔ It does mean so.

اس میں جناب والا! میں عرض کروں کہ اس میں جو آپ نے سپلیمنٹری ڈیمانڈ مانگی ہے' اس میں ڈیمانڈ کے مانگنے کی total policy we challenge.

اس میں میری عرضداشت صرف یہی ہے کہ جناب اس میں ایسا کوئی بار نہیں ہے۔

There is no bar to challenge the total demand.

اگر جناب والا! ایسا کوئی بار ہوتا تو یہ جملہ ایزاد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

We want to challenge the whole policy.

We cannot verbatimly go on the dictionary meaning.
We have to go by the legislative meaning.
For interpretation of statutes, there are set principles.

بڑے سیٹ پرنسپلز ہیں۔ اگر جناب والا! ایک ہی جملے کو لے لیں اور اس میں

If we apply the principles of interpretation of principles

that we want to advance an alternative policy.

تو یہی جملہ کافی ہے۔ اتنے ہی جملے کو جناب آپ reverse کریں گے۔

It would mean you are allowing us to challenge the whole policy of the demand.

جناب سپیکر: مجھے آپ صرف ایک منٹ میں بتا دیجئے کہ یہ شیخ رفیق ایکس سپیکرز' کا فیصلہ جو ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں نے اپنی رولنگ 1985ء کی جو بجٹ پر بحث ہوئی مخدوم زادہ حسن محمود نے ' اپنی رولنگ خود reverse کی ہوئی ہے اور یہ جناب کا فرمان ہے کہ جناب نے کہا ہے کہ اگر سپیکر ایک دفعہ میں' یا جلد بازی میں یا معاملے کو پوری طرح نہ تک پہنچے بغیر رولنگ دے دے تو اس کو reverse کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جناب والا! اگر شیخ صاحب نے ایسی کوئی رولنگ دی ہے کم سینس میں ہوئی تھی' وہ کیا تھی' وہ تو اس وقت نہ ہمارے سامنے ہے' یا تو وہ کٹ موشنز ہوں' ان کی عبارت آیا ان سے ملتی تھی یا وہ کچھ اور ہی تھا کس بارے میں دی گئی اور اس پر کیا بحث ہوئی' اس پر کس نے اتنی elaborately بحث کی یا نہیں۔ جناب

والا! اس میں میری ٹوٹل submission ایک ہے' ہم وہ پرانی رولنگ کے پابند ہیں' اس حد تک کہ جس حد تک ان پر عمل کرنا صحیح اور مناسب ہو' میرا تو صرف ایک پوائنٹ ہے جناب والا! اس پر رولنگ فرمادیں کہ جب ایک sentence legislation دیتی ہے۔

i.e. to advance an alternative policy. What it would mean?

alternative policy تو ہم اس وقت دے سکتے ہیں' جب ہم total policy کو چیلنج کریں گے۔ اگر ہم total policy کو چیلنج ہی نہیں کرتے تو پھر

How can we discuss the policy?

جناب سپیکر: جی نواب زادہ صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! اگر آپ کے پاس ڈکشنری ہے۔ آپ کے پاس انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز ہے تو اٹھا کر اس میں بجٹ کے معنی دیکھئے۔

Budget is a financial policy statement of a particular government.

اعداد و شمار نہیں ہے۔ ان کا جو Supplementary Statement of budget ہے یہ ایک Document ہے۔

Are you listening to me Sir.

It is a document of the financial policy of a particular Government.

اس کی ڈیمانڈ 15 بھی اسی پالیسی کا حصہ ہے۔ اس ڈیمانڈ کے Underlying جو بھی پالیسی ہے اس کو ہم نے آئٹم 8 سے لے کر 997 تک لیا ہے۔

How it is physically possible to enumerate from item 1 to item 997.

ہر آئٹم میں بتائیں کہ فلاں بجٹ کو اس طرح بنانا تھا اس طرح کیوں بنایا گیا۔ یہ تو ضمنی میزانیہ ہی غلط پیش کیا گیا ہے۔ ڈیمانڈ 15 میں 997 آئٹمز ہیں۔

Underlying policy of that demand to be discussed.

اس کے اندر تو ہمیں کوئی پانچ چھ سو صفحے چاہییں کہ ہمیں کہیں کہ اس گلی میں یہ چاہیے اس میں یہ چاہیے۔

It is a generalization and not a specific condition. If you consult the record, you will find that cut motions are always submitted as such.

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! آپ اس کو بڑا جنرل ڈسکشن میں لے جا رہے ہیں۔..... وصی ظفر صاحب ذرا تشریف رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ فرماتے ہیں کہ ٹوٹل پالیسی چیلنج کر کے کوئی متبادل پالیسی دی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں نے بھی پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ اس کے متعلق میں قاعدہ 116 کی دو لائنیں پڑھتا ہوں۔

116.(a) "..... A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss....."

جناب سپیکر: یہ تو میں پڑھ چکا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل: انہوں نے particulars نہیں دیے کوئی چیز نہیں دی۔ اسی طرح 'Policy underlying the demand" ایسے ایک بات کر دی ہے جس پر فاضل سپیکر نے رولنگ دی ہے۔

جناب سپیکر: جو وصی ظفر صاحب پوچھنا چاہتے ہیں اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

میاں منظور احمد موھل: ٹوٹل ڈیمانڈ کی علیحدہ بات ہے۔

جناب سپیکر: ٹوٹل پالیسی کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔

MIAN MANZOOR AHMAD MOHAL : The discussion shall be confined to the basic point or points mentioned in the notice.

نوٹس میں جو mention ہے اس پر بحث کر سکتے ہیں۔ لیکن ساری پالیسی پر بحث نہیں کر سکتے۔ رول میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔

ملک شاہ محمد محسن: جناب والا! میں آپ کی توجہ رول 116 کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس رول میں تین قسم کے کٹ موشنز دیے گئے ہیں۔

(a) Disapproval of Policy Cut;

(b) Economy Cut ; and

(c) Token cut

جناب والا! Disapproval of Policy indicate کرتی ہے کہ ٹوٹل ڈیمانڈ کو ہم نامنظور کر دیں۔ اس لیے جب ٹوٹل ڈیمانڈ کو نامنظور کیا جا رہا ہے تو جو کٹ موشن ہم نے دی ہے Disapproval of Policy cut کے بارے میں کہتے ہیں تو وہاں ٹوٹل ڈیمانڈ بھی mention ہو گا۔ اس لیے اگر ہم ٹوٹل ڈیمانڈ کو mention نہیں کر رہے تو اس صورت میں ہمیں particulars دینا چاہیے کہ وہ کون سا آئٹم ہے جس کو ہم ڈسکس کر رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ امتیاز کرنا پڑے گا کہ

Disapproval of Policy Cut, Economy Cut and Token Cut.

میں فرق کیا ہے۔ اس لیے میری عرض یہ ہے Disapproval of Policy Cut میں ٹوٹل ڈیمانڈ کو نامنظور کیا جا رہا ہے۔

If that is mentioned that it be reduced Rs. 1/-.

ایک روپیہ کم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مکمل طور پر اس ڈیمانڈ کو نامنظور کر رہے ہیں۔ جب ہم ڈیمانڈ کو نامنظور کرتے ہیں تو اس کے بعد کسی خاص particular آئٹم کو mention کرنے کا یہ مطلب ہو گا کہ ہم باقی حصے کو منظور کر رہے ہیں۔ جب سارے آئٹم کو نا منظور کر رہے ہیں تو پھر کسی خاص آئٹم کو mention کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے میری عرض ہے کہ جب ہم نے ڈیمانڈ mention کیا ہوا ہے تو اس صورت میں سب رول (اے) کے تحت.....

We are going to disapprove the total demand.

وہ ہم نے وہاں mention کیا ہوا ہے ہم اس میں کسی کو علیحدہ نہیں کرنا چاہتے۔ ہم کلی طور پر اس کو نامنظور کرتے ہیں۔ اس لیے جب ہم ٹوٹل ڈیمانڈ کو mention کرتے ہیں اور ہم کسی اور آئٹم کو mention کرنا نہیں چاہتے تو اس mention کرنے کا یہ مطلب ہو گا کہ ہم کسی کو منظور کر رہے ہیں کسی کو نامنظور کر رہے ہیں۔ ہم نے جو mention کیا ہے وہ صحیح mention کیا ہے اس کے علاوہ ہمیں کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ملک صاحب! میں میاں منظور احمد موحل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں تفصیلی فیصلہ دوں گا اس لیے میں اسے پینڈنگ کرتا ہوں سردست ہم ان ڈیمانڈز کو take up کرتے ہیں۔

وزیر مال: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ جناب والا! آپ ابھی رولنگ دے دیں۔ یہ لیگل مسئلہ ہے۔ اگر آپ اس کو پینڈنگ کریں گے تو جو بھی کارروائی ہو گی وہ غیر قانونی ہو جائے گی۔ اگر اس کا تسلسل پڑھیں تو یہ صاف بات ہے کہ رولنگ آپ آج ہی دیں اس کے بعد ڈیمانڈ شروع کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو جو کارروائی ہو گی وہ غیر قانونی ہو گی۔

جناب سپیکر: میں ان ڈیمانڈ کو take up کرنے کی اجازت دے رہا ہوں اور اپنے فیصلے کو پینڈنگ کر رہا ہوں۔ جو بھی اس کے consequences ہوں وہ اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ چونکہ اس کو ہم take up کر رہے ہیں لہٰذا اس کے غیر قانونی ہونے کا کوئی سوال نہیں ہے۔

میاں منظور احمد موحل: جناب والا! میرا دوسرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے۔ (قطع کلامیاں) وہ پہلا پوائنٹ آف آرڈر ہو گیا ہے۔ یہ علیحدہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ وہ اس سے متعلق نہیں

ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ڈیمانڈ نمبر2- 4- 5- 6- 7- 15- 16- 17 پر انہوں نے کٹ موشن دی ہیں۔ اب ان پر کتنے کتنے آدمیوں کے دستخط ہیں یعنی دستخط صرف ایک آدمی کے ہیں۔ نوٹس پر صرف ایک آدمی نے دستخط کیے ہیں اور 17-17 آدمیوں کے نام انہوں نے لکھ دیے ہیں۔ اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو آدمی نوٹس دیتا ہے اس پر جو دستخط کرتا ہے وہ تو valid ہے جن ممبران نے نام بغیر دستخطوں کے لکھے ہیں وہ نہیں بول سکتے کیونکہ بغیر دستخطوں کے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ جناب جو انہوں نے کٹ موشنز پیش کی ہیں وہ اٹھا کر دیکھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! میری بات مکمل ہونے دیں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں۔ نمبر2 پر اظہر حسن ڈار کے دستخط ہیں۔ نمبر4 پر بھی اظہر حسن ڈار کے دستخط ہیں۔ آگے میاں سرور کھوکھر کے دستخط ہیں۔ پھر سرور کھوکھر کے ہیں پھر غضنفر گل صاحب کے دستخط ہیں۔ یہ لوگ بول سکتے ہیں باقی جو لوگ ہیں انہوں نے کسی نوٹ پر دستخط نہیں کیے ہیں۔ صرف ان کے ساتھی نے 26، 26 نام لکھ دیے ہیں۔ جناب والا! آپ اس بات کو دیکھ لیں۔ جناب والا میرا valid پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ کوئی نوٹس نوٹس نہیں سمجھا جائے گا جب تک اس کے اوپر دستخط نہ ہوں۔ آپ جناب والا! اس چیز کو دیکھیں کہ کس نے اس پر دستخط کے ہیں اس کو بولنے کا حق دیں۔ جس نے دستخط ہی نہیں کیے وہ کیسے بول سکتا ہے۔ جناب والا! یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! رولز میں کہیں بھی نہیں لکھا۔

That the notice should be signed by the members. Unless he denies, that is a valid notice.

جب تک کوئی ممبر اس سے انکار نہ کرے۔ یہ کہیں بھی نہیں لکھا

That the notice should be signed by the members.

ایک نوٹس دیتا ہے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ خارج ہو جائے گا اگر کوئی انکار نہیں کرتا ہے تو وہ نوٹس valid ہے۔ Legally that is a valid notice.

میاں منظور احمد موھل: جناب والا! آپ دیکھیے نظر آئے گا کہ دستخط کسی کے نہیں ہوئے ہیں۔

CHAUDHRY MOHAMMAD WASI ZAFAR : There is no condition of signatures. Unless he denies, that is a valid notice.

جناب سپیکر: جناب چیمہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! موھل صاحب نے ایک نکتہ اٹھایا۔ بلکہ اس میں دو نکات تھے۔ آیا کٹ موشنز قانونی ہیں' قواعد کے مطابق ہیں یا نہیں۔ انھوں نے ایک رولنگ کا بھی سہارا لیا۔ اور اس کے ساتھ دوسری بات دستخطوں والی تھی۔ جناب والا نے ارشاد فرمایا کہ اس کا فیصلہ آپ ملتوی فرما رہے ہیں۔ جناب والا! میں قاعدہ (1) 117 آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے' یا تو باقی ڈیمانڈز ہیں' اس پر بات ہو۔ یا آپ کا جو فیصلہ ہو' اس کی میں تردید نہیں کر رہا ہوں۔ لیکن جب (1) 117 کا ہم سہارا لیں گے' تو اس میں یہ ہے:

"The Speaker shall decide whether a cut motion is or is not admissible under these rules and may disallow any cut motion when, in his opinion, it is an abuse of the right of moving cut motions or is calculated to obstruct or prejudicially effect the procedure of the House or is in contravention of these rules.

جناب اب میرا سوال یہ ہے کہ بحث ہونے کے بعد آپ رولنگ یہ دیتے ہیں کہ کٹ موشنز قانون کے مطابق نہیں ہیں تو وہ 117 کی خلاف ورزی ہو گی۔ اصولی طور پر یا تو اس پر تقاریر کو ملتوی فرمائیں اور باقی ڈیمانڈز کو لے لیں' یا اس پر کوئی فیصلہ فرمائیں۔ ورنہ 117 واضح ہے۔ اگر وہ آپ کی رولنگ کی

تابع ہو گی' وہ abuse of process ہو گا۔ اصولی طور پر وہ ایوان کا وقت ضائع ہو گا۔
جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے' کٹ موشنز دائر کرنے والوں پر دستخط کرنے قانونی اور اصولی طور پر لازم ہوا کرتے ہیں۔ دوسرا آدمی اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ صرف دستخط کرنے والا آدمی ہی اس میں بولنے کا مجاز ہے اور موحل صاحب نے یہ بات بھی واضح کی ہے اور اس کا بھی جناب والا کو نوٹس لینا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ قائد حزب اختلاف اور لاء منسٹر کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا اور اس معاہدے کے تحت چند کٹ موشنز پر بحث کرنی تھی اور باقیوں پر نہیں کرنی تھیں۔ جناب والا! کیا وزیر قانون صاحب کو اس قانون کا پتا نہ تھا کہ ان پر دستخط ہونے تھے یا یہ کٹ موشنز غیر قانونی طور پر آئیں ہیں تو اس پر بحث ہو سکتی ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی کے جتنے بھی ممبران ہیں وہ جان بوجھ کر وزیر قانون کو تضحیک کر رہے ہیں جو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور جنہوں نے حزب اختلاف کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ تمام نکات over rule کر کے بحث کی اجازت دیجئے تاکہ کارروائی مکمل ہو سکے۔ شکریہ۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! جب کوئی ممبر آپ کو اسمبلی کو نوٹس بھیجتا ہے اور اس پر وصی ظفر وغیرہ وغیرہ لکھتا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں کے دستخط نہیں ہیں تو کیا وہ قابل قبول ہے؟

میاں منظور احمد موحل: جناب والا! قائد حزب اختلاف اور وزیر قانون نے جو معاہدہ کیا ہے' میں قطعاً" اس کے خلاف نہیں ہوں۔ میں نے تو ایوان میں ایک قانونی نکتہ اٹھایا ہے کہ یہ پالیسی کٹ پروسیجر کے مطابق نہیں ہے۔ پھر موشن دینے والے ایک آدمی نے اپنے دستخط کر کے اپنے قلم سے چھبیس آدمیوں کے نام لکھ دیے ہیں اور ان چھبیس کے دستخط نہیں ہیں' کیا یہ جائز ہے؟ میں نے تو ایک قانون کی بات کی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ایک پوائنٹ آف آرڈر پہلے پیش ہو چکا ہے اور ابھی اُسی پر بات ہو رہی ہے۔ آپ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں کر سکتے۔

سید ذاکر حسین شاہ: میں اس سلسلے میں بات کرنی چاہتا ہوں۔
جناب سپیکر: اگر آپ اسی سلسلے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو فرمایئے۔
سید ذاکر حسین شاہ: حضور! آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان کٹ موشز کو لیتا ہوں اور فیصلہ بعد میں ہو گا.....
جناب سپیکر: وہ بات تو ہو چکی ہے۔
سید ذاکر حسین شاہ: تو پھر اس کے بعد ان ساری باتوں کی کیا ضرورت پڑ گئی؟
جناب سپیکر: یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ آپ نے بات کو سنا نہیں۔ جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے کہ پہلے precise term میں indicate ہونا چاہیے کہ کیا یہ اس کو ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس پر میں فیصلہ دے چکا ہوں کہ اس کو ہم ملتوی کرتے ہیں اور اس پر فیصلہ بعد میں دیا جائے گا۔ اب میاں منظور احمد موحل صاحب کا جو دوسرا پوائنٹ آف آرڈر ہے' وہ دستخطوں کے بارے میں ہے۔ جہاں تک اس سارے مسئلے کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کی ایجوکیشن کے لیے یہ اچھی بات ہے کہ اس پر جو بات کی گئی ہے اور میاں منظور احمد موحل صاحب نے یہ جو نکات اٹھائے ہیں - یہ بلاشبہ ہم سب کی ایجوکیشن کے لیے بڑے مفید ہیں اور یہ ساری چیزیں ہمیں معلوم ہونی چاہئیں۔ یہ قواعد کی بات ہے۔ انھوں نے قواعد کا حوالہ دیا ہے۔ تو دوسرا مسئلہ دستخطوں کے بارے میں ہے۔ جہاں تک وزیر قانون صاحب اور جناب حزب اختلاف کے معاہدے کا تعلق ہے' ہم سب کو Honour کرتے ہیں۔ اسی کے مطابق معاملات چلنے چاہئیں آج کٹ موشز اور ڈیمانڈز اور ان پر ووٹنگ اسی طریقے سے چلنی چاہیے جیسے جناب وزیر قانون اور جناب قائد حزب اختلاف کے درمیان معاہدہ طے پایا ہے۔ لیکن اس پر جو ٹیکنیکل نکات ہیں' ہمیں ان کو ٹیکنیکلی ہی dispose of کرنا ہو گا۔ اور قواعد کے مطابق ہی ہمیں اس کو دیکھنا ہو گا۔ وصی ظفر صاحب' اس میں 162 ہے' اس کو ذرا دیکھیں۔ جنرل رول آف پروسیجر' نوٹس کے بارے میں ہے:

162. Save as otherwise provided in these rules every notice required by the rules shall be given in writing duly signed by the member concerned, shall be addressed to the

Secretary and shall be delivered at the Notice Office of the Assembly Secretariat. If it is delivered during the office hours, it shall be treated as delivered on the day. If it is delivered at any later time or any holiday, it shall be treated as delivered on the day on which the Secretariat next opens.

تو یہ نوٹس متعلقہ ممبر کے دستخطوں سے ہونے چاہییں۔ یہ قواعد میں دیا گیا ہے۔ تو یہ فیصلہ ہے میاں منظور احمد موحل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر کہ یہ نوٹس duly signed ہونے چاہئیں اور یہ قواعد میں دیا گیا ہے اور ان کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جناب وزیر قانون اور جناب قائد حزب اختلاف کے درمیان ایک فیصلہ طے پا چکا ہے' ہمیں اس کے مطابق چلنا ہے اور ہمیں اس کو honour کرنا ہے اس لیے میں قواعد کی مقتضیات کو معطل کرتے ہوئے اس کی اجازت دیتا ہوں (نعرہ ہائے تحسین)۔

وزیر مال: جناب والا! جیسے آپ نے یہ فیصلہ بڑا صحیح کیا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ پہلے پوائنٹ آف آرڈر کا فیصلہ بھی اسی طرح فرما دیں۔ کیونکہ کل کو اس میں پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور غیر قانونیت ہو جائے گی۔ یہ میری عاجزانہ درخواست ہے کہ اس کا بھی اس طرح فیصلہ کر دیں کہ فیصلہ یہ ہے اور اس کے بعد معاہدے کے تحت میں نے اس کی اجازت دی ہے۔

جناب سپیکر: جب میں ایک فیصلے پر پہنچا ہی نہیں تو میں اس پر فیصلہ کیسے دے دوں؟

وزیر مال: کل آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ کٹ موشنز نہیں آ سکتیں تو اس کو کیسے cover کیا جائے گا؟

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ cover ہو جائے گا' آپ فکر نہ کیجئے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میرا خیال ہے کہ موحل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ آنے والی اسمبلیوں کے لیے بھی پیچیدگیاں پیدا کرے گی کہ پہلے ایک چیز آ چکی ہے اور بعد میں رولنگ یہ ہے۔

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں' کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہو گی۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! قواعد کو معطل کرنے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ

کسی ممبر نے دستخطوں کا انکار نہیں کیا۔ موحل صاحب کے بیان کو اس طرح یقین کر لینا۔

جناب سپیکر: اس پر فیصلہ ہو چکا ہے' آپ تشریف رکھیے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: آج صرف دستخطوں والے بحث کر لیں گے۔ لیکن آئندہ کے لیے یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ کوئی بزنس قواعد کو معطل کر کے نہیں کیا جائے گا؟ ہمیں منظور ہے۔

جناب سپیکر: جناب فنانس منسٹر۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک ضمنی رقم جو 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ ایک ضمنی رقم جو 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

چودھری عمر دراز خان:

میاں محمود الحسن ڈار: ہم مخالفت کرتے ہیں۔

چودھری عمر دراز خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر9) آبپاشی و بحالی اراضی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو بیس روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر9) آبپاشی و بحالی اراضی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

وزیر خزانہ: اپوز۔

جناب سپیکر: جی چودھری عمر دراز خان۔

چودھری عمر دراز خان: جناب سپیکر! 89-1988 میں آبپاشی اور بحالی اراضی کے لیے اس ایوان میں 28 کروڑ انہتر لاکھ روپے کی منظوری دی تھی۔ لیکن اس رقم کو خاطر خواہ استعمال نہیں کیا گیا۔ جناب صورت حال یہ ہے کہ جن جن زمین داروں کی زمینیں نہروں کی آخر پر واقع ہیں۔ ان تک پانی نہیں پہنچ رہا وہ زمین دار پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ اور ان کی زمینیں پانی کی کمی کی وجہ سے بنجر ہو رہی ہیں۔ نہروں کی دیکھ بھال اور ان کی مرمت نہ ہونے کے برابر ہے۔ سالانہ بندی کے وقت نہروں کی مرمت، دیکھ بھال اور ان کی اصلاح اور ریت نکالنے کا کوئی منصوبہ نہیں۔ نہروں کی پٹریاں خستہ حالت میں ہیں۔ ان کی مرمت نہیں ہو رہی۔ جس کی وجہ سے بار بار نہروں میں ناکے پڑتے ہیں۔ زمین داروں کو پانی کے نقصان کے علاوہ الٹا تاوان ادا کرنا پڑتا ہے۔ جہاں تک پانی کی سیپیج کا تعلق نہروں میں جتنا پانی چھوڑا جاتا ہے اس کا تقریباً" ایک تہائی حصہ سیپیج کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ محکمہ کی نااہلی ہے۔ صرف دو تہائی حصہ زمین داروں تک پہنچ پاتا ہے۔ اس سلسلے میں جتنی رقومات پچھلے بجٹ میں مہیا کی گئی تھیں اس میں سے زیادہ تر حصہ خوردبرد کر لیا گیا ہے۔ کلفذات پر بیلداروں پر فوج ظفر موج موجود ہے۔ فرضی نام درج کر کے تنخواہیں وصول کی جاتی ہیں۔ چند بیلدار جو موجود ہوتے ہیں وہ نہروں کا کام کرنے کی بجائے افسران کے گھروں میں کام کرتے ہیں۔ جہاں تک اصلاح اراضی کا تعلق اس سلسلے میں گذارش یہ ہے ہر سال ہزاروں ایکڑ قابل کاشت اراضی بنجر اور تھور کی نذر ہو رہی ہے۔ آج سے 7 سال پہلے زمینوں کو سیم اور تھور سے بچانے کے لیے جو منصوبہ بنایا گیا تھا۔ جس میں سیم نالیوں کی پوری طرح وضاحت کی گئی تھی۔ اور ان کے روٹ بنائے گئے تھے۔ ان پر بھی آج تک عمل نہیں ہوا۔ سیم اور تھور سے رقبے کو بچانے کے لیے جو ٹیوب ویل لگائے گئے تھے۔ وہ بھی خستہ حالت میں ہیں۔ نئے ٹیوب ویل لگانا تو درکنار پرانے ٹیوب ویل بند پڑے ہیں۔ جناب والا! اگر آپ اس ڈیمانڈ کے صفحہ 9 کو دیکھیں گے۔ 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو بیس روپے کل ڈیمانڈ میں سے دس لاکھ روپے آئٹم نمبر3 پر دیگر الاؤنسز کے لیے رکھے گئے ہیں۔ آئٹم نمبر5 پر 2 لاکھ روپے مرمت repairs and maintenance of durable goods کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح آئٹم 6 پر 3 لاکھ 36 ہزار 420 روپے commodities and services کے لیے رکھے

گئے ہیں۔ یہ سب رقومات کوئی ان foreseen نہیں ہیں۔ پچھلے بجٹ میں یہ رقم مہیا کی گئی تھی۔ جناب والا! عوام نے ہمیں اس ایوان میں اپنا نمائندہ منتخب کر کے بھیجا ہے۔ ہم قومی خزانے کے امین ہیں۔ اور ہمارا یہ فرض بنتا ہے۔ کہ ہم اس خزانے کے ضیاع کو روکیں۔ میں اس ایوان کو درخواست کروں گا کہ اس مطالبہ زر کی منظوری نہ دے اور اس رقم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ شکریہ۔

ملک محمد طیب خان اعوان: جناب والا! گزارش یہ کہ میرے محسن فرما رہے ہیں کہ زمینیں بنجر ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

ملک محمد طیب خان اعوان: جناب میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب کیسے سن لیں بات کسی ضابطہ سے سنی ہے۔ ملک صاحب اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جن کی cut montion ہیں ان کو پہلے بولنے کی اجازت دیں گے۔ اس کے بعد متعلقہ وزیر اس پر بات کریں گے۔ اس کے بعد اس پر ووٹنگ ہو گی۔ ایسے تو ہر کوئی بات کرے گا تو وقت کا ضیاع ہو گا۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! ایریگیشن کے لیے 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے رکھے ہیں۔ اور پچھلی دفعہ بھی انہوں نے کافی روپیہ اس مد میں رکھا تھا۔ لیکن ہمارے گجرانوالہ میں Irrigation Research Centre ہے۔ وہاں پر 82 مزدور ہیں جو کہ سکیل نمبر1 سے لے کر سکیل نمبر10 تک کام کرتے ہیں اور 1974 سے لے کر وہ عارضی طور پر ملازم ہیں یہ ان کو مستقل نہیں کر سکے۔ افسران بالا اور اپنے طور پر ہی جو 14' 15 سال ملازم رہے ہیں۔ اور جو سکیل نمبر1 سے مزدور ہیں کچھ لیبارٹری والے ہیں کچھ مستری ہیں۔ کچھ ورکس سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ وہاں پر کام کرتے ان کی عمریں گزر گئی ہیں ان کو نہ تو سالانہ چھٹیاں دیتے ہیں نہ ان کو ترقیاں دیتے ہیں۔ بلکہ اپنی مرضی سے اس روپے کو صرف کر کے باہر سے مستقل بھرتی کرتے ہیں۔ یہ کتنا ظلم ہے کہ یہ روپیہ ان افسروں سے ان کی مد میں جا رہا ہے وہ جو مرضی کریں ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اور دوسری طرف جو چھوٹے چھوٹے راجباہ ہیں جیسا کہ تلونڈی راہ والی ہے۔ ترپڑی راجباہ ہے۔ کنکھڑ منڈی راجباہ ہے۔ ابدال راجباہ ہے۔ نور پور راجباہ ہے۔ رڈیالہ راجباہ ہے۔ یہ اتنے

راجباہ ہیں کہ انسان وہاں پر پیدل نہیں چل سکتا۔ پٹڑیاں اور پانی ضائع ہو رہا ہے اور افسران بالا وہ کام اس لیے نہیں کرتے کہ جو پانی چوری کرنے والے ہیں ان کے ساتھ ان کے رابطے ہیں اور قوم کا سرمایہ اس طرح ضائع کرتے ہیں۔ ان کو سیراب کرنے کے لیے دن رات اس طرح چوریاں ہوتی ہیں۔ وہاں پر نہ کوئی انتظام ہے اور نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ کوئی پوچھنے والا ہے۔ میری جناب سپیکر سے یہ گذارش ہے کہ اتنی بڑی رقم جو 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے کم کر کے ایک روپیہ منظور کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: اب میرے پاس اس کٹ موشن پر بولنے کے لیے جن کے نام ہیں ان میں عباس علی انصاری ہیں۔ ملک خلیل اللہ صاحب ہیں۔ میاں محمد سرور کھوکھر صاحب۔ سردار سکندر حیات صاحب۔ جناب محمد خان جسپال صاحب۔ چودھری محمد وصی ظفر صاحب آپ اس کٹ موشن پر بات کرنا چاہیں گے؟ نہیں کرنا چاہیں گے۔ چودھری شاہد محمود نواز صاحب۔ سید جاوید علی شاہ صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! آپ اسے پیش کریں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر9) آبپاشی و بحالی اراضی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں گے۔

آوازیں: ہاں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اگر دو گواہوں کے سامنے ہاں کہہ دیا جائے تو معاہدہ تکمیل پا جاتا ہے۔ یہ ایک سو سے زیادہ گواہوں کے سامنے ہاں کہہ دیا ہے اور معاہدہ تکمیل پا گیا ہے۔

جناب سپیکر: اب میں دوبارہ دریافت کروں گا۔ کٹ موشن یہ ہے اور اس پر سوال یہ ہے:

"کہ 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر9) آبپاشی و بحالی اراضی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک ضمنی رقم جو 19 لاکھ 9 ہزار ایک سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کے کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اخراجات ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب سپیکر: اب ہم ڈیمانڈ نمبر6 کو take up کریں گے۔ جناب فنانس منسٹر ڈیمانڈ نمبر6 پیش کریں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک ضمنی رقم جو 9 کروڑ 74 لاکھ 61 ہزار 5 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 9 کروڑ 74 لاکھ 61 ہزار 5 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ میں یہ مطالبہ پیش کرتا ہوں۔

"کہ 9 کروڑ 74 لاکھ 61 ہزار 5 سو 80 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر13) پولیس کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

کیونکہ اس سلسلے میں تمام پالیسی پر حکمت عملی پر بحث کا میں مطالبہ کرتا ہوں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ 9 کروڑ 74 لاکھ 61 ہزار 5 سو 80 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر13) پولیس کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

ان پر کون کون صاحبان بات کرنا چاہیں گے۔ یہ کیانی صاحب کی طرف سے ہے۔ ڈیمانڈ نمبر6 کے لیے میرے پاس جو متفقہ آپ کا فارمولا ہے اس میں غلام سرور خان صاحب کا نام ہے اور سید جاوید علی شاہ صاحب کا نام ہے۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! آغا ریاض الاسلام صاحب ہیں میرا نام ہے۔ ذاکر حسین شاہ صاحب ہیں۔ میاں محمد سرور کھوکھر صاحب ہیں۔ غلام سرور خان صاحب ہیں۔

جناب سپیکر: مجھے یہ بتائیں کہ جنہوں نے یہ تحریک پیش کی ہے ان میں سے کون کون سے صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں؟ مجھے نام بتا دیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! میں بولوں گا۔ آغا ریاض الاسلام صاحب بولیں گے' سید ذاکر حسین شاہ صاحب اور راؤ طارق محمود صاحب بولیں گے۔

جناب سپیکر: راؤ طارق محمود صاحب کی طرف سے یہ کٹ موشن ہے؟

جناب نذر حسین کیانی: جی ہاں۔

جناب سپیکر: تو یہ چار صاحبان اس پر بات کریں گے۔ کیانی صاحب! بسم اللہ کیجئے۔

جناب نذر حسین کیانی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! ضمنی میزانیہ میں ایک بار پھر ایک انتہائی خطیر رقم صوبے کی پولیس کے لیے مختص کرنے کے لیے اور اس کی منظوری دینے کے لیے اس ایوان سے استدعا کی گئی ہے۔ جناب والا! تمام ادارے یوں تو حکومت کے قابل احترام ہوتے ہیں لیکن ان کی کارگردگی کی بنا پر ان کی خوش اسلوبی سے اپنے فرائض کی سرانجام دہی کی بنا پر ان کی کوششوں کو اور ان کے کام کو۔ ان کے طریقہ کار کو اور ان کے لیے سہولیات کو نہ صرف بڑھایا جاتا ہے بلکہ اس سلسلے میں مثبت اقدامات کیے جاتے ہیں۔ لیکن جس ادارے کے لیے اتنی خطیر رقم کا جناب وزیر خزانہ نے اس ایوان میں مطالبہ فرمایا ہے۔ آپ ذرا اس کی کارکردگی کو ملاحظہ فرما لیجئے۔ میں قطعی طور پر ذاتیات پر نہیں جانا چاہتا اور میں قطعی طور پر کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتا جس سے کسی ممبر کی دل آزاری ہو۔ لیکن یہ مطالبہ یہ رقم پولیس کے لیے مانگی گئی

ہے اور پولیس کا فرض کیا ہوتا ہے۔ پولیس کا کام کیا ہوتا ہے۔ پولیس کے فرائض کیا ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ بھی اور میں بھی دونوں بخوبی آگاہ ہیں لیکن آئینی طور پر' قانونی طور پر کس قدر فرائض کی انجام دہی کی گئی ہے اس سلسلے میں اگر آپ تھوڑا سا ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ لاقانونیت کی انتہا ہے۔ دن دیہاڑے بنکوں میں ڈاکے پڑ رہے ہیں۔ قتل عام ہو رہا ہے۔ عورتوں کی بے عزتی کی جا رہی ہے۔ کسی شریف آدمی کا جینا یہاں پر محال ہے اور وہاں پر جب کبھی بھی اس قسم کی شکایت لے جائی جائے تو کوئی شخص آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔ اور میں آپ کی وساطت سے حزب اقتدار کے ان بھائیوں کو جنہیں ہماری بات سن کر انتہائی بے چینی ہوتی ہے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر حقائق کی تلخ گولیاں آپ کو نگلنے کی عادت نہیں ہے تو آپ فکر نہ کریں۔ حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ جب کبھی بھی حالات بدلے آپ کو خود بخود ان باتوں کا احساس ہو گا جو باتیں ہم نے کہی تھیں وہ کس قدر سچی تھیں۔ اور اگر آپ یہ بات کہلوانا ہی چاہتے ہیں تو ابھی چند دن پہلے' ایک ماہ پہلے آپ ہی کی آئی جے آئی کے ایک معزز رکن اور میرے معزز بھائی جناب خالد جاوید ورک کو پولیس گھر سے اٹھا کر تھانے لے آئی۔ تھانے میں لاکر جو سلوک کیا گیا اس کے ساتھ وہ اخبار میں آ چکا ہے۔ کیوں اس قسم کی بات آپ کہلوانا چاہتے ہیں۔ آپ پالیسی پر بات کرنے دیجئے تاکہ آپ کو یہ احساس ہو اور آپ کو پتا چلے کہ جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ آپ کی موجودگی میں ہے۔

چودھری خالد جاوید ورک: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے فاضل ممبر کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اسے میں خود پیش کر سکتا ہوں۔ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب سپیکر!

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

وہ کہانیاں جو اخبارات میں چھپ چکیں اور وہ انٹرویو میرے بھائی نے اخبار میں دیے تھے اگر انہوں نے اس تمام ظلم و ستم کو ہنس کر سہ لیا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس لیے کہ اگر

انہیں اتنا ہی پیار ہے تو پھر میں آپ کو یہی عرض کروں گا کہ اگلی دفعہ جب اسمبلی کا اجلاس ختم ہو جائے تو پھر آپ کو اطلاع دیے بغیر پھر اٹھا کر لے جائیں اور پھر اس کے بعد واپس آ جائیں اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کی کارکردگی کو سدھارنے کی ضرورت ہے۔ جناب والا! اس ملک میں اس صوبہ میں یہ پولیس یہ آپ کا محکمہ کسی ایک فرد واحد کا محکمہ نہیں ہے یہ پنجاب کا محکمہ ہے یہ صوبے کا محکمہ ہے صوبے کی پولیس کسی فرد واحد کی غلام نہیں ہے صوبے کا آئی۔ جی کسی ایک شخص کا منظور نظر نہیں ہے صوبے کے ڈی۔ آئی۔ جی یا صوبے کا ڈی۔ ایس۔ پی کسی ایک شخص کی پسندیدہ شخصیات نہیں ہیں۔ اس ملک کے اس صوبے کے جہاں پر ہم رہتے ہیں یہاں کے سول ملازمین آپ کے لیے اور ہمارے لیے قابل صد احترام ہیں اور ان کی عزت کرنا ان کے حقوق کا تحفظ کرنا آپ کا اور ہمارا یہ فرض بنتا ہے لیکن فرائض کی بجاآوری کے سلسلے میں اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ جناب عمر فاروقؓ کے زمانے میں کسی شخص نے ان کے دربار میں جا کر یہ کہا اور اس نے کوشش کی تھی کہ ایک عامل کو جو پولیس کا شرطا تھا وہاں پر موجود تھا اس کو کسی طریقے سے یہ کہا جائے کہ یہ جو چوری کا مقدمہ پیش ہوا ہے اس کو اس کا کوئی علم نہیں ہے لیکن میرے اس ساتھی نے جو ایک صحابی تھا جو صحابہ اکرام کا ساتھی تھا اس نے یہ کہا کہ اگر سارے جہان کی دولت میرے ہاتھ پر رکھ دو' اگر دنیا جہان کی بادشاہی مجھے بخش دو مگر میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں نے اللہ کو جواب دینا ہے۔ جناب والا! یہاں پر جھوٹی گواہیوں کی ایک قطار لگی ہوتی ہے جس غریب کو پتا نہیں ہوتا اس کو پکڑوانے کے لیے جھوٹے گواہ پیدا کر لیے جاتے ہیں اور جناب والا! آج کی پولیس کا صرف ایک کام رہ گیا ہے اور وہ کام کیا ہے جب آدھی رات ہو آپ کو کسی سیاسی کارکن کی صورت پسند نہ ہو تو اس طرح سے مارچ کرتی ہوئی آپ کی پولیس اس کے گھر کی طرف جاتی ہے جیسے کسی دشمن کے علاقے کو فتح کرنے کے لیے جا رہی ہو اور آدھی رات کے وقت جا کر اس کے دروازے اس طرح کھٹکھٹائے جاتے ہیں جیسے چوروں کے کھٹکھٹائے جاتے ہیں اور اگر بدقسمتی سے وہ سیاسی کارکن آپ کو اپنے گھر میں نہ ملے تو اس کی ماں' بیٹی اور بہن کے سر سے چادریں کھینچ لی جاتی ہیں یہاں تک آپ اپنے اس نظام کو اسلام کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں جہاں تک آپ کی یہ خواہش ہے..... (قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے فاضل ممبر کی خدمت میں عرض

کروں گا کہ کیا وہ پنجاب کے واقعات بیان کر رہے ہیں یا سندھ پولیس کے۔

جناب سپیکر: اس پر میں ایک چیز واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حزب اقتدار کے جو صاحبان کٹ موشن پر بات کرنا چاہیں وہ وقت کا خیال کر لیں۔ وزیر قانون کے علاوہ حزب اقتدار کے معزز رکن بھی کٹ موشن پر بات کر سکتے ہیں یہ ان کا استحقاق ہے لیکن ایسے نہیں کہ درمیان میں بات کریں۔ ان کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ جب وہ اپنی بات مکمل کر لیں گے تو پھر اگر آپ چاہیں تو آپ بات کر سکتے ہیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Point of Order. Under what rules the member can speak on any motion without giving any notice?

جناب سپیکر: یہ رولز تو میں آپ کو بتا دوں گا لیکن اس پر میں اپنا فیصلہ دے چکا ہوں لہذا آپ اس کو چیلنج نہ فرمائیں۔ آپ رولز پوچھنا چاہتے ہیں وہ میں آپ کو بتا دوں گا۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Under rules and regulations.....

جناب سپیکر: جی یقیناً" یہ بات رولز کے مطابق ہے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : It is only the minister to reply.

MR SPEAKER : I will satisfy you when you will see me in my chamber.

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! آپ کے فیصلے آپ کی طرح خوبصورت ہیں اور ہمیں قبول ہیں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ نے ابھی ابھی فرمایا ہے کہ جب بھی میں فیصلہ دے چکوں اور فیصلہ میں نے دے دیا ہے تو جناب والا! میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ آپ فیصلہ بڑے سوچ سمجھ کر دیا کریں جو بھی آپ کا فیصلہ رولز آف پروسیجر کے مطابق ہو گا ہم اس کی تعمیل کرنے کے پابند ہیں۔ discretionary powers تو چیئر کے پاس ہیں وہ ٹھیک ہے آپ ان کا استعمال کر سکتے ہیں مگر وہ discretionary powers بھی اس لیے بنائی گئی تھیں

کہ جب کسی آدمی کی آپ مدد کرنا چاہیں تو راستے میں وہ چیز حائل نہ ہو تو جناب والا! discretionary powers کی بنیاد تو یہ ہے۔ مگر جناب جب کوئی معزز رکن اس طرف سے بات کرتے ہیں تو آپ فرما دیتے ہیں کہ میں فیصلہ دے چکا ہوں جناب غضنفر علی گل صاحب نے ابھی آپ کے سامنے کہا ہے .It is the general practice and tradition کہ اس سائڈ سے جو بھی متعلقہ وزیر ہوں وہ کٹ موشن پر جواب دیتے ہیں آپ خود suggest کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ جناب میں partial نہیں ہوں اور impartial ہوں تو آپ سے میری یہ استدعا ہے کہ آپ پورے ایوان کے سپیکر ہیں آپ کسی کو suggest نہ کیا کریں۔ ان میں خود ہی اتنی ذہانت اور سمجھ ہونی چاہیے کہ وہ رولز اور پروسیجر کے مطابق چلیں اور ان کی طرف وزیر قانون بھی موجود ہے وہ بھی ان کو گائیڈ کر سکتے ہیں آپ کی گائیڈنس کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: آپ کے اس پوائنٹ آف آرڈر پر سپیکر کے کنڈکٹ کو criticise کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے اور میں آپ کو یہ کہوں گا کہ آئندہ آپ سپیکر کے conduct کو criticise نہیں کر سکتے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کٹ موشن پر وزیر قانون یا ان کے behalf پر پارلیمانی سیکرٹری اپنی سٹیٹمنٹ دے سکتے ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! میری عرض داشت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظام جس کے تحت یہ پولیس کا محکمہ چل رہا ہے اس کو سدھارنے کی ضرورت ہے۔ جناب والا! اگر کسی غریب آدمی کو ایف۔ آئی۔ آر درج کرانے کی ضرورت پڑے۔ اگر اس پر کوئی آفت آن پڑے اگر اس پر کوئی مصیبت آن پڑے تو بڑے آسانی کے ساتھ اس کے مقابلے میں جو دوسرا آدمی ہوتا ہے اس کی شنوائی ہو جاتی ہے لیکن جو غریب ہوتا ہے اس کی شنوائی نہیں ہوتی اور میں اس کی آپ کو ایک مثال دیتا ہوں حال ہی میں راولپنڈی میں روڈ ٹرانسپورٹ ورکرز یونین کے اور کچھ دوسرے ساتھیوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور لڑائی ہو گئی۔ دونوں طرف سے پرچے درج کرانے کی کوشش کی گئی لیکن جو دھڑا حکومت کا حامی تھا اس کا پرچہ درج کر لیا گیا لیکن جو حکومت کے مخالف دھڑا تھا اس کا پرچہ درج نہ کیا گیا بلکہ حتی الامکان یہ کوشش کی گئی کہ ان کو کسی نہ کسی طریقے سے پکڑ کر ان پر تشدد کیا جائے اور پھر جن لوگوں کے خلاف انہوں نے رپورٹ درج کرائی

تھی ان کو گرفتار نہ کیا جا سکا اور جو پرچہ حکومت کے دھڑے نے درج کرایا تھا وہ بابو ادریس اور ان کے ساتھی تھے ان کو گرفتار کر کے تھانے میں بند کر دیا گیا۔ تو جناب والا! میری گزارش کرنے کا یہ مطلب ہے.....

وزیر ٹرانسپورٹ: پوائنٹ آف آرڈر.....

جناب نذر حسین کیانی: اب جناب والا! یہ کوئی طریقہ ہے آپ وزیر صاحب کو کچھ نہ کچھ آداب سیکھا دیں۔ کوئی پارلیمانی آداب اور اخلاق تو ہوتے جناب والا!

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب آپ تشریف رکھیں۔ ان کو اپنی بات مکمل کرنے دیں شاہ صاحب۔ آپ اپنی بات مکمل کیجئے۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! میں اپنی بات کو supplement کر رہا ہوں اور جھوٹ نہیں کہہ رہا آپ واقعات کی تصدیق کر سکتے ہیں بڑی خوش قسمتی ہے کہ آج ہمیں وزیر اعلیٰ صاحب بھی دیکھنے کو مل گئے ہیں وہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ وہ پوچھ لیں میں غلط کہہ رہا ہوں یا صحیح کہہ رہا ہوں آپ ایک آئی۔ جے۔ آئی کے دیانت دار ممبروں کا ایک independent commission بنا دیں اور اس سے انکوائری کروا لیں یا صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کو بھیج دیجئے ان کے ساتھیوں کو بھیج دیجئے ہمیں ان کا فیصلہ قبول ہو گا۔ آپ کو پتا چل جائے گا کہ کس طریقے سے کام ہوتا ہے اس کا نوٹس آپ کی خدمت میں لانے کا یہ مطلب ہے آپ کی خدمت میں عرض کرنے کا ایک مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پولیس سٹیٹ مت بنایئے جو آپ کے حزب اختلاب کے یہاں پر سیاسی اختلاف رکھنے والے ہیں یا جو غریب لوگ ہیں ان کے ساتھ زیادتی مت کیجئے۔ یاد رکھیے ایک طرف تو آپ یہاں پر اسلام نئے سرے سے نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ 14 سو برس پہلے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام نافذ کیا تھا وہ آپ کو یاد نہیں رہا اور اب آج 11 سال کے بعد کبھی پنجاب میں اسلام نافذ کرنے کی بات کرتے ہیں، کبھی پاکستان کی بات کرتے ہیں اور اسلام آپ کس طرح سے نافذ کرتے ہیں کہ میرا رب کہتا ہے کہ

لعنت اللہ علی الکذبین _____ جھوٹوں پر خدا کی لعنت

مگر جو جھوٹ بولے آپ ان پر لعنت نہیں بھیجتے۔ میرا رب کہتا ہے کہ

اوفو بعھد کم _____ جو عہد کرو وہ پورا کرو

جو وعدہ کر کے توڑتے ہیں آپ اس کی پیروی کرتے ہو اور میرا رب کہتا ہے کہ جو وعدہ کرے اور پورا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے لیکن جو وعدہ توڑے آپ ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ کہاں کا اسلام ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ کہاں کے قوانین ہیں جو یہاں پر آپ نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں.....

چودھری محمد فاروق: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر.....

جناب نذر حسین کیانی: آپ پارلیمانی سیکرٹری تو بن گئے ہیں وزیر بھی جلدی بن جائیں گے۔ اطمینان رکھیے۔ سر! فکر نہ کرو میاں صاحب اگلے سفارش کریں گے کل ہو جائے گی۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کی باتیں سنیں۔ میں آپ کو نہیں کہوں گا کہ ان کے ساتھ 77ء سے 85' 88 تک کیا ہوا اس لیے نہیں کہوں گا کہ آپ کہیں گے کہ مارشل لاء کا زمانہ تھا۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! آپ اپنی کٹ موشن کے بارے میں بات کریں.....

(قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز.....

جناب نذر حسین کیانی: جناب سپیکر! ان کی تھوڑی سی تو اصلاح کرنے کی اجازت دیں.....

جناب سپیکر: آپ اپنی کٹ موشن کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے بات کیجیے.....

جناب نذر حسین کیانی: جناب یہ پولیس کے بارے میں ہے.....

جناب سپیکر: جی پولیس کے بارے میں بات کیجیے.....

جناب نذر حسین کیانی: جناب میں ساری بات پولیس کے بارے میں کر رہا ہوں جناب والا! یہ صوبہ پولیس سٹیٹ بن گیا ہے۔ یہاں پر جب حزب اختلاف کے لوگ باہر نکلتے ہیں تو دو دو گاڑیاں ان کے پیچھے ہوتی ہیں۔ پٹرول بھی ضائع ہوتا ہے اور ان لوگوں کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے لیکن انہیں پھر بھی کچھ نہیں ملتا۔ میری صرف گذارش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ اسلام کی بات کرتے ہیں' جب آپ جناب محمدؐ کی بات کرتے ہیں' جب آپ جناب ابوبکر صدیقؓ کی بات کرتے ہیں' جب آپ جناب عمر فاروقؓ کی بات کرتے ہیں' جب آپ حضرت عثمان غنیؓ کی بات کرتے ہیں' جب آپ حضرت علیؓ کی بات کرتے ہیں اور جب آپ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی

بات کرتے ہیں تو پھر وہی طریقہ کار بھی اپنایئے اس لیے کہ صرف نام لینے سے اور صرف ان پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ دینے سے عمل نہیں ہوتا۔ عمل اس طریقے سے ہوتا ہے کہ اگر آپ کا بیٹا جرم کرے تو اس کو درے پڑیں اگر آپ کا دشمن خطا نہ کرے تو اس کو گلے لگا کر ساتھ بٹھا لیا جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ایک معزز ممبر: جناب سپیکر! یہ بالکل غیر متعلقہ باتیں کر رہے ہیں۔ یہ 72ء سے 73ء تک کی باتیں کر رہے ہیں۔ ان سے کہیں کہ یہ موجودہ دور کی باتیں کریں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! آپ کو وہ حق بھی پہنچتا ہے کہ آپ جہاں سے چاہیں اپنی بات کو شروع کریں میں تو وہاں سے شروع کروں گا کہ جس رات میری ماں کے سر سے چادر ایک پولیس کے انسپکٹر نے آکر اتاری تھی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے کہتا ہوں۔ 2 اکتوبر 1978ء کی رات تھی میں اپنے گھر پر نہیں تھا اور جب میرے گھر کا دروازہ توڑا گیا میری ماں' میری بہن گھر پر اکیلی تھیں.....

چودھری غلام حسین: پوائنٹ آف آرڈر سر! جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کس دور میں ڈاکٹر غلام حسین کو پولیس نے ایک دریا میں ڈبکیاں دی تھیں۔ میں ان سے وہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ کون سا دور تھا اور وہ انہی کا ڈاکٹر غلام حسین تھا۔ وہ میرے علاقے سے تعلق رکھتا تھا..... (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیے۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب چودھری غلام حسین کو بھی وزیر بنایا جائے۔ میں آپ سے گزارش کروں گا.....

بیگم نجمہ حمید: جناب والا! ان کا پنڈی سے تعلق ہے اور میں بھی پنڈی سے تعلق رکھتی ہوں وہاں پر بہت سی ماؤں اور بہنوں کی چادریں ان کے دور میں پولیس نے اتاری تھیں اور ان میں میں بھی شامل تھیں اور وہ سب کی مائیں تھیں' وہ پوری قوم کی مائیں تھیں۔ انہیں سڑکوں پر گھسیٹا گیا تھا۔ ان میں میں بھی شامل تھی۔ یہ دو ماں اور بہن کی باتیں کرتے ہیں۔ میں ہزاروں ماؤں اور بہنوں کی باتیں کرتی ہوں۔ پنڈی سے یہ گواہ ہیں۔ ڈاکٹر افضل اعزاز گواہ ہیں۔ ان سے

پوچھ لیں۔ اگر یہ جلسے کی تقریر چاہتے ہیں تو ہم بھی جلسے کی تقریر یہاں پر کرنا چاہتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز.....

بیگم نجمہ حمید: جناب سپیکر کہتے ہیں کہ ہم سفارش کریں گے۔ انہیں کہیں کہ انہیں سفارش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر وزارتیں ہم نے لینی ہوں گی تو ہم خود لیں گے۔ یہ ہر فاضل ممبر کو یہی بات کہتے ہیں۔ ہمیں ان کی سفارشارت پر اعتراض ہے..... (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER : Order please, Order please, please take your seat, please take your seat, please take your seat.

میں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ آئی جے آئی کے جو معزز رکن کٹ موشن پر بات کرنا چاہیں ان کو میں موقع دوں گا۔ میں نے نہایت ذمہ داری سے یہ بات کی تھی کہ رولز اس کو پرمٹ کرتے ہیں۔ روایات اس کو پرمٹ کرتی ہیں اور آپ کو میں نے اس لیے کہا تھا کہ کہ آپ کٹ موشنز پر بولنے والے ممبرز کی بات کو interrupt کر رہے تھے۔ میں نے آپ کو یہ کہا تھا کہ آپ اس میں از راہ کرم interrupt نہ فرمائیں اور آپ میں سے جو صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں اس کٹ موشن پر میں آپ کو بات کرنے کی اجازت دوں گا۔ از راہ مہربانی انٹرپٹ نہ فرمائیں۔ اس طرح ایوان کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ آپ interrupt نہ فرمائیں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف انفرمیشن سر.....

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں گے؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں آپ سے ایک انفرمیشن لینا چاہتا ہوں.....

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ کو میں نے کہا ہے کہ آپ تشریف رکھیں.....

سید ناظم حسین شاہ: میں آپ سے ایک انفرمیشن لینا چاہتا ہوں.....

جناب سپیکر: میں آپ کو انفرمیشن دوں گا لیکن سردست آپ تشریف رکھیں گے؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ میری بات سننا گوارہ نہیں کرتے۔ جناب میں نے یہی کہا ہے کہ میں آپ سے ایک انفرمیشن لینا چاہتا ہوں تو میں اس طریقے سے اپنے حقوق سلب نہیں ہونے دوں گا۔ میں آپ سے انفرمیشن لینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: سردست آپ تشریف رکھیں.....

سید ناظم حسین شاہ: یہ میرا حق ہے.....

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ یہ آپ کا حق نہیں ہے۔ یہ میرا فیصلہ ہے کہ یہ آپ کا حق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اگر آپ کوئی انفرمیشن لینا چاہتے ہوں یا آپ کوئی نکتہ اٹھانا چاہتے ہوں تو آپ سپیکر کی اجازت کے بغیر نکتہ اٹھا نہیں سکتے نہ آپ انفرمیشن لے سکتے ہیں۔ آپ کو چیئر نے اجازت دینی ہے کہ آپ اس سے انفرمیشن لیں اور کس وقت لیں یہ بھی چیئر نے examine کرنا ہے.....

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کس رولز کے تحت یہ بات کر رہے ہیں.....

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میری بات تو سنیں۔ میں بات کر رہا ہوں اور آپ میری بات نہیں سن رہے۔ شاہ صاحب! آپ اس کو بلاوجہ اپنے لیے پرسنل بنا رہے ہیں۔ میرا کوئی معاملہ آپ سے پرسنل نہیں ہے۔ ہاؤس کے ڈیکورم کو قائم رکھنا میری ذمہ داری ہے اور جو بھی معزز رکن ہاؤس کے ڈیکورم کو قائم رکھنے میں میرے ساتھ تعاون کرے گا تو میں اس کا شکر گزار رہوں گا لیکن جو صاحب اس میں interrupt کریں گے اور غیر ضروری ایوان کا وقت ضائع کریں گے تو میں ان کو روکوں گا اور ان کو باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن جو صاحب غیر ضروری مداخلت کریں گے اور ایوان کا وقت ضائع کریں گے وہ چاہے کوئی بھی ہو میں ان کو روکوں گا اور ان کو باز رکھنے کی کوشش کروں گا اور جہاں تک آپ کا اس بات کا تعلق ہے کہ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کس رولز کے تحت آپ یہ بات کرتے ہیں۔ شاہ صاحب آپ مجھ سے میرے conduct کی وضاحت کرنے کے لیے نہیں کہہ سکتے۔ یہ رولز میں ہے اور روایات میں ہے کہ آپ چیئر کو اس کے conduct کے explain کرنے کے لیے نہیں کہہ سکتے۔ یہ میرا فیصلہ ہے اور اس سے اگر پھر آپ کو اختلاف ہو تو پھر اس کے بعد آپ میرے ساتھ بات کر لیجیے۔ جہاں تک رولز کی بات آپ کرتے ہیں۔ آپ اگرچہ یہ نہیں کر سکتے میں پھر بھی آپ کی تسلی کے لیے

رولز کا حوالہ دے رہا ہوں۔ نواب زادہ صاحب یہ آپ کے لیے بھی ہے اور ان کے لیے بھی ہے..... راجی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ میں نے آپ سے نہیں پوچھا۔

179(1) "After the member who makes a motion has spoken, other members may speak on the motion in order in which the Speaker may call upon them. If any member, who is so called upon does not speak, he shall not be entitled, except with the permission of the Speaker to speak on the motion at any later stage of the debate."

تو اس بات میں کوئی ابہام نہیں ہے کہ بحث میں آپ کی کٹوتی کی تحریک کے جواب میں سرکاری بنچز کے اراکین بات کر سکتے ہیں۔ یہ اس ایوان کی روایات میں ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! اگر کسی ممبر نے کوئی تحریک نہ بھی پیش کی ہوئی ہو یا اس کی مخالفت نہ بھی کی ہو وہ اس کے باوجود بول سکتا ہے (قطع کلامیاں)

اور جناب والا! ادھر سے مداخلت کو روکنے کا ایک حل میرے پاس ہے.....

اب اس کے بعد ہم ساڑھے سات بجے دوبارہ اکٹھے ہوں گے۔ وقفہ نماز ہوتا ہے۔

(نماز مغرب کے لیے وقفہ)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد 7 بج کر 47 منٹ پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: کیانی صاحب! آپ اس کو وائنڈ اپ فرمائیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! میں یادوں کو ماضی کی طرف نہیں دہراتا اور کوشش کروں گا کہ میری باتوں سے دوستوں کی حق تلفی نہ ہو' شرافت کا سبق جو آپ نے پچھلے سالوں میں مجھے دیا ہے' یاد ہے' بہتر ہے کہ آپ اس کا نام نہ لیں۔ جناب والا! یہ موجودہ پولیس کا نظام گزشتہ 40 برس سے اس طرح جاری ہے جیسے انگریزوں کے زمانے میں تھا' انگریز اس لیے پولیس کو طاقت ور بنایا کرتے تھے کہ وہ انسان کی تذلیل کر کے خوش ہوا کرتے تھے' ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کوئی شخص رعب' دبدبے اور خوف کے مارے زبان نہ کھولے' بات نہ کرے' انگریز کی حکومت کے خلاف احتجاج نہ کرے اور اس طرح سے انہوں نے پولیس کا نظام ترتیب دیا کہ آج بھی وہی نظام پوری آب و تاب کے ساتھ چل رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر انسان کی عزت ہو' معاشرے کا ہر وہ فرد جو آپ کے صوبے میں رہتا ہے' اس کا یہ حق بنتا ہے کہ آپ اور آپ کی انتظامیہ اس کی عزت کرے' پولیس صرف اس بناء پر کہ ایک شخص غریب ہے' اس کی تذلیل نہ کرے' اور پولیس صرف ایک شخص کی اس بناء پر عزت نہ کرے کہ وہ صاحب ثروت ہے اور اس لیے صاحب ثروت کی سفارش نہ مانی جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے اور غریب کے پاس سوائے عزت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جناب والا! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ پولیس کے اس نظام میں بتدریج تبدیلیاں لائی جائیں اور اس طرح سے نہیں جیسے کہ آپ نے ابھی سات سات' دس دس کانسٹیبل' اے۔ایس۔آئی بانٹ لیے ہیں' اس طرح سے کام نہیں چلے گا۔ اگر آپ سفارش کی بنیاد پر پولیس کا نظام پھر سے چلائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ سفارشی اور نااہل لوگ بھرتی ہو کر وہاں پر پہنچے گے جو کسی کے ساتھ انصاف نہیں کر سکیں گے' میرا کسی کے ساتھ کوئی ذاتی جھگڑا نہیں' اور میری کسی کے خلاف کوئی ذاتی شکایت نہیں' لیکن میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کا وہ نظام جو آپ نے اس صوبے میں وضع کر رکھا ہے وہ نہایت ناقص ہے۔

جناب والا! امن وامان کی صورت حال کو قابو میں لانے کے لیے آپ کو "اہل" پولیس افسروں کی

ضرورت ہے۔ دیانت دار پولیس افسروں کی ضرورت ہے۔ آپ ان کے لیے سہولتیں بڑھائیں ہمیں خوشی ہو گی۔ رشوت کا قلع قمع کیجیے ہمیں خوشی ہو گی۔ جناب والا! ایف آئی آر درج کرانے کے لیے سو روپے کی بری رسم کو ختم کرایے۔ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ غریب آدمیوں کو پولیس اسٹیشن پر بلا کر چارپائیوں کے ساتھ لٹکا کر ان پر چھتر پریڈ ہو اور ایک مجرم لکھ پتی کو چارپائیاں دے کر اس کو بسترے دے کر اس کو روٹی دے کر وہاں پر سلایا جائے اور عزت دی جائے یہ نہ انسانیت ہے' کوئی اچھا معاشرہ اور نہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ جناب والا! میں اپنی تقریر کے آخر میں یہ عرض کروں کہ یہ جو رقم ہمارے وزیر خزانہ نے مانگی ہے یہ منظور نہ کی جائے۔

جناب والا! ایک آخری بات آپ کی خدمت میں گزارش کر کے بیٹھ جاتا ہوں۔ ہمارے بھائی میاں منظور موحل صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اس کی بات پر اکثر ڈیسک بجائے جاتے ہیں۔ میں ایک لطیفہ سنائے دیتا ہوں اگر آپ کو پسند آ جائے تو ٹھیک ہے نہ آئے تو یہ منظور موحل صاحب کی نظر ہے۔ لطیفہ یہ ہے کہ ایک گھر میں بہت سے بچے تھے اہل خانہ کو ان کے نام تک یاد نہیں رہتے تھے۔ اس بھیڑ بھاڑ میں ایک صبح ماں نے دیکھا کہ اس کا ایک بچہ ناشتہ نہیں کر رہا۔ اس نے کہا بیٹا کیا بات ہے تو ناشتہ کیوں نہیں کر رہا۔ اس نے کہا میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں۔ میں تو آپ کے بچوں کے ساتھ کل کھیل رہا تھا ان کے ساتھ رات کو ادھر آ گیا اب اجازت دیجیے میں گھر چلا جاؤں۔ جناب والا! اگر میاں منظور موحل اور ان کے ساتھیوں نے واپسی کی اجازت مانگی تو پھر کیا ہو گا۔ بہت بہت شکریہ۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس کے بعد وضاحت کر لینا۔ جو صاحبان اس پر بات کرنا چاہتے ہیں وہ کر لیں اس کے بعد میں آپ کو اجازت دوں گا۔ آغا ریاض الاسلام صاحب اب لیڈر آف دی اپوزیشن اور وزیر قانون کے مابین طے یہ ہے آپ اور راؤ طارق محمود صاحب اور اس پر پانچ پانچ منٹ کے لیے بات کریں۔ آغا صاحب ارشاد فرمائیں۔

آغا ریاض الاسلام: جناب سپیکر! پولیس کے لیے 9 کروڑ 74 لاکھ 61 ہزار 580 روپے کا جو مطالبہ ہاؤس میں کیا گیا ہے اس کے خلاف ہماری معروضات بڑی واضح ہیں۔ آپ کے علم میں یہ

بات ہو گی کہ پچھلے سال کے بجٹ میں پولیس کے لیے خصوصی طور پر ایک بہت بڑی گرانٹ کا مطالبہ کیا گیا جو کہ ہاؤس میں منظور بھی ہوا اور انہیں دیا گیا تھا۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ صوبہ پنجاب کے عوام سے حاصل شدہ ٹیکس کی شکل میں ہونے والی آمدنی اگر ہم کسی ادارہ کو دیتے ہیں تو وہ ادارہ ایک سال میں کیسے کارکردگی ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ آئندہ اس کے لیے مزید پیسے کا مطالبہ تسلیم کیا جائے۔

جناب والا! صوبہ پنجاب میں یہ بات بڑی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے کہ پولیس کی سرپرستی میں ہیروئن کا کاروبار ہوتا ہے۔ پولیس کی سرپرستی میں ناجائز فروشیاں ہوتی ہیں۔ پولیس کی سرپرستی میں جوا کھیلا جاتا ہے اور پولیس کی سرپرستی میں وہ تمام جرائم پلتے ہیں جو بنیادی طور پر پنجاب کے صوبہ میں عوام کو امن و امان مہیا کرنے میں' میں سمجھتا ہوں رکاوٹ ہے۔

جناب والا! ابھی حال ہی کی بات ہے کہ راولپنڈی میں سٹیٹ بنک پر ڈکیتی کا واقعہ ہوا۔ آپ پولیس کے ادارے کی تحقیقات کو اٹھا کر دیکھیں تقریباً 90 فی صد ان کے کیسز داخل دفتر کر دیے جاتے ہیں۔ ان کے لیے یہ محال ہے کہ یہ صوبے کے اندر امن و امان قائم رکھ سکیں۔ عوام کی جان و مال کو تحفظ دے سکیں۔ اب یہاں تک دیکھیے کہ پیپلز پارٹی کے دفتر میں ہمارے ایک طالب علم لیڈر کا قتل ہوا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے مجرموں کو گرفتار کرنا پولیس کے بس کی بات نہیں ہے۔ آج ان کے لیے جو گرانٹس مانگی جا رہی ہیں ان کی بنیادی وجہ ماسوائے چند افراد کے تحفظ کے اور کچھ بھی نہیں رہا۔

جناب سپیکر! آپ یہ بات دیکھیں کہ ایک سال کے اندر ایک ہفتہ ٹریفک پولیس معائنے کے بعد ہمیں یہ باور کراتی ہے کہ وہ پورے شہر کے اندر ٹریفک کنٹرول کر سکتی ہے۔ لیکن پورے 5 ہفتے کنٹرول چھوڑ کر یہ کہتی ہے کہ ہم نے اس شہر میں کوئی نظام قائم نہیں رہنے دینا۔ اور کوئی کنٹرول نہیں ہو سکتا جائیے جا کر جو مرضی کیجیے ہم تنخواہ اور رشوت کی بنیاد پر تھانے چلاتے رہیں گے۔

جناب سپیکر! آپ دیکھئے کہ اصلاح معاشرے کی نام پر جب یہ نکلتے ہیں تو شہروں کے اندر جرائم پیشہ لوگوں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی لیکن سال بھر انہی تھانوں کے زیر سایہ وہ جرائم کرتے ہیں لیکن ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔

جناب سپیکر! آپ یہ بات سامنے رکھ لیجئے کہ پاکستان خاص کر پنجاب میں کوئی تھانہ ایسا موجود نہیں ہے کوئی ایک انسپکٹر ایسا موجود نہیں ہے کہ اس کے علاقے میں اس کی حدود کے اندر کون کون سے جرائم ہو رہے ہیں یہ باتیں مکمل طور پر ان کے علم میں ہوتی ہیں۔ لیکن وہ بھتا کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ تھانوں کے اندر بیٹھے ہوئے ایجنٹ جرم لانے والے کو باقاعدہ اب کمشن دیتے ہیں۔ اور جو ان کو رشوتیں دے۔ رشوتیں دینے والے لوگوں کو' لانے والوں کو اپنے مخبروں کو باقاعدہ کمشن مہیا کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ اگر پنجاب کی پولیس کو اپوزیشن کے خلاف استعمال کرنا ہے تو کالونی ملز کے اندر 350 افراد کو ایک حملے میں قتل کر سکتے۔ اگر آپ نے پنجاب کی پولیس سے ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کے سروں سے چادریں اتروانی ہیں تو یہ کام صرف اپنے آقا کو خوش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اور اگر آپ پنجاب کی پولیس سے انسانوں کو قتل کروانے کا کام لیں تو اس چیز کے لیے یہ ادارہ آپ کو ہر وقت تیار ملے گا۔ یہ صرف اور صرف حکمرانوں کو خوش کرنے کا ایک ادارہ ہے۔ اس لیے عوام کے امن و سکون اور چین کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمیں ان سے پچھلے سال کا حساب لینا چاہیے اور پوچھنا چاہیے کہ گزشتہ سال کے بجٹ سے جو انہوں نے تنخواہیں لی ہیں جو انسٹرومنٹس ان کے لیے منگوائے گئے تھے ان کے نتیجے میں کیا پنجاب کے اندر جرائم بڑھ رہے ہیں یا کم ہوئے ہیں۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ پنجاب کے اندر پچھلے سال سے اس سے پچھلے سال کی نسبت جرائم بڑھے ہیں کم نہیں ہوئے۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان تمام معروضات کے باوجود اگر پنجاب کی پولیس ان لوگوں کو جو حکومت کے خلاف ہوتی ہے اپنے گھروں سے پکڑ کر لا سکتی ہے۔ ان کی پناہ گاہوں سے نکال کر لا سکتی ہے تو وہ اس ملک میں اس صوبہ میں موجود جرائم پیشہ لوگوں کو کیوں نہیں پکڑتی۔

جناب سپیکر! دیکھیے رات کو پنجاب کی گلی کوچے اور سڑکوں کے اوپر پولیس والے وردی پہن کر انسانوں کے بچوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ یہ کسی غریب انسان کے بچے کو جس کے کپڑے میلے ہوں گے اس کو پکڑ کر 109 کے تحت صرف شناختی کارڈ مانگنے کے عوض اس کی جیب سے تلاشی لے کر تمام رقم نکال لی جاتی ہے۔ یہ پولیس اس کے بچوں کو بھوکا مرنے پر مجبور کر دیتی

ہے۔ میں جناب سپیکر! وہ حقائق بتاتا ہوں جو ان غریب بستیوں میں موجود ہیں جہاں کسی کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جہاں آپ کے صوبے کے بے یارو مددگار لوگ رہتے ہیں۔ میں پنجاب کے ان لوگوں کی بات کرتا ہوں جو اپنی ماؤں کو آواز دیتے ہیں وہ بے بس ہیں۔ وہ مجبور ہیں۔ ان کا کوئی جاننے والا اور سننے والا نہیں۔ ان کی آواز پر لبیک کہنے والا کوئی نہیں۔ میں پنجاب کی حکومت کے وزیر اعلیٰ کو کہوں گا آپ جس زمانے میں کہتے تھے کہ ادھر ملوکیت کی حکم رانی تھی۔ جب شہنشاہیت ہوا کرتی تھی آج بھی بھیس بدل کر ان بستیوں میں جا کر دیکھیں کہ تھانوں کے اندر یہ لوگ کس طرح جرائم پال رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں یہ مطالبہ پچھلے احتساب کے بعد ثابت کیا جائے ہم اگر پولیس کو ماڈرن ٹیکنالوجی سے آرگنائز کر رہے ہیں تو کیا وہ پنجاب کے عوام کی طرف سے حاصل شدہ ٹیکسوں کو مکمل طور پر صحیح استعمال میں لا رہے ہیں یا نہیں۔ ہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو ان کو موبائل گاڑیاں دی جاتی ہیں وہ ان کی اپنی عیاشیوں میں مختلف پارکوں میں آپ کو کھڑی ملیں گی۔ جہاں پر جرائم روکنے کے کوئی کام نہیں کرتے بلکہ ان قبرستانوں میں ان باغوں میں ان کے زیر سایہ جوا ہوتا ہے اور یہ جوئے کی سرپرستی کے لیے وہاں کھڑے ہوتے ہیں.....

جناب سپیکر! میں آپ سے آخری درخواست یہ کروں گا کہ یہ مطالبہ زر جو پولیس کے محکمے کے لیے دیا گیا ہے' اس کو اس بناء پر واپس لیا جائے کہ پہلے انھیں پچھلے سال دیئے ہوئے پیسے کا اور اس کے نتیجے میں ان کی کارکردگی کا حساب سامنے لایا جائے۔ میں ان معروضات کے ساتھ کہوں گا کہ اس کی بنیاد پر اس سلسلے کو آگے بڑھایا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: راؤ طارق محمود صاحب۔ راؤ صاحب! اس بات کا خیال رہے کہ آٹھ بجے یہ تمام ڈیمانڈ ایوان کے سامنے گلوٹین اپلائی کر کے پیش کرنی ہیں۔ آپ پانچ منٹ لے لیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اس پر نواب زادہ اپنی بات کریں گے۔ آپ پانچ منٹ میں بات ختم کر لیں۔

راؤ طارق محمود: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جو کروڑوں روپیہ پولیس کو دیا جا رہا ہے' پہلے بھی پنجاب پولیس کو خطیر رقم دی جا چکی ہے۔ پنجاب کے خزانے کا بیشتر حصہ پنجاب پولیس کی بہتری اور ان کو مراعات دینے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ دیکھیں تو وہ برعکس ملا

ہے۔ پنجاب میں امن و امان کی صورت حال ابتر ہو رہی ہے۔ پنجاب میں منشیات کا دھندا پولیس کروا رہی ہے' جوئے کے اڈے پولیس چلوا رہی ہے۔ پنجاب پولیس کے فیصلے ذاتی پسند یا ناپسند کی بنیاد پر ہو رہے ہیں۔ میں اس معزز ایوان میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ قطع نظر اس بات کے کہ کوئی اسلامی جمہوری اتحاد کا ایم پی اے ہے یا کوئی پیپلز پارٹی کا ایم پی اے ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ آج ہم اپوزیشن میں ہیں اور آپ اقتدار میں ہیں' یہ سیاسی فیصلے ہیں' یہ جمہوری عمل ہے' یہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ اس جمہوری ایوان کو مضبوط ہونا چاہیے۔ ان جمہوری اداروں کو مضبوط ہونا چاہیے۔ فیصلے پنجاب پولیس کو نہیں کرنے چاہئیں' فیصلے افسروں کو نہیں کرنے چاہئیں' بلکہ فیصلے اس معزز ایوان میں ہونے چاہئیں۔ میں اس بات کو نہیں چھیڑتا کہ پچھلے گیارہ سال میں کیا ہوا' یا ان سے پچھلے سالوں میں کیا ہوا۔ میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ ہماری حکمت عملی اور ہماری منصوبہ بندی آئندہ یہ ہونی چاہیے کہ ہمارے یہ ادارے مضبوط ترین ہونے چاہئیں۔ آپ دیکھیں کہ پنجاب پولیس واحد کام صرف یہ کر رہی ہے کہ وہ پنجاب حکومت کو سیاسی سطح پر مضبوط کرنے کے لیے تمام پالیسیاں ترتیب دے رہی ہے۔ میں اپنی اس بات کا ثبوت بھی دینا چاہتا ہوں۔ بہاول نگر میں پولیس نے میاں منظور احمد موحل کے خلاف کارروائی کی۔ انھیں اس قدر الجھایا' ان کے خلاف اس قدر کیسز بنائے کہ ان کے پاس حزب اختلاف سے جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہا تھا۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ وہ میرے' اس ایوان کے معزز رکن ہیں۔ لیکن انھیں مجبور کر دیا گیا۔ اگر یہاں پر یہ رسم' یہ روایت اور یہ رواج بن گیا تو آئندہ دور کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہوں گی۔ آئندہ دور میں اس کے لیے بڑی مصیبتیں ہیں۔ جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس مطالبہ زر میں کٹوتی کر کے اس کو ایک روپیہ کر دیا جائے۔ مہربانی (نعرہ ہائے تحسین)۔

میاں منظور احمد موحل: جناب والا! انھوں نے میرا نام لیا ہے۔ میں اپنی ذاتی وضاحت دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایے۔

میاں منظور احمد موحل: جناب والا! میرے بارے میں کہا گیا کہ بہاول نگر پولیس نے میرے خلاف بڑے کیس درج کیے۔ ایک واقعہ ہوا جس پر فوری طور پر پولیس کا نوٹس لیا گیا لیکن میں یہ

عرض کروں کہ جب میں 1970 میں ایم۔پی۔اے تھا تو میرے خلاف پیپلزپارٹی کے دور میں 170 کیس بنے تھے (نعرہ ہائے تحسین)۔ مجھ پر فائرنگ بھی ہوئی تھی۔ میں زخمی بھی ہوا تھا اور میرے بھائی کو اس وقت برطرفی کا نوٹس بھی مل گیا تھا۔ وہ پیپلزپارٹی کا دور تھا۔ جناب والا! اس وقت جب مرکز میں حکومت تھی اور یہاں بھی' میں نے پیپلزپارٹی چھوڑ دی تھی۔ یہ مجھے کہنے والے کون ہوتے ہیں کہ میں اقتدار کی خاطر آیا ہوں۔ اس وقت میں نے مرکز اور پنجاب کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنا رول ادا کیا تھا۔ میں نے اس وقت پیپلزپارٹی سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ ایوان میں کئی دوست اس بات کے گواہ ہیں۔ جناب والا! اب یہ مجھے کہتے ہیں کہ میں گھبرا کر آیا ہوں۔ خدا کی قسم' اس وقت جو ظلم پولیس کرتی تھی آج تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ میاں نواز شریف کی قیادت میں پولیس اب انشاء اللہ ٹھیک ہو کر رہے گی اور ہم ٹھیک کریں گے (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا! ضابطہ فوجداری میں کون ترمیم کر سکتا ہے۔ مرکز کی حکومت کر سکتی ہے۔ یہ بے نظیر سے کہیں کہ ضابطہ فوجداری میں ترمیم کریں۔ پولیس کو تو انھوں نے بے راہ رو کیا ہوا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: راؤ صاحب' آپ بات کر چکے ہیں۔ آرڈر پلیز۔ موحل صاحب' تشریف رکھیں۔

جناب نذر حسین کیانی: یہ اتنے غیرت مند ہیں کہ پھر پیپلزپارٹی کا ٹکٹ لے لیا۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب' تشریف رکھیے۔ جناب مزاری صاحب یہ بات طے ہو گئی تھی کہ آغا صاحب کے بعد اور راؤ صاحب کے بعد اس کٹ موشن پر اور کوئی صاحب نہیں بولیں گے۔ شاہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں' لیکن ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ نواب زادہ صاحب تو آخر میں ہیں۔ جو معاہدہ ہوا تھا اس میں شاہ صاحب کا نام شامل نہیں ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ طے ہو گیا تھا۔ میں نے ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن سے آپ کے چیمبر میں' آپ کی موجودگی میں یہ گزارش کی تھی اور میں خاص طور پر کیانی صاحب کو بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ بار بار زور دے رہے تھے اور یہ بات ہماری آپس میں طے ہو چکی ہے اور ہم نے چیمہ صاحب کے بھائی کی شادی کے ولیمے پر گوجرانوالہ بھی جانا ہے۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ وعدے کے مطابق دو صاحبان نے بول لیا ہے۔ اب آپ مہربانی فرما کر یہ سوال ایوان میں

پیش کریں۔ پھر اس کے بعد نئی ڈیمانڈ پر نواب زادہ غضنفر علی گل بولیں گے۔

جناب سپیکر: سید ذاکر حسین شاہ صاحب' آپ اس کے بعد بول لیں۔ میں آپ کو زیادہ وقت دے دوں گا۔ اب میرے کہنے پر جانے دیں۔ شکریہ۔ میاں صاحب تشریف رکھیں۔ آپ کو جناب وزیر قانون درخواست کر رہے ہیں۔

میاں محمود الرشید:

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کو بات کرنے کا بہت موقع دوں گا۔

کٹ موشن یہ ہے۔

"کہ 9 کروڑ 74 لاکھ 61 ہزار 5 سو 80 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر13) پولیس کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 9 کروڑ 74 لاکھ 61 ہزار 5 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

وزیر خزانہ: جناب سپیکر میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

نواب زادہ غضنفر علی گل: اپوز۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ 6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر36) ترقیات کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ 6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے کی کل رقم بسلسلہ (مد نمبر36) ترقیات کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

وزیر خزانہ: اپوز۔

جناب سپیکر: نواب زادہ غضنفر علی گل۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! میری خواہش ہو گی انہوں نے اپوز کیا ہے میری گذارشات کے آخر میں خواہ وزیر قانون ہمارے اعتراضات کے متعلق فرمائیں گے کیونکہ اس کے اپوز کرنے کا مطلب ہوتا ہے۔ To give reasons.

جناب سپیکر: فنانس منسٹر صاحب اس بارے میں کچھ کہیں گے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جی ہاں! مجھے امید ہے وہ ضرور کچھ کہیں گے۔ جناب آپ مجھے اجازت دیں جب انہوں نے اختتامی تقریر اس ضمنی میزانیہ پر کی تھی میں اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔

In the House he is not a ful -fledged Finance Minister. He made known to this House while presenting the Budget and I can't congratulate him on that.

کیونکہ اس میں افسانے کے سوا اور فگرز کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جب باتیں بتاتا ہوں اور جو بات ٹھیک ہوتی ہے ان کا دل بھی تالی بجانے کو چاہتا ہے۔ اور آج جب میں اسمبلی میں داخل ہوا

تو میں نے کہا تھا کہ اس طرح ہجوم کیوں ہے۔ تو پتا چلا کہ آج مطالبات زر پیش ہونے ہیں۔ جہاں مطالبات زر دونوں اکٹھے ہوں ہجوم کا ہونا ایک لازمی امر ہے اور اس کے ساتھ ہی آج کے مطالبات زر منظور کرانے کے لیے قائد ایوان کیونکہ حاضری رکھنے کے لیے ان کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ جناب والا! اس طرف سے جو interruption ہوتی ہیں اس کا حل یہ ہے کہ آپ قائد ایوان سے کہیں کہ وہ اپنے دفتر میں بیٹھیں یہاں کوئی interruption نہیں ہو گی۔ ان کی موجودگی میں پرفارمنس دکھانی ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پارلیمانی سیکرٹری نمبر 24 کو مبارکباد پیش کرتا چلوں۔ اور حلف کے بعد اور آج تو یہ بھی افواہ تھی کہ ایک صاحب وزیر بنے ہیں تو لوگوں کا دل کرتا ہے کہ کوئی ایسی بات ہو یہ بھی مطالبہ زر ہے کیونکہ انہوں نے تنخواہیں دینی ہیں۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! آپ اپنی کٹ موشن کے دائرہ کار میں رہیں۔ اور بات کیجیے اور نواب زادہ صاحب آپ وقت کا خیال فرمایئے۔ اور آپ کو 10 منٹ دیئے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: حضور! ضمنی میزانیے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کوئی ہنگامی حالات ہو جائیں۔ کوئی ری اپری ایشن کی ضرورت ہو تو ایک آدھ آئٹم میں تو ہو سکتی ہے ضمنی میزانیہ منی بجٹ کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔

And it adversely reflects on the financing and the budgeting.

اس کے لیے میں وزیر خزانہ کو مورد الزام نہیں دوں گا کیونکہ اس میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں ہے ان کو صرف ایک تقریر پڑھنے کے لیے کہا گیا۔ اور جس طریقہ سے انہوں نے اس کو defend کیا اس سے یہ صاف ظاہر تھا کہ یہ بجٹ کے متعلق یہ معصوم ہیں۔ انہوں نے اس کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ I am discussing grant 36.

اس کے اندر فرماتے ہیں۔ ڈویلپمنٹ کی ٹوٹل گرانٹ 84 کروڑ 95 لاکھ 41 ہزار 6 سو 60 روپے۔ اور کتنی خوبصورتی سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ 6 کروڑ 52 لاکھ اس کو کہتے ہیں تعدلو کی جادوگری خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

میں بتاؤں گا کہ 6 کروڑ 52 لاکھ کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ ہماری ٹوٹل ڈیمانڈ وہ 84 کروڑ 95 لاکھ

ہے۔ اور اس میں سے 78 کروڑ 42 لاکھ کو re-appropriation کریں گے یا شیئر کریں گے۔ اس بنکلنگ کے ساتھ ہیں مزید 6 کروڑ روپے کچھ دیئے جائیں کہ اپنی اقتصادی بد اعمالیوں پر جناب والا! پردہ ڈالا جا سکے۔ میری تقریر میں interruption کریں بڑی اچھی بات ہو گی۔ جناب والا بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ کیا ہے 78 کروڑ کی گرانٹ کے لیے ری اپروپری ایشن کی ہے۔ ری اپروپری ایشن کو پنجابی میں گھپلا کہتے ہیں ہوتا یہ ہے کہ ہر سال اے ڈی پی بنتی ہے سالانہ ترقیاتی پروگرام اس کی کچھ سکیموں کی نشان دہی کی جاتی ہے ان کو اپنے وسائل سے فنڈنگ کی جاتی ہے ان کو ایک کتابچے میں بند کر دیا جاتا ہے۔ کچھ ایسی ضروریات پڑتی ہیں میں نام نہیں لوں گا کچھ ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں کچھ ایسے حادثات آ جاتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگوں کو راضی کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ذرائع کم ہوتے ہیں۔ وہ جو پہلے کی منظور شدہ گرانٹس ہوتی ہیں۔ ان کا گلا کاٹ کر میں کسی کو منظور نظر نہیں کہوں گا۔ یہاں تو سارے نظر کے شکار ہیں۔ اتنی اقتصادی بد حالی ہے۔

It is such a bad budgeting and financing management.

کبھی کبھی تو یزداں ہنستا تو ہو گا۔ لیکن انہیں کیا۔

مجھے فکر جہاں کیوں ہو وہ جہاں تیرا ہے یا میرا ہے

سرادر ذوالفقار علی کھوسہ جیسا شریف آدمی خاندانی ہے وہ تو رواداری میں پڑ جائے گا۔ یہ ہماری روایت ہے یہ ہم لوگوں کی کمزوری ہے کہ ہمارے ہاتھ میں جو چیز پکڑا دے ٹھیک ہے یہ ہمارا حوصلہ ہے۔ بیورو کریٹ ہنستی ہو گی کیونکہ اس کی ذمہ داری کسی پر نہیں ہے ہم جو نشاندہی کرتے ہیں اور میری جو خواہش ہے وزیر خزانہ کی پرسوں کی پرفارمینس کے بعد کہ۔

I want him to become a real financing manager, a financial manager, and I put my services at his disposal. I am ready to discuss. I would not say teaching. I am ready to discuss all these things as included in the economics of today like opportunity cost, PCI and project funding/project identifying, cost benefit analysis and the planning etc.

(Interruption by the Finance Minsters)

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Yes, ignorance is a blessing.

جناب والا! جہالت میں بڑے مزے ہیں۔ فکر ہی کوئی نہیں۔ نہ بات سمجھ میں آئے نہ کوئی افسوس ہو۔ یہ مصیبت ان لوگوں کے لیے ہے جو چیزیں سمجھ لیتے ہیں اور اس قوم کے ساتھ روتے پیٹتے ہیں۔ اس نے کہا کہ بڑا کرم ہے کہ

ذوق نظر دیا تو۔

حضور بڑا کرم ہے کہ ذوق نظر دیا تو نے
یہ چیز بخش کر برباد کر دیا تو نے

○ اللہ نے ہمیں عقل علم اور قوم کا درد دے کر برباد کر دیا ہے۔ ہم تڑپتے رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ میں سیکھوں گا ہی نہیں۔

ایک معزز ممبر: (حزب اقتدار) سیکھ لیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: نہیں۔ یہ ذمہ داری آپ کی ہے اگر بیوروکریٹ کے ہاتھوں میں کھلونا اور کٹھ پتلی بننا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی صوابدید ہے۔ ثواب تو ہمیں مل رہا ہے۔

If you want to remain puppet in the hands of bureaucrats I don't mind.

میرے تو آپ سے کئی رشتے ہیں۔ کئی تعلقات ہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ سرفراز ہوں۔ آپ کی مرضی۔ اب جناب یہ انہوں نے ایسے کر دیا ہے کہ 78 کروڑ کی جو انہوں نے appropriation کی ہے اس کی مثال دنیا کے کسی بجٹ میں نہیں ملے گی۔ اس Document میں جس کو انہوں نے پیش کیا ہے اور یہ سمجھتے ہیں خزانے والے کہ اگر کسی کتابچے میں لکھ دیا جائے سپلیمنٹری بجٹ سٹیٹمنٹ وہ سپلیمنٹری بجٹ بن جائے گا؟ یہ بالکل نہیں بن سکتا۔

خر عیسٰے گر مکہ رود چوباز آئید ہنوز خر باشد

اگر یہ distorted figures کی کتاب آ جائے گی تو اس پر وہ کیوں لکھ دیں گے کہ distorted figures کی کتاب نہیں۔ اس لیے جناب والا! شروع کرتا ہوں۔ اب میں کہاں سے شروع کروں۔ اس نے کہا:

مجھے تو ہوش نہیں مشورہ دیجیے
کہ کہاں سے چھیڑوں فسانہ کہاں تمام کروں

کہ میں گیریژن گالف کلب کی اس نعمت سے شروع کروں کہ جس کو آپ نے 11 لاکھ 30 ہزار روپے دیئے ہیں۔ فوج کو اس مرتبہ ہم نے بہت پیسے دیئے ہیں۔ گیریژن گالف کلب۔ پھر یہ گالف کلب ایگریکلچرل کے نیچے آتا ہے۔ جس شعبے سے میں تعلق رکھتا ہوں وہاں پر گالف کے متعلق تو کوئی جانتا نہیں ہے کہ کیا ہوتی ہے۔ کلب تو ہمارے لیے ایک بے ہودہ سی چیز ہے اگرچہ اچھے اچھے کلب ہیں۔ اور اب جو مری میں خرچ ہو گا میں کبھی مری نہیں گیا۔ جب میں بجٹ میں ضمنی میزانیے میں دیکھتا ہوں کہ اتنا خرچ ہو رہا ہے خدا کی قسم میرا دل کہتا ہے کہ میں مری جاؤں۔ اسے کہیں کہ یہ تماشہ ہم بھی دیکھیں گے۔ اکبر الہ آبادی نے کہا۔

طواف کعبہ کر آئے انگلستان بھی دیکھو
خدا کا گھر تو دیکھا ہے خدا کی شان بھی دیکھو

مجھے لگتا ہے کہ مجھے مری میں بھی جا کر خدا کی شان دیکھنی پڑے گی۔ تمام پنجاب سے آدھا روپیہ تو لاہور پر خرچ ہو گیا اور آدھا مری پر خرچ ہو گا۔ وہ اتنی بلندی پر ہے۔

صد کہ میں زمین کا آدمی ہوں مجھے کام ہے زمین سے

یہ زمین پر رہنے والے ان بلندیوں سے' ان مصنوعی جھولوں پر کیسے جھولیں گے جنہیں نان شبینہ میسر نہیں۔ اور جس پنجاب کا درد ان کے دل میں اٹھتا ہے وہ اتنی بلندی کی طرف جانا تو کیا دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ دیکھے تو اس کی گردن جھک جائے۔ اس کے آگے آیئے۔ یہ کیا کرتے ہیں؟ یہ ایسے کرتے ہیں جیسے کوئی پنجاب میں رہتا ہی نہیں۔ جناب والا! اس کے آگے انہوں نے ریس کورس راولپنڈی بدلنے کے لیے 85 لاکھ روپے دیئے ہیں۔ یہ ریس کورس کی ڈویلپمنٹ کی کوئی ریس لگی ہوئی ہے کہ لاہور ریس کورس کی ڈویلپمنٹ کے لیے اتنے کروڑ خرچ کیے ہیں۔ اچھا پارک بنا ہے۔ لیکن جو پلاننگ ہوتی ہے' جو priorities ہوتی ہیں جو ترجیحات ہوتی ہیں۔ یہ جو census ہوتی ہیں جو انسانوں کی زندگی کے لیے ضروری پراجیکٹ ہوتے ہیں وہ پہلے کیے جاتے ہیں اور ان کی تفریح کے سامان کا جہاں تک تعلق ہے اس کے متعلق جناب والا! یہ لگتا ہے جیسے پہلے لوگ کہتے تھے کہ حکمران سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ حاکم سیاہ و سفید کے

ساتھ ساتھ سرخ و سفید کے بھی مالک بن گئے ہیں۔ جناب والا! یہ عوام کی طرف سے ہے۔ یہ مجبور ہیں۔ یہ آج منظور ہو جائے گا کیونکہ قائد ایوان بیٹھے ہیں اور حاضری پوری ہے اس ڈیمانڈ میں 9 سو 79 آئٹمز ہیں۔ مہربانی کر کے مجھے کچھ وقت دیں۔ ان کو چھوڑتے ہوئے ایک فنڈ انہوں نے 268 آئٹم میں دیا ہے جو جناب سپیکر 15 کروڑ کا ہے۔ آپ اگرچہ اس کرسی پر بیٹھے ہیں تو آپ indifferent نہیں ہو سکتے۔ آپ رائے نہیں دے سکتے۔ لیکن اس صوبے سے آپ indifferent نہیں ہو سکتے۔ لاتعلق نہیں ہو سکتے۔ ایک 15 کروڑ روپے کی گرانٹ create کی ہے۔ اس کا ہیڈ کیا ہے۔ ذرا سنیے۔

Programme of education and local development being looked after by Ministerial Committee. It is very funny.

یہ جو پلاننگ ہوتی ہے۔ جو اے ڈی پی ہوتی ہے جو بجٹ ہوتا ہے یہ آئٹم وائز کیا جاتا ہے۔ سکیم وائز کیا جاتا ہے۔ اسے lump-sum نہیں کیا جاتا کہ میاں منظور صاحب وٹو کو' میں میاں منظور موحل نہیں کہوں گا کیونکہ وہ پھر کھڑے ہو جائیں گے۔ میاں منظور احمد وٹو صاحب کو 15 کروڑ روپے دے دو۔ یہ تو grant-in-aid ہو سکتی ہے۔ یہ کچھ اور تحفہ ہو سکتا ہے یہ بجٹ پلاننگ نہیں ہو سکتی۔ چونکہ 15 کروڑ روپے کو justify کرنے کے لیے آپ کو آئٹم وائز پہچانا جائے گا۔ اتنے انہوں نے فلاں سکیم پر خرچ کیے۔ اتنے فلاں پر خرچ کیے۔ اتنے فلاں پر خرچ کیے۔ اور یہ جو باتیں میں کر رہا ہوں ان کو وزیر خزانہ صاحب کے نوٹس میں لانا چاہیے۔ یا اس کے متعلق وہ مجبور ہو گئے ہیں آیئے آیئے جناب والا! ایک آئٹم ایسی ہے کہ ایک ضلع کی تمام واٹر سپلائی کی سکیموں کا ایک ہی estimate ہے۔ جناب والا! ایک ضلع کے تمام دیہات میں جو انہوں نے واٹر سپلائی کی سکیمیں دی ہیں ان کے لیے ساڑھے چار لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ دیہات کی آبادی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ ان کا سائز مختلف ہوتا ہے۔ ان کا criteria مختلف ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پیسے دے دیئے ہیں۔ اس کی پلاننگ نہیں ہے۔ اور یہ پراجیکٹ فنڈنگ نہیں ہے

It is personal funding.

اس کے بعد ایک جگہ پر گلیوں نالیوں کا تمام تخمینہ آتا ہے۔ ملتان کو انہوں نے تھوڑا دیا ہے اور

صرف 17 لاکھ روپیہ دیا ہے۔ جناب والا! اور بات سنیں۔ ایک ضلع لکھ دیا ہے ملتان۔ اس کے آگے کچھ چیزوں کے نام ظاہر کر کے ایک بریکٹ ڈال دی گئی ہے۔ اور اس کے آگے 50 ہزار روپے لکھ دیا گیا ہے۔ یہ کونسی سکیم پر خرچ ہو گا جناب والا! (اس مرحلہ پر گھنٹی بجی) جناب والا! میں اپنی سٹیٹمنٹ وائنڈ اپ کر رہا ہوں۔ کون سی سکیم کو کتنا ملے گا اس کو اس کے آگے لکھ دیں۔ اور یہ فنانسز مینجر اس بات پر پھنسے ہوئے ہوں گے۔ ملتان کو صرف 17 لاکھ اور ایل ڈی اے کو 24 لاکھ' 13 لاکھ' پھر 25 لاکھ پھر 24 لاکھ' پھر 50 لاکھ روپے ایسے بانٹتے چلے گئے ہیں کہ یہ ایک ایک آئٹم پر ایمان داری سے اس لیے نہیں کہ مجھے حکومت کی مخالفت مقصود ہے۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف انفرمیشن۔ جناب والا! یہ غلط کوٹز quote کر رہے ہیں۔ انہوں نے مطالعہ صحیح نہیں کیا۔

نواب زادہ نصنفر علی گل: میری کوٹز تو لکھی ہوئی ہیں ان کو میں نہیں بدل سکتا۔ ہو سکتا ہے مجھ سے کچھ سہواً غلطی ہو گئی ہو لیکن میں ان کو نہیں بدل سکتا۔

The main theme and the principle of funding the projects was wrong. It is no budget and it is no economics.

یہ ایڈہاک ہے۔ یہ آپ کی sweetwill ہے۔ یہ آپ کا حسن کرشمہ ساز ہے۔ یہ آپ کا جادو ہے کہ جس کو چاہا بخش دیا اور جس کو چاہا دے دیا۔ اور اس کے بعد آخری بات

کہ وزیر خزانہ نے ایک اخبار سے اشتہار پڑھا کہ پیپلز پارٹی نے 1972ء سے 1977ء تک یہ دیا اور ہم نے 1985ء سے 1988ء تک یہ دیا۔ حضور والا! میں economic analysis کا طالب علم ہوں۔ اور جب کوئی کسی چیز کا موازنہ کرتا ہے یا analyes کرتا ہے تو میری جو رگ حس ہے وہ پھڑک اٹھتی ہے۔

I want something like comparison and the comparative study.

کھوسہ صاحب یہاں سے Politician بن رہے تھے اور اس وقت میں اقتصادیات کی تعلیم حاصل کر

رہا تھا اور آج یہ حسن اتفاق ہے کہ میں آپ کے روبرو بیٹھا ہوں۔ اور

یہ آرزو تھی کہ تجھے گل کے روبرو کرتے
ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے

تو یہ بتائیں کہ 1972ء سے 1977ء تک آبادی کتنی تھی اور اب آبادی کتنی ہے۔ یہ بتائیں گے کہ 1970ء میں inflation نام کی کوئی چیز اس ملک میں پیدا نہیں ہوئی۔ Inflation was unknown to this Country اور اب افراط زر کا جو حال ہے وہ دیکھ لیں۔

The Punjab Budget in those days was a surplus budget.

پنجاب کا فاضل بجٹ تھا۔ 1985 تا 1988ء میں پنجاب کا خسارہ 8 سو کروڑ روپے

چودھری محمد فاروق: جناب والا! افراط زر کی ذمہ دار مرکزی حکومت ہوتی ہے۔ صوبائی حکومت کبھی افراط زر کی ذمہ دار نہیں ہوتی۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں کیا کہوں کہ افراط زر کا تعلق کسی ایک ادارے سے نہیں ہے۔ یہ آپ کی consumption پر ہے۔ یہ آپ کی investment پر ہے۔ یہ آپ کی borrowing آپ کی saving پر ہے۔ آپ کو میکانزم (mechanisim) ہی نہیں آتے۔

How can I tell you what it is, if you want a lecture, I can hold a class outside this House.

اس کے بعد 1970ء اور 1972ء میں ہیروئن جو فلم میں ہیروین ہوتی تھی اسے کہا جاتا تھا اور اس دور میں وہ پڑیا والی ہیروئن نکل آئی ہے۔ اس وقت 77-1970ء میں ہیروئن کا عادی منشیات والا صفر اور آج منشیات کے دس لاکھ عادی ہیں۔ یہ آپ کی achievment تھی۔

جناب والا! میں آخری دو جملے کہہ رہا ہوں۔ میں ریکارڈ درست کر رہا ہوں اس میں پبلک فنانس ہے نہیں کہ نہ کوئی ٹیکس بڑھایا گیا اور نہ ہی کوئی ٹیکس لگایا گیا کیا اسے بجٹ کہتے ہیں۔ جناب والا! ٹیکس لگانا کوئی گناہ نہیں کیونکہ

You have to create the resources for the development.

اس کے بعد وزیر اعلیٰ کی پانچ سالوں میں discretionary grant دو لاکھ روپے اور ان تین

سالوں میں چار کروڑ اور اناسی لاکھ روپے اور overseas employment کب شروع ہوئی یہ 1972 میں شروع ہوئی اور آج اوور سیز employment صفر ہے اس کے بعد وزیر خزانہ نے کہا کہ پیپلز پروگرام کا ایڈمنسٹریٹر ایوب خان تھا ایوب خان صاحب کیوں نہ ہوں جناب والا! اس ملک کے 76 فیصد لوگ ناخواندہ ہیں سرمایہ داروں نے عوام کو تعلیم نہیں دلوائی۔ یہ پاکستان کے عوام کی توہین ہے اس کے بعد جناب والا! پیپلز پارٹی کے پارلیمانی سیکرٹری 12.....

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب وقت ختم ہو گیا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں ابھی دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! آپ نے ابھی بجٹ تقریر کرنی ہے آپ اسے ختم کریں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! 1970ء سے 1977ء تک کتنے مالیاتی ادارے لوٹے وہ صفر ہیں۔ 1977ء سے اب تک کتنے مالیاتی ادارے لوٹے گئے ان کا یہ ریکارڈ بنا ہے۔ اور 1970ء سے لے کر 1977ء تک کتنے قرضے معاف ہوئے۔ یہ قرضے معاف ہوئے۔ اور اس دور میں 22 سالہ قرضے اور سود معاف کیا گیا اور جناب والا! آخر میں میں یہ کہوں گا کہ میں کس کس کا شکوہ آپ سے کروں آپ کو عوام سے نفرت' ہم کو عوام سے محبت۔ ہم جمہوریت' ہم جمہوریت کے بیٹے آپ ملوکیت کے بیٹے ہم مزدور کے بیٹے آپ سرمایہ داروں کے ایجنٹ آپ نے گیارہ سال آمریت کی نشوونما کی ہم نے گیارہ سال جمہوریت کے لیے جدوجہد کی۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: نواب زادہ ختم کیجئے۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا۔ آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

میاں محمود الرشید: جناب والا! نواب زادہ صاحب پندرہ منٹ سے غیر متعلقہ بات کر رہے ہیں پندرہ منٹ تک انہوں نے بجٹ سے متعلقہ کوئی تقریر نہیں کی۔ اگر انہوں نے اس طرح کی بات کی تو ہم بھی دھجیاں بکھیرنا جانتے ہیں کہ کیمپ میں کیا ہوتا رہا ہے۔ یہ غریب کی بات کرتے ہیں ہم ان سے متعلقہ بہت اچھی بات کر سکتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ No cross talk please.

نواب زادہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ نواب زادہ صاحب! اب آپ کا وقت ختم ہو گیا اب اس کے بعد.....

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں ایک شعر کہنا چاہتا ہوں۔ آپ اسے بٹھایئے اس کو

کیا پتا کہ یہ کیا چیزیں ہوتی ہیں یہ درد دل کیا ہوتا ہے.....

جناب سپیکر: آپ شعر پڑھیے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: یہ روشنیوں سے اگر انہیں روشنی نظر نہ آئے تو میرا کیا قصور ہے۔ جناب والا! میرا یہ شعر قائد ایوان کی خدمت میں ہے اور یہ شعر میں نے پہلے بھی پڑھا تھا۔ اور جو اچھی باتیں ہوتی ہیں ان کو دھراتے رہنا چاہیے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اور پنجاب کے لیے تو میں.....

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب آپ شعر کہیے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں ایک مصرعہ اور ایک شعر کہوں گا اور پنجاب کے لیے تو میں یہ کہوں گا کہ

تیرا لٹیا شہر بھبورنی سسی اے بے خبرے

اور میاں صاحب کو یہ عرض کروں گا کہ۔

ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لازوال

جناب والا! پہلے جہالت کے شور کو خاموش ہونے دیں۔ (قطع کلامیاں)

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! نواب زادہ صاحب پہلے سسی کا تو بتائیں کہ وہ کون تھی۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: مجھ سے سسیوں کے نام نہ پوچھیں تمہیں شرم آئے گی۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! آپ شعر کہیے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں آخری شعر عرض کرتا ہوں۔ آپ ان سے کہیں کہ وہ خاموش رہیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! فاضل ممبر سے.....

جناب سپیکر: رانا صاحب ان کو شعر پڑھ لینے دیں۔ کیا قیامت آ جائے گی۔ آپ تشریف رکھیں۔ نواب زادہ آپ اسے ختم کریں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ قائد ایوان کی خدمت میں ہے اور یہ تمام irregularities ہو رہی ہیں ان سے متعلقہ ہے۔

ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لازوال
ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! نواب زادہ کٹوتی کی تحریک پر بات کرنے کھڑے ہوئے انہوں نے مطالبہ زر کی مخالفت کی لیکن انہوں نے پوری تقریر کے اختتام تک اس مطالبہ زر کی کٹوتی پر ایک جملہ بھی استعمال نہیں کیا لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی کٹوتی کی تحریک invalid ہے۔

جناب سپیکر: جناب وزیر خزانہ کچھ کہنا چاہیں گے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: جناب والا! میں اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی' ارشاد فرمائیے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: شکریہ جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نواب زادہ صاحب نے ڈویلپمنٹ کی underlying پالیسیز کو criticise کیا مجھے کہنے کی اجازت دیجیے۔ جناب سپیکر! جذبات سے ہٹ کر میں حقائق آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا کیونکہ بدقسمتی سے ہماری قوم کو ہمیشہ جذباتی تقریروں سے لیڈروں نے بیوقوف بنایا ہے میں چاہتا ہوں کہ جذبات کو ایک طرف رکھ کر حقائق عوام کے سامنے پیش کیے جائیں اور وزیر خزانہ نے جو اپنی بجٹ تقریر پیش کی تو انہوں نے حقائق ایوان کے سامنے رکھے ہیں۔ جناب سپیکر! نواب زادہ صاحب نے فرمایا کہ آبادی کے تناسب کو دیکھا جائے۔ مہنگائی کو دیکھا جائے۔ جناب سپیکر! میں اعتراف کرتا ہوں۔ کہ پچھلے چند سالوں میں افراط زر میں بھی اضافہ ہوا ہے آبادی بھی بڑھی ہے لیکن ہم elections کی بات نہیں کر رہے۔ جناب سپیکر! ہم فزیکل ٹارگٹ کی بات کر رہے ہیں اور فزیکل achievements کی بات کر رہے ہیں کہ کتنی سڑکیں ان کے دور میں بنیں اور کتنی سڑکیں ہمارے اس دور میں بنیں کتنے سکول ان کے دور میں کھلے اور کتنے سکول ہمارے دور میں کھلے کتنے ہسپتال انہوں نے بنائے۔

جناب والا! جذبات سے ہٹ کر ہم نے statistics of facts ایوان کے سامنے رکھے ہیں اور جناب والا! جب ہم facts کی بات کرتے ہیں تو نہ جانے یہ کیوں گھبراتے ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب یہ کس چیز پر بولا جا رہا ہے۔ کیا کوئی

comparative table بجٹ پر پیش کرنے کا جواز ہے؟

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ منسٹر پی اینڈ ڈی نواب زادہ صاحب کی کٹ موشن کے جواب میں اپنی بات کر رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: میں عرض کرتا ہوں کہ جناب نے 179 کا حوالہ دیا تھا میں اس کو جناب کے سامنے پڑھتا ہوں۔ اس میں ایسا نہیں ہے کہ سوال در سوال اور جواب در جواب۔ جناب والا! اس میں بڑا کلیئر ہے کہ.....

A member who has made a motion may speak....

جناب میں آپ کو پڑھ دیتا ہوں.....

It does not mean so.

کہ ادھر سوال آئے اور ادھر جواب آئے۔ اگر ان کو اتنا شوق تھا تو یہ اپنی کٹ موشنز دیتے پھر ان کی حمایت کرتے۔ جناب فاضل سپیکر صاحب جو چناؤ کرتا ہے وہ ان میں سے کرتا ہے جنہوں نے کٹ موشنز دی ہیں۔ منسٹر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چاہے کوئی پی اینڈ ڈی کا ہے یا دوسرا ہے وہ اٹھے اور اسمبلی میں جیسے مرضی بغیر کسی رول کے بولتا چلا جائے اور نہ سپیکر صاحب کے پاس ایسی کوئی discretion موجود ہے کہ وہ جس کو چاہے بلاجواز' بغیر کسی رول کے اجازت دے۔ جناب میں اسے پڑھ دیتا ہوں اور پھر اس پر بحث کر لیں.....

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب آپ کو اس بات پر اعتراض ہے کہ منسٹر پی اینڈ ڈی نواب زادہ غضنفر علی گل صاحب کی جو کٹ موشن ہے۔ اس پر انہوں نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کے جواب دینے کا وہ رولز کے مطابق حق نہیں رکھتے۔ آپ کا یہی پوائنٹ آف آرڈر ہے.....

چودھری محمد وصی ظفر: منسٹر خزانہ جواب دینے کا حق رکھتے ہیں لیکن منسٹر پی اینڈ ڈی جواب دینے کا حق نہیں رکھتے.....

جناب سپیکر: آپ کا یہی پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جی جناب والا!..... رول نمبر 179 کا جناب نے حوالہ دیا تھا اس سے میں کہہ رہا ہوں.....

جناب سپیکر: تو اس میں کون سے رول کو آپ quote کر رہے ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ رول 179 کے تحت سپیکر کو اختیار ہے کہ وہ کٹ موشنز کے بارے میں اس طرف سے بھی جس کو چاہیں بولنے کی اجازت دیں۔ جناب والا! منسٹر پی اینڈ ڈی نے بجٹ پیش نہیں کیا کہ وہ سوال در سوال اور جواب در جواب کریں گے۔

A Minister who has presented the Budget is the Finance Minister who is present.....

(Interruptions)

اور منسٹر پی اینڈ ڈی جو ہیں.....

The Minister for P&D is not acting on behalf of the Finance Minister.

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب اس میں مسئلہ جو ہے اس کو آپ سمجھئے کہ یہ کٹ موشن جو ہے یہ پی اینڈ ڈی کے متعلق ہے.....

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ کٹ موشنز کا جواب فلور پر نہیں آنا ہوتا ہے۔ جناب والا! کوئی ایسا رول نہیں ہے کہ کٹ موشنز پر جواب در جواب آئے۔ کٹ موشن کا جواب اس طرح ہے کہ اس کے بعد پھر ہمارا بھی جواب ہے.....

جناب سپیکر: کٹ موشنز پر پھر آپ کا جواب نہیں ہے.....

چودھری محمد وصی ظفر: اس کے بعد جناب یہ سب رول 4 پڑھ لیں۔ اس کے بعد پھر ہمارا جواب ہے۔ یہ تو سلسلہ لامتناہی چل پڑے گا۔ میں جناب کو اس کا سب رول 4 پڑھ دیتا ہوں کہ.....

179(4) "....sub. rule (3) shall not be deemed to give any right of reply to the mover of a cut motion or to the mover of an amendment to a Bill, resolution or motion, save with the permission of the Speaker."

179(3) "A member who has made a motion may speak by way of reply, and if the motion has been made by a private member, the Minister or Parliamentary Secretary concerned may speak after the mover has replied."

جناب سپیکر: جی ہاں۔ یہی بات آپ نے خود clear کر دی ہے اور یہی بات میں کر رہا ہوں کہ متعلقہ منسٹر or the Finance Minister....

چودھری محمد وصی ظفر: not the concerned Minister فنانس منسٹر اس کا جواب دیں۔ اس کے بعد محرک اس کا جواب دے اور جب محرک جواب دے تو پھر متعلقہ منسٹر جواب دے.....

جناب سپیکر: محرک کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: ضروری ہے۔ جناب یہ اس کو حق دیتا ہے۔

جناب سپیکر: جی جناب لاء منسٹر.....

وزیر قانون: جناب والا! نواب زادہ غضنفر علی گل صاحب نے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ جو باتیں میں کر رہا ہوں ان کا جواب آنا چاہیے۔ یہ اس وجہ سے ہے ورنہ انہوں نے جو باتیں کی ہیں ان کا کٹوتی کی تحریک کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں تھا اور ہم ان کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اس کا جواب دیں۔ ان کے اصرار پر چونکہ ڈویلپمنٹ کے اوپر ان کی کٹوتی کی تحریک تھی اور ڈویلپمنٹ کے منسٹر صاحب ہی اس کا جواب دے رہے ہیں اگر یہ اس کا جواب سننا نہیں چاہتے اور غضنفر علی گل صاحب بھی چلے گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس پر ووٹنگ کرائیں

اور اس مسئلے کو ختم کریں۔ بڑی مہربانی.....

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ تو اس پر مخدوم صاحب کو تو جواب دینے کا کوئی اصرار نہیں ہے؟

مخدوم شاہ محمود حسین قریشی: جناب سپیکر! مجھے کوئی اصرار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: تو ٹھیک ہے ہم اس کو put کرتے ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ 6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد نمبر36 ترقیات کم کر کے 1 روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے.....

"6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد نمبر36 ترقیات کم کر کے 1 روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے.....

"کہ ایک ضمنی رقم جو 6 کروڑ 52 لاکھ 85 ہزار 7 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب سپیکر: تو اب یہ تین ڈیمانڈ جو تھیں اس پر فیصلہ ہوا۔ اب میں یہ ڈیمانڈ جو ہیں ان کو نمبر 1 سے شروع کر کے ووٹنگ کے لیے put کرتا جاؤں گا۔

مطالبہ زر نمبر1

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 26 لاکھ 51 ہزار 7 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 26 لاکھ 51 ہزار 7 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر2

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 کروڑ 37 لاکھ 33 ہزار ایک سو 70 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 کروڑ 37 لاکھ 33 ہزار ایک سو 70 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ جنگلات

برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر3

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 6 لاکھ 85 ہزار 4 سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ دیگر ٹیکس اور محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 6 لاکھ 85 ہزار 4 سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ دیگر ٹیکس اور محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر5

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 97 لاکھ 89 ہزار 6 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 97 لاکھ 89 ہزار 6 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر

اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر7

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 لاکھ 10 ہزار 40 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 لاکھ 10 ہزار 40 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر8

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 4 لاکھ 50 ہزار 9 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ ماہی گیری برداشت کرنے پڑے گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 4 لاکھ 50 ہزار 9 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مالی گیری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر9

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 25 لاکھ 35 ہزار 3 سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ حیوانات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 25 لاکھ 35 ہزار 3 سو 20 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ حیوانات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر10

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 54 لاکھ 9 ہزار 8 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران

صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ امداد (ریلیف) برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 54 لاکھ 9 ہزار 8 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ امداد (ریلیف) برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر11

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 46 کروڑ 44 لاکھ 38 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پیرانہ سالی و پنشن برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 46 کروڑ 44 لاکھ 38 ہزر 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پیرانہ سالی و پنشن برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر12

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 36 کروڑ 15 لاکھ 78 ہزار 6 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سبسڈیز (امدادی رقوم) برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 36 کروڑ 15 لاکھ 78 ہزار 6 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سبسڈیز (امدادی رقوم) برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر13

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 26 کروڑ 69 لاکھ 70 ہزار 6 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 26 کروڑ 69 لاکھ 70 ہزار 6 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر14

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 ارب 90 لاکھ 24 ہزار 30 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 ارب 90 لاکھ 24 ہزار 30 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر16

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 کروڑ 19 لاکھ 87 ہزار 3 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 کروڑ 19 لاکھ 87 ہزار 3 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر17

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 80 لاکھ 15 ہزار 6 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ زرعی تحقیق و ترقی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 80 لاکھ 15 ہزار 6 سو 80 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ زرعی تحقیق و ترقی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر18

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 16 کروڑ 19 لاکھ 94 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ قرضہ جات برائے بلدیات' پورٹ فنڈ وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 16 کروڑ 19 لاکھ 94 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ قرضہ جات

برائے بلدیات' پورٹ فنڈ وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر19

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ صوبائی محصول برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ صوبائی محصول برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر20

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ نظم و نسق عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ نظم و نسق عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر21

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر22

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر23

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ ہیلتھ سروسز برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ ہیلتھ سروسز برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر24

وزیر خزانہ: یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر25

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا

اخراجات کے طور پر بسلسلہ متفرق محکمہ جات پیش کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے طور پر بسلسلہ متفرق محکمہ جات پیش کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر26

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر27

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر28

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر29

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سٹیشنری و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سٹیشنری و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر30

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر31

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1989ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا

اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کل صبح ساڑھے آٹھ بجے تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

اتوار' 11- جون 1989ء

(یک شنبہ' 6- ذیقعد 1409ھ)

جلد 6 —— شمارہ 5

(بشمول شمارہ جات 1 تا 23)

مندرجات — صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور اس کا ترجمہ ---------- 305

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ---------- 306

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ---------- 347

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ---------- 378

اراکین اسمبلی کی رخصت ---------- 386

مسئلہ استحقاق:

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر مؤثر اور ختم کرنے کی کوشش ---------- 396

مجلس قائمہ برائے استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ---------- 407

تحریک استحقاق نمبر 9 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا ---------- 408

تحاریک التوائے کار:

فضائی آلودگی کا تدارک ---------- 409

پنجاب یونیورسٹی میں اساتذہ کی کمی ---------- 415

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی ---------- 420

قراردادیں: (مفاد عامہ سے متعلق) 421

سکارپ اور دوسرے سرکاری ٹیوب ویلوں کے کنکشنوں کی بحالی ---------- 427

اراکین کی تنخواہوں اور بھتاجات میں اضافہ ---------- 442

مسودات قانون:

مسودہ قانون میڈیکل کالجز میں بلا امتیاز جنس داخلہ پنجاب مصدرہ 1989ء ---------- 443

مسودہ قانون (ترمیم) تحدید کرایہ شہری پنجاب' مصدرہ 1989ء ---------- 452

ہر منعقد

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

اتوار' 11- جون 1989ء

(یک شنبہ' 6- ذیقعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 38 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ○ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ○ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ○

سورہ بنی اسرائیل آیت 53 تا 57

آپ میرے بندوں کو حکم دیجئے کہ وہ عمدہ اور اچھی بات کہیں۔ بیشک شیطان ان کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتا ہے۔ یقیناً" شیطان انسان کا واضح دشمن ہے۔ تمارا رب تمہیں خوب جانتا ہے۔ اگر چاہے تو تم پر رحم فرما دے اور اگر چاہے تو تمہیں سزا دے۔ اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ اور آپ کا رب زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور بیشک ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ آپ کہہ دیجئے اب ان کو بلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا الہ سمجھتے تھے۔ وہ تم سے تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ اسے تبدیل کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں یہ مشرک پکارا[redacted]تے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کون سا بندہ اللہ کے قریب ہے اور اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک آپ کے رب کا عذاب [redacted]نے کی چیز ہے۔

وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ ○

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: وقفۂ سوالات شروع ہوتا ہے۔ لوکل گورنمنٹ سے متعلقہ سوالات ہیں۔ میاں محمود الحسن ڈار صاحب!

میونسپل کارپوریشن فیصل آباد میں ترقیاتی رقوم کی خورد برد کی تحقیقات

☆ 36 - میاں محمود الحسن ڈار: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی حکومت نے رواں مالی سال میں میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کو ترقیاتی سکیموں کے لیے اڑھائی کروڑ روپے کی امداد دی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ میئر مذکور نے ترقیاتی امداد کا بیشتر حصہ اپنے حلقہ انتخاب میں خرچ کیا جبکہ شہر کی بیشتر آبادیاں بنیادی شہری سہولتوں سے بہرہ ور نہ ہو سکیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ میئر مذکور وزیر اعلیٰ پنجاب کا قریبی رشتہ دار ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت دوران انتخاب 1988ء میں ترقیاتی کاموں کی فہرست بمعہ اخراجات ایوان کی میز پر رکھنے کو تیار ہے۔ اور سرکاری رقوم کی خورد برد کی تحقیقات کروانے کو تیار ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی - (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) جی نہیں۔ رواں مالی سال 89 - 1988ء میں میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کو ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ روپے کی گرانٹس صوبائی حکومت نے جاری کی ہیں۔

(ب) میئر میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کے حلقہ انتخاب وارڈ نمبر 63 میں اس ترقیاتی امداد میں سے کوئی رقم خرچ نہ کی گئی ہے۔

(ج) بادی النظر میں یہ سوال غیر متعلق ہے۔

(د) میونسپل کارپوریشن کی طرف سے فراہم کردہ تفصیلات لف ہیں حکومت سرکاری رقم کے خورد برد کی کسی بھی شکایت پر تمام ضروری کارروائی کرنے کے لیے تیار ہے۔

Works undertaken out of grant of Rs. 1,00,00,000/-

Sr. No.	Name of Works.	Estimated Cost.
1.	Construction of Road Jamia Sulfia to Gali No. 22 Garden Mohallah.	6,00,000/-
2.	Construction and Reconditioning Roads Alfaiyaz Colony.	2,00,000/-
3.	Pavement and earth filling streets abadi Bhatta Anoupe Singhwala.	1,10,000/-
4	Pavement, drains Gali No. 2 Mohallah Feroze Shah Halqa No. 45.	1,15,000/-
5.	Earth filling and pavement Gali Mohallah Karamat Abad nea Ganda Nala Satiana Road.	1,28,000/-
6	Pavement and drains Mohallah Garden, Hyder Abad and Siddiq Abad.	6,35,000/-
7.	Reconditioning of Roads Main Road Dogar Basti Peoples Colony.	2,88,000/-
8	Construction of Nalla Main Road along Yusuf Abad.	1,04,000/-

9.	Construction of Pacca Road and drains Main Bazar Abadi Rasool Nagar Dhudiwala.	2,18,000/-
10.	Pavement and drains interior streets abadi Rasool Nagar Dhudiwala.	78,000/-
11.	Pavement near house Tariq Main Road Warispura.	45,000/-
12.	Reconditioning of Road from Susan Road towards Kothi Anwar Ali Khan.	60,000/-
13.	Pavement and drains from Ganda Nala to house Noor Beg Mohallah Noorpura.	1,27,000/-
14.	Carpetting of Roads C Block People Colony Extension Halqa 43.	3,00,000/-
15.	Purchase of land for Girls School in Mohallah Warispura.	5,11,650/-
16.	Raising level of Road from Tali Chowk to Sole Chowk Warispura.	1,00,000/-
17.	Pavement and drains Gali Chairman Muhammad Shafi Wali Akbar Colony.	55,200/-
18.	Carpetting of dual carriage road from Jaranwala Road to chowk Radio Pakistan Peoples Colony and Sir Fazal Hussain chowk to Tanki Peoples Colony No. 1.	13,66,135/

19.	Pavement and drains Gali No. 7, 9 Mohallah Dawood Nagar.	2,00,000/-
20.	Construction of Road from Taranwala Road to house Dr. Gulzar Afzal Kahkashan Colony.	84,000/-
21.	Carpetting of Road behind M.C. Girls Primary School Cotton Mills Road.	2,00,000/-
22.	Pavement Eha Dispensary Jhang Road.	50,000/-
23.	Widening and carpetting of Road and installation of Lights from . bridge Jhang Road, Bakkar Mandi along Sirwala Rajbah.	5,00,000/-
24.	Construction of dividers from chowk Narwala Road to Big Grave Yard.	5,00,000/-
25.	Reconditioning and widening and Carpet Road Ansari Road from Raja chowk to Piran wala Chowk Qadir Abad chowk to Grave Yard, Shahi Chowk Ganda Nala Ghulam Mohd Abad.	5,48,000/-
26.	Construction of Road, Pavement, drains Ishaq Gil wala Bazar Chak No, 7 Sargodha Road.	5,00,000/-
27.	Carpet Road Gali No. 12, 15 various streets Mohallah Douglaspura.	3,00,000/-

28.	Construction of Fountains Chowk Chiniot Bazar.	3,75,000/-
29.	Fixing Grill Tree Guard remaining portion Babar Cinema to Sabria Sarajia High School.	50,000/-
30.	Carpetting of Dijkot Road Part - II.	3,57,900/-
31.	Purchase of Tractor with Blade.	2,21,500/-
32.	Construction of Road from Lahore - Jaranwala Road to Hassan Town I/C drains Mohallah Hassanpura.	2,37,000/-
33.	Construction of Park near M. C. Primary School Boys and Disposal Station Gulshion Colony adjacent Barra Grave Yard.	4,00,000/-
34.	Carpetting Bridge Khalid Abad to Sabria Sarajia School	1,45,000/-
35.	Carpetting of Road from Noshahi Chowk Nazim Abad to Rehmania Mills Road.	1,50,000/-
36.	Provision for Variations	1,40,650/-
	Total: Rs.	1,00,00,00

Mayor,

Municipal Corporation, Faisalabad

LIST OF WORKS UNDERTAKEN OUT OF GRANT OF RS. 20,00,000/-

Sr. No	Name of Works.	Estimated Cost.
1.	Carpet Road Peoples Colony and Alnajaf Colony.	2,00,000/-
2.	Carpet Road remaining portion Mohd Abad, Gulbehar Colony.	1,50,000/-
3.	Carpet Road peoples Colony to Kot Khan Mohd.Karkhana Sheikh Aftab.	150,000/-
4.	Carpet Road Peoples Colony, Kothi Farooq to Satiana Road Tezab Mills Road remaining portion.	2,00,000/-
5.	Carpet Road Peoples Colony No. 2 Yasinabad.	2,00,000/-
6.	Carpet Road from Aziz Chowk to Dawood Nagar towards Warispura Iqbal Nagar.	2,00,000/-
7.	Construction of Road Dogar Basti (P.C.) D Block.	2,50,000/-
8.	Carpet Road, Sarfraz Colony.	1,50,000/-
9.	Carpet Road P.C., A-Block Haji Younis Wali 594/A to 602/A and Mohd Sharif Wali 607/A to 614/A.	2,00,000/-
10.	Carpet Road Fateh Abad Katchi Abadi Block-B.	1,00,000/-
11.	Carpet Road Peoples Colony and Sadh Bela.	2,00,000/-

Total Rs. 20,00,000/-

(RS. TWENTY LACS ONLY)

GRANT OF RS. 3 LACS.

1) Construction of Health Club, Peoples Colony, Faisalabad. 3,00,000/-

This work has not yet been undertaken.

CHIEF CORPORATION OFFICER
MUNICIPAL CORPORATION,FAISALABAD

LIST OF WORKS UNDERTAKEN OUT OF GRANT OF RS. 25,00,000/-

Sr. No	Name of Works.	Estimated Cost.
1.	Pavement Street Rouza Park Ramzanabad Manzoor Park Mansoorabad Halqa Ishtiq Farooqabad.	1,50,000/0
2.	Pavement Gali Rouza Park Ramzanabad Mansoorabad.	1,50,000/-
3.	Construction of Road remaining Portion Yousafabad Road Dr. Rafiq Dhudi Wala.	2,50,000/-
4.	Construction of Roads Rabbani Colony, Garden Colony.	2,00,000/-
5.	Construction of Roads Kot Khan Muhammad.	1,50,000/-
6.	Construction of Roads Alnajaf Colony.	1,50,000/-
7.	Recond. of Road remaining portion Peoples Colony No. 1 from D-Ground to Gate.	1,00,000/-
8.	Installation of Tubewell Pingan Wali Ground, Peoples Colony.	1,50,000/-
9.	P/F Iron Grill Bench tree Guard M-Park near 665-A I/C Lights Peoples Colony.	1,00,000/-
10.	P/F Iron Grill Bench tree Guard M-Park small D-Ground.	50,000/-
11.	Construction of small Parks Halqa Mehrban Ali Conuncillor.	2,00,000/-

12.	Construction of Roads near Rabbani Colony Chak No. 224, Zulifiqar Colony.	3,00,000/-
13.	Carpetting and construction of Roads Haseeb Shaheed Colony, Garden Colony.	2,00,000/-
14.	Carpetting of Roads Shadipura.	1,00,000/0
15.	Carpetting & Construction of Roads Yasrab Colony, Aslam Bajwa Wali.	1,00,000/-
16.	Carpetting & Construction of Roads Peoples Colony No. 2 and Sarfraz Colony.	1,50,000/-

Total **Rs.** 25,00,000/-

(RS TWENTY FIVE LACS ONLY

CHIEF CORPORATION OFFICER
MUNICIPAL CORPORATION, FAISALABAD

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! پہلی بات یہ ہے کہ انہوں نے اس کی تفصیل ہی صحیح نہیں دی۔ جناب والا! سوال کے جز (د) میں یہ پوچھا گیا ہے کہ "اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت دوران انتخاب 1988ء میں ترقیاتی کاموں کی فہرست بمع اخراجات ایوان کی میز پر رکھنے کو تیار ہے اور سرکاری رقوم کی خورد برد کی تحقیقات کروانے کو تیار ہے؟"

انہوں نے جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے "میونسپل کارپوریشن کی طرف سے فراہم کردہ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں حکومت سرکاری رقم کے خوردبرد کی کسی بھی شکایت پر تمام ضروری کارروائی کرنے کے لیے تیار ہے۔" لیکن میں نے جو نشان دہی کی ہے اسے جناب وزیر موصوف یہ بتائیں کہ جو تفصیل انہوں نے یہاں پر دی ہے جو ساتھ منسلک ہے کہ جس پر یہ کام ہوا ہے وہ قومی اسمبلی کا کون سا حلقہ نمبر ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ سوال بالکل نہیں بنتا۔ کیونکہ یہاں پر سوال میں کسی بھی جگہ پر قومی اسمبلی کے حلقے کے بارے میں نہیں پوچھا گیا اور جو پوچھا گیا ہے یعنی جو اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے وہ میئر کارپوریشن کے حلقہ انتخاب کے بارے میں ہے۔ اس لیے قومی اسمبلی کا تو یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: درست ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ میئر کارپوریشن نے 1988ء میں کس حلقہ سے انتخاب لڑا؟

جناب سپیکر: ڈار صاحب! کیا سوال ہے' ذرا دھرایے گا؟

میاں محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! وزیر موصوف یہ بتائیں کہ یہ 1988ء میں میئر کارپوریشن نے کس حلقہ سے انتخاب لڑا اور کس حلقہ سے اسمبلی کا الیکشن لڑا؟

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال کیسے بنتا ہے؟

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! یہ ضمنی سوال بنتا ہے۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں عرض کروں کہ میں نے پہلی بات 1988ء کے متعلق پوچھی ہے کہ میئر نے 1988ء کے انتخاب میں کہاں کہاں ورک کیا اور یہ تفصیل انہوں نے 1988ء کی دی ہے۔ میں یہ suppose کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے یہاں پر جو ان کو گرانٹ دی ہے وہ تمام کی تمام اس نے اس حلقہ میں خرچ کی ہے

جس قومی اسمبلی کے حلقہ سے اس نے الیکشن لڑا ہے۔ اس میں ایک فیصد بھی غلط بیانی نہیں ہے۔ آپ دیکھ لیں۔ یہ پہلا نمبر ہے جس میں انہوں نے ایک کروڑ بتایا ہے۔ یہ بھی وہی حلقہ نمبر65 ہے جہاں سے اس نے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا ہے۔ تمام پیسے اس نے اس حلقہ میں خرچ کیے ہیں۔ اس کے ساتھ دوسری سائڈ پر چلے جائیں یعنی دوسرے صفحہ پر تو اس میں بھی زیادہ تر یہی ہے۔ تیسرے صفحے پر چلے جائیں تو اس میں بھی یہی ہے۔ یعنی بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جو انہوں نے گرانٹ دی ہے۔ یہ صرف الیکشن میں استعمال کے لیے اسے دی ہے اس لیے دی ہے کہ وہ جناب چیف منسٹر صاحب کے عزیز ہیں۔ اس لیے میں یہاں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی زیادتی ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے خیال میں سوالات پر کوئی بحث نہیں ہونی چاہیے کیونکہ سوال جو انہوں نے کیا ہے اس کا تعلق قومی اسمبلی کے کسی بھی حلقہ انتخاب سے کوئی نہیں ہے۔ اور جو بھی انہوں نے سوال کیا ہے وہ تو سرا سر صرف میئر کے حلقے کے بارے میں پوچھا ہے اور میئر کا جو وارڈ بنتا ہے وہ وارڈ نمبر63 ہے۔ اور اس میں اس امدادی رقوم سے کوئی ایک پیسہ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔

میاں محمود الحسن ڈار: یہ جو آپ فرما رہے ہیں کہ میں 1988ء کی بات کرتا ہوں اس نے تو 1987ء میں کونسلری کا الیکشن لڑا تھا۔ مجھے یہ ضرورت نہیں ہے آپ بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن ٹھیک ہے اگر آپ کی نظر میں یہ سوال واضح نہیں ہے تو پھر آپ دوبارہ حکم فرمادیں کہ اس کا جواب دوبارہ دیں۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔ موہل صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! کو بہت بہتر علم ہے کہ ضمنی سوال کس انداز سے کیا جاتا ہے نہ کہ اس پر تقریر کر دی جائے۔ یا کوئی اس طرح کا مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ ایک خاص سوال ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: جی صحیح ہے۔ ڈار صاحب! آپ کا کوئی اور ضمنی سوال ہے؟ جی وصی ظفر صاحب ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ میئر کا کونسلر شپ کا الیکشن

کون سے سن میں ہوا تھا؟ سوال انتخاب 1988ء کے بارے میں ہے۔ جز (د) واضح ہے۔ یہ فرمایئے کہ میئر کا الیکشن کون سے سن میں ہوا تھا اور قومی اور صوبائی اسمبلی کا الیکشن کون سے سن میں ہوا تھا؟

جناب سپیکر: میئر کا الیکشن کون سے سن میں ہوا تھا؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب! بلدیاتی الیکشن کون سے سن میں ہوئے تھے اور صوبائی اور قومی الیکشن کون سے سن میں ہوئے تھے؟

جناب سپیکر: جی چودھری صاحب!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! اس کے لیے یہ تازہ سوال کریں گے تو اس کے بعد اس کا جواب دیا جائے گا۔ دراصل ڈار صاحب نے سوال کیا ہے۔ وہ سوال دیتے وقت صحیح طور پر جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے وہ نہیں کہہ سکے اور اب اس کو یہاں پر کہنے کی جناب والا! کیسے اجازت دے سکتے ہیں۔ وقفۂ سوالات میں نئے سرے سے ایک نئی چیز کو یہاں پر اٹھایا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب اس میں ان کا ضمنی سوال یہ ہے میئر فیصل آباد نے کون سے سن میں الیکشن لڑا ہے قومی اسمبلی کا یا صوبائی اسمبلی کا اور کون سے سن میں میئر کا الیکشن contest کیا ہے؟ جی ڈار صاحب نے حلقہ انتخاب کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یہ تمام امدادی رقوم اپنے حلقہ انتخاب میں خرچ کیں اور اس کا جواب یہ ہے کہ میئر میونسپل کارپوریشن کے حلقہ انتخاب وارڈ نمبر63 میں اس ترقیاتی امداد میں سے کوئی رقم خرچ نہ کی گئی اس میں آپ نے غالباً" فیصل آباد کارپوریشن کی وارڈ نمبر63 کا ذکر کیا ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! کیونکہ بات ہی کارپوریشن کی ہو رہی ہے تو میئر کے حلقے کے وارڈ کا نمبر63 ہے اور وارڈ نمبر63 میں امدادی رقوم میں سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر: بات اس میں یہی ہے کہ ڈار نے اپنے سوال میں جو پوچھا ہے وہ یہ ہے کہ کارپوریشن کے ریفرنس سے ان کا حلقہ انتخاب وارڈ نمبر63 ہی بنتا ہے اور اب وہ قومی اسمبلی کے حلقہ انتخاب کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے جس کا آپ نے اپنے سوال میں ذکر نہیں کیا۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! میں 1988ء کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا آپ نے اس کا اپنے سوال میں کہیں ذکر کیا ہے؟

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! میں مشکور ہوں کہ وزیر بلدیات صاحب نے تو وہ بات بتا دی ہے کہ بھئی یہ تو سوال ہی نہیں ہے یہ اکثر ایسا ہی کہتے ہیں۔ تو جناب والا! میں کہتا ہوں کہ اس ایوان کو پتا چلے حکومت کو پتا چلے کہ وہاں پر ان کا میئر کیا کر رہا ہے۔ اس نے وہاں ایک کروڑ اور 48 لاکھ روپے اپنے الیکشن جیتنے کے لیے خرچ کیے گو کہ وہ الیکشن جیت بھی نہیں سکا اور جو پنجاب حکومت نے پیسہ دیا تھا وہ سارے کا سارا اس نے ضائع کر دیا۔

جناب سپیکر: آپ نے اس میں نہ ہی 1988ء کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی سن میں آپ نے قومی اسمبلی کے حلقہ انتخاب کا ذکر کیا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! جو وزیر موصوف نے جواب دیا ہے اس میں سے میرا ضمنی سوال بنتا ہے اور ان کا جواب ہے کہ میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کے حلقہ انتخاب وارڈ نمبر63 میں ترقیاتی مد میں سے کوئی رقم نہیں لی گئی تو جناب والا! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو وارڈ نمبر63 کے انتخاب کا ذکر آیا ہے تو وہ انتخاب کون سے سن میں ہوا تھا؟

جناب سپیکر: نہیں۔ یہ سوال نہیں بنتا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ وارڈ نمبر63 میں جو انتخاب ہوئے وہ کون سے سن میں ہوئے۔

جناب سپیکر: یہ وارڈ نمبر63 کے بات ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: یہ جناب فیصل آباد کارپوریشن کے حلقہ انتخاب وارڈ نمبر63 میں اس ترقیاتی مد میں سے کوئی رقم خرچ نہ کی گئی تو جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ جس انتخاب کا ذکر ہے وہ کونسے سن میں ہوا تھا۔ 70 میں ہوا تھا۔ 79 میں ہوا تھا۔ 87 میں ہوا تھا یا 84 میں ہوا تھا یہ کب ہوا تھا؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ منسٹر لوکل گورنمنٹ کا کام نہیں ہے کہ یہ بتائیں کہ یہ الیکشن کون سے سن میں ہوئے تھے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ سوال کونسے الیکشن کے بارے میں ہے؟

جناب سپیکر: یہ وارڈ نمبر63 کی بات ہے جس وارڈ کا انہوں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے

حلقہ انتخاب میں یہ رقم لگائی ہے اس کا انہوں نے یہ کہا ہے کہ وارڈ نمبر 63 ان کا بنتا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ وارڈ نمبر 63 کا جو حلقہ انتخاب ہے یہ کون سے سال میں حلقہ بنا تھا؟

جناب سپیکر: یہ الیکشن تو ہر چار سال کے بعد ہوتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! لوکل باڈیز کے الیکشن کی بات ہے۔

جناب سپیکر: لوکل باڈیز کے الیکشنز بھی ہر چار سال کے بعد ہوتے ہیں۔ چودھری صاحب! لوکل باڈیز کے الیکشنز کیا ہر چار سال کے بعد ہوتے ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جی' جناب والا! یہ ہر چار سال کے بعد ہوتے ہیں لیکن اگر معزز رکن الف۔ ب۔ ج۔ د۔ پر جو سوالات ہیں ان کی spirit کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی سوال کریں تو اس کا تو میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں اور وہ مسئلہ جس کا ان سے بالکل ہی تعلق نہیں ہے اس کے بارے میں سوال کرنا چاہیں تو میں اس کا کیسے جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: تو چودھری صاحب! یہ جو لوکل باڈیز کے elections ہیں یہ کب ہوئے ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہاں پر اس سوال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور نہ ہی یہ ضمنی سوال بنتا ہے۔ ویسے یہ الیکشنز 1987ء میں ہوئے تھے۔

جناب سپیکر: چلو! میں یہ آپ سے پوچھتا ہوں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: یہ 1987ء میں ہوئے تھے۔

راجہ صفدر حسین: جناب سپیکر! میرے سوال کا تعلق ان کا جو جواب جزو "د" میں درج ہے اس سے ہے اور یہ ہے کہ حکومت سرکاری رقم کی خورد برد کی کسی بھی شکایت پر تمام ضروری کارروائی کرنے کے لیے تیار ہے تو جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کے لیے کیا شکایت کی ضرورت ہے یا حکومت Sou-moto کی کوئی کارروائی کر سکتی ہے اور میئر فیصل آباد کے خلاف جو چودہ مرتبہ شہر میں ہڑتال ہو چکی ہے اور بیسیوں درخواستیں اس کے خلاف حکومت کے پاس آ چکی ہیں کیا کارروائی کرنے کے لیے وہ کافی نہیں؟

جناب سپیکر: اپنا سوال دہرائیے گا۔

راجہ صفدر حسین: جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ انہوں نے جزو (د) میں جواب دیا ہے کہ

حکومت سرکاری رقم کی خوردبرد کی کسی بھی شکایت پر تمام ضروری کاروائی کرنے کے لیے تیار ہے تو جناب والا! وزیر موصوف سے میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس کے لیے شکایت کرنا ضروری ہے کیا حکومت از خود اس پر کوئی ایکشن نہیں لے سکتی اور فیصل آباد میں میئر کی کرپشن کے متعلق چودہ مرتبہ ہڑتال ہو چکی ہے۔ وہ کافی نہیں ہے اور کونسلر کی طرف سے بیسیوں درخواستیں کارروائی کرنے کے لیے آ چکی ہیں کیا وہ کافی نہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : جناب والا! جو جواب جزو (د) میں درج ہے کہ ضروری کارروائی کسی بھی شکایت پر کی جا سکتی ہے اور حکومت کو یہ اختیار ہے کہ اگر اس کے علم میں یہ بات لائی جائے تو از خود کسی بھی کارپوریشن یا لوکل کونسل کے خلاف انکوائری کرا سکتی ہے اور جو انہوں نے تیسری بات کی ہے یہ بالکل سراسر سیاسی بات ہے اس کا اس سوال سے قطعاً کوئی تعلق نہیں بنتا۔

راجہ صفدر حسین : جناب والا! میں نے یہ عرض کیا ہے کہ جو ان کے خلاف شکایات موصول ہو چکی ہیں کیا ان کی بناء پر کوئی انکوائری نہیں کی جا سکتی جبکہ لوکل باڈیز ایکٹ 1979ء میں یہ واضح طور پر درج ہے کہ جب کوئی بھی کونسلر یا کوئی بھی شہری اپنا بیان حلفی لگا کر کوئی شکایت کرتا ہے تو اس پر کارروائی ضروری ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کے ضمنی سوال کا جواب وہ دے چکے ہیں۔

راجہ صفدر حسین : جناب والا! انہوں نے بتایا ہے کہ یہ سیاسی سوال ہے اگرچہ یہ سیاسی سوال نہیں ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! کوئی ضمنی سوال ہے۔

راجہ صفدر حسین : جناب والا! بات یہ ہے کہ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں نے یہ پوچھا ہے کہ جو شکایات ان کے پاس آ چکی ہیں کیا وہ کارروائی کے لیے کافی نہیں جناب والا! یہ سیاسی سوال تو نہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل :پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس ایوان کے اندر سیاسی سوالوں کے جوابات بھی پوچھے جا سکتے ہیں۔ یہ مارشل لاء کے دور کا ایوان تو نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سیاسی سوال ہے تو اس کا بھی جواب دیجئے گا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ اس پر وزیر لوکل گورنمنٹ نے یہ کہا ہے اور ان کے سوال کا جواب دیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس سوال میں حقیقت نہیں ہے اور یہ محض سیاسی بات کی گئی ہے ان کا جواب یہ ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! سیاسی بات کا جواب بھی دینا چاہیے۔

جناب سپیکر: جی' سیاسی بات کا جواب آنا چاہیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: کیونکہ یہ خالصتاً" سیاسی ایوان ہے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ سوال سیاسی کیا جا سکتا ہے کیا کیا جا سکتا ہے تو میں اس بارے میں بتاؤں گا کہ ضمنی سوالوں کا دائرہ کار کے اندر رہنا ہے اور اس سے متعلقہ رول 51 ہے۔

There shall be no discussion on any question or answer, except as provided in Rule 52.

یہ رول 52 میں ہوتا ہے کہ وہ جناب والا! آ جاتا ہے تو ایک گھنٹے کے لیے دو دن پہلے نوٹس دیا جاتا ہے تو پھر یہ اس پر ہوتا ہے کوئی بھی لمبی تقریر یا جرح نہیں کی جا سکتی۔

جناب سپیکر: شکریہ موہل صاحب!

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! آپ اس پر اپنی رولنگ دیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہی کہتا ہوں کہ جس طرح کی یہ گفتگو کرتے ہیں یعنی ضمنی سوال کیا انہوں نے جواب دیا آپ نے پھر اپنا فیصلہ دے دیا اس کے بعد پھر تکرار نہیں ہو سکتی۔ ماسوائے رول نمبر52 کے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! تشریف رکھیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! اس پر آپ اپنی رولنگ دیں۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! اس پر رولنگ کی ضرورت نہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: ٹھیک ہے جی۔ میں مطمئن ہوں۔

چودھری عمر دراز خان: جناب والا! وزیر موصوف نے کہا ہے کہ 89-1988ء میں میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کو صوبائی حکومت نے ایک کروڑ 48 لاکھ روپے کی گرانٹ جاری کی ہے اور

اس پر انہوں نے estimates کی ایک لمبی فہرست بھی دی ہے تو کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ جو کام 89-1988ء میں ہونے تھے کیا یہ کام مکمل ہو چکے ہیں؟ اگر مکمل نہیں ہوئے تو کس حد تک مکمل ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! اس میں کچھ کام مکمل ہو چکے ہیں اور کچھ پر ابھی کام ہو رہا ہے۔ اگر وہ کسی specific scheme کے بارے میں پوچھنا چاہیں گے تو اس کے لیے ان کو نیا سوال کرنا پڑے گا۔ تبھی ہم انفرمیشن لے کر اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ ویسے کام ہو رہا ہے اور کچھ مکمل بھی ہوئے ہیں۔

چودھری عمر دراز خان: جناب والا! یہ میرا حلقہ انتخاب ہے اور میں آپ کو یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہاں پر جو کام شروع ہوئے تھے ان پر الیکشن نومبر 88 کے بعد کوئی کام نہیں ہوا کیونکہ یہاں پر نومبر 88 میں میاں صاحب الیکشن ہار گئے تھے اس لیے انہوں نے اس کے بعد کام بالکل بند کر دیے۔ میں نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ کتنے فیصدی یہ کام مکمل ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! کیا آپ اس وقت اس پر کچھ بتانے کی پوزیشن میں ہوں گے کہ اس پر کتنے فیصدی کام مکمل ہوا ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ تو بالکل ایک تازہ سوال بنتا ہے اور اس کے لیے نیا نوٹس ضروری ہے۔ یہ specific بتائیں کہ کون سے کام ہیں جن کے بارے میں یہ پوچھنا چاہتے ہیں؟ یہ تو ایک عام سی بات کر رہے ہیں کہ اوور آل کیا صورت حال ہے تو اس کے بارے میں کیسے بتایا جا سکتا ہے؟ یہاں پر جو لسٹ دی گئی ہے وہ تو کوئی 50 کاموں کے بارے میں ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ ایسے کریں کہ اگر آپ کا وہاں پر کوئی specific کام ہے یا کوئی پراجیکٹ ہے اس کے معاملے میں اگر آپ پوچھنا چاہتے ہیں تو اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے لیے آپ کو تازہ سوال دینا ہوگا۔ لیکن اگر آپ پوچھنا چاہتے ہیں تو آپ بتائیے کہ کون سے کام کے بارے میں آپ پوچھنا چاہتے ہیں۔ منسٹر لوکل گورنمنٹ سے میں کہوں گا کہ وہ اس سیشن کے دوران اس کے بارے میں اس کی progress سے ہمیں مطلع کر دیں۔

چودھری عمر دراز خان: ٹھیک ہے جی۔ میں منسٹر صاحب کو لکھ کر دے دوں گا۔
جناب سپیکر: جی' آپ لکھ کر دے دیں۔
وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: کیونکہ جناب والا! یہاں پر کوئی 40 آئٹم ہیں۔ 40 علیحدہ علیحدہ جو کام ہو رہے ہیں ان کے بارے میں یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ تو ان 40 کاموں کے بارے میں یکدم ہم کیسے بتا سکتے ہیں؟
جناب سپیکر: صحیح بات ہے۔
وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: تو یہ ایسے خوامخواہ ہی کہا جا رہا ہے کہ تیاری کر کے نہیں آتے۔ آپ سوال کریں انشاء اللہ ایک ایک سوال کا جواب دیا جائے گا۔
جناب محمد ظہیر الدین خان: ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ جو انہوں نے جز (الف) میں کہا ہے کہ:

"ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ روپے کی گرانٹ صوبائی حکومت نے میونسپل کارپوریشن کے لیے جاری کی ہے۔"

کیا یہ گرانٹ سارے شہر کی میونسپل کارپوریشن کے لیے تھی یا کسی مخصوص حصے کے لیے تھی؟
جناب سپیکر: جی' چودھری صاحب!
وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ فیصل آباد شہر کے لیے تھی اور وہیں استعمال کی گئی ہے اور استعمال کی جا رہی ہے۔ فیصل آباد سے باہر کہیں بھی یہ گرانٹ نہیں گئی۔
جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ گرانٹ فیصل آباد شہر کے لیے تھی یا کسی ایک مخصوص حصے کے لیے تھی؟
جناب سپیکر: وہ انہوں نے بتایا ہے کہ فیصل آباد شہر کے لیے تھی۔
وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ پوری کی پوری گرانٹ فیصل آباد شہر کے لیے تھی اور فیصل آباد شہر میں ہی لگائی جا رہی ہے اور وہیں فیصل آباد شہر میں لگے گی۔
راجہ صفدر حسین: جناب سپیکر! وزیر موصوف غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں یہ انہوں نے صرف این اے 65 کے لیے دی ہے اور یہ رقم جو شہر میونسپل کارپوریشن کی حدود سے باہر علاقہ ہے وہاں بھی خرچ کی گئی ہے۔ ہم یہ بات ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں اور مجھے بڑا افسوس ہے

کہ جناب وزیر موصوف ہاؤس کے سامنے اتنا بڑا جھوٹ بول رہے ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ سراسر غلط بیانی کر رہے ہیں۔ جس حلقہ کا یہ ذکر کر رہے ہیں کیا وہ فیصل آباد سے باہر ہے؟ وہ بھی فیصل آباد کا حصہ ہے۔ وہاں بھی لوگ آباد ہیں اور یہ رقم وہیں ان کی سہولتوں کے لیے استعمال کی جا رہی ہے۔ اس میں ایسی کونسی بات ہے؟

جناب سپیکر: اس میں ایک چیز واضح ہو گئی۔ منسٹر لوکل گورنمنٹ نے یہ کہا ہے کہ یہ رقم شہر فیصل آباد کے لیے ہے۔ شہر کا مطلب ہے میونسپل کارپوریشن۔

راجہ صفدر حسین: شہر سے مطلب ہے میونسپل کارپوریشن کے اندر .....

جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میرے ضمنی سوال کے ساتھ منسلک بات یہ تھی کہ انہوں نے فرما دیا ہے کہ یہ رقم میونسپل حدود میں خرچ کرنے کے لیے تھی اور یہ میونسپل حدود میں ہی خرچ ہو گی تو میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ایک گاؤں جنڈ والا میونسپل حدود میں ہے؟ میں ثابت کروں گا کہ وہاں پر ان کا حلقہ ہے۔ (قطع کلامیاں)

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! بالکل غلط ہے .....

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آپ کا سوال ہو گیا آپ تشریف رکھیں.....

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! میں نے یہ کہا ہے کہ یہ جو گرانٹ دی گئی ہے یہ فیصل آباد کے لیے تھی اور فیصل آباد شہر میں بھی استعمال ہوئی ہے.....

راجہ صفدر حسین: آپ ریکارڈ چیک کر لیں انہوں نے کہا ہے کہ یہ شہر کے لیے تھی.....

جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! کیا یہ گاؤں جنڈ والا میونسپل کارپوریشن کی حدود میں ہے؟ جہاں پر میئر فیصل آباد نے اپنے الیکشن میں لاکھوں روپیہ لگوا دیا۔ کیا وہ گاؤں میونسپل کارپوریشن کی حدود میں ہے؟

جناب سپیکر: جناب میاں محمود الحسن ڈار! اگلا سوال۔

میاں محمود الحسن ڈار: (سوال نمبر 38 طبع شدہ دریافت کیا گیا)

جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: اس کے لیے تازہ سوال درکار ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! اگر آپ مناسب سمجھیں اور اجازت دیں تو میں بھی پچھلے

سوال پر ایک ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب نے آپ کو اگلا سوال کرنے کی دعوت دی ہے

راجہ صفدر حسین: سر! پہلے پچھلے سوال کا جواب تو آ جائے۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! اس کے لیے تازہ سوال درکار ہے۔ میاں محمود الحسن ڈار۔ اگلا سوال۔۔۔۔۔

فیصل آباد کی آبادیوں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اقدامات

☆ 38 - میاں محمود الحسن ڈار: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔۔۔۔۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ فیصل آباد کے وارڈ نمبر 66، 67، 68، 69، 79 اور اس کے ساتھ ملحقہ آبادیاں ابھی تک بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا آبادیوں میں پینے کا پانی اور سکول وغیرہ تک کی سہولتوں کا فقدان ہے۔

(ج) کیا حکومت ان مذکورہ آبادیوں میں ہر قسم کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے تیار ہے اور کب تک؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔

(ج) جی ہاں۔ مالی وسائل کے مطابق میونسپل کارپوریشن فیصل آباد یکساں ترقی کی بنیاد پر تمام علاقوں کو ضروری سہولیات فراہم کرتی رہے گی۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے اس کا جواب ہی صحیح نہیں دیا۔ جز (الف) کی بات کروں تو کہتے ہیں درست نہ ہے اور اگر جز (ب) کی بات کروں تو کہتے ہیں درست نہ ہے۔ وزیر موصوف یہ بتائیں کہ آج سے تین سال پہلے اس حلقے میں کتنا روپیہ خرچ ہوا ہے؟

کس کس جگہ پر خرچ ہوا ہے؟ کون کون سی انہوں نے بنیادی سہولتیں وہاں فراہم کی ہیں؟ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ فیصل آباد کے وارڈ نمبر66، 67، 68، 69، 79 اور اس کے ساتھ ملحقہ آبادیاں ابھی تک بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ درست نہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بتائیں پھر درست کیا ہے؟ کہ کس حلقے میں کتنا روپیہ لگا ہے؟ یہ تو بتائیں یہ کونسی بات ہوئی درست نہ ہے۔ یہ تو بتائیں ----

جناب سپیکر: اس میں آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

میاں محمود الحسن ڈار: میرا ضمنی سوال ہے کہ جناب یہ کہتے ہیں درست نہ ہے اور میں کہتا ہوں کہ درست کیا ہے؟ وزیر موصوف یہ بتائیں کہ اس میں درست کیا ہے؟

جناب سپیکر: ڈار صاحب! یہ ضمنی سوال نہیں ہے ----

میاں محمود الحسن ڈار: جناب! سیدھی بات ہے کہ میرے سوال کے جواب کی سٹیٹمنٹ میں یہ کہتے ہیں کہ درست نہ ہے۔ میں کہتا ہوں پھر یہ بتا دیں کہ درست کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ جو حلقے میں نے اب بتائے ہیں ان میں انہوں نے اب تک کوئی بنیادی سہولت فراہم نہیں کی۔ جناب وزیر موصوف بتا دیں کہ تین سال پہلے ان حلقوں میں انہوں نے کونسی بنیادی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ جناب یہ میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، جناب منسٹر لوکل گورنمنٹ ----

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! اگر آپ سوال کو ذرا ایک دفعہ دیکھیں اور محمود الحسن ڈار صاحب ہمارے معزز رکن ہیں انہیں سوال کرتے وقت کوئی سبق لینا چاہیے۔ ان کا سوال یہ ہے کہ -------

"کیا یہ حقیقت ہے کہ فیصل آباد کے وارڈ نمبر 66، 67، 68، 69، 79 اور اس کے ساتھ ملحقہ آبادیاں ابھی تک بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔"

میرا جواب یہ ہے کہ درست نہیں ہے۔ یہ غلط بات کر رہے ہیں اور سوال کے جز (ب) میں انہوں نے کہا کہ ----

"کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا آبادیوں میں پینے کا پانی اور سکول وغیرہ تک کی سہولتوں کا فقدان ہے۔"

میرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی درست نہیں ہے۔ اور اس کا اتنا ہی جواب بنتا ہے۔ سوال کے جز (ج) میں انہوں نے کہا کہ ------

"کیا حکومت ان مذکورہ آبادیوں میں ہر قسم کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے سے قاصر ہے اور کب تک؟"

اس کے بارے میں جو میں نے جواب دیا ہے کہ ----

"جی ہاں۔ مالی وسائل کے مطابق میونسپل کارپوریشن فیصل آباد یکساں ترقی کی بنیاد پر تمام علاقوں کو ضروری سہولیات فراہم کرتی رہے گی۔"

تو اب جناب والا! جو یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں دراصل ان کو سوال یہ کرنا چاہیے تھا کہ ان وارڈ کے متعلق آپ یہاں فہرست مہیا کریں کہ جو جو کام یہاں ہوا ہے۔ یہ انہوں نے سوال نہیں کیا۔

جناب سپیکر: اب ضمنی سوال میں وہ پوچھنا چاہتے ہیں۔------

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! ضمنی سوال ویسے اس طرح نہیں بنتا۔ فہرست ویسے میرے پاس موجود ہے۔ یہ کونسی وارڈ کا پوچھنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: جناب محمود الحسن ڈار وارڈ 66، 67، 68، 69، 79 میں سے کونسی وارڈ کا آپ پوچھنا چاہتے ہیں؟

میاں محمود الحسن ڈار: جناب میں تو ساری وارڈوں کا پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ نے یہ سوال نہیں کیا۔ پھر آپ یہ سوال کرتے ہیں ان وارڈز میں یہ بنیادی سہولتیں جو ہیں ان کے مطابق کون کون سے کام ہوئے ہیں تو اس کی فہرست وہ آپ کو دیتے۔ اب آپ نے سوال میں یہ تو پوچھا نہیں ہے اب اگر آپ کسی specific وارڈ کا پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس میں بنیادی سہولتیں کون کونسی ہیں تو اس کا میں چودھری صاحب کو کہتا ہوں کہ وہ بتائیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: ان کو یہ فرمانا چاہیے تھا کہ "نہیں، ان آبادیوں میں بنیادی سہولتیں ہیں" یہ درست جواب ہے۔ یہ جواب کے جزو (ب) میں فرماتے ہیں کہ "پینے کا پانی اور سکول ہیں۔" اس میں جھگڑے والی کون سی بات ہے۔

جناب سپیکر: ڈار صاحب! اس بارے میں آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے؟ آپ کس آبادی کی بنیادی

سہولت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! میں پانچوں حلقوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ اگر یہ کہتے ہیں تو میں پانی ہی کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ حلقہ نمبر 67 اور 68 میں پینے کا پانی موجود ہے۔ یہ بتا دیں گے لیکن یقین کریں کہ وہاں لوگ پانی سے اب بھی محروم ہیں۔ اور پانی اتنا کڑوا ہے کہ یہ پی نہیں سکتے۔ اگر آپ حکم کریں تو میں اس پانی کا sample یہاں لے کر آؤں گا۔

جناب سپیکر: جناب وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: یہاں پہ میرے پاس کچھ تفصیل ہے۔ یہ وارڈ نمبر 68 کی تفصیل ہے۔ جو کافی لمبی ہے۔ تعمیر سڑک از شیر سنگھ والا تا ملک حسن کا کام مکمل ہو چکا ہے' تعمیر سڑک پلیاں تا مربع 75 شیر سنگھ والا پر دو لاکھ کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ تعمیر پلیاں جج والا' جمیل پارک نعمت آباد پر 25 ہزار کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ فرش بندی و نالیاں گلیاں' مسجد والا' سنگھ والا میں 25 ہزار کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ اسی طرح گلیوں اور نالیوں کا کام شیخ ارشد والی بٹر سنگھ والا میں بھی 25 ہزار کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ یہ میرے پاس کافی لمبی تفصیل ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اس میں پانی کا کوئی منصوبہ ہے۔۔۔۔

میاں محمود الحسن ڈار: وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ پانی ہے لیکن میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ وہاں حلقہ نمبر 67 اور 68 میں پینے کا پانی نہیں ہے۔ ان کو غلط رپورٹ دی گئی ہے۔ یہ ان کا قصور نہیں ہے بلکہ ان کے محکمے کا قصور ہے یا کارپوریشن کا قصور ہے۔ آپ کوئی کمیٹی بنا دیں جو اس کا جائزہ لے لے۔

جناب سپیکر: ڈار صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: پہلے ان کا سوال یہ تھا کہ سرے سے کوئی کام ہی نہیں ہوا' اس کے بارے میں میں نے لسٹ جناب کے سامنے پیش کی ہے۔

MR KHALID LATIF KARDAR : I invite your attention to a very important fact, you kindly see the rules. Everything is about questions, but there is not a single rule about the answers, whether it should be comprehensive or not and I would say that there are many defective rules. You kindly take into

your notice this point.

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! ان کو پہلے آپ اجازت تو دیں اٹھ کے انگریزی بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی انگریزی تو انگریزوں کو بھی سمجھ نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر: کاردار صاحب نے ہمارے قواعد انضباط کار میں جو نقائص ہیں ان کی نشان دہی کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ سوال کے بارے میں تو ہے کہ سوال ایسا ہونا چاہیے ایسا ہونا چاہیے لیکن جواب کے بارے میں کچھ نہیں دیا گیا کہ جواب بھی جامع قسم کا ہونا چاہیے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ پانی کے بارے میں بار بار سوال کر رہے ہیں۔ یہ سوال پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے محکمہ سے متعلق ہے اور فیصل آباد میں اس کا انچارج واسا ہے۔ وہ ہمارے محکمہ کے متعلق نہیں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی' وصی ظفر صاحب!

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر! جب سے پہلا سوال شروع ہوا ہے۔ وزیر موصوف ایوان کی روایت کے خلاف اور آپ کے کہنے کے باوجود سیدھا سادہ جواب دینے کی بجائے بحث میں الجھ جاتے ہیں۔ وجوہات بتاتے ہیں' سوال جواب پڑھتے ہیں اور غیر متعلقہ ہو جاتے ہیں اور جناب والا! آپ بھی ان کو ہدایت نہیں فرماتے کہ تیاری کر کے آیا کریں۔ یہ اسی لیے ہوتے ہیں کہ اس سے عوام کی بہتری نہ ہو۔ انہوں نے مخالفانہ رویہ اپنا کر ایوان کا نا صرف ماحول خراب کیا ہے۔ بلکہ ایوان کی روایات کو بھی خراب کیا ہے۔ تو جناب والا! اس پہ رولنگ دیں کہ ان کو ڈائریکٹ جواب دینا چاہیے۔ اگر رولز خاموش ہیں تو روایات تو موجود ہیں۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! ایسی کوئی بات میرے نوٹس میں ابھی تک نہیں آئی کہ جس میں بحث کی گئی ہو۔ جو سوال ہوتا ہے اس کا وہ جواب دیتے ہیں۔ جس سوال کو میں متعلقہ سمجھتا ہوں تو میں متعلقہ وزیر کو کہتا ہوں کہ وہ اس کا جواب دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! آپ نے پہلا سوال Put کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کا جواب دینا غیر ضروری ہے۔

جناب سپیکر: یہ بات کی جا سکتی ہے۔ متعلقہ وزیر یہ بات کر سکتے ہیں کہ یہ سوال غیر ضروری ہے

یا یہ سوال متعلقہ نہیں ہے۔ جیسے آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ جواب متعلقہ نہیں ہے ایسے ہی منسٹر بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سوال متعلقہ نہیں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! آپ نے ایک سوال پہ فورس کیا اور آپ نے اپنی طرف سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ اس سے پہلے تو وہ جواب دینے سے گریز کر رہے تھے۔ یہ رویہ ایوان کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر میاں شہباز شریف صاحب منسٹر ہو گئے ہیں تو ہم انہیں مبارکباد دے لیں۔

میاں محمد شہباز شریف: جناب والا! وصی ظفر صاحب! اخبار دھیان سے پڑھا کریں۔

جناب سپیکر: دراصل وصی ظفر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میاں صاحب اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔ اور ان کو اپنی سیٹ کے علاوہ کسی اور سیٹ سے بولنا نہیں چاہیے۔ یہ ان کو روٹر کے خلاف بلوانا چاہتے ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وصی ظفر صاحب کے منہ سے اتنی اچھی بات نکلی ہے۔ اس پر میں ان کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یہ خاندان ساری سیٹیں اپنے گھر میں رکھنے والا نہیں ہے کہ سارا کچھ خود ہی بن جائیں۔ ایک منسٹر بن جائے اور ایک وزیراعظم بن جائے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال' چودھری محمد خان جسپال صاحب!

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: یہ سوال کے متعلق پوائنٹ آف آرڈر بعد میں کر لیں۔

نوابزدہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ وقفۂ سوالات کے بارے میں ہے۔

جناب محمد ظہیرالدین: جناب والا! یہ وقفۂ سوالات کو پوائنٹ آف آرڈرز میں ضائع نہ کریں۔ سوالات کے جوابات مفاد عامہ میں ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: بس یہی بات میں کر رہا ہوں کہ نوابزادہ صاحب ایسے نہ کریں۔ میں آپ کی بات کی تائید کرتا ہوں کہ وقفۂ سوالات میں صرف سوالات ہونے چاہیں اس میں کوئی پوائنٹ آف آرڈر بھی نہیں ہونا چاہیے۔ جی محمد خان جسپال صاحب۔ (محمد خان جسپال ایوان میں حاضر نہیں تھے) کوئی معزز رکن ان کے ایما پر سوال نمبر پڑھنا چاہتا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: سوال نمبر42

سالم تاکوٹ مومن سڑک کی مرمت

☆ 42- چودھری محمد خان جسپال: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ---

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سالم تاکوٹ مومن تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا سڑک کب تعمیر ہوئی تھی اور تعمیر کے بعد آج تک اس کی مرمت نہ ہوئی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سڑک کی حالت اس وقت ناگفتہ بہ ہے۔

(ج) اگر جز (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سڑک کو موجودہ سال میں مرمت کرنے کو تیار ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی :(چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست ہے سڑک مذکورہ 83- 82 میں تعمیر کی گئی ہے اور ضروری رقم برائے مرمت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی مرمت نہ ہو سکی۔

(ب) درست ہے۔

(ج) محکمانہ پالیسی کے مطابق محکمہ دیہی ترقی کی تعمیر کردہ سڑکوں کی مرمت متعلقہ ضلع کونسل کرتی ہے۔ کیونکہ محکمہ کے پاس سڑک کی مرمت کے لئے کوئی رقم نہیں ہوتی محکمہ ہذا نے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کو درخواست دی ہے کہ اس کے لئے ضروری فنڈز فراہم کئے جائیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب والا! سوال کے جزو (ب) میں لکھا ہے کہ یہ درست ہے کہ متذکرہ سڑک کی حالت اس وقت ناگفتہ بہ ہے؟ تو انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ "یہ درست ہے" اور پھر اگلے جزو (ج) میں لکھا ہوا ہے کہ محکمانہ پالیسی کے مطابق محکمہ دیہی ترقی کی تعمیر کردہ سڑکوں کی مرمت متعلقہ ضلع کونسل کرتی ہے کیونکہ محکمہ کے پاس سڑک کی مرمت کے لیے کوئی رقم نہیں ہوتی محکمہ ہذا نے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کو درخواست دی ہے کہ اس کے لیے ضروری فنڈز فراہم کیے جائیں۔" یہ بتایا جائے کہ سڑک کی حالت بھی ناگفتہ بہ تسلیم کر لی

گئی ہے فنڈز کب تک فراہم کر دیے جائیں گے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! جیسا کہ جواب میں درج ہے اس سلسلہ میں کوشش کی جا رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہماری کوشش ہو گی کہ ضلع کونسل کو بھی کہا جائے گا کہ وہ بھی اس سڑک کے لیے فنڈز دیں اور محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کو بھی کہا جا رہا ہے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں فوری کارروائی کرے تاکہ جلد سے جلد اس کی تعمیر کی جا سکے۔

جناب علی اکبر مظہر ویس: جناب والا! اب کوشش کہاں سے ہوگی۔ بجٹ تو ابھی پیش ہوا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ضمنی میزانیہ میں پچاس پچاس لاکھ روپے دیے گئے ہیں تو کیا ان میں سے اس پہ رقم خرچ نہیں ہو سکتی۔ وہ پچاس پچاس لاکھ میں سے کچھ رقم رکھی گئی ہے یا اس کو بھی خیرات کے طور پر بانٹ دیا گیا ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: ضلع کونسل ایک خود مختار ادارہ ہے' وہ اپنے ہاؤس میں یہ سکیمیں پاس کرتے ہیں۔ ان کو کہا جائے گا کہ اس سڑک کو فوقیت دی جائے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب محمد خان جسپال۔

پارک کی تعمیر کے لیے اقدامات

☆ 64- چودھری محمد خان جسپال: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بڑے شہروں میں اکثر پارک سیر و تفریح اور عوام کی صحت کے لیے بنائے گئے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع اور تحصیل ہیڈ کوارٹر کسی بھی ضلع میں بڑے شہر شمار ہوتے ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کن وجوہات کی بناء پر بھلوال شہر جو تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے میں پارک تعمیر نہ کرایا گیا ہے کیا حکومت متذکرہ شہر میں پارک تعمیر کرنے کا پروگرام رکھتی ہے اور کب تک؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) جزوی طور پر درست ہے۔ تمام ضلعی اور تحصیل ہیڈ کوارٹر برائے شہر شمار نہیں ہوتے۔

(ج) تفریحی پارک مہیا کرنا بلدیاتی اداروں کے دائرہ اختیار میں ہے۔ بلدیہ بھلوال کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ وہ عوام کے لیے تفریحی پارک کا اہتمام کرے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل : جناب والا! جواب کے جزو (ب) میں لکھا ہے کہ جزوی طور پر ٹھیک ہے۔ تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کونسا حصہ درست ہے؟ اور کون سا حصہ غلط ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : جناب والا! بعض جو ہیڈ کوارٹر کے شہر ہیں وہ بڑے ہوتے ہیں اور بعض چھوٹے ہوتے ہیں۔ راجن پور ایک ہیڈ کوارٹر بھی ہے لیکن بہت چھوٹا ہے۔ اب لاہور کو لیجئے تو یہ ہیڈ کوارٹر بھی ہے اور بہت بڑا ہے۔ اسی طرح خانیوال ہے اور بھی کئی ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) خواجہ محمد یوسف : جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے کہ سیالکوٹ ایک بڑا شہر بھی ہے اور ضلعی ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ وہاں کے لیے کوئی تفریحی پارک منظور ہوئی تھی کیا اس کے لیے کوئی فنڈز کی تخصیص کی گئی ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : جناب والا! بات بھلوال کی ہو رہی ہے اور میرے محترم دوست سیالکوٹ کی بات کر رہے ہیں۔ اس کے لیے تازہ سوال دیں۔ یہ تو بالکل معمولی سی سمجھ کی بات ہے۔ اس میں زیادہ سمجھ والی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر : خواجہ صاحب! اس کے لیے تازہ سوال درکار ہے۔ جناب سید ذاکر حسین شاہ صاحب!

دھمیال مریوٹ سڑک کی مرمت کے لیے اقدامات

☆ 90۔ سید ذاکر حسین شاہ : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔

(الف) دھمیال مریوٹ روڈ تحصیل و ضلع راولپنڈی پہلی بار کب پختہ کی گئی اور اب تک کتنی بار اس کی مرمت کی جا چکی ہے اور ہر بار اس کی مرمت پر کتنا روپیہ خرچ

ہوا۔ نیز آخری بار کب مرمت کی گئی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سڑک کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کی فوری مرمت کا ارادہ رکھتی ہے اگر جواب ہاں میں ہو تو کب تک۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) دھیمال مریوٹ روڈ 79-1978ء میں تعمیر کی گئی۔ جس پر 18 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ اس سڑک کی لمبائی تین میل ہے۔ 87-1986ء میں ایک لاکھ روپے اس کی مرمت پر خرچ کیے گئے۔

(ب) ہاں یہ درست ہے۔

(ج) ضلع کونسل میں فنڈز کی کمی کی وجہ سے اس سڑک کی فوری مرمت ممکن نہیں ہے۔ تاہم صوبائی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات سے درخواست کی جائے گی کہ وہ اس منصوبہ کے لیے رقم فراہم کرے جبکہ اندازاً" چھ لاکھ روپے اس کی مرمت پر خرچ آئیں گے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! ان سوالات کے جوابات بالکل غلط ہیں۔ اس کے لیے آپ کوئی کمشن مقرر کر سکتے ہیں۔ میں جب کالج میں پڑھتا تھا تو اس وقت یہ سڑک تعمیر ہوئی تھی اور یہاں کہا گیا ہے کہ دھیمال مریوٹ روڈ 79-1978ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ پورا علاقہ جانتا ہے کہ یہ سڑک بہت پہلے تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد مرمت کے نام پر ضلع کونسل کے چیئرمین نے 18 لاکھ روپے کھائے تھے اور یہاں مرمت کو پختہ بتایا گیا ہے۔ جناب والا! اس کا جواب غلط ہے۔ میں اس پر تحریک استحقاق دوں گا۔ جناب والا! یہ سڑک 79-1978ء میں پہلی بار پختہ نہیں کی گئی' اس سے پہلے یہ پختہ تھی۔ اس کے بعد میں وزیر موصوف سے پوچھوں گا کہ کیا وجہ ہے کہ اگر ان کی بات درست بھی مان لی جائے کہ 79-1978ء میں 18 لاکھ روپے سے یہ سڑک بنی اور پھر یہ اتنی جلدی یہ 87-1986ء میں پھر یہ مرمت ہوئی اور اب پھر ناگفتہ بہ ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! 79-1978ء کے بعد 87-1986ء تک تقریباً" دس سال کا وقفہ ہے۔ تو سات آٹھ سال کے بعد سڑک مرمت چاہتی ہے۔ سات آٹھ سال کے بعد

سڑکیں عموماً خراب ہو جاتی ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب والا! انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ یہ سڑک ناگفتہ بہ ہے نا قابل استعمال ہے یعنی 6 سال پہلے 18 لاکھ روپے کی لاگت سے بننے والی سڑک جو چھ سال بعد پھر مرمت ہوئی آج پھر ناگفتہ بہ ہے۔ جناب والا! وزیر موصوف یہ بتائیں کہ یہ سڑک کیا واقعی پختہ ہوئی تھی یا نہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سڑک 18 لاکھ روپے سے پختہ نہیں ہوئی۔ جناب والا! یہ جواب غلط دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: اس کے لیے آپ کے پاس علاج موجود ہے۔ جس کا آپ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ضمنی سوال ہے تو بتایئے؟

سید ذاکر حسین شاہ : میرا ایک اور ضمنی سوال ہے۔ جواب کے جزو (ب) میں یہ کہا گیا ہے کہ صوبائی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات سے درخواست کی جائے گی کہ وہ اس منصوبے کے لیے رقم فراہم کرے جبکہ اندازاً" چھ لاکھ روپے اس کی مرمت پر خرچ آئیں گے۔

جناب سپیکر: یہ جزو کا آخری حصہ آپ کی دلچسپی کا مرکز ہونا چاہیے۔

سید ذاکر حسین شاہ : تو جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ یہ 6 لاکھ روپے کی لاگت سے کب تک سڑک کی مرمت مکمل ہو جائے گی؟

جناب سپیکر: ہاں' یہ آپ کا سوال ہونا چاہیے۔ جناب منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : جناب والا! میرا یہ جواب ہے کہ اس سلسلہ میں ضلع کونسل کو بھی کہا جائے گا' ان کا بھی بجٹ بننے والا ہے۔ جون میں وہ بجٹ بنا رہے ہیں۔ ان سے ہم کہیں گے کہ اس کو ترجیح دی جائے اور اس کی مرمت کے لیے فنڈز رکھے جائیں اور محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات سے بھی کہا جائے گا کہ وہ خصوصی طور پر اس کو فوقیت دیں اور اس کی مرمت کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسی سڑک کہ جس سے بہت سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں اور اگر اس کی حالت اس طرح خراب ہو تو ہماری کوشش ہو گی کہ اس سڑک کو جلد از جلد مرمت کروایا جائے اور مرمت کرنے کے بعد اس کو استعمال کے قابل بنایا جائے۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب والا! جلد سے جلد ایک مبہم اصطلاح ہے۔ یہ categorically بتائیں کہ کتنے عرصے میں اس کی دوبارہ مرمت ہو جائے گی۔ یہاں تو جواب میں کہا گیا ہے کہ ضلع

کونسل سے کہا جائے گا۔ جواب میں لکھا ہے کہ صوبائی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات سے سفارش کی جائے گی۔ اب وزیر موصوف کہہ رہے ہیں کہ ضلع کونسل کو کہا جائے گا کہ وہ بھی فنڈز مہیا کرے۔ یہ جو تحریری جواب ہے یہ مختلف ہے اور جو وہ زبانی فرما رہے ہیں وہ مختلف ہے۔ تو میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا اس سال اس سڑک کی مرمت ہو جائے گی یا نہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! اگر یہ جواب غور سے پڑھیں اور اس بات پہ زور نہ دیں کہ میں تحریک استحقاق پیش کروں گا تو یہ جتنی بھی تحریکیں خواہ استحقاق کی ہوں یا دوسری ہوں، پیش کریں گے ہم ان تحاریک کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کریں گے۔

ایک معزز رکن: یہ ان کی ناجائز بات ہے۔

جناب سپیکر: اس میں کون سی ناجائز بات ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! یہ آپ کی مرضی پر ہے کہ کسی تحریک استحقاق کو خلاف ضابطہ قرار دیں یا مسترد کریں وزیر بلدیات کس حیثیت میں کہہ رہے ہیں کہ ہر تحریک کا مقابلہ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: انہوں نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے یہی کہا ہے کہ ہم ہر تحریک استحقاق کا جواب دیں گے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! انہوں نے تو کہا ہے کہ ہر تحریک کا مقابلہ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس میں کون سی بات ناجائز ہو گئی؟

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! یہ تو آپ کا فیصلہ ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں، وہ جائز ناجائز تو میں نے دیکھنی ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: یہ مقابلہ نہ کہیں سامنا کرنا کہیں۔

جناب سپیکر: چلیں چودھری صاحب "سامنا کرنا" کہہ دیں۔ چودھری صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اس کو دوسرے انداز میں لیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: یہ آپ کا مطلب ہے، ان کا مطلب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! یہ میرا مطلب ہے اور ان کا بھی مطلب یہی ہے۔ وزیر بلدیات کا کہنا یہ ہے اور شاہ صاحب آپ کی توجہ کے لیے کہ اگر آپ دوسرے دھندوں سے نکلیں اور

سڑک کی مرمت کے لیے سنجیدگی سے بات کریں تو وہ اس سڑک کی مرمت کروانے کے لیے تیار ہیں۔ آپ تحریک استحقاق کی بات کرتے ہیں اور وہ دوسری باتیں کرتے ہیں۔ مسئلہ سڑک کی مرمت کا ہے۔ وہ اسے کرنے کے لیے تیار ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! یہ دھندوں سے نکلیں تو سڑک فوراً بن جائے گی۔

جناب سپیکر: ہاں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! آئی جے آئی کے وزراء غیر محتاط بیانات اور oriented interpretation کرنے کے ماہر ہیں۔

جناب سپیکر: تو آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی سڑک بنے۔ میری دلچسپی آپ کی سڑک بننے میں ہے۔ باقی باتیں آپ کی اور منسٹر صاحب کی ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ ضلع کونسل کا انہوں نے کیسے ذکر کر دیا تو اگر یہ جواب کے جزو (ج) کو غور سے پڑھیں تو اس میں لکھا ہے کہ ضلع کونسل میں فنڈز کی کمی کی وجہ سے اس سڑک کی فوری مرمت ممکن نہ ہے تو اس لحاظ سے میں نے بھی کہا تھا کہ ان کو بھی کہیں گے کہ اس کے لیے ضرور فنڈز رکھیں کیونکہ یہ سڑک فوری مرمت طلب ہے اور بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کو مرمت کرنا ہے۔ میں نے اس وجہ سے کہا کہ یہ سڑک بن جائے لیکن پتا نہیں یہ سڑک میں دلچسپی نہیں رکھتے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب بات یہ ہے کہ یہاں جو مسائل سوال کی صورت میں agitate کیے جاتے ہیں اس میں میری دلچسپی یہاں یہ ہوتی ہے کہ وہ مسائل جن کو سوالات کی صورت میں اٹھایا گیا ہے ان مسائل کا کوئی حل بھی نکلا جائے اور یہی نہیں کہ سوال کی حد تک یا جواب کی حد تک زبانی جمع خرچ ہو۔ اس مسئلے کا حل اگر ایوان میں نکل سکتا ہے تو میرا ایک رول ہے کہ جس کو میں مسلسل ادا کرتا چلا آ رہا ہوں کہ اگر کوئی یہاں جائز مسئلہ اٹھایا جائے تو وہ بے شک اپوزیشن کی طرف سے ہو بے شک کسی کی طرف سے ہو میں یہ کوشش کروں کہ اس مسئلے کا حل نکلا جائے۔ تو نوابزادہ صاحب اس کی اور interpretation کر رہے ہیں۔ میں اس بات کے لیے کوشش کر رہا ہوں کہ شاہ صاحب کی جس سڑک کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اس کے لیے میں وزیر

بلدیات سے یہ یقین دہانی حاصل کروں کہ وہ اس کی مرمت کروائیں گے۔ لہٰذا اس سڑک کے بارے میں وزیر بلدیات نے فرمایا ہے کہ اس سال انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کو بنانے کی کوشش کریں گے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں کہ کسی ایسی صورت حال کی آپ خود اجازت دیتے ہیں اور وہ بات غیر متعلقہ ہوتی ہے۔ اس ایوان کا وقت ضائع ہوتا ہے کیا اتنا ہی وقت دینا آپ پسند فرمائیں گے؟ کیونکہ اس طرح معزز اراکین کے سوالات پیش ہونے سے رہ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: حضور آپ تو ایوان کا وقت ضائع نہ کریں۔ آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال۔

ڈسپنسری کھولنے کے لیے اقدامات

☆ 110- میاں منظور احمد موہل: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ------

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ غنی کالونی' نیو مسلم پارک' نگینہ کالونی' ناصر کالونی' شیراکوٹ لاہور میں متوسط طبقہ کے افراد واقع ہیں جن کی آبادی پچاس ہزار سے اوپر ہے۔ لاہور میونسپل کارپوریشن کی طرف سے کوئی بھی ڈسپنسری نہیں۔

(ب) اگر ایسا ہے تو کیا حکومت اس علاقے میں ڈسپنسری قائم کرانے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ درست ہے کہ ان آبادیوں میں میٹروپولیٹن کارپوریشن کی کوئی ڈسپنسری نہ ہے لیکن زیر بحث آبادیوں سے جعفریہ کالونی ڈسپنسری' سوڈیوال ڈسپنسری' نواں کوٹ ڈسپنسری۔ اور ہیلتھ سنٹر بند روڈ سے تقریباً" ایک کلو میٹر ہے۔ شیراکوٹ آبادی سے ان ڈسپنسریوں کا فاصلہ تقریباً" ڈیڑھ کلو میٹر ہے۔

(ب) اس معمولی فاصلہ سے اہلیان آبادی باآسانی طبی سہولتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن کے موجودہ مالی سال میں متذکرہ آبادیوں کے لیے

کوئی ڈسپنسری زیر غور نہ ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی میاں منظور احمد موہل کا ہے۔

چوک نوناریاں سے پل گلشن راوی تک سڑک کی تعمیر

☆ 111- میاں منظور احمد موہل: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ چوک نوناریاں سے پل گلشن راوی لاہور تک (نیو شالیمار روڈ) سڑک پختہ نہ ہونے کی وجہ سے اس علاقے کے عوام کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔

(ب) اگر ایسا ہے تو کیا حکومت اس سڑک کو پختہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی):

(الف) یہ درست ہے کہ سڑک مذکورہ پختہ نہ ہے۔

(ب) چوک نوناریاں سے پل گلشن راوی (نیو شالیمار روڈ) کی کل لمبائی 1350 فٹ ہے۔ جس میں سے تقریباً 900 فٹ سڑک کی لمبائی کو کارپٹ کرنے کا کام ٹھیکیدار کو الاٹ کیا جا چکا ہے۔ نیز سڑک پر پتھر ڈال کر اسے واٹر باؤنڈ بھی کر دیا گیا ہے۔ موقعہ پر کام جاری ہے۔ بقایا حصہ سڑک تقریباً 450 فٹ کا تخمینہ مبلغ 70 ہزار روپے منظور ہو چکا ہے۔ جس کے ٹینڈر مورخہ 15 اپریل 1989ء کو طلب کیے جا رہے ہیں۔ دفتری کارروائی ایک ہفتہ کے اندر مکمل کرنے کے بعد ورک آرڈر جاری کر دیا جائے گا۔ جس کے بعد ایک ماہ میں کام مکمل ہو جائے گا۔ اور اس طرح سڑک کا تمام حصہ پختہ کر دیا جائے گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! جواب کے (ب) جز میں فرمایا گیا ہے کہ کارپٹ کرنے کا کام ٹھیکیدار کو الاٹ کیا جا چکا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس کمپنی کا الاٹ کیا جا چکا ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! اس کے لیے اوپن ٹینڈر ہوتے ہیں۔ جس کی آفر

سب سے کم ہوتی ہے اس ٹھیکیدار کو ٹینڈر دیا جاتا ہے۔ اگر یہ اس کے لیے کوئی خاص معلومات چاہتے ہیں تو اس کے لیے نیا سوال کرنا پڑے گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! جب یہ کام دیا جا چکا ہے تو پھر انہیں فرم کا نام معلوم ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اس کے متعلق آپ اطلاع دے سکیں گے؟ اس اجلاس کے دوران یہ اطلاع ایوان کو فراہم کر سکیں گے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: ٹھیک ہے۔ جناب بتا دوں گا۔

جناب سپیکر: اس اجلاس کے دوران فرم کا نام بتا دیا جائے گا۔ جناب ملک غلام شبیر جوئیہ!

کندیاں ٹاؤن میں گراؤنڈ بنانے کے لیے اقدامات

☆ 118- ملک غلام شبیر جوئیہ: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔۔۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کندیاں ٹاؤن (ضلع میانوالی) کی آبادی تقریباً بیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ جس میں ریلوے کالونی ہائر سیکنڈری سکول لوئر مڈل سکول وغیرہ بھی ہیں۔ مگر علاقہ کے عوام کے لیے کھیلنے کے لیے کوئی گراؤنڈ نہ ہے۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ بالا ٹاؤن میں گراؤنڈ مہیا کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو وجہ؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ اس حد تک درست ہے کہ کندیاں ٹاؤن کمیٹی کی آبادی تقریباً بیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے البتہ یہاں کے لوگ ریلوے کی زمین کو بطور گراؤنڈ کھیلنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہائر سیکنڈری سکول کی گراؤنڈ بھی کھیلنے کے کام آتی ہے۔

(ب) جزو (الف) کا جواب نفی میں ہے لہٰذا جزو (ب) کے جواب کی ضرورت نہ ہے۔

ملک غلام شبیر جوئیہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ریلوے کی زمین پر گراؤنڈ بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ریلوے کی طرف سے گراؤنڈ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! ریلوے کی زمین پنجاب حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ یہ وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے۔ ان کو لکھا جا سکتا ہے ان کو درخواست دی جا

سکتی ہے کہ یہ گراؤنڈ بچوں کے کھیلنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ گزارش کی جا سکتی ہے کہ یہ صوبائی حکومت کو دیں تاکہ یہاں پر کوئی گراؤنڈ بنائی جا سکے۔

ملک غلام شبیر جوئیہ: جناب والا! ریلوے کی زمین تو ان کی اپنی ضرورت کے لیے ہے' وہ تو وہاں پر بچوں کو کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے ویسے ہی اس کی ممانعت ہے۔ کیونکہ وہاں ان کا اپنا اتنا کاروبار ہے کہ وہاں پر بچوں کے گراؤنڈ نہیں بنائے جا سکتے۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ اتنی بڑی آبادی کے لیے حکومت خود بندوبست کرے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح سے بڑے شہروں میں کالجوں کے لیے قیمتی زمینیں گراؤنڈوں کے لیے مہیا کی جاتی ہیں۔ اسی طرح رورل ایریا میں بھی بچوں کے کھیلنے کے لیے حکومت گراؤنڈ مہیا کرے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: اس سلسلے میں غلام شبیر جوئیہ صاحب کوئی درخواست دیں تو اس پر ضرور غور کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب۔

کندیاں و چپلاں اور ہرنولی ٹاؤن میں ہال تعمیر کرنے کے لیے اقدامات

☆120- ملک غلام شبیر جوئیہ: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کندیاں و چپلاں اور ہرنولی ٹاؤن میں کافی غریب لوگ رہتے ہیں اور ان کے گھر کے احاطہ جات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ شادی یا اجتماع وغیرہ کی تقریب کے لیے کوئی جگہ میسر نہیں ہوتی۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ شہریوں کی مشکلات کا ازالہ کرنے کو تیار ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) جی ہاں پاکستان کے دیگر علاقوں کی طرح کندیاں و چپلاں اور ہرنولی ٹاؤن میں بھی کافی غریب لوگ رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر کے گھروں کے احاطہ جات بھی اتنے بڑے نہیں ہوتے کہ ان کے گھروں میں شادی بیاہ یا اجتماعی تقریب ہو سکے۔

(ب) جہاں تک شادی گھر کی تعمیر کا تعلق ہے شادی کے لیے کوئی خاص جگہ مخصوص نہیں ہوتی کسی کھلے میدان یا پلاٹ میں شامیانے لگا کر ہی گزارہ کیا جاتا ہے ان تینوں قصبہ

جات میں کافی کھلی اور وسیع جگہ موجود ہے۔ جن میں ایسی تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
ملک غلام شبیر جوئیہ : جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا گنجان آبادیوں میں کھلے میدان ہوتے ہیں جہاں وہ شامیانے لگا کر اپنی شادی کا انتظام کر سکیں۔
وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : جناب والا! یہ ٹاؤن کمیٹیوں کے متعلق سوال ہے اگر کوئی ٹاؤن کمیٹی وہاں پر شادی گھر بنانا چاہے تو بنا سکتی ہے یہ ایک Optional Function ہے ویسے بھی کمیونٹی سنٹر وغیرہ بھی اس کام کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں جہاں تک ان کی یہ تجویز ہے کہ شادی گھر وغیرہ بنائے جائیں تو اس کے لیے ان کی ٹاؤن کمیٹی از خود انتظامات کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔
ملک غلام شبیر جوئیہ : میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سے حکومت پنجاب بلکہ سب حکومتوں نے غریبوں کی ہمدردی کے لیے آواز بلند کی ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ غریب عوام جن کے چھوٹے چھوٹے گھر ہوتے ہیں اگر ان کو ایک لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپے کی مالیت کے چھوٹے چھوٹے شادی گھر وہاں پر بنا کر دیے جائیں تو ان کے لیے یہ بڑی خوشی کا باعث ہوگا۔ کیونکہ غریب آدمی کے لیے یہ ایک بڑی خوشی کا دن ہوتا ہے اگر یہ دن اس کا آرام سے گزر جائے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے حکومت کو دور رس نتائج حاصل ہوں گے۔
جناب سپیکر : آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پر شادی گھر بنا دیے جائیں۔ غلام شبیر صاحب کا اصل مدعا یہ ہے کہ وزیر موصوف اس سلسلے میں کوئی یقین دہانی کروائیں۔
وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : اصل میں دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کوئی جگہ وہاں پر موجود ہو جو لوگ خود وہاں پر مہیا کریں تو پھر ان کی تجویز پر غور کیا جا سکتا ہے۔
وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : جناب والا! اس میں دیکھنے والی چیز یہ ہے کہ وہاں پر کوئی ایسی جگہ دستیاب ہو جو کہ لوگ مفت مہیا کر سکتے ہیں تو پھر اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔
جناب سپیکر : اگلا سوال جناب عبدالقادر شاہین صاحب کا ہے۔

میونسپل کمیٹی بہاولنگر کی سکیموں کی تفصیلات

169- جناب عبدالقادر شاہین : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) 1985 سے 1988ء تک میونسپل کمیٹی بہاولنگر نے کل کتنی سکیمیں بنائیں اور ہر سکیم کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی۔ ان کی تفصیل کیا ہے۔

(ب) میونسپل کمیٹی بہاولنگر نے 1985ء سے 1988ء تک کتنی سکیمیں مکمل کیں اور ہر سکیم پر کتنی لاگت آئی ہر ایک سکیم کی لاگت کیا ہے۔

(ج) میونسپل کمیٹی کی حدود میں کون کونسی سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں۔ اور کیا سکیموں کے باقاعدہ ٹھیکے دیئے گئے ٹھیکیداروں کے نام اور مکمل پتے کیا ہیں۔ اور کل کتنی کتنی رقم کے ٹھیکے دیئے گئے۔

(د) جو سکیمیں ابھی مکمل نہیں کی گئیں ان کی کیا وجوہات ہیں اور وہ کب تک مکمل کی جائیں گی۔

(ہ) موجودہ بجٹ میں بہاولنگر میں کن سکیموں کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) 86 -1985 سے 88 - 1987ء تک میونسپل کمیٹی بہاولنگر نے کل 284 سکیمیں بنائیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھے گئے "تتمہ" اے پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

(ب) میونسپل کمیٹی بہاول نگر نے 86 - 1985 سے 88 - 1987ء تک 284 سکیمیں مکمل کی ہیں۔ ہر سکیم کی لاگت مذکورہ تتمہ "اے" پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) میونسپل کمیٹی کی حدود میں 284 سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں۔ ہر سکیم پر خرچہ و ٹھیکیدار کا نام پتا مذکورہ تتمہ "اے" پر ملاحظہ فرمائیں۔

(د) تتمہ "بی" پر زیر تعمیر سکیموں کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ یہ سکیمیں رواں مالی سال 89 - 1988ء کے دوران پایہ تکمیل کو پہنچیں گی۔ تتمہ "سی" میں درج سکیموں کے ٹینڈر ابھی طلب نہیں کئے گئے۔ رواں مالی سال کے بقیہ عرصہ میں میونسپل فنڈز کی دستیابی پر ٹینڈر طلب کر کے یہ سکیمیں مکمل کی جائیں گی۔ تتمہ "بی" ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے۔

(ہ) : میونسپل کمیٹی بہاولنگر کے موجودہ بجٹ کی سکیمیں مع تفصیل رقم مختص شدہ تتمہ "ڈی" پر ملاحظہ فرمائیں۔ تتمہ سی ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے۔

جناب عبدالقادر شاہین : وزیر موصوف سے میں نے جو سوال کیا تھا وہ 1985ء سے 1988ء تک تھا کہ میونسپل کمیٹی بہاولنگر نے کل کتنی سکیمیں تیار کیں' تو انہوں نے جواب دیا' کہ 284 سکیمیں بنائیں گئیں' تو جناب محترم کیا آپ اس ہاؤس میں بتانا پسند فرمائیں گے کہ 284 سکیمیں بنائی گئیں۔ بہاولنگر کے اندر 28 وارڈ ہیں' 134 سکیمیں اناؤنس ہوئیں' اور 33 سکیمیں بنائی گئیں باقی سکیمیں آج تک نا مکمل ہیں' جبکہ ہاؤس کو غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے 284 سکیمیں بنائی گئیں' ان کا اگر کوئی تحریری جواب ہو تو مجھے دیا جائے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : اگر جناب والا! یہ میرا جواب غور سے پڑھیں' تو معلوم ہوگا کہ کل سکیمیں 284 لکھی ہیں' اگر یہ دیکھنا مناسب سمجھیں گے تو پتا چلے گا کہ کچھ سکیمیں مکمل ہوئی ہیں اور کچھ پر کام ہو رہا ہے اور کچھ پر ابھی ٹینڈر طلب کیے جائیں گے۔

جناب عبدالقادر شاہین : اس میں بتایا گیا ہے کہ 284 سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں جو سکیمیں بنائی گئی ہیں میں نے تو ان کی مکمل فہرست طلب کی تھی کہ مجھے اس کی فہرست دی جائے' کیا وہ ٹھیکیدار لاہور سے بھیجے گا' حقیقت یہ ہے کہ ٹھیکیدار ابھی تک وہاں پر کام مکمل نہیں کر سکے۔

جناب سپیکر : یہ 284 سکیمیں مکمل ہو گئیں' یہ تو کہیں بھی جواب میں نہیں لکھا ہوا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : 86 - 1985ء سے 88-1987ء تک میونسپل کمیٹی بہاولنگر نے کل 284 سکیمیں بنائیں۔ یہاں بنائی سے مراد اور ہے اور مکمل سے اور۔

جناب عبدالقادر شاہین : جناب والا! میں وزیر موصوف کو مورد الزام نہیں ٹھہرا رہا میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کے محکمے کی نااہلی کا واضح ثبوت یہ ہے کہ وہاں پر صرف 34 سکیمیں اب تک مکمل ہوئی ہیں۔ جبکہ وزیر موصوف کو غلط documents مہیا کیے گئے کہ 284 سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہاؤس کو کب تک جھوٹ پر چلائیں گے۔ ہم وزیر پر یہ بات نہیں ڈال رہے ہیں۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب! یہ آپ کے جواب میں واضح ہے کہ 284 سکیمیں مکمل ہو گئی

ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جی ہاں' اگر معزز رکن سمجھتے ہیں کہ وہاں پر اس طرح کا کوئی غلط کام ہوا ہے تو ہم اس کی ہر وقت انکوائری کروانے کے لیے تیار ہیں۔ کیونکہ جس طرح جناب نے فرمایا کہ سوالات کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو کہیں بھی کوئی غلط کام ہو رہا ہو اس کی نشاندہی ہو' اور پھر اس کی اصلاح' اور بہتری کی جا سکے۔ بہتری کے بارے میں ان کی جو بھی صحیح اور جائز نکتہ چینی ہو گی ہم اسے قبول کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ہم اس کی انکوائری کروائیں گے اگر کوئی غلط کام ہو رہا ہوا تو ان کو ضرور اس بات کی سزا ملے گی۔

جناب عبدالقادر شاہین: جناب والا! یہ جو اس ہاؤس کے سامنے غلط documents دیا گیا' پہلے تو یہ بات ہے کہ وزیر موصوف یہ فرمائیں کہ یہ اس محکمے کے وزیر ہیں' اس کا کون ذمہ دار ہے جبکہ نچلے طبقے کے لوگ ہی انہیں غلط گائڈ کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں آپ سے اس ہاؤس کے اندر مطالبہ کروں گا کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ اس کی انکوائری ہو سکتی ہے۔ جناب! میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ منتخب نمائندے یہ ضروری نہیں کہ حزب اختلاف یا حزب اقتدار کے ہی ہوں جو بھی ہوں وہ آپ کی صوابدید پر ہے آپ ایک کمیٹی بنا دیں۔ اگر یہ تمام چیزیں جو میں نے یہاں پر کہی ہیں ثابت ہو جائیں تو پھر وزیر موصوف استعفیٰ دے کر واپس چلے جائیں۔ کیونکہ یہ اس قابل نہیں' اور یہ ہاؤس کے اندر غلط بیانی سے کام لیں۔ یہ مطالبہ میں اس لیے کر رہا ہوں کہ وزیر موصوف اس ہاؤس کے اندر اتنی بڑی documents بتا رہے ہیں کہ 284 سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں' اگر ان کی اپنے محکمے پر ہی گرفت نہیں ہے تو پھر انہیں وزارت کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ پورے پنجاب کے وزیر ہیں' یہ کوئی گجرات یا کسی خاص علاقے کے وزیر نہیں ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: یہ جو 284 سکیموں کے بارے میں کہا گیا ہے۔ یہ کوئی فہرست مہیا کر دیں' جو سکیمیں مکمل نہیں ہوئیں' ہم ان کو چیک کر لیں گے کہ وہ مکمل کیوں نہیں ہوئیں اور ان میں کیا نقائص ہیں۔ ویسے بھی بہاولنگر میونسپل کمیٹی ہے وہ ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں' وہ ایک آزادانہ ہاؤس ہے ان کو قانون کے تحت پاورز دی گئی ہیں' اور قانون کے تحت ہی ہم ان کو چیک کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے صحیح اطلاع نہیں دی' اور اس میں جو سکیمیں مکمل

نہیں ہوئیں اور انہوں نے یہاں کہہ دیا ہے کہ مکمل ہیں' ہم اس بات کی ضرور انکوائری کر
خاطر خواہ ان کے خلاف کارروائی کریں گے اور اس بات کا ایکشن لیں گے۔

جناب عبدالقادر شاہین: جناب! وزیر موصوف کو معلوم ہونا چاہیے تھا یہ ان کی وزارت ہے
284 سکیموں کی کیا صورت حال ہے۔ اور دوسری بات کہ میں نے ہاؤس سے یہ مطالبہ کیا ہے'
اس لیے جناب محترم! کہ وزیر موصوف تھوڑی سی نظر کو نیچا کر کے دیکھیں تو آج ایک ہفتے
وہاں پر بلدیہ بہاولنگر کے خلاف مسلسل روز جلوس نکل رہے ہیں' اس وجہ سے کہ وہاں پینے کو پا
نہیں' وہاں پر لوگوں کو بنیادی سہولتیں نہیں۔ اور انہوں نے اپنے کاغذات میں 284 سکیمیں مکمل
کر دیں۔

جناب سپیکر: آپ ایسے کیجئے' اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ جو سکیمیں 284 سکیموں سے آپ کو نظ
آتا ہے کہ مکمل نہیں ہیں' آپ ان کی لسٹ ہمیں مہیا کیجئے اور ہم منسٹر لوکل گورنمنٹ سے کہیں
گے کہ آپ کی طرف سے جو لسٹ مہیا کی گئی ہے یہ جو سکیمیں مکمل نہیں ہیں وہ اس
ڈیپارٹمنٹ سے یہ پوچھیں اور میونسپل کمیٹی کے اکابرین سے پوچھیں کہ ان کو یہ اطلاع غلط کیو
مہیا کی گئی ہے اور اگر واقعی غلط مہیا کی گئی ہے تو پھر جو لوگ اس کے ذمے دار ہیں ان کے خلاف
وہ کارروائی کریں گے۔

جناب عبدالقادر شاہین: جناب والا! وہاں پر میرا حلقہ نیابت ہے' میں عام شہری کی حیثیت
بھی یہ سوال کر سکتا تھا' وزیر موصوف کو یہ علم ہونا چاہیے تھا کہ وہاں پر بلدیہ کی کیا صورت
ہے۔ انہوں نے جب یہاں پر یہ کاغذ پڑھ کر ہی سنانا تھا' اور مجھے یہ حکم دینا تھا کہ آپ ان سکیم
کی فہرست دیں تو پھر اتنے بڑے محکمے کے اندر کروڑوں روپے خرچ کرنے کی ضرورت ہی کیا
جناب سپیکر: کیا آپ کو اس میں کوئی اعتراض ہے؟

جناب عبدالقادر شاہین: جناب والا! اعتراض ہے۔ اس میں اس سوال کا جو جواب غلط دیا گیا ہے
کا کیا بنے گا؟

جناب سپیکر: سوال کا جواب اگر غلط ہے تو پھر اس کے لیے آپ کے پاس remedy ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! ان کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ یہ جو بلدیا
ادارے ہیں' یہ پورے طور پر با اختیار ہیں' ان کا اپنا ہاؤس ہے یہ وہاں پر بجٹ پاس کرتے ہیں
وہاں پر یہ سکیمیں پاس کرتے ہیں' جو یہ سمجھتے ہیں' وہ ہمارے کنٹرول میں اس طرح سے نہیں

کہ ہم ان کے چھوٹے چھوٹے جو بھی کام ہیں براہ راست ان میں دخل اندازی کریں۔ ان کو اس کے لیے با اختیار ادارہ بنایا گیا ہے۔ ان کا اپنا ایک آزادانہ ہاؤس ہے۔ وہ بھی منتخب لوگ ہیں اور الیکشن لڑ کے ہی وہ ان اداروں میں پہنچے ہیں۔ اور وہ الیکشنوں کے بغیر نہیں آئے۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ---- نوابزادہ صاحب! ٹائم ہو گیا ہے۔ شاہین صاحب! میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یہاں ایوان میں ہی وہ لسٹ اگر ہے تو مہیا کیجئے اور میں منسٹر لوکل گورنمنٹ سے یہ کہوں گا کہ وہ اس بات کا اہتمام کریں کہ ان کو یہ اطلاع غلط کیوں پہنچائی گئی ہے۔ اور ہاؤس کو کیوں Mis-lead کیا گیا ہے۔ جہاں تک اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک غلط اسٹیٹمنٹ ہے تو اس کے لیے آپ کے پاس قانون اور ضابطے کے مطابق remedy موجود ہے۔

جناب عبدالقادر شاہین: جناب والا! میں نے تو یہ مطالبہ کیا تھا کہ اگر ایک کمیٹی ہاؤس کی بنا دی جائے تو تھوڑا سا بہتر ہو جائے گا۔ لیکن بہرحال میں ہاؤس کے اندر یہ تمام documents فراہم کروں گا۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

فلیتھ ڈپو کی منتقلی کے لیے اقدامات

☆ 180- جناب عبدالقادر شاہین: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ------

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میونسپل کارپوریشن لاہور نے رائیونڈ روڈ پر واقع قبرستان کے ایک کونے پر فلیتھ ڈپو بنایا ہوا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کارپوریشن کا عملہ دس دس دن تک اس فلیتھ ڈپو کی صفائی نہیں کرتا ہے۔ اور گندگی کی وجہ سے علاقہ میں تعفن پھیل جاتا ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ فلیتھ ڈپو قبرستان کے تقدس کو مجروح کرتا ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ بالا فلیتھ ڈو کو اس جگہ سے منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) رانجھا روڈ پر قبرستان کی حدود سے باہر فلیتھ ڈپو نہیں بلکہ ایک ڈسٹ بن تعمیر شدہ ہے۔

(ب) اس ڈسٹ بن سے روزانہ کوڑا کرکٹ اٹھوایا جاتا ہے اور باقاعدہ صفائی کرائی جاتی ہے یہ درست نہ ہے کہ دس دس یوم تک کوڑا کرکٹ نہیں اٹھایا جاتا۔

(ج) یہ ڈسٹ بن قبرستان کی حدود میں نہیں ہے۔ بلکہ سڑک کے کونے پر تعمیر کیا ہوا ہے۔ نیز قبرستان کی دیوار ڈسٹ بن سے کافی اونچی ہے۔ لہٰذا قبرستان کے تقدس کو مجروح کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(د) ڈسٹ بن کو فوری طور پر منتقل کرنا مشکل ہے کیونکہ اس کے علاوہ اس آبادی میں کوئی موزوں متبادل جگہ نہ ہے۔ جب بھی کوئی موزوں جگہ مل گئی اس کو منتقل کرنے کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ اس آبادی کے مکین اس ڈسٹ بن سے مستفید ہو رہے ہیں۔

پھالیہ میں تفریح گاہ کی تعمیر

☆ 182- حاجی محمد افضل چن : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ پھالیہ تحصیل ہیڈکوارٹر اور قدیم شہر ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس شہر میں کوئی پارک یا تفریح گاہ نہیں ہے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پھالیہ شہر میں پارک بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ بلدیہ چھالیہ نے کوئی باقاعدہ پارک یا تفریح گاہ نہیں بنائی کیونکہ یہ کام اس کے اختیاری فرائض میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ بنیادی سہولتیں میسر ہیں۔

(ج) بلدیہ اس وقت اپنے وسائل سے لازمی فرائض مذکورہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس مجریہ 1979ء کی تکمیل کر رہی ہے جونہی اس کے مالی وسائل بہتر ہوئے بلدیہ پارک یا تفریح گاہ کے اہتمام کی طرف توجہ دے گی۔ جو کہ اس کے اختیاری ضمن میں آتا ہے۔

سبزی منڈی کو شہر سے باہر منتقل کرنے کے لیے اقدامات

☆ 188- حاجی سکندر حیات بوسن: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ .....

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میاں چنوں کی سبزی منڈی شہر کے درمیان اہم سڑک پر واقع ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ صبح کے وقت متذکرہ سبزی منڈی میں ہجوم کی وجہ سے سڑک بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ٹریفک' عوام اور طالب علموں کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سبزی منڈی کی گندگی تقریباً" دس' دس دن تک سڑکوں پر پڑی رہتی ہے جس سے علاقہ میں تعفن پھیل جاتا ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سبزی منڈی کو شہر سے باہر منتقل کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے کہ مذکورہ سبزی منڈی کی گندگی کی دس دس دن تک صفائی

نہیں ہوتی۔ عملہ صفائی روزانہ سبزی منڈی کی صفائی کرتا ہے۔

(د) سبزی منڈی کو منتقل کرنے کے لیے قطعہ اراضی بلدیہ میاں چنوں کو الاٹ ہو چکا ہے۔ سبزی منڈی کی منتقلی کی کارروائی بہت جلد مکمل ہو جائے گی۔

مالکانہ حقوق دینے کے لیے اقدامات

☆ 203- جناب شاہد مرزا : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) بہاولپور شہر میں کل کتنی کچی آبادیاں ہیں۔ کتنی کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دیے گئے ہیں ان کے نام کیا ہیں اور جن آبادیوں کو مالکانہ حقوق نہیں دیے گئے ان کے نام کیا ہیں۔

(ب) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان آبادیوں کو جنہیں مالکانہ حقوق نہیں دیے ان کو مالکانہ حقوق دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جن آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیے گئے ان کو کون سے نرخوں پر الاٹمنٹ کی گئی ہے ان کے نام پتے اور رقوم کی تفصیل مہیا کی جائے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) بہاولپور شہر میں کل 16 کچی آبادیاں ہیں۔ ان میں سے 12 کچی آبادیوں کی زمین بورڈ آف ریونیو (B-O-R) کے حکم سے میونسپل کارپوریشن بہاولپور کے نام منتقل ہو چکی ہے۔ جبکہ بقایا 4 کچی آبادیوں کے سلسلہ میں ضروری محکمانہ کارروائی جاری ہے۔ باقاعدہ منظور شدہ اور زیر کار آبادیوں کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں (ضمیمہ نمبر1 اور ضمیمہ نمبر2 لف ہیں۔ ان میں سے آٹھ آبادیوں میں جزوی طور پر 791 مکینوں کو مالکانہ حقوق دیے جا چکے ہیں۔

(ب) حکومت ان آبادیوں میں بھی مالکانہ حقوق دینے کا ارادہ رکھتی ہے جہاں تاحال یہ حقوق نہیں دیے گئے۔ حکومت کی پالیسی کے مطابق کچی آبادیوں میں مقیم گھرانوں سے زمین کی قیمت بحساب -/172 روپے فی مرلہ اور ترقیاتی اخراجات بحساب

500 روپے فی مرلہ وصول کیے جاتے ہیں۔ جس کے بعد میونسپل کارپوریشن بہاولپور ان کو مالکانہ حقوق دیتی ہے۔ یہ رعایتی نرخ 5 مرلہ فی گھرانہ کی حد ملکیت تک لاگو ہوتے ہیں۔ اگر کسی گھرانے کے زیر قبضہ 5 مرلہ سے زاید زمین ہو تو زاید زمین کی بازاری قیمت وصول کی جاتی ہے۔ جس کا تعین ضلعی عمل درآمد کمیٹی (Distt. Implmentation Committee) کرتی ہے جن آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیے جا چکے ہیں۔ ان کی تفصیلات کافی طویل ہیں۔ جو میونسپل کارپوریشن بہاولپور سے اکٹھی کی گئی ہیں۔ اور ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

ضمیمہ نمبر1:

فہرست منظور شدہ کچی آبادیاں' بہاولپور شہر

ھٹہ نمبر1

ھٹہ نمبر2

ھٹہ نمبر3

مہاجر کالونی

جاوید نذیر کالونی

لٹ کالونی چک نمبر9 بی سی

گوٹھ گدرا

میانی مندر

غریب آباد کالونی

ٹھ بدر شاہ

محلہ شریف

اضافی حبیب کالونی

ضمیمہ نمبر2:

فہرست کچی آبادیاں بہاولپور شہر جو تا حال منظور نہیں ہوئیں۔ (زیر کار)

1- بستی بندرابند
2- بہلول کالونی (چربے داراں)
3- چاہ مفتی والا
4- بستی کربلا گوشالہ

میونسپل کمیٹی بورے والا عوامی فنڈ کے اخراجات کی تفصیل

☆ 219- چودھری قربان علی چوہان: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ---

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ میونسپل کمیٹی بورے والہ میں عوامی فنڈ سے مبلغ چھ لاکھ روپے جناب محمد خان جونیجو وزیر اعظم پاکستان کے دورہ بورے والہ پر خرچ کیے گئے اس کی مکمل تفصیل اخراجات مد وار کیا ہے۔

(ب) ڈسٹرکٹ کونسل وہاڑی کے عوامی فنڈ سے تین لاکھ روپے خرچ کیے گئے تفصیل اخراجات مد وار کیا ہے۔

(ج) 1985ء سے لے کر 1988ء تک وزیر اعلیٰ نے متعدد بار بورے والہ کا دورہ کیا اور ہر دورہ پر میونسپل کمیٹی بورے والا کے عوامی فنڈ سے لاکھوں روپے خرچ کیے گئے تفصیل اخراجات مد وار کیا ہے نیز ان دوروں کی غرض و غایت کیا تھی؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) میونسپل کمیٹی بورے والا نے 88 - 1987ء میں جناب محمد خان جونیجو (جو اس وقت وزیراعظم تھے) کے دوروں پر مجموعی طور پر 72 / 660379 روپے خرچ کیے تھے جن کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) جی ہاں۔ ضلع کونسل وہاڑی نے بھی اپنے فنڈ سے وزیراعظم پاکستان کی بورے والا میں 1987ء میں آمد پر 37 /417618 روپے خرچ کیے تھے یہ رقم کرایہ شامیانہ

جات' صوفہ جات' کرسیوں' بینرز' پرچموں اور سجاوٹ وغیرہ برائے جلسہ گاہ ویلی پیڈ پر خرچ کی تھی۔

(ج) بلدیہ بورے والہ نے وزیراعلیٰ پنجاب کے بورے والا شہر کے دوروں پر مجموعی طور پر 90489 روپے خرچ کئے تھے۔ جن کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ اس میں سے 15 / 86477 روپے کے خرچ کو Appropriate قرار دیا جا چکا ہے۔

یہ دورے نیشنل ہاکی چیمپئن شپ 1987ء اور عوامی رابطہ مہم کا حصہ تھے۔ ان دوروں کے دوران گورنمنٹ کی طرف سے بلدیاتی اداروں وغیرہ کے لیے خاطر خواہ مالی گرانٹوں کا اعلان بھی کیا گیا جن سے مقامی عوامی مسائل حل کرنے میں مدد ملی۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ان دوروں کے علاوہ دیگر دورہ جات جناب وزیراعلیٰ پنجاب نے نجی طور پر کیے تھے جن پر بلدیہ بورے والا نے کوئی خرچ نہیں کیا۔

میونسپل کمیٹی بورے والا میں ملازمین کی تفصیلات

☆ 220- چودھری قربان علی چوہان : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) میونسپل کمیٹی بورے والہ میں درجہ سوم اور چہارم کے ملازمین کی موجودہ تعداد کیا ہے۔

(ب) 1985ء سے لے کر 1988 تک کتنے افراد درجہ سوم اور چہارم میں بھرتی کیے گئے اور کتنے برطرف کیے گئے فہرست ملازمین بمعہ اسباب برخاستگی و تقرری مہیا کی جائے۔

(ج) میونسپل کمیٹی بورے والہ کے زیر تحویل گاڑیوں کی تعداد کیا ہے کس کس افسر کے پاس ہیں رجسٹریشن نمبر اور موجودہ حالت بیان کی جائے۔ نیز تاریخ خریداری اور خرچ کردہ قیمت بھی بیان کی جائے۔

(د) چیئرمین میونسپل کمیٹی بورے والا نے ذاتی خرچہ میں کتنی رقم خرچ کی ہے مالی

سال 88 - 1987ء کی مکمل تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی :(چودھری پرویز الٰہی)

(الف) میونسپل کمیٹی بورے والا میں درجہ سوئم اور چہارم کے ملازمین کی کل تعداد مندرجہ ذیل ہے۔ درجہ سوئم /172 درجہ چہارم/400 کل تعداد/572

(ب) فہرست ملازمین بمعہ اسباب برخاستگی و تقرری لف ہے (ضمیمہ الف)

(ج) گاڑیوں کی تعداد کی فہرست بمعہ کوائف لف ہے۔ ضمیمہ (ب)

(د) فہرست خرچہ ذاتی و مالی سال 88 - 1987ء لف ہے (ضمیمہ ج)

ملازمین کی فہرست جز (ب)

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	تاریخ تقرری	وجہ تقرری
-1	بشیر احمد	ماشکی	21-1-1985	شعیب ماشکی کے استعفیٰ کی وجہ سے
-2	گلزار ولد بگو	خاکروب	20-3-85	ریٹائرمنٹ کی وجہ سے اسامی خالی ہوئی
-3	ناصر مسیح	خاکروب	20-3-85	ایضاً
-4	مقصود مسیح	خاکروب	20-3-85	//
-5	عزیزاں بی بی	خاکروب	20-3-85	//
-6	محمد طارق	پی ٹی سی ٹیچر	9-4-85	//
-7	بابر شاہ	اوکڑائے کلرک	10-4-85	//
-8	محمد ادریس	اوکڑائے کلرک	6-5-85	//
-9	امین ولد علی مسیح	خاکروب	19-5-85	//
-10	رفیق ولد صوبہ مسیح	خاکروب	17-5-85	//
-11	عاشق والد مند مسیح	خاکروب	16-9-85	//
-12	غلام حسین	چوکیدار	4-8-85	//

-13	رانا ولد سونیا	خاکروب	30-4-85	//
-14	عزیز مسیح	خاکروب	5-5-85	//
-15	سائل ولد صادق	خاکروب	5-5-85	//
-16	رانا مسیح	خاکروب	5-5-85	//
-17	محمد گلزار احمد	خاکروب	5-5-85	//
-18	سردار محمد	چوکیدار	3-2-86	//
-19	یاسمین اختر	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	9-2-86	//
-20	اقبال بیگم	خاکروب	12-3-86	//
-21	عابدہ پروین	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	6-5-86	//
-22	رحمت مسیح	خاکروب	16-10-86	//
-23	فقیر حسین	نائب قاصد	14-10-86	//
-24	پروین	خاکروب	16-10-86	//
-25	شمعون مسیح	خاکروب	16-10-86	//
-26	ارشد مسیح	خاکروب	16-10-86	//
-27	رفیق ولد فقیر	خاکروب	31-1-87	//
-28	سلطان ولد غفور	خاکروب	21-2-87	//
-29	محمد ظفر	چوکیدار	18-5-87	//
-30	سخی مسیح	خاکروب	27-8-87	//
-31	رفیق مسیح	خاکروب	27-8-87	//
-32	عارف مسیح	خاکروب	27-8-87	//
-33	صدیق مسیح	خاکروب	27-8-87	//
-34	رانی	خاکروب	27-8-87	//
-35	بلقیس	خاکروب	27-8-87	//
-36	محمد مختار	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	15-10-87	//

-37	محمد اسلم	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	15-10-87	//
-38	مسرت شمیم	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	27-10-87	نئی اسامی پیدا ہونے سے
-39	مقبول بی بی	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	27-10-87	//
-40	مسرت رفیق	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	27-10-87	//
-41	دلشاد شمیم	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	27-10-87	//
-42	نجم رشید	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	27-10-87	//
-43	نجیبہ اختر	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	27-10-87	//
-44	تہمینہ مجید	پی۔ ٹی۔ سی ٹیچر	27-10-87	//
-45	جاوید مسیح	خاکروب	27-10-87	ریٹائرمنٹ کی وجہ سے
-46	اکرم مسیح	خاکروب	27-10-87	//
-47	الیاس ولد تاری	خاکروب	29-3-88	//
-48	شبیر حسین	چوکیدار	21-7-88	یاسین چوکیدار کی وفات کی وجہ
-49	عاشق ولد کرتارا	خاکروب	1-8-88	ریٹائرمنٹ کی بنا پر
-50	مختار ولد مقصود	خاکروب	9-9-88	//
-51	ارشاد	خاکروب	6-11-88	//
-52	الیاس	خاکروب	6-11-88	//
-53	انور	خاکروب	6-11-88	//
-54	مختار	خاکروب	6-11-88	//
-55	مقصود	خاکروب	6-11-88	//
-56	شریف	خاکروب	6-11-88	//
-57	ہدایت	خاکروب	6-11-88	//

فہرست ملازمین جو 1-1-85 سے 31-12-88 تک برخاست کیے گئے

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	تاریخ برخاستگی	برخاستگی کی وجہ
-1	سمعون مسیح	خاکروب	17-4-1985	ڈیوٹی سے غیر حاضری کی بنا پر
-2	ارشاد مسیح	خاکروب	19-5-85	ڈیوٹی سے غیر حاضری کی بنا پر
-3	صادق ولد فضل	ماشکی	12-8-85	ڈیوٹی سے غیر حاضری کی بنا پر
-4	منا ولد سراج	خاکروب	5-5-86	غیر حاضری کی وجہ سے نوکری سے نکال دیا گیا تھا اور لیبر کورٹ کے حکم کے تحت 5-11-88 کو بحال کر دیا گیا ہے۔
-5	خالد ولد یوسف	خاکروب	7-4-87	غیر حاضری اور کوتاہی کی بنا پر
-6	نسرین زوجہ نذیر	خاکروب	17-7-88	//

جواب جزو (ج) ضمیمہ (ب)

گاڑیوں کی تعداد بمعہ کوائف

نمبر شمار	رجسٹریشن نمبر	تاریخ خریداری	قیمت خرید	جس آفیسر/آفس کے زیر استعمال
-1	6437/VRA (سوزوکی جیپ ماڈل 1985)	28-11-85	ایک لاکھ سات ہزار پانچ سو Rs. 1,07,500	میونسپل کمیٹی بورے والا کام کرنے کی حالت میں موجود ہے۔

جواب جزو (د) ضمیمہ (ج)

فہرست خرچہ ذاتی و مالی سال 88-1987ء

نمبر شمار	خرچہ جتنا ہوا	میزان
	انعام کی رقم۔ پندرہ ہزار تین سو بیاسی روپے -/ چھبیس پیسہ	(Rs. 15,382/26)

2- کرایہ مکان ایڈوانس۔ تین ہزار دو سو چھیاسی روپے -/ تیرہ پیسہ (Rs. 3,266/13)

3- ٹیلیفون بل۔ تین ہزار چھ سو تہتر روپے -/ 18 پیسہ (Rs. 3,673/18)

4- میڈیکل بل۔ ایک ہزار پانچ سو چھپن -/60 پیسہ (Rs. 1,556/60)

5- دوسرے متفرق اخراجات۔ صفر۔ (کوئی نہیں)

کل اخراجات = Rs. 23,877/-57

پھالیہ روندہ کلا شادیاں سڑک کی مرمت

☆ 240- چودھری منور حسین تارڑ - کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 1973ء کے سیلاب کے دوران پھالیہ' روندہ کلا شادیاں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات سڑک ٹوٹ گئی تھی۔ فنڈ کمشن نے اس کو مرمت کرنے کا فنڈ بھی منظور کیا تھا۔ لیکن سڑک کی مرمت نہیں ہوئی۔ جگہ جگہ پر بڑے بڑے کھڈے پڑ گئے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ امسال سیلاب میں متذکرہ سڑک مزید خراب ہو گئی ہے۔ آمدورفت کے لیے سڑکیں بند ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک متذکرہ سڑک کی مرمت کرنے کو تیار ہے' اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) ہاں۔

یہ درست ہے کہ جگہ جگہ پر بڑے بڑے کھڈے پڑ گئے ہیں یہ بھی درست ہے کہ سڑک کی مرمت نہ کی گئی ہے۔ کیونکہ فنڈ کمشن نے اس سڑک کی مرمت کے لیے کوئی فنڈ منظور نہ کیا تھا۔

(ب)۔ ہاں یہ بھی درست ہے کہ امسال 89-1988ء کے سیلاب میں متذکرہ سڑک مزید خراب ہو گئی ہے اور آمدورفت کے لیے بھی بند ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ سڑک قابل مرمت ہے اور محکمہ متذکرہ سڑک کی مرمت کرنے کو تیار ہے لیکن اس کی وجوہات یہ ہیں کہ اس سڑک کی مرمت کے لیے محکمہ کے پاس فنڈ موجود نہ ہے۔ اس سڑک کی مرمت کے لیے محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کو درخواست کی جا رہی ہے کہ ضروری فنڈز فراہم کیے جائیں۔

چالو منصوبہ جات کو بند کرنے کی وجوہات

☆ 267- دیوان عاشق حسین بخاری : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایم پی اے سپیشل گرانٹ 88-1987ء کے تحت میرے حلقہ میں منصوبہ جات کی تعمیر و تکمیل کے لیے مجھے مبلغ -/1840000 روپے کی گرانٹ دی گئی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ منظور شدہ طریقہ کار کے مطابق منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے ابتدائی طور پر میرے حلقہ پی پی 175 (موجودہ پی پی - 169) کے لیے 1/3 حصہ گرانٹ مبلغ -/614000 روپے پراجیکٹ مینجر جلالپور پیروالہ کی تحویل میں دے دیے گئے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ جزوی گرانٹ کے مہیا ہوتے ہی منصونہ جات شروع کر دیے گئے۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ منصوبوں پر کام شروع ہو جانے کے بعد اچانک مہیا شدہ گرانٹ میں سے ادائیگی روک دی گئی۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 5 ستمبر 1988ء کو پراجیکٹ مینجر جلالپور پیروالہ کو اے ڈی ایل جی ملتان کی طرف سے ایک چٹھی جس کا نمبر 14064- آر ڈی تھا جاری کی گئی جس میں صاف طور پر حکم دیا گیا کہ دیوان عاشق حسین بخاری کے حلقہ کے تمام منصوبہ جات فوری طور پر بند کر دیے جائیں۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ ممبران صوبائی اسمبلی پنجاب کے حلقہ جات میں منصوبوں کی

تکمیل فوری روک دینے کے لیے کوئی ایسی چٹھی تمام ممبران کو بھی جاری کی گئی ہے۔

(ز) کیا یہ درست ہے کہ ایسے منصوبوں کی تکمیل کو ابتدائی مراحل میں یکدم روک دینے سے خرچہ شدہ سرمایہ کا نقصان نہیں ہوا۔ اور ایسے تمام ادھورے منصوبے اگر فوری طور پر دوبارہ شروع نہ کیے گئے تو عوام کا زبردست نقصان ہوگا۔

(ح) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو وزیر موصوف صاحب کی طرف سے اس علاقہ کے عوام اور حکومت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کیوں کی گئی اور متذکرہ منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے اب کیا اقدام کیے جا رہے ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) جی ہاں۔ یہ درست ہے۔

(ب) جی ہاں۔ یہ درست ہے۔

(ج) جی ہاں۔ منصوبہ جات کی منظوری کے بعد ان پر کام شروع کیا گیا۔

(د) جی ہاں۔ منصوبوں پر کام شروع ہونے کے بعد گرانٹ کی رقم میں کمی کے باعث ادائیگی روک دی گئی۔

(ہ) جی ہاں۔ متذکرہ بالا وجوہ کی بناء پر منصوبہ جات کو بند کرنا پڑا۔ تاہم رقم مہیا ہونے کی صورت میں دوبارہ کام شروع کروایا جا سکتا ہے۔

(و) جی ہاں' صوبہ میں کچھ دیگر مقامات پر بھی اس وجوہ کی بناء پر کام بند کروانا پڑا۔

(ز) فنڈز کی کمی کے باعث کچھ منصوبہ جات پر کام روکنا پڑا۔ تاہم جونہی فنڈز دستیاب ہوئے۔ ایسے منصوبوں پر دوبارہ کام شرع کروایا جا سکتا ہے۔

(ح) جیسے کہ اوپر بیان کیا گیا ہے فنڈز کی کمی کے باعث کچھ مقامات پر منصوبہ جات کی تکمیل نہ کروائی جا سکی تاہم فنڈز مہیا ہونے کی صورت میں ایسے منصوبہ جات پر کام دوبارہ شروع کروایا جا سکتا ہے۔

سیلاب سے متاثرہ سڑکوں کی مرمت کے لیے اقدامات

☆ 268- دیوان عاشق حسین بخاری : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جلالپور پیروالہ تا شجاعت پور۔ جلالپور پیروالہ تا لاڑ جنوبی اور جلالپور پیروالہ تا موضع گج سڑکات ضلع کونسل ملتان کی ملکیت ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مندرجہ بالا تینوں پختہ سڑکات حالیہ سیلاب کی نظر ہو چکی ہیں اور آمدورفت کے قابل نہیں ہیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ ضلع کونسل ملتان نے مندرجہ بالا سڑکات کی مرمت کے لیے آج تک کوئی کارروائی نہیں کی۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ مندرجہ بالا سڑکات کی مرمت نہ ہونے کی وجہ سے علاقہ جلالپور پیروالہ کے ہزاروں افراد کو آمدورفت کے لیے انتہائی مشکلات کا سامنا ہے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو پھر مذکورہ سڑکات کی مرمت کر کے انہیں آمدورفت کے قابل بنانے میں کیا امر مانع ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) ہاں یہ درست ہے۔

(ب) ہاں یہ درست ہے کہ یہ سڑکیں سیلاب سے متاثر ہوئی ہیں۔ لیکن متبادل راستے بنا کر ٹریفک بحال کر دی گئی ہے۔

(ج) ضلع کونسل نے ان سڑکوں کی مرمت کے لیے ایوان کے اجلاس مورخہ 12-1-89 کو ان سڑکوں کو بحال کے لیے منظوری دے دی ہے اور مورخہ 8-6-89 کو ٹینڈر طلب کیے گئے۔ ٹھیکیدار کو کام کے لیے ورک آرڈر جاری کر دیا گیا ہے جلد ہی تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

(د) جہاں جہاں سڑکیں خراب ہوتی ہیں وہاں پر متبادل راستے بنا دیے گئے ہیں۔

(ہ) تینوں سڑکوں کی مرمت کا کام جلد ہی شروع ہو جائے گا۔

گوالوں کے انخلاء کے لیے اقدامات

☆ 270- سید اکبر شاہ : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ------

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ گلی نمبر 21 درس روڈ باغبانپورہ لاہور میں گوالوں نے اپنی خرید کردہ زمین پر بھینسیں رکھی ہوئی تھیں۔ جنہیں حکومت نے گوالہ کالونی میں منتقل کر دیا تھا لیکن گزشتہ سال متذکرہ گوالے اپنی بھینسوں کو دوبارہ اس گلی میں لے آئے ہیں جس کی وجہ سے تعفن اور بدبو کے باعث اردگرد کے مکینوں کو سخت پریشانی اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت مذکورہ گلی میں دوبارہ آنے والے گوالوں کو نکالنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) گلی نمبر 21 درس روڈ باغبانپورہ لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن زون نمبر 2 میں واقع ہے جہاں سے تمام گوالوں کو کالونی میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ لیکن گزشتہ سیلاب اور عام انتخابات کی آڑ میں چند گوالے بلا اجازت واپس زون نمبر 2 کی مختلف آبادیوں میں آ گئے تھے۔ جن کے انخلاء کے لیے کارروائی کی گئی۔ اور مختلف آبادیوں سے مویشی گرفت میں لے کر پھاٹک میں بند کیے گئے۔

(ب) مذکورہ گلی میں رہائش پذیر گجر کی تمام بھینسیں گرفت میں لے کر پھاٹک میں بند کر دی گئی ہیں۔ جب کبھی ایسی شکایات موصول ہوتی ہیں۔ لاہور کارپوریشن مناسب اقدام اٹھاتی ہے اور قانون کے تحت کارروائی کی جاتی ہے۔

سول ڈسپنسری میں بجلی کی سپلائی

☆ 298- خان غلام سرور خان : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازاوہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ------

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ برنالی ضلع گجرات میں ایک سول ڈسپنسری قائم ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ برنالی گاؤں میں بجلی موجود ہے مگر سول ڈسپنسری میں بجلی مہیا نہیں کی گئی۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ چودھری افتخار احمد خان چیئرمین یونین کونسل برنالی نے سول ڈسپنسری برنالی کو بجلی مہیا کرنے کے لیے متعلقہ حکام کو ایک عرض داشت بھی پیش کی تھی مگر ابھی تک مذکورہ بالا ڈسپنسری میں بجلی مہیا نہیں کی گئی۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک مذکورہ ڈسپنسری میں بجلی مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع کونسل گجرات نے برنالی میں ایک رورل ڈسپنسری تعمیر کی ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) ڈسپنسری میں بجلی کے حصول کے لیے واپڈا حکام کو درخواست دی جا چکی ہے۔

(د) درخواست برائے حصول کنکشن بجلی دی جا چکی ہے۔ امید ہے واپڈا سے منظوری جلد موصول ہو جائے گی۔

بلدیہ ہارون آباد کا جنرل آڈٹ

☆ 307- جناب علی اکبر مظہر وینس: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ----

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بلدیہ ہارون آباد کے خاکروبوں نے اپنے مطالبات کے حق میں تین دن تک متواتر جلوس نکالے اگر ایسا ہے تو ان کے مطالبات کیا تھے اور کیا ان کے مطالبات پورے ہو گئے ہیں۔

(ب) بلدیہ ہارون آباد کا جنرل آڈٹ کب ہوا۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہے تو کیا حکومت بلدیہ بہاولپور کی طرح بلدیہ ہارون آباد کا فنڈ بھی منجمد کر کے اس کا آڈٹ کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) جی ہاں بلدیہ ہارون آباد کے خاکروبوں نے ایک یا دو دن اپنے مطالبات کے حق میں مظاہرہ کیا۔ لیکن وہ بدستور اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہے۔ ان کے مطالبات مندرجہ ذیل تھے۔

(1) یونین بنانے کی اجازت۔

(2) ان کے گھر میں پینے کے پانی کی فراہمی۔

(3) دارا مسیح نامی خاکروب کی بحالی۔

اگر بلدیہ کے خاکروب حسب قواعد یونین بنانا چاہیں تو بلدیہ اور حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہے مزید برآں خاکروبوں کے گھروں میں پینے کے پانی کی فراہمی بذریعہ ٹینکر شروع ہو چکی ہے۔ کیونکہ یہ جگہ پانی کی پائپ لائن سے کافی دور واقع ہے بلدیہ میں دارا مسیح خاکروب جو کہ کافی عرصہ سے معطل تھا اور پہلے بھی اکثر معطل رہ چکا تھا کو حسب قواعد ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا ہے۔

(ب) بلدیہ ہارون آباد کا آڈٹ روزانہ ماہانہ سہ ماہی ششماہی اور سالانہ (Post & Preaudit) کیا جاتا ہے اس کمیٹی میں 1982ء سے پری آڈٹ سکیم کا اجراء کیا گیا ہے۔ ایک آڈٹ آفیسر اور ایک آڈیٹر روزانہ ہر خرچہ آمدنی کے کیس / ووچر / رسید کی پڑتال کرتے ہیں اور ان میں جو خامیاں ہوتی ہیں ان کی نشاندہی کرتے ہیں بعد تکمیل اعتراضات آڈٹ آفیسر صاحب اس کو پاس کر دیتے ہیں۔ سابقہ آڈٹ رپورٹوں پر کارروائی کے لیے ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس کمیٹی اپنے احکامات اور Observation جاری کرتی ہیں۔ یہ کمیٹی ڈپٹی کمشنر صاحب کی زیر صدارت اپنی میٹنگ منعقد کرتی ہے۔

(ج) چونکہ بلدیہ ہارون آباد میں آڈٹ کا نظام موثر طریقے سے کام کر رہا ہے۔ اس لیے وہاں کسی جنرل یا خصوصی آڈٹ کرانے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی معزز رکن اسمبلی اگر کسی بے قاعدگی کی نشان دہی کریں گے تو اس بارے میں مناسب کارروائی کی جا سکتی ہے۔

میونسپل کارپوریشن بہاولپور کے خصوصی آڈٹ کی تفصیلات

☆ 310- جناب شاہد مرزا۔ کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ کی حکم پر میونسپل کارپوریشن بہاولپور کا خصوصی آڈٹ کروایا جا رہا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ خصوصی آڈٹ نومبر 1988ء کے بعد اب تک کا کرایا جا رہا ہے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو خصوصی آڈٹ میونسپل کارپوریشن کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے اب تک کرانے میں کیا امر مانع ہے کہ کیا حکومت متذکرہ بالا آڈٹ میونسپل کارپوریشن کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے اب تک کروانے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)۔

(الف) جی ہاں۔

(ب) خصوصی آڈٹ ابتدائی طور پر یکم جولائی 1987ء سے 31 دسمبر 1988ء تک کے درمیانی عرصہ کے لیے کیا جا رہا ہے۔

(ج) اگر محکمہ آڈٹ یا کسی دوسری ایجنسی نے میونسپل کارپوریشن بہاولپور میں اس کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس میں کی گئی بے قاعدگیوں یا بے ضابطگیوں کی نشان دہی کی تو حکومت کو پچھلے عرصہ کا خصوصی آڈٹ کرانے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ معزز ممبر صوبائی اسمبلی نے کسی خاص بے قاعدگی کی نشان دہی نہیں کی۔

دُکانیں کرایہ پر نہ دینے کی وجوہات

☆368- سردار ظفر اقبال - کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ علامہ اقبال روڈ لاہور نہر کے پل کے قریب لاکھوں

روپے کے خرچ سے تعمیر کردہ دوکانیں کئی سال سے خالی پڑی ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ دوکانیں ابھی تک کرایہ پر نہ دینے کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست ہے۔

(ب) مذکورہ دکانیں ناجائز تجاوز کنندگان' سبزی فروش علامہ اقبال روڈ مصطفیٰ آباد لاہور کے لیے تعمیر کی گئیں ہیں جن کی باضابطہ الاٹمنٹ کے لیے معاملہ کمشنر لاہور ڈویژن لاہور کی خدمت میں 11/7/88 برائے منظوری ارسال کیا گیا تھا جس میں برلب سڑک دکانات کا کرایہ /500 روپے ماہوار اور عقبی دکانات کا کرایہ مبلغ /300 روپے ماہوار مع تین ہزار روپے سیکورٹی تجویز کیا گیا تھا جس پر جناب کمشنر نے بالترتیب /700 روپیہ اور /500 روپیہ کرایہ ماہوار مع دس ہزار روپے سیکورٹی کے احکام صادر فرمائے۔ ناجائز تجاوز کنندگان (الاٹیوں) نے جناب کمشنر لاہور کے فیصلہ سے اتفاق نہ کیا اور موقف اختیار کیا کہ کاروباری نقطہ نگاہ سے دکانات موزوں جگہ پر نہیں ہیں۔ نیز آبادی سے دور واقع ہیں۔ اس لیے مذکورہ پہلی تجویز ہی منظور فرمائی جائے۔ حکومت نے میٹروپولیٹن کارپوریشن لاہور کو تحریر کیا ہے کہ تعمیر شدہ دکانات کا درست طور پر ایریا بتایا جائے نیز موقع کے مطابق (lay out plan) بھی مہیا کیا جائے۔ میئر صاحب نے متعلقہ میونسپل انجینئر کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وہ فوری طور پر مطلوبہ معلومات فراہم کرے۔

پارک اور لائبریری نہ بنانے کی وجوہات

☆ 371- سردار ظفر اقبال: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ احاطہ مکھن سنگھ دھرم پورہ لاہور میں تالاب کو پُر کر کے پارک اور لائبریری کے لیے بائیس لاکھ روپے مختص کیے گئے تھے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو وہاں پارک اور لائبریری نہ بنانے کی کیا وجوہات ہیں۔ نیز متذکرہ بائیس لاکھ روپے کو کس جگہ استعمال کیا گیا ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) احاطہ مکھن سنگھ دھرم پورہ لاہور میں تالاب پر کر کے پارک و لائبریری تعمیر کرنے کے لیے کوئی تجویز زیر غور نہ ہے اور نہ ہی اس کام کے لیے سال رواں کے بجٹ میں کوئی رقم مختص ہے۔

(ب) جیسا کہ الف بالا میں عرض کیا گیا ہے زیر بحث جگہ پر لائبریری و پارک بنانے کی کوئی تجویز نہ ہے۔ اس لیے کسی دوسری جگہ فنڈز استعمال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ضلع کونسل فیصل آباد کی سڑکوں کی تفصیل

☆396- چودھری محمد وصی ظفر: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ــــــ

(الف) ضلع کونسل فیصل آباد نے 1978ء سے نومبر 1988ء تک کون کون سی سکیمیں شروع کی تھیں۔

(ب) ضلع کونسل فیصل آباد کی جانب سے 1978ء سے نومبر 1988ء تک کتنے دیہاتی اور شہری علاقوں کو سڑکیں دی گئیں ان کے نام کیا ہیں۔

(ج) متذکرہ سڑکوں پر کل کتنی لاگت آئی۔ ہر سڑک کا ٹھیکہ الگ الگ کیا تھا۔ نیز ٹھیکیدار اور کمپنی کا نام اور ہر سڑک کی علیحدہ لاگت کا حساب کیا ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) ضلع کونسل فیصل آباد کی طرف سے 1978ء تا نومبر 1988ء علاوہ سڑکات جن سکیموں پر عمل شروع کیا گیا ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھے گئے تحتہ "الف" پر ملاحظہ فرمائیں جو ایوان کی میز پر پیش کر دیا گیا ہے یہ تمام سکیمیں دیہی علاقہ جات میں شروع کی گئی تھیں کیونکہ ضلع کونسل کا دائرہ کار دیہی علاقہ ہی ہوتا ہے۔

(ب) ضلع کونسل فیصل آباد کی جانب سے سال 1978ء تا 1988ء صرف دیہی علاقہ جات میں سڑکات دی گئی ہیں جن کی تفصیل سال وار تحتہ "ب" میں ملاحظہ فرمائیں جسے ایوان کی میز پر پیش کر دیا گیا ہے۔

(ج) ہر سڑک پر آنے والی لاگت اور اس کی ٹھیکہ دار و کمپنی کے نام بھی ایوان کی میز پر رکھے گئے تحتہ "ب" میں تفصیلاً درج ہیں۔

ٹاؤن کمیٹی کو فنڈز دینے کے لیے اقدامات

☆ 407 - چودھری شاہ نواز چیمہ : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ _____

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ٹاؤن کمیٹی ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ کی سالانہ آمدنی کم ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ آمدنی کم ہونے کی وجہ سے ٹاؤن کمیٹی ایمن آباد کے ملازمین کو وقتِ مقررہ پر تنخواہیں نہیں ملتیں اور کئی ماہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے نیز بہت سے ترقیاتی منصوبے بھی متاثر ہو رہے ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ ٹاؤن کمیٹی کو فنڈز دینے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست ہے۔ ٹاؤن کمیٹی ایمن آباد کی آمدنی برائے سال 89 - 1988ء دس لاکھ چودہ ہزار دو سو پچاس روپے ہے۔ جبکہ اخراجات کا تخمینہ تقریباً تیرہ لاکھ روپے ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ ٹاؤن کمیٹی ایمن آباد کو مالی مشکلات کا سامنا ہے۔

(ج) بلدیہ ایمن آباد کی جانب سے مالی اعانت کی درخواست اس وقت حکومت کے زیر غور ہے۔

فنڈز کے ناجائز استعمال کی تحقیقات

☆ 411- ملک محمد وزیر اعوان : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ___

(الف) 1985ء سے تاحال فیصل آباد کارپوریشن کو ترقیاتی سکیموں کے لیے کل کس قدر فنڈز مختص کیے گئے اس عرصہ میں کل کتنی سکیمیں شروع کی گئیں اور کتنی معرض التواء میں پڑیں ہوئی ہیں نیز شروع کی گئی سکیمیں اب کس مرحلہ میں ہیں۔

(ب) کیا یہ امر واقع ہے کہ مختص کردہ فنڈز کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اس کا بیشتر حصہ خورد برد کیا گیا ہے۔

(ج) اگر ایسا ہے تو اس میں کون کون سے افراد ملوث پائے گئے اور حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی : (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) 1985ء سے تاحال میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کے ذریعے ترقیاتی کاموں کے لیے فنڈز کی کل مالیت 2,70,00,000 روپے ہے۔ اور منصوبہ جات کی کل تعداد 151 ہے۔ ان میں سے 106 منصوبہ جات مکمل ہو چکے ہیں جبکہ 36 منصوبہ جات زیر تکمیل ہیں۔ اور 9 منصوبہ جات کے ٹھیکہ جات ہو چکے ہیں جو کہ جلد شروع کرا دیے جائیں گے۔

(ب) حکومت کو اس بارے میں کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہے۔

(ج) جواب جزو (ب) کے سامنے دیا جا چکا ہے۔

حلقہ 116 میں مختلف سکیموں پر عملدرآمد شروع کرنے کے لیے اقدامات

☆ 425 - جناب محمد اسلم گورداسپوری : کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے ___

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے اپنی چٹھی نمبری (17) آر - او / اے ڈی پی / آر اینڈ ڈی / 88 کے تحت اے ڈی پی 89 - 1988ء کے لیے

میرے حلقہ نیابت 116 میں مختلف سکیموں کے لیے 65 لاکھ روپے کی منظوری دی تھی۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے ان سکیموں پر عملدرآمد شروع کر دیا ہے اگر نہیں تو عملدرآمد کب تک شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے نیز اس تاخیر کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے پہلے اپنی چٹھی نمبر / اے ڈی پی او - آر (17) پی اینڈ ڈی 88 مورخہ 21 جنوری 1989ء کے ذریعے مذکورہ حلقہ کی 8 سکیموں کے لیے مبلغ پینسٹھ لاکھ روپے ایل ڈی اے / واسا کے لیے بذریعہ محکمہ ہاؤسنگ مختص کیے تھے۔ بعدازاں محکمہ پلاننگ وڈویلپمنٹ نے اس رقم کو بذریعہ چٹھی نمبر(17) آر - او / اے ڈی پی پی اینڈ ڈی 88 مورخہ 23 فروری 1989ء محکمہ لوکل گورنمنٹ کی وساطت سے خرچ کرنے کا فیصلہ کیا محکمہ خزانہ نے بھی چٹھی نمبر بی III 21 (7 - 86) 88 مورخہ 11 مارچ 89 کے ذریعے مذکورہ رقم محکمہ ہاؤسنگ سے محکمہ لوکل گورنمنٹ کو ٹرانسفر کر دی ہے۔

(ب) یہ سکیمیں 89 - 1988 کے اے ڈی پی میں Unapproved سکیموں کے طور پر شامل کی گئی تھیں حکومت نے اسسٹنٹ ڈائرکٹر لوکل گورنمنٹ لاہور کو متعلقہ سکیموں کے تخمینہ جات (Feasibility Report) تیار کرنے کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔ جن کی منظوری کے بعد جلد ہی ان پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

1985 تا 1988ء تک لاہور کے مثالی گاؤں کی تفصیل

☆ 467 - چودھری شبیر احمد خان: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ــــــ

(الف) ضلع لاہور میں سال 1985ء تا 1988 کتنے مواضعات اور کن کن مواضعات کو مثالی گاؤں کا درجہ دیا گیا ہر مثالی گاؤں کے لیے کس قدر علیحدہ علیحدہ گرانٹ مہیا کی

گئی اور کیا کیا اخراجات کون کون سی مد میں خرچ کیے گئے۔

(ب) متذکرہ گرانٹ ہائے اور اخراجات کی تفصیل معزز ایوان کے روبرو پیش کی جائے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) ضلع لاہور میں 1985 سے 1988ء تک 8 مواضعات کو مثالی گاؤں کا درجہ دیا گیا۔ جن کے نام یہ ہیں۔ موضع سلطان کے' نواں پنڈ' شیخ دا کوٹ' پانڈوکی' دھوندے' حاجی کی کھوئی' منلواں اور شاہ پور' مثالی گاؤں' کے لیے الگ الگ جو گرانٹ مہیا کی گئی اور جو اخراجات کیے گئے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام موضع	جاری شدہ رقم	خرچ	منصوبہ
1- سلطان کے	ایک لاکھ روپے	ایک لاکھ روپے	تعمیر نالیاں۔ فرشیدی گلیاں
2- نواں پنڈ اٹاری	50 ہزار روپے	50 ہزار روپے	فرشیدی گلیاں۔
3- شیخ دا کوٹ	50 ہزار روپے	50 ہزار روپے	تعمیر نالیاں۔
4- پانڈوکی	ڈیڑھ لاکھ روپے	ڈیڑھ لاکھ روپے	سولنگ و نالیاں۔
5- دھوندے	50 ہزار روپے	50 ہزار روپے	نالیاں و گلیاں۔
6- حاجی کی کھوئی	50 ہزار روپے	50 ہزار روپے	نالیاں و گلیاں۔
7- منلواں	2 لاکھ روپے	2 لاکھ روپے	سولنگ جی ٹی روڈ تا کوٹ کتھا یا کینال
8- شاہ پور	50 ہزار روپے	50 ہزار روپے	تعمیر نالیاں و سولنگ گلیاں۔

(ب) متذکرہ گرانٹ اور اخراجات کی تفصیل جز "الف" میں دے دی گئی ہے۔

زیر تعمیر سڑک کی تکمیل

☆ 484- صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیالوی: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے _____

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ بمقام وجھ تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا کے لیے دو میل

سڑک کا ٹکڑا تقریباً چھ سال سے زیر تعمیر ہے جو کہ آج تک مکمل نہیں ہوا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سڑک کو مکمل کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ایسا ہے تو کب تک نیز اس تاخیر کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ سڑک ضلع کونسل سرگودھا کی ملکیت ہے اس کی کل لمبائی 2 میل ہے 1986 - 7 - 6 کو اس کے ٹینڈر طلب کیے گئے اور اس کو واٹر بونڈ کرنے کے لیے 3 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا۔ اب تک 10.79 لاکھ روپیہ ضلع کونسل اس پر خرچ کر چکی ہے۔ کام جاری ہے۔ اور 30 جون 1989ء تک مکمل ہو جائے گا۔

(ب) ضلع کونسل سرگودھا یہ سڑک 30 جون 1989ء تک مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ نیز تاخیر کی وجہ فنڈز کی کمی تھی۔

قطعہ اراضی کی الاٹمنٹ کی تفصیل

☆ 541 - حاجی سکندر حیات بوسن: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ _____

(الف) میونسپل کمیٹی میاں چنوں نے 1985ء سے لے کر آج تک کتنے قطعہ اراضی برائے تعمیر دوکان الاٹ کیے ہر الاٹی کا نام اور مکمل پتا جات کیا ہیں۔

(ب) متذکرہ قطعات میں وزیر اعلیٰ متعلقہ علاقہ کے ایم این اے اور ایم پی اے کی صوابدیدہ پر کتنے قطعات الاٹ ہوئے۔

(ج) اگر کوئی قطعہ اراضی متعلقہ میونسپل کمیٹی کے چیئرمین کی صوابدید پر الاٹ کیا گیا تو حاصل کرنے والے کا نام اور مکمل پتا جات کیا ہیں۔

(د) کیا میونسپل کمیٹی کا چیئرمین اپنی صوابدید پر کوئی قطعہ اراضی الاٹ کر سکتا ہے اور کس رولز کے تحت؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) میونسپل کمیٹی میاں چنوں نے 1985 سے لے کر مورخہ 27 ستمبر 87 تک کل

428 قطعہ اراضی برائے دوکانات الاٹ کیے ہیں اور اس کے بعد کوئی قطعہ اراضی الاٹ نہیں کیا گیا۔ مطلوبہ فہرست الاٹیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) کوئی قطعہ اراضی وزیراعلیٰ یا متعلقہ ایم - این - اے اور ایم - پی - اے کی صوابدید پر پر الاٹ نہیں کیا گیا۔

(ج) کوئی بھی قطعہ چیئرمین بلدیہ کی صوابدید پر الاٹ نہیں کیا گیا۔ یہ قطعات مستحقین میں بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم کیے گئے۔

(د) چیئرمین بلدیہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ غیر منقولہ جائیداد رول نمبر 11 پنجاب لوکل کونسل (پراپرٹی) رولز 1981ء کے تحت ایک سال کے عرصہ کے لیے پٹہ پر دے دے۔ تاہم چیئرمین بلدیہ نے کوئی قطعہ اراضی از خود پٹہ پر نہ دی۔ بلکہ ایوان بلدیہ نے پٹہ ہائے دوکانات منظور کیے۔

رقم جمع کروانے کے لیے اقدامات

☆ 565 - چودھری عمر دراز خان - کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ _____

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ریلوے پھاٹک نمبر 88 - اے جو کہ فیصل آباد میں محلہ عبداللہ پور اور طارق آباد کو ملاتا ہے۔ پچھلے تین سال سے میونسپل کارپوریشن فیصل آباد نے پاکستان ریلوے کو مبلغ 482005 روپے بابت تنخواہ ملازمین ریلوے پھاٹک جمع نہیں کروائی جس کی وجہ سے متذکرہ آمدورفت کے لیے نہیں کھولا گیا۔ جس سے علاقہ کے لوگوں کو بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کی بالا کا جواب اثبات میں ہے تو پاکستان ریلوے کے مطالبہ کے باوجود مطلوبہ رقم کیوں جمع نہیں کروائی جا رہی۔ اور اگر کسی کوتاہی کی وجہ سے مطلوبہ رقم نہیں جمع کروائی جا سکی تو حکومت کب تک یہ رقم جمع کروانے کو تیار ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) ریلوے پھاٹک کا انتظام وانصرام میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کی ذمہ داری نہ ہے۔ ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کارپوریشن فنڈز پر جائز مصرف نہ ہے۔

(ب) چونکہ ریلوے پھاٹک قائم کرنا اور اس کی چلانا کارپوریشن کی ذمہ داری نہ ہے۔ اس لیے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کے اخراجات جمع نہیں کرائے جا سکتے۔ جیسا کہ جواب جز الف میں تحریر کیا ہے۔ محکمہ ریلوے کو اس بارے میں مطلع کر دیا گیا۔

ملازمت سے نکالے گئے اور ملازم رکھے گئے افراد کی تفصیل

☆ 579 - میاں محمد سرور کھوکھر - کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ _____

16 نومبر 1988 سے 25 مارچ 1989ء کے دوران میونسپل کمیٹی اوکاڑہ سے کل کتنے اہلکاروں کو ملازم سے سبکدوش کیا گیا ان کے نام مع ولدیت اور تعلیمی کوائف کیا ہیں۔ نیز نکالے گئے ملازمین کی خالی اسامیوں پر کن کن افراد کی تقرری کی گئی ان کے نام معہ / ولدیت اور ذات کیا ہے اور نکالے جانے والے افراد کو کن وجوہ کی بناء پر برخاست کیا گیا؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

جن اہلکاروں کو ملازمت سے سبکدوش کیا گیا ان کی تعداد 15 ہے مطلوبہ کوائف تتمہ منسلک میں دیے گئے ہیں۔ اس تتمہ میں ملازمت کی ذات نہیں دی گئی۔ کیونکہ سرکاری دستاویزات میں اس کا اندراج نہیں ہوتا۔ میونسپل کمیٹی کے سلیکشن بورڈ کی سفارشات پر عارضی ملازمین کو قانونی تقاضوں کے بعد ملازمت سے فارغ کیا گیا تھا اور ان کی جگہ مطلوبہ اہلیت کے امیدواران سے بذریعہ اخبارات دفتر روزگار سے درخواستیں طلب کی گئیں۔ امیدواران کے انٹرویو سلیکشن بورڈ نے لیے تھے اور بورڈ کی سفارش پر ہی ان ملازمین کا تعین ہوا تھا۔ ان کے کوائف بھی تتمہ میں دیے گئے ہیں۔

نمبر شمار	نام آسامی	نام	ولدیت	تعلیمی معیار	وجہ برخاستگی	نام	ولدیت	تعلیمی معیار
-1	جونیئر کلرک (B-5)	ظہور احمد	مشتاق	میٹرک	تقرری عارضی تھی بورڈ نے منظوری نہیں دی	عبدالحمید شاہ	شاہ محمد	میٹرک
-2	.....	محمد اسلم	کالے خان	.....	.....	امجد حسین	محمد بشیر	.....
-3	.....	نجم دین خان	اسلام الدین خان	.....	.....	محمد اشفاق	سردار محمد	.....
-4	ٹریفک کلرک (B-3)	ظہور حسین	دریام	مڈل	.....	عبد الجبار	محمد صادق	مڈل
-5	سینٹری سپر وائزر	محمد ناصر	محمد یونس	پرائمری	.....	برکت مسیح (سابقہ سینٹری ورکر)	منگل مسیح	پرائمری

-6	"	فاروق احمد	احمد کبیر	ایف۔اے	"	غلام مرتضےٰ	غلام عباس	خواندہ
-7	نائب قاصد (B-1)	سیف احمد	میاں اللہ بخش	مڈل	"	صفیر احمد	نثار احمد	"
-8	"	غلام محمد	رحمت اللہ	"	"	نثار احمد	خوشی محمد	"
-9	نائب قاصد (B-1)	اعجاز علی	شوکت علی	مڈل	"	منظور	صابر علی	خواندہ
-10	"	نثار احمد	علی محمد	پرائمری	"	محمد امین	سخی محمد	"
-11	"	غفار احمد	عبدالغفور	"	"	عبدالمجید	سردار محمد	"
-12	بیلدار (B-1)	غلام نبی	ولی محمد	"	"	محمد منشاء	میاں محمد زجادہ	"
-13	"	غلام مصطفےٰ	محمد علی	"	"	مشتاق احمد	محمد صدیق	"
-14	"	عبدالحمید	عبدالستار	"	"	محمد اسلم	محمد شریف	"
-15	"	فضل الٰہی	محمد اکبر	"	"	مشتاق احمد	نیامت علی	"

لوہے کی گرل لگانے اور سڑک کو تنگ کرنے کی وجوہات

☆ 580 - میاں محمد سرور کھوکھر۔ کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ _____

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ ضلع لوکاڑہ میں واقع صنم سینما روڈ پر گرین بیلٹ کے گرد لوہے کی گرل لگائی گئی ہے اگر ایسا ہے تو یہ کام کب شروع ہوا اور کس تاریخ کو ختم ہوا نیز اس کام پر کل کتنی رقم خرچ کی گئی۔

(ب) کیا حکومت اس امر سے آگاہ ہے کہ اب اس گرل کو توڑا جا رہا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ج) کیا یہ امر واقع ہے کہ جز (الف) میں مذکورہ سڑک پر ٹی بی کلینک سے ریلوے پھاٹک تک کے دو حصوں پر گرین بیلٹ بنا دی گئی ہے اور وہاں پر لوہے کی گرل لگا دی گئی ہے اگر ایسا ہے تو مذکورہ سڑک کو گرل کے ذریعے تنگ کرنے کی وجوہ کیا ہیں اور کام پر کل کتنی رقم خرچ کی گئی؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست ہے کہ گرین بیلٹ کے گرد لوہے کی گرل لگائی گئی تھی۔ یہ کام مورخہ 26-9-87 کو شروع ہوا۔ اور مورخہ 27-7-88 کو ختم ہوا۔ جس پر مبلغ 2,16,976 روپے خرچ آیا۔ جبکہ تخمینہ کام مبلغ 2,53,000 روپے کا تھا۔

(ب) یہ بات درست ہے کہ اس گرل کا کچھ حصہ اس لیے توڑا گیا کہ اس جگہ گرین بیلٹ بہت چوڑی تھی۔ اس کی یکسانیت نہیں تھی۔ اب اس کی یکسانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے دوبارہ لگایا جائے گا۔

(ج) یہ گرل ٹی - بی کلینک سے نہیں بلکہ ڈسٹرکٹ کمپلکس چوک سے لے کر ریلوے پھاٹک تک نہر کے ساتھ ساتھ گرل لگائی گئی ہے۔ تاکہ اس سڑک کی خوب صورتی اور حادثات کی روکوٹ ہو سکے۔ اس کام کا تخمینہ مبلغ 4,00,000 روپے ہے۔ جس میں گرل لگانا فٹ پاتھ بنانا اور اسی سڑک کو کشادہ کرنا شامل ہے۔ لوہے کی گرل

اور اس کے ساتھ فٹ پاتھ کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ جس پر ابھی تک مبلغ 2,52,000 روپے کرچ ہو چکے ہیں اور بقایا رقم متذکرہ سڑک کی کشادگی کے لیے صرف ہوگی۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

میڈیکل ٹیکنیشنز کے سکیل

6 - ملک نواب شیر دسیر- وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ____

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ 1981ء میں لاہور ہائی کورٹ نے دو سالہ کورس کرنے والے میڈیکل ٹیکنیشنز کو وہ تمام مراعات حاصل کرنے کا اہل قرار دیا تھا جو میڈیکل اسسٹنٹ کو حاصل ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ تقریباً" آٹھ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود میڈیکل اسسٹنٹ کو ملنے والا سکیل نمبر 12 اور اضافی سکیل نمبر 15 دو سالہ کورس کرنے والے لوکل گورنمنٹ میں سروس کرنے والے میڈیکل ٹیکنیشنز کو نہیں دیا گیا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کی تاریخ سے میڈیکل ٹیکنیشنز کو مذکورہ بالا سکیل دینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں نیز اس تاخیر کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ سہولت محکمہ لوکل گورنمنٹ میں کام کرنے والے میڈیکل اسسٹنٹس اور میڈیکل ٹیکنیشنز کو بھی حاصل ہے۔

(ج) اس کا جواب جز (الف) اور جز (ب) میں دیا جا چکا ہے۔ البتہ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کی تاریخ سے یہ سکیل لاگو نہ کیا جا سکا۔ کیونکہ کوئی بھی نیا سکیل دینے کے لیے اس میں لوکل کونسلز کے مالی حالات کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔

قادر آباد تا کلا شاہیاں سڑک کو پختہ کرنے کے لیے اقدامات

10 - چودھری منور حسین تارڑ - وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔۔۔۔۔۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ قادر آباد تا کلا شاہیاں لنک سڑک کچی ہے۔ اس سڑک پر پچیس سے تیس دیہات فائدہ حاصل کرتے ہیں اور یہ سڑک زرعی اعتبار سے بھی اہم ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ سڑک تین تھانوں کو آپس میں ملاتی ہے۔

(ج) آیا حکومت مذکورہ سڑک کو پختہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ سڑک ضلع کونسل کی ملکیت ہے۔ جس کی لمبائی تقریباً پانچ میل ہے۔ ضلع کونسل کے مالی وسائل اتنے نہیں ہیں کہ اس سڑک کو پختہ کرا سکے۔

صوبائی محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو درخواست کی جائے گی کہ وہ نئے بجٹ میں اس کام کے لیے رقم مخصوص کرے۔

کوٹلہ افغاناں سڑک کو پختہ کرنے کے لیے اقدامات

12 - خواجہ محمد یوسف - کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔۔۔۔۔۔

الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ کوٹلہ افغاناں تحصیل شکر گڑھ جو مین روڈ شکر گڑھ نارووال سے چند فرلانگ کچی سڑک کے ذریعے ملا ہوا ہے یہاں سے دیہاتیوں کو اجناس شہر لے جانے میں سخت دقت ہوتی ہے۔

ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ کوٹلہ افغاناں میں واقع لڑکے لڑکیوں کے مڈل سکول میں حصول تعلیم کے لیے آنے والے طلباء و طالبات کو برسات کے دنوں میں سخت

مشکلات پیش آتی ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ کوٹلہ افغاناں کے عوام نے اس کچی سڑک کو پختہ کرنے کے لیے ایک درخواست جناب وزیراعلیٰ کے توسط سے متعلقہ احکام کو ارسال کی تھی۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت جز (الف) میں مندرجہ سڑک کو پختہ کر کے کوٹلہ افغاناں کے عوام کی تکلیف کا ازالہ کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) جی ہاں یہ سڑک کی حد تک درست ہے۔

(ب) ایضاً۔

(ج) علم نہ ہے کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی درخواست اس محکمہ میں صوبائی یا ضلعی سطح پر موصول نہ ہوئی ہے۔

(د) سڑک مذکورہ کا مین روڈ سے تقریباً ایک میل فاصلہ ہے۔ جس کو پختہ کرنے کے لیے تقریباً چھ لاکھ روپے کی ضرورت ہوگی حکومت نے دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت نئی سڑکوں کو پختہ کرنے کے لیے کوئی رقم مختص نہ کی ہے۔ تاہم ضروری فنڈ فراہم ہونے کی صورت میں اس سڑک کو پختہ کیا جا سکتا ہے جو کہ محکمہ مال کے ریکارڈ کے مطابق منظور شدہ راستہ ہے۔

ڈویلپمنٹ اتھارٹی ڈیرہ غازی خان کی حدود اربع کی تفصیلات

44 - سردار محمد امجد فاروق خان کھوسہ: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ــــــــ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ نے گذشتہ سال ڈیرہ غازی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کرنے کا اعلان فرمایا تھا اگر ایسا ہے تو اس سلسلہ میں کیا پیش رفت ہوئی ہے۔

(ب) کیا متذکرہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی ڈویژن بھر کے چار اضلاع پر مشتمل ہوگی یا صرف دو اضلاع یعنی ڈیرہ غازی خان اور راجن پور پر مشتمل ہوگی۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو موجودہ مالی سال میں اس مقصد کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے نیز ڈیرہ غازی خان اور راجن پور اضلاع کے بارانی اور پہاڑی علاقہ کی ترقی کے لیے متذکرہ اتھارٹی میں کوئی مخصوص شعبہ جات قائم کیے جائیں گے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) جی ہاں درست ہے۔ وزیراعلیٰ کے حکم کے مطابق ڈیرہ غازی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام محکمہ لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی حکومت پنجاب کے دائرہ اختیار کے تحت عمل میں آچکا ہے۔ حکومت پنجاب نے اتھارٹی مذکورہ کے لیے ڈائرکٹر جنرل بھی تعینات کر دیا ہے اتھارٹی مذکورہ کے فرائض دائرہ کار اور دیگر امور پر مشتمل مسودہ قانون مرتب کر کے کیبنٹ کے غور و خوض کے لیے مرسل کر دیا گیا ہے۔ مسودہ قانون کی منظور کے بعد اتھارٹی کلی طور پر اپنے فرائض سرانجام دینا شروع کر دے گی۔

(ب) اس اتھارٹی کو ڈی - جی خان ڈویژن جو کہ ڈی - جی خان لیہ مظفر گڑھ' اور راجن پور کے اضلاع پر مشتمل ہے کے لیے تشکیل دیا گیا ہے۔

(ج) فی الحال وزیراعلیٰ پنجاب نے مذکورہ اتھارٹی کے لیے ایک کروڑ روپیہ کی گرانٹ منظور کی ہے۔ جہاں تک بارانی اور پہاڑی علاقوں کی ترقی کا تعلق ہے اس پر اتھارٹی منظوری قانون کے بعد عمل درآمد کرے گی۔

ذیلی آبادیوں کو ایل ایم سی میں شامل نہ کرنے کی وجوہات

50 - چودھری غلام قادر - کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ نجات پورہ' مسیحی کالونی' فضل کالونی' عمر کالونی' ابوبکر

صدیق کالونی' راوی پوائنٹ (سانده کلاں سے شیرا کوٹ کے بالمقابل بند روڈ کے ساتھ ساتھ) آبادیوں کے مکینوں کی تعداد بیس ہزار نفوس سے بھی زیادہ ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ آبادیاں بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ اہلیان علاقہ کے مطالبہ پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ آبادیاں لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن میں شامل نہیں جس کی وجہ سے بنیادی سہولتیں مہیا نہیں کی جا سکتیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت جز (الف) میں مندرج آبادیوں کو لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن میں شامل کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست ہے۔

(ب) مذکورہ آبادیاں حدود میٹروپولیٹن کارپوریشن میں واقع ہیں جو کہ دریا کے ہیڈ میں آتی ہیں اور فلڈ ایریا ہونے کے باعث رہائش کے لیے ممنوعہ علاقہ ہے۔ اس لیے ترقیاتی کام نہیں ہو سکے۔

(ج) جواب پیرا (ب) بالا میں دیا جا چکا ہے۔

کچے راستے کو پختہ کرنے کے لیے اقدامات

51 - چودھری غلام قادر: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ بند روڈ لاہور سے راوی پوائنٹ کو ملانے والا کچا راستہ (عزیزہ روڈ) گذشتہ سیلاب کی وجہ سے ناکارہ ہوگیا ہے۔ اور بند روڈ لاہور سے فضل کالونی' عمر کالونی اور راوی پوائنٹ جن کی آبادی دس ہزار نفوس سے بھی اوپر ہے' اس کچے ناکارہ راستہ کی وجہ سے آمدورفت میں خاص کر برسات کے دنوں میں سخت دقت ہوتی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ کچے راستے کو پختہ کرے۔ اس علاقہ کے عوام کی تکلیف کا ازالہ کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: (چودھری پرویز الٰہی)

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ علاقہ دریائے راوی کے ہیڈ میں واقع ہے اور فلڈ ایریا ہے جو کہ رہائشی آبادیوں کے لیے ممنوع ہے۔ اس لیے ترقیاتی کام نہیں ہو سکے۔

پنشن کے لیے مدت ملازمت میں امتیاز کی وجہ

95 - حاجی سکندر حیات بوسن: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں ایک ہی نوعیت کے فرائض انجام دینے والے سیکرٹری یونین کونسل کے مابین پنشن کے لیے مدت ملازمت شمار کرنے میں امتیاز برتا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس ناانصافی کے تدارک کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ یونین کونسلوں میں کچھ سیکرٹری یکم ستمبر 1960 تا 31 اکتوبر 1973ء براہ راست بھرتی کیے گئے اور کچھ سابقہ ولیج ایڈورکرز کو یکم جولائی سے سیکرٹری یونین کونسل تعینات کیا گیا تھا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ جملہ سیکرٹری یونین کونسل کو یکم نومبر سے سرکاری ملازمت میں لے لیا گیا لیکن ان کی 31 اکتوبر 1973ء تک کی سابقہ ملازمت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا گیا۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے اپنے حکم نمبر 78 / (18) 9 (ایل ' جی) ایس او مورخہ یکم جولائی 1985 کی صرف ولیج ایڈورکرز جو یکم جولائی 1961 کو سیکرٹری یونین بنا دیئے گئے تھے کہ سابقہ ملازمت یونین کونسل از یکم جولائی 1961 تا 31 اکتوبر 1973ء پنشن کی مراعات کے لیے شمار کرنے کی منظوری دی تھی۔ اور براہ راست بھرتی شدہ سیکرٹری یونین کونسل کی ملازمت جو یکم نومبر 1973 سے پہلے کی تھی کو یکسر

نظر انداز کر دیا ہوا ہے۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ براہ راست بھرتی شدہ سیکرٹری یکم نومبر 1973ء سے پہلے کی ملازمت کو پنشن کی مراعات کے لیے شمار کرنے کے بارے میں درخواستیں دیتے رہے ہیں اور ان میں سے جو ریٹائر ہوئے ان کو صرف یکم نومبر 1973ء سے ہی مدت ملازمت شمار کر کے بہت معمولی پنشن دی گئی اور بعض افراد کی یکم نومبر سے پہلے کی ملازمت جو تقریباً تیرہ سال پر محیط ہے کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ سابقہ پنجاب اسمبلی کے ایوان میں اس امتیاز' بے انصافی اور تضاد کی بازگشت سنی گئی تھی۔ اور یہ سوال اٹھایا گیا تھا۔

(ز) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ ترقیاتی کارپوریشن لینڈ اینڈ واٹر ڈویلپمنٹ بورڈ محکمہ ملیریا ایڈیکشن اور تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ملازمین کی گورنمنٹ میں absorption سے پہلے کی ملازمت اور ورک چارج ملازمین کی پوری ملازمت کو پنشن کی مراعات کے لیے شمار کرنے کی منظوری دے دی ہوئی ہے اور براہ راست بھرتی شدہ سیکرٹری یونین کونسل کا معاملہ بلاوجہ التواء میں رکھ کر ان کی حق تلفی کی جا رہی ہے جو انصاف کے اصولوں کے منافی ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی :(چودھری پرویز الٰہی)

(الف) یہ درست نہ ہے کہ ایک ہی نوعیت کے فرائض انجام دینے والے سیکرٹری ہائے یونین کونسلز کے مابین پنشن کے لیے مدت ملازمت شمار کرنے میں امتیاز برتا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محکمہ ہذا میں سیکرٹری ہائے یونین کونسلز کی ملازمت پر مندرجہ ذیل تین قسم کے لوگ بھرتی ہوئے۔

(i) ایسے اہلکار جو 1956ء تا 61 - 6 - 30 تک بطور دیہی کارکن محکمہ ولیج ایڈ (کالعدم) میں بھرتی ہوئے ان کی مدت ملازمت 1956 تا 61 - 6 - 30 قابل پنشن تھی اور 61 - 7 - 1 تا 73 - 10 - 31 ان کی مدت ملازمت بوجہ لوکل باڈیز قابل پنشن اسامی نہ تھی۔ حکومت پنجاب نے بسیار خط و کتابت کے بعد ایسے ملازمین کی مدت ملازمت 61 - 7 - 1 تا 73 - 10 - 31 قابل پنشن سروس قرار دیا وہ بھی اس شرط پر کہ لوکل کونسل

مذکورہ مدت کا پنشن کا حصہ برداشت کریں گی۔

(2) ایسے ملازمین جن کی بھرتی ہی لوکل باڈیز میں بطور سیکرٹری یونین کونسل 1-7-1961 تا 31-11-1973 کے دوران ہوئی۔ ان کی 1-10-1973 سے سرکاری ملازمت شروع ہوئی ہے اس لیے لوکل باڈیز میں کی گئی ملازمت دوران 1-7-1961 تا 31-10-1973 کو ابھی تک قابل پنشن قرار نہیں دیا گیا تاہم یہ مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے۔

(3) تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو 73 - 11 - 1 بعد سے باقاعدہ طور پر سرکاری ملازمت میں بھرتی کیے گئے اور ملازمت قانوناً قابل پنشن ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) ہاں یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے اپنے حکم نمبر So I (LG) 9 (18) / 78 مورخہ 85 - 7 - 1 کو صرف ولیج ایڈورکرز جو یکم جولائی 1961ء کو سیکرٹری یونین کونسل بنا دیے گئے تھے ان کی سابقہ ملازمت یکم جولائی 1961 تا 73 - 10 - 31 کو قابل پنشن قرار دے دیا ہے مگر براہ راست بھرتی شدہ سیکرٹری یونین کونسل کی ملازمت جو یکم نومبر 1973 سے پہلے کی ہے کو قابل پنشن قرار دینے کا معاملہ زیر غور ہے۔

(ہ) درست ہے۔

(و) درست ہے۔ صوبائی اسمبلی اجلاس 1986ء میں سید اختر حسین رضوی ایم پی اے کے اٹھائے گئے اسمبلی سوال نمبر 1992 میں وزیر بلدیات کی ہدایات پر ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ جس کی سفارشات کی روشنی میں ایک سمری مورخہ 89 - 3 - 8 کو برائے منظوری وزیراعلیٰ پنجاب بھیج دی گئی ہے۔

(ز) یہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ زرعی ترقیاتی کارپوریشن لینڈ اینڈ واٹر ڈویلپمنٹ بورڈ محکمہ ملیریا ایریڈیکشن اور تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ملازمین کی گورنمنٹ میں ABSORPTION سے پہلے کی پوری ملازمت کو پنشن کی مراعات کے لیے شمار کرنے کی منظوری دے دی ہوئی ہے۔ جہاں تک براہ راست بھرتی شدہ سیکرٹری یونین کونسل کا تعلق ہے یہ مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کیا مسلمہ اصولوں کے تحت کسی محکمے کی غلطی منسٹر صاحب کی نہیں ہوتی۔ روایت اور ٹریڈیشن کے تحت کسی محکمے کی کوئی غلطی ہے یا کوتاہی ہے وہ وزیر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ آپ نے پڑھا ہوگا Representation and responsibility اور جو سول سرونٹس ہوتے ہیں anonymous ہوتے ہیں۔ ان کو اس ہاؤس کے اندر ڈسکس نہیں کیا جا سکتا۔

Whether the departmental responsibility lies with the Minister or not? I require your ruling on that.

MR SPEAKER : This lies with the Minister.

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Then he should take the responsibility.

جناب سپیکر: آپ کے سوال کا جواب میں نے دے دیا ہے کہ وزیر متعلقہ کی ذمہ داری ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر میں ایک استدعا کرنی چاہتا ہوں۔ ایک قرارداد جو بڑی اہمیت کا حامل ہے اس کو پیش کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے استدعا کرتا ہوں قاعدہ (202) کے تحت قاعدہ کو معطل کر کے مجھے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ پریویلیج موشن کے بعد ہوگا۔ پہلے پریویلیج موشن آئیں گے۔ اس کے تحاریک التوا آئیں گی اس کے بعد ریزولیوشن آئیں گے۔ اس وقت آپ اس کو فوقیت دینے کو کہہ سکتے ہیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب اسرار احمد خان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب اسرار احمد خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی

طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ نجی مصروفیت کی وجہ سے میلسی جانا ہے میں 11-6-89 سے 13-6-89 تک بجٹ اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔ براہ مہربانی 3 روز کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب غلام سرور خان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست غلام سرور خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں بوجہ بیماری 89 - 6 - 10 اور 89 - 6 - 11 کو اسمبلی اجلاس میں شامل نہیں ہو سکوں گا رخصت منظور کی جائے

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

صاحبزادہ محمد احمد خان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست صاحبزادہ محمد احمد خان رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مورخہ 89 - 6 - 11 کو مجھے نہایت ہی ضروری نوعیت کا کام ہے۔ اس لیے ایوان کی کارروائی میں حصہ نہیں لے سکوں گا۔ لہٰذا مجھے 89 - 6 - 11 بروز اتوار کو ایک یوم کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب پرویز خالد

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست پرویز خالد صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے

موصول ہوئی ہے۔

I, the undersigned, could not attend the Punjab Assembly Session on June 8, because I had to attend to a very important matter.

I shall be grateful, if you could allow me leave on June 8, 1989.

Thanks.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری اصغر علی گجر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری اصغر علی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں 89 6 - 7 اور 89 - 6 - 8 کو بوجہ بیماری اسمبلی کا اجلاس attend نہ کر سکا رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

ملک محمد وزیر اعوان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ملک محمد وزیر اعوان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میرے خلاف جھوٹے مقدمات قائم کیے گئے ہیں جن کی قبل از گرفتاری ضمانت کے سلسلہ میں 89 - 6 - 8 کو گوجرانوالہ جانا ہے اس لیے 89 - 6 - 8 کو حاضر نہیں ہو سکوں گا اطلاعاً" عرض ہے کہ چھٹی دی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سید محمد اکبر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سید محمد اکبر صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ سائل مورخہ 89 - 6 - 7 بروز جمعرات کسی ضروری کام کے سلسلہ میں اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا براہ کرم سائل کی درخواست چھٹی منظور فرمائی جائے

عین نوازش ہوگی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری محمد اشفاق

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری محمد اشفاق صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں کل مورخہ 89 - 6 - 7 کو ایک ضروری کام گیا تھا جس کی وجہ سے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

میاں محمد سرور کھوکھر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد سرور کھوکھر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں ذاتی مصروفیات کی بناء پر مورخہ 89 - 6 - 10 کو اسمبلی کی کارروائی میں حصہ نہیں لے سکتا اس لیے مجھے ایک یوم کی رخصت دی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری عبدالحمید صاحب

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری عبدالحمید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف

سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں نے کارپوریشن سرگودھا کا بجٹ اجلاس طلب کیا ہے۔ اس لیے ہفتہ اتوار کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

محمد خان جسپال

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست محمد خان جسپال صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بوجہ نا سازی طبع مورخہ 4 جون 89 کو اجلاس میں شرکت نہ کر سکا براہ کرم میری رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

عبدالقادر شاہین

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست عبدالقادر شاہین صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں مورخہ 4 جون 89 کو چند وجوہات کی بناء پر اجلاس میں شرکت نہ کر سکا ازراہ کرم رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سید سلمان احمد گردیزی

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست سید سلمان احمد گردیزی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I was unable to attend the Assembly Session on 26.2.1989, 5.3.1989, and from 27th to 29th March 1989, due to local pressing

problems.

I request that I may kindly be sanctioned leave for these days by the Hon'able House.

Thanking you.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

حاجی محمد نواز بھروانہ

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست حاجی محمد نواز بھروانہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Respectfully I say that I was ill. I could not attend the session on 19-3-1989.

Kindly grant me one days leave.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سید علی اکبر محمود

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست سید علی اکبر محمود صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I was not able to attend the Assembly Session on 5th, 13th, 14th and 15th March, 1989 for unavoidable reasons.

It is requested that leave for these days may kindly be granted.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

ملک غلام محمد ٹوانہ

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست ملک غلام محمد ٹوانہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں اسلام آباد میں مصروفیت کی وجہ سے مورخہ 14، 15 اور 19 مارچ 89 کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کر سکا از راہ کرم مذکورہ ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

راجہ صفدر حسین

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست راجہ صفدر حسین صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں کل مورخہ 89 - 3 - 30 کو ذاتی وجوہات کی بناء پر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا رخصت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

مہر دوست محمد لالی

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست مہر دوست محمد لالی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں گھریلو مصروفیات کی وجہ سے 89 - 3 - 27 اور 89 - 3 - 28 کا اجلاس attend نہیں کر سکتا۔

براہ مہربانی مجھے ان دو دنوں کی چھٹی عطا کی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

عزیز احمد خان

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست عزیز احمد خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں 27 اور 28 مارچ کو صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں اپنی نجی مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ لہٰذا دو دن کی چھٹی عنایت فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

حاجی سردار خان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست حاجی سردار خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میرے بیٹے کی شادی کی تاریخ 89 - 3 - 31 بارات اور 3 اپریل ولیمہ کے لیے مقرر ہو چکی ہے جس کے انتظامات کے لیے میں مصروفیت کی وجہ سے اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مجھے 89 - 3 - 30 سے 89 - 4 - 4 تک اجلاس میں حاضری سے مستثنیٰ فرما کر رخصت عطا فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

دیوان عاشق حسین بخاری

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست دیوان عاشق حسین بخاری صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ مورخہ 89 - 3 - 29 کو نا سازی طبیعت کی بناء پر اجلاس میں شمولیت نہیں کر سکا براہ مہربانی اس روز کی رخصت عطا فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

محمد اسلم بھروانہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست مہر محمد اسلم بھروانہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ مورخہ 89 - 3 - 27 اور 89 - 3 - 28 کو خرابی صحت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا

مہربانی کر کے چھٹی منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

صفدر شاکر

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست صفدر شاکر صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں یکم اپریل کو عمرہ کے لیے جا رہا ہوں موجودہ اجلاس یکم اپریل کے بعد جتنے دن جاری رہے گا اتنے دن تک میری رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب عباس علی انصاری

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست عباس علی انصاری صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں ایک ذاتی کام کے سلسلہ میں اسلام آباد مصروف ہونے کی وجہ سے مورخہ 89 - 3 - 29 اسمبلی کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکا رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

احمد خان بلوچ

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست احمد خان بلوچ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں 19 مارچ اور 27، 28 اور 29 مارچ 1989ء کو بوجہ بیمار ہونے کے حاضر نہ ہو سکا اور اجلاس میں شامل نہ ہو سکا مہربانی کر کے ان ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

حاجی محمد سکندر حیات

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست حاجی محمد سکندر حیات خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں محترمہ بے نظیر بھٹو وزیراعظم پاکستان کے ہمراہ بیرون ملک دورے پر جا رہا ہوں اس لیے میں اسمبلی کے موجودہ اجلاس میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ لہٰذا مجھے مورخہ 4 جون 1989ء سے دو ہفتے کے لیے رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔ کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب کی تحاریک استحقاق ہیں۔ لیکن اس بارے میں میری کچھ reservations ہیں۔ چودھری صاحب اس بارے میں میرے ساتھ میرے چیمبر میں بات کریں۔

چودھری اصغر علی گجر: اگر کوئی ایسی بات ہوئی تو میں وہ ایوان میں ہی مان لوں گا کون سی نمبر ہے؟

جناب سپیکر: 8, 9 اور 10 یہ آپ کی تین تحاریک استحقاق ہیں۔ ان کو یہاں پیش کرنے سے پہلے آپ مجھ سے بات کر لیں۔

چودھری اصغر علی گجر: میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر کوئی اعتراض والی بات ہوئی تو میں آپ کے کہنے پر خاموش ہو جاؤں گا۔

جناب سپیکر: پہلے آپ مجھ سے بات کر لیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اگر ان کو لینا ہے۔ تو آپ کی ہماری ملاقات کے بعد اگلے روز لے لیں گے۔ اگر نہیں' تو نہیں لیں گے۔ تو پہلے آپ مجھ سے بات کر لیں۔ آپ کی تحاریک استحقاق کے بارے میں میری کچھ reservations ہیں وہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر: ٹھیک ہے جناب۔

جناب سپیکر: اب نمبر 12 تحریک استحقاق میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے ہے۔ 13 ' 31 اور

40 نمبر تحاریک استحقاق identical ہیں۔ نمبر 13 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی طرف سے ہے۔ نمبر 31 میاں منظور احمد موہل صاحب کی طرف سے اور 40 نمبر چودھری محمد فاروق صاحب کی طرف سے ہے۔ تو یہ ایک محرک کی طرف سے پیش کی گئی سب کی طرف سے پیش کردہ تصور ہوگی۔ تو میاں محمود الرشید صاحب کی بارہ نمبر پر ہے۔ میں انہیں کہوں گا کہ وہ اس کو پیش کریں۔

میاں محمود الحسن ڈار: پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! آپ نے فرمایا تھا کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کا فیصلہ ایک دو دن میں کر دیں گے۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تحاریک استحقاق ہیں۔ وہ آپ کس کمیٹی کو دیں گے۔ بہتر ہے کہ آج کمیٹیوں کا فیصلہ کر لیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق پیش کرنے سے پہلے وزیر قانون صاحب سٹینڈنگ کمیٹیوں کی پوزیشن کے بارے میں کچھ فرمائیں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! وہ لسٹیں مکمل ہو گئی ہیں۔ تیار ہیں۔ ایک آدھ ممبر کے بارے میں حزب اختلاف والوں کے ساتھ کوئی مسئلہ تھا۔ میں نے سلمان تاثیر صاحب سے بات کی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ وصی ظفر صاحب سے بات کر کے حتمی طور پر فہرست دیکھ لوں گا تو اس کے بعد ہم متفقہ طور پر پیش کر دیں گے۔ جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ کل چھٹی ہے۔ تو ہم آپ کو پرسوں تک انشاء اللہ مکمل طور پر لسٹیں بنا کر پیش کر دیں گے۔

جناب سپیکر: کل اس کو مکمل کر دیں گے اور پرسوں پیش کر دیں گے۔ شکریہ۔

جناب میاں محمود الرشید صاحب۔

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر مؤثر اور ختم کرنے کی کوشش

میاں محمود الرشید: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ وفاقی حکومت کی وزارت بلدیات ایسے افراد کے ذریعے پنجاب میں پیپلز ورکس پروگرام کا اجراء کر رہی ہے۔ جو نہ تو عوام کے منتخب کردہ ہیں اور نہ ہی انتظامیہ سے و مقامی ترقیاتی اداروں سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ ترقیاتی کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے آئین کے مطابق

منتخب بلدیاتی ادارے موجود ہیں اور تمام ترقیاتی کام انہی بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچنے چاہئیں لیکن وفاقی حکومت غیر آئینی طور پر صوبائی حکومت اور اس کے زیر انتظام چلنے والے منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر موثر بنانے اور ختم کرنے کے درپے ہے۔ اس سے نہ صرف سیاسی رشوت' بددیانتی اور اقربا پروری کو فروغ حاصل ہوگا بلکہ یہ منتخب اراکین اسمبلی کے اختیارات کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ وفاقی حکومت کے اس اقدام سے نہ صرف میرا بلکہ معزز ارکان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا تحریک کو منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ اس ایوان کے مسلمہ قوانین ہیں اور آپ کو علم بھی ہے کہ وفاقی حکومت کا Conduct اس ہال میں زیر بحث نہیں آسکتا۔ اس لیے اس کو اپنے چیمبر میں ہی آپ کو ختم کر دینا چاہیے تھا۔ یہ وفاقی حکومت پر الزامات لگائے گئے ہیں اور قانون اور قواعد کی رو سے وفاقی حکومت کے کسی Conduct سے استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ خلاف ضابطہ ہے' اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ اس کو ابھی خلاف ضابطہ قرار دے دیں۔ کیونکہ اگر اس پر مختصر بیان آیا تو اس سے پھر باتیں بہت دور تک چلی جائیں گی۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ نواب زادہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو اس سٹیج پر میں جائز قرار نہیں دیتا۔ کیونکہ میں تحریک استحقاق کے محرک کو اپنی تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت دے چکا ہوں۔ تحریک پیش ہو چکی ہے اور اس پر میرا فیصلہ دینا ابھی باقی ہے کہ یہ قواعد و ضوابط کے مطابق ہے یا نہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب نقصان ہو چکا ہوگا۔

جناب سپیکر: نقصان نہیں ہوگا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جب زلفیں دراز ہو چکی ہوں گی ____ جو چیز ہے ہی خلاف ضابطہ' اس کو اس ایوان میں پیش ہی نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر رولنگ دیں۔

جناب سپیکر: آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں فیصلہ دے چکا ہوں۔ Prima facie میں اس کو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس قابل ہے کہ اس کو پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: وہ پڑھی گئی ہے۔ اب اس کو مسترد فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی نہیں۔ اس پر مختصر بیان ہوگا اس کے بعد میں فیصلہ دوں گا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: آپ ضرور ہنگامہ کروانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب مختصر بیان دیجئے۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! معاملہ یہ ہے کہ جب سے انتخابات ہوئے ہیں' لوگوں نے اپنے نمائندوں کو منتخب کیا ہے اور ہمارے ملک پاکستان میں مرکزی سطح پر پیپلزپارٹی کو mandate ملا ہے کہ وہ وہاں پر حکومت کرے جبکہ مختلف صوبوں بشمول صوبہ پنجاب کی منتخب حکومت کو عوام نے یہ حق دیا ہے کہ وہ یہاں پر حکومت سازی کا حق رکھتی ہے۔ جناب والا! شروع ہی سے جب سے حکومتیں بنی ہیں پیپلزپارٹی کی مرکزی حکومت نے ہر وہ حربہ اختیار کیا ہے کہ جس کے ذریعے سے اپنی مخالف سیاسی صوبائی حکومتوں کو ختم کیا جائے۔ انہیں ختم کرنے کے لیے' انہیں کمزور کرنے کے لیے' انہیں بدنام کرنے کے لیے' اسمبلیوں کو dissolve کرنے کے لیے انہوں نے کوئی بھی حربہ نہیں چھوڑا۔ جناب والا! پیپلز ورکس پروگرام اس پروگرام کا ایک حصہ ہے کہ کس طرح سے ان صوبائی حکومتوں کو جو پیپلزپارٹی کی "ہاں" میں "ہاں" نہیں ملا سکیں ختم کیا جا سکے۔

رانا پھول محمد خان: میں میاں صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ صحیح الفاظ استعمال کریں۔ پیپلز ورکس پروگرام نہیں ہے' پیپلز ورکرز پروگرام ہے۔ تصحیح کر لی جائے۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! میں صرف سیاسی بات نہیں کروں گا۔ میں یہ کہوں گا کہ اگر پیپلزپارٹی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی کام کرنا چاہتی ہے تو اس ملک میں بہت سے کام ہیں' بلکہ زیادہ تر کام تو مرکزی حکومت کے پاس ہیں۔ وہ سفارتی سطح پر' وہ خارجی سطح پر جو عبرت ناک شکست ہمیں ہوئی ہے' جسٹس دراب پٹیل کے انتخابات کے نتیجے میں اور افغانستان کے مسئلے پر جو انتہائی مدافعانہ ہماری پالیسی ہے' ان کو درست کریں۔ اس ملک میں مہنگائی کو ختم کریں۔ اس ملک میں بدترین لوڈ شیڈنگ کو ختم کریں۔ اس ملک سے بے روزگاری کو ختم کریں۔

جناب سپیکر: پیپلز ورکس پروگرام پر بات کیجئے۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! میں اسی طرف آرہا ہوں۔ میں مرکزی حکومت کی بات کر رہا تھا کہ اس کے دائرہ اختیار میں کیا چیزیں ہیں۔

جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق پر آپ foreign policy کو discuss نہیں کر سکتے۔

میاں محمود الرشید: جناب والا...

جناب سپیکر: میاں صاحب مختصر بیان کا مطلب ہوتا ہے مختصر بیان۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! آئین کے اندر واضح ہے اس کا Fourth Schedule آرٹیکل 70 ہے اور اس کا پارٹ 1 ہے۔ Federal Legislative List ہے۔ اس میں 1 سے لے کر 57 تک مختلف آئیٹمز دی گئی ہیں۔ جس کے بارہ میں مرکزی حکومت قانون سازی کر سکتی ہے دخل اندازی کر سکتی ہے اسی طرح سے آئین کا Part II ہے۔ اس Fourth Schedule کا۔

جس میں Concurrent Legislative List دی گئی ہے۔ اس میں 1 سے لے کر 47 آئیٹمز ہیں جس کے بارہ میں مرکزی حکومت قانون سازی کر سکتی ہے۔ جناب والا! اگر ان دونوں فہرستوں کے اندر کوئی بھی ایسی آئیٹم موجود نہیں جس کے ذریعے سے ان ترقیاتی کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مرکزی حکومت کوئی ایسا قدم اٹھا سکتی ہے۔ تو یہ سراسر صوبائی حکومتوں کا معاملہ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ میں مزید ایک ریفرنس پیش کروں گا یہ آئین کا پارٹ 5 ہے جس میں

Relations between the Federation and the Provinces.

اس کا پارٹ 1 ہے اس کا Article 142 ہے اس کی سب دفعہ (سی) ہے۔

142 (c) a Provincial Assembly shall, and (Majlis-e-Shoora) (Parliament) shall not, have power to make laws with respect to any matter not enumerated in either the Federal Legislative List or the Concurrent Legislative List." and

اس بارہ میں بالکل واضح دیا گیا ہے۔ کہ اگر ان دونوں فہرستوں کے اندر کوئی چیز پن پوائنٹ نہیں کی گئی۔ اس بارہ میں پارلیمنٹ یا شوریٰ یا مقننہ قومی اسمبلی قانون سازی کا حق نہیں رکھتی بلکہ خالصتاً" پراونشل اسمبلی "Shall" کے الفاظ ہیں۔ کہ خالصتاً" صوبائی مسئلہ رہ جاتا ہے۔ یہ صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں یہ بات آتی ہے وہ یہاں پر لوگوں کی فلاح و بہبود کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ جناب والا! ایک چیز آئین سے متصادم ہے۔ ایک چیز غیر آئینی ہے۔ ایک چیز جو غیر اخلاقی ہے۔ ایک چیز جو غیر سیاسی ہے اور سوائے اس کے مدعا اور کوئی مقصد نہیں کہ سوائے

اس کے کہ یہاں پر صوبائی حکومتوں کو پریشان کیا جائے۔ اور صوبائی حکومتوں کے متوازی اس کے مطابق اس طرح کے انتظامی ڈھانچے کو کھڑا کر دیا جائے۔ اور ہمارے قومی خزانے کے کروڑوں روپوں کو برباد کر دیا جائے وہ پیپلز پارٹی کے ورکرز کی جیبوں میں جائیں۔ اور وہ شکست خوردہ عناصر جن کا تعلق ان کی پارٹی سے تھا جو انتخابات میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے ان کو ان کی پیپلز ورکس پروگرام کی کمیٹیوں میں سربراہ نامزد کیا گیا ہے جناب والا! میں اپنے مختصر بیان کو ختم کرتا ہوں اور آپ سے ملتمس ہوں کہ یہ آئینی دفعات جن کا حوالہ میں نے آپ کے سامنے اور اس معزز ایوان کے سامنے رکھا ہے۔ کہ آئین کے مطابق ایک غیر آئینی چیز جو اس وقت پیپلز ورکس پروگرام کے نام سے پنجاب میں شروع کی جا رہی ہے۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ معزز اراکین پنجاب اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری استحقاق کی تحریک کو آپ منظور کریں اور استحقاقات کی کمیٹی کے سپرد کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ - مولانا منظور احمد چنیوٹی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی نواب زادہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : My point of order is that I am against the very movement of this motion in this House and you have allowed the mover to move in and to read in and then to give a short statement. To the longer extent you are asking another person to read the motion. You have allowed an out of order motion to be moved in this House. What do you want to achieve?

جناب سپیکر: اس پر نواب زادہ صاحب 4 تحاریک استحقاقات ہیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : These motions should not have entered this House.

یہ تو آپ کے چیمبر میں ہی ختم ہو جانی چاہیے تھیں۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب میں نے آپ کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیا ہے آپ تشریف رکھیں۔ نواب زادہ صاحب میں اس پر رولنگ دوں گا آپ تشریف رکھیں۔ مولانا صاحب آپ بھی ذرا رکیے۔ نواب زادہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ دے دوں نواب زادہ صاحب کا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ کہ یہ تحریک استحقاق پیش نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اگر پیش ہوگئی ہے تو اس پر ایک مختصر بیان ہوتا ہے۔ سب کا مختصر بیان نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر میرا جو نکتہ نظر ہے اور جو میری رائے ہے۔ اگر ایک ہی قسم کی جو تحاریک ہیں 4/3/2 پیش ہوں تو اس میں تحریک استحقاق پیش کرنے والا جو پہلا آدمی ہے اس کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس کو پیش کرے۔ لیکن اس پر مختصر بیان دینے کا حق سب کو ہے۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور مختصر بیان دینے کے لیے ہم سب کو کہتے ہیں۔ یہ اس ایوان کی پریکٹس بھی ہے ہماری روایات بھی ہیں۔ ہم ان کے مطابق اس معاملے کو چلانا چاہتے ہیں۔ اس لیے نواب زادہ صاحب کا یہ پوائنٹ آف آرڈر آؤٹ آف آرڈر قرار دیتا ہوں۔ اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کو مختصر بیان دینے کے لیے دعوت دیتا ہوں۔ کیانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! آپ اس ایوان کے Custodian ہیں اور اس کی روایات کے امین بھی ہیں۔ مرکزی حکومت کے متعلق صوبائی اسمبلیوں میں ان کی پالیسیوں پر بحث اچھی روایت نہیں ہے۔ اس سے پہلے آپ اپنے چیمبر میں اس قسم کی قرار دادیں اور اس قسم کی تحاریک کو ختم کر چکے ہیں۔ آج یہ نئی بات جو نواب زادہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کے باوجود صحیح قرار دیا ہے۔ میں اس کو اس لیے چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ چونکہ آپ کا فرمانا یہ ہے کہ جو کچھ سپیکر کہہ دے وہ حرف آخر ہوتا ہے۔ اور اس کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن میں ایک بات آپ کی خدمت میں عرض کروں گا اگر کوئی بات آئین سے منحرف ہے اور اگر کسی بات میں آئین سے انحراف کیا گیا ہے۔ تو محرک کو عدالت میں جانے سے کسی نے نہیں روکا ہے عدالتوں کا یہ فیصلہ کہ آئین کی تشریح کریں۔ یہ آپ کا اور ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم آئین کی تشریح کریں۔ میری آپ سے گزارش ہے۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں ان روایات کو جنم نہ دیجئے کیونکہ اگر یہ روایات ایک دفعہ یہاں پر پنپنے لگیں تو اس کے بعد ان غلط روایات کا سلسلہ بند

نہیں ہو سکے گا۔ مرکزی حکومت کو بدنام کرنے کے لیے اسمبلی کے لوگوں کو فلور دینا اور ان کے بیان کے بعد اس کو خلاف ضابطہ قرار دینا اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا میری گزارش ہے کہ جس طرح آپ خوش اسلوبی کے ساتھ معاملات چلاتے آئے ہیں۔ آئندہ بھی ان کو چلائیں تاکہ جو ایوان میں باہمی خوشگوار فضا ہے اس کو قائم رکھا جا سکے بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے اس پوائنٹ کو نوٹ کیا ہے کہ میں ایوان میں معاملات کو خوش اسلوبی سے چلاتا ہوں میں آپ کے Comments پر بہت مشکور ہوں اب بھی میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ میں معاملات کو خوش اسلوبی سے چلاؤں اور قواعد و ضوابط کے مطابق چلاؤں اس میں میں نے جو فیصلہ دیا ہے کہ میں اس تحریک استحقاق کو Prima facie سمجھتا ہوں اور اس کو ایوان میں پیش ہونا چاہیے۔ اس پر بیان آنا چاہیے۔ میں اس پر اپنا فیصلہ دوں گا کہ یہ تحریک قواعد و ضوابط کے مطابق بنتی ہے یا نہیں بنتی میں نے اس پر جو Prima facie فیصلہ دیا ہے میں اب بھی اس پر قائم ہوں اس لیے بلاشبہ یہ مرکزی حکومت کا فیصلہ ہے۔ لیکن اس میں صوبائی حکومتیں متاثر ہوتی ہیں صوبائی ممبران اسمبلی متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے میں نے اس پر فیصلہ دیا ہے۔ اس تحریک کو ٹیک اپ ہونا چاہیے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : I am on another point of order. I would like to draw your attention to Rule 55 relating to the privileges, and I would like to draw your special attention to Rule 55(iv) because you have established prima facie that it should be moved.

اس پر آپ خصوصی توجہ دیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے prima facie اس کو establish کر لیا ہے۔ اس کے اندر 4 جو ہے اس کو دیکھیں وہ لکھتا ہے that it should be moved یہ آپ ہی نے لکھا ہے میں نے تو نہیں لکھا ہے میں تو اب آیا ہوں۔

"(iv) the matter shall be such as requires the intervention

of the Assembly."

Can the Provincial Assemblies intervene in the Central Government affairs.

کہ یہ صوبائی اسمبلی کے دائرہ کار میں ہے اس پر آپ فیصلہ دے دیں۔

جناب سپیکر: اس پر ہم نے فیصلہ دینا ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: میں ابھی کہہ رہا ہوں۔

This is out of the purview of this Assembly. According to Rule 55(iv), it is not concerning Privileges within the purview of the Provincial Assembly.

MIAN MANZOOR AHMAD MOHAL : Point of Order.

نواب زادہ غضنفر علی گل: میں اپنے نکتہ پر کھڑا ہوں آپ اپنے بنچ پر کھڑے ہیں۔

You are just standing and I am standing on a point of order. There is a difference between standing and standing on a point of order.

جناب سپیکر: آپ کی بات بجا ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! 55 (iv) پر میں آپ کی رولنگ مانگتا ہوں۔

Whether this is within the purview of this Assembly? Whether this comes under the law?

جناب سپیکر: آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ _____

نواب زادہ غضنفر علی گل: اس پر آپ غیر ضروری باتیں کرا کر فیصلہ دینا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : We will be forced to deduce from this that you have a special interest in this.

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! آپ نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ میں نے سنا ہے آپ

تشریف رکھیں۔ میں اس پر فیصلہ دے رہا ہوں۔ تشریف رکھیں' آپ کے اس پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ میں اس وقت دوں گا جس وقت اس تحریک استحقاق کے بارے میں فیصلہ دوں کہ یہ تحریک استحقاق valid ہے یا نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب!

جناب نذر حسین کیانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی کیانی صاحب! دوبارہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! جہاں تک میں نے آپ کے خوش اسلوبی سے معاملات چلانے کے متعلق عرض کیا تھا غالباً" آپ میری اس خوش فہمی کو دور کرنے کی فکر میں ہیں۔ بہر حال میری گزارش یہ ہے کہ اس ہاؤس میں اس سے پہلے ہماری طرف سے اس قسم کی تحریک استحقاق پیش نہیں کی گئی تھی جس میں یہ کہا گیا تھا۔ پنجاب میں پنجاب کی حکومت ہمارے ان ممبران کے علاقوں میں علاقہ ممبران سے فلاحی اور اصلاحی کام اور ترقیاتی کام نہیں کرا رہے بلکہ وہ اپنے ہارے ہوئے لوگوں سے کرا رہے ہیں۔ تو آپ نے یہ رولنگ دی تھی کہ اس سے آپ کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ آج مرکز کا جو پروگرام ہے اس پر آپ نے فرما دیا کہ یہ استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے اس قسم کی روایات کو جنم نہ دیں میں دست بستہ آپ سے گزارش کرتا ہوں۔ اس لیے کہ مرکزی روایات جو ہیں جو مرکزی حکومت کی باتیں ہیں ان کو تو آپ یہاں پر کہتے ہیں کہ ان سے ہاؤس کا اور ممبران کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور جو صوبائی حکومت کا معاملہ ہے جس سے براہ راست میں متاثر ہوتا ہوں میرے ساتھی متاثر ہوتے ہیں۔ وہاں پر آپ یہ فرماتے ہیں کہ استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ یہ تضاد ہے اس کو دور فرما دیجئے ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ مجھے ٹائم دیں۔ یہ میرے متعلقہ معاملات ہیں میں ان کا جواب دوں گا کیانی صاحب! آپ مجھے یاد کر کے بتا سکیں گے کہ جس وقت یہ تحریک استحقاق آپ نے پیش کی کہ صوبائی حکومت پنجاب یہاں حزب اختلاف کے ایم پی اے حضرات کے حلقہ جات میں کام نہیں کروا رہی تو یہ تحریک استحقاق میں نے پیش کرنے کی اجازت دی تھی یا چیمبر میں Kill کی تھی؟ اور اس پر میں نے مختصر بیان دینے کی اجازت دی تھی یا میں نے اس کو روک دیا تھا؟ تو میں نے

اس کو پڑھنے کی بھی اجازت دی تھی۔ میں نے اس پر مختصر بیان دینے کی بھی اجازت دی تھی اور اس کے بعد میں نے فیصلہ دیا تھا کہ یہ خلاف ضابطہ ہے میرے خیال میں یہ تحریک استحقاق بنتی نہیں ہے اس طریقہ سے میں نے اس پریویلج موشن کو پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس پر مختصر بیان دینے کی اجازت دی ہے۔ اس کے بعد میں اس پر فیصلہ دوں گا اس تحریک استحقاق میں سنٹرل گورنمنٹ کی پالیسی کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے یا نہیں لایا جا سکتا۔ جی مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب! (قطع کلامیاں) اب اس پر میں مزید interruption entertain نہیں کروں گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے _____

جناب سپیکر: مولانا صاحب ذرا رکیئے۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! میرے خیال میں آپ اس پر کافی بات کر چکے ہیں۔ تو اسی سلسلہ میں وصی ظفر صاحب کا آخری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ جناب نے ابھی ابھی فرمایا کہ چونکہ اس سے صوبائی حکومتیں متاثر ہوتی ہیں اور صوبائیں ممبران متاثر ہوتے ہیں اس لیے میں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ تو جناب والا! میں آپ کی توجہ آئین کے آرٹیکل 146 سے لے کر _____

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا تھا لیکن آپ نے مجھے روک دیا۔

جناب سپیکر: چلو رانا صاحب کوئی بات نہیں ہے۔ آپ ان کو پیش کرنے دیں۔ وصی ظفر صاحب کے بعد آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کر لیجئے اگر آپ کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اس میں آرٹیکل 146 بڑا واضح ہے اس کے بعد دوسرے آرٹیکلز ہیں اگر آپ فرمائیں تو میں پڑھتا جاتا ہوں

146 (1) Notwithstanding anything contained in the Constitution, the Federal Government may, with the

consent of the Government of a Province, entrust either conditionally or unconditionally to the Government, or to its officers, functions in relation to any matter to which the executive authority of the Federation extends."

It is clear that the Federal Government can direct a Provincial Government.

کہ وہ اپنی اتھارٹی کو کس حد تک extend کرتی ہے۔ اس لیے جناب والا! ڈویلپمنٹ پروگرام جو پچھلے دور میں بھی چلا وہ بھی فیڈرل گورنمنٹ کا تھا۔فرق اس میں صرف یہ پڑا تھا کہ پروگرام بنانے پر انہوں نے بذریعہ پنجاب lumpsum رقم دے دی جب کہ اس میں فرق صرف اتنا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کہتی ہے کہ ہم پیسے ڈائریکٹ پروجیکٹس میں دیں گے۔ یہ پیسہ لگنا پنجاب میں ہی ہے۔ یہ پیسے پنجاب کی سکیموں پر لگنے ہیں۔ ان میں ترقی پنجاب کی ہی ہونی ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کا کوئی علیحدہ tribal area نہیں یا وہ اِدھر اُدھر پیسے لے کر نہیں جا رہی ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس قدر چاہے اپنی اتھارٹی extend کرے اور وہ صوبوں کو direct کر دے۔ جناب والا! اسی طرح چلتے جائیں۔

147. Powers of the Provinces to entrust functions to the Federation.

اس کا بھی 147 میں طریقہ دیا ہوا ہے۔ جناب والا! اس کے بعد ان کی obligations بھی دی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد 148 میں Provinces کی obligations بھی دی ہوئی ہیں کہ ان کی کیا obligation ہے۔ پھر جناب direction to Provinces کیسے فیڈرل گورنمنٹ نے دینی ہیں وہ بھی 149 میں دیا ہوا ہے اس کے بعد اگر ان چیزوں میں کوئی تضاد ہے تو اس کی جناب 153 سے Councils شروع ہو جاتی ہے۔ پھر Common interests کی کونسل ہے۔ اس کے بعد ہر چیز کی National Economic Council ہے اور یہ matters اسمبلی میں اس طرح discuss کرنے کے نہیں ہیں۔ اگر جناب والا! آپ مجھے مائم عنایت فرماتے ہیں تو میں اس کو آئین کی رُو سے ثابت کرتا ہوں کہ اس پر بنیادی بحث اسمبلی میں کرنا ہی غلط ہے۔ اس بارے میں آئین کی تمام چیزیں

بہت واضح ہیں۔ اور انہوں نے سارا بتا دیا ہوا ہے کہ کیسے کیسے چلنا ہے اور فیڈرل گورنمنٹ کیا کر سکتی ہے۔ اور اگر کوئی آئین کے متعلق ایسی ambiguity کا شکار ہے۔ تو اس کے لیے کورٹ کا فورم available ہے۔ آئین کو interpret کرایا جا سکتا ہے Constitutional inerpretation کے لیے صوبائی اسمبلی فورم نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ - وصی ظفر صاحب! اس تحریک استحقاق کی fate کا فیصلہ کرتے وقت میں ان شاء اللہ آپ کی راہ نمائی حاصل کروں گا اس پر میری جو رولنگ ہے وہ وہی سٹینڈ کرتی ہے۔ جو پہلے میں دے چکا ہوں اور مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کو میں مختصر بیان دینے کی اجازت دیتا ہوں۔ مولانا صاحب اپ نے صرف مختصر بیان دینا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! پڑھنے کی اجازت نہیں ہے؟

جناب سپیکر: جی نہیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ پڑھی جا چکی ہے۔ آپ زبانی مختصر بیان دیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت کے اپنے اپنے دائرہ اختیار ہیں' اور جب صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں دخل اندازی کی جائے تو اس میں ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم اس سلسلے میں اپنا احتجاج کریں۔ یہ پیپلز ورکس پروگرام سراسر صوبائی اختیارات میں مداخلت ہے۔ مرکز اور صوبہ جب تک مل کر باہمی اس قسم کے پروگرام نہ کریں اس وقت تک وہ کامیاب نہیں ہو سکتے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صوبائی حکومتیں جہاں پیپلز پارٹی کی نہیں ہیں وہاں انہوں نے اس قسم کی دخل اندازی کر کے یہ ایک فتنہ فساد کی بنیاد رکھ رہے ہیں چونکہ ہمارے صوبے کے حقوق میں مداخلت ہو رہی ہے اور اعتبار سے بھی ہمیں حق پہنچتا ہے اور یہ دو تین ارب کا قومی سرمایہ وہ جس طریقے سے اپنے ناکام امیدواروں کو اور اپنے ورکروں کے ذریعہ سے ان کی جیبوں میں ڈالا جا رہا ہے یہ قومی خزانے کا اتنا بڑا زیاں ہے جو ناقابل برداشت ہے۔ ایک طرف تو یہ عوام اور غریبوں کے ہم درد ہیں اور دوسری طرف اگر انہیں واقعی اپنے صوبہ پنجاب کے ساتھ اور دوسرے صوبوں کے ساتھ ہمدردی ہے کہ یہ غریب عوام کا کام ہونا چاہیے تو وہ صوبائی حکومتوں کے تعاون سے ہونا چاہیے اور صوبائی حکومتوں کے مشورے سے ہونا چاہیے یہ سراسر صوبائی اختیارات میں مداخلت ہے اور اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوتا ہے اور صوبائی حکومت کے تمام ذمہ دار اور ہم ایم پی اے کے بھی ہیں یہ ہمارے اپنے اختیارات ہیں

جس میں یہ مداخلت کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے میں گزارش کروں گا کہ اس تحریک استحقاق کو منظور فرمایا جائے تاکہ یہ قوم کا سرمایہ غلط اور ناجائز طریقے سے صرف نہ ہو اور مرکز اور صوبے میں جو مداخلت اور چپقلش ہے اس میں بھی اضافہ نہ ہو ورنہ اس میں بہت بڑا اضافہ ہوگا جو ملکی سالمیت کے لیے ایک عظیم خطرہ ہوگا۔ اس لیے ملکی سالمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ملکی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ گزارش کریں گے کہ اسے فوری طور منظور کرتے ہوئے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ آئندہ کسی اور بحران کا شکار نہ ہوسکے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں اس سلسلہ میں یہی گزارش کروں گا کہ پیپلز پروگرام سے قطعاً" انکار نہیں۔ اس میں اچھائیاں بھی ہیں اس سے صوبے میں اصلاح بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن جو طریقہ کار اپنایا گیا ہے اس سے مجھے اختلاف ہے۔ بات جناب والا! یہ ہے کہ یہ بات چلی کیوں اور کس طرح سے پیدا ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں پر بات کیوں چلی تھی۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں دیکھنا کہ اس کا منبع کیا ہے اور یہ کہاں سے چلی۔ جناب والا! فاضل ممبر مختصر بیان میں یہ فرمائیں کہ ان کا استحقاق کس جگہ پر اور کس وقت پر مجروح ہوا ہے کہ اس میں Reason for the creation of the Peoples works Programme is not subject matter under discussion.

کیونکہ انہیں تو اس پر اعتراض نہیں ہے۔

Not opposed to the creation of that programme. So, why he is going into the history of that programme.

آپ ان چیزوں کو چیک کریں اور اس پر اپنی رولنگ دیں۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ میاں صاحب تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے Next working day پر آپ اپنا مختصر بیان دیں۔ مولانا صاحب آپ بھی Next working day پر اپنا مختصر بیان دیں۔

مجلس قائمہ برائے استحقاقات کی رپورٹیں

ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔ "تحریک استحقاق نمبر 11

پیش کردہ سردار عاشق حسین گوپانگ ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 اگست 1989ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔ تحریک استحقاق نمبر38 پیش کردہ محترمہ زبیدہ ملک ایم۔ پی۔ اے صاحبہ کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 اگست 1989ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔ "تحریک استحقاق نمبر36 پیش کردہ چودھری غلام قادر ایم۔ پی۔ اے کے بارہ میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 اگست 1989ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

تحریک استحقاق نمبر9 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں تحریک استحقاق نمبر9 پیش کردہ چودھری اصغر علی گجر ایم پی اے کے بارے میں مجلس خصوصی برائے استحقاق کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(تحریک پیش کی گئی)

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ اس میں جناب میاں محمد سرور صاحب کی ایک تحریک التوائے کار اس کا نمبر1 ہے۔

(فاضل ممبر ایوان میں موجود نہیں تھے لہٰذا تحریک التوائے کار ملتوی کر دی گئی)

سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر2 ہے۔ سید ذاکر حسین شاہ!

فضائی آلودگی کا تدارک

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک بین الاقوامی ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق لاہور کی ہوا زہر آلود ہو گئی ہے اور شہری سانس لیتے وقت آکسیجن کی بجائے زہر آلود ہوا اپنے پھیپھڑوں میں اتار رہے ہیں۔ جس سے گردے اور معدے کی بیماریوں میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق فضا میں 5 پارٹ فی بلین سیسہ کی مقدار بھی خطرناک ہوتی ہے۔ جبکہ لاہور کی فضا میں یہ مقدار 12 پارٹ فی بلین ہے اور اس کا سبب موٹر گاڑیوں کے انجنوں کی صفائی میں استعمال ہونے والا ایک کیمیکل ہے۔ فضا کی آلودگی اب صرف لاہور ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان کے تمام بڑے بڑے شہر اس کی لپیٹ میں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فضائی آلودگی کو روکنے اور اسے کم کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ رہائشی مسائل کی سنگینی نے بھی اس میں اضافہ کیا ہے۔ اگر یہ صورت حال رہی تو ہم صحت و تندرستی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس مسئلے پر فوری بحث کی جائے کیونکہ اس سے لاہور اور پنجاب کے دیگر بڑے شہروں کے باشندوں میں زبردست اضطراب و پریشانی و بے چینی پائی جاتی ہے۔ حکومت لاہور سمیت پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں فضا کو صاف ستھرا رکھنے کے اقدامات کرے۔

MINISTER FOR HOUSING: Opposed.

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس میں شک نہیں کہ فضا میں سیسہ کی مقدار اگر ایک حد سے زیادہ ہو جائے تو یہ صحت کے لیے نقصان دہ ہے.....

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس کا جواب دینا ان کا کام نہیں ہے۔ یہ وزیر قانون نے اس کی admissibility پر بات کرنی ہے۔ جناب والا! اس کا تو خیال کریں۔

جناب سپیکر: اس پر متعلقہ وزیر بات کر سکتے ہیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : After the admissibility has been established.

جناب والا! رولز بھی تو کوئی چیز ہوتے ہیں۔ یا آپ یہ کہیں کہ میں کتاب اٹھا کر میں یہاں سے چلا جاؤں۔

جناب سپیکر: آپ عرض سنیے کہ تحریک التوائے کار پر اصل میں وزیر متعلقہ کو ہی جواب دینا چاہیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! تو پھر میں آپ کے لیے رولز پڑھوں۔

جناب سپیکر: جی' پڑھیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! رولز یہ ہیں کہ.....

جناب سپیکر: جی پڑھیے' پڑھیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! تحریک استحقاق اور تحریک التوائے کار پر کوئی بات ہونے سے پہلے اس کی admissibility کو establish کرنا ہے۔

جناب سپیکر: میں رولز سننا چاہوں گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ یہ بتائیں کہ کیا یہ غلط ہے یا صحیح ہے؟

جناب سپیکر: میں آپ سے رولز سننا چاہوں گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ یہ فرما دیں کہ پہلے admissibility پر بات ہوگی کہ میرٹ پر بات پہلے ہوگی؟

جناب سپیکر: حضور! میں آپ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ آپ مجھ سے کیوں سننا چاہتے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: تو پھر آپ یہ بات فرمائیں ناں۔

جناب سپیکر: تو آپ فرما دیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں تو یہ عرض کروں گا کہ وزیر قانون پہلے اس کی admissibility پر لیں اور پھر اس کے بعد حقائق پر بات ہو۔

جناب سپیکر: تو بات جو ہے وہ ایک ہی ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: ایک نہیں ہے سر..... I am sorry

جناب سپیکر: تو پھر آپ مجھے رولز کا حوالہ بتایئے۔ آپ کو اپنی بات کو establish کرنا ہوگا۔

رولز quote کر کے آپ کو establish کرنا ہوگا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: لیکن یہ بڑی حیرت کی بات ہے سر۔۔۔۔

(قہقہے)

ایک معزز ممبر: کتاب پڑھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: انشاء اللہ کتاب بھی میں ہی پڑھوں گا۔ آپ کا کتابوں سے کیا تعلق ہے۔ آپ نے تو زیادہ وقت بنچوں پر کھڑے ہو کر سکولوں میں گزارا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے یہ تحاریک التوائے کار کا کون سا باب ہے۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب آپ ایسے کیجئے کہ آپ تسلی سے اس کو دیکھ لیں پھر بعد میں' میں آپ سے پوچھ لوں گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: ایک منٹ سرل گیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ تسلی سے بیٹھ کر دیکھ لیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: نہیں جی' نہیں' اور اتنی دیر میں بے شک غیر قانونی کارروائی ہو جائے۔

جناب سپیکر: کیا آپ کو بتانے کے لیے کوئی ایسے رولز مل گئے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل: یہ نہیں بتا سکے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ بتا سکتے ہیں تو آپ بتا دیں۔ نہیں' اگر میں نہیں بتا سکتا اور یہ بتا سکتے ہیں تو یہ بتا دیں۔ (قہقہے)

نہیں تو یہ کیا بات ہوئی؟ اگر یہ آدمی راستہ نہیں بتا سکتا میں بتا سکتا ہوں اور میں نہیں بتاؤں گا۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جی میں تو تشریف نہیں رکھ سکتا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب! فرمایئے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! یہ جواب حقائق پر مبنی ہے اور میں جو پہلے عرض کر رہا تھا کہ سیسہ کی مقدار اگر ایک حد سے زیادہ ہو جائے تو وہ صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ یورپین اقتصادی برادری یعنی ای ای سی نے سیسہ کی ہوا میں زیادہ سے زیادہ مقدار 1.5 پارٹ فی بلین مقرر کی ہے۔ جناب والا! تحفظ ماحول حکومت پنجاب نے لاہور کی مختلف سڑکوں پر مصروف

ترین اوقات میں فضا میں سیسہ کی مقدار کا تجزیہ کیا جس کے مطابق فضا میں سیسہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار 1.2 پارٹ فی بلین پائی گئی ہے جو کہ ابھی خطرہ کی حد سے کم ہے۔ جناب والا! پنجاب کے دوسرے شہروں میں چونکہ گاڑیوں کی تعداد لاہور کی نسبت کم ہے اس لیے وہاں پر فضا میں سیسہ کی مقدار لاہور کی نسبت کم پائی جا رہی ہے۔ جناب والا! ادارہ تحفظ لاہور کی فضائی آلودگی کا متواتر تجزیہ کر رہا ہے اور جیسے ہی ضرورت ہوئی وہ حکومت پاکستان کو پٹرول میں سیسہ کی مقدار کم کرنے کی سفارش کرے گا۔ جناب والا! مزید برآں گاڑیوں کے انجنوں کے ڈیزائن کو سیسہ سے پاک پٹرول کرنے کے لیے تیار کرنا پڑے گا۔

جناب والا! ہماری اطلاع کے مطابق کسی بین الاقوامی ایجنسی کی رپورٹ شائع نہیں ہوئی۔ بہرحال اگر مذکورہ ملکوں سے اس سروے کا پتا چلے کہ کس طرح وہاں پر کیا گیا ہے اور ان کے ہاں کن حالات میں سیسہ کی مقدار فضا میں زیادہ پائی گئی ہے تو پھر اس پر مزید تحقیق کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: تو اس کی admissibility کے بارے میں لاء منسٹر صاحب کچھ کہیں گے یا آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون (سردار نصراللہ خان دریشک): جناب والا! یہ بہت ہی اہم تحریک التوائے کار ہے جس کے بارے میں معزز رکن اسمبلی نے نشان دہی کی ہے۔ دراصل یہ مسئلہ جو ہے یہ صرف لاہور ہی کا نہیں ہے۔ یہ بین الاقوامی مسئلہ ہے اور اس کا پاکستان کے تمام شہروں کے ساتھ تعلق ہے۔ صوبہ پنجاب میں بھی ایک شعبہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ نے بنایا ہوا ہے جو اس کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہے اور فضا میں آلودگی کے جو مسائل ہیں ان کو حل کرنے کے لیے وہ اپنی تجاویز مرتب کر رہا ہے۔ میں اپنے بھائی سید ذاکر حسین شاہ کو اس سلسلہ میں اگر وہ کوئی تجاویز دینا چاہیں تو خوش آمدید کہوں گا اور اگر وہ اس سلسلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو ہمیں اپنی تجاویز سے نوازیں۔ صرف شاہ صاحب ہی نہیں بلکہ میں تمام معزز اراکین اسمبلی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس سلسلہ میں ہمیں اپنی تجاویز دیں۔ تاکہ ہمارا جو متعلقہ محکمہ ہے اور وہ اس سلسلے میں جو کام کر رہا ہے ان کو ہم یہ تجاویز دیں اور وہ ان پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کریں۔ شکریہ۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب سپیکر! کم از کم جناب نصراللہ دریشک اور جناب افضال علی شاہ

صاحب کی صحت دیکھ کر تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ لاہور کی فضا میں آلودگی ہے..... (قہقہے)

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! میں وزیر قانون کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری اس تحریک کی مخالفت نہیں کی ویسے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ یہ مسئلہ بڑا اہم نوعیت کا ہے اس لیے اس پر بحث کے لیے ایک دن مخصوص کیا جائے اور اس پر بحث ہونی چاہیے تاکہ فاضل اراکین تیاری کر کے آئیں اور اس سلسلے میں اپنی مثبت تجاویز پیش کر سکیں۔ یہ ایک اہمیت عامہ کا مسئلہ ہے۔ اس سے براہ راست انسانی زندگیوں کا تعلق ہے۔ تو جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے کہ اس پر بحث کے لیے کوئی دن مخصوص کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: تو شاہ صاحب کا خیال یہ ہے کہ اس کو بحث کے لیے admit کیا جائے اور اس کے لیے ٹائم مقرر کیا جائے۔ تو آپ کی کیا رائے ہے۔ جناب لاء منسٹر؟

وزیر قانون: جناب والا! میں نے تو یہ گزارش کی ہے کہ یہ مسئلہ بڑا ٹیکنیکل قسم کا ہے۔ کیونکہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ چونکہ اس میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس لیے میں نے باقی معزز اراکین کی خدمت میں بھی یہ گزارش کی ہے کہ وہ اپنی تجاویز ہمیں دے دیں تاکہ اس سلسلہ میں جو متعلقہ محکمہ بنایا ہوا ہے ان کو بھی ہم یہ تجاویز بھیجیں گے۔ اب یہ کہ کتنی سیسہ کی مقدار ہے اور کتنا صحت کے لیے ضروری ہے اور کتنا غیر ضروری ہے۔ اس پر میں سمجھتا ہوں کہ دو گھنٹے کی بحث کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن اگر شاہ صاحب مہربانی کریں وہ تجاویز دے دیں۔ معزز اراکین حزب اختلاف بھی تجاویز دے دیں۔ معزز اراکین حزب اقتدار بھی تجاویز دے دیں۔ اگر یہ چاہیں تو ہم متعلقہ محکمہ کے ساتھ ان کی میٹنگ بھی کرانے کے لیے تیار ہیں۔ اس پر بحث کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ہاؤس کا کوئی وقت بچا سکیں تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب یہ قابل عمل تجاویز ہیں جو لاء منسٹر صاحب نے دی ہیں کہ محکمے سے آپ کی میٹنگ کرا دیتے ہیں۔ آپ اس پر ڈسکشن کر لیں اور جو بھی اس پر گورنمنٹ لیول پر کچھ ہو سکتا ہے وہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! جیسا آپ بہتر محسوس کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: تو شاہ صاحب اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: میں آپ کی بات کو مان لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ شاہ صاحب۔ تو سید ذاکر حسین شاہ صاحب اس کو پریس نہیں کرتے ہیں It will be taken as withdrawn. لیکن اس میں یہ ہے کہ ان کے ساتھ متعلقہ محکمے کی باقاعدہ میٹنگ کروائی جائے اور جو ان کے پاس قابل عمل تجاویز ہیں ان پر عمل کیا جائے۔

MR KHALID LATIF KARDAR : Mr. Speaker, with your permission, I want to move a resolution and the Rules be suspended under 202:

That in the opinion of this august House, the daily allowances and salary of Members of Punjab Assembly, be enhanced because of inflation and the disparity which exists between the members of the National and Provincial Assembly.

جناب سپیکر: کیا یہ ریزولیوشن آپ لانا چاہتے ہیں؟

جناب خالد لطیف کاردار: جی ہاں.....

جناب سپیکر: تو یہ آپ تحاریک التوائے کار کے بعد لے آیے۔ آپ لکھ کر مجھے دیں۔

MR KHALID LATIF KARDAR : Sir, under Rule 202 all the procedure should be suspended.

جناب سپیکر: تو وہ ہو سکتا ہے۔ آپ مجھے لکھ کر تو دیں۔

MR KHALID LATIF KARDAR : If you kindly listen to the Law Minister.

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب کو کیا ہے۔ مجھے علم ہے کہ لاء منسٹر صاحب کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

MR KHALID LATIF KARDAR : Please you should listen to th Law Minister.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! یہ تحریک التوائے کار ختم ہونے کے بعد ڈاکٹر صاحب

پیش کریں گے۔ پھر میں اپنی گزارش پیش کروں گا۔

جناب سپیکر: تو تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہونے کے بعد آپ پیش کیجئے گا۔

سردار شوکت حسین مزاری: جناب والا! یہ ان کی مرضی سے ہو رہا ہے اس لیے ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: تو اگلی تحاریک التوائے کار بھی جناب سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی طرف سے ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: یہ ان کی تحریک التوائے کار ہے۔

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ یہ دن میں کئی ہو سکتی ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی میں اساتذہ کی کمی

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں طلباء کی تعداد کے مقابلے میں اساتذہ کی تعداد ناکافی ہے۔ جبکہ متعدد اساتذہ جزوقتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جس کے باعث طلبا کی تعلیم متاثر ہو رہی ہے اور یونیورسٹی کا معیار تعلیم روزبروز گر رہا ہے۔ یونیورسٹی میں اساتذہ کی کمی کا یہ عالم ہے کہ اس کے ایک شعبے میں 20 لیکچرارز اور دو پروفیسرز کی اسامیاں خالی ہیں۔ اساتذہ کی کمی کے اس مسئلے کو فوری طور پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے باعث طلباء اور ان کے والدین میں سخت پریشانی اور بے چینی پائی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: اس پر جناب وزیر قانون کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے یا وزیر تعلیم؟

وزیر تعلیم: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار پر آپ کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے؟

وزیر تعلیم: جناب والا! شاہ صاحب نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اس کے بارے میں چند حقائق پیش کرتا ہوں جن کی بناء پر میری یہ گزارش ہوگی کہ اس تحریک التوائے کار کو نامنظور کیا جائے۔ اساتذہ کی کل تعداد 467 بنتی ہے۔ اس وقت 299 اسامیوں پر اساتذہ تعینات ہیں اور

106 سیٹوں کے بارے میں اشتہار دے دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے طلبا اور اساتذہ کا تناسب 1-28 بنتا ہے۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کوئی جواز ہے۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! ہمیں کچھ سمجھ نہیں آیا کہ انہوں نے کیا کہا۔ خدارا ذرا کھل کر بولا کریں۔ وہ پنجابی کی مثال ہے کہ پانی میں کوئی باتیں کر رہا ہو۔ تو وہ پانی میں باتیں کر رہے ہیں یا ہاؤس میں کھڑے ہو کر باتیں کر رہے ہیں۔ تھوڑی سی کھل کر بات کریں۔ یہ انگریزی بول رہے ہیں یا اردو بول رہے ہیں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب' آپ کی سمجھ میں بات آئی ہے؟

سید ذاکر حسین شاہ: جناب وزیر تعلیم نے میری تحریک کی مخالفت بلا جواز کی ہے۔ حضور والا! یہ مسئلہ پنجاب کے تمام طلباء کا ہے۔ آئے دن وہاں کی طلباء یونینز والے احتجاج کرتے ہیں' مظاہرے کرتے ہیں اور پریس کانفرنسیں کرتے ہیں کہ اساتذہ کی کمی کا مسئلہ حل کیا جائے۔ اساتذہ کی کمی کے حوالے سے وزیر موصوف نے کوئی بیان نہیں دیا اور جس بناء پر انہوں نے اس تحریک کی مخالفت کی ہے وہ وجوہات ناکافی ہیں۔ اس تحریک کو منظور کیا جائے تاکہ اس اہم مسئلہ کا کوئی حل تلاش کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون اس سلسلے میں کچھ فرمائیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں اساتذہ کی کل تعداد 467 ہے۔ جن معزز اساتذہ کرام کے بارے میں معزز شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ پارٹ ٹائم کام کر رہے ہیں۔ ان کی پوزیشن یہ ہے کہ چند ایک ایسے ٹیکنیکل ایکسپرٹ ہیں جو ریگولر بنیادوں پر یونیورسٹی میں پڑھانے کے لیے نہیں آنا چاہتے۔ ان کو بطور Technical Expert وہاں پہ جزوقتی رکھا گیا ہے۔ ان کو کوئی ریگولر اسامی کے تحت نہیں رکھا گیا۔ یہ جو اسامیوں کے بارے میں انہوں نے فرمایا ہے۔ اسامیاں خالی ہوتی رہتی ہیں اور مشتہر ہوتی رہتی ہیں اور ان کو ساتھ ساتھ پُر بھی کیا جاتا رہتا ہے۔ آپ کی اس تحریک کے بعد حکومت نے خصوصی ہدایات جاری کر دی ہیں اور انشاء اللہ العزیز خالی اسامیاں موزوں امیدوار مہیا ہونے پر پُر کر دی جائیں گی۔

(اس موقع پر جناب چودھری محمد فاروق کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ رول 14 کے مطابق

At the commencement of each session, the Speaker shall nominate from amongst members a panel of not more than four Chairmen, and arrange their names in an order of precedence;

"Member " means a member of the Assembly, and for the purposes of moving or opposing a Bill, an amendment, a motion or a Resolution, includes a Minister.

لیکن جناب والا! وہ پینل میں نہیں آسکتے۔ آپ پارلیمانی سیکرٹری بن گئے ہیں۔ اس لیے جناب والا! میں یہاں پہ ہر وہ بات جو رول کے خلاف ہوگی اس کی نشان دہی کروں گا۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ ہمیں رول کے مطابق چلنا چاہیے۔ کیونکہ پارلیمانی سیکرٹری پینل کا چیئرمین نہیں بن سکتا۔ یہ پہلے ممبر تھے بعد میں ان کے پارلیمانی سیکرٹری ہونے کا اعلان ہوا ہے۔ آج آپ پارلیمانی سیکرٹری ہیں اس لیے آپ چیئرمین نہیں بن سکتے۔

جناب چیئرمین (چودھری محمد فاروق): میاں منظور احمد موہل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ سپیکر صاحب آکر اس کا جواب دیں گے۔

رانا پھول محمد خان: میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کوئی ایسی شخصیت جس کو صدارت کا اختیار نہ ہو وہ صدارت کرے اور اس عرصے میں جو کارروائی ہوگی وہ تمام کالعدم قرار دی جائے گی۔ اس لیے اس رولنگ کو مؤخر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر جناب والا! بہتر خیال فرمائیں کسی اور ایسے ممبر کو جو پینل میں ہے اس کو آپ صدارت کی کرسی سونپ سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس سلسلے میں آپ کی اطلاع کے لیے یہ عرض ہے کہ گزشتہ روز کارروائی کے دوران یہ نکتہ اٹھایا گیا تھا اور جناب سپیکر نے فرمایا تھا کہ اس نکتے پر میں بعد ازاں فیصلہ کروں گا۔ فی الحال اسی طریقے سے کارروائی چلے گی۔ لہٰذا رانا صاحب! سپیکر صاحب نے جو فیصلہ اس سے پہلے دیا ہوا ہے اس کی پابندی آپ پر بھی لازم ہے اور ہم پر بھی۔ لہٰذا کارروائی جاری رکھیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ رول میں ہے کہ اگر پینل کے ممبر موجود نہ ہوں تو دوسرے ممبران میں سے کسی کو چیئرمین بنایا جا سکتا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اس غیر قانونی کارروائی کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے اور پھر عدالت یہ سوچ سکتی ہے کہ ایسے لوگ ایوان میں تشریف رکھتے تھے کہ جنہیں مرکز کے وزیر منشیات کی طرح ہوش ہی نہیں تھا۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آئین کے آرٹیکل 69 کو آپ ملاحظہ کریں۔ اس میں یہ بات کہی گئی ہے۔

"The validity of any proceedings in Majlis-e-Shoora (Parliament) shall not be called in question on the ground of any irregularity of procedure."

لہٰذا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ کارروائی کو چلنے دیں۔

میاں منظور احمد وٹو: جناب والا! بات یہ ہے کہ رول 14 (2) واضح ہے کہ۔

"If at any time, at a sitting of the Assembly neither the Speaker nor the Deputy Speaker nor any person on the panel of Chairmen is present....."

آپ چار ممبر تھے۔ آپ میں سے لطیف مغل اور آپ دونوں پارلیمانی سیکرٹری بن گئے' پرویز صالح موجود نہیں ہیں' شیلا بھی نہیں ہیں اگر کوئی بھی نہ ہو تو۔

"..... the Secretary shall inform the Assembly accordingly and the Assembly shall, by a motion, elect one of its members present to preside at the sitting."

اب یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ کس کو صدارت کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: جناب وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر: میں جناب سپیکر! یہ بات واضح کرتا ہوں کہ تعریف کے حصے پی کو ملاحظہ فرمائیں اس میں پرائیویٹ ممبر کی علیحدہ تعریف کی ہے اور ممبر کی علیحدہ تعریف کی ہے۔ اگر سرکاری ممبران کو oust کرنا ہوتا تو اس میں لفظ پرائیویٹ ممبر استعمال ہوتا۔ جناب والا! میں یہ کہتا ہوں۔

'Private Member' means a member who is not a Minister or a Parliamentary Secretary.

اگر پرائیویٹ ممبر یا پارلیمانی سیکرٹری کو Oust کرنا ہوتا تو لفظ پرائیویٹ ممبر استعمال ہوتا۔ جب ادھر لفظ صرف پرائیویٹ استعمال ہوا ہے تو یہاں آگے وزیر بھی بیٹھ سکتا ہے' پارلیمانی سیکرٹری بھی بیٹھ سکتا ہے۔ جو بھی پینل سپیکر صاحب اعلان کریں وہ کرسیٔ صدارت پر بیٹھ سکتے ہیں۔ ان کا یہ نکتہ غلط ہے۔

میاں منظور احمد موہل: اس میں یہ واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ۔

"For the purposes of moving or opposing a Bill....."

Secondly, "amendment, motion, Resolution."

وہاں پر وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری آسکتا ہے۔ لیکن یہاں پہ نہ تو کوئی وزیر صدارت کے لیے آسکتا ہے اور نہ پارلیمانی سیکرٹری۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب' تشریف رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ جو رول نمبر 14 ہے کہ۔

"14. (1) At the commencement of each session, the Speaker shall nominate from amongst members a panel of not more than four Chairmen, and arrange their names in an order of precedence; and in the absence of the Speaker and the Deputy Speaker, the person whose name is highest on the panel, from among those present at the sitting shall take the Chair.

(2) If at any time, at a sitting of the Assembly neither the Speaker nor the Deputy Speaker nor any person on the panel of Chairmen is present, the Secretary shall, by a motion, elect one of its members present to preside at the sitting."

اگر کا مطلب پرائیویٹ ممبر ہوتا تو پھر ان کی بات درست تھی۔ اب یہ بات درست نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب تشریف رکھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! میری تحریک التوائے کار پر فیصلہ کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب چیئرمین! آپ فیصلہ نہیں دے سکتے۔

جناب چیئرمین: میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ آپ سپیکر کے conduct کو چیلنج نہیں کر سکتے اور جناب سپیکر! میاں منظور احمد وٹو صاحب اس سے قبل اس پوائنٹ کے بارے میں کہہ چکے ہیں کہ اس کے بارے میں میں اپنا فیصلہ بعد میں دوں گا۔ لہٰذا یہ نکتہ جس پر بار بار بحث کی جا رہی ہے اس وقت اس پر مزید بحث کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی..... جناب لاء منسٹر آپ نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ جب جناب چیئرمین! اپنی رائے کا اظہار فرما چکے ہیں تو اس پر مزید وقت ضائع کیے بغیر آگے کارروائی جاری رکھنی چاہیے۔

جناب سپیکر: تحریک التوائے کار کے بارے میں آپ کی بات مکمل ہو گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی ہاں! اب وقت بھی دیکھیں۔ تحاریک التوائے کار کے لیے آدھ گھنٹہ ہوتا ہے جو ختم ہو چکا ہے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

جناب چیئرمین: جناب سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی تحریک التوائے کار باضابطہ نہیں ہے۔ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ لہٰذا غیر سرکاری کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! میں ایک قرارداد پیش کرتا ہوں۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! حکومت کے مشیر' پارلیمانی سیکرٹری حکومت تصور ہوتے ہیں اور اس معزز ایوان میں حکمران پارٹی اور اپوزیشن پارٹی کی بحث میں جو فیصلہ دینا ہوتا ہے وہ سپیکر نے دینا ہوتا ہے۔ اس لیے وزیر' مشیر یا پارلیمانی سیکرٹری چیئر کے ممبر کی حیثیت سے صدارت نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: جناب رانا صاحب! اس نکتے پر بحث ہو چکی ہے۔ اب اس پر مزید بحث کرنے

کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

رانا پھول محمد خان: یہ ایوان کے وقار کی توہین ہے۔

جناب چیئرمین: لیکن سپیکر کے Conduct کو چیلنج کرنا بھی ہاؤس کے تقدس کی پامالی ہے۔ لہٰذا سپیکر صاحب نے جو فیصلہ کیا ہے۔ آپ اس کے خلاف بار بار بحث کر رہے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا ! لیکن یہ روایت بن جائے گی کہ حکومت نے اسمبلی کی صدارت کی۔ یہ کرسی جج کی ہے اور سپیکر جج ہے۔ اس نے دونوں فریقوں کی بحث سن کر انصاف کرنا ہوتا ہے۔ آپ کے حکمران ہونے کی حیثیت سے صدارت میں یہ ممکن ہے کہ آپ انصاف کرنے سے قاصر ہیں اور معزز ایوان کی روایات غلط ثابت ہوں ایسے اجلاس میں ہم بیٹھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جب تک سپیکر صاحب اس بارے میں رولنگ نہ دے دیں۔ اس وقت تک آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپ کرسی صدارت پر تشریف رکھیں۔ آپ اس کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ کل کو یہ کورٹ میں بھی جا سکتا ہے اور ہمیں اس معزز ایوان میں غلط روایات قائم نہیں کرنی چاہئیں۔

جناب چیئرمین: جناب رانا صاحب ! آپ کو بھی سپیکر کے فیصلے کا احترام کرنا چاہیے۔ جناب سپیکر ! میاں منظور احمد وٹو صاحب مجھے اس ذمہ داری کے لیے اس کرسی پر بٹھا کر گئے ہیں۔ اس بارے میں آپ اتفاق کرتے ہیں یا نہیں کرتے' آپ اتفاق کریں یا نہ کریں۔ لیکن جناب سپیکر کی آمد تک آپ ہاؤس کو اطمینان کے ساتھ چلنے دیں۔

قراردادیں (مفاد عامہ سے متعلق)

جناب چیئرمین : رانا صاحب آپ کو بھی سپیکر کے فیصلے کا احترام کرنا چاہیے۔ سپیکر جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب مجھے اس ذمہ داری کے لیے اس کرسی پر بٹھا کر گئے ہیں۔ اس بارے میں آپ اتفاق کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ آپ اتفاق کریں یا نہ کریں۔ لیکن جناب سپیکر کی آمد تک آپ اس ایوان کو اطمینان کے ساتھ چلنے دیں۔ جناب سپیکر جب تشریف لائیں گے تو فیصلہ ہوگا۔ اب ہم غیر سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب چیئرمین ! آپ اسے انا کا مسئلہ نہ بنائیں یہ آپ کی ذات کے خلاف

نہیں ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے نہایت اہمیت کے حامل ایک ریزولیوشن کو پیش کرتا ہوں جو کہ نہایت ضروری ہے۔ ریزولیوشن میں نے جناب کو پیش کر دیا ہے۔ ریزولیوشن یہ ہے کہ سکارپ کے ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹ دیے گئے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف آرڈر۔ چیمہ صاحب ایڈوائزر ہیں اس لیے یہ ریزولیوشن پیش نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: میں سن کر فیصلہ کروں گا کہ وہ پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جناب فضل حسین راہی: جناب چیئرمین! یہ قرارداد پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ مشیر ہیں اور اگر یہ ریزولیوشن ہو بھی گیا ہے تو انہوں نے یہ غلط پیش کیا ہے۔ کیونکہ پرائیویٹ ممبرز ڈے میں' مشیر صاحبان یا پارلیمانی سیکرٹری صاحبان یا وزراء صاحبان کوئی ریزولیوشن پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ کارروائی میں کوئی چیز اپنی طرف سے پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ گورنمنٹ میں شمار ہوتے ہیں۔ جناب والا! آپ میاں منظور احمد موہل سے اشارہ کر کے پوچھ رہے ہیں کہ یہ غلط ہے یا صحیح ہے۔ ان سے نہ پوچھیں اور میرا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ آپ اعتماد کے ساتھ رولنگ دیں۔ اس لیے اب آپ ان کو منع کریں کہ یہ ریزولیوشن پیش نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: جناب فضل حسین راہی آپ کا نکتہ اپنی جگہ پر درست ہے لیکن آپ پہلے مجھے ان کی بات تو سننے دیں۔ کیونکہ ابھی تو مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اعظم چیمہ صاحب کس بارے میں بات کر رہے ہیں؟ یا کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟ مجھے پہلے ان کی بات سن لینے دیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ میرا ایک ریزولیوشن ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ میں نے ریزولیوشن پیش کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ نے ان کی بات سن لی ہے۔ اس لیے آپ اس پر رولنگ دیں۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات میں نے سن بھی لی ہے بلکہ سمجھ بھی لی۔

جناب فضل حسین راہی: لہٰذا اب آپ ان سے کہیں کہ آپ بیٹھ جائیں۔ اگر وہ ریزولیوشن کی عبارت پڑھیں گے تو پھر وہ غلط ہو جائے گا اور تمام کارروائی غیر آئینی ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: راہی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ جناب چیمہ صاحب

آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! میں نے ایک ریزولیوشن پیش کرنا تھا۔ ریزولیوشن یہ ہے کہ مرکزی حکومت نے سکارپ ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹ دیے ہیں۔ آج کل چاول اور کپاس کا سیزن ہے.....

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ریزولیوشن پیش نہیں ہو سکتا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: اور پنجاب کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ رول 202 کے تحت آپ اس کارروائی کو معطل کر سکتے ہیں اور مجھے ریزولیوشن پڑھنے کی اجازت.....

جناب چیئرمین: ارشد لودھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر مال: جناب سپیکر! میں نے کل بھی یہ پوائنٹ اٹھایا تھا کہ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بات نہیں کر سکتا.....

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر کل بھی میں نے قواعد و ضوابط کے مطابق ایک پوائنٹ اٹھایا تھا اور اپنے قابل احترام ساتھی راہی صاحب کے بارے میں اٹھایا تھا۔ آپ نے چونکہ چیمہ صاحب کو بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس کے باوجود راہی صاحب کھڑے ہو کر آپ کے سامنے بول رہے ہیں۔ براہ مہربانی آپ اس قاعدے پر عمل کریں ورنہ یہ ایوان صحیح طرح نہیں چل سکتا۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ آپ نے فلور چیمہ صاحب کو دیا ہے۔ لیکن راہی صاحب اٹھ کر متواتر بول رہے ہیں۔ میں نے آپ کی توجہ اس لیے مبذول کروائی ہے کہ کل راہی صاحب نے اس پر اعتراض کیا تھا کہ میں رولز کی Violation نہیں کرتا۔ اب آپ کے سامنے وہ Violation کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: راہی صاحب نے انتہائی اہم نکتے کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے' اور یقیناً" تمام معزز اراکین کو اس روایت کی بھی پاسداری کرنی چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ راہی صاحب کو اپنی جو بات کہنی تھی اعظم چیمہ صاحب کو فلور دیے جانے کے بعد نہیں کہنی چاہیے تھی۔ لیکن آج میں سمجھتا ہوں کہ ان کا Attitude پہلے سے خاصا مختلف ہے۔ یعنی وہ اپنی بات کرنے کے بعد اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! راہی صاحب یقیناً" مہربانی فرمائیں گے۔ راہی صاحب

ہمارے پرانے مہربان ہیں اور مزدوروں اور کسانوں کے حامی بھی ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! رولز کے تحت یہ ریزولیوشن پیش نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین: راہی صاحب! اگر آپ رولز کے مطابق چلنا چاہتے ہیں تو میں نے چیمہ صاحب کو فلور دیا ہے۔ آپ مجھے ان کی بھی بات سن لینے دیں میں رولز کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں رولز کے مطابق بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: راہی صاحب! آپ مجھے موقع تو دیں آپ دیکھیں کہ میں ان کی بات سننے کے بعد رولز کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں یا نہیں؟

(قطع کلامیاں)

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر تھا۔ اس لیے پہلے آپ پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ دیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر کا نام تک نہیں لیا۔

جناب چیئرمین: چیمہ صاحب آپ فرمائیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب چیئرمین میں نے ایک ریزولیوشن پیش کرنے کی استدعا کی ہے اور آپ سے یہ گزارش کی ہے۔ رولز 202 کے تحت جناب سپیکر آپ با اختیار ہیں۔ اس لیے رولز کو معطل کرتے ہوئے مجھے ریزولیوشن پیش کرنے کی اجازت دیں اور میں یہ ریزولیوشن پیش کروں۔ جہاں تک ریزولیوشن کی اہمیت کا تعلق ہے اس کے بارے میں میری عرض یہ ہے کہ سکارپ کے ٹیوب ویل جن کی تعداد 635 سے بھی زاید ہے ان کے کنکشن واپڈا والوں نے ارادتاً کاٹ دیے ہیں۔ اگر کنکشن اسی طرح کٹے رہے تو اصولی طور پر جب کہ خریف کی فصل کا آغاز ہے، منجی کا سیزن ہے، کپاس کا سیزن ہے۔ جناب والا! واپڈا سخت زیادتی کر رہا ہے۔ ہم جناب کی وساطت سے اس ایوان کی وساطت سے مرکزی حکومت سے استدعا کرنا چاہتے ہیں کہ مرکزی حکومت ان کٹے ہوئے کنکشنوں کو بحال کرے۔ جہاں تک راہی صاحب نے یہ فرمایا کہ مشیر اور پارلیمانی سیکرٹری ریزولیوشن پیش نہیں کر سکتے۔ پہلے مجھے پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ اس کے بعد اصولی طور پر جو وہ اعتراض کریں گے میں اللہ کے فضل سے اس کا جواب دوں گا اور آپ بھی جو فیصلہ کریں گے وہ سر آنکھوں پر ہوگا۔ لہٰذا قواعد کو معطل کرتے ہوئے مجھے ریزولیوشن پیش کرنے

کی اجازت دیں کیونکہ یہ ریزولیوشن انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

جناب چیئرمین: جناب چیمہ صاحب آپ نے اس سے قبل اس کا نوٹس بھی نہیں دیا اور اس وقت غیر سرکاری کارروائی کا وقت بھی شروع ہو چکا ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! میں اس سلسلے میں یہ عرض کرتا ہوں اور اس ایوان کی یہ روایات بھی رہی ہیں۔ رولز اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ کوئی بات جو اہمیت کی حامل ہو رولز 202 کے تحت جناب سپیکر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ رولز کو معطل کرتے ہوئے کسی رکن کو ریزولیوشن پیش کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ جب کہ قوم فصل کے سیزن میں مر رہی ہے۔ اس لیے ریزولیوشن کو پیش کرنا ہمارا قانونی حق ہے۔ بلکہ ہمارا اصولی طور پر یہ حق بنتا ہے۔ آپ کو اس کے مطابق اختیار ہے۔ اس لیے اجازت ملنی ضروری ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! چیمہ صاحب پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔ اس لیے یہ قرارداد پیش نہیں کر سکتے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ استعفیٰ دے کر ریزولیشن پیش کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! پہلے آپ میرا ریزولیوشن پڑھ لیں پھر اس پر فیصلہ کریں۔ ویسے بھی ہر ریزولیوشن پرائیویٹ ڈے میں ہی پیش کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔ چیمہ صاحب بحیثیت مشیر آپ یہ ریزولیوشن پیش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا قواعد معطل کر کے آپ کی قرارداد ایوان میں پیش نہیں کی جا سکتی۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! میں آپ کی رولنگ کو سر آنکھوں پر تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اس کے لے رولز پیش کیے جائیں جس میں لکھا ہو کہ مشیر ریزولیوشن پیش نہیں کر سکتا۔ کوئی فاضل رکن رولز کا حوالہ دینا چاہے تو دے سکتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: ایک مولوی صاحب کی دعوت کسی کے گھر تھی اور وہ مرغی لے کر اس کو ذبح کرنے لگا۔ اس کو ذبح کرتے کرتے مرغی کی گردن اڑ گئی اور مولوی صاحب بھی وہیں تھے۔ وہ آدمی گردن لے کر ان کے پاس پہنچا کہ اس کی ساری گردن اڑ گئی ہے کیا یہ ذبح ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ حرام ہو گئی ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو مارا گیا میں تو غریب آدمی ہوں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کیوں؟ آج آپ کا کھانا میرے گھر تھا۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ چھری

تیز تھی یا کند تھی۔ اس آدمی نے کہا کہ چھری تو تیز تھی۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ پھر تو جائز ہے۔ جناب چیمہ صاحب کے بارے میں تو کہتے ہیں کہ وہ مشیر ہیں۔ اس لیے قرارداد پیش نہیں کر سکتے۔ اور جناب پارلیمانی سیکرٹری ہوتے ہوئے صدارت کی کرسی پر براجمان ہیں ان رولز کو اپنے آپ پر بھی لاگو کیجئے۔

(نعرہائے تحسین)

MR KHALID LATIF KARDAR : I want to make a statement with regard to the enhancement of salaries and allowances of the Members of this House.

جناب چیئرمین: رانا صاحب کو بات کر لینے دیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! پنجاب اسمبلی میں قاعدہ معطل فرما کر بندے کو قرارداد پیش کرنے کی اجازت بخشی جائے۔ اس معزز ایوان کی رائے یہ ہے کہ پنجاب میں عرصہ دراز سے 650 سرکاری ٹیوب ویل.....

جناب چیئرمین: رانا صاحب! جب تک رولز کو سسپنڈ کر کے آپ کو اجازت نہیں دی جاتی۔ اس وقت تک آپ اپنی قرارداد نہیں پڑھ سکتے۔ آپ پہلے اجازت مانگیں گے۔

رانا پھول محمد خان: میں نے اجازت کے لیے درخواست بھیجی ہے' وہیں سے اب منگوائی ہے کہ میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔ اس میں آپ کو اجازت دینے میں کوئی عذر نہیں ہے' ورنہ آپ غیر قانونی سپیکر ہیں۔ پھر آپ صدارت کرنے کے مجاز نہیں۔ اگر آپ مجھے اجازت نہیں دیتے تو یہ میرے ساتھ جناب والا! زیادتی ہوگی۔

جناب چیئرمین: آپ طریقہ کار کے مطابق اجازت مانگیں' آپ کو ملے گی۔

رانا پھول محمد خان: میں نے تو اس کے لیے ایک دو گھنٹے پہلے درخواست دے دی تھی۔ جناب والا! کیا اب اجازت ہے؟ میں اجازت مانگ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: اجازت ہے' میں رولز کو معطل کر کے آپ کو قرارداد پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

رانا پھول محمد خان: شکریہ! اس معزز ایوان کی رائے یہ ہے کہ پنجاب میں.....

(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: میں نے فلور رانا پھول محمد خان کو دے دیا ہے' ادھر سے فضل حسین راہی صاحب نے رولز کوٹ کرنے کے لیے وقت مانگا تھا۔ انہیں میں نے وقفہ دیا ہے کہ وہ بعد میں رولز پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے فلور رانا پھول محمد خان کو دیا ہے۔

رانا پھول محمد خان: مینوں پڑھ تے لین دیو' پھر پوائنٹ آف آرڈر دینا۔

جناب چیئرمین: کاردار صاحب اٹھے ہیں لیکن میں نے انہیں فلور نہیں دیا' میں نے فلور رانا پھول محمد خان کو دیا ہے۔

سکارپ اور دوسرے سرکاری ٹیوب ویلوں کے کنکشنوں کی بحالی

رانا پھول محمد خان: اس معزز ایوان کی رائے یہ ہے "کہ پنجاب میں عرصہ دراز سے 650 ٹیوب ویلوں کے کنکشن محکمہ واپڈا نے کاٹ دیے ہوئے ہیں۔"

جناب چیئرمین: راہی صاحب میں آپ سے اچھے رویے کی توقع کرتا ہوں کہ آپ کارروائی ٹھیک طریقے سے چلنے کا موقع دیں گے۔

رانا پھول محمد خان: جس کی وجہ سے دھان کی پنیری' کپاس کی بیجائی' گنے کی پرورش اور چارا کو پانی نہیں مل رہا ہے۔ فصلیں خشک ہو چکی ہیں' کاشت کاروں کو ٹیوب ویل ٹیکس ادا کرنا پڑ رہا ہے' مگر نصب شدہ ٹیوب ویلوں کے ایریا میں قحط سی صورت حال پیدا ہو چکی ہے۔ جس سے کاشتکار سخت پریشان ہیں۔ اس لیے بذریعہ قرارداد مرکزی حکومت سے استدعا کی جائے کہ فوری طور پر محکمہ واپڈا کو حکم جاری کرے کہ سکارپ اور دوسرے ٹیوب ویلوں کے کنکشن بحال کیے جائیں۔ ان ٹیوب ویلوں کے بل محکمہ انہار نے ادا کرنے ہیں' کاشتکار کا اس کی ادائیگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

جناب والا! میں اس پر گزارش کروں کہ سرکاری ٹیوب ویل جو سکارپ میں لگے ہوئے ہیں یا کسی بارانی علاقے میں لگے ہوئے ہیں' ان کے بلوں کی ادائیگی محکمہ آبپاشی کیا کرتا ہے اور جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ جون کے مہینے میں جب بجٹ آتا ہے تمام بنک بھی بھاری رقمیں ادا کرنی بند کر دیتے ہیں' اور اس صوبے کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہماری واجب الادا رقم جو دو

(2) کروڑ روپے کے قریب بنتی ہے مرکزی حکومت نے روک لی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ پنجاب میں مرکزی حکومت کی مرضی کے خلاف حکومت قائم ہوگئی ہوئی ہے' اب یہاں کے غریب کاشتکاروں کو مرکزی حکومت پھانسی لگانا چاہتی ہے۔ یہ گناہ ہمارا نہیں ہے کہ ایک آدمی سے اگر وہ ناراض ہیں تو سارے صوبے کے عوام کو پھانسی دے دیا جائے' اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو خشک سالی اور قحط کی حالت سے نکالنے کے لیے فوری طور پر ان ٹیوب ویلوں کے کنکشن بحال کیے جائیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب چیئرمین: نوابزادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: اگر آپ نے رولز Relax کر دیے ہیں اور انہوں نے قرارداد پیش کی ہے تو وہ آپ کو دوبارہ ایوان کے سامنے پڑھ کے پیش کرنی چاہیے تھی۔

جناب چیئرمین: انہوں نے پڑھی ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: نہیں آپ نے نہیں پڑھی نا۔ اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ رولز Relax ہوتے ہیں' محرک قرارداد پڑھتا ہے اور پھر آپ اسے پڑھ کر ایوان کے سامنے پیش کرتے' پھر اس ایوان میں بحث ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین: وہ مکمل کر چکیں پھر میں پڑھوں گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: نہیں وہ تو بحث کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آپ نے قرارداد پیش کر دی۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میری قرارداد ہاؤس کے سامنے ہے' اس پر آپ رائے لے لیں' کیا اس پر سب کو اتفاق ہے؟

جناب چیئرمین: رانا پھول محمد خان صاحب نے ہاؤس میں قرارداد پیش کی ہے جو یہ ہے۔

"کہ اس معزز ایوان کی رائے یہ ہے کہ پنجاب میں عرصہ دراز سے 650 سرکاری ٹیوب ویلوں کے کنکشن محکمہ واپڈا نے کاٹ دیے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے دھان کی پنیری' کپاس کی بجائی' گنے کی پرورش اور چارا کو پانی نہیں مل رہا۔ فصلیں خشک ہو چکی ہیں' کاشتکاروں کو ٹیوب ویل ٹیکس ادا کرنا پڑ رہا ہے' مگر نصب شدہ ٹیوب ویلوں

کے ایریا میں قحط کی سی صورت پیدا ہو چکی ہے' جس سے کاشت کار سخت پریشان ہیں' اس لیے بذریعہ قرارداد مرکزی حکومت سے استدعا کی جاتی ہے کہ فوری طور پر محکمہ واپڈا کو حکم جاری کریں' کہ سکارپ اور دوسرے سرکاری ٹیوب ویلوں کے کنکشن بحال کیے جائیں' ان ٹیوب ویلوں کے بل محکمہ انہار نے ادا کرنے ہیں' کاشتکار کا اس کی ادائیگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! رانا پھول محمد خان کا واپڈا پر الزام صرف اس لیے کہ واپڈا ایک مرکزی محکمہ ہے' جہاں تک ٹیوب ویلوں کے کنکشن کا تعلق ہے یہ فاروق لغاری صاحب کا واضح بیان آ چکا ہے' کہ اس کے کنکشن بحال کر دیے گئے ہیں۔ اگر یہ ان کے علم میں' قرارداد دینے والوں کے علم میں نہیں ہے تو پھر یہ ہمارا قصور نہیں ہے۔ یہ قومی اسمبلی کے فلور پر ہمارے وفاقی وزیر اور واپڈا کا بیان آ چکا ہے' اس بارے میں اور پھر اس کے بعد اس قسم کی قراردادیں پیش کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرکزی محکموں کے ساتھ یا مرکزی حکومت کے ساتھ' ان کا اپنا جو بددیانتی پر مبنی ذہن ہے وہ اس کی عکاسی کرتا ہے otherwise اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے کہ یہ قرارداد ہاؤس میں لائی جائے اور اس کے لیے رولز کو سسپنڈ کرنا اور پھر اس کو اجازت دینا ہمارا اتنے مہینوں سے بل پڑا ہوا ہے' ہمارے بیرسٹر صاحب کا' لطیف کاردار صاحب کا اور ہمارا جو دوسرا کاروبار ہے' پرائیویٹ ممبرز کا وہ Kill ہو رہا ہے۔ آپ سے درخواست یہ ہے کہ اگر اس طرح قاعدہ کو معطل کر کے ان کی قراردادیں لاتے جائیں گے وہ بل جو قومی مفاد میں جاتے ہیں وہ ڈسکس نہیں ہو سکیں گے۔ آپ ہمارے بلوں تک کارروائی محدود رکھیں۔

دوسرے میں آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ رولز جب آئیں گے تو میں ان کا نمبر آپ کو بتا دوں گا لیکن زبانی میں سمجھتا ہوں کہ جو ممبر کی تعریف ہے۔ اگر اجازت ہو تو زبانی ابھی کر دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: راہی صاحب! آپ نے باقاعدہ رول کا حوالہ دینے کو کہا تھا اور آپ کو یہی کہا گیا تھا۔ زبانی تعریف کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جہاں تک رانا پھول محمد خان صاحب کی

اس قرارداد کا تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

(قطع کلامیاں)

سردار طفیل احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میری اس وقت گزارش یہ ہے کہ جو قرارداد رانا پھول محمد خان صاحب نے پیش کی ہے اس میں ذکر صرف سرکاری ٹیوب ویلوں کا ہے جن کے بلوں کی ادائیگی محکمہ آبپاشی نے کرنی ہے۔ اس میں میری گزارش یہ ہے کہ اس قرارداد میں ایک ترمیم کر لی جائے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے ذاتی ٹیوب ویل بھی ہیں جن کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے محکمہ واپڈا نے اتنی سزا دے دی ہے کہ کچھ علاقوں کے لوگ اپنی فصلوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ جبکہ ٹیوب ویلوں کے ریٹ مقرر ہیں۔ مقررہ نرخ باقاعدہ ایک معاہدہ ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کو بجلی مہیا کرنی ہے اور ہم نے ان کو پیسے دینے ہیں۔ جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ان کے بلوں کی ادائیگی کے لیے واپڈا کو حکم دیا جائے۔

(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: وزیر آبپاشی کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر آبپاشی (سردار نصراللہ دریشک): جناب والا! میں اپنے حزب اختلاف کے بھائیوں کا بہت ممنون اور مشکور ہوں جنہوں نے بڑی مہربانی کی ہے اور مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا۔ اب میں ان سے توقع کروں گا کہ جس حوصلے سے تالیاں بجا کر میری بات سننے پر خوشی کا اظہار کیا ہے اسی حوصلے کے ساتھ میری گزارش پر دردمندی سے غور فرمائیں گے۔

جناب والا! بات یہ ہو رہی ہے کہ رانا پھول محمد خان صاحب نے ایک ریزولیوشن پیش کیا ہے جس کے بارے میں جناب فضل حسین راہی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ جناب فاروق لغاری صاحب نے قومی اسمبلی کے On the floor of the House یہ کہا ہے کہ کنکشن نہ کاٹے جائیں۔ رانا پھول محمد خان صاحب کا جو ریزولیوشن ہے اس کو اور زیادہ سپورٹ ملتی ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب والا! یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ یہ میری تقریر میں مداخلت کر رہے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: میں نے کہا ہے وہ بحال ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ وزیر آبپاشی کو بات مکمل کرنے دیں۔

وزیر آبپاشی: جناب والا! یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس کا پنجاب کی زرعی معیشت کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کو یہ اتنا Lightly لے رہے ہیں۔ میں اس ہاؤس کے ظہور پر اب بھی کہتا ہوں کہ اس وقت بھی ہمارے ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹے جا رہے ہیں۔ 635 ٹیوب ویل ہمارے سکارپ ون میں ہیں جو شیخوپورہ' جڑانوالہ' حافظ آباد اور ننکانہ پر محیط ہیں۔ جہاں پانچ کے پانچ ایم این اے پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں وہاں سو ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹے گئے ہیں۔ سکارپ ٹو میں 45 ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹے گئے ہیں۔ سکارپ تھری میں 330 ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹے گئے ہیں۔ سکارپ فور میں 160 ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹے گئے ہیں۔ جناب والا! اتنے انتہائی اہم مسئلے کے بارے میں اس قسم کی یہ بات کر رہے ہیں جس پر دکھ سے مجھے یہ گزارش کرنی پڑتی ہے کہ واپڈا والوں نے بجلی کا بل ادا نہ کرنے کی پاداش میں پنجاب کے کاشتکاروں کو سزا دی ہے کیونکہ یہ ٹیوب ویل حکومت پنجاب کی زیر نگرانی ہیں۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک بات ہے۔ میں تو یہ توقع کرتا تھا کہ اس مسئلہ میں ہمارے اپوزیشن کے بھائی ہمارا ساتھ دیں گے اور ہم مرکزی حکومت کو یہ گزارش کرنا چاہ رہے ہیں کہ جب سے واپڈا اور صوبائی حکومت کا سلسلہ چلتا رہا ہے آج تک ایسی حرکت نہیں ہوئی۔ یہ حرکت کیوں ہوئی ہے۔ یہ غلط فہمیاں کیوں ہوئی ہیں؟ پہلے واپڈا نے تربیلا کا پانی چلا کر ضائع کر کے ایسے حالات پیدا کر دیے جس سے سندھ اور پنجاب میں تقریباً" ایک محاذ آرائی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اس میں ہم نے پنجاب کا حصہ کاٹ کر جتنی سندھ کی ضرورت تھی وہ سو فیصدی ہم نے دے کر پوری کی۔ ہم نے کہا کہ آپ اپنی چاول کی فصل کاشت کریں۔ جتنی پانی کی آپ کو ضرورت ہے آپ لے جائیں۔ جب پنجاب کی چاول اور کپاس کی کاشت کی باری آتی ہے تو اس وقت لوڈ شیڈنگ کا ظلم ہوتا ہے۔ دس دس گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ جو تھوڑے بہت ٹیوب چل رہے ہیں ان کو disconnect کیا جا رہا ہے۔ جبکہ اس وقت بھی مرکزی حکومت نے بجلی کی ڈیوٹی کے طور پر 21 کروڑ روپیہ حکومت پنجاب کا ادا کرنا ہے۔ جب ہماری میٹنگ ہو رہی تھی اس میں کافی مرکز' سندھ اور پنجاب کی گرمی تھی اس میٹنگ میں' میں نے واضح طور پر مرکز والوں کو بھی اور اپنے صوبے والوں کو بھی کہا تھا کہ پانی سے میں آگ بجھانے کا کام لوں گا' پانی سے آپ کو پٹرول کا کام نہیں لینے دوں گا۔ یہ معاملہ آپ بیٹھ کر یہاں طے کریں اور سندھ کا مسئلہ حل کریں۔ جب ہم اتنے خلوص اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے

ان کی تکلیف کو رفع کرتے ہیں۔ جب ہماری کپاس کی فصل کی کاشت کا موقع آتا ہے تو ہمارے ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹ دیے جاتے ہیں۔ اس قسم کی جو نعرہ بازی کر رہے ہیں۔ اس میں میاں نواز شریف کی حکومت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پنجاب کے غریب عوام کا مسئلہ ہے۔ یہ ان لوگوں کا مسئلہ ہے جن کے ایم این اے کے زور پر محترمہ بے نظیر مرکز میں پرائم منسٹری کر رہی ہیں۔ وہ کاشت کار کاشت سے محروم ہیں۔ وہ چاول کی کاشت نہیں کر رہے ہیں۔ وہ کپاس کی کاشت نہیں کر رہے ہیں۔ آپ اپنی ناراضگی کا اظہار اور انداز میں کیجئے۔ ان غریب کاشتکاروں کی معیشت کو تباہ نہ کیجئے۔ ہم تو اپیل کرنا چاہ رہے ہیں اور میرا خیال تھا کہ ہمارے اپوزیشن کے بھائی اس میں خود ہی شریک ہوں گے اور یہ ہماری اپیل مرکزی حکومت کی خدمت میں پہنچوائیں گے اور جن واپڈا والوں نے یہ حرکت کی ہے اور ٹیوب ویل کنکشن جب پہلے نہیں کاٹے جاتے تھے اب کاٹے گئے ہیں وہ ان کو اس کی قرارواقعی سزا دیں گے۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ اس میں مرکزی حکومت کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ واپڈا والوں کی شرارت ہے۔ یہ اس قسم کی باتیں کر کے کیوں غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایسی باتیں کیوں کرنا چاہتے ہیں جس میں مرکزی حکومت بھی ملوث ہوتی نظر آئے۔ ہماری یہ گزارش ہے کہ واپڈا نے جو حرکت کی ہے اس کی انکوائری کی جائے۔

جناب والا! ایک دن جب ٹیوب ویل بند ہو جائے اس کا اثر دس دن تک پڑتا رہتا ہے۔ ہمارے پاس لوگ آتے ہیں کہ فلاں نہر میں ہمارا کوئی آدمی ڈوب کر مرگیا ہے اس کو بند کر دیں۔ میں اپنے چیف انجینئر کو بلا کر کہتا ہوں کہ اس کو بند کریں اس کی لاش سے ہمیں بڑی ہمدردی ہو رہی ہے۔ آدمی بڑا پریشان ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ایک دن نہر بند کریں گے تو اس کا پندرہ دن تک کاشت کاروں پہ برا اثر پڑے گا۔ ایک دن جو ٹیوب ویل بند ہوتا ہے اس کے دوررس نتائج ہوتے ہیں۔ بہت زبردست اس میں نقصان ہوا ہے۔ اس کو برا نہیں منانا چاہیے بلکہ ہمارے ساتھ مل کر مرکزی حکومت کو کہنا چاہیے۔ اگر یہ نہیں مانتے ہیں تو میں ان علاقوں میں سروے کروا کے دیتا ہوں۔ میں نے باقاعدہ ایوان کے فلور پر اعدادوشمار پیش کیے ہیں۔ ان کی تسلی کرانے کے لیے میں یہ کہہ رہا ہوں۔ میں کوئی مخالفت برائے مخالفت کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے کبھی مخالفت برائے مخالفت کی ہے۔ بلکہ میں جناب وزیراعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا

ہوں کہ جب میں نے ان کی خدمت میں یہ بات پیش کی کہ اس صورت حال سے ہم دو چار ہیں تو انہوں نے فوری طور پر سوں 10 کروڑ دیا کہ فوری طور پر آپ ان کو بل ادا کریں۔ ہم نے اڑھائی اڑھائی کروڑ روپیہ فی سکارپ کے پیسے دیے ہیں۔ اگر ہمارے ٹیوب ویلوں کے کنکشن لگ گئے تو پھر ہمیں اڑھائی اڑھائی کروڑ روپیہ اس موقع پر جبکہ 30 جون تک ایک ایک کوڑی کا محتاج ہوتا ہے اور ہمیں اپنی ایڈجسٹمنٹ کرنی ہوتی ہیں اور ایک ٹیڈی پیسہ ایک ہیڈ سے نکال کر دوسرے ہیڈ میں لے جانا ناممکن ہوتا ہے۔ ہم نے ان کو اڑھائی کروڑ فی سکارپ پیسے دیے ہیں اور ہماری تو اتنی التماس ہے یہ ہمارے ساتھ مل کر اس قسم کی چیزیں جس سے یہ مرکز اور صوبے کے درمیان یہ بیوروکریسی والے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو ختم ہونا چاہیے۔ آپ کے ووٹر بھی خوش ہوں گے۔ ہمارے ووٹر بھی خوش ہوں گے۔ اس میں کسی کا کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔ ہم مرکزی حکومت کو مورد الزام نہیں ٹھہرا رہے۔ ہم واپڈا کے خلاف جنہوں نے بجلی کے کنکشن کاٹے ہیں۔ انکوائری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں ان الفاظ کے ساتھ اپنے ان بھائیوں سے یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں۔ راہی صاحب کی تو ویسے ہی کاشت کاروں کے ساتھ ناراضگی رہتی ہے۔ یہ نہیں چاہتے کہ کاشت وقت پر ہو۔ میں سمجھتا ہوں یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔ انہیں کاشتکاروں کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے کیونکہ ان کا کاشتکاری کے پیشے سے تعلق نہیں ہے۔ جب ان کے پیشے والوں کی کوئی بات ہو تو پھر یہ بات کریں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اکیلا حزب اقتدار کا مسئلہ نہیں۔ یہ مشترکہ مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ ہمارا بھی ہے اور حزب اختلاف کا بھی۔ میں اپنے بھائیوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ مہربانی کر کے اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیں۔ ہمیں متفقہ طور پر یہ قرارداد پیش کرنی چاہیے۔ نہ صرف یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے' بلکہ آئندہ کے لیے انہیں اس قسم کی حرکت سے باز رکھنا چاہیے۔ ہم قرارداد پیش کریں اور جن واپڈا والوں نے یہ حرکت کی ہے انہیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ بہت شکریہ۔

(قطع کلامیاں------ شور)

میاں محمود الحسن ڈار: اگر انہیں کاشتکاروں کا اتنا ہی خیال تھا تو انہوں نے یہ دس کروڑ کی ادائیگی پہلے کیوں نہیں دی' اب کیوں دی ہے؟ یہ ان کا ذاتی مفاد تھا۔

(قطع کلامیاں۔۔۔۔۔ شور)

جناب چیئرمین: سردار شوکت مزاری صاحب۔

سردار شوکت حسین مزاری: جناب سپیکر! ہمارے معزز وزیر نے مرکزی حکومت پر الزامات لگائے ہیں' مجھے افسوس ہے کہ الزامات لگانے سے پہلے وہ یہ سوچتے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کاشتکاروں کی جماعت ہے' مزدوروں کی جماعت ہے۔ پاکستان پیپلزپارٹی اگر اس ملک میں وجود میں آئی ہے تو غریب کاشتکاروں کے لیے آئی ہے' مزدوروں کے لیے آئی ہے اور وہ کسی صورت یہ برداشت نہیں کرے گی کہ اس کی زرعی معیشت تباہ ہو کر رہے۔ یہ صرف ایک پراپیگنڈہ ہے۔ صوبائی حکومت کی طرف سے مرکزی حکومت پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں کہ انہوں نے بجلی کے سکارپ ٹیوب ویل بند کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں یہ سکارپ ٹیوب ویل کی بات کرتے ہیں وہاں ہمارے لوگوں کے موگھے بند کیے جا رہے ہیں' ہمارے لوگوں کے موگھوں کے فنڈ بند کیے جا رہے ہیں' وہاں صوبائی وزیر اس بارے میں بتا سکیں گے کہ اپنے مخالفین کے موگھے کیوں بند کیے جا رہے ہیں؟ جہاں تک سکارپ ٹیوب ویل کا سوال ہے' مرکزی حکومت کسی صورت یہ الزام اپنے اوپر نہیں آنے دے گی کہ وہ زراعت کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔ البتہ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے جہاں شہری اور دیہی علاقوں میں بجلی کی کمی ہوئی ہے' اگر کسی وجہ سے کوئی ٹیوب ویل بند ہے تو اس پر مرکزی حکومت کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر آپ آج ہی کے اخبار کو پڑھ لیں تو سردار فاروق لغاری نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جہاں کہیں کسی وجہ سے اگر سکارپ ٹیوب ویل بند ہیں تو ان کو چالو کیا جائے۔ یہ کسی کی حق تلفی نہیں کی گئی۔ یہ بجلی کی کمی کی وجہ سے کی جا رہی ہے۔ دوسرا تربیلا ڈیم میں جو پانی کی کمی کا ذکر کیا جا رہا ہے میں حیران ہوتا ہوں کہ گیارہ سال یہاں مارشل لاء کی حکومت رہی ہے۔ آج تو ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ کالا باغ ڈیم نہیں بنایا جا رہا' بھاشا ڈیم نہیں بنایا جا رہا۔ مگر اس مطلق العنان حکومت میں یہ فیصلہ کیا جاتا تو کون اس کو تبدیل کرتا؟ اگر جنرل ضیاء کے دور میں انہوں نے یہ الزام نہیں لگایا کہ کالا باغ ڈیم کیوں نہیں بنا رہے تو آج کس بل بوتے پر یہ کہہ رہے ہیں کہ پانی کے منصوبے مرکزی حکومت نہیں بنانا چاہتی۔ بلکہ ہمارا تو آج یہ اعلان ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت یہ فیصلہ کر رہی ہے کہ water apportionment اور اس کا مستقل فیصلہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے کرنا

ہے اور یہ نکتہ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے بھی اٹھایا تھا اور اس کے بعد ان سارے سالوں میں وزیر آبپاشی یہ ظاہر کر دیں کہ گیارہ سالوں میں water apportionment کے بارے میں کچھ کیا گیا ہے۔ وہ ثابت کر دیں۔ یہ قدم اب اس دور میں پیپلز پارٹی اٹھا رہی ہے اور انشاء اللہ اس کو خوش اسلوبی سے طے کریں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میری گزارش یہ ہے کہ پنجاب کے عوام سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پنجاب کے بل بوتے پر پیپلز پارٹی مرکز میں حکومت میں آئی ہے۔ پنجاب پیپلز پارٹی کی جان ہے۔ پنجاب پیپلز پارٹی کی شان ہے۔ پنجاب پیپلز پارٹی کی آن ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ہم پنجاب کے خلاف نہیں ہیں۔ ہم پاکستان کے حق میں ہیں اور یہاں نہ کوئی پنجابی ہے' نہ کوئی سندھی ہے' نہ بلوچ ہے اور نہ پٹھان ہے۔ یہاں ہم سب پاکستانی ہیں اور ہم سب مسلمان ہیں۔ کیونکہ اگر پاکستان کا وجود ہے' تو ہم ہیں۔ پاکستان کی بقا ہے تو ہم ہیں۔ تو یہاں پنجابی ازم' یا سندھی ازم یا بلوچی ازم نہ پیدا کیا جائے۔ خدارا' پاکستان کو قائم رہنے دیں۔

(قطع کلامیاں ـــــ شور)

بیگم صغیرہ اسلام: انہوں نے شیخوپورہ ضلع کا نام لیا ہے۔ میں ان سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہاں کون سے ٹیوب ویل کاٹے گئے ہیں؟ مجھے ان جگہوں اور شہروں کے نام بتائے جائیں۔ میں شیخوپورہ کے ایک ایک گاؤں سے واقف ہوں۔

(قطع کلامیاں ـــــ شور)

مولوی صفدر الحق ڈوگر: یہ بالکل جھوٹ کہہ رہی ہیں۔ ضرور کاٹے گئے ہیں۔ تمام ضلع کے کنکشن کاٹے ہوئے ہیں اور لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ انہیں کیا پتا کہ کاٹے گئے ہیں یا نہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: رانا پھول محمد خان پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔ ان کے بعد ڈوگر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

رانا پھول محمد خان: یہ بلوچ سرداروں کا جھگڑا ہے۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: جناب سپیکر! مجھے پنجابی میں بات کرنے کی اجازت دی جائے (اصل متن پنجابی میں) میں نے مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے بھی دونوں پارٹیوں سے منت سماجت کی تھی کہ باز آ جائیں۔ جس کام کے لیے آپ کو عوام نے منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے کم از کم اس کی طرف بھی دھیان کریں۔ میں نے پچھلے اجلاس میں گزارش کی تھی کہ خدا کے لیے ان شہیدوں سے بھی جان چھڑائے رکھیں۔ پچھلے دونوں دور سنہری گزرے ہیں۔ سات سالہ دور بھی اور گیارہ سالہ دور بھی۔ دونوں سنہری دور تھے۔ خدا خوفی کریں' اور ان دوروں کو بھی باہر ہی رہنے دیں اور دونوں شہیدوں کو بھی ایوان سے باہر رہنے دیں۔ آپ عوام کے ووٹوں سے وی آئی پی بنے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم سے زیادہ ڈگریاں حاصل کرنے والے اور زیادہ خدمت کرنے والے ایوان میں نہ پہنچ سکے ہوں۔ آخر ہم پر عوام نے اعتماد کیا ہے۔ خاص طور پر غریب عوام نے' کیونکہ چودھریوں کے ووٹ تو چند ایک ہی ہوتے ہیں۔ باقی سارے ووٹ غریبوں کے ہوتے ہیں' کیونکہ ہمارے ملک کی تقریباً" اسی' پچاسی فیصد آبادی غرباء پر مشتمل ہے۔

(قطع کلامیاں ـــ شور)

میاں محمود الحسن ڈار: یہ کیا ہو رہا ہے؟ جو اٹھتا ہے' بولنا شروع کر دیتا ہے۔

(قطع کلامیاں)

مولوی صفدر الحق ڈوگر: میں امراء کی بات کرنے لگا ہوں تو کیوں بری لگتی ہے؟

(قطع کلامیاں ـــــــ شور)

جناب سپیکر! چونکہ ہم یہاں عوام کے ووٹوں سے پہنچے ہیں' میں نے ان سے درخواست کی تھی۔ ایک معزز رکن کے منہ سے شیخوپورہ کے متعلق جو بات ہوئی' وہ حقیقت میں غلط ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: وہ شیخوپورہ کے بارے میں بات کر رہے ہیں؟

مولوی صفدر الحق ڈوگر: آپ کمال کرتے ہیں۔ میں شیخوپورہ کی بات کرنے لگا ہوں۔ ذرا صبر کریں۔ میں غیر جانبداری سے بات کروں گا۔ کم از کم حقیقت تو سنیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: ڈوگر صاحب! آپ چیئر کو مخاطب کر کے اپنی بات مکمل کریں۔

مولوی صفدار الحق ڈوگر: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے بتانا چاہتا ہوں اور بات بھی یہیں سے شروع ہوئی تھی کہ شیخوپورہ میں کنکشن کاٹے گئے ہیں یا نہیں کاٹے گئے۔ میں اصل بات یہ کرنا چاہتا ہوں' میں نے اس سے پیشتر دو ماہ قبل ان سے منت کی تھی اور آج دوبارہ میں منت کرنی چاہتا ہوں۔ بقول ان کے اگر صوبائی حکومت موگھے چھوٹے کرتی ہے' تو یہ بھی زیادتی کرتے ہیں۔ میں نے خود اس چیز کو نہیں دیکھا اور نہ ہی سنا ہے کہ موگھے صوبائی حکومت یا صوبائی وزراء موگھے چھوٹے کر رہے ہیں۔ اگر ہمارے وزراء حضرات موگھے چھوٹے کرتے ہیں یا صوبائی حکومت تو یہ بھی زیادتی کرتے ہیں اور یہ تو پڑھی لکھی بات ہے کہ کنکشن کاٹے گئے ہیں۔ کیونکہ صوبائی حکومت نے بل ادا نہیں کیے یا بل کا کوئی مسئلہ ہے۔ تو مرکزی حکومت صوبائی حکومت سے جواب طلبی کرے یا ان کے خلاف کوئی ایکشن لے۔ لیکن یہاں غریب کاشت کار جو یہاں 80% ہیں اور آپ میری بات سنیں' آپ ہوٹلوں پر جا کر نان کھاتے ہو یہ سب کچھ ہمارے خون پسینے سے ہوتا ہے۔ اس میں فضل حسین راہی بھی ہے۔ گل صاحب بھی اس میں ہیں۔ دریشک صاحب بھی اس میں شامل ہیں اور میاں نواز شریف صاحب بھی اس میں ہیں۔ اور اس میں افسر شاہی بھی شامل ہے' بڑے بڑے سیکرٹری یا ڈائرکٹر صاحبان جو ہیں' وہ سب اس میں شامل ہیں اور بقول ان کے موگھے والی بات صحیح ہے تو یہ بھی زیادتی ہے۔

ایک معزز رکن نے جو میرے ہی ضلع سے تعلق رکھتی ہے۔ کہا ہے وہ میری بہن ہی لگتی ہے' انہوں نے یہ بات کی ہے۔ شیخوپورہ کے کنکشن نہیں کاٹے گئے۔ یہ جو اے سی میں بیٹھتے ہیں یا ان کا یہ فیلڈ ہی نہیں ہے' زمیندارہ ان کا یہ مضمون نہیں ہے۔ یہ ہمارا مضمون ہے۔ ہمیں یہ پتا ہے کہ ہمارے کنکشن کاٹے گئے اور ہماری بہت بد تر حالت ہے۔ لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ لوگ سینکڑوں کی تعداد میں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں بھوک سے مر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: شوکت مزاری صاحب! آپ نے کچھ کہنا تھا۔ اب بات کو مکمل کریں گے' اس کے بعد اس قرارداد کے بارے میں کسی کو موقع نہیں دیا جائے گا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر ایک سازش کے تحت سبوتاژ کیا جا رہا ہے کہ وزیر قانون صاحب کے ساتھ ہمارا طے تھا۔ اس طرح ہم بھی ایوان کے سرکاری بزنس کو بہت خراب کرنا چاہتے ہیں اور بہت بری طرح سے خراب کریں گے۔ اس کے بعد کوئی سرکاری بل پیش نہیں ہو

سکے گا۔ اتنا ہلا گلا' اتنے ریزولیوشن اور اتنے پوائنٹ آف آرڈر ہوں گے۔ ہم سے زیادہ یہ نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ نے ہمارے بل اس طرح خراب کرنے ہیں تو آج کے بعد اس فلور پر کوئی سرکاری بل نہیں آئے گا۔ نہیں آئے گا اور ہم نہیں لانے دیں گے۔ (شور)

دیدہ دانستہ پرائیویٹ ممبرز ڈے کا ستیاناس کیا گیا ہے اور اس میں گورنمنٹ کی بے ایمانی اور پرائیویٹ ممبرز ڈے کو جان بوجھ کر خراب کیا جا رہا ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔)

جناب سپیکر: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ شوکت مزاری صاحب اس قرارداد پر بات کر رہے تھے۔

جناب شوکت حسین مزاری: ریزولیوشن پر بات ہو رہی تھی اور لاء منسٹر صاحب نے کچھ ایسی بات اٹھائی تھی اور انہوں نے حکومت کے بارے میں غلط تاثر دینے کی کوشش کی تھی۔ اس کے جواب میں عرض کر رہا تھا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک پنجاب کا سوال ہے۔ ہم سب پنجاب کے نمائندے ہیں اور جب پنجاب کی بات ہوتی ہے تو اس میں یہ نہ سمجھا جائے کہ پنجاب صرف آئی جے آئی کا ہے۔ پنجاب' پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی دونوں کا ہے۔ جو یہاں ممبران اسمبلی ہیں' وہ پنجاب کے ہیں۔ ہم پنجاب کی نمائندگی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم پنجاب کی بہتری سوچیں گے۔ ہم پنجاب کے خلاف کوئی بات نہیں کریں گے۔ اور یہ تاثر کہ پنجاب کے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے اور مرکزی حکومت کوئی سازش کرنا چاہتی ہے۔ میں نے یہ پہلے بھی عرض کیا ہے کہ مرکزی حکومت کی بنیاد پنجاب پر ہے۔ پنجاب میں اس کو جتنی سیٹیں ملی ہیں ان کے اوپر مرکزی حکومت قائم ہوئی ہے۔ میرے بھائی میں کسی کی ذات کے خلاف بات نہیں کر رہا ہوں۔ (شور)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ ڈوگر صاحب Cross talk نہیں ہونی چاہیے۔

جناب شوکت حسین مزاری: جناب سپیکر! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم معزز اراکین نے اسمبلی میں ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے' ہمیں خود شرم محسوس ہوتی ہے۔ تو میری استدعا تمام ممبران اسمبلی سے یہ ہے کہ خدارا آپ ایک سنجیدہ ممبر کی حیثیت سے یہاں بیٹھیں' ایک دوسرے پر کیچڑ نہ اچھالیں' ذاتیات پر حملے نہ کریں اور جائز تنقید کریں' چاہے وہ حکومتی بنچوں کی طرف سے ہو یا اپوزیشن کے بنچوں کی طرف سے ہو' ہماری گزارش ہے' خدا کے واسطے ایک

دوسرے پر ذاتی حملے نہ کریں۔ آپ اسمبلی کے معزز رکن ہیں۔ آپ اپنے شایان شان مرتبے کے لحاظ سے یہاں بیٹھیں۔ Cross talk سے ایک دوسرے کی تذلیل مت کریں۔ میں اس سلسلے میں یہی گزارش کروں گا۔ مرکزی حکومت پنجاب کی خاطر اور پنجاب کی معیشت کی خاطر جو کچھ بھی ہوگا۔ وہ کرے گا' اگر کسی وجہ سے کوئی غلط فہمی کسی سیکشن کو پیدا ہوئی ہے۔ یہ بات کہ ٹیوب ویل منقطع کیے گئے ہیں۔ میں یہ بات آپ کو باور کرانا چاہتا ہوں۔ مرکزی حکومت کسی صورت میں کسی کے کنکشن نہیں کاٹے گی اور نہ ہی کاٹنے کی وہ جرأت کرے گی۔ کیونکہ مرکزی حکومت کسی کو نقصان نہیں دینا چاہتی' مرکزی حکومت ہمیشہ معیشت کی خاطر زراعت کی خاطر اپنے تمام وسائل استعمال کرے گی اور اس سے جو کچھ بھی بن پائے گا۔ نہ صرف وہ پنجاب میں بلکہ پاکستان کے چاروں صوبوں کی ترقی کے لیے کام کرے گی۔ میری گزارش ہے کہ آج چونکہ پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ اس قرارداد کو ہمیں یہیں تک رکھنا چاہیے۔ ذاتی مباحثے میں نہیں آنا چاہیے۔ چونکہ میں نے پہلے وضاحت کی ہے۔ مرکزی حکومت پنجاب کی خاطر جو بھی ہوگا۔ اس کی زراعت کے لیے کرے گی' اور وہ ہماری طرف سے یہ یقین ہونا چاہیے اور ان شاء اللہ اگر آپ کو کوئی شکوہ ہوگا' وہ شکوہ آئندہ نہیں رہے گا۔ یہ شکوہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ آپ مرکزی حکومت پر شاکی نہ ہوں۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد اعظم چیمہ صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ کس کی طرف سے ہے؟

وزیر قانون: رانا پھول محمد خان کی طرف سے یہ قرارداد ہے۔

رانا پھول محمد خان: یہ قرارداد میری طرف سے ہے۔

جناب سپیکر: اب میں چاہتا ہوں کہ اس قرارداد کو بغیر کسی تاخیر کے ہاؤس میں ووٹنگ کے لیے پیش کروں۔ اس کے بعد ہمارے ایجنڈے کی جو کارروائی ہے' اس کو باقاعدہ شروع کر سکیں۔

وزیر قانون: ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن نے کچھ ریمارکس میری ذات کے بارے میں دیے ہیں۔ ان کے بارہ میں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے فلور پر وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! تشریف رکھیں اور لاء منسٹر صاحب کو بات کرنے دیں۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ کیا ہے کہ وہ ہر وقت مداخلت کرتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! آپ فکر نہ کریں' آپ کے معاملات Take up ہوں گے۔ ج

لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن ——— (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: رانا صاحب! تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب بات کر رہے ہیں۔ ان کو بات کرنے دیں۔ رانا صاحب! آپ لاء منسٹر صاحب کو Interrupt نہ فرمائیں۔ (قطع کلامیاں) آپ فکر نہ کریں۔ رانا صاحب' آپ تشریف رکھیں۔ یہ یونہی بعض دفعہ ہمارے معزز رکن ایک غیر ضروری بات کے لیے ایوان کا وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ سردار صاحب! آپ ذرا اپنی Personal explanation پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا! ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن نے یہ فرمایا ہے کہ ہم———

جناب سپیکر: یہ میں سردار صاحب کے پیچھے بیٹھے پارلیمانی سیکرٹری صاحبان سے کہوں گا کہ وہ ہاؤس کے آرڈر کو maintain کرنے کے لیے چیئر کی مدد کریں۔

وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ڈپٹی قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ ہم اپنے مخالفین کے جو موگے ہیں' ان کو بند کر رہے ہیں اور چھوٹا کر رہے ہیں تو میں سردار صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ کل ان کی اور میری آپ کے چیمبر میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے رجھان پرند کے بارے میں کچھ معاملات مجھ سے کہے۔ آج ان کے ساتھ ہاؤس میں میری ملاقات ہوئی' انہوں نے چند اور امور کی طرف میری نشان دہی کرائی اور میں نے ان سے گزارش کی کہ میں ابھی اپنے محکمہ والوں کو بلا کر جو جو چیزیں آپ فرما رہے ہیں' ان کے بارے میں' میں آپ کو کوائف فراہم کرتا ہوں اور میں ہر قسم کی جس چیز کی بھی آپ کو ضرورت ہوگی' اس کے لیے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس دوران انہوں نے اس قسم کا کوئی موگہ بند ہونا اور موگہ چھوٹا ہونے کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ تو میں اپنی رہنمائی کے لیے ان کو یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کی کوئی چیز ان کے نوٹس میں ہو تو میں اس کو Welcome کروں گا۔ اگر کسی نے کوئی موگہ چھوٹا کیا ہے' یہ ان کے لیے نہیں بلکہ سارے معزز اراکین اپوزیشن کے لیے بھی اور حزب اقتدار کے لیے بھی ہے۔ ہم انتقامی کارروائی کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس قسم کا کوئی مسئلہ ہو تو وہ میرے نوٹس میں لائیں' اس کا میں ازالہ کروں گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ! تو اس معزز ایوان کی رائے یہ ہے:۔

کہ پنجاب میں عرصہ دراز سے 650 سرکاری ٹیوب ویلوں کے کنکشن محکمہ واپڈا نے کاٹ دیے ہیں' جس کی وجہ سے دھان کی پنیری و کپاس کی بجائی اور گنے کی پرورش اور چارہ کو پانی نہیں مل رہا۔ فصلیں خشک ہو چکی ہیں۔ کاشت کاروں کو ٹیوب ویل ٹیکس ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ مگر نصب شدہ ٹیوب ویلوں کے ایریا میں قحط کی سی صورت پیدا ہو چکی ہے۔ جس سے کاشت کار سخت پریشان ہیں۔ اس لیے بذریعہ قرارداد مرکزی حکومت سے استدعا کی جاتی ہے کہ فوری طور پر محکمہ واپڈا کو حکم جاری کرے کہ سکارپ اور دوسرے سرکاری ٹیوب ویلوں کے کنکشن بحال کیے جائیں۔ ان ٹیوب ویلوں کے بل محکمہ انہار نے ادا کرنے ہیں۔ کاشت کار کا اس ادائیگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(تحریک باتفاق رائے منظور ہوئی)

اب ہم غیر سرکاری کارروائی کو take up کرتے ہیں۔ سب سے پہلے جناب خالد لطیف کاردار صاحب کی ایک تحریک ہے۔ تو کاردار صاحب! اپنی تحریک پیش کریں۔

اراکین کی تنخواہوں اور بھتہ جات میں اضافہ

جناب خالد لطیف کاردار: جناب والا! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں:۔

کہ اس معزز ایوان کی یہ رائے ہے کہ افراط زر اور قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین کے بھتہ جات اور تنخواہوں میں پائی جانے والی تفاوت کے پیش نظر صوبائی اسمبلی پنجاب کے اراکین کی تنخواہوں اور بھتہ جات میں اضافہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

کہ اس معزز ایوان کی یہ رائے ہے کہ افراط زر اور قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین کے بھتہ جات اور تنخواہوں میں پائی جانے والی تفاوت کے پیش نظر صوبائی اسمبلی پنجاب کے اراکین کی تنخواہوں اور بھتہ جات میں اضافہ کیا جائے۔

(قرارداد باتفاق رائے منظور ہوئی)

مسودات قانون

مسودہ قانون میڈیکل کالجز میں بلا امتیاز جنس داخلہ' پنجاب مصدرہ 1989ء

جناب سپیکر: جناب خالد لطیف کاردار صاحب! آپ اپنا مسودہ قانون پیش کرنا چاہتے ہیں؟

جناب خالد لطیف کاردار: جی ہاں۔

جناب سپیکر: جی جناب خالد لطیف کاردار۔

MR LATIF KHALID KARDAR : With your permission Mr. Speaker, I would submit that the object.....

MR SPEAKER : You don't have its Urdu version.

ہم آپ کو اس کا اردو ورشن دے دیں؟

جناب خالد لطیف کاردار: جناب والا! یہ ایسی ٹرمیں ہیں کہ ان کا اردو ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

جناب سپیکر: یہ ایجنڈا آپ کے سامنے ہے' اور اس کا اردو ورشن آپ کے سامنے ہے۔

MR KHALID LATIF KARDAR : Would you kindly permit me to say the whole purpose will be frustrated.

اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی زبانی پڑھتا ہوں۔

ڈاکٹر شیلا جی چارلس: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! یہ انگلش ایسے بولتے ہیں جو ہمیں بھی نہیں سمجھ آتی اور شائد ان کے ممبروں کو بھی نہیں سمجھ آتی۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ چاہتے یہ ہیں کہ سمجھ کسی کو بھی نہ آئے اور بات ان کی بن جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب خالد لطیف کاردار: یہ جو بل بنے گا وہ انگریزی میں بنے گا' اردو میں تو نہیں بنے گا۔

The object of the act is to abolish the discrimination between the male and female students on the basis of sex in the admission to the medical school and colleges as male and female are equally needed in the medical profession in the modern society.

This Act may be called the Punjab Removal of Discrimination of Sex in Admission to Medical Colleges Act, 1989.

It extends to the whole of the Province of Punjab. It shall come into force at once and shall be deemed to have taken effect on and from the first day of November, 1988.

MR SPEAKER : You have to read the Title only. This you need not read. You have to read out the Title.

MR KHALID LATIF KARDAR : Sir, the Punjab introduce removal of Discrimination of Sex in Admission to Medical Colleges Bill, 1989.

MR SPEAKER : The Punjab Removal of Discrimination of Sex in Admission to Medical Colleges Bill, 1989, is introduced.

MINISTER FOR LAW : I oppose it, Sir.

MR SPEAKER : Kardar Sahib would you like to say something on it?

جناب خالد لطیف کاردار: جی ہاں۔

جناب سپیکر: جی فرمایے۔

MR KHALID LATIF KARDAR : Sir, this is moved with the permission of the honourable Speaker and I would like to

speak in English. This has been moved in order to remove the discrimination.....

ملک طیب خان اعوان: جناب والا! یہ زبان تو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمیں ہاؤس سے باہر نکال دیں یا انہیں برطانیہ بھیج دیں۔ تاکہ وہ سمجھ سکیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے۔

(قطع کلامیاں)

MR KHALID LATIF KARDAR : This Bill has been moved in order to remove the discrimination which exist between the male and female sexes.

جناب سپیکر: آرڈر پلیز! خان صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ: (جناب سعید اکبر خان) جناب میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں' کہ میرے اکثر دوستوں کو کاردار صاحب کی انگلش سمجھ نہیں آتی۔ میری اس میں ایک تجویز ہے کہ جناب شاہ نواز چیمہ صاحب کو لگا دیں تاکہ وہ اس کا ترجمہ ساتھ ساتھ کرتے جائیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: کاردار صاحب! آپ اردو بول سکتے ہیں۔

جناب خالد لطیف کاردار: جناب! جیسے آپ کہتے ہیں' لیکن میں ٹوٹی پھوٹی اردو بولتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ یہ ایک رفاہ عامہ کا کام کریں۔

جناب خالد لطیف کاردار: ٹھیک ہے۔ جناب والا! میں اردو میں بولتا ہوں۔ جناب اس بل کا مقصد یہ ہے۔

ایک معزز ممبر(حزب اقتدار): جناب والا! فاضل ممبر سے کہیں کہ وہ اردو میں بات کریں۔

جناب سپیکر: اب بات طے ہو گئی کہ وہ اردو میں بولیں گے۔ جی فرمایئے۔

ایک معزز ممبر(حزب اقتدار): جناب والا! یہ اردو میں بولیں' کیونکہ ماشاء اللہ یہ اردو بڑی اچھی

بولتے ہیں۔ آج انہوں نے بڑی اچھی اردو بولی ہے۔ اور ہمیں بڑی پسند آئی ہے' لیکن بدبختی یہ ہے کہ ان کی انگریزی کی سمجھ نہیں آتی' یہ ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے یہ پتھر مارتے ہیں اور انگریزوں کی روحیں بھی روتی ہیں۔

جناب سپیکر: یہ بات طے ہو چکی۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب خالد لطیف کاردار: جناب والا! عرض یہ ہے کہ پنجاب میں میڈیکل کالجوں میں male and female کے داخلے کے سلسلے میں discrimination exist کرتی ہے۔ اسلام وہ چیز ہے' جس نے عورتوں کو ایسا status دیا ہے جو ملک میں یا کسی دین میں نہیں ملتا۔ ایک تو یہ مقصد ہے' دوسرا یہ مقصد ہے کہ اسلام میں یہ ناانصافی ہے کہ آپ مختلف لسٹیں بنائیں male and female میرٹ کے لیے رکھیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک جو female student ہے' اگر اس نے آٹھ سو مارکس حاصل کیے ہیں تو داخلہ نہیں لے سکتی۔ اس کے مقابلے میں اگر male student نے پانچ سو مارکس حاصل کیے ہیں تو وہ داخلہ لے سکتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ دو مختلف لسٹیں بنائی گئی ہیں اور دو میرٹ رکھے گئے ہیں' تو جناب والا! یہ سراسر ناانصافی ہے جو کہ اسلام میں یہ چیز جائز نہیں اور جبکہ پاکستان کا نام اسلامی ری پبلک ہے اور پاکستان اس لیے معرض وجود میں آیا ہے کہ یہاں سنی اور اسلام کے مطابق قوانین بنائے جائیں۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ جو تفریق ہے' یہ اسلام کے منافی ہے اور انصاف کے تمام اصولوں کے منافی ہے۔

جناب والا! تیسری یہ بات ہے کہ آج دنیا میں دوسرے ممالک میں male and female کو ہر جگہ برابری دی جا رہی ہے۔ لیکن اس ملک میں' پنجاب میں یہ نہایت ہی افسوس ناک چیز ہے کہ ہماری بہنیں میڈیکل کالجوں میں اس لیے داخلہ نہیں لے سکتی کیونکہ وہ female ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ آرٹیکل 24 کی کلاز 2 یہ قطعاً" اجازت نہیں دیتی کہ sex کی بنیاد پر discrimination کی جائے۔ شکریہ!

جناب سپیکر: کیا وزیر قانون اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! جہاں تک اس بل کا تعلق ہے اور جن باتوں کا اظہار میرے بھائی جناب لطیف کاردار نے کیا ہے' ان باتوں سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ ہم خواتین کا احترام کرتے

ہیں' انہیں یہ بتانے کی قطعاً" کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انہیں کسی خاتون نے جنم دیا ہے یا خاتون کا احترام میرے دل میں پیدا کرنے کے لیے ان کو کسی قسم کی سفارش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہ جو ایک بل لانا چاہتے ہیں' اس میں حکومت کو انتظامی طور پر کچھ مسائل اور دشواریوں کا سامنا ہے۔ جناب والا! پہلے میڈیکل کالجوں میں خواتین کی سیٹیں 50 فیصد بھی نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ اس سے بھی کم ہوتی تھیں' پھر باقاعدہ ایک میٹنگ ہوئی' ایڈمنسٹریٹیو طور پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس کو 50 فیصد سیٹیں دے دی جائیں' اصل میں جناب والا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ستر فیصد ہسپتال یا سنٹر یا بیسک ہیلتھ یونٹ وغیرہ ہیں' وہ دیہاتوں میں واقع ہیں' ہماری خواتین ابھی اتنی ایڈوانسڈ نہیں ہوئی ہیں کہ وہ ڈاکٹر کے طور پر وہاں جا کر اکیلی رہ سکیں۔ جناب والا! ہوتا یہ ہے کہ جن خاتون کو بھی دیہات میں بھیجا جاتا ہے۔ وہ وہاں جانے سے انکار کر دیتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں نہ تو خاتون ڈاکٹر میسر آتی ہے اور نہ ہی کوئی مرد ڈاکٹر میسر آتا ہے اور اکثر ڈاکٹر خواتین شادی کے بعد ڈاکٹر کے پیشہ کو بھی ختم کر دیتی ہیں' تو یہ عملی طور پر کچھ ایڈمنسٹریٹیو قسم کی مشکلات تھیں' جن کی وجہ سے ہم اس بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ورنہ خواتین کا ہم احترام کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ان کے حقوق کا ہر طریقے سے تحفظ کیا جائے۔ جناب والا! ویسے بھی آئین کے آرٹیکل 22 اور آرٹیکل نمبر25 کے تحت پہلے خواتین کو یہ تحفظ حاصل ہے کہ ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا اور اس وجہ سے آرٹیکل نمبر92' 94 اور 95 کے تحت خواتین نے سپریم کورٹ میں باقاعدہ ایک رٹ بھی دائر کی ہوئی ہے' جس کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا' اگر اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو وہ تو ویسے بھی لاگو ہوگا' لیکن جناب والا آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور اس بات پر پھر میں اصرار کروں گا کہ اس وقت بھی جن خواتین کی دیہاتی علاقوں میں پوسٹنگ کی ہوئی ہے' ان میں سے اسی فیصد نے دیہاتوں میں جانے سے انکار کیا ہوا ہے اور وہ سیٹیں ابھی تک خالی پڑی ہوئی ہیں اور فاضل ممبر بتائیں کہ ہم اس کا کیا علاج کر سکتے ہیں۔ فرض کریں کہ اگر نوے فیصد خواتین میرٹ پر ڈاکٹر بن جاتی ہیں' تو پھر تو ہمارے دیہاتی علاقوں کے سارے کے سارے ہسپتال خالی ہو جائیں گے۔ یہ ایڈمنسٹریٹیو مسئلہ ہے اور عوام الناس کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے' ہمیں ایسا کرنا پڑ رہا ہے' اور یہ ایسا نہیں ہے کہ خدا نخواستہ ہم خواتین کے حقوق کو پامال کرنا چاہتے

ہیں۔ تو جناب والا! ان گزارشات کے ساتھ میں اس ایوان سے یہ اپیل کروں گا کہ اس بل کو نامنظور کیا جائے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: حضور! اس پر میں مزید کسی ڈیبیٹ کی اجازت نہیں دیتا اس پر میں سوال کروں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ:

"مسودہ قانون میڈیکل کالجز میں بلا امتیاز جنس داخلہ پنجاب مصدرہ 1989ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

بیگم فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! یہ بل خواتین کے لیے پیش کیا گیا تھا اور ہم نے اس کو حکومتی بنچوں کے ساتھ مل کر فی الحال مسترد کیا ہے۔ لیکن میں عورت ہونے کے ناتے اور تمام عورتوں کی طرف سے حکومت سے درخواست کروں گی کہ جس طرح نصر اللہ دریشک صاحب نے بھی فرمایا کہ اس میں کچھ انتظامی امور ہیں، جن کا وہ جائزہ لے کر اس بل کو پھر ٹیک اپ کریں گے اور اس یقین دہانی کے ساتھ ہم ان کے ساتھ ہیں اور خواتین کی نمائندگی کے طور پر میں درخواست کرتی ہیں کہ حکومت اس بل کے انتظامی امور کو جتنی جلدی ہو سکے کوئی راستہ نکال کر اس کو پھر پیش کرے۔

جناب نذر حسین کیانی: ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: چودھری وصی ظفر اپنا بل پیش کریں۔ (قطع کلامیاں)

میں وصی ظفر صاحب کو اپنا بل پیش کرنے کی اجازت دے چکا ہوں۔

جناب فضل حسین راہی: ☆

جناب سپیکر: یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت آپ کا جی چاہے آپ بولنا شروع کر دیں، جس وقت آپ کا جی چاہے آپ cross talk کریں۔ جس وقت آپ کا جی چاہے، آپ hout

☆ ☆ ☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

کریں اور جس وقت آپ کا جی چاہے' آپ کھڑے ہو جائیں۔ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ اس سلسلے میں آپ تشریف رکھیں۔ یہاں آپ کے پرائیویٹ ممبرز ڈے میں لوگ اپنے مسودات قانون پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کو agitate کرتے ہوئے سن چکا ہوں۔ اس لیے میں یہ مسودات قانون پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جناب وصی ظفر مسودہ قانون پیش کریں۔

جناب فضل حسین راہی : ☆ ☆ ☆

باجی نصرت رشید : ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: میرا تو فیصلہ کوئی نہیں ہے۔

باجی نصرت رشید : ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: ڈویژن کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں۔ اس پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ وصی ظفر صاحب آپ اپنا بل پیش کریں۔

باجی نصرت رشید : ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: بی بی میں آپ کے ڈویژن کے Claim کو رد کر چکا ہوں۔ بی بی آپ تشریف رکھیں۔ ڈویژن کے مطالبے کو میں منظور نہیں کرتا۔ (قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ میں اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ووٹنگ کے طریقہ کار میں ڈویژن Claim کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس میں جس وقت محرک کو بھی یہ یقین ہو کہ ووٹنگ کا فیصلہ جو ہے اس میں کچھ ابہام ہے اور چیئر کو بھی اس میں کچھ ابہام نظر آئے تو چیئر ڈویژن کے مطالبے کو منظور کرتے ہوئے ڈویژن کا کہہ سکتی ہے' لیکن یہ جو میں سامنے اس وقت ووٹنگ ہوئی ہے' اس پر میں فیصلہ دے چکا ہوں اور میں اپنے فیصلے پر Stand کرتا ہوں' کہ مجھے کوئی Confusion نہیں ہے۔ یہ ووٹنگ ہو چکی ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اس لیے میں ڈویژن کے مطالبے کو مسترد کرتا ہوں اور وصی ظفر صاحب کو کہتا ہوں کہ وہ اپنا بل پیش کرنے کی اجازت چاہیں۔

جناب فضل حسین راہی : ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

میاں منظور احمد موھل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی میاں منظور احمد موھل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

میاں منظور احمد موھل: جناب والا! جب آپ نے Clear cut ایک فیصلہ کر دیا ہے تو پھر

☆ ☆ ☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

میرے فاضل دوست جو راہی صاحب ہیں' وہ کیوں اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر Valid ہے اور چیئر کے فیصلے کے بعد اس پر مزید بحث و تمحیص نہیں ہونی چاہیے۔

جناب فضل حسین راہی : ☆ ☆ ☆

مسودۂ قانون (ترمیم) تحدید کرایہ شہری پنجاب' مصدرہ 1989ء

چودھری محمد وصی ظفر: میں جناب یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"مسودہ قانون (ترمیم) تحدید کرایہ شہری پنجاب مصدرہ 1989ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"مسودہ قانون" (ترمیم) تحدید کرایہ شہری پنجاب مصدرہ 1989ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ تو اس پر وصی ظفر صاحب آپ کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں نے یہ جو ترمیمی بل قانون کرایہ داری پیش کیا ہے۔ اس پر میں نے گزارش کی ہے کہ دفعہ 15 کی------یہ جناب اردو کی Terms آتی نہیں ہے۔ اگر کہیں تو انگلش میں بول دوں۔

جناب سپیکر: بہتر یہی ہے کہ اردو میں اس کی سب کو سمجھ آئے گی۔ آپ بہت اچھی اردو بولتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! ہنگامی قانون ششم کی ذیلی دفعہ (7) میں تبدیلی کی جائے کہ جو بھی فیصلہ قانون کرایہ داری کی اپیل میں ہو' اس کے تیس دن کے اندر ایک دوسری اپیل یعنی سیکنڈ اپیل ہائی کورٹ میں دائر کرنے کی اجازت دی جائے اور اس طرح اس کی جو ذیلی دفعہ 8 ہے اس کی تبدیلی کی جائے اور اس کی جگہ نئی دفعہ ڈالی جائے کے تحت کنٹرولر جو بنیادی طور پر رینٹ کنٹرولر سنتا ہے کے حکم کو ماسوائے اس صورت' کہ ہنگامی قانون ہذا کے تحت اہتمام کیا' کسی عدالت میں بذریعہ مقدمہ ہذا دیگر چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

جناب والا! اس میں مسئلہ یہ ہے کہ مکان کرایہ پر وہ دیا جاتا ہے جبکہ مالک مکان کے پاس خود ایک فالتو مکان اپنے رہنے کے لیے ہو اور کرایہ پر مکان وہ شخص حاصل کرتا ہے' جس کے پاس اتنی استطاعت و بساط نہ ہو اور سر چھپانے کے لیے وہ کچھ نہ کچھ ماہوار ادا کر کے دوسرے شخص کے فالتو مکان میں رہتا ہے۔

جناب سپیکر: ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

ہماری اس Sitting کا وقت ساڑھے آٹھ بجے سے لے کر ڈیڑھ بجے تک ہے۔ اس وقت میں جو

کچھ ہمارے پروگرام میں شامل ہے' اس کے مطابق عمل ہوگا۔ ڈیڑھ بجے وقت ختم ہو رہا ہے۔ اب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو اگلے ورکنگ ڈے پر رکھ لیا جائے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ دو منٹ کی بات ہے' یہ کام ختم ہو جائے گا۔ یہ کون سا پاس ہونا ہے۔

جناب سپیکر: اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ یہ پانچ منٹ میں ختم کر لیں گے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جی ہاں' میں صرف پانچ منٹ میں بات ختم کر لوں گا۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب کے کہنے پر ہم ہاؤس کو دس منٹ کے لیے extend کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اس وقت جو کرایہ داری کے متعلق قانون موجود ہے۔ اس میں کرایہ داروں کی بہت بڑی حق تلفی ہے۔ وہ مالک مکان کے حق میں جاتا ہے۔ کرایہ دار فالتو مکان میں رہتا ہے اور مالک مکان اس کا مفاد اٹھاتا ہے۔ اس کو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ کورٹ کے بعد ہائی کورٹ میں اپیل کر سکے۔ جب سے یہ قانون کرایہ داری بنا ہے اس میں یہ موجود تھا۔ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی پروویژن موجود تھی' لیکن اس کو بیک جنبش قلم ختم کر دیا گیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ من مانیاں ہوتی ہیں۔ اس سے نہ صرف اقربا پروری بلکہ رشوت ستانی کا بازار بھی گرم ہوتا ہے۔ کرایہ دار کو اعلیٰ عدالتوں میں جانے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ ہائی کورٹ ایک اعلیٰ فورم ہے۔ کم از کم ہائی کورٹ تک جانے کی کرایہ دار کو اجازت ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز جی چودھری محمد وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر: کرایہ دار بالخصوص رہائش کرایہ دار جو کہ عام طور پر ایک غریب آدمی ہوتا ہے۔ اگر کوئی مارکیٹیں بناتا ہے تو وہ بھی کوئی سرمایہ دار اور اگر کوئی فالتو گھر بناتا ہے تو وہ بھی کوئی سرمایہ دار۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ غریب آدمی کی حق تلفی ہوتی ہے۔ غریب آدمی کی داد رسی کے لیے اور ایک عام آدمی کی داد رسی کے لیے یہ ضروری ہے کہ قانون کرایہ داری میں ترمیم کر کے کرایہ دار کو ڈسٹرکٹ جج کے بعد ہائی کورٹ میں دائر کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ مفاد عامہ کا ہے۔ انصاف فراہم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے اور مفاد عامہ کے تحت یہ مناسب ہوگا کہ

اس کو مخالفت برائے مخالفت کرتے ہوئے کہ یہ اپوزیشن کا بل ہے' یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ مفاد عامہ کے بارے میں ہے اور اس کے کیا دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔ ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ اس بل کو منظور کیا جائے اور کرایہ داروں کو دوسری اپیل کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! یہ ایک ایسا قانون بنا لیا گیا تھا کہ کرایہ دار اور مالک مکان کے درمیان ایک اچھا ماحول پیدا کیا جائے اور اس سلسلہ میں اس قانون کو بہت سراہا گیا ہے۔ اس سے غیر ضروری مقدمہ بازی ختم ہو چکی ہے۔ جہاں تک میرے فاضل بھائی کا یہ فرمان ہے کہ کرایہ داروں کو ہائی کورٹ میں دوسری اپیل کی اجازت دی جائے۔ اس وقت بھی دفعہ 199 کے تحت ان کو رٹ کرنے کی سہولت حاصل ہے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اگر اس طرح ہم نے ان کو دوسری اپیل کی اجازت دی تو سپریم کورٹ میں تیسری اپیل کی خود بخود اجازت مل جائے گی اور پھر یہ ہوگا کہ جو مالک مکان اور کرایہ دار کے درمیان ایک اچھا ماحول پیدا ہو چکا ہے اور قانون کے ڈر کی وجہ سے وہ بیٹھ کر ایک دوسرے سے طے کر لیتے ہیں۔ دو سال کے بعد تھوڑا سا کرایہ بڑھا دیا اور معاملہ چلتا رہا۔ پھر یہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ جو بھی کرایہ دار ایک دفعہ گھستا ہے' اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ مقدمہ بازی میں پڑ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مالک مکان بن جائے اور اس سے جو طاقتور لوگ ہیں' جو پیسے والے لوگ ہیں اور جو جائیدادوں والے لوگ ہیں' اور جو مؤثر لوگ ہیں ان کو نقصان نہیں پہنچتا' بلکہ یتیموں' بیواؤں کو اور ایسے لوگوں کو جن کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا' کہ اپنا بڑا مکان کرائے پر دے دیا' خود کسی چھوٹے مکان میں رہ لیا کہ ہم اس طریقے سے گزارا کر سکیں گے۔ ان لوگوں کے لیے غیر ضروری مقدمہ بازی بڑھے گی۔ اس لیے میں اس بل کی مخالفت کرتا ہوں اور میں گزارش کرتا ہوں کہ اسے مسترد کیا جائے۔ شکریہ!

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! سردار صاحب وزیر قانون ہیں اور وزیر قانون کو جناب والا! ایسی بات نہیں کرنی چاہیے writ jurisdiction تو بڑی محدود Jurisdiction ہے۔ انہوں نے اپیل کورٹ کے ساتھ ملا کے ویسے ہی لاقانونی باتیں کر دی ہیں۔ writ Jurisdiction ایک مخصوص Jurisdiction ہے اور مخصوص حالات میں عمل میں آتی ہے۔

میاں منظور احمد موھل : جناب والا پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا میں آپ کو متعلقہ رول بتانا چاہتا ہوں یہ 74 (3) ہے۔ If a motion for leave to introduce a Bill is opposed

اب یہ اپوز ہوئی تھی۔

the Speaker, after permitting, if he so thinks fit, a brief explanatory statement by the member seeking leave and by the member or the Minister opposing it, may without further debate put the question.

اس پر مزید بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر : یہ صحیح ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ اس پر مزید بحث نہیں ہو سکتی۔ اور ب سوال یہ ہے کہ مسودہ قانون (ترمیم) تحدید کرایہ شہری پنجاب مصدرہ 1989ء پیش کرنے کی ت دی جائے۔ جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں اور جو اس کے خلاف ہیں وہ ۔" کہیں۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

زیر قانون : جناب والا میری ایک گزارش ہے کہ پرسوں شام کو سیشن کر لیں۔ پرسوں بحث کا ن ہے اور سب لوگ شام کو آسانی سے آ سکیں گے۔

ناب سپیکر : تو اجلاس کی کارروائی پرسوں 13 جون 1989ء شام 5.00 بجے تک کے لیے ملتوی وتی ہے۔

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

منگل، بدھ 13-14 جون 1989ء

(سہ شنبہ، چہار شنبہ، 8 - 9 ذیقعد 1409ھ)

جلد 6 —— شمارہ 6 - 7

(بشمول شمارہ جات 1 تا 23)

مندرجات

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور اس کا ترجمہ ---------- 455

صدر نشینوں کی جماعت کی تشکیل ---------- 456

پوائنٹ آف آرڈر:

سرکاری ٹیوب ویلوں کے بجلی کے کنکشنوں کی بحالی ---------- 459

مسئلہ استحقاق:

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام

منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر موثر اور ختم کرنے کی کوشش (.....جاری) ---------- 468

میزانیہ بابت 90 - 1989ء پر بحث کا آغاز ---------- 487

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

منگل 13- جون 1989ء

(سہ شنبہ 8- ذیقعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 5 بج کر 50 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

سورۃ الصف آیت 1 تا 6

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی کا باعث ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرتے نہیں۔ بے شک اللہ ان مجاہدوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر جنگ کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم! تم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور یاد کرو جب حضرت عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا۔

اے بنی اسرائیل۔ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے قبل آئی ہے اور اپنے بعد آنے والے رسول کا مژدہ سنانے والا ہوں جس کا نام نامی احمد ہوگا۔ پس جب وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر جلوہ گر ہوا تو انہوں نے کہا یہ تو واضح جادو ہے۔ وما علینا الا البلاغ○

صدر نشینوں کی جماعت کی تشکیل

سیکرٹری اسمبلی : قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے قاعدہ 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے رواں اجلاس کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل حسب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی نظرثانی شدہ جماعت تشکیل فرمائی ہے:

1- رانا پھول محمد خان۔

2- میاں محمد شہباز شریف۔

3- جناب پرویز صالح

4- ڈاکٹر شیلابی چارلس۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر میرا نکتہ اعتراض یہ ہے کہ میں کافی عرصہ سے سوچتا رہا ہوں اور آج میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اس نکتے کو بتاؤں کہ مسلمہ روایات کے تحت جناب سپیکر ننگے سر کرسیٔ صدارت پر نہیں بیٹھ سکتے۔ اس کے لیے میں گزارش کروں گا کہ آپ نے قبا زینت پہنی ہوئی ہے جسے گاؤن کہتے ہیں۔ یہ تو Graduation کی نشانی ہے لیکن سپیکر کے لیے Graduate ہونا ضروری نہیں۔ اس کے باوجود اس کو قبا زینت اس کے منصب کے تحت پہننی پڑتی ہے۔ اس سے قبل اس کے آگے Mace بھی چلتا تھا۔ اگلے سپیکر جو انگریزوں کی یادگار ہے وہ لوگ پہنتے ہیں چونکہ ہم لوگ کو غیر اسلامی انگریزوں کی ایک روایت سمجھتے ہیں اس کے متبادل ہمیں اپنا سر ڈھانپنے کے لیے کوئی رومال، ٹوپی، پگڑی یا اس قسم کی کوئی چیز پہننی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں جتنی دیر آپ ننگے سر بیٹھیں گے ہاؤس Out of order ہوگا۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! کیا آپ اس کا جواب دینا چاہتے ہیں؟ کیونکہ میرا ایک نیا نکتہ اعتراض ہے۔

جناب سپیکر: اس پر سردست میں کوئی رولنگ نہیں دینا چاہتا۔

میاں منظور احمد موہل: میرا نکتہ اعتراض یہ ہے کہ کل میں نے یہ نکتہ اٹھایا تھا (مداخلت)

پرسوں کہہ لیجئے۔ یہ چھیڑنا چاہتے ہیں بہرحال' میں بردباری سے کام لوں گا۔ فاروق صاحب بحیثیت پارلیمانی سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے' وہ پینل آف چیئرمین میں نمبر ایک پر تھے۔ میں نے کہا تھا کہ پارلیمانی سیکرٹری صدارت نہیں کر سکتا۔ یہاں پر کہا گیا تھا کہ سپیکر صاحب نے فیصلہ دیا ہوا ہے کہ وہ صدارت کی کرسی پر بیٹھ سکتے ہیں۔ اس پر آج آپ فیصلہ کریں' کیونکہ پینل میں یہ جو تبدیلی آئی ہے' یہ اسی وجہ سے آئی ہے کہ جب جناب نے پینل بنایا تھا' اس وقت یہ ممبر تھے۔ بعد میں یہ پارلیمانی سیکرٹری بنے۔ لیکن جناب ان کو صدارت کے لیے بٹھا کر گئے۔ کیا میرا وہ پوائنٹ آف آرڈر درست ہے یا کہ جو یہ کہتے تھے کہ سپیکر صاحب نے کہا ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری بیٹھ سکتا ہے اور صدارت کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ اس پر جناب والا ارشاد فرمائیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر تھا۔ اس پر جناب سپیکر نے رولنگ دی تھی۔

جناب سپیکر: آپ نے بھی اس بات کی نشان دہی کی تھی اور رانا پھول خان صاحب اور نوابزادہ صاحب نے بھی اس کی نشان دہی کی تھی اور اس پر یہ ایک فیصلہ ہی ہے جس کا آج اعلان ہوا ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری پینل آف چیئرمین پر نہیں آ سکتے۔ (نعرہ ہائے تحسین) تو اس وجہ سے پینل آف چیئرمین پر آج نظرثانی کی گئی ہے اور سیکرٹری صاحب نے اس کو ٹھیک طریقے سے نہیں پڑھا۔ اس میں سے چودھری محمد فاروق صاحب اور لطیف مغل صاحب دونوں پارلیمانی سیکرٹری ہوگئے ہیں۔ پہلے ان کا نام پینل آف چیئرمین کی فہرست پر آیا تھا اور اس کے بعد یہ پارلیمانی سیکرٹری ہوگئے ہیں۔ اب ان کی جگہ پر رانا پھول محمد خان صاحب اور میاں شہباز شریف صاحب دونوں بالترتیب پینل آف چیئرمین پر آئیں گے اور باقی صاحبان' جناب پرویز صالح صاحب اور ڈاکٹر شیلابی چارلس بدستور پینل آف چیئرمین پر موجود ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جن کے نام آپ پینل آف چیئرمین پر لے آئے ہیں۔ شاید وہ بھی پارلیمانی سیکرٹری بن جائیں اور ان کی آرزو بھی پوری ہو جائے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! بجٹ پر عام بحث میں زیادہ سے زیادہ اراکین کو بولنے کا

موقع ملنا چاہیے اور خوش مزاجیوں اور بذلہ سنجیوں کا سلسلہ تقریروں کے دوران منقطع ہونا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ اراکین اپنے علاقے کے مسائل پیش کر سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ شاہ صاحب۔ ہم یہ بات پہلے بھی طے کر چکے تھے' جب ضمنی بجٹ پر بحث ہوئی تھی کہ بجٹ پر بحث کے وقت مداخلتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ لیکن اس بات پر پوری طرح عمل نہ ہوسکا۔ آج میرے پاس حزب اختلاف کے چار معزز ممبران تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ آج ان کی پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ ہوئی ہے اور انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ حزب اختلاف کی طرف سے آپ چار صاحبان جائیں اور سپیکر صاحب سے مل کر آپ بات کریں کہ ہم نے اپنی پارٹی کے اندر یہ فیصلہ کیا ہے کہ بجٹ پر بحث کے لیے وقت کی حد بھی مقرر ہو جانی چاہیے' اور اس کی پابندی ہونی چاہیے' اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی مداخلت' پوائنٹ آف آرڈر کی صورت میں' cross talk کی صورت میں یا shouting کی صورت میں نہیں ہونی چاہیے۔ انہوں نے حزب اختلاف کی طرف سے مجھے یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ ہم کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کریں گے' نہ Cross talk کریں گے اور نہ ہی کسی قسم کی shouting کریں گے۔ یہ ہماری طرف سے فیصلہ ہے اور مجھے انہوں نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں آپ سے بھی یہ توقع کروں اور آپ سے یہ عرض کروں کہ حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی آپ انہی جذبات کے ساتھ ایوان میں بیٹھیں اور بحث میں حصہ لیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ صاحبان میری اس درخواست پر عمل کریں گے کہ بجٹ کے دوران ماحول بالکل پُر امن رہنا چاہیے اور اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ایک طرف سے ایک شخص اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہیں تو دوسری طرف کے لوگوں کو اگر وہ بات اچھی نہیں لگتی' ناگوار گزرتی ہے یا انہیں وہ بات پسند نہیں' ان کے جذبات وقتی طور پر مجروح بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ تھوڑا صبر اور حوصلے سے کام لیں اور جس وقت ان کی تقریر کرنے کی باری آئے تو وہ اس سے اختلاف کر سکتے ہیں' وہ اس کے برعکس بات کر سکتے ہیں اور وہ اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتے ہیں۔ تو اس میں تھوڑا حوصلہ کرنے کی بات ہے۔ رانا صاحب' تشریف رکھیے اور اس کے بعد آپ کھل کر

اپنی بات کر سکتے ہیں۔ اس میں ایک چیز ضروری ہے کہ آپ جس بھی انداز میں اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہوئے بات کرنا مناسب سمجھیں' لیکن دوسروں کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے بات کریں۔ ذاتی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اگر ذاتی باتیں ہوں گی تو پھر اس بات پر عمل درآمد ہونا مشکل ہو جائے گا۔ اگر ذاتی کیچڑ اچھالا جائے گا تو پھر اس بات پر عمل درآمد ہونا مشکل ہو جائے گا۔ ہاں' آپ پالیسیوں پر بحث کیجئے۔ آپ بھی پالیسیوں کو زیر بحث لائیں اور آپ بھی۔ جس انداز میں آپ کا جی چاہتا ہے۔ تو مجھے توقع ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس ایوان کے وقار میں اضافہ کریں گے۔ اس دفعہ بجٹ پر بحث پنجاب اسمبلی میں ایک مثالی بحث ہوگی (نعرہ ہائے تحسین)۔ میں آپ کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان میں سے جو بھی بات کرنا چاہیں گے' چاہے مجھے ڈبل سیشن کرنے پڑے میں انشاء اللہ تعالیٰ سب کو بات کرنے کا موقع دوں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) جی رانا صاحب۔

الحاج رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! حزب اختلاف کی طرف سے یہ ایک عظیم فیصلہ ہے اور ہم انشاء اللہ انہیں یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم چاہے حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہوں یا حکومتی بنچوں سے' ہم پنجاب اسمبلی کی پارلیمانی روایات کے مطابق انشاء اللہ اس کو ایک مثالی اسمبلی ثابت کریں گے۔ لیکن اس میں ایک چیز رکاوٹ ہے۔ جہاں تک ضمنی بجٹ پر بحث کا تعلق ہے' اس میں بجٹ پر بحث نہیں ہوئی۔ وہ صرف بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف صاحب پر بحث ہوتی رہی ہے۔ اگر ہمارے ارکان کو مرکز پر کوئی اعتراض کرنا ہے تو انہیں چاہیے کہ بے نظیر صاحبہ کا نام لینے کی بجائے مرکزی حکومت کا نام لیں اور حزب اختلاف کو چاہیے کہ وہ صوبائی حکومت کا نام لیں۔ جب ذاتیات پر بات آتی ہے تو پھر آپ کو علم ہی ہے کہ اس میں کچھ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اتنی احتیاط کر لیں کہ میاں نواز شریف کی بجائے صوبائی حکومت کا نام لیں' اعتراض کریں' نکتہ چینی کریں' تو ہم اس کی بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔ اگر ہم بے نظیر صاحبہ کا نام لیں تو انہیں بھی محسوس ہوتا ہے اور ہمیں بھی نام نہیں لینا چاہیے۔

جناب سپیکر: شکریہ رانا صاحب۔

پوائنٹ آف آرڈر

سرکاری ٹیوب ویلوں کے بجلی کے کنکشنوں کی بحالی

الحاج رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ

پرسوں اس ایوان نے میری ایک قرارداد منظور کی اور مرکزی حکومت سے استدعا کی کہ سرکاری ٹیوب ویلوں کے جو بجلی کے کنکشن کاٹ دیے گئے ہیں ان کو بحال کیا جائے۔ ہے تو یہ میری تحریک استحقاق۔ اس ایوان نے میری قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملتان میں تین سو کے بجائے کل چھ سو کنکشن کاٹ دیے گئے ہیں جبکہ صوبائی حکومت نے وہ رقم بھی ادا کر دی ہے۔ آپ دیکھیں' ابھی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ یہ ہمارا سب کا مسئلہ ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: تھوڑا سا سن لیں۔

الحاج رانا پھول محمد خان: حضور! پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: بس یہی مسئلہ ہے' آپ کا یہی مسئلہ ہے۔ آپ ذرا بات سن لیں بس اتنی ہے۔ قطع کلامیاں' شور)

الحاج رانا پھول محمد خان: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے اور پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے انہیں میرے پوائنٹ آف آرڈر کا احترام کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر: جناب جاوید صاحب! میں نے رانا صاحب کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں کر سکتے۔

جناب جاوید محمود گھمن: بجٹ بحث میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی فیصلہ ہوا ہے۔ (قطع کلامیاں)

الحاج رانا پھول محمد خان: آپ سن تو لیں میں کہنا کیا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! میں کسی پر اعتراض نہیں کر رہا۔ میری صرف اتنی گزارش ہے کہ اس ایوان کی متفقہ قرارداد پر مرکزی حکومت کو فوراً" غور کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ اس کو میں مسترد کرتا ہوں۔

الحاج رانا پھول محمد خان: جناب والا! میری گزارش صرف اتنی تھی کہ آپ بذریعہ ٹیلیگرام وزیراعظم' وزیر آبپاشی و قوت برقی اور سپیکر قومی اسمبلی کو قرارداد کا مضمون بھیج دیں تاکہ اس پر عمل ہو سکے اور میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ لیکن جناب کی بات جائز ہو سکتی ہے۔ آپ کی بات صحیح ہو سکتی ہے اور اگر اس میں وزیر قانون اور لیڈر آف دی اپوزیشن چاہیں کہ یہاں ایک قرارداد پاس ہوئی ہے۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور مرکزی حکومت کو کوئی ٹیلیگرام دینے کی ضرورت ہے یا ان کو یادداشت دینے کی ضرورت ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

سردار شوکت حسین مزاری: جناب سپیکر! اگلے روز بھی یہ مسئلہ یہاں پیش ہوا تھا اور میں نے اپنے بنچوں کی طرف سے یہ وضاحت کی تھی کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی یہ کوئی سوچ نہیں کہ وہ جان بوجھ کر بجلی کے صارفین اور کاشتکاروں کو اس موقع پر تنگ کیا جائے۔ کل میں قومی اسمبلی کے اجلاس میں جا کر بیٹھا اور میں نے ولی خان صاحب کی تقریر سنی انہوں نے اس میں ایک بہت اعلیٰ نقطہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے سیاسی پارٹیوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کوئی سیاسی پارٹی یہ کبھی نہیں چاہتی کہ وہ عوام کو نقصان پہنچائے۔ کاشتکاروں کو نقصان پہنچائے۔ اگر کسی کا ذاتی فعل ہے اور میں اپنے بنچوں کی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ ان کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کیا آپ کو رانا صاحب کی تجویز سے اتفاق ہے۔ کہ آپ مشترکہ ٹیلیگرام وفاقی حکومت کو دے دیں کہ ایسا ہو رہا ہے؟

رانا شوکت محمود: مزاری صاحب آپ کو بتا رہے ہیں کیونکہ یہ کل گئے تھے۔

جناب سپیکر: آپ کی اس بارہ میں کیا رائے ہے؟

سردار شوکت حسین مزاری: جناب والا! ہمیں پہلے یہ بتایا جائے کہ ان کو کس نے اطلاع دی ہے کہ وہاں ٹیوب ویلز کے کنکشن کاٹے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: درست ہے۔ وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں کل ملتان گیا تھا اور وہاں سے میں راجن پور گیا تھا۔ وہاں میں نے اپنے سکارپ کے آفیسرز کی میٹنگ بلائی تھی اور میں نے ان سے کہا تھا کہ فیڈرل منسٹر نے احکامات جاری کر دیے ہیں۔ آپ فوری طور پر اپنے ٹیوب ویلز پہلے تو میں نے ان سے پوچھا کہ جو ٹیوب ویلز کے کنکشن کاٹے گئے تھے لگنے شروع ہو گئے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک بھی ہمارا ٹیوب ویل Connect نہیں ہوا۔ ان کو میں کہہ کر گیا تھا کہ آپ متعلقہ آفیسرز کے ساتھ

فوری طور پر رابطہ کریں کہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے ہدایات جاری ہو چکی ہیں کہ کاشتکاروں کو مزید نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں کل آؤں گا مجھے فوری طور پر رپورٹ دینا۔ انہوں نے مجھے آج یہ رپورٹ دی ہے کہ پہلے ہمارے اس سکارپ میں ساڑھے تین سو ٹیوب ویلز کے connections کاٹے گئے تھے۔ اب اڑھائی سو ٹیوب ویلز کے مزید connections کاٹے گئے ہیں اور یہ مجھے SE نے لکھ کر دیا ہے۔ اگر لیڈر آف اپوزیشن یا ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن دیکھنا چاہیں تو میں ان کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ میں اس کو اپنے ساتھ لایا ہوں۔ انہوں نے لکھ کر دیا ہے کہ چھ سو ٹیوب ویلز کے connections کاٹ دیے گئے ہیں۔ ہم نے ان سے رابطہ کیا ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے اس قسم کی کوئی ہدایات جاری نہیں کیں کہ ٹیوب ویلوں کے کنکشن دوبارہ بحال کریں اور ہم نے یہ منت کی ہے کہ جو تیل کے ٹیوب ویلز ہیں اور ایسی جگہ جہاں دوسرا نہری نظام نہیں۔ کم از کم ان کو بحال کر دیں۔ وہ بھی انہوں نے ایک دن میں بحال کیے۔ اس کے بعد پھر وہ connections کاٹ دیے ہیں۔ ہم اس کو Issue نہیں بنانا چاہتے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ فوری احکامات جاری کر کے ان کے کنکشنز بحال کر دیے جائیں۔

جناب سپیکر: جی سردار صاحب۔

سردار محمد عمر خان لغاری: جناب سپیکر! یہ کوئی ضروری نہیں کہ اس ایوان کی وساطت سے کوئی بات کی جا سکتی ہے۔ جس طرح صارفین یہ ان کے نوٹس میں لائے ہیں کہ وہاں پر 6ر5 سو connections کاٹے گئے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے بل باقی ہیں۔ جنہوں نے payment کرنی ہیں۔ بہت سے لوگوں نے Connections لگوانے کے لیے اور بھی کچھ کام کرنے ہیں یہ کام کوئی ذاتی طور پر نہیں ہو رہا ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ سیالکوٹ میں بھی اس قسم کے کیسز تھے اور وہاں پر بجلی کے نئے Connections لگانے کے لیے میرے پاس خطوط آئے۔ ان کے لیے ہم نے جو دوسرے لوگوں کے جو دیہات تھے ان کو کہا کہ ان کو پہلے Connections دیے جائیں اور میں خصوصی طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آئی جے آئی کے ایم این اے جناب میر حسین صاحب کے گاؤں میں ان کو ہدایت دے کر آیا ہوں کہ سب سے پہلے ان کو connections دیے جائیں۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ جان بوجھ کر کسی کو کوئی کہہ رہا ہے۔ اگر ان کو کوئی شکایت ہے۔ میرا خیال ہے کہ دریشک صاحب خود جناب فاروق لغاری صاحب سے بات کر کے یہ معاملہ طے کر سکتے ہیں

اور پنجاب میں مرکزی حکومت کے خلاف اس قسم کی قراردادیں پاس کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

جناب سپیکر: یہاں کوئی قرارداد پاس نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی کوئی قرارداد زیر بحث ہے۔ اس معاملہ کو میرے خیال میں اب ختم کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! اگر آپ مجھے ایک منٹ کے لیے اجازت دے دیں۔ جناب والا! اس پر ایک متفقہ طور پر ایک Resolution بھی ہوا تھا۔ یہ ہمارا مشترکہ Cause ہے اور یہ زمینداروں کا مسئلہ ہے اور آج کل فصل خریف کا وقت ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم Issue بنائیں اور یہ تجویز آئے کہ وزیر قانون پیش کرے یہ مشترکہ معاملہ ہے۔ دونوں صاحبان مہربانی کریں اور ان سے بات کریں۔ جب پنجاب گورنمنٹ نے رقم بھی ادا کر دی ہے اور پھر دو اڑھائی سو Connections کاٹنے کا کوئی جواز نہیں۔ جب فصل پیدا ہوگی تو وہ صرف آئی جے آئی والے نہیں کھائیں گے۔ وہ پیپلز پارٹی والے بھی کھائیں گے۔ یہ ہمارا مشترکہ معاملہ ہے اور ہم دونوں اکٹھے ہو کر اس کو حل کریں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون اور آپ کو مشترکہ طور پر اس معاملہ کو فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ ذاتی لیول پر ٹیک اپ کرنے پر کوئی اعتراض ہے۔

رانا شوکت محمود: جناب والا! یہ بڑی عجیب سی بات لگتی ہے۔ ایک طرف تو ہم دیہات میں بجلی لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری خواہش اور کوشش یہ ہے کہ پنجاب کے ہر دیہات میں بجلی چلی جائے۔ ہماری زراعت کے لیے بھی ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانی فراہم کیا جائے۔ مجھے تو کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی ہے کہ اڑھائی سو اور اس کے بعد تین سو Connections کیوں کاٹے گئے؟ اس میں یقینی طور پر ہم بھی پتہ کریں گے اگر یہ مجھے تفصیل دے دیں ان ٹیوب ویلز کے نمبر کیا ہیں اور ان کی تفصیل کیا ہے۔ تو میں کوشش کروں گا کہ یہ پتہ کیا جا سکے۔ مجھے ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی ہے۔

جناب سپیکر: ویسے کسی بھی مشترکہ Issue پر مشترکہ طور پر کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ تمام پنجاب کے لوگوں کا Cause ہے۔ وزیر قانون صاحب اور آپ مشترکہ طور پر کوشش کریں۔

رانا شوکت محمود: مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب جاوید محمود گھمن: مجھے اس مسئلے پر تھوڑا سا علم ہے۔ اس لیے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ شیخوپورہ اور گوجرانوالہ سے تقریباً" سو سے زائد ٹیوب ویل واپڈا گوجرانوالہ اتھارٹی نے صرف اس لیے ان کے Connections کاٹے ہیں کہ سکارپ کے بلز محکمہ زراعت نے ادا نہیں کیے۔ کیا وہ وضاحت کر سکتے ہیں۔ جناب والا! میں کل وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ میری عدم موجودگی میں یہ بات ہو رہی تھی۔ وہ بل جو صوبائی گورنمنٹ کے ذمے تھے وہ جمع کرا دیے گئے ہیں یا نہیں۔ میں اپنے ذاتی کام کے لیے گیا تھا چیف منسٹر صاحب یہ ذکر کر رہے تھے کہ ابھی تک ڈیڑھ دو سو بل جو گوجرانوالہ میں اور شیخوپورہ میں آتے ہیں۔ صوبائی حکومت نے یہ رقوم جمع نہیں کرائی۔ صوبائی وزراء صاحبان بیٹھے ہیں وہ اس کی وضاحت کر دیں کہ یہ ادائیگی ہوئی ہے یا نہیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: جناب سپیکر!

جناب سپیکر: گھمن صاحب تشریف رکھیں۔ اب ہم تحاریک استحقاق کو شروع کرتے ہیں۔ بیگم صاحبہ آپ اس ایشو پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتی ہوں۔ جناب سپیکر! ابھی وزیر قانون نے فرمایا تھا کہ بل ادا کر دیے گئے ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ بل ادا نہیں کیے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر وزیر قانون نے کہا ہے تو یہ ان کی ڈیوٹی ہے کہ بتائیں کہ واقعی بل ادا کر دیے گئے ہیں۔ اگر بل ادا کر دیئے گئے ہیں تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ Connections لگا دیے جائیں۔

جناب سپیکر: اس Issue پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب اس پر مزید کچھ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

جناب جاوید محمود گھمن: جناب ایک منٹ کے لیے بل تو کافی ہیں اس میں سے صرف دس کروڑ روپے ادا کیے گئے ہیں۔ باقی ادا نہیں کیے گئے۔ یہ بتائیں تو سہی کہ کتنے بلز ادا کیے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! انتہائی دکھ کے ساتھ یہ بات عرض کرنی پڑتی ہے کہ اگر ہم نے بجلی کے بل دینے ہیں تو کیا یہ جواز بن سکتا ہے کہ کاشتکاروں کو اس کی سزا دی جائے۔ 28 کروڑ دینے ہیں۔ 27 کروڑ دینے ہیں میں نے پرسوں ہاؤس کے فلور پر یہ کہا ہے کہ 21 کروڑ فیڈرل گورنمنٹ نے ہماری الیکٹرسٹی ڈیوٹی پنجاب گورنمنٹ کی دینی ہے۔ فیڈرل سیکرٹری باقر آیا تھا اس نے مجھے

ذاتی التماس کی کہ ہم Under pressure ہیں جولائی میں واپس کریں گے۔ میں نے کہا چلو آپ جولائی میں دیں۔ اس کے باوجود پرسوں ہم نے دس کروڑ روپیہ اتنی مشکل سے Arrange کر کے واپڈا کو دے دیا ہے۔ جون میں ایک روپیہ بھی نکال کر ایک مد سے دوسری مد میں دینا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود دس کروڑ روپیہ چیف منسٹر صاحب نے خصوصی ہدایات دے کر ان کو دے دیا تھا۔ اگر تو ان کا بل بچ بھی جاتا ہے تو ہماری بھی 21 کروڑ ان کے ذمے ہیں۔ خدا کے واسطے خیال کریں یہ پاکستان ہندوستان تو نہیں۔ یہ پاکستان ہے اور اس میں ہمارے کاشت کاروں کو اس قسم کے مسئلے میں الجھانا بڑی افسوسناک بات ہے۔ باتیں بڑھا کر وہ کاشتکاروں کی کوئی خدمت نہیں کر رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو جتنا بڑھائیں گے اس سے مرکزی حکومت کی کوئی عزت افزائی نہیں ہو گی۔ آپ سے گزارش کر رہے ہیں کہ ٹیوب ویل Connections کو فوری طور پر بحال کیا جائے۔ آپ نے حکم دے دیا ہے۔ میں اور لیڈر آف دی اپوزیشن مل کر کوئی لائحہ عمل تیار کر کے ان کو بحال کرانے کے لیے کوشش کریں۔ میں ان کی مدد لوں گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ سردار صاحب! ٹھیک بات ہے۔ ڈاکٹر بنگش صاحب کافی دیر سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمایئے۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ رول نمبر 202 کے تحت

You can suspend the rules, rather you can over-rule the rules.

تو جناب والا! میری آپ سے گزارش ہے کہ تحاریک استحقاق کے بعد ایک بڑی اہم نوعیت کی تحریک التوا ہے جو کہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی ہے کہ صوبہ سرحد کے سابق وزیر اعلیٰ اور گورنر جناب فضل حق.....

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ یہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جو کہ قتل میں مشکوک ہیں سرحد کی پولیس انہیں ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ پنجاب پولیس کے پچاس کمانڈوز فضل حق صاحب کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ بات فوری اہمیت کی حامل ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: کہ پنجاب کے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ جناب والا! میری

گزارش ہے کہ تحاریک استحقاق کے بعد رول سپنڈ کر کے میری تحریک التوا پر اسمبلی میں بحث کی جائے کہ فضل حق صاحب جو کہ ہیروئن اور دوسرے معاملات میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ پنجاب پولیس کے پچاس کمانڈوز ان کی حفاظت کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: تو جناب والا! میری آپ سے گزارش ہے کہ میری تحریک التوا کو..... (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ اب ہم پریولیج موشن کو Take up کرتے ہیں۔ جناب خواجہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آغا صاحب تشریف رکھیں۔

جناب محمود الحسن ڈار: جناب والا! وزیر قانون صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ Standing committees کا آج وہ اعلان کریں گے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب نے کہا تھا کہ آج وہ Standing committees announce کریں گے۔ ان کا آج کا وعدہ ہے۔ میں ان سے کہوں گا کہ وہ Announce کریں۔ آغا صاحب! آپ شروع کریں ورنہ آپ کی Discussion متاثر ہوگی۔

آغا ریاض الاسلام: جناب والا! ان کی سٹیٹمنٹ کو اگر ہم ہاؤس کی Statement سمجھیں تو جناب سپیکر! اگر پانچ سو روپے کا کسی کا بجلی کا یا ٹیلی فون کا بل یا ان کا پراپرٹی ٹیکس ہوتا ہے تو اس کے نتیجہ میں Penalty اور ان کے connections کاٹ دیے جاتے ہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر فیڈرل گورنمنٹ' پنجاب گورنمنٹ سے اپنے بقایا جات مانگتی ہے تو اس میں Accuracy ہونی چاہیے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوام کے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے۔ کہ چھوٹے چھوٹے پیسوں کے اوپر ان کے Connections کاٹ دیے جاتے ہیں اور وہ لوگ Suffer کرتے ہیں۔ جب کہ اتنی بڑی حکومت اتنا سرمایہ کمائے اور ان کو اپنی عیاشیوں کے لیے پیسے موجود ہوں لیکن حکومت کی Liabilities دیتے ہوئے ان کو نقصان ہو۔

جناب سپیکر: اب یہ صورت حال ہے آغا صاحب کہ یہ بات آپ غیر ضروری فرما رہے ہیں۔

آغا ریاض الاسلام: نہیں جناب! انہوں نے ایک ایسی Statement دی ہے۔

جناب سپیکر: آغا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اس مسئلے پر بات ہو چکی ہے۔ آپ تشریف

رکھیے گا۔ ایک بات کا خیال فرمایئے کہ اگر لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے اور اس بات کا جواب قائد حزب اختلاف نے دے دیا ہے تو پھر ضروری نہیں کہ آپ سب صاحبان اس پر اظہار رائے کریں۔ تو قائد حزب اختلاف اس کا جواب دے چکے ہیں۔ لاء منسٹر صاحب نے ادھر سے بات کر لی اور ادھر سے انہوں نے بات کر لی۔ بات ختم ہوگئی۔ مسئلہ Resolve ہوگیا کہ دونوں take up کریں گے اور اس پر مزید بحث آپ کا اپنا وقت ضائع ہوگا۔ جی شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! لیڈر آف دی اپوزیشن نے پہلے statement دی ہے اس کے بعد لاء منسٹر صاحب نے Statement دی ہے اور جو آغا صاحب نے بات کی وہ بڑی Relevant ہے۔ لاء منسٹر صاحب نے بڑی خوبصورتی سے مرکزی حکومت کو Involve کرنے کی کوشش کی ہے۔ بات جناب یہی ہے کہ کوئی صارف بل نہیں دیتا تو اس کا Connection کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو قانون میں بھی لفظ a person ہوتا ہے۔ It is irrespective whether the Punjab Govt. نے بل دینا ہے۔ یا کسی اور نے ذاتی یا انفرادی طور پر دینا ہے۔ اگر بل دینا ہے تو ان کو Accuracy رکھنی چاہیے۔ جناب والا! اب اس سال کا بجٹ پیش ہو رہا ہے تو بجٹ سے پہلے ان کو Dues clear کر دینے چاہئیں۔ اب جب بل clear کریں گے تو میرے خیال میں کوئی بھی کنکشن نہیں کاٹے گا۔ اس لیے آغا صاب کی بات بڑی relevant ہے اور لاء منسٹر صاحب کی statement ڈپٹی قائد حزب اختلاف کی Statement کے بعد آئی ہے۔

وزیر مال: (جناب محمد ارشد خان لودھی) پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اب یہ بات ختم نہیں ہوگئی ہے؟

وزیر مال: جناب سپیکر! بات ختم ہوگئی ہے۔

جناب سپیکر: ہاں جی۔

وزیر مال: جناب والا! آپ کے فیصلے کے بعد بات ختم ہونی چاہیے۔ لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ایک مؤقف اختیار کریں۔ لیڈر آف دی اپوزیشن یہاں پر بیٹھے ہیں یا تو یہ کہیں کہ ہم نے جو Facts and figures دیے ہیں وہ غلط ہیں یا کہیں کہ ہم نے connections کاٹے ہیں۔ جتنی دیر آپ ادائیگی نہیں کریں گے ہم ان کو بحال نہیں کریں گے۔ Come on ایک مؤقف لیں صفائی مت دیں۔ یہاں پر Facts and figures یہ ہیں۔ سات اور آٹھ کو 229 ٹیوب ویل کے

Connections کاٹ دیے گئے اور ہم نے ان کی ادائیگی بھی کر دی ہے۔ As a Govt. یہ ہمارا مؤقف ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو میں Invite کروں گا لیڈر آف دی اپوزیشن کو کہ وہ ایک Clear cut مؤقف لیں کہ یہ غلط ہیں یا صحیح ہیں اور یہ کہیں کہ وفاقی حکومت نے کاٹے ہیں یا نہیں۔ (قطع کلامیاں) فلور میرے پاس ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ Clear Cut بات ہونی چاہیے۔ اس میں ambiguity نہیں ہونی چاہیے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ آج کل بوائی کا موسم ہے اور پانی کی ضرورت ہے۔ وہاں پر ٹیوب ویل کے Connections کاٹے گئے ہیں اور ہم نے ادائیگی بھی کر دی ہے تو پھر اس کے بعد یہ کنکشن کیوں بحال نہیں ہوئے؟

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: شکریہ خان صاحب! بات طے ہو چکی۔ اب اس پر مزید بات کی ضرورت نہیں۔ اب ہم پریولیج موشنز کو take up کرتے ہیں۔

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر مؤثر اور ختم کرنے کی کوشش (بحث جاری.....)

اس میں مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی اور میاں محمود الرشید صاحب کی statements ہو چکی ہیں اب تحاریک استحقاق نمبر 12، 13، 31 اور 40 ہیں۔ اس پر میاں منظور احمد موہل صاحب اپنی Short Statement دیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ان پر میرا پوائنٹ آف آرڈر تھا کہ یہ اس ایوان میں یہ غیر تحاریک ہیں اور آپ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا کہ اسے ایوان میں پیش ہونا ہی نہیں چاہیے تھا۔ جناب والا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس ایوان میں امن نہ رہے.....

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب۔ آپ نامناسب بات کر رہے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ مرکزی حکومت کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ جناب والا میں رولز کے حوالے سے بات کر رہا ہوں یہ اس ایوان میں آ ہی نہیں سکتی۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! آپ تشریف رکھیے۔ آپ نے یہ سوال اٹھایا تھا اور میں آپ کو

سوال Turned down کر دیا تھا۔ آپ تشریف رکھیں۔ اس پر کئی دفعہ بات ہوئی۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! میں نے کل ابھی شروع ہی کیا تھا کہ تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ جناب والا میں اس سے متعلقہ بات کروں گا کہ جو پیپلز پروگرام ہے یہ وفاقی حکومت کی طرف سے ہے یہ پروگرام اچھا ہے قطعاً" اس سے انکار نہیں لیکن جناب والا! وفاقی حکومت اگر وفاقی بلدیات کے ذریعے سے صوبہ پنجاب کے اندر کوئی بھی اپنے منصوبوں کی Execution کرتی ہے تو جناب والا میں آئین کے حوالے سے بات کروں گا۔ وہ سراسر مداخلت ہے۔ وہ نہیں ہونا چاہیے۔ جناب والا! یہ ہوا کیوں ہے اس پر میں گزارش کروں گا کہ جب وہاں پاکستان پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت بنی اور پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت بنی تو حقیقتاً" چاہیے تو یہ تھا کہ مرکزی حکومت اپنے ڈویلپمنٹ کے Share کو صوبہ پنجاب کی وساطت سے بھیجتی اور تمام ایم۔ این۔ اے صاحبان کو اس کا Share ملنا چاہیے وہ اپوزیشن کے تھے چاہے وہ اقتدار کے تھے۔ اگر وہ یہ کرتے تو میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ پنجاب میں بھی اسلامی جمہوری اتحاد کو پاکستان پیپلز پارٹی کے حزب اختلاف کے دوستوں کو حصہ ضرور دینا پڑتا لیکن یہ پہل وہاں سے ہونی چاہیے تھی۔ اب میں جناب والا آئین کے آرٹیکل 141 کو یہاں پیش کرتا ہوں اس میں جناب والا واضح طور پر یہ ہے کہ۔

Subject to the Constitution, [(Majlis-e-Shoora (Parliament)] may make laws (including laws having extra-territorial operation) for the whole or any part of Pakistan, and a Provincial Assembly may make laws for the Province or any part thereof.

اب جناب آرٹیکل 142 شروع ہوتا ہے میں اس پر آتا ہوں۔

Subject to the Constitution a[(Majlis-e-Shoora (Parliament)] shall have exclusive power to make laws with respect to any matter in the Federal Legislative list;

یہ بات جناب والا ملاحظہ فرمائیں یہ آئینی بات ہے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Point of order. It is not a short statement. He is quoting the references he should give a short statement, and there is a difference between a short statement and a debate. I want your ruling.

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر Valid ہے اس پر Debate نہیں آپ اپنی Short statement دیں۔

میاں منظور احمد موہل: میں جناب والا سے پوائنٹ آف آرڈر کے تابع عرض کروں گا۔ کہ یہاں پر جو پروگرام بنایا گیا یہ محض اس وجہ سے بنایا گیا کہ جب مرکز میں اور یہاں پر حکومت نے کام شروع کیا تو صرف پبلک کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے کہ اسے ایسا نام دے دیا جائے جیسا کہ پیپلز پروگرام جس پر عمل نہیں ہوا بلکہ جناب والا میں یہ کہوں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی جو کہ میری جماعت ہے اسے یہاں کرنا چاہیے تھا کہ بیروزگاری.....

(قطع کلامیاں)

میاں منظور احمد موہل: اب جناب والا! صورت حال یہ ہے میں یہی کہتا ہوں کہ یہ میری جماعت ہے لیکن میں نے ایک فارورڈ بلاک بنایا ہے۔

(قطع کلامیاں)

میاں منظور احمد موہل: اب جناب والا کیا یہی معاہدہ ہوا ہے۔ اگر یہ تقریر نہیں کرنے دیں گے تو پھر جناب والا مجھے بھی اختیار ہوگا.....

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

الحاج رانا پھول محمد خان: جناب والا! کیا اس معاہدے کی تائید کی جا رہی ہے۔ اس پر یہ عمل ہو رہا ہے کہ یہ ایک معزز رکن کو بولنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ اگر ہم بھی جوابی حملہ کریں تو پھر وہ بہت برا ہوگا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں بڑے صبر و سکون کے ساتھ سننا چاہیے۔ ہمیں وعدے کو نبھانا چاہیے.....

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

جناب محمد اعظم چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ آج صبح اجلاس کے آغاز کے بعد جناب والا ایک نوید سنائی کہ اپوزیشن کے چار حضرات آپ سے ملے اور انہوں نے یہ فرمایا کہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ جناب والا! افسوس تو یہ ہے کہ ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا کسی کارروائی کا آغاز نہیں ہوا آپ کا فرمان بھی جاری ہوچکا ایوان میں بات ہوگی۔ وہ سپیکر صاحب کی طرف سے رولنگ تصور ہوگی اور ان کی طرف سے یہ تجویز بھی آئی ہے اور ہم اس پر خوش آمدید کہتے ہیں تو جناب والا! اس پر عملدرآمد بھی ہونا چاہئے اور آپ کو کرانا چاہیے۔

جناب سپیکر: شکریہ چیمہ صاحب۔ جی موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ میں یہی عرض کر رہا تھا کہ یہ جو طریق کار بنایا گیا ہے وہ آئین کے خلاف ہے صوبے کی خود مختاری میں مداخلت ہے۔ مثال اس کی میں یوں دیتا ہوں کہ موسکے کا اختیار ایکسیئن کو ہے وہ دے سکتا ہے لیکن اگر کوئی کمشنر یا چیف سیکرٹری دے تو وہ مداخلت ہوگی کیونکہ یہ اس کے اختیارات نہیں۔ وہ نہیں دے سکتا۔ ہم مانتے ہیں کہ مرکزی حکومت بڑی حکومت ہے اور صوبے کی حکومت چھوٹی حکومت ہے۔ لیکن اختیارات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جناب والا! آپ نے Cross talk کی بات کی تھی کہ کوئی کسی پر Cross talk نہیں کرے گا۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو پھر جناب والا! جب میری طرف سے کوئی بات ہوگی تو پھر میں حق بجانب ہوں کہ میں آپ سے التجا کروں کہ خدا کے لیے ان کو کہیں کہ وہ وعدے پر قائم رہیں اور ایسی صورت حال پیدا نہ کریں۔

تو جناب والا! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ ہمیشہ ایسے قوانین بناتے کہ پولیس ان غریب لوگوں پر تشدد نہ کرتی جن سے ہم ووٹ لے کر یہاں آئے ہیں۔ ہم یہاں پر ایسے قوانین بناتے جن سے ان لوگوں کی قسمت بدلتی اور میں آئین کے آرٹیکل کا حوالہ دیتا ہوں جس کے تابع کہا گیا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر.....

میاں منظور احمد موہل: اب جناب والا! آئین کے آرٹیکل کے پڑھنے کا بھی اختیار نہیں۔ میں اپنی اسی statement کے اندر اس کا حوالہ دیتا ہوں کیا کوئی اپنی Short statement میں

آئین کا حوالہ نہیں دے سکتا۔

جناب سپیکر: شارٹ سٹیٹمنٹ میں آئین کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ آئین کا اور رولز آف پروسیجر کا حوالہ اس وقت دیا جائے گا جب ہم نے اس کی Admissibility پر بات کرنی ہے۔ جناب والا! کیا آپ بھی آئین کے خلاف ہیں ہم تو وہ ہیں جو آئین کو لائے ہیں اور اسے بحال کیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کیجئے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : The constitution and the Rules of Procedure can only be quoted while the admissibility is under question. I want your ruling on that. He can give reasons for the short statement.

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی Short statement اور discussion میں فرق ہے۔ Debate اور Short statement میں فرق ہے اور Short statement کا مطلب Short statement ہے۔ اس پر تقریر نہیں ہو سکتی۔ لیکن Short statement میں آئین کا حوالہ دیا جا سکتا ہے اور رولز کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ اس میں ایسی بات نہیں۔

میاں صاحب! اس پر آپ اپنی short statement دیں اور اسے اب wind up کریں۔

میاں منظور احمد موہل: جی جناب والا! میں اسے اب wind up کر رہا ہوں۔

یعنی مرکزی حکومت کو قانون بنانا چاہیے تھا جس کے تابع پولیس.....

سید ذاکر حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر.....

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہی تو بات ہے کہ یہ مجھے تقریر تو کرنے ہی نہیں دیتے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ان کو اپنی Short statement ختم کرنے دیں۔ کیا آپ بھی ڈسکشن میں حصہ لینا چاہتے ہیں؟

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! آپ میری ایک بات سنیے۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایے۔

سید ذاکر حسین شاہ: اگر آئین کی نظر میں اور قانون کی نظر میں اس حوالے سے کوئی خلاف ورزی ہوئی ہے تو یہ عدالت میں جا سکتے ہیں۔ یہ عدالتوں کا کام ہے کہ وہ دیکھیں کہ کہاں آئین کی

خلاف ورزی ہوئی ہے۔ یہ تحریک استحقاق بالکل نہیں بنتی..... پھر اس کا پڑھا جانا اور اس پر دلائل سننا' اس پر Short statement لینا۔ آپ کو ابتدائی طور پر ان کو اپنے چیمبر میں ہی سننا چاہیے تھا جیسا کہ آپ مجھے عموماً حکم دیتے ہیں کہ میرے چیمبر میں ملیں۔

MR SPEAKER : Shah Sahib! I am sorry. This is not a point of order.

تشریف رکھیں شاہ صاحب تشریف رکھیں۔ ان کو Short statement مکمل کرنے دیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا کہ مرکزی حکومت کو ایسے قوانین بنانے چاہئیں جس سے پولیس تشدد نہ کرے۔ کونسی دفعات ہیں یعنی habeas corpus دفعہ 54 دفعہ 109 دفعہ 107 ہیں اور اس میں کیا ہے۔ یہ اب میں بتاتا ہوں۔

Concurrent Legislative List :

Criminal proceedings including all matters included in the Code of Criminal Procedure on the commencing day.

اس میں یہ Concurrent legislative list جو ہے جناب والا! مرکزی حکومت اس میں تبدیلی لا سکتی ہے۔ یعنی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ٹھیک ہے۔ یہ طریق کار عوام کی فلاح کے لیے ٹھیک ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ غریبوں نے ووٹ اس لیے دیے تھے کہ اس ملک کا نظام حکومت بدلا جائے۔ پولیس کے تشدد کو ختم کیا جائے۔ تو اب جناب والا! پولیس پکڑ کر لے جاتی ہے۔ ہمارے پاس کوئی اختیار نہیں۔ ہائی کورٹ سے بیلف لیتے ہیں۔ کیوں نہیں 491 میں وفاقی حکومت امنڈمنٹ کرتی کہ اس میں سیشن جج جو ہے وہ اس کی بجائے بیلف بھیج دے۔ یہ کیوں نہیں کرتے؟ یہ ان کے اختیارات میں ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ اپنی Short statement کو اب wind up کر لیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں wind up کرتا ہوں۔ جناب والا! میرا مؤقف یہی ہے کہ یہ جو صورت حال پیدا کی گئی ہے یہ نہیں ہونی چاہیے اس سے محاذ آرائی اور بڑھے گی۔ حالات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ بہتر یہی ہے کہ مرکزی حکومت وہاں اپوزیشن ایم این اے کو تمام کو Share دے اور یہاں بھی پنجاب حکومت کا حق بنتا ہے کہ یہاں کی اپوزیشن کے دوستوں کو تمام

حقوق دے۔ اس طرح سے یہ سب کچھ ٹھیک بنے گا۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق صاحب۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: یہ کیا بات ہوئی؟

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب تشریف رکھیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میری تحریک استحقاق پیپلز ورکس پروگرام کے بارے میں ہے.....

آوازیں: نام ٹھیک لیں۔

ملک حاکمین خان: پوائنٹ آف آرڈر سر..... جناب والا! پہلے تو اس کی وضاحت ہونی چاہیے کہ یہ پیپلز ورکس پروگرام کی بات کر رہے ہیں یا پیپلز پروگرام کی بات کر رہے ہیں کیونکہ پیپلز ورکس پروگرام 1972ء کی بات تھی۔ ابھی تو یہ پیپلز پروگرام ہے۔ تو مجھے اس پر آپ کی رولنگ چاہیے۔

جناب سپیکر: چودھری فاروق صاحب آپ اس کی درستگی فرمالیں پیپلز پروگرام ہے جیسے ملک حاکمین صاحب فرما رہے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

Order please, Order please. No cross talk please.

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! آپ نے آج یہ نوید سنائی تھی کہ آج تقاریر کے دوران کسی قسم کا کوئی پوائنٹ آف آرڈر یا کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی.....

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب نوابزادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا ادھر Privileges میں لکھا ہے کہ کوئی وزیر مشیر اور پارلیمانی سیکرٹری ایسے Privileges اٹھا ہی نہیں سکتا تاکہ اس کی ذات کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ نہ گزر جائے۔ یہ پرائیویٹ ممبر کا استحقاق ہے کہ وہ ایسے جو Generalise ہیں اس پر کوئی قدم اٹھائے۔ پارلیمانی سیکرٹری، منسٹر اور مشیر نہیں اٹھا سکتے۔

جناب سپیکر: آپ کا خیال یہ ہے کہ ممبر کی Definition میں پارلیمانی سیکرٹری نہیں آتے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: نہیں۔

جناب سپیکر: یہ ذرا آپ رولز quote کیجئے۔ یہ آپ رولز کی کتاب لے کر کھڑے ہیں۔ آپ رولز quote کیجئے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں رولز Quote کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! تحریک استحقاق پر ہر ممبر اٹھ سکتا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ تشریف رکھیں۔

Mian Sahib take your seat please. Have seat please, Mian Sahib.

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! جب انہوں نے مجھے Interrupt کیا ہے تو میں بھی انہیں Interrupt کروں گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: بڑے شوق سے۔ بڑے شوق سے۔

جناب سپیکر: موہل صاحب! آپ تشریف رکھیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: سر بات یہ ہے کہ ابھی آپ نے رولنگ دی.....

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب آپ مجھے رولز بتایئے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : I am quoting the Rule, Mr. Speaker.

جناب سپیکر: آپ بتایئے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Allow me Sir.

نوابزادہ غضنفر علی گل: ابھی آپ نے رولنگ دی.....

جناب سپیکر: آپ کوئی اور بات کرنے سے پہلے رولز quote کیجئے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: سر مجھے بولنے تو دیں۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے! کتاب کھولیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: ابھی آپ نے رولز کے تحت رولنگ دی تھی کہ پارلیمانی سیکرٹری

پینل آف چیئرمین کا ممبر نہیں ہو سکتا حالانکہ اس میں بھی لکھا ہے کہ صرف ممبر۔ اس میں بھی کوئی اور لفظ نہیں لکھا ہوا۔ اس کی رو سے ادھر بھی ممبر لکھیں۔ سر میری بات سنیں۔ اس کے بعد جو مرضی کریں۔ اس کے بعد ادھر بھی ممبر لکھا ہوا ہے تو پارلیمانی سیکرٹری حکومت کا عہدیدار ہے تو یہ پیپلز پروگرام پر پارلیمانی سیکرٹری کا استحقاق اٹھانا بنتا نہیں۔ ہاں موہل صاحب وغیرہ کا کام ہے کہ ایسے غیر قانونی کام کرتے پھریں..... (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب رولز کی بات کیجئے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: ایک شریف آدمی پارلیمانی سیکرٹری ہے۔ اس کو غیر قانونی الجھن میں کیوں الجھایا جائے؟

جناب سپیکر: رولز کی بات کیجیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جی رولز کی بات کی ہے سر..... رولز کی بات کی ہے۔ یہ کام موہل صاحب تک محدود ہے۔ وہ میرے بھائی شریف آدمی ہیں اس کو کیوں ملوث کرتے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ ایک ایسا شخص جس کے منہ پر ڈاڑھی ہو' سر پر ٹوپی ہو اور وہ ہاؤس میں اس طرح کا کردار ادا کرے تو یہ اس کی شان کے خلاف بات ہے۔ ہمیں یہاں ایک پارلیمینٹرین کا کردار ادا کرنا چاہیے نہ کہ ہر کسی شخص کی بات پر ہم کھڑے ہو کر بات کریں۔ اگر موہل کو کہے گا تو موہل تو Relevant چلتا ہے۔ آپ ہر بات میں Irrelevant چلتے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: خدا کا فضل ہے کہ میں نے داڑھی بھی رکھی ہے اور ٹوپی بھی سر پر رکھی ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ آپ کدھر ہیں۔ جبکہ پیپلز پارٹی کے ووٹ لے کر کامیاب ہوئے ہیں.....

میاں منظور احمد موہل: آپ تو چار ووٹ سے پاس ہو کر آئے ہیں۔ لیکن جناب والا! مجھ میں خود داری ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ میں صرف پیپلز پارٹی کے ووٹ لے کر نہیں آیا بلکہ میرے علاقے میں میری قوت بھی ہے۔ آپ چار ووٹ سے یہاں آئے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں صرف صراط مستقیم پر کھڑا ہوں.....

میاں منظور احمد موہل: اگر ایسی صورت حال پیدا ہوگی تو پھر صرف موہل ہی بولے گا.....

(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER : Order please. Order please.

میاں منظور احمد موہل: اگر آپ مجھے تقریر نہیں کرنے دیں گے تو میں بھی آپ کو نہیں کرنے دوں گا۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز.....

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! مجھے اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: فاروق صاحب آپ اپنی Short statement جاری رکھیں اور نوابزادہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں بعد میں رولنگ دوں گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میری ہر بات پر آپ رولنگ بعد میں دیں گے۔

جناب سپیکر: جی رولنگ میں اس وقت دوں گا جس وقت آپ مجھے رولز Quote کر کے دکھائیں گے۔

میاں منظور احمد موہل: جب فیصلہ ہوگیا ہے تو اب آپ بات نہیں کر سکتے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ کیوں بولتے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل: میں ایسے ہی کروں گا۔

MR SPEAKER : No cross talks please.

نوابزادہ غضنفر علی گل: جو شخص اپنا مخلص نہیں وہ میرے ساتھ کیا کرے گا۔

میاں منظور احمد موہل: میں آپ سے زیادہ باضمیر ہوں میں کسی کا طوطا نہیں بن سکتا.....

(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER : Order please! Order please.

میاں منظور احمد موہل: میں نے کبھی بھی ان کی تقریروں میں بے جا مداخلت نہیں کی اور میں جب بھی تقریر کرتا ہوں تو یہ غیر ضروری مداخلت کرتے ہیں۔ اب یہ جیسا سلوک کریں گے میں بھی ویسا ہی کروں گا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اب بھی آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ آپ تشریف رکھیں۔ موہل

صاحب تشریف رکھیں۔

میاں منظور احمد موہل: لیکن جناب والا! یہ مجھے مجبور کرتے ہیں۔ انہوں نے پارٹی میٹنگ میں فیصلہ کیا ہے کہ اس کو بولنے نہیں دینا۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: موہل صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ No Interruption please. چودھری فاروق صاحب آپ اپنی Short statement مکمل کیجیے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ پیپلز پروگرام پر عملدرآمد کے لیے جو طریق اختیار کیا گیا ہے وہ انتہائی نامناسب ہے اور اس کے لیے جو طریق کار اپنایا گیا ہے وہ جمہوری نظام، جمہوری سوچ اور جمہوری فکر کی مکمل طور پر نفی کرتا ہے وہ اس لیے کہ عوام جب الیکشنز میں ووٹ دیتے ہیں اور جن نمائندوں کو منتخب کرتے ہیں یہ ان نمائندوں کا حق بنتا ہے کہ حکومت کے جو ترقیاتی پروگرام ہیں وہ ان کے ذریعے مکمل کیے جائیں اور ان کی آراء کو ترجیح دی جائے لیکن یہاں پر پیپلز ورکس پروگرام کے بہانے سے ایک ایسی سازش ملک کے اندر تیار کی گئی ہے جس کے ذریعے صوبہ بلوچستان اور صوبہ پنجاب میں مرکزی حکومت نے صوبائی تعصب کی اور نفرت کی لہریں دوڑانا شروع کر دی ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام کے اندر انتہائی بے چینی کی فضا پھیل چکی ہے اور جناب والا! میں یہاں پر یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جنہیں عوام نے انتخابات میں شکست سے دو چار کیا اور جن کو مسترد کر دیا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے حکومت کی تمام رقوم اور فنڈز ایسے شکست خوردہ افراد کے حوالے کر کے میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف منتخب نمائندوں کا استحقاق مجروح کیا ہے بلکہ اس ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ جناب سپیکر! پیپلز ورکس پروگرام مرکزی حکومت نے صوبے کے اندر متوازی حکومتی اختیارات کا ایک ایسا سلسلہ قائم کر دیا ہے جس کی کسی طور پر بھی تائید کرنا قرین انصاف نہیں ہوگا۔ جناب والا! یہاں میں ایوان کے ذریعے مثال کے طور پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ کے اندر پیپلز پروگرام کے ذریعے (قطع کلامی)

جناب سپیکر: گھمن صاحب! تشریف رکھیں۔ ان کو بات مکمل کر لینے دیں۔ یہ جھگڑا ختم ہونے دیں۔ آپ مداخلت کریں گے تو کیا فائدہ ہوگا؟

جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جناب گھمن صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔
جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! یہ قاعدہ 53 کے تحت یہ دیا گیا ہے کہ ہر رکن مجاز ہوگا کہ وہ سپیکر کی رضامندی سے کسی رکن یا اسمبلی یا کسی مجلس کے استحقاق کی پامالی سے تعلق رکھنے والے کسی مسئلہ کو اٹھائے۔ ان کی یہ تحریک التوائے کار بنتی ہے کہ عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ ان کو کیا ہوا ہے' ان کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے یہ بتائیں کیا یہ ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔
جناب سپیکر: کیا یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے؟
جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! بالکل بنتا ہے۔ آپ دفعہ 53 کے تحت پڑھیں۔
جناب سپیکر: جناب جاوید گھمن صاحب!یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ اس کی admissibility پر بات کر رہے ہیں۔ جب یہ اپنی بات ختم کرلیں تو مجھے بتایئے گا کہ میں اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو اجازت دوں گا کہ آپ بات کریں۔
جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! یہ Short statement دے رہے ہیں۔
جناب سپیکر: تو ان کو Short Statement دے لینے دیں۔ آپ مداخلت کیوں کرتے ہیں؟
جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! یہ ان کی Short Statement ہے کہ انہوں نے سارے ایوان کی بات شروع کر دی ہے۔ یہ اپنی بات کریں۔
جناب سپیکر: تو آپ مجھے بتانے کے لیے اور اس ایوان کو بتانے کے لیے یہ کہیں کہ میں اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتا ہوں۔
چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! مرکزی حکومت کو قطعاً" کوئی خبر نہیں ہے کہ صوبے کے اندر مختلف علاقوں میں کس طریقے سے اور کون سے ترقیاتی پروگرام زیر تکمیل ہیں یا ان کی منصوبہ بندی کی گئی ہے اور جب مرکزی حکومت کے پاس ایسی ایجنسیز نہیں' ان کے پاس انفرمیشن نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیپلز ورکس پروگرام ایک ڈبلنگ پروگرام ہے۔ میں کہتا ہوں یہ پیپلز پروگرام نہیں یہ لوٹ کھسوٹ کا پروگرام ہے اور اس کے ذریعے شکست خوردہ لوگ جن کو عوام نے مسترد کر دیا ہے ان کے الیکشن کے اخراجات پورے کرنے کے لیے' ان کی جیبیں بھرنے کے لیے حکومت نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ انہیں مالی طور پر مستحکم بنایا جائے۔ جناب سپیکر! میں اس

کے لیے اپنے حلقے کی ایک مثال دیتا ہوں۔ میرے حلقے میں ایک موضع ڈاکھ ہے۔ اس میں انہوں نے پیپلز ورکس پروگرام کے تحت آج سے پندرہ دن پہلے اس گاؤں کو پندرہ ہزار روپے دینے کا اعلان کیا ہے۔ جبکہ اس گاؤں کے اندر پنجاب کی حکومت کے پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے 4 لاکھ روپے کی گرانٹ منظور کرکے وہاں پر ڈرینج پر عمل درآمد شروع کردیا ہوا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس گاؤں کے لئے پنجاب کی حکومت نے 4 چار لاکھ کی گرانٹ رینج کے لیے دی ہو۔ اگر مرکزی حکومت اس گاؤں کی گلیوں نالیوں کے لیے 15 ہزار روپے کی گرانٹ محض پیپلز ورکس پروگرام کے لیے دیتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ محض ڈیلنگ کرکے کہ ترقیاتی کام تو پنجاب حکومت کرے گی اور وہ 15 ہزار روپیہ گلیاں نالیاں بنانے کے نام پر پیپلز پارٹی کے شکست خوردہ لوگ کھا جائیں۔

جناب سپیکر: فاروق صاحب Short Statement دیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر میں ختم کرتا ہوں۔ یہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ پیپلز پروگرام کے ذریعے صوبے کے اندر متوازی حکومتی اختیارات کا ایک پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ جو سراسر صوبوں کے معاملات کے اندر مداخلت ہے اور یہ مداخلت، میں سمجھتا ہوں کہ تمام اراکین اسمبلی کا استحقاق مجروح کرتی ہے۔ لہٰذا آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ میری یہ تحریک استحقاق بنتی ہے اور اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دی جائے تو آئندہ مرکزی حکومت اس ملک کے اندر جمہوری سوچ کے ساتھ عملدرآمد کرنے کے بارے میں کچھ نہ کچھ غور ضرور کرے گی۔ لہٰذا میری آپ سے گزارش ہے کہ میری یہ تحریک منظور کی جائے۔

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اس تحریک استحقاق پر مزاری صاحب بات کرنا چاہتے تھے میں ان کو اگلے دن بات کرنے کا موقع دوں گا۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! قاعدہ نمبر 197 کہتا ہے۔

(قطع کلامیاں)

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ لفظ "☆" غیر پارلیمانی ہے۔ یہ اسے واپس لیں۔

جناب سپیکر: میں نے سنا نہیں۔

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

میاں منظور احمد موہل: کسی کو "بچہ" کہنا غیر پارلیمانی لفظ ہے۔ اگر میں نام رکھنے لگ جاؤں گا تو پھر کیا بات ہوگی؟

چودھری وزیر علی: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر میرا بنتا ہے۔ میں پہلے بول رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز..... یہ الفاظ غیر پارلیمانی ہیں۔ انہیں حذف کیا جاتا ہے۔ آرڈر پلیز۔ (شوروغوغا) اب آپ دیکھیں کہ ہاؤس کا آرڈر قائم رکھنے میں چیئر کی مدد کر رہے ہیں۔ آپ یہ خود ملاحظہ فرمایئے۔ میں سید جاوید علی شاہ کو ان کے بعد پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ موہل صاحب کو پہلے پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنے کی اجازت دے چکا ہوں۔ موہل صاحب آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر مزاری صاحب نے عمل درآمد کر لیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں نے یہاں دو تین اور باتیں بھی کرنی ہیں۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر متعلقہ ہوگا۔ رول 197 کہتا ہے۔

Whilst sitting in the House a member--

تو کیا کرنا چاہیے' ایک بات تو وہ خود کر گئے ہیں۔

(vi) shall keep to his seat while addressing the House.

ان کو اپنی سیٹ پر بیٹھ کر ایڈریس کرنا چاہیئے۔ وہ ہمیشہ لیڈر آف اپوزیشن کی سیٹ پر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ یہ غلط بات تھی۔ میں نے اس وقت بھی بولنا تھا لیکن وہ اب اپنی سیٹ پہ چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہوگیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ تحتی قاعدہ 3 بھی اسی سے متعلقہ ہے۔

(ii) shall not interrupt any member by disorderly expressions or notices or in any other disorderly manner;

یعنی کسی طرح سے نہیں کرے گا اور اگلا قاعدہ یہ ہے۔

(vii) shall maintain silence when not speaking in the House;

---

* (بحکم جناب سپیکر لفظ کارروائی سے حذف کیا گیا)

کہ جب خود نہیں بول رہا ہو گا تو silent رکھے گا۔ اور اس سے اگلا قاعدہ یہ ہے کہ

(viii) shall not obstruct proceedings, or interrupt and shall avoid making running commentaries when speeches are being made in the House; and

جناب والا! یہ باتیں ہیں۔ آپ رولنگ دیں کہ اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو وہ غلط کرتا ہے۔

جناب سپیکر: میاں منظور احمد موہل صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر انتہائی معقول اور جائز ہے اور یہ قواعد اور روایات کے عین مطابق ہے اور اپنی سیٹ پر بولنے پہ تو کسی کو ابہام نہیں۔ دوسرے معاملات کے بارے میں بھی کوئی ابہام نہیں ہے۔ کاردار صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جس وقت سپیکر ایڈریس کر رہا ہو تو آپ کو بولنے کا حق نہیں۔ تو یہ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے اور ہم سب کو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ قطع نظر اس بات کے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر کس نے اٹھایا ہے۔ یہ رولز کی باتیں ہیں' روایات کی باتیں ہیں اور ہاؤس کے وقار کی باتیں ہیں۔ میں اس کے بعد جاوید علی شاہ صاحب کو پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت دیتا ہوں۔ ڈاکٹر بنگش تشریف رکھیں۔

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! میں نے آپ سے اجازت چاہی تھی کہ کیونکہ اس وقت ☆ پر بحث ہو رہی تھی۔ تو میں ☆ پر بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے اس پہ بات نہیں ہو سکتی۔

سید جاوید علی شاہ: جناب والا! ہم طہارت کو نصف الایمان سمجھتے ہیں اور مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ☆ طہارت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہو گا اگر ہم ☆ کو غیر پارلیمانی کہیں۔

جناب سپیکر: جاوید علی شاہ صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ سید ناظم حسین شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں اور تقریر شروع کرنے سے پہلے سید ناظم حسین شاہ صاحب کی طرف سے آخری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ اس کے بعد میں کوئی پوائنٹ آف آرڈر Entertain نہیں کروں گا۔ سیدھی تقریر شروع کروں گا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! یہ جو تحریک استحقاق میرے بھائی نے پیش کی ہے اس کی

☆ ☆ ☆ ☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

admissibility کے لیے آپ رول 55 کلاز 1 کا مطالعہ کرلیں۔

55(1) The question shall relate to a privilege granted by the Constitution, any law or rules made under any law;

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس میں میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں کہ تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوچکا ہے۔ آپ اس کی Admissibiiity پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اگلے روز میں آپ کو اجازت دوں گا کہ آپ Admissibility پر بات کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! یہ آپ کا چودھواں پندرھواں پوائنٹ آف آرڈر ہے اور آپ کے بارے میں میں یہ توقع کرتا ہوں کہ آپ ہاؤس کو In Order رکھنے میں چیئر کی مدد کریں گے اور میں یہ تقاریر کا سلسلہ شروع کرنا چاہتا ہوں اور غیر ضروری پوائنٹ آف آرڈرز کو Entertain نہیں کرنا چاہتا۔

(قطع کلامیاں)

میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ سید ناظم حسین شاہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر آخری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

ایک معزز رکن: نماز کا وقت ہوگیا ہے۔

جناب سپیکر: بلاشبہ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ ابھی تو میرے خیال میں ایک چھوٹی سی تقریر ہوسکتی ہے۔ رانا صاحب شروع کرلیں یا وقفہ کرلیں۔ اگر نہیں تو وقفہ برائے نماز مغرب کیا جاتا ہے اور پھر ہم 7.30 بجے دوبارہ اکٹھے ہوں گے۔

(وقفہ برائے نماز مغرب)

(نماز مغرب کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! میرے پاس آپ کی طرف سے نام نہیں آیا۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ کی اجازت سے اس معزز

ہاؤس میں ایک انتہائی اہم مفاد عامہ کے متعلق ایک قرارداد پیش کرنی چاہتا ہوں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ رولز کو معطل کر کے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! اگر رول کو معطل کرانا ہو تو کیا پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پہ رولز کو معطل کرنے کی درخواست نہیں کی جا سکتی۔

(قطع کلامیاں)

جناب محمد اسلم گورداسپوری: جناب والا! اس اسمبلی میں ان کا رول متعین کیا جائے کہ ان کا رول کیا ہے؟

میاں منظور احمد موہل: میں اسمبلی کا ایک ممبر ہوں۔

(قطع کلامیاں)

جناب محمد اسلم گورداسپوری: کیا اسے سرکار کی طرف سے متعین کیا گیا ہے۔ ٹریژری بنچز کی طرف سے ہیں۔ یہ کن کی طرف سے متعین ہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جناب وزیر قانون بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! آج جس وقت اسمبلی کا سیشن شروع ہوا اور جناب والا نے چند ایک چیزیں اس ہاؤس میں فرمائیں کہ اپوزیشن اور حزب اقتدار دونوں کی طرف سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ معزز اراکین جس وقت تقریر کریں گے تو کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ جناب والا! اس بات پر سارے ہاؤس میں خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ اب اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو بجٹ سیشن میں آپ جناب والا کی کوشش کے باوجود بھی معزز اراکین اسمبلی کے لیے بہت مشکل ہو جائے گا کہ وہ تقاریر کر سکیں۔ اب اس وقت جبکہ اتنا اہم ترین دن ہے۔ بجٹ پر جنرل بحث کا آغاز ہونا ہے۔ جناب قائد حزب اختلاف نے روایت کے مطابق بجٹ سیشن پر تقریر کرنی ہے۔

جناب سپیکر: بجٹ سیشن کا آغاز کرنا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: بجٹ سیشن کا آغاز فرمانا ہے۔ اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ

آج کے دن اگر ابتداء میں ہی یہ سلسلہ جیسے کہتے ہیں well begin is half done اگر ابتداء سے ہی یہ سلسلہ ایسے چلنا شروع ہوگیا تو میں سمجھتا ہوں کہ معزز اراکین کے لیے اس ہاؤس میں بڑا مشکل ہوجائے گا کہ بحث میں حصہ لے سکیں۔ جن خواہشات کا جناب والا نے اظہار فرمایا ہے کہ ہم دو سیشن بھی کرنے کے لیے تیار ہیں اور ہر معزز رکن کو آپ موقع فراہم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بجٹ کے سلسلے میں تقریر میں حصہ لیں۔ میں حزب اختلاف سے بھی پرزور اپیل کرتا ہوں اور اپنے بھائیوں کی خدمت میں بھی گزارش کرتا ہوں۔ جناب والا! میں نے آج دیکھا ہے کہ میاں منظور موہل صاحب کبھی بھی اتنے Upset نہیں ہوئے جتنے آج ہوئے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں حق بجانب ہیں۔ وہ اس ہاؤس کے معزز رکن ہیں۔ جب ان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر اٹھائیں یا کوئی بات پوائنٹ آؤٹ کریں تو یہ نہ حکومتی بنچز کو حق پہنچتا ہے کہ ہم کہیں کہ کون ہیں بولنے والے' نہ ہی معزز حزب اختلاف کے اراکین کو حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی معزز رکن کو کسی بات کرنے سے روکیں۔ یہ جناب سپیکر کا اس ہاؤس میں فرض ہے کہ اگر کوئی معزز رکن غیر متعلقہ بات کر رہے ہیں تو ان کو پوائنٹ آؤٹ کریں۔ میں پر زور اپیل کرتا ہوں دونوں اطراف سے کہ اس ماحول کو مزید کھچاؤ سے مزید کشیدگی سے بچانا چاہیے۔ جب معزز اراکین اسمبلی تقریر کریں تو وہ ذاتی حملے نہیں کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری طرف سے قطعی طور پر مداخلت نہیں ہوگی۔ مداخلت تب ہی ہوگی جب کسی کی ذات پہ کوئی حملہ ہوگا اس وقت ضرور مداخلت ہوگی۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آٹھ بجنے والے ہیں اور ابھی ہمارا بحث کا آغاز بھی نہیں ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں مزید وقت ضائع کیے بغیر فوری طور پر بجٹ پر بحث کا آغاز کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس جانب دلانا چاہتا ہوں کہ میاں منظور موہل صاحب بھی ہمارے معزز بھائی ہیں' اس ایوان کے ممبر ہیں۔ جب اسلم گورداسپوری صاحب نے آپ سے اجازت چاہی اور آپ نے اجازت نہیں دی تو آپ کا حکم مانتے ہوئے وہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ منظور موہل صاحب کو یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا چاہیے تھا۔ جناب وزیر قانون کہہ رہے ہیں کہ منظور موہل صاحب بڑے تحمل مزاج ہیں۔ وہ بالکل ہوں گے۔ ہم نے انہیں

کوئی اشتعال نہیں دلایا۔ وہ خودبخود ہی طیش میں آتے جائیں تو وزیر قانون صاحب ساری ذمہ داری ہم پر رکھ رہے ہیں کہ جیسے ہم ہی اس ایوان کی کارروائی کو نہیں چلنے دیتے۔ ادھر سے بھی ہمارے معزز رکن اشتعال دلاتے ہیں۔ جب وہ جان بوجھ کر اشتعال دلاتے ہیں تو پھر ادھر سے بھی معزز رکن جواب دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ منظور موہل صاحب بڑے سینئر ممبر ہیں۔ انہیں بھی سوچنا چاہیے تھا کہ جب اسلم گورداسپوری صاحب بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے انہیں اجازت نہیں دی اور آپ کے حکم کے مطابق وہ خاموشی سے بیٹھ گئے ہیں۔ تو اس وقت انہیں مشتعل کرنے کی ضرورت نہ تھی اور وزیر قانون صاحب کو یہ بھی دیکھنا چاہیے تھا کہ ساری ذمہ داری ہمارے اوپر عائد نہیں ہو جاتی بلکہ اس ایوان کو چلانے کی ذمہ داری حکومتی بنچوں پر زیادہ ہوتی ہے۔ حزب اختلاف پر یہ ذمہ داری اتنی نہیں ہوتی، جتنی حزب اقتدار پر ہوتی ہے۔ اس لیے انہیں اپنی سائیڈ پر ایوان کو کنٹرول کرنا چاہیے اور ایسا ماحول پیدا نہ کریں اور جب یہ ایسا ماحول پیدا نہیں کریں گے تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری طرف سے بھی ایوان بالکل in order رہے گا اور یہاں سے کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔ شکریہ۔

میاں منظور احمد موہل: نکتہ ذاتی وضاحت۔ میرا نام دو دفعہ لیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں آپ سے کہوں گا کہ آپ تشریف رکھیں۔ رانا صاحب! مہربانی سے تشریف رکھیں۔ مولانا صاحب! تشریف رکھیں۔ میں قائد حزب اختلاف جناب رانا شوکت محمود صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! ان کی طرف سے بحث کا آغاز کرنے سے قبل گزارش کروں گا کہ یہ بات کئی دفعہ اٹھائی گئی ہے کہ ہم مسلمان ہیں، ہماری حکومت اور ہماری اسمبلی بھی اسلامی جمہوریہ ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ یہاں اتنی چھوٹی سی جگہ نماز کے لیے رکھی گئی ہے۔ اب تک اسمبلی کی کوئی مسجد نہیں بن سکی۔ پچھلے دور میں آپ نے یقین دلایا تھا کہ مسجد کا نقشہ تیار ہے اور عنقریب مسجد تعمیر ہوگی۔ جب تک مسجد نہیں بنتی، اس وقت تک کوئی ہال یا کم از کم کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیے۔ ادھر ایک شامیانہ لگا ہوتا ہے، وہاں بھی دروازہ بند ہوتا ہے اور وہاں حضرات نہیں جا سکتے۔ آپ تو شاید کمرے میں نماز پڑھ لیتے ہوں گے

لیکن جو صاحبان نیچے نماز پڑھنے کے لیے جاتے ہیں انکی تکلیف اور پریشانی کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ جلد سے جلد اس کا کوئی انتظام کریں۔ ہر دفعہ اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوا۔ اس تکلیف کا کوئی ازالہ نہیں ہوا۔ سب ممبران الحمد للہ نماز پڑھنے والے ہیں اور وہ پریشان پھر رہے ہوتے ہیں کیونکہ وہاں جگہ نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب کی بات بڑی جائز ہے اور بے حد ضروری ہے کہ یہاں مسجد ہو۔ یہاں ایم پی اے ہوسٹل کی تعمیر ہونے والی ہے۔ اس میں مسجد کو باقاعدہ ڈیزائن کیا گیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ مسجد پہلے تعمیر ہوگی اور اس کے بعد ایم پی اے ہوسٹل بھی تعمیر ہوگا۔ اس سے پہلے عارضی جو انتظام ہو سکتا ہے' وہ یہی ہے جو شروع سے کیا جا رہا ہے کہ شامیانے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور یہاں بھی کچھ جگہ ہے۔ بلاشبہ کم ہے لیکن شامیانے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور وہاں ہمیشہ سے نماز پڑھی جا رہی ہے اور اب بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ تو میں جناب رانا شوکت محمود صاحب قائد حزب اختلاف کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میزانیہ بابت 90-1989ء پر بحث کا آغاز

رانا شوکت محمود: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا۔ آج یہ اسمبلی آئندہ سال کے مالی بجٹ پر اپنی بحث شروع کر رہی ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم موقع ہے کہ کسی صوبے کے منتخب نمائندے اس صوبے کے عوام کے آئندہ سال کے حالات کے بارے میں جو تجاویز یا پروگرام ترتیب دے رہے ہیں' وہ اس کی تکمیل کس طرح سے کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وسائل اور مطالبات زر کس طرح پورے کیے جائیں گے۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! یہ ایک عجیب بات ہے' بلکہ یہ بات ہمارے اس مؤقف کی مکمل طور پر تائید کرتی ہے' جو مؤقف ہم نے اس ایوان میں مستقل طور پر رکھا ہوا ہے کہ حکومت کی طرف سے عوام کی نمائندگی کا جو دعویٰ کیا جا رہا ہے' اس میں جمہوریت کا بالکل کوئی بھی عمل دخل نہیں۔ جناب والا!

آج عالم یہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کے لیے ایک افسوس ناک بات ہے کہ جب اس صوبے کے عوام کی بہتری' بھلائی اور بہبود کے لیے ایک پروگرام عوامی نمائندگان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے تو اس وقت ایوان میں وزیر خزانہ موجود ہیں اور نہ ہی وزیراعلیٰ موجود ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ان کے اس مؤقف کی کسی طرح بھی تائید نہیں کرے گی کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کا کچھ سوچتے ہیں یا دل میں کچھ درد رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان کی اور جمہوریت کی ایک توہین بھی ہے کہ ایک انتہائی اہم دستاویز پیش کرنے کے بعد اس کے بعد عوام کے منتخب نمائندے اس کے بارے میں جو رائے دیں اس کو نہ سنا جائے' نہ اس پر غور کیا جائے تو پھر اس بجٹ تقریر کا کیا فائدہ ہے؟ آخر اس بات کا مقصد ہی کیا ہے کہ یہ بجٹ تقریریں کی جائیں۔ میرے خیال میں یہ تو اس ایوان کو' اور عوام کا اور ملک و قوم کا پیسہ ضائع کرنے کے برابر ہے۔ میرے خیال میں پہلے آپ کو انہیں یہاں بلانا چاہیے' اس کے بعد میں اپنی تقریر کروں گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمود الرشید صاحب۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! فاضل دوست جو ڈیسک بجا رہے ہیں' میں ان سے گزارش کروں گا کہ اس بارے میں قانون میں کہیں کوئی پابندی موجود نہیں کہ اگر بجٹ پر حزب اختلاف کی طرف سے کوئی تقریر ہو تو وزیراعلیٰ کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(اس مرحلے پر جناب وزیر خزانہ ایوان میں تشریف لے آئے)

جہاں تک وزیر خزانہ کا تعلق ہے' وہ موجود ہیں اور ایوان میں تشریف لے آئے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ میاں صاحب' فرمایئے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! قائد حزب اختلاف نے جو بات کی ہے' وہ جائز ہے۔ لیکن یہ بات جائز نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ میں تقریر ہی نہیں کرتا' بیٹھ جاتا ہوں۔ یہ کسی روایت میں نہیں اور نہ ہی قواعد اجازت دیتے ہیں کہ وہ بیٹھ جائیں۔ وزیر صاحب نماز پڑھنے گئے ہوئے تھے۔ وہ نماز پڑھ کر آئے ہیں۔ ذرا دیر ہو گئی۔ انہیں ذرا تحمل کرنا چاہیے تھا۔ یہ نشان دہی کرنا ٹھیک تھا' لیکن کسی جگہ یہ نہیں لکھا ہوا کہ وہ بیٹھ جائیں اور تقریر نہ کریں (نعرہ

ہائے تحسین) یہ "رولز آف پروسیجر" ہے۔ کسی جگہ یہ لکھا ہوا مجھے دکھا دیں کہ وزیراعلیٰ کا اور وزیر خزانہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ایوان میں کوئی بھی منسٹر ہوگا' اس کی موجودگی میں تقریریں کرنا پڑتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قائد حزب اختلاف تقریر فرمانے لگے ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ انہیں سنیں۔

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف انفرمیشن۔ میں اپنی انفرمیشن کے لیے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کل میاں منظور موہل صاحب وزیر خزانہ کے پرائیویٹ سیکرٹری بنے ہوئے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب!آپ اپنے لیڈر کو بھی بولنے کا موقع فراہم نہیں کرتے؟

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر اس کتاب میں Point of information کی اجازت نہیں ہے۔ اس میں کوئی بھی مجھے دکھا دے کہ Point of information موجود ہے۔ مجھے کوئی بتائے Point of Explanaiton پر کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔ لیکن Point of information کی اس کتاب میں کوئی بات نہیں۔ انہیں پتا ہی نہیں کہ بات کیا ہے اور کس طرح بات کی جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: موہل صاحب!آپ نے درست فرمایا آپ تشریف رکھیے۔

جناب فضل حسین راہی: میں صرف منظور موہل کو اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر کے تحت Point of information اٹھایا جا سکتا ہے۔ Information طلب کی جا سکتی ہے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر کی ایک شکل ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ تشریف رکھیے۔ لیڈر آف اپوزیشن بات کرنا چاہتے ہیں۔ جناب رانا صاحب۔

رانا شوکت محمود: جناب سپیکر اس بجٹ کا میں نے ایک جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: No cross talk please.

میاں منظور احمد موہل: میں نے رولز آف پروسیجر پر پوری طرح عمل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "سن منظور موہل" میں کہتا ہوں۔ سنوں گا اگر یہ ایسی حرکت کرتے ہیں تو پھر میں ان کا جواب اسی طرح سے دوں گا جس طرح کی یہ حرکت کریں گے۔ یہ اپنے لیڈر کا احترام نہیں کرتے وہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ چیئر کو ایڈریس کریں No cross talk please- جی رانا صاحب۔
سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہم یہ حق محفوظ رکھتے ہیں کہ جب ادھر سے لیڈر آف دی ہاؤس بولے گا تو ہم پھر دیکھیں گے کہ وہ اسمبلی میں کیسے بات کر سکتا ہے۔ ہم بھی جناب والا ان کو interrupt کریں گے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے شاہ صاحب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے لیڈر کو کون Interrupt کر رہا ہے۔ آپ کے اپنے ساتھی اپنے لیڈر کو Interrupt کر رہے ہیں۔ قبلہ شاہ صاحب آپ ذرا توجہ کیجئے کہ آپ کے اپنے لیڈر کو آپ کے اپنے ساتھی Interrupt کر رہے ہیں۔
سید ناظم حسین شاہ: ہاؤس کے وقار کا خیال کریں۔ آپ اس طریقے سے بات نہ کریں اگر وہ کریں گے تو یہ حق ہمارے پاس بھی موجود ہے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ بات سنیئے تو سہی میں یہی عرض کر رہا تھا۔ لیڈر آف دی اپوزیشن کو ان کے اپنے ساتھی Interrupt کر رہے ہیں۔ یہی افسوس کی بات ہے آپ دوسروں کو تو کیا سننا پسند کریں گے اپنے لیڈر کو بھی Interrupt کر رہے ہیں۔ جناب رانا صاحب۔
رانا شوکت محمود: جناب میں یہی عرض کر رہا تھا۔
رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں اپنے محترم بھائی قائد حزب اختلاف سے یہ ضرور عرض کروں گا۔ قائد کے سوا اور کسی کی تصویر اس ہاؤس میں نہیں لگ سکتی۔ ان کے دائیں جانب محترمہ وزیراعظم صاحبہ کی تصویر موجود ہے وہ اس ہاؤس میں نہیں لگ سکتی اس کو ہٹا کر پھر تقریر کرنی چاہیے۔
رانا شوکت محمود: جناب والا! آج جب ہم اس صوبہ کے اہم ترین دستاویز پر بحث کرنے جا رہے ہیں۔ اس کا جو میں نے جائزہ لیا' جو چیز مجھے سب سے پہلے نمایاں طور پر نظر آئی اس میں جو ٹوٹل ریونیو Rates ہیں۔ اس ایوان میں جو اعدادو شمار وزیر خزانہ نے پیش کیے۔ وہ کوئی 20 بلین روپے کے ہیں یعنی کوئی 20 ارب روپے کے ہیں۔ Obligatory grant for the Centre جو ہے وہ بحساب 57.9% وہ کوئی ساڑھے چودہ ارب روپے بنتی ہے۔ اس میں صوبائی collection Revenue جو ہے وہ 3.04 بلین روپے اور non-ex محاصل جو ہیں وہ 2.5 بلین روپے بنتے ہیں۔ اس طرح یہ ٹوٹل رقم 20 بلین روپے بن جاتی ہے۔ یہ ہماری ٹوٹل محاصل کی ایک تفصیل تھی۔

اس میں جو بات کی گئی اور اس کا جواب انہی اعداد و شمار میں موجود ہے۔ اس لیے میں نے اس کو پہلے لیا ہے۔ وہ بات یہ تھی کہ مرکز پنجاب کی گرانٹ میں کمی کر رہا ہے۔ اس بات کو بہت اچھالا گیا۔ لیکن میں نے سب سے پہلے جو تفصیل پیش کی ہے اس میں اس بات کی نفی ہوتی ہے۔ بلکہ ہم اگر ایک Step آگے جائیں جس میں ہم یہ دیکھیں کہ ہماری سابقہ سال میں جو Obligatory grant تھی جو ہمیں مرکز کی طرف سے ملی۔ وہ 13.1 بلین روپے تھی جو اس سال ہمیں گرانٹ ملی ہے اس سے ایک ارب 30 کروڑ روپے زیادہ ہے۔ یہ ان کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق ہے اور اس کی فیصد اضافہ پچھلے سال کے مقابلے میں 9.9% کے قریب ہے۔ ہم اب ایک اور طرف آتے ہیں۔ جہاں سے اصل مسئلہ شروع ہوتا ہے آخر یہ کمی کیوں ہے اور اس دفعہ کمی کی بات کیوں ہوتی ہے اور یہ بات بھی ہوتی ہے کہ ترقی کے لیے ہمارے پاس جگہ نہیں۔ اس میں ایک سرسری تفصیلی جائزہ بعد میں عرض کروں گا۔ اس میں یہ نظر آتا ہے۔ حکومت پنجاب کے پچھلے سال کے جو اخراجات تھے۔ وہ کوئی تقریباً 24.3 بلین روپے کے تھے۔ اس سال اس بجٹ میں جو اخراجات تجویز کیے گئے ہیں وہ کوئی 26.7 بلین روپے کے قریب ہیں۔ یہ 10% کے قریب اضافہ ہے۔ ہمارے محاصل میں تو کمی واقع ہوئی ہے باوجود اس بات کے کہ مرکز نے ہمیں گرانٹ زیادہ دی لیکن ہم نے اپنے اخراجات میں 10% اضافہ کیا ہے جو بہت بڑا اضافہ ہے۔ یہ کوئی کم اضافہ نہیں۔ 10% کا اضافہ ایک بہت بڑا اضافہ ہے جو اس حکومت نے کیا ہے۔ اس میں ایک اور بات بہت ضروری ہے جو میں کرنا چاہتا ہوں مرکز نے جو Obligatory grant پچھلے سال کی نسبت 10% اضافی طور پر دی ہے اور وہ اپنے اخراجات کم کر کے دی ہے اور اس کے مقابلے ہمارے اپنے صوبے میں اخراجات میں 10 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یہ بھی انتہائی اہم بات نوٹ کرنے والی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد یہ کہنا کہ مرکز نے ہماری امداد میں کمی کر دی اور ہمارے اخراجات اور دیگر ترقیاتی اخراجات میں تنگی صوبہ پنجاب کو محسوس ہوگی تو یہ کوئی جائز بات نہیں۔

میں اس وقت موجود نہیں تھا۔ جب میرے عزیز بھائی وزیر خزانہ نے یہ تقریر فرمائی۔ میں نے آج ان کی یہ تقریر پڑھی جب میں دیکھ رہا تھا ہمارے بجٹ کے بارے میں تو اس میں جناب بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو بالکل ظاہر اور اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ یہ جو بھی تقریر تھی یا جو بھی

یہ بجٹ تھا اس میں جناب وزیر خزانہ کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ مجھے وزیر خزانہ کی بے حد عزت' ادب اور احترام ہے۔ بڑی مدت سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ ان کی لیاقت' قابلیت اور صلاحیت کا بھی اعتراف ہے۔ لیکن میں نے آج کوئی ایسا کھوسہ نہیں دیکھا جو اتنے شعر کہہ سکے جتنے شعر ان کی اس تقریر میں لکھے ہوئے ہیں۔ دوستی کے ناتے جو بھی میرے دل میں ہے وہ میں کہہ سکتا ہوں۔ اس تقریر میں جو افسوسناک بات مجھے نظر آئی وہ یہ کہ سارا زور ایسی بات پر دیا گیا تھا کہ پنجاب میں ترقی کے ذرائع اور مواقع بہت کم ہو گئے۔ چونکہ مرکز نے گرانٹ نہیں دی۔ اور اس بجٹ میں یہ بات موجود ہے کہ جناب مرکز نے تو ایک ارب 30 کروڑ روپے پہلے سے زیادہ امداد دی ہے اور اپنا پیٹ کاٹ کر دی ہے۔ اس کے باوجود آخر کیوں بار بار اس بات کا اعادہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مرکز صوبہ پنجاب کو ترقی کرنے نہیں دیتا اور آج بھی اس کی بازگشت سنی گئی۔ جب ٹیوب ویلز کے ناتے یہ بات ہوئی کہ صوبہ پنجاب میں مرکز نے ٹیوب ویل کاٹ دیے ہیں۔ ایک تو مرکز امداد کی صورت میں ڈیڑھ ارب روپیہ زیادہ دے رہا ہے جو پچھلے سال سے زیادہ ہے۔ دوسری طرف یہ ممکن ہی نظر نہیں آتا تھا جیسے میں نے اس وقت عرض کیا جناب والا! کہ دوسری طرف یہ بجلی کے کنکشن کاٹے جائیں۔ اس کے بعد پھر اس ایوان میں آج ہی اسی سیشن کے دوران ایک اور بات ہوئی کہ جناب یہ پیپلز پروگرام کا جو ذکر کیا گیا وہ بھی ایک پنجاب کی طرف سے مرکزی حکومت کے خلاف بات ہوئی تھی۔ ایک مسلسل عمل ہے جو یہاں پر چل رہا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات مجھے نظر نہیں آتی جو مرکز کی طرف سے ہو بلکہ اس کے بالکل برعکس ایک دوسرا پہلو جو نمایاں طور پر نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اس ایوان میں چند دوست ایسے ہیں جو مرکزی حکومت کے خلاف ایک سلسلہ چلا رہے ہیں۔ اب میں جناب چند دوسری مدات کی طرف ایوان کی توجہ دلانا چاہوں گا۔ آخر یہ ایوان اس صوبہ کا سب سے اہم ترین ادارہ ہے اور اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ ان تمام اخراجات کا جائزہ لے اور ان اخراجات میں اگر یہ ثابت ہو کہ یہ اخراجات جائز نہیں تو ان پر دوبارہ نظرثانی کرے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ ایک ہمارا فرض ہے جو ہم اس صوبہ کے عوام کی طرف رکھتے ہیں جو کہ انہوں نے نمائندگی کی صورت میں ہم پر عائد کیا ہے۔ بلکہ میں اس سے ایک قدم اور آگے جاؤں گا کہ یہ رقم ایک امانت کی صورت میں ہے جو ہم ان سے لیتے ہیں اور ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اس رقم کو عوام کی فلاح بہبودی

اور بہتری کے لیے اپنی بہترین صلاحیتوں اور اپنے ضمیر کے مطابق استعمال کریں اور پھر یہ بھی بات میں سمجھتا ہوں کہ مجھے کرنی چاہیے کہ یہ فرض نہ صرف عوام بلکہ خدا بھی دیکھ رہا ہے کہ ہم اپنے اس فرض کو کس طرح پورا کرتے ہیں۔ میں جناب آپ کی توجہ چند اور اہم چیزوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو اتنی ہی اہم ہیں کہ اگر ان پر دیکھا جائے تو پھر یہ اخراجات میں جو ہمارا اضافہ کیا گیا ہے اگر اس کو اس طرح ہم متوازی کر لیتے تو یہ خسارے کا بجٹ نہ ہوتا۔ اب ان کا یہ ارادہ ہے یعنی ہماری حکومت کا ارادہ ہے کہ مرکز ٹیکس لگا کر پنجاب کو حصہ دیتا رہے اور مرکزی حکومت کو کسی نہ کسی طرح' کسی نہ کسی حیلے بہانے اس پوزیشن میں رکھا جائے کہ ان کی بات بنے نہ بنے لیکن پیسہ دیے بغیر گزارہ نہ ہو۔ تو جناب یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی اچھا Attitude نہیں۔ اب میں آپ کو دوسری طرف یعنی بجٹ کے دوسرے حصوں کی طرف لے جاتا ہوں۔ اس میں اگر آپ دیکھیں تو اس میں ہمارا جو سب سے پہلا مطالبہ زر ہے وہ افیون کے بارے میں ہے۔ یہ ہمارے بجٹ کے پہلے صفحہ پر افیون کے بارے میں اس طرح بجٹ شروع ہوتا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آخر میں پھر یہ انہیں لوگوں کا بجٹ ہے جو انہیں لوگوں کی بہتری کا سوچتے ہیں۔ اگر ہم اس کی کوئی دوسری مد لیں مثلاً Land Revenue and Consolidation اس پر جو مطالبہ زر کیا گیا ہے جو کہ بجٹ کے صفحہ 5 پر ہے۔ اس کا جو پچھلا بجٹ 89-1988ء کا تھا اس میں یہ رقم ایک ارب 97 کروڑ 45 لاکھ اور 56 ہزار بنتی تھی۔ تو جناب اس دفعہ اس رقم کو اگرچہ کم کر کے بتایا گیا لیکن ایک اتنے بڑے محکمے کے لیے جس میں اس صوبے کے اسی یا پچاسی فیصد عوام متاثر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اتنی سی ایک معمولی رقوم رکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں اور اس میں جو باتیں آپ سے عرض کروں گا وہ اس قدر بھیانک ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کو مل کر اس بات کی خلاف احتجاج کرنا چاہیے کہ اتنا بڑا محکمہ جس کی اس ملک کے 85 فیصد عوام کی تقدیر کے ساتھ وابستگی ہے۔ اس کی یہ حالت زار ہے۔

جناب والا! اس میں consolidation محکمہ اشتمال کا بھی ذکر ہے۔ اس میں کچھ اس پر بھی خرچ ہے۔ اس میں Settlement کا بھی ذکر ہے اس پر بھی کچھ خرچ ہے۔ اب اشتمال ایک زمیندار کے لیے ایک بہت ہی انتہائی اہم عمل ہے۔ ایک زمیندار کے لیے اس سے زیادہ اہم عمل کوئی نہیں ہوتا کہ اس کی زمین جس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوں اس کو اکٹھا کر دیا جائے۔ اب

اس صوبہ میں یہ صورت حال ہے کہ کئی مواضع ایسے ہیں جہاں پچھلے اٹھارہ اٹھارہ سال سے اشتمال کا عمل جاری ہے اور آج تک وہاں اشتمال مکمل نہیں ہوا۔ محکمہ مال نہ وہاں پر اپنی عملدرآمد رکھتا ہے اور نہ ہی محکمہ اشتمال۔ بے چارے کاشت کار اور کسان اور زمیندار دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ اگر انہیں اپنی ملکیت کی ایک فرد لینی پڑے تو انہیں یہ نہیں پتا چلتا کہ وہ مال کے پٹواری کے پاس جائیں یا اشتمال کے پٹواری کے پاس جائیں اور اس عمل میں ان کے سینکڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں اور اگر کسی محکمہ اشتمال کے افسر کے پاس جائیں احتجاج کریں تو اس کا سب سے آسان ترین جواب یہ ہوتا ہے کہ جناب میرے پاس تو سٹاف نہیں۔ ہمارے پاس پیسہ نہیں' وسائل نہیں اور پھر اس کا حل یہ ڈھونڈتے ہیں کہ دیہات کے لوگ مل کر دو یا چار پٹواری رکھ لیں تو پھر ہم یہ اشتمال کا عمل آگے بڑھا سکیں گے۔ تو جناب میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس صوبے کے عوام کے ساتھ اس صوبہ کے کاشت کاروں کے ساتھ اور زمینداروں کے ساتھ ایک بہت بڑا مذاق ہے کہ ہم اشتمال پر ایک مد تو رکھیں لیکن اس پر خرچ یہ کریں کہ کوئی ایک سٹاف پورا نہ ہو سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس میں خود مزید اضافہ کرنا چاہیے اور جب بھی آپ اس مطالبہ زر کو لیں۔ بحث کے دوران تو اس پر آپ ضرور غور کریں اور اس کو بڑھائیں۔ اسی طرح اگر جناب آپ دیکھیں تو یہ صفحہ 421 پر تعلیم کا ایک مطالبہ زر ہے جو کہ 7ارب 6 کروڑ 96 لاکھ 99 ہزار دو سو روپے۔ جناب والا! یہ ایک خاصی خطیر رقم ہے جو تعلیم پر استعمال کی جا رہی ہے۔ لیکن اس کو میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک ہم اس طرح استعمال کر رہے ہیں کہ اس کے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو سکے۔ ایک تو میرے خیال میں اس رقم کا صحیح مصرف یہ ہوگا کہ ہم پرائمری تک یا مڈل تک تعلیم کو لازمی قرار دیں۔ جناب والا! جب تک ہم اس صوبے میں تعلیم لازمی رائج نہیں کرتے عوام کی زندگی اور ان کی حالت زار کسی صورت بہتر نہیں ہو سکتی۔

یہ مجھے احساس ہے کہ اگرچہ یہ پہلا قدم ہوگا لیکن ایک پہلا قدم بھی قابل تحسین ہوتا ہے اور یہ ہمیں کرنا چاہئے کہ تعلیم کے مطالبہ زر میں تعلیم کے اس عنصر کو شامل کریں۔ اگر ہم مڈل تک نہیں کر سکتے تو پرائمری تک لازمی طور پر کریں۔ اس میں ایک اور چیز جو مجھے نظر آئی وہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے دیہاتی علاقے کی اس میں زیادہ بات ہوتی ہے۔ جناب والا! دیہاتی علاقے میں جو سکول ہیں ان کے کورسز کسی صورت بھی دیہاتی علاقے کے ماحول کے مطابق

نہیں۔ میرے خیال میں وہ تمام پیسے جو دیہات میں تعلیم پر لگایا جا رہا ہے۔ اس کے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو رہے اور اس کا مظاہرہ میرے بھائی ایم۔ پی۔ اے صاحبان کرتے ہیں کہ ہم ان سکولوں میں بے روزگاروں کی ایک بہت بڑی تعداد اور ایک بہت بڑی فوج سکولوں میں تیار کرتے ہیں جو صبح سے لے کر شام تک اپنی نوکریوں کی تلاش میں گھر گھر پھرتے ہیں اور شام کو مایوس' لاچار اور مجبور واپس چلے جاتے ہیں۔ تو جناب والا! اس میں میری گزارش یہ ہے کہ ہمیں اس مطالبہ زر کے تحت ایک ایسی مد شریک کرنی چاہیے جس میں ہم یہ Substitute کریں کہ جو سلیبس ہمارے ہاں دیہاتی سکولوں کا ہے بالخصوص اس میں زمیندارہ کی ٹریننگ کا ایک پرچہ بھی شامل کیا جائے۔ جس میں ہمارے بچوں کو بنیادی چیزیں مثلاً" کھاد کا استعمال Pesticides and insecticides کا استعمال' سبزیوں کو اگانے یا باغ لگانے کے طریقے' درخت لگانے کے طریقے اور آلات زرعی کے استعمال کے طریقے بتائے جائیں ایک بچے کو جو ٹریننگ ہم وہاں دیں گے اس کے بھی بہت اچھے اور بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔ اسی طرح سے آپ سب دوست جو دیہی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں انہیں علم ہے کہ ہمارے ہاں بجلی عام ہے۔ لیکن Electricians نہیں۔ ہمارے ہاں ٹریکٹرز ہیں لیکن انہیں ٹھیک کرنے والا کوئی نہیں۔ ہمارے دوسرے اوزار اور آلات ہیں لیکن انہیں ٹھیک کرنے والا کوئی نہیں اور ان کو ٹھیک کروانے کے لیے ہمیں تحصیلوں میں یا دوسرے اڈوں پر جانا پڑتا ہے۔ تو جناب میں سمجھتا ہوں کہ ان سکولوں میں یہ بھی انتہائی بہتر سکیم ہوگی کہ اگر ہم وہاں Technical training بھی دیں اور Technical education بھی دیں۔ اگرچہ یہ بہت advanced Nature نہ ہو تو یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہت مستحسن بات ہوگی۔ اگر ان Fields میں انہیں Training دے دی جائے اور یہ ہمیں کرنا چاہیے اور یہ اس صوبے کے عوام اور ان کی بہتری کے لیے ہوگی۔

جناب والا! ایک اور چیز میں ضروری سمجھتا ہوں اور اس ایوان میں ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے۔ یہاں ہم نے 7 ارب' 6 کروڑ اور 96 لاکھ روپے جیسی رقم استعمال کر رہے ہیں۔ جناب والا! اس صوبے کے 85 فیصد عوام دیہاتوں میں رہتے ہیں اور دیہاتوں میں جناب والا! سکولوں کا عالم یہ ہے کہ دیہاتوں کے اکثر سکولوں پر چھتیں موجود نہیں۔ ان کے دروازے نہیں۔ ان کی دیواریں نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہاں مویشی باندھے بھی نہیں جا سکتے۔ جہاں ہمارے یہ بچے

بیٹھ کر پڑھتے ہیں جن کے ماں باپ ہمیں ٹیکس دیتے ہیں اور جن کے ٹیکس سے ہم یہ حکومت اور ہم اسمبلی چلا رہے ہیں اور ٹیکسوں سے پیسہ اکٹھا کر کے تعلیم کی مد پر خرچ کر رہے ہیں۔ جناب والا! وہ بچے جب تعلیم حاصل کرتے ہیں تو ان کو ان بچوں کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جو شہروں میں انگریزی سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ شہروں میں ایچی سن کالج یا دوسرے پبلک سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے ساتھ ان دیہاتی بچوں کا تو مقابلہ ہوتا ہی نہیں۔ یہ تو جناب والا ہم نے ان بے چارے غریب دیہاتیوں کے ہاتھ پیر باندھ کر انہیں آگے ڈال دیا کہ تم تو اس دور میں دوڑ نہیں سکو گے کیونکہ تمہارے تو ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس تفاوت کو بھی دور کرنا چاہئے اور جناب اس تفاوت کو اس طرح سے دور کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! یہ باتیں میرے دل کی گہرائیوں سے ہیں۔ اس میں میری پارٹی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں چاہوں گا کہ سارا ایوان اس پر غور کرے کیونکہ یہ اس ملک کے غریب عوام اور اس صوبے کے غریب آدمیوں کی بات ہے۔ ان کے غریب بچوں کی بات ہے۔ یہ ان بے چارے غریب بچوں کی بات ہے جن کا کوئی پرسان حال نہیں جو روڑی پر پیدا ہوتے ہیں اور وہیں بڑے ہوتے ہیں اور آخر میں وہیں مرتے ہیں۔ جناب والا! یہ ان کا بھی حق ہے کہ ہم انہیں بہترین زندگی گزارنے کے لیے مواقع فراہم کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان بچوں کو زیادہ وظائف دینے چاہئیں۔ ہمیں ان بچوں کو جو دیہاتی سکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور شہروں میں آنا چاہتے ہیں۔ وظائف دینے چاہئیں۔ آپ سب دوست جو دیہات کے ہیں آپ ہمیں بتائیں کہ کتنے بچے میٹرک کے بعد شہر میں تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ لائق بھی ہوتے ہیں اور سمجھدار بھی ہوتے ہیں تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں۔ یا اس صوبے کی حکومت کا فرض نہیں۔ کیا اس صوبے کے نمائندگان کا فرض نہیں کہ ہم ایسے بچوں کی معاونت کریں اور ان کو یہ مواقع فراہم کریں تاکہ وہ اپنی زندگی بہتر بنائیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! یہ ہمارا اخلاقی، دینی اور مذہبی فرض ہے یہ ہمیں کرنا چاہیے اور ہمیں انہیں زیادہ سے زیادہ وظائف دینے چاہئیں اور پھر ایک اور چیز جو میں عرض کروں گا وہ جو Specialized education کے کالجز ہیں، انجینئرنگ کالج ہے، میڈیکل کالج ہے ان میں بھی

دیہاتی بچوں کو اور جو ان سکولوں سے آتے ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے خصوصی رعایت دینی چاہیے اور پھر اس میں ایک بات اور عرض کروں گا کہ یہی وجہ ہے کہ تمام داخلے اکثر و بیشتر شہری لڑکوں کو ملتے ہیں اور وہ دیہات میں جا کر نہ ڈاکٹر بن کر خدمت کرنا چاہتے ہیں نہ وہ انجینئر بن کر خدمت کرنا چاہتے ہیں ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی شہر میں چلا جائے اور وہاں جا کر عوام کے ساتھ مل کر اپنا کاروبار چلائے تو جناب یہ جو بہت بڑی تکلیف ہے یہ بھی اس وقت دور ہو سکے گی اگر ہم ان دیہاتی بچوں کو یونیورسٹیز میں' کالجز میں اور انجینئرنگ اور میڈیکل کے Institution ہیں ان میں اور نرسنگ میں اور دوسرے اس قسم کے تمام اداروں میں خصوصی کوٹہ مقرر کر کے ان کو داخلے دیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ایک اور چیز جو بڑی اہم ہے میں پھر Budget speech کے حوالے سے نہیں بلکہ مجھے جو یہ موقع ملا ہے اس کے حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں تعلیم کا نظام دن بدن خراب ہوتا جا رہا ہے۔ تعلیم ہے ہی نہیں۔ اب تو یہ صرف ایک بزنس ہے جو چل رہا ہے۔ اس میں اساتذہ بھی بزنس کر رہے ہیں اور جو طالب علم ہیں وہ بھی بزنس کر رہے ہیں جس کے پاس زیادہ پیسہ ہوتا ہے وہ بہتر ڈگری حاصل کرتا ہے۔ امتحانوں کا نظام اس قدر خراب ہو چکا ہے کہ اس پر کسی کو اعتماد نہیں رہا۔ امتحانوں کا نظام بالکل تباہ و برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ پرچے پہلے سے آؤٹ ہوتے ہیں۔ امتحان گاہ کے اندر باقاعدہ ایک سسٹم کے تحت' ایک طریق کار کے تحت جو بچے اس طریقہ کو برداشت کر سکتے ہیں ان کو پرچے حل کرائے جاتے ہیں پھر جہاں پر پرچوں کی Marking ہوتی ہے وہاں پر جا پہنچتے ہیں پھر چوتھی سٹیج پر یونیورسٹیوں اور Institution کے اندر جہاں پر یہ Result بنائے جاتے ہیں وہاں پر یہ گڑبڑ ہوتی ہے۔ جناب والا یہ کھلی باتیں ہیں اور یہ ہم سب کو پتا ہے تو جناب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اس معاملے میں اپنا فرض پورا کریں۔ یہ ہمارے اوپر بہت بڑا فرض ہے کہ ہم اس نظام کو اوور ہال کریں۔ اس کو آپ کسی کمیٹی کے سپرد کریں کہ ہم نے امتحان کے طریق کار کو کیسے بہتر بنانا ہے؟ اس میں جناب والا میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر امتحان کو ہم بہتر نہیں بنائیں گے تو آئندہ کی نسلوں کا معیار بتدریج گرتا جائے گا اور پھر ہم کیا پیدا کریں گے؟ یہ 8,7 ارب روپیہ سالانہ بلکہ اللہ کرے آئندہ آنے والی اسمبلیاں اس

سے بھی زیادہ خرچ کریں گی تو ایک خطیر رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی Third rate students جو پہلے ہی دن سے بے ایمانی کے عادی ہوں گے اور جن کے ذہن میں یہی ہوگا کہ کامیابی کا طریق کار صرف پیسے کے زور پر یا اپنے تعلقات کے زور پر ہوسکتا ہے تو جناب ہمیں اس کو بھی روکنا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے اور اس فرض کو ہمیں پورا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے میں یہ استدعا کروں گا۔ جناب والا! اس ایوان سے یہ استدعا کروں گا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے اور اس کمیٹی میں یہ طے پائے کہ اس صوبہ میں ہم نے اپنے امتحانوں کو کس طرح بہتر بنانا ہے۔ جو اساتذہ کی حالت ہے۔ میں ان کی مالی حالت کے علاوہ بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس پر بھی غور کرنا ہے کہ ان کی حالت زندگی کو کس طرح بہتر بنانا ہے؟ اس وقت عالم یہ ہے کہ جو ہمارے دوست پڑھانے پر لگے ہوئے ہیں خواہ وہ سکولز میں ہیں' خواہ وہ انٹرمیڈیٹ کالجز میں ہیں' خواہ وہ یونیورسٹیز میں ہیں وہ سارے کے سارے بد دل مایوس اور Frustrated ہیں۔ یہ ایک بہت ہی افسوسناک واقعہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک غور طلب امر ہے۔ ہمیں اس بات پر بھی فوری طور پر غور کرنا چاہیے۔ اس ایوان کو غور کرنا چاہیے کہ یہ ہمارا فرض بنتا ہے۔ یہ ہمارے اوپر ایک ذمے داری ہے کہ ہم یہ ذمہ داری پوری کریں۔ آخر یہ صورت حال کیوں پیدا ہوئی ہے؟ کیا وجوہات ہیں؟ اور ان وجوہات کو دور کرنا بھی ہمارا فرض ہے جناب میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بات پر بھی بڑی سنجیدگی سے غور کرنا پڑے گا اور ہمیں چاہیے کہ ہم اس مسئلہ پر بھی بہت غور و خوض کریں۔ اس طرح جناب میں ایک اور مطالبہ زر کی طرف آتا ہوں۔ وہ مطالبہ زر صحت سے متعلق ہے۔ یہ بھی ایک انتہائی اہمیت کا حامل مطالبہ زر ہے۔ یہ صفحہ 483 اور ڈیمانڈ 16 ہے۔ اس میں 2 ارب 3 کروڑ 96 لاکھ 47 ہزار 500 روپے کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہ ہم اس صوبہ میں صحت کے محکمہ کو چلانے کے لیے خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ جناب والا! یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اس صوبہ میں بیماری اور تکلیفیں بے شمار ہیں لیکن ان کے علاج کی سہولتیں صرف چند محدود لوگوں کے لیے ہیں۔ بہت ہی محدود لوگوں کے لیے ہیں۔ میں جان بوجھ کر کسی مبالغہ میں نہیں جانا چاہتا لیکن یہ حقائق ہیں۔ جن حقائق کو آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں۔ آپ بھی دیکھتے ہیں اور میں بھی دیکھتا ہوں۔ آج میں ان کا ذکر کر رہا ہوں۔ جناب ہمارے دیہاتی علاقے میں کوئی 60,60,50,50 میل چلے جائیں کوئی اس قابل ہسپتال نہیں ملتا کہ اگر کسی کے کوئی Fracture ہو

جائے تو اس کا X-ray کیا جا سکے۔ جناب کوئی ہسپتال بعض صورتوں میں 100, 100 میل پر نہیں۔ جہاں آپ کسی ایسے زخمی کو جس کا Accident ہوگیا ہو یا جس کی کوئی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں اس کا آپ وہاں علاج کر سکیں۔ آپریشن کر سکیں یا اس کے X-ray کر سکیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایک بے چارے آدمی کی جس کی کسی حادثے میں، کسی لڑائی میں، کسی جھگڑے میں کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہو تو اس کو اپنے علاج کے لیے یا Medico-legal کروانے کے لیے بھی ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں جانا پڑتا ہے اور ان کے پاس نہ Ambulance نہ کار اور نہ گاڑی ہوتی ہے۔ کبھی بس میں اور آپ جناب نے یہ اکثر دیکھا ہوگا کہ ایک زمیندار خاندان اپنے اس بیمار کو چارپائی کے اوپر لٹا کر دس دس، بیس بیس میل دور جاتے ہیں اور چارپائی ان کا Ambulance ہے اور چارپائی ان کی گاڑی ہے اور چارپائی ان کی کار ہے۔ گرمی میں بھی، سردی میں بھی وہ پیدل سفر کرتے ہیں۔ کس قدر یہ ایک افسوسناک پہلو ہے کہ ہم اپنے صوبے کے عوام کو وہاں یہ سہولتیں مہیا نہیں پہنچا سکتے۔ پھر ایک اور چیز جو مجھے بڑی عجیب لگتی ہے، اور اس کا بھی اس مطالبہ زر میں کوئی حل موجود نہیں بلکہ یہ پھر اس بات کی Support کرتی ہے جس کا مجھے افسوس ہے۔ جناب وہ یہ ہے کہ جو اس صوبہ میں بعض متمول لوگ تو اپنا علاج کروا سکتے ہیں، Afford کر سکتے ہیں اور متمول لوگوں میں بہت سارے ایسے ہیں جو مفت علاج کروانے کے مستحق قرار دیے گئے ہیں۔ ان کو بیماری کی صورت میں ہسپتال میں کمرہ بھی مفت ملے گا، دوائی بھی مفت ملے گی، علاج بھی مفت ہوگا بلکہ بعض صورتوں میں تو یہ ہے کہ وہ دوائیاں دوسروں کے لیے بھی لے کر چلے جاتے ہیں اور وہ لوگ جو مستحق ہیں، جناب سپیکر جو اپنا علاج نہیں کروا سکتے۔ جن کے پاس دوائی خریدنے کے لیے پیسے نہیں۔ ان کو دوائی لینی پڑتی ہے اور ہسپتال کی فیس دینی پڑتی ہے۔ اکثر و بیشتر اگر آپ نے کسی ہسپتال میں جا کر غور کیا ہو تو آپ کو یہ بے چارے لوگ برآمدوں میں اور نہ صرف برآمدوں میں بلکہ ہسپتال کے باہر کمپاؤنڈ میں بڑی بڑی شدید بیماریوں اور بخار میں اور Fractures کی حالت میں اور دوسرے انتہائی جو ان کے مخدوش حالات ہو سکتے ہیں اس میں پڑے ملیں گے اور پھر ظلم یہیں ختم نہیں ہوگا۔ جناب والا! ظلم اگر یہیں ختم ہو جاتا تو پھر بھی شاید کوئی گزارا ہوتا۔ ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ اگر وہ آپریشن تھیٹر میں لے کر گئے تو اس کو ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ جا کر Injection لے کر آؤ، اپنی دوائی خود خرید کر لاؤ، پٹی خود خرید کر لاؤ۔

جناب اس بے چارے کے پاس اگر پٹی کے پیسے ہوتے تو وہ کہیں باہر کسی گراؤنڈ میں پڑا نہ رہتا۔ کسی چھت کے نیچے لیٹتا' کسی چارپائی پر لیٹتا۔ جناب وہ بے چارہ تو باہر پڑا اس لیے کہ اس کے پاس پیسے نہیں اور ان صورتوں میں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایسا ہوتا ہے کہ پٹی کے پیسے' دوائی کے پیسے Antibiotics کے پیسے اور پھر سب سے زیادہ جو Anesthesia کسی نہ کسی صورت میں دیا جاتا ہے اس کے پیسے لیے جاتے ہیں اور تو اور جناب Life saving drugs جو ہیں پیسے لیے بغیر نہیں دی جاتیں اور ان کے حساب کے جو پیسے ہوتے ہیں وہ کہیں اور بک کیے ہوتے ہیں یا کسی اور غیر مستحق آدمی یا شخص یا مریض کو لگ گئے ہوتے ہیں۔ ہمیں اس ظلم کا بھی تدارک کرنا ہے۔ جناب یہ اسمبلی اس صوبہ کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اس صوبے کے سب اختیارات آپ کے پاس ہیں۔ آپ قانون ساز ادارہ ہیں۔ آپ اس ملک میں اس صوبہ میں آپ مالی طور پر حکومت چلانے اور اس کو روکنے کے ذمہ دار ہیں۔ آپ کے اختیارات کم نہیں۔ آپ کے بے پناہ اختیارات ہیں۔ میری آپ سے یہ گزارشات ہیں کہ خدا کے لیے اپنے ان اختیارات کو استعمال کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ذمہ داری کی صورت میں دیے ہیں اور ان اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اس صوبہ کے عوام کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ آپ اربوں روپے ان پر خرچ کریں اور ان کی حالت زار کو بہتر بنائیں۔ میں تو آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ جو خرچ ہیں انہی رقومات کو اگر آپ صحیح طور پر خرچ کریں' انہی رقومات کو اگر آپ صحیح مدوں میں استعمال کریں اور لگائیں تو پھر یقینی طور پر اس صوبے کے عوام کی حالت بہتر ہو سکتی ہے..... (نعرہ ہائے تحسین) میں سیاسی حوالے سے یہ بات نہیں کر رہا۔ میں پھر یہ کہوں گا اس لیے کہ یہ سیاست نہیں۔ لوگوں کی خدمت کرنا' اپنا فرض پورا کرنا' جو فرض ہمیں عوام کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے۔ اس کو پورا کرنا جناب والا! کون سی سیاست ہے۔ جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں مجھے بتایے کہ مچھروں نے وہاں لوگوں کا کیا عالم کر رکھا ہے؟ گلیوں میں کیا عالم کر رکھا ہے۔ قسم خدا کی لوگوں کو اس طرح نوچتے ہیں اور آپ نے دیکھا ہوگا۔ جناب سپیکر آپ بھی دیہات سے تعلق رکھتے ہیں کہ گرمیوں میں لوگ لحاف لے کر سوتے ہیں۔ یہ شاید کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ گرمیوں میں لوگ لحاف لے کر سوتے ہیں کہ مچھروں سے بچنے کی اور صورت کوئی نظر نہیں آتی۔ جناب یہ عالم ہے اگر آپ Anti-Malaria کا جو بورڈ ہے اس سے پوچھیں تو ان کا جناب یہ کہنا ہوتا ہے کہ یہ ملیریا

کے مچھر نہیں یہ تو دوسری قسم کے مچھر ہیں۔ بھئی ملیریا کا مچھر بھی کاٹتا ہے اور دوسرا مچھر بھی کاٹتا ہے۔ ان کا جناب یہ ہوتا ہے کہ ملیریا کا Anopheles جو مچھر ہے' Anopheles کی قسم جو ہے وہ ختم ہوگئی یہ تو اب دوسرا مچھر ہے اور اب ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ جناب اس پر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس مطالبہ زر میں ایک خطیر رقم رکھنی چاہیے تاکہ دیہاتی عوام جو ہیں یہ اپنی زندگی بہتر بنا سکیں۔ ایک اور چیز جو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے یہاں کہنی چاہیے اور وہ ہے کہ ہم جتنی بھی ترقی کر رہے ہیں اور جتنی بھی ترقی کے دعوے ہو رہے ہیں۔ جتنی بھی ترقی ہم فیصد کا حساب نکال کر دیتے ہیں۔ یہ ساری کی ساری نفی ہو جاتی ہے۔ جس ریٹ سے یا جس شرح سے ہماری آبادی بڑھ رہی ہے۔ ہماری آبادی ایک خوفناک شرح سے بڑھ رہی ہے۔ آبادی میں اضافے کی شرح 2.8 رہ گئی تھی اور اب بڑھ کر یہ 3.1 بلکہ 3.2 فیصد سالانہ ہوگئی ہے۔ جناب والا! ہماری آمدنی یا گراس National product اس شرح سے نہیں بڑھ رہی۔ تو پھر جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ جو ہم سکیمیں بنا رہے ہیں' ان کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ ان کا پھر کیا فائدہ اگر آئندہ سال ایک اور کھیپ آ جائے گی اور اس کے بعد پھر ایک اور جن کے لیے نہ سکول ہوں گے نہ گھر ہوں گے نہ کوئی روزگار ہوگا اور نہ اس کے لیے کوئی دوائی ہوگی۔ تو جناب والا! ہمیں اس بات پر بھی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

جناب والا! ایک اور اہم مطالبہ زر کا بھی یہاں پہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ ہے Communicaiton یہ صفحہ 939 پر ہے اور ڈیمانڈ نمبر 25 ہے۔ اس میں 53 کروڑ 37 لاکھ 71 ہزار 900 روپے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بہت کم رکھا گیا ہے۔ اس 53 کروڑ میں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ہم سب لوگ سفر کرتے ہیں اس صوبہ میں کوئی سڑک ٹھیک ہی نہیں رہی۔ آپ کسی بھی سڑک پر چلے جائیں اتنے گڑھے' اتنی جگہ ٹوٹ پھوٹ اور یہ عالم ہے کہ یہ سفر ناممکن بن گیا ہے۔ کوئی صوبہ' کوئی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کے ذرائع آمدورفت صحیح نہیں ہوں گے۔ پھر یہ سب کہانیاں ہوں گی کہ یہ ترقی کر گیا ہے۔ کسی بھی ترقی کے لیے وہاں کی Communication انتہائی ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس کو بھی Revise کرنا چاہیے۔ اس مد میں آپ کو زیادہ رقم دینی چاہیے۔ آپ لاہور سے راولپنڈی جا کر دیکھیں اس سڑک کا کیا عالم ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ بڑی اچھی سڑکوں میں سے گنی جاتی ہے۔ اس

کے ساتھ ہی میں سمجھتا ہوں کہ ایک اہم مطالبہ زر Irrigation and land Reclamation ہے۔ اس مد پر صوبے کی معیشت کا دارومدار ہے۔ جناب والا! اس ملک میں 85 فیصد لوگ دیہات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری معیشت دیہاتی ہے۔ ہم کاشت اور فصلوں پر اپنے صوبے کی معیشت کو چلا رہے ہیں۔ یہ مطالبہ زر نمبر9 ہے اور صفحہ 95 ہے۔ اس میں 1 ارب 71 کروڑ 78 لاکھ 500 روپیہ رکھا گیا ہے۔ جناب والا! یہ حقیقت ہے کہ اس صوبے میں دنیا کا سب سے بڑا Irrigation system ہے اور یہ اس بات کا بہت بڑا ثبوت تھا کہ یہ صوبہ ساری دنیا میں سب سے زیادہ زراعت پہ دارومدار کرتا تھا۔ یہ بالکل ایک حقیقت ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا انہار کا System یہاں یہ موجود ہے۔ اس پر جو سب سے زیادہ تباہی و بربادی ہوتی ہے اس میں دو عوامل ہیں ایک تو Seepage and evaporation جو پانی کا پچاس فی صد حصہ لے جاتے ہیں اب Seepage and evaporation کو روکنا بھی ہمارا فرض بنتا ہے۔ مجھے اس مطالبہ زر میں کوئی ایسی رقم نظر نہیں آئی کہ ہم نے Seepage and evaporation کو روکنے کے لیے کوشش کی ہو یا ریسرچ کی کوئی پروویژن رکھی ہو کہ Seepage and evaporation کو روکنے کے لیے ہمارے محکمہ انہار میں جو بڑے بڑے انجینئر ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ہمارے بجٹ میں کمی ہے۔ یہ بھی ایک مد بجٹ میں رکھنی چاہیے تھی وگرنہ اس ملک میں 85 فیصد عوام کے ساتھ انتہائی بے انصافی ہوگی۔ اس کے ساتھ ایک مد جو اسی ڈیمانڈ کے ساتھ آتی ہے وہ جنگلات کی مد ہے۔ Forest departmental forestry کے پاس ہوتی تھی لیکن کچھ عرصہ سے اس کا وہ حصہ جو نہروں کے کنارے تھا وہ محکمہ انہار نے اپنے محکمہ میں شامل کر لیا۔ جناب والا! درخت ایک انتہائی اہم چیز ہے۔ یہ کسی بھی ملک کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ آپ سب دوست جو نہروں کے کنارے سفر کرتے ہیں۔ اگر آپ بیسیوں میل تک چلیں تو آپ کو کوئی درخت نظر نہیں آئے گا۔ حالانکہ ساری سہولتیں وہاں موجود ہوتی ہیں کہ وہاں پر درخت اگائے جا سکتے ہیں۔ وہاں پانی بھی موجود ہوتا ہے اور اچھی سے اچھی مٹی بھی ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب والا! میری گزارش ہے کہ آپ اپنی تقریر ختم کریں۔

سید ناظم حسین شاہ: قائد حزب اختلاف کے لیے وقت کی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ رول کی بات کریں گے تو اس میں وقت کی قید ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: قائد حزب اختلاف کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ رول کی بات کریں روایات کی بات نہ کریں۔

رانا شوکت محمود: جناب والا! میں بات جلد ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ جناب والا! میں Forestry کی بات کر رہا تھا۔ یہ ہمارے پاس بہت بڑا وسیلہ ہے کہ جس سے ہم اس ملک کی بہتری کے لیے کافی کچھ کر سکتے ہیں۔ محکمہ انہار اس بارے میں بالکل ناکام ہوا ہے کہ وہ کوئی درخت نہر کے کنارے پر لگا سکے اور وہ صرف ایک جھگڑا ہے محکمہ انہار اور محکمہ جنگلات کا کہ درختوں کی آمدنی کون کھائے گا۔ درخت کون گھر لے جائے گا۔ درختوں کو بانٹنے کے لیے محکمہ انہار نے فارسٹری اپنے پاس رکھ لی۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مطالبہ زر یہاں نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں یہاں سے کاٹ کے اسے محکمہ جنگلات کو دینا چاہیے اور ان کی ذمہ داری لگانی چاہیے اور وہ ذمہ داری اس قسم کی ہو کہ کوئی Promotion نہ ہو۔ جب تک نہروں کے کنارے درختوں کی تعداد پوری نہ ہو جائے۔ اسی ضمن میں جو اہم ترین چیز تھی وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ہر سال Flood آتا ہے۔ Floods بے پناہ نقصان کرتے ہیں۔ آج تک کوئی ایسا جامع اور قابل عمل منصوبہ نہیں بنایا گیا۔ اگرچہ باتیں تو ہوئیں اور ایسا منصوبہ بنانے کا ذکر بھی ہوتا رہا لیکن کوئی قابل عمل منصوبہ نہیں بنایا گیا۔ جس سے ان floods کو کسی نہ کسی طرح کم سے کم کیا جا سکے۔ اور ان کے نقصانات کو کم کیا جاسکے۔ جناب سپیکر! اب عالم یہ ہے کہ پچھلی دفعہ جو سیلاب آئے تھے اور جو نقصان ہوا تھا وہ اب تک پورا نہیں ہوا جبکہ اگلا flood پھر آنے کو تیار ہے۔ کئی نہریں میرے اپنے نوٹس میں ہیں کہ ان میں آج تک پانی نہیں چل سکا۔ وہ نہریں اب بھی اسی طرح پڑی ہیں اور کاشتکاروں اور زمینداروں کے پاس فصلیں اگانے کے کوئی ذرائع نہیں۔ اب اگلا سیلاب پھر آنے والا ہے اور جو اربوں روپے کا نقصان پچھلی دفعہ ہوا ہے۔ پچھلی دفعہ جو اربوں روپیہ ان کی تعمیر و مرمت پر خرچ کیا وہ اب پھر ضائع ہونے کے لیے تیار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بھی ہمیں غور کرنا چاہیے اور محکمہ انہار کو اس بات کی ہدایت کرنی چاہیے اور یہ مد مہیا کی جانی چاہئے۔ ہمیں ایک اضافی مد ایزاد کرنی چاہیے کہ ہم آپ کو فلڈز کے لیے فالتو پیسہ دیں۔ جن لوگوں کے گھروں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو بڑے آرام سے رہتے ہیں۔ لیکن جہاں تباہی ہوتی ہے وہاں اس قدر شدید تباہی ہوتی ہے کہ اس کا تصور محال ہے۔ بے پناہ لوگ flood کی زد میں آکر

بُری زندگی گزارتے ہیں اور بہت بری حالت میں رہتے ہیں۔ جناب وزیر خزانہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مد میں آپ کو ایک اضافی رقم دینی چاہیے تاکہ جناب نصر اللہ دریشک صاحب flood کو روکنے کے لیے کوئی سکیم تیار کر سکیں۔ جناب والا! صفحہ 49 پر ڈیمانڈ نمبر 5 ہے۔ اس مد میں Forest کے 19 کروڑ 35 لاکھ 66 ہزار 500 روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا افسوسناک امر ہے کہ اتنا بڑا صوبہ ہے' اتنا وسیع صوبہ ہو اس میں انتہائی اہم ترین جو محکمہ ہے اس کے لیے صرف 19 کروڑ کی رقم رکھی جائے۔ جناب والا! یہ رقم تو محکمہ جنگلات کے لیے ایک مذاق ہے۔ اس رقم کے ساتھ آپ کیا کر سکتے ہیں۔ اس رقم سے جو پچھلے سال کام ہوئے ان کو ہی بمشکل برقرار رکھ سکیں گے۔ آپ کوئی کام نہیں کر سکیں گے۔ اس محکمے کی کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ جناب والا! یہ اتنا بڑا محکمہ ہے۔ اس میں آج تک Research کی کوئی Provision نہیں رکھی گئی۔ کبھی کوئی research نہیں ہوئی کہ ہمارے بارانی علاقوں میں کون سے درخت ہونے چاہییں۔ ہمارے جو تھل ہیں وہاں کون سے درخت بہتر پیدا ہو سکیں گے اور چولستان میں کون سے بہتر درخت اگائے جا سکتے ہیں اور بھی کسی قسم کی ریسرچ (Research) نہیں ہے۔ ماسوائے اس بات کے کہ محکمہ جنگلات کے لوگ کچھ کیکر اگا لیتے ہیں' کچھ شیشم اگا لیتے ہیں اور کچھ پاپولر اگا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا سال کا کام پورا ہو گیا ہے۔ تو جناب والا! یہ بھی ایک افسوس ترین صورت حال ہے۔ اس میں ہمیں مزید سرمایہ مہیا کرنا چاہیے۔ جناب وزیر خزانہ سے میں یہ گزارش کروں گا کہ جو پیسہ دیں اس سے اس قسم کی Mechanism بنائیں کہ ہم جو پیسہ دیں وہ واقعی درخت کاری اور شجر کاری کے لیے استعمال ہو۔ یہ اس صوبے کی ایک بہت ہی اہم ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں اسی پر مستقبل میں ہماری زمینوں کا دارومدار ہے۔ بجٹ میں میں نے ایک اور جو مد دیکھی ہے وہ ہے جیل اور بحالی قیدیاں۔ یہ صفحہ 357 پر ہے۔ 19 کروڑ 50 لاکھ 47 ہزار 600 کی رقم اس کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔ جناب والا! میں اس ایوان کے تمام ممبران کی توجہ ان بے چارے بے زبان لوگوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جن کی کوئی آواز نہیں۔ جو جیل میں چلے جاتے ہیں اور lock ups میں بند ہوتے ہیں۔ سلاخوں کے پیچھے بدترین انتظامیہ کے سپاہی وہاں گارڈ ہوتے ہیں۔ جناب والا! یہ صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جن کو کسی نہ کسی صورت میں اس قسم کا اتفاق ہوا ہو۔ اس بے چاری مخلوق کے لیے وزیر خزانہ نے جو کل رقم تجویز کی ہے

وہ بہت کم ہے۔ جناب والا! عالم یہ ہے کہ ایک مجرم یا قیدی یا زیر تفتیش قیدی ان کے لیے دو اڑھائی روپے یا اس سے بھی کم خوراک کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ جناب والا! دو روپے میں کیا خوراک کھائی جا سکتی ہے۔ اس کو محض گندی روٹی مٹی ملا ہوا آٹا' کچی روٹی اور کچی دال دی جاتی ہے۔ اس کو بھی اگر چھوڑ دیں۔ بہت سارے لوگ یہ کہیں گے کہ جناب یہ اخلاقی قیدی ہیں' ان کو سزا دینی چاہیے اور ظالم بننا چاہیے اور ہمیں ان کو خوب ٹارچر کرنا چاہیے۔ تو جناب ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو لوگ غلط مقدموں میں جیل چلے جاتے ہیں یا جو لوگ زیر تفتیش ہیں۔ جن لوگوں کو عدالت نے مجرم قرار نہیں دیا ان کے لیے ہم نے کیا سہولت بجٹ میں رکھی ہے۔ جیلوں کا عالم یہ ہے کہ وہ ٹاٹ جو جیلوں میں قیدیوں کو ملتے ہیں ان میں ہم اپنے کتے نہیں سلا سکتے۔ ہم اپنے جانوروں کو وہ ٹاٹ نہیں دے سکتے جن پہ قیدیوں کو رات کے وقت سونا پڑتا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ایسا کمبل جس میں نہ کوئی اون ہوتی ہے نہ کوئی پیٹرن ہوتا ہے' بوریاں' گندا اور مٹی سے اٹا ہوا اور غلاظت سے بھرا ہوا چیتھڑا' قیدیوں کو دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ کمبل آپ کو دے دیا گیا ہے اور سرد زمین پر سردیوں میں اسے کہا جاتا ہے کہ اس میں سو جاؤ۔ قیدی ساری ساری رات جاگ کر گزارتے ہیں اور صبح سورج نکلتے وقت ان کو باہر نکال کے مشقت پہ لگا دیا جاتا ہے۔ تو جناب یہ 19 کروڑ روپیہ آپ اس مخلوق کے لے رکھ رہے ہیں۔ جس کی کوئی زبان نہیں۔ اس کے گھر والے اگر اس کو کوئی چیز دینے جاتے ہیں تو سب سے پہلے ڈیوڑھی میں اس سے وہ چیز چھین لی جاتی ہے' ملاقات کے لیے پیسے لیے جاتے ہیں۔ کوئی چیز خواہ وہ قانونی طور پر جائز ہے اندر لے جانے کے لیے پیسے لیے جاتے ہیں۔ جناب والا! جب وہ اندر چلی جاتی ہے تو سب سے پہلے نمبردار اس سے چھینتا ہے۔ پھر وارڈن سب سے پہلے چھینتا ہے۔ جناب گرمیاں ہوں تو مچھروں سے بارکیں بھری ہوتی ہیں۔ نہ کوئی پنکھا' نہ کوئی دوائی' نہ کوئی علاج' نہ کوئی کھانا۔ ہم اس صوبے کی اس مخلوق کی کیا خدمت کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! ہمارا فرض ہے کہ اس مد میں ہم زیادہ سے زیادہ پیسہ رکھیں' ان کی بحالی کی کوشش کریں۔ ان کو ایسے ماحول میں رکھیں کہ وہ انسان بن سکیں۔ بلکہ جن قیدیوں کو ہم جیلوں میں بھیجتے ہیں وہ تو وہاں سے وحشی بن کر آتے ہیں۔ کیا یہ 19 کروڑ روپے ہم انسانوں کو وحشی بنانے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اس طرح تو اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ جناب یہ رقم تو بہت بری طرح ضائع کی جا رہی ہے۔ کہ

ہم 19 کروڑ روپیہ خرچ کر کے لوگوں کو وحشی بنا رہے ہیں۔ اسی طرح Lock ups کا عالم یہ ہے کہ اس پر بھی ہمیں مزید رقم دینی چاہیے۔ اس صوبہ میں کسی Lock up میں Toilet نہیں۔ یہ بات آپ کو عجب نظر آئے گی۔ میں بلا خوف و تردید کہہ رہا ہوں کہ کسی lock up میں ماسوائے سول لائنز کے جو اے کلاس British قیدیوں کے لیے تھے' کسی Lock up میں Toilet نہیں۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ یہیں سوؤ' یہیں کھاؤ اور اسی کو Toilet کے طور پر استعمال کرو۔ جناب والا' کیا یہ انسانیت ہے۔ میں جناب کے نوٹس میں لایا ہوں کہ انسانیت کی اس تذلیل کو روکیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں ایوان کے ممبران کے سامنے دست بستہ عرض کر رہا ہوں کہ خدا کے لیے اس ظلم کو روکیے۔ خدا کے لیے انسانیت کی اس تذلیل کو روکیے۔ تاکہ وہ لوگ جن کی آواز کوئی سننے والا نہیں۔ ان کی آواز سن سکیں۔ جناب' اگر آپ نے کسی ہسپتال کی ڈسپنسری کا مشاہدہ کیا ہو تو آپ کو سمجھ آئے کہ وہ وہاں قیدیوں کے لیے کیا سہولتیں ہیں۔ ہمیں اس مد میں بھی مزید رقم دینی چاہیے۔ اس طرح میں جیل کے عملے کی بات کروں گا۔ ان کی تنخواہیں بھی ہمیں بڑھانی چاہییں۔ ان کے حالات زندگی بعض صورتوں میں قیدیوں سے زیادہ خراب ہیں۔ وہ سارا سارا دن جیل کے اندر ڈیوٹی دیتے ہیں۔ جیل کے اندر رہتے ہیں۔ وہ باہر کی دنیا سے ان کے Rank میں کوئی Promotion نہیں' کسی کو کوئی سہولت نہیں۔ کسی کو ایسے مواقع میسر نہیں کہ وہ اپنی زندگی بہتر گزار سکیں۔ اس لیے ہمیں جناب والا جیل کے سٹاف کی بھی تنخواہیں بڑھانی چاہییں اور اس کے لیے بھی بجٹ میں مزید رقم دینی چاہیے اور میں اس ایوان کے تمام اراکین سے درخواست کروں گا کہ ہمیں Jail manual پر بھی غور کرنا چاہیے۔

میں وزیر قانون سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ وہ اس پر غور کریں اور اس کے لیے کوئی کمیٹی تشکیل دیں تاکہ وہ اس پر غور کر سکے۔ کوئی ایسا Jail manual بنائیں جس سے ان بے چارے لوگوں کو کچھ سہولیات میسر ہو سکیں۔ جن کا کوئی پرسان حال نہیں اس کے بعد میں ایک اور اہم مطالبہ زر پر بات کروں گا جو کہ انڈسٹریز سے متعلق ہے۔ صفحہ 799 ڈیمانڈ نمبر22- جناب وزیر خزانہ انڈسٹریز کے لیے آپ نے 8 کروڑ 92 لاکھ 16 ہزار روپے رکھے ہیں۔ جناب والا! آپ خود ہی سوچیں کہ ساڑھے پانچ کروڑ عوام کا صوبہ ہو اور اس میں انڈسٹریز کے لیے 8 کروڑ روپے رکھے جائیں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا مذاق صوبے کے عوام کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ یہ کون

سی ترقی ہے؟ کون سی ترقی کی ہم بات کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں اس بات پر لمبی چوڑی بات نہیں کرنا چاہتا۔ حالانکہ مجھے اس پر مزید بات کرنی تھی۔ لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ کہ وقت کی قلت ہے اور ابھی میں نے اور بہت سی باتیں بھی کرنی ہیں۔ جناب سپیکر! اس صوبہ میں سیالکوٹ کھیلوں کے سامان کے لیے ایک base کی حیثیت رکھتا ہے۔ ساری دنیا میں وہاں سے کھیلوں کا سامان جاتا تھا۔ اس کے علاوہ Surgical instrument بھی وہاں سے جاتے تھے اور وزیر آباد میں اسی طرح کٹلری کی base تھی۔ لیکن یہ سب base ہماری ان پالیسیوں کی وجہ سے ختم ہوگئیں حکومت نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور آٹھ آٹھ کروڑ روپے دے کر ہم نے یہ Basis ختم کر دیں۔ اس لیے میں یہ تجویز بھی پیش کرتا ہوں کہ اس مطالبہ زر پر بھی نظرثانی کی جائے۔ اس کے علاوہ سیالکوٹ' وزیر آباد کے وہ مزدور جو اس پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لیے Institute قائم کرنے چاہئیں۔ ایک وقت تھا کہ تمام دنیا میں کھیلوں کا سامان سیالکوٹ سے جاتا تھا لیکن اب دنیا نے تو بہت ترقی کر لی۔ اس فیلڈ میں محنت کی اور وہ لوگ آگے چلے گئے۔ جس کی وجہ سے ہمارے کھیلوں کے سامان کی اتنی مانگ نہیں۔ میں Export کی بات نہیں کر رہا کہ آپ کہیں کہ یہ مرکز کی بات ہے۔ میں تو ان مزدوروں کی بات کرنا چاہتا ہوں جو اس کام میں Specialist ہیں' جن کے آباؤاجداد بھی یہ کام کرتے تھے۔ وہ اس وقت سارے کے سارے بے روزگار ہیں۔ حالانکہ ان کو ایک اچھا خاصا ہنر آتا ہے۔ اس لیے جناب وزیر خزانہ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ کوئی ایسا Training Institute بنائیں جس طرح باہر کی دنیا میں کٹلری اور Surgical Instrument میں جو ترقی ہوئی ہے ہمارے ہنرمند مزدور کاریگر دنیا کے ساتھ ساتھ چل سکیں اور ہمارا کھیلوں کا سامان پھر سے باہر کی دنیا میں جائے۔ اس سے نہ صرف ان ہنرمند لوگوں کو پھر سے روزگار مہیا ہوگا بلکہ ہمارے صوبہ کی جو انفرادیت تھی وہ بھی بحال ہو جائے گی۔

اس کے بعد جناب والا! ایک اور مطالبہ زر ہے جو زراعت سے متعلق ہے۔ صفحہ 565 پر ہے اور ڈیمانڈ نمبر 18 ہے۔ اس میں کل 61 کروڑ 60 لاکھ 62 ہزار 2 سو روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس صوبہ کے دیہاتوں کے عوام کے ساتھ 85 فیصد عوام کے ساتھ نہ صرف مذاق ہے بلکہ ظلم ہے۔ بہت بڑی زیادتی ہے۔ وہ صوبہ جس کی بنیاد ہی زراعت ہے۔ اس

صوبہ میں زراعت کے کے لیے کل 61 کروڑ خرچ کر رہے ہیں۔ جناب والا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ علاقہ جس میں آپ چاول، گندم، گنا اور کپاس سے کروڑوں روپے کا زرمبادلہ حاصل کرتے ہیں وہاں پر اس مد پر زیادہ رقم خرچ کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ زراعت اس صوبہ کی معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جناب والا! عالم یہ ہے کہ ہم ہر سال 8 ارب روپے کا seed oil import کرتے ہیں۔ جناب والا جب 8 ارب روپے کا seed oil امپورٹ کرتے ہیں تو کیوں نہ ان کسانوں کو زیادہ Subsidy دے کر seed oil کی Import کم کریں۔ اس میں یہ درخواست کروں گا کہ اس رقم میں اضافہ کیا جائے۔ جناب وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ اس مد میں زیادہ رقم رکھیں۔ اس صوبہ میں بارانی علاقے بھی ہیں، تھل کا علاقہ بھی، چولستان کا علاقہ بھی ہے۔ آپ نے بے شک ان علاقوں کے لیے کچھ رقومات رکھی ہیں۔ لیکن وہ رقومات ان تمام مسائل کے لیے بہت کم ہیں جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس پر زیادہ بات نہیں کروں گا کیونکہ میرے تمام دوست خود سب کچھ جانتے ہیں کہ یہ کتنا اہم موضوع ہے، کیا مسائل ہیں؟ کیا مطالبات ہیں؟ اس لیے اس کے لیے آپ کو زیادہ رقم مختص کرنی چاہیے۔ تاکہ اس صوبے کے غریب عوام کی کچھ بہتری ہوسکے۔ جناب والا! اس میں ایک اور غور طلب بات ہے اور افسوسناک بھی ہے۔ یہ میں نے جتنے مطالبات زر آپ کے سامنے پیش کیے اور جن محکموں کا ذکر کیا اس کے ساتھ ہی ایک اور مد بھی آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ڈیمانڈ نمبر 13 صفحہ نمبر 375 پر پولیس کی مد ہے۔ پولیس کی مد میں وزیر خزانہ نے جو رقم تجویز کی ہے 1 ارب 74 کروڑ 92 لاکھ 41 ہزار 2 سو روپے ہے۔

جناب والا! یہ مطالبہ زر سب سے بڑا ہے جو کہ پولیس کی مد میں ہے۔ جو وجوہات میں عرض کرنے لگا ہوں اس بناء پر میں ایوان سے یہ گزارش کروں گا کہ اس مطالبہ زر کو منظور نہ کیا جائے۔ اول تو اسے رد کر دینا چاہیے اگر رد نہیں کرتے تو اسے بہت گھٹا دینا چاہیے۔ کیونکہ محکمہ پولیس جس کے لیے سب سے زیادہ رقم مختص کر رہے ہیں۔ یہ لوگ خود سب سے بڑے قانون توڑنے والے اور غیر ذمہ دار ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

وہ لوگ جو دیہات میں میں رہتے ہیں' بلکہ شہروں میں بھی رہتے ہیں۔ بلکہ میرے خیال میں اس میں کوئی تفاوت نہیں۔ آپ کسی تھانے میں چلے جائیں کسی کی چوری ہو جائے کسی کے گھر ڈاکہ پڑ جائے' کسی کو مار پڑ گئی ہو۔ پولیس میں کوئی مقدمہ بغیر پیسوں کے درج ہو جاتا ہو تو پھر آپ بے شک یہ سارا مطالبہ زر پیش کر دیں۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ سارے صوبے میں کسی تھانہ میں کوئی پولیس آفیسر ایسا نہیں جو ازخود کیس رجسٹرڈ کر لیتا ہو' کوئی پرچہ درج نہیں ہوتا' کوئی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر کسی کا نقصان ہو جائے تو 99 فیصد لوگوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ جاؤ پہلے اس ملزم کا پتہ کر کے آؤ جس نے یہ چوری کی ہے۔ اب آپ خود ہی سوچیں وہ بے چارہ مدعی کیسے جائے۔ جب بھی کسی تھانے میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو کوئی چار میل دور سے لوگ روکنا شروع کر دیتے ہیں کہ میں دس دن سے باہر بیٹھا ہوں۔ پانچ دن سے باہر بیٹھا ہوں میری بھی تھانیدار سے بات کرتے جائیں تاکہ میرا بھی پرچہ درج کر لے۔ یا جو آدمی تنگ کر رہا ہے جس نے مجھے مارا ہے اس سے بلا کر پوچھ لے۔ جناب سپیکر! پولیس سٹیشن جو سب سے بڑے Prosecution کے سنٹر ہیں۔ وہ ظالم اور زیادتی کے سنٹر بن چکے ہیں۔ جناب وزیر خزانہ اس کے لیے آپ 1 ارب 72 کروڑ روپے رکھ رہے ہیں۔ یہ آپ صوبہ کے عوام کے ساتھ کیا ظلم کر رہے ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ اس کی تفصیل پڑھیں تو جناب اس سے دل دہل جاتا ہے۔ 20 کروڑ 84 لاکھ روپے پنجاب کانسٹیبلری کے لیے رکھ رہے ہیں۔ جناب والا! سپیشل برانچ کے لیے 7 کروڑ 19 لاکھ روپے رکھا جا رہا ہے۔ جناب والا سپیشل برانچ کی کیا ڈیوٹی ہے۔ اس کے اس میں کیا فرائض ہیں؟ یہ میں سمجھتا ہوں کہ ساری کی ساری رقم ضائع کرنے والی بات ہے۔ آپ اس رقم کو کہیں اور لگا لیں' کسی اور بہتر جگہ پر لگا لیں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ سات کروڑ روپے بالکل ایک نقصان ہے اس کے لیے آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ یعنی 7 کروڑ روپیہ اس لیے دیا گیا تھا کہ یہ سپیشل برانچ والے لوگ سارا دن لوگوں کا پیچھا کریں۔ لوگوں کے ٹیلی فون ٹیپ کریں۔ لوگوں کے خلاف غلط رپورٹیں لکھیں۔ آخر اس 7 کروڑ روپیہ ضائع کرنے کا مطلب کیا ہے؟

تو جناب میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک بہت بڑی زیادتی ہے' ہمیں اس ساری رقم کو Revise کرنا چاہیے' اس کے ساتھ ہی جناب میں ایک اور چیز اس ایوان کے سامنے بطور ایک تجویز کے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر خزانہ کو چاہیے کہ یہ 7 کروڑ' یہ 20 کروڑ روپیہ اس پنجاب

کانسٹیبلری کو اور پنجاب پولیس جو لوکل ہے اس کے ساتھ ضم کر دیں' ملا دیں۔ یہ پنجاب کانسٹیبلری تو کوئی چیز ہی نہیں۔ ماسوائے اس کے کہ یہ پولیس لائنوں میں بیٹھی ہوئی ہے' تاکہ یہ لوگ تھانوں میں جا کر کچھ کام کر سکیں' اور لوگوں کی زندگی شائد بہتر ہو سکے' میرے خیال میں تو یہ جتنے بھی سپاہی جائیں گے یہ اس علاقے پر بوجھ بنیں گے' چونکہ آپ نے یہ لکھا ہوا ہے لہٰذا ایک Consumption کے تحت کہ شائد کوئی حالت بہتر ہو جائے۔ جناب والا! یہ رقم 20 کروڑ اور 7 کروڑ روپیہ جو کہ آپ نے رکھی ہے میرے خیال میں اس کی یہاں پر کوئی ضرورت نہیں۔اس رقم کو آپ کسی اور مد میں خرچ کریں وہ مد میں آپ کو عرض کرنے لگا ہوں۔ جناب والا! اس صوبہ میں جو سب سے بڑا ظلم پولیس کرتی ہے' وہ اس طرح کرتی ہے کہ پرچے درج نہیں کرتی' کسی کے خلاف اگر کوئی بات ہو جائے تو وہ کیس کو رجسٹرڈ نہیں کرتی' جناب والا! میں اس ایوان کے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ یہ جو رپورٹنگ ایجنسی ہے' ایف آئی آر لکھنے والی جو ایجنسی ہے یہ الگ کر لی جائے' یہاں پر تھانے دار کے پاس یا پولیس اسٹیشن میں کوئی رپورٹنگ سنٹر نہ ہو' بلکہ رپورٹنگ ایجنسی بالکل مختلف ہو اور وہ ایجنسی جس کسی بھی شخص کے ساتھ زیادتی ہو' اس کی رپورٹ لے کر ایک کاپی خود رکھے' ایک کاپی ایم پی اے' ایم این اے کو بھیجے اور ایک کاپی ایس پی کو بھیجے' پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس صوبے میں جرم کیسے نہیں رکتا۔ تو آیئے اس بات کو نافذ کریں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔اگر یہ ایوان اس مطالبہ زر میں تبدیلی نہیں کرے گا تو یہ خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا' اور ہم اپنے فرض میں بہت بڑی کوتاہی کریں گے اور ہم اپنے صوبہ میں عوام کے اوپر ظلم کرنے میں خود براہ راست شریک ہوں گے۔ جناب والا! ہم عوام پر ظلم و زیادتی کروانے میں ان پولیس والوں کے براہ راست شریک کار ہوں گے جو رپورٹ درج نہیں کرتے۔ صرف ایک رپورٹنگ ایجنسی کو علیحدہ کرنے سے صوبہ کے عوام کی زندگی کی حالت بدل جائے گی۔ دیہات میں جو لوگ رہتے ہیں' وہ میرے دوست بتائیں کہ دیہات میں کتنی بڑی تعداد میں مویشی چوری ہوتے ہیں وہ بے چارے غریب زمیندار ہوتے ہیں' ہمارے ہاں ایک مثل مشہور ہے' کہ رسہ چور کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور دم مالک کے ہاتھ میں ہوتی ہے' دن دہاڑے لوگ مویشی لے کر جا رہے ہوتے ہیں' کتنے پرچے درج ہوتے ہیں' کتنی چوریاں رجسٹرڈ ہوتی ہیں' کتنی چوریوں کی Recovery ہوتی ہے۔ جناب والا! کچھ نہیں ہوتا' کچھ

نہ کرنے پر پھر ہم ان کو ایک ارب 74 کروڑ روپیہ کیسے دے دیں' کس آدمی کا یہ ضمیر گوارا کرتا ہے۔ میں پھر پُر زور اپیل کرتا ہوں اس ایوان کے سامنے' کہ یہ 20 کروڑ اور 7 کروڑ روپے کی رقم نکال کر خرچ کریں اور ایک رپورٹنگ ایجنسی الگ قائم کریں۔ تاکہ ہم سب عوام اس میں تمام کی تمام رپورٹیں کروائیں۔ جناب والا! میں ایک اور ضروری بات کرنا چاہ رہا تھا' وہ بھی ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے وہ ہے صوبہ میں ہاؤسنگ کا مسئلہ۔ ہاؤسنگ کے مسئلے پر بھی اگر ہم دیکھیں تو بجٹ کے صفحہ 965 پر جناب وزیر خزانہ صاحب نے جو مطالبہ زر اس ایوان کے سامنے پیش کیا ہے وہ 4 کروڑ 10 لاکھ 16 ہزار 4 سو روپے کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک صوبہ کے عوام کے ساتھ مذاق ہے۔ ساڑھے پانچ کروڑ کی آبادی کا یہ صوبہ ہے اس صوبہ میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس کی ضرورت گھر نہ ہو' یہ ایک بنیادی ضرورت ہے' بڑا ہو' چھوٹا ہو' کچا ہو' پکا ہو' اونچا ہو اور نیچا ہو' گھر ایک بنیادی ضرورت ہے' اس بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لیے کل 4 کروڑ 10 لاکھ روپیہ کچھ بھی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس مد کو بھی بڑھانا چاہیے۔ Low cost housing ہماری انتہائی اہم ضرورت ہے' اس صوبہ کے غریب عوام کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی رہنے کی زندگی تنگ ہو کر رہ گئی ہے' کیونکہ کوئی بھی زمین 10 لاکھ' 5 لاکھ' 4 لاکھ روپیہ کنال سے کم میں ملتی نہیں' کتنے لوگ ہیں جو یہ گھر بنا سکتے ہیں' کوئی بھی آدمی دور سے دور جا کر بھی یہ جگہ لے تو 50 ہزار روپیہ فی کنال اور دس مرلے لے تو 25 ہزار روپیہ اور اس پر گھر بنانے پر وہ 2 لاکھ روپیہ لگائے۔ جناب والا! کتنے لوگ ایسا کر سکتے ہیں؟ ہمیں اس پر لازمی غور کرنا چاہیے' یہ ایک انتہائی اہم ترین مسئلہ ہے' جناب وزیر خزانہ آپ بالکل اس رقم میں اضافہ کریں۔ میرا مطالبہ ہے کہ آپ ہاؤسنگ کی رقم میں اضافہ کریں' ریسرچ سنٹر بنائیں' جہاں پر Low cost housing develop کرنے کے لیے وہاں پر کام ہو' وہ کام جتنی بھی جلدی ہو سکتا ہے کریں تاکہ اس صوبہ کے عوام کو گھر ملنے کی پوری پوری امید ہو سکے' لوگوں کو امید ہی نہیں کہ ان کو کوئی گھر ملے گا' صرف یہ کہہ دینا کہ ایک محکمہ ہے اس کے اتنے ڈائرکٹر ہیں' اس کا ایک سیکرٹری ہے' ہم نے ان کا ایک سال کا خرچ دے دیا ہے' یہ کافی نہیں۔ جناب والا! یہ کیسے کافی ہو جاتا ہے۔ یہ کیسے اپنا فرض پورا کر دیتے ہیں۔ ہم کس طرح اپنے ضمیر کو لے کر گھر جائیں گے کہ جناب ہم نے اس صوبہ کے عوام کی تمام مصیبت حل کر دی' چونکہ ہم نے ان کو ایک سال کا خرچ دے دیا

ہے' ایک سال کا خرچ سیکرٹری کا' ڈپٹی سیکرٹری کا' ڈائرکٹر کا دے دینے سے عوام کی مصیبت کیسے دور ہو سکتی ہے۔ ان کی تکالیف میں جناب والا کیسے کمی واقع ہو سکتی ہے۔ ہمارا فرض صرف تنخواہوں کا ایک ذریعہ پیدا کرنا نہیں۔ جناب والا! ہمارا کام' اس ایوان کا کام' جو کہ سب سے طاقت ور ادارہ ہے اس کا کام یہ نہیں کہ یہ محض تنخواہوں کا ہی بندوبست کرے' ہمارا کام بالکل مختلف ہے' جناب وزیر خزانہ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم کس طرح عوام کی تکلیفوں کو کم کر سکتے ہیں' جناب یہاں پر اس پر جو ایک بڑی عجیب صورت حال ہے۔ اب مثلاً اس ضمن میں لاہور میں جو ایک ایل ڈی اے کا ادارہ ہے اس میں ایک discretionary grant ہوتی ہے' میں بتاتا ہوں کہ اس سے بھی پیسہ آ سکتا ہے۔ میں آپ کو ایک اور پیسے کا ذریعہ بتاتا ہوں۔ جو گورنرز کا discretionary: quota ہوتا تھا discretionary quota for allotment of plot وہ پلاٹ 60 ہزار یا 70 ہزار روپے فی کنال الاٹمنٹ کی جاتی' اور اس کی قیمت بازار میں دس بارہ لاکھ روپے فی کنال ہے۔ اس discretionary quota میں سے پچھلے دو گورنروں نے جو گئے ہیں آؤٹ آف دی وے جا کر illegal طور پر' غیر قانونی طور پر' اختیار نہیں تھا discretionary quota کے لیے ہر سکیم میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ پانچ فیصد' چار فیصد یا دو فیصد پلاٹ جو ہیں وہ discretionary quota کے طور پر بانٹے جا سکتے ہیں' پچھلے جو مارشل لاء کے دو گورنر گئے انہوں نے بالکل آؤٹ آف دی وے جا کر discretionary quota الاٹ کر دیا۔ اس کے بعد چیف منسٹر صاحب آئے انہوں نے سینکڑوں کی تعداد میں پلاٹ الاٹ کیے جناب میں اس سلسلے میں تنقید نہیں کر رہا۔ میں ایک عام بات کرتا ہوں اور یہ ایک عام بات ہے۔ 60 ہزار روپے فی کنال کے جو پلاٹ تھے' ان کو اگر آپ دس لاکھ روپے فی کنال بیچیں تو آپ کے صوبے کی یہ ساری مالی مشکلات کیسے حل نہیں ہو سکتیں جناب وزیر خزانہ کیسے پھر رقم نہیں ملتی۔ آپ کو یہ ترقیاتی سکیمیں پوری کرنے کے لیے' یہ رقم آپ کے پاس ہے' یہ رقم مت لٹائیے۔ غیر مستحق لوگوں کو' یہ رقم آپ ان مستحق لوگوں کو دیجئے ان مریضوں کو دیجئے' ان جیلوں میں بند قیدیوں کو دیجئے' ان بے کس لوگوں کو دیجئے' ان طالب علموں کو دیجئے اور ان بے چارے لوگوں کو دیجئے جن کا میں نے یہاں پر ذکر کیا ہے' جناب والا! یہ اہم مسئلہ ہے آپ اس پر لازمی طور پر غور کریں کہ discretionary quota مکمل طور پر ختم کر کے' جن لوگوں کو discretionary quota میں

پلاٹ دیے گئے ہیں ان کو مارکیٹ قیمت ادا کروا کے پلاٹ دیں اور پھر کیسے ممکن نہیں ہوگا کہ ہم یہ سارے اپنے مالی وسائل پورے نہ کر سکیں' اس طرح جب میں جناب وزیر خزانہ آپ کی یہ تقریر پڑھ رہا تھا' اس میں ایک تجویز جو آپ نے دی تھی مجھے نظر آئی ایک Provincial bank قائم کرنے کی۔ یہ بات بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جو میں نے شروع میں ذکر کیا تھا' وہ یہ تھا کہ بلاوجہ یہ باتیں چھیڑی جاتی ہیں اور مرکز کی طرف اشارے کیے جاتے ہیں' تو جناب والا! یہ پراونشل بنک ہمارے مسائل کا حل نہیں۔ اگر یہ مسائل کا حل ہوتا تو پھر جتنی رقم آپ کے پاس ہے یہ ویسے ہی حل ہو جاتا۔ یہ اتنا بڑا بجٹ جو پیش ہوا ہے اس میں صرف ضرورت اس بات کی ہے وہ یہ ہے کہ ہم مل جل کر جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے اگر آپ کو ان پر اتفاق رائے ہے تو پھر میری جو تجاویز ہیں ان کو آپ قبول فرمائیں اور قبول فرماتے ہوئے اس صوبہ کے عوام اور غریب لوگوں کی بہتری کے لیے ہم یہ پروگرام بناتے ہیں۔

اس بنک کی ضرورت نہیں ایک نیک نیتی کی ضرورت ہے۔ ایک ارادے کی ضرورت ہے۔ خدا کے لیے اپنے اس ارادے کو محض مخالفت برائے مخالفت یا ایک وفاداری کے ناتے اپنے اس فرض کو ضائع نہ کیجئے۔ یہ ایک فرض ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم کی طرف سے' اس صوبے کے عوام کی طرف سے ساڑھے پانچ کروڑ غریب مزدور پسے ہوئے کچلے ہوئے لوگوں کی طرف سے دیا گیا ہے۔ آپ وہ فرض پورا کریں باقی آپ اللہ پر چھوڑیں۔ کوئی کسی کو اس دنیا میں رزق دینے والا نہیں ہوتا۔ اگر یہ آپ کا ایمان ہے تو پھر آپ اپنی آواز بلند کیجئے یا کہیے یہ مطالبات زر غلط ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اگر ٹھیک ہیں۔ اگر اس میں کوئی بھی بات دل میں صحیح لگی ہے تو آیئے اس کو مل کر کریں۔ آیئے پولیس کا نظام ٹھیک کریں۔ آیئے اس ملک میں جنگلات کا نظام ٹھیک کر لیں۔ آیئے اس ملک میں غریب دیہاتی لوگوں کے بچے ہیں، بچوں کے لیے میں نے جو تجاویز دی ہیں ان کے لیے کوئی بندوبست کر لیں۔ آیئے دیہاتی سکولوں میں جو زراعت کی تعلیم ہے اس کے دینے کا بندوبست کر لیں۔ کچھ تو کریں تاکہ جو پیسہ ہم ضائع کر رہے ہیں۔ وہ پیسہ جس کو ہم کہتے ہیں down the drain بہا رہے ہیں اس کا کچھ تو مصرف کریں۔ وزیر خزانہ! میں تو خود دنگ رہ گیا ہوں آپ نے

جو مطالبات زر پیش کیے ان میں اکثر و بیشتر پچھلے سال جتنے ہیں۔ یعنی جتنی رقم آپ نے پچھلے سال بجٹ میں رکھی تھی تقریباً" تقریباً" اتنی رقم اس سال ہے۔ جناب والا! پھر تو وہی ہوا جس کا میں نے ذکر کیا۔ اگر پچھلی رقم وہ چارٹ بھی میرے پاس موجود ہے میں آپ کے سامنے وقت کی قلت کے پیش نظر نہیں پیش کر رہا کو دیکھ لیجئے تو تمام مدوں میں قریباً" قریباً" خرچ رقوم جو مطالبہ زر ہے وہی ہے جو آپ نے پچھلے سال کیا۔ اگر پچھلے سال مطالبہ زر جو تھے وہی مطالبہ زر اس سال آگئے تو پھر ترقی کہاں ہے۔

(نعرہائے تحسین)

جناب والا! یہ ترقی نہیں۔ پھر یہ ہے کہ یہ میرا پیسہ ہے۔ میری بھی ذمہ داری ہے۔ پھر تو ہم نے یہ کیا کہ ان محکموں کو صرف زندہ رکھنے کا بندوبست کیا ہے۔ ہم نے صرف یہ کیا کہ ان کو تنخواہیں ملتی رہیں۔ ان کے اخراجات پورے ہوتے رہیں۔ وہ گاڑیاں اور وہ دفتر چلتے رہیں۔ وہ ارکنڈیشنر چلتے رہیں اور باقی اللہ اللہ خیر سلا۔ پھر ہم عوام کو یہ کہیں گے کہ ہم نے ایک بڑا اچھا بجٹ آپ کو دے دیا ہے۔

جناب والا! اچھا بجٹ کیا۔ آیئے مل جل کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ جو ہماری جائز باتیں ہیں ان پر غور کیجئے۔ آیئے مل جل کر اپنے فرائض پورے کریں اور اس صوبہ کے عوام کی زندگی کو بہتر کرنے کے لیے ہم اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

جناب سپیکر! آخر میں ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں تمام اپنے بھائی' بہنوں اور معزز ممبران کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ سب نے مجھے یہ موقع دیا ہے کہ میں نے اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کیے ہیں۔ بہت بہت شکریہ بہت بہت مہربانی۔

جناب والا! میں ایک اور بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بہت صبر و تحمل کے ساتھ میری ان گزارشات کو سنا۔ بہت بہت مہربانی' بہت بہت شکریہ۔

(نعرہائے تحسین)

جناب سپیکر: محترمہ عفیفہ ممدوٹ صاحبہ..... ایوان میں موجود نہیں۔ راجہ محمد خالد خان صاحب۔

راجہ محمد خالد خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے

مجھے بجٹ کی بحث پر تقریر کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب والا! نیکی کرنا نیکوکاروں کا شیوہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک کاموں کے لیے خوش قسمت انسانوں کو موقع فراہم کرتا ہے اور جو خوش بخت لوگ اس کے لطف و کرم سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ انعام خداوندی کے حق دار ٹھہرتے ہیں۔ جو لوگ ان مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں وہ انعام خداوندی اور خوشنودی مولا سے محروم رہ جاتے ہیں۔

جناب والا! نہ ہی اقتدار دائمی ہے اور نہ ہی زندگی۔ بڑے بڑے نامور لوگ آئے سب خاک نشین ہوئے۔ ان لوگوں میں سے انہی کا نام زندہ رہتا ہے جو اپنی زندگی میں نیک کام کر جاتے ہیں۔ قائداعظم رحمتہ اللہ کا نام ہر پاکستانی کی زبان پر بار بار آتا ہے۔ اس عظیم قائد نے مسلمانان برصغیر کے لیے ایک آزاد خطہ عظیم حاصل کیا۔ جس میں اسلامی اقدار اور فلاح و بہبود کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کو فلاحی مملکت بنانے والا لیڈر ہی یہ اعزاز حاصل کر سکتا ہے۔

جناب والا عوام الناس نے اس ایوان میں بیٹھے ہوئے خواتین و حضرات کو پاکستانی کی سلامتی' خوشحالی' بقا' فلاح و بہبود اور امن و سکون کا فریضہ سونپ کر یہاں بھیجا ہے۔ آیئے باہمی آویزشوں اور کدورتوں کو دور کر کے ہم آگے کی طرف بڑھیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ہمیں اچھے نام سے یاد کر سکیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اب میں صوبائی میزانیہ کی جانب آتا ہوں۔ پیشتر اس کے کہ چند ایک گزارشات اس کے بارے میں کر سکوں۔ میں ایک شعر اپوزیشن کے نمائندوں کی خدمت میں پیش کروں گا۔

ہم خستہ تدون سے محتسبو کیا مل منال کا پوچھتے ہو
جو عمر میں ہم نے بھر پایا وہ سامنے لائے دیتے ہیں

دامن میں ہے مشت خاک جگر ساغر میں ہے خون حسرت مہ
لو ہم نے دامن جھاڑ دیا لو جام لٹائے دیتے ہیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا پنجاب کے وزیر خزانہ نے جو میزانیہ 90-1989ء کا اس ایوان میں پیش کیا ہے میں سمجھتا ہوں اور میرے نقطۂ نظر کی رو سے وہ قابل ستائش ہے اور پنجاب کے عوام اس پر بجا طور

پر فخر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس بجٹ میں بغیر کوئی نیا ٹیکس لگائے فلاح و بہبود کے دور رس اقدامات کیے گئے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کے بنانے میں وفاقی حکومت کی جانب سے کیے گئے اقدامات کی وجہ سے ہمیں شدید مالی وسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر پنجاب کے 180 کروڑ روپے کے واجبات مرکز کی جانب واجب الادا ہیں۔ جنہیں نہ صرف دینے سے انکار کر دیا گیا ہے بلکہ ہمیں آئندہ کے لیے بھی تشنہ رکھا گیا ہے اور ہمارے وسائل میں مزید کمی کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! ان مشکلات کے باوجود اگر ہم ایک فلاحی بجٹ بناتے ہیں تو اس کا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ ہم اس صوبے کے عوام کی خدمت سے کبھی دست بردار نہیں ہوں گے۔ جناب والا! میں زور دے کر مرکزی حکومت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کی رقوم کی ادائیگی فوری طور پر کی جائے تاکہ پنجاب مالی وسائل میں خود کفیل ہو سکے۔ جناب والا! قومی مالیاتی کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان نہیں کیا گیا۔ 1975ء کے بعد قومی مالیاتی کمیشن کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ جبکہ ہمارے پڑوسی ملک بھارت نے سات ایوارڈز کا اعلان کیا ہے۔ آج تک ہم ایڈہاک ازم کی بنیاد پر چلتے چلے آئے ہیں۔ تو آپ کی وساطت سے میری اس ایوان کی خدمت میں گزارش ہے کہ مالیاتی کمیشن کے ایوارڈ کا جلد از جلد اعلان کیا جائے تاکہ مالی وسائل میں جو کمی ہے وہ ممکن حد تک پوری کی جا سکے۔

جناب والا! رواں مالی سال میں 745 کروڑ روپے کے ترقیاتی منصوبے رکھے گئے تھے۔ ان شدید مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود اگلے مالی سال کے لیے 810 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں جو نہایت خوش آئند بات ہے اور اس میں سے 81 فیصد رقوم دیہاتی آبادی کے لیے مختص کی گئی ہیں۔ یہ ایک قابل تحسین اقدام ہے۔ اس میں بجلی کی فراہمی' سڑکوں کی تعمیر' تعلیم' پینے کا صاف ستھرا پانی مہیا کرنا' صحت' مقامی حکومت' مقامی ترقی اور جینز فنڈ کا دینا' یہ وہ چیزیں ہیں جن کی بلا تفریق جتنی بھی تقسیم کی جائے وہ کم ہے۔ خواتین کے لیے الگ یونیورسٹی کا قیام اور اگلے مالی سال میں چار لاکھ اسی ہزار کے پلاٹ اس صوبے کے عوام میں تقسیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

غریب لوگوں کو رہائش کی بہتر سہولتیں مہیا ہو سکیں گی۔ پنجاب کے ملازمین کی حد قرضہ میں اضافہ' پنجاب کے ملازمین کی پنشنوں میں اضافہ' پنجاب کے ملازمین کے بچوں کو ایک کے بجائے دو وظائف' سائیکل قرضہ اور Teacher foundation کے لیے دس کروڑ روپے کی رقم مختص کرنا نہایت مستحسن اقدام ہے اور صوبے کے ملازمین کی بہتری کی طرف پیش قدمی ہے۔

جناب والا! یہاں میں ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ حزب اختلاف کے بنچوں سے میرے ایک بھائی نے یہ اعتراض کیا تھا کہ ان کے حلقہ انتخاب میں میاں نواز شریف کے آدمی' یا ان کے بھائی نے ایک سڑک کا افتتاح کیا اور اس پر چار گز لمبی اور دو گز چوڑی تختی لگائی گئی تھی۔ میں اس ایوان میں کھڑے ہو کر یہ بات باور کرانا چاہتا ہوں کہ غریب غریب کا نعرہ تو آپ لگاتے ہیں۔ ایک پرائمری سکول جس کی بلڈنگ کا تخمینہ ڈیڑھ لاکھ روپے ہے' اس کی شاہانہ تقریب سنگ بنیاد پر چھ لاکھ روپے خرچ آتے ہیں۔ یہ کس مد میں سے لاتے ہیں؟ (نعرہ ہائے تحسین) کیا آپ حقیقت کو فراموش کر دیا کرتے ہیں؟ اپنے ذہن میں یہ بھی رکھا کریں کہ آپ کے پارٹی کے لیڈر کیا کر رہے ہیں۔ خدارا! اس غریب قوم سے مذاق نہ کیجئے گا۔

جناب والا! پنجاب کی حکومت نے صلوٰۃ و فلاح' فحاشی کے خلاف مہم اور قرآن پاک کی تدوین و تدریس کا جو اعلان کیا ہے' میرا پنجاب حکومت سے مطالبہ ہے کہ اس کے لیے بجٹ میں ایک قابل لحاظ رقم مختص کی جائے۔ پہلے سے موجود سکولوں کی عمارات اور سٹاف کی کمی کو پورا کرنے کے لیے بھی توجہ دی جائے۔ یہ وہ امور ہیں جو توجہ طلب ہیں۔

جناب والا! اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنے حلقہ نیابت کی چند گزارشات بھی اس ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ میرا حلقہ پی پی 21 تحصیل سوہاوہ اور تحصیل جہلم کے تھانہ دینہ پر مشتمل ہے جس میں سے تحصیل سوہاوہ کا تھانہ دمیلی اور تھانہ دینہ کی دو یونین کونسلیں کھوکھہ اور گڑھ محل بنیادی سہولتوں سے حتی المقدور محروم ہیں۔ آپ کی وساطت سے اس ایوان سے اور وزیر خزانہ سے میری گزارش ہے کہ ان دو یونین کونسلوں اور تھانہ دمیلی تحصیل سوہاوہ پر خصوصی توجہ دی جائے اور اس کی ترقی کے لیے ایک خاص رقم عنایت کی جائے تاکہ اس میں بسنے والے لوگ بھی دوسرے دیہات کی طرح زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔

جناب والا! قائد حزب اختلاف نے تعلیم کے سلسلے میں ایک بات فرمائی ہے۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے تعلیمی سکولوں کے اجراء کالجوں کے اجراء غریب بچوں کے میٹرک کے بعد حصول تعلیم کے لیے دور دور کے شہروں میں جانے کے بارے میں فرمایا ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ پچھلے سوا تین سال میں' میں اس ایوان میں کھڑے ہو کر یہ بات کہنے کے لیے تیار ہوں کہ کم از کم میرے حلقہ نیابت میں 1985ء کے ماہ فروری سے پہلے میری پوری تحصیل سوہاوہ میں چار بوائز پرائمری سکول اور دو گرلز پرائمری سکول تھے جو کہ آج خدا کے فضل و کرم سے بڑھ کر چودہ بوائز ہائی سکول اور نو گرلز ہائی سکول قائم ہو چکے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) وہاں پر بوائز ڈگری کالج' ایک بوائز انٹرمیڈیٹ کالج' دو گرلز انٹرمیڈیٹ کالج' ایک گرلز ہائی سیکنڈری سکول' ایک بوائز ہائر سیکنڈری سکول کا قیام عمل میں آ چکا ہے اور 1986ء یا 1987ء سے تعلیم و تدریس کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے تین سوا تین سال میں جو ترقی ہوئی ہے اس کی مثال پچھلے اڑتیس برسوں میں نہیں ملتی۔

جناب والا! محکمہ زراعت کی ایک مد میں ہمارے وزیر خزانہ نے ایک ڈیمانڈ رکھی ہے۔ غریب زمینداروں سے ٹیوب ویل کی بورنگ کے لیے کوئی چارج نہ لینا' یہ بھی ایک قابل تحسین قدم ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! ایک ممبر کے لیے آپ نے کتنا وقت رکھا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: دس منٹ۔

جناب فضل حسین راہی: تو آپ ذرا انصاف کیجئے آپ چیئر پر بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل بجا فرمایا ہے' میں انصاف کر رہا ہوں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میرا خیال ہے کہ انہیں بیس منٹ ہو گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا خیال غلط ہے۔ آپ تشریف رکھیئے گا۔

جناب فضل حسین راہی: آپ ایسا کیجئے گا کہ جاتے وقت اس کی Cassette لے جایئے گا اور اپنے چیمبر میں بیٹھ کر سنئے گا کہ کتنا وقت لگا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب! آپ کو افسوس ہوا ہے کہ ایوان کیوں چل رہا ہے؟

راجہ محمد خالد خان: یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم آپ کی تقاریر میں مداخلت نہیں کریں گے۔ راہی

صاحب کی یہ عادت ہے اور انہی کے لیڈر نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ کسی کی بھی تقریر میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ میں جناب آدھے منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ آئین کے تحت صوبوں کو اپنے بنک قائم کرنے کی اجازت ہے۔ پنجاب حکومت نے بنک قائم کرنے کا اعلان کر کے کوئی آئینی خلاف ورزی نہیں کی اور خواہ مخواہ اس کے خلاف واویلا کیا گیا ہے۔ اس سے مرکز اور وفاق کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا یہ شیڈول 4 اور کلاز 28 پڑھ لیں۔ جو ہمیں صوبہ میں صوبائی حدود کے اندر رہتے ہوئے بنک کے قیام کی اجازت دیتا ہے۔ پیپلز پارٹی نے اپنا کوئی وعدہ پورا نہیں کیا۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ ایک فریب تھا اور حکومت پنجاب پر خواہ مخواہ الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ میں پوائنٹ آؤٹ ہو چکا ہوں کہ میرا تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! کیا ایوان کے اندر پان کھایا جا سکتا ہے یا چنگم وغیرہ کھائی جا سکتی ہے۔ آپ اس کے متعلق کچھ فرمایئے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: پان کون کھا رہا ہے؟

جناب فضل حسین راہی: آپ ڈھونڈیئے گا کھا نہیں رہا کھا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! ہمیشہ اس ہاؤس کی روایات رہی ہیں کہ وزیر خزانہ کی تقریر کے بعد جنرل بحث کی ابتداء اپوزیشن کے لیڈر کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسکے بعد حکومتی پارٹی کے کسی رکن کو وقت دیا جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ لیڈر آف دی اپوزیشن کے بعد انہی کی پارٹی کے کسی رکن کو تقریر کی اجازت دیں۔ آپ نے ہمارے ایک آدمی کو اجازت دی حساب یوں بنتا ہے کہ دو آدمی اس طرف سے تقریر کریں گے اور ایک آدمی اس طرف سے تقریر کرے گا۔ یہ ہماری حق تلفی ہے۔ آپ ہمارے ایک آدمی کو تقریر کرنے کے بعد دوسرے آدمی کو اجازت دے رہے ہیں۔ میں اس پر احتجاج کرتا ہوں۔ یہ ہمارے ساتھ سراسر ناانصافی ہے۔ ہمارے دو آدمی تقریر کریں گے۔ ان کا ایک آدمی تقریر کرے گا۔ حصہ تعداد کے حساب سے آئے گا ویسے نہیں

ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیئے ایسا ہی ہوگا۔

چودھری محمد وصی ظفر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب والا! میں یہاں سے شروع کروں گا۔ آپ ایسا مت لیں کہ اپوزیشن تنقید برائے مخالفت کرتی ہے اور غلط کرتی ہے۔ اگر آپ کے ذاتی مسئلے کی بات ہو تو آپ حزب اختلاف کی بات بھی مان لیں۔ اگرچہ یہ کہا جائے کہ مُبران کے پیسے بڑھا دیں چاہے یہ اپوزیشن کی طرف سے کہا جائے فوری طور پر مان لیں۔ لیکن اگر اپوزیشن کی طرف سے کوئی مفادعامہ کا بل آ جائے کہ عورتوں کو مردوں کے برابر سلوک کریں۔ یا کرایہ داروں کو ان کے حقوق دیں تو ان کو فوراً مسترد کر دیں۔ جناب ابھی میں جو باتیں کرنے والا ہوں۔ یہ تمام حقائق پر مبنی ہیں اور میں اعدادوشمار کی روشنی میں کروں گا۔ جناب والا! آپ ذرا ملاحظہ فرمائیں جیسا کہ رانا صاحب نے کہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب ایک منٹ لیڈر آف دی اپوزیشن کی طرف سے یہ چٹ موصول ہوئی ہے جس میں انہوں نے تحریر کیا ہے۔ چند وجوہات کی بنا پر شاید کوئی ڈنر ہے۔ اگر ساڑھے نو بجے اجلاس کی کارروائی Adjourn کر دی جائے تو مناسب ہوگا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! آپ ملاحظہ فرمائیں جو obligatory grant جو مرکز نے 10% بڑھا کر دی یعنی پچھلے سال 13.1 ارب اس مرتبہ 14.41 ارب دی انہیں اپنے ترقیاتی اخراجات کو کم کر کے اپنا پیٹ کاٹ کر صوبوں کو دیا۔ صوبوں کے ساتھ پیار تھا تو مرکز نے اپنے اخراجات 10% کم کیے اور ان کو 10% زیادہ رقم دی۔ اس کے مقابلہ میں آپ صوبے کا رویہ ملاحظہ فرمائیں پروونشل ٹیکس آمدنی جو ہے یہ پچھلے سال جو 2.94 تھی وہ اس سال جو صوبے نے بڑھائی وہ 3.04 ہوئیں۔ جس کا تناسب صرف 3% بنتا ہے۔ اسی طرح جو No.Tax Receipts ہیں جو پچھلے 2.36 تھیں اس سال اگر بڑھائیں تو یہ 2.49 ارب تھیں جو 3% ہیں لیکن جناب والا! اسکے مقابلے میں آپ یہ دیکھیں کہ صوبے نے اپنی آمدن 3% بڑھائی لیکن اپنے اخراجات جناب والا ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ 24.32 ارب سے لے کر 26.75 ارب تک لے گئے یعنی اخراجات 10% تک بڑھا دیے۔ جناب والا! آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ آمدنی بڑھانے کی ذاتی کوئی کوشش نہیں۔ اپنے اخراجات کو بڑھانے پر زور ہے اور وہ بھی Non- developmental اخراجات 10% بڑھا کر اپنی

آمدنی صرف 3% بڑھائی اور مرکز کو زور دیتے ہیں کہ مرکز Non Obligatory grant دے کر پوار کرے۔ یہ جناب کیسے ممکن ہے۔ کہ خود میں تو یہ جرات نہیں کہ بڑے بڑے گھروں پر ہی ٹیکس لگا لیں۔ ایسی مدیں نکال کر جو جائز قسم کی ہوں تو Afford ہو سکتے ہیں۔ ویسے ریونیو لا کر ان کو آگے بڑھایا جائے۔ ایک طرف ہی زور دینا کہ جناب مرکز کی ایک ہی رٹ لگی ہوئی ہے اس طرف سے جو بھی مقرر اٹھتا ہے۔ مرکز نے اپنے Non-developmental اخراجات کم کیے ہیں تو پنجاب پر کیا بوجھ ہے کہ وہ نہیں کر سکتا۔ یہ بھی کم ہونے چاہیں سب سے بڑی بات یہ ہے جن Non developmental اخراجات کو کم کر کے ہمارے سامنے جو خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا white paper صفحہ 2 پر ہے کہ پچھلے سال خسارہ 37.75 کروڑ اس دفعہ خسارہ ہے کہ 197 کروڑ یعنی دو ارب خسارے کا بجٹ ہے۔ جو 2472 کروڑ Non-developmental اخراجات کو بڑھا کر 2675 کروڑ کر لیا گیا ہے۔ اگر اسی طرح یہ اخراجات کرنے تھے تو Income بڑھانا بھی لازم تھا۔ اگر Income نہیں بڑھا سکتے تھے تو پھر اخراجات کو اس تناسب پر رکھنا لازم تھا۔ جناب والا! یہ Stereo type بجٹ ہے اور یہ سابقہ بجٹ کی تصویر ہے۔ جہاں پر ضرورت پڑی اس کو آگے بڑھا لیا گیا ہے۔ جناب والا ! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ چیف منسٹر کی discretionary grant لامحدود کر دی گئی ہے۔ یہ پہلے ایک لاکھ روپے تھے اس کو ایک امنڈمنٹ کے تحت Retrospective effect کا آرڈیننس لے کر اور اسمبلی سے پاس کرا کر ان کروڑوں روپوں کا کوئی حساب نہیں۔ اس کے علاوہ Block Allocation موجود ہے۔ جناب والا ! آپ صفحہ 10 پر ملاحظہ فرمائیں۔ Block Allocation for priority programme کس چیز کا priority programme ہے کیا انہوں نے جو پچھلی گرانٹ لے لی ہے وہ کافی نہیں تھی اور وہ کتنی ہے اٹھارہ کروڑ یہ اس رقم کو کچھ سمجھتے نہیں ہیں۔ کہ اس میں کسی غریب کا بھی حق ہے۔ یہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس رقم سے لوٹے خریدنے ہیں۔ جناب والا ! اسی صفحہ پر Programme for education اور Local development اس کا بھی کوئی پروگرام نہیں دیا گیا یہ 98.58 کروڑ ہے جناب والا سوا ارب کی رقم اس کے علاوہ ہے جو چیف منسٹر صاحب کے پاس لامحدود اختیارات ہیں آخر کہاں خرچ ہوئے ہیں ان کے لیے کوئی پروگرام نہیں' ان کے لیے کوئی چیز نہیں' ان کے لیے کوئی مد نہیں۔ خالی ایک صفحہ پر چھاپ دینے سے یہ مخالفت برائے مخالفت

نہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان پر کوئی چیک ہونا چاہیے۔ آخر یہ پتہ ہونا چاہیے کہ یہ کس مقصد کے لیے رکھے گئے ہیں۔ ان کو چیف منسٹر نے کہاں استعمال کرنا ہے۔ وہ کروڑوں روپے کی discretionary grant ان کے لیے کافی نہیں تھی۔ آپ جس کو چاہیں نواز سکیں۔ جس کو چاہیں آپ اس کو خرید سکیں اور من مانیاں کر سکیں وہ کروڑوں کی رقم کافی نہیں تھی کہ یہ رقم اربوں میں جانی چاہیے تھی۔ اسی طرح اربوں روپے پولیس پر لگا دیئے گئے۔ جناب والا! پولیس والے مقدمات درج نہیں کرتے اور جو مقدمات وہ درج کرتے ہیں میں ان کی خالی تفصیل بتاتا ہوں اور اعداد و شمار درست نہیں اس میں لامحدود مقدمات کو درج کرنے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ جنوری سے لے کر جون 1989ء تک 1050 قتل ہوئے۔ جبکہ پچھلے سال جنوری سے جون تک 880 قتل ہوئے تھے۔ یہ 225 کا اضافہ اس لیے ہوا ہے۔ پولیس کو مزید اربوں روپیہ دے کر سہولتیں دے کر عیاشیاں فراہم کی جا رہی ہیں۔ ڈاکے اور چوریاں' چھ ماہ میں 1850 پچھلے سال 1625 موٹر وہیکل اس سال چھ ماہ میں 1500 پچھلے 6 ماہ میں 1000- اس سے آگے Cattle theft اس سال 6 ماہ میں 2100 پچھلے سال 1500 جناب والا انہوں نے Rape کی تناسب برابر رکھی ہے 1500 اُس دفعہ 1500 اِس دفعہ Robbery 425 پچھلے 6 ماہ میں 350 ان 6 ماہ میں 16 کروڑ روپے کی مالیت کی پراپرٹی ان چھ ماہ میں چوری ہوئی ہے۔ جناب والا! آپ اس سے ملاحظہ فرمائیں کہ پولیس کو پونے دو ارب دینے کا جواز درست ہے یا اس کو ایجوکیشن' ہیلتھ جیسے کاموں پر خرچ کرنا بہتر تھا۔

جناب والا! شور مچتا ہے کہ مرکز ہماری Non -Obligatory grant بڑھاتا جائے۔ مرکز آپ کی Non-obligatory grant ان عیاشیوں کے لیے بڑھاتا جائے کہ آپ جس کو چاہیں اس رقم سے نوازتے رہیں۔ جناب والا! اس کی بھی بات ہو جائے۔ میں جناب کو اس کے بھی گلرز مہیا کرتا ہوں کہ اس میں difference کیا ہے جو آپ نے اپنی بجٹ سٹیٹمنٹ میں دیا ہے۔ وہ میں جناب کے سامنے جناب کے ہی وائٹ پیپر سے پیش کرتا ہوں۔ اس کے مطابق 416 کروڑ روپیہ دیا ہے۔ جب کہ پچھلی دفعہ خالی 5 سو کروڑ دیا تھا اور اس میں 10 فیصد جب آپ Shortfall ڈالیں تو یہ دس کروڑ بھی نہیں رہتا ہے جس کے لیے جناب اتنا شور مچا رہے ہیں کہ مرکز نے ہمیں نہیں دیا۔ مرکز سے بھی لے کر جناب نے Block Allocations اور دوسری جو 98 کروڑ والی گرانٹ

ہے کہ

Development for education and special programme. No one can understand.

یہ بھی تو جناب نے خرچ کرنا تھا اور مرکز نے جو ادھر آپ کو دس فیصد Non-Obligatory grant کا بڑھا کر دیا ہے۔ وہ اپنے اخراجات کم کر کے اس کو Appreciate کرنا چاہیے تھا۔ اس کے لیے بھی تو شاباش کہیں۔ اس کے لیے بھی تو کہیں کہ اپنے انتظامی امور کے اخراجات کم کر کے پنجاب کو ہر صوبے کو برابر کا جو تقسیم کرنا تھا 57.97 پنجاب کا حصہ ہوتا ہے۔ پچھلی دفعہ 13.1 ارب ملا تھا اور اس دفعہ 14.41 ارب ملا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ حق تھا لیکن جناب یہ حق ملا کس طرح؟ انہوں نے اپنے انتظامی امور کے اخراجات کم کر کے دیا ہے اور پنجاب نے اس کے مقابلے میں کیا کیا کہ جو اس کی آمدنی ہے۔ اپنے اخراجات اس سے بھی دس فیصد زیادہ بڑھا لیے۔ تو جناب والا! اگر آپ Stereo type بجٹ بنانا بند کریں۔ تناسب کو برقرار رکھیں Proportionality کو قائم رکھیں تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے کہ یہ دو دو سو کروڑ کا خسارہ جائے۔ جناب والا! میں آپ کے سامنے ایک اور عجیب و غریب چیز پیش کرتا ہوں۔ پنجاب گورنمنٹ کا ایک گزٹ نوٹیفکیشن ہے ضمنی بجٹ کے بعد ابھی وزیر قانون صاحب فرما رہے تھے کہ جون کے مہینے میں بڑا مشکل ہوتا ہے کہ کس مد سے رقم نکال لی جائے اور اس کو ادھر پیش کیا جائے۔ جناب والا یہ میں پڑھ کر سناتا ہوں۔

This is from the Government of the Punjab, SGA&I Deptt., Section Officer, GIV. It reads:

"The Governor of the Punjab is pleased to accord sanction to the provision of additional funds amounting to Rs. 89.25 lacs through uncovered supplementary grant of the current financial year (uncovered supplementary grant) on account of purchase of 21 Datsun Sunny Air Conditioned 1000 CC cars for SGA&I Department under Grant 10-GA-013-S&GAD-1100 - Purchase of

Durable Goods - Transport."

جناب والا! روایات کے خلاف قانون کی خلاف نوازنے کے لیے خوش کرنے کے لیے پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ پارلیمانی سیکرٹریوں کے لیے کاریں خریدی جا رہی ہیں۔ یہ وہ document ہے اور جناب والا! اس کے لیے Uncovered supplementary grant ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کل صبح ساڑھے آٹھ بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

بدھ 14- جون 1989ء

(چہار شنبہ 9 ذی القعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 8 بج کر 30 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید ظہور احمد ابوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ بَلْ قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَا اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

سورہ انبیاء آیت نمبر 1 تا 7

لوگوں کے لیے ان کے اعمال کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ جیسے ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی آیت آتی ہے تو لہو و لعب میں مگن رہتے ہوئے اسے سنتے ہیں۔ ان کے دل غافل ہوتے ہیں۔ ظالم آپ کے خلاف سرگوشیاں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بشر ہی ہے۔ تو کیا تم جادو کی پیروی کرنے لگے ہو۔ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو (کہ یہ تمہاری طرح بشر ہیں) (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا زمین و آسمان میں کہی جانے والی بات کو میرا رب جانتا ہے اور وہی ہر بات سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ کہتے ہیں بلکہ یہ پریشان خواب ہیں (نہیں) بلکہ اس نے انہیں خود تراشا ہے (نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے (اگر وہ سچا نبی ہے) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے رسول بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی تھی ہم نے تباہ کیا تھا تو کیا اب یہ لوگ ایمان لے آئیں گے۔

اور اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی۔ اے منکرو! اگر تم حقیقت حال سے واقف نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو۔ وما علینا الا البلاغ۔

نواب زادہ غضنفر علی گل : پوائنٹ آف آرڈر جناب والا ! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج کا اجلاس ساڑھے آٹھ بجے شروع ہونا تھا۔ اگر زیادہ دیر ہو جائے تو آدھ گھنٹے کی اور یہ بجٹ اجلاس حکومتی اجلاس ہوتا ہے ہمارے requisitioned sessien پر یہ فرمایا گیا تھا۔ آپ نے اجلاس بلایا ہے آپ نہیں آئے۔ آپ یہ دیکھیں کہ کم و بیش 24 پارلیمانی سیکرٹریز ہیں اور اس کے علاوہ ماسوائے روکڑی صاحب کے چونکہ شاید وہ نئے وزیر ہیں۔ اس لیے وہ جلدی آ گئے ہیں۔ ایک وزیر ایوان میں آ چکے ہیں۔ باقی ان میں سے ایک بھی نہیں۔ ان کا بجٹ سے کوئی تعلق نہیں؟ کوئی قابل ذکر وزیر اس وقت ایوان میں موجود نہیں۔ تو میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا۔ یہ صورت حال انتہائی سنگین ہے۔ جیسا کہ بجٹ پیش کیا گیا ہے اور حکومت کی اپنی عدم دلچسپی اس بجٹ پر ہے وہ ظاہر ہے اگر انسان بچپن میں سکول سے نہ بھاگے تو اس کو آئندہ مشکلات پیش نہیں آتیں۔ اس وقت آدمی سمجھتا ہے کہ میں سکول کا بادشاہ ہوں۔ لیکن آگے چل کر یہ پتا چلتا ہے کہ نقصان ہوگیا ہے۔ میرا چچا سکول میں بھی بنچوں پر کھڑا رہتا تھا اور ایوان میں بھی ہر وقت کھڑا رہتا ہے۔

جناب سپیکر : نواب زادہ صاحب آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کے first part کو سمجھوں یا second part کو سمجھوں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! دوسرا تو میرا ذاتی ہے پہلے کو ہی سمجھ لیں۔

جناب گل حمید روکڑی: نوابزادہ صاحب نے الفاظ میں قابل ذکر کہا ہے۔ تو میں اس کے لیے عرض کروں گا میرا یہ خیال تھا کہ قابل ذکر ہم ہی ہیں۔ کیونکہ نوابزادہ صاحب کو تمام خوراک ہم نے پہنچائی ہیں۔ اس لیے قابل ذکر جو کہا ہے جو بھی منسٹر صاحبان ہیں۔ سب برابر ہیں ہم دو صاحب آپ کے پاس آپ کی خدمت کے لیے بیٹھے ہیں۔ آپ جو بات کہیں گے ہم سنیں گے اور اس کو نوٹ فرمائیں گے اور انشاء اللہ اس کا صحیح جواب بھی مل جائے گا۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب سپیکر ! مجھے آپ کی وساطت سے نوابزادہ صاحب سے گزارش کرنی ہے کہ نوابزادہ صاحب اکثر یہاں پر بر محل اور بے محل بولتے ہیں اور

بعض اوقات ایسی ایسی بے تکی باتیں کرتے ہیں کہ پتا چلتا ہے کہ یہ شائد انگلینڈ میں رہ کر نہیں آئے۔ اگر یہ اپنے آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں بڑا سمجھدار پڑھا لکھا باشعور ہوں اور انگلینڈ رہنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ وہاں کا تعلیم یافتہ ہوں تو مجھے یہ امید ہے کہ وہاں یہ مجلس آداب بھی سیکھ کر آئے ہوں گے اور یہ اس قسم کی بے تکی باتیں کرتے ہیں اور ایسے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ مجھے افسوس ہے کہ منسٹرز کے بارے میں بھی ان کو کوئی پتا نہیں کہ کس طرح تہذیب سے بات کی جاتی ہے۔ کس طرح عزت اور احترام سے بات کی جاتی ہے۔ اگر ایک انسان اپنی عزت کا احساس نہیں کرتا تو کم از کم دوسروں کی عزت کا احساس کرنا چاہیے اور اگر یہ خود اپنی عزت نہیں چاہتے تو میں سمجھتا ہوں کہ دوسروں کی عزت کریں گے تو ان کی عزت ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔

جناب سپیکر: جی شکریہ ڈاکٹر صاحب!

میاں محمود الرشید: سارے نوابزادے ایسے ہوتے ہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! دوسری بات مجھے یہ کرنی ہے کہ اگر انگلینڈ میں کچھ حاصل نہیں کیا تو کم از کم اپنی غراری ٹھیک کرا کے آئیں۔ تاکہ یہ کم از کم بولنے کے قابل تو ہوتے۔ میں انہیں ڈائریکٹ مخاطب نہیں کر رہا لیکن میں آپ کی وساطت سے انہیں یہ کہہ رہا ہوں کہ کبھی تو عقل کی بات کر دیا کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ کا فیصلہ آ چکا ہے؟

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب پریولیج موشنز شروع ہوتے ہیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Sir, I would seek your ruling on the point of order of the Minister whether it was

a point of order.

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر مؤثر و ختم کرنے کی کوشش (بحث جاری)

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! آپ نے Point out کر دیا۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کے بھی پوائنٹ آف آرڈر پر کسی رولنگ کی ضرورت نہیں اور منسٹر ٹرانسپورٹ کے پوائنٹ آف آرڈر پر بھی میں کسی رولنگ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اب ہم Privilege Motions کو شروع کرتے ہیں۔ ایک Privilege motion ہمارے پاس pending ہے۔ اس کی Admissibility پر کچھ صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ Privilege motion میاں محمود الرشید صاحب کی ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، چودھری محمد فاروق اور اس کے چوتھے محرک میاں منظور احمد موہل صاحب ہیں۔ اس پر کچھ صاحبان اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں میں نے سید ناظم حسین شاہ صاحب کو کہا تھا کہ آپ بات کر لیں۔ کیانی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ وصی ظفر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ نوابزادہ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب بات کرنا چاہیں گے۔ یہ جو چار ایک جیسی privilege motions ہیں۔ اس پر کیانی صاحب سے شروع کریں۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب سپیکر! گزشتہ اجلاس میں بھی میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مرکزی حکومت سے متعلق کوئی بھی معاملہ اس ایوان میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ بالخصوص میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ development fund سے پیپلز پارٹی کے اراکین کی محرومی پر جب اس ایوان میں تحریک استحقاق پیش کی گئی تو آپ نے اس پر رولنگ فرمائی کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور فنڈز دینے سے کسی بھی رکن کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ اس کے بعد جب دوسرا اعتراض پیش کیا گیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے وہ بات پہلے سنی اور اس کے بعد رولنگ دی۔ آج میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جو نکتہ استحقاق تھا جو کہ صوبائی اسمبلی کے ایک رکن نے صوبائی حکومت کے بارے میں پیش کیا تھا۔ معاملہ صوبائی تھا۔ آج جو یہ چار ایک ہی قسم کی تحاریک آپ کے سامنے پچھلے تین دنوں سے

معرض التواء میں جا رہی ہیں۔ ان کا تعلق مرکزی حکومت سے ہے۔ میں آپ کی خدمت میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور آج اپنی معلومات میں اضافے کے لیے عرض کرنا چاہوں گا کہ کیا صوبائی معاملات کے علاوہ آپ مرکز کے معاملات کو بھی یہاں پر discuss کرنے کی اجازت اور پیش کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ان روایات کو جنم نہ دیجئے۔ ان سے بہت سی برائیاں پیدا ہوں گی اور ایسی چیزیں بہت تلخیاں پیدا کرتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ پیپلز پروگرام ہمارے دوستوں کو پسند نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ پیپلز پروگرام سے انہیں خاص تکلیف ہے۔ لیکن پیپلز پروگرام مرکزی حکومت نے شروع کیا ہے اور آئی جے آئی کے ممبران مرکزی حکومت میں وہاں پر اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ اس پر اعتراض کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اور اگر کوئی آئینی پیچیدگی ہے تو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں۔ آپ ان سے کہیے کہ وہاں جا کر اس کی توضیحات کرا لیں۔ وہاں پر آئین کی Interpretation کرا لیں۔ اس ہاؤس کو کم از کم اس ہاؤس کے معاملات تک محدود رکھا جائے تو اس میں ہی سب کا فائدہ رہے گا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتے ہیں میں آپ کو اس کی اجازت دوں گا تشریف رکھیں۔ جی وصی ظفر صاحب آپ بات کرنا چاہتے ہیں۔ (معزز ممبر اس وقت موجود نہیں تھے) نوابزادہ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں (معزز ممبر اس وقت تشریف فرما نہیں تھے) اپوزیشن بنچز سے کوئی Privilege motion کی admissibility پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو اجازت دوں گا جی آپ ارشاد فرمائیے۔

ملک محمد وزیر اعوان: جناب سپیکر! میرے حزب اقتدار کے دوستوں نے پیپلز پروگرام کے خلاف جو واویلا شروع کیا ہے۔ میں اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہاں سے صوبے ہی کے ہم حزب مخالف میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پنجاب اسمبلی کے اراکین ہیں۔ ان کو پنجاب

سے فنڈز نہ دینے کی بات کی جاتی ہے۔ اس کے خلاف اگر ہم کوئی تحریک پیش کرتے ہیں تو اس کو منظور نہیں کیا جاتا اور جب مرکز کی بات ہوتی ہے تو میرے حزب اقتدار کے دوستوں کے پیٹ میں یہ درد اٹھتا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ یہ عوام میں نہیں۔ اس لیے عوام کی کی ہوئی ہر بات ان کے مخالف جاتی ہے۔ اس لیے یہ واویلا کرتے ہیں۔ جناب والا ! کل میرے ایک دوست نے فرمایا تھا 15 ہزار روپیہ پیپلز پروگرام میں انہوں نے گجرات کے کسی گاؤں میں دیا تھا تو میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات غلط کی تھی۔ ابھی ایسی وہاں پر بات شروع نہیں ہوئی۔ گجرات میں جہاں تک پیپلز پروگرام کا تعلق ہے یہ عوام کی فلاح و بہبود کا پروگرام ہے۔ جو پروگرام عوام کی فلاح میں کیا جائے گا اسے ہر آدمی کو پسند کرنا چاہیے۔ یہ مخالفت برائے مخالفت ہے۔ یہ پروگرام عوام کی فلاح کا پروگرام ہے۔ یہ عوام کی بھلائی کا پروگرام ہے۔ میں یہی عرض کروں گا اور اپنے دوستوں کو مشورہ دوں گا کہ کوئی بھی اچھا کام ہو یہ اس کی تعریف کیا کریں نہ کہ اس کی مخالفت کریں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی آپ فرمایئے۔

ملک امان اللہ: جناب والا ! شکریہ پیپلز ورکس پروگرام کے بارے میں جو یہاں شور ہو رہا ہے اسے اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ پیپلز ورکس پروگرام نے قومی اسمبلی کے ہر حلقہ انتخاب کو.....

چودھری غلام حسین: جناب والا ! پیپلز ورکس پروگرام نہیں بلکہ پیپلز پروگرام ہے۔ وہ پیپلز ورکس پروگرام ہی بتا رہے ہیں۔ اس کی تصحیح کی جائے۔

ملک امان اللہ: شکریہ۔ پیپلز پروگرام۔ جناب والا ! میں عرض کر رہا تھا کہ پیپلز پروگرام قومی اسمبلی کے ہر حلقہ انتخاب میں سارے ملک میں اس کی رقوم برابری کی سطح پر تقسیم کی جائیں گی اور وہاں کے لوگ اس ڈویلپمنٹ پروگرام پر عمل درآمد کروائیں گے۔ آپ جو اعتراض کرنے والے ہیں بھلا یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے اپنے بجٹ میں یہ انقلابی پروگرام دے دیے ہیں۔ دوسرے پروگرام دے دیے ہیں۔ ادھر سے 100 حلقہ انتخاب صوبائی اسمبلی کا ہے ان سو حلقہ جات کے لیے آپ نے کیا تحفظ دیا ہے؟ اور جو پروگرام وہاں کے لوگوں کے.....

جناب سپیکر: آپ چیئر کو خطاب فرمائیں۔

ملک لمان اللہ: جناب والا! بات یہ ہے کہ یہ ایک سوچی سمجھی سکیم ہے اور منصوبے کے تحت ہماری مرکزی حکومت کو بدنام کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ پتا ہے کہ پروگرام ان علاقوں کے لوگوں کی مرضی کے عین مطابق ہوگا۔ آپ اپنی باتیں کریں آپ جو کچھ دے سکتے ہیں دیں اور اسی طرح اخلاقی جرأت کریں کہ آپ ہر حلقہ انتخاب صوبائی اسمبلی میں برابری کی سطح پر تقسیم کر دیں۔ پیپلز پروگرام نے تو یہ ضمانت دی ہوئی ہے کہ وہ ہر حلقہ انتخاب میں ترقیاتی پروگرام دیں گے۔ تو ان باتوں کو ذرا چھوڑیئے حقیقت کے چشمے لگایئے اور دیکھیے کہ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ تنقید کیسے کر رہے ہیں؟ شکریہ جناب!

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : Sir, I would like to speak on the admissibility of the motion. I am not concerned with the validity or invalidity of the programme.

جناب سپیکر: نہیں۔ اس میں بے شک اس پر بھی بات کیجئے۔ Admissibility پر بات کیجئے۔ اگر آپ اپنا نقطۂ نظر پیش کرنا چاہتے ہیں تو بے شک کیجئے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: حضور والا! یہ تو آپ کی مہربانی ہے گزشتہ تین روز سے اس ایوان میں Rules of Procedure کی دھجیاں اڑی ہیں کم از کم میں اس کا فریق نہیں بننا چاہتا کیونکہ آپ نے اس ایوان میں ایک ایسی motion کو take up کیا ہے جسے آپ کے "حجرہ مبارک" میں ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ آپ کے چیمبر کا اردو میں ترجمہ "حجرہ مبارک" ہی ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ جب میں انگریزی بولتا ہوں تو انہیں اعتراض ہوتا ہے۔ اب انہیں حجرہ پر اعتراض ہو رہا ہے۔ یہ مجھے نہیں پتا کہ کیوں اعتراض ہوتا ہے۔ رولز کے مطابق یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسان آپ کے conduct چیلنج نہیں کر سکتا۔ خواہ آپ قانونی بات کر رہے ہوں یا غیر قانونی۔ اس کی میری پاس رولنگ ہے۔ لیکن جس شخص کی حیثیت یا conduct کو چیلنج نہ کیا جا سکتا ہو اس دنیا کے اندر اور اس ایوان کے اندر ایک تو اس کا محاسبہ آخرت کے روز انتہائی سخت ہوگا۔ نمبر 2 جس شخص کی حیثیت یا conduct کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا اسے فیصلہ کرتے

وقت انتہائی محتاط ہونا چاہیے۔ جناب والا ! آپ نے میری نشاندہی کے باوجود You allowed four irrelevant short statements. لیکن میں اس کھیل کا حصہ نہیں بنوں گا۔ کیونکہ آپ نے انہیں مرکز کے خلاف ایسی باتیں کرنے کی اجازت دی ہے اور اب آپ ہمیں Compensate کر رہے ہیں کہ آپ بھی ایسی باتیں کر لیں۔

I will not be a part of that. I will restrict myself to the rules and procedure.

اور اس ایوان میں قانون اور رولز کا حوالہ دینے والوں کے خلاف پرچم بلند کرنے والوں نے بہت باتیں کی ہیں اور یہ اس ایون کی چھت کے نیچے کی ہیں اور میں حیران ہوں۔ "ناطقہ سر بہ گریبان ہے اسے کیا کہیئے۔" تحاریک استحقاق کے جو رولز ہیں ان میں رول 55(4) یہ ہے کہ۔

The matter shall be such as required the intervention of the Assembly.

یہ ایسا مسئلہ ہوگا جو اس اسمبلی کی مداخلت کا متقاضی ہوگا۔ اب جناب والا! فرمایئے کہ پنجاب اسمبلی کو مرکز کے معاملات میں مداخلت کا کب سے اختیار حاصل ہوا ہے اور کس نے دیا ہے اور یہ آئین کی کون سی شق ہے کہ مرکز کے معاملات کے بارے میں تحریک استحقاق کو اس ایوان کے اندر entertain کیا جائے۔ میری آپ سے یہ دست بدستہ عرض ہے کہ اگر آپ نے اپنے conduct کو unchallengeable رکھنا ہے۔ تو آپ کو مثبت انداز اور مثبت حیثیت اختیار کرنا پڑے گی اس سے یہ ہوگا کہ ہم آپ کے conduct کو چیلنج نہیں کریں گے لیکن ہم اپنے آپ کو اس کارروائی سے withdraw کر لیا کریں گے کیونکہ ہم نے گیارہ سال آئین اور قانون کی بالا دستی کے لیے جدوجہد کی ہے۔ ہم اس ایوان کے اندر اسے پامال ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب! آپ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ میں Rules of Procedure کی باتیں کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا آپ یہ Rules of Procedure کی باتیں کر رہے ہیں؟

نواب زادہ غضنفر علی گل: جی، جناب والا!

جناب سپیکر: یہ غیر متعلقہ باتیں ہیں۔ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ انہیں نہ دہرائیں اور آپ یہ کہتے ہیں کہ چیئر کے conduct کو Criticise نہیں کیا جا سکتا تو پھر آپ اسے کیوں criticise کر رہے ہیں اور اس کے باوجود کہ آپ کو یہ علم ہے کہ یہاں اس chair پر بیٹھے ہوئے میں آپ کی ان باتوں کا اخلاقاً" جواب نہیں دے سکتا۔ اس کے باوجود آپ نے مسلسل وتیرہ اپنایا ہوا ہے کہ آپ چیئر کے conduct کو criticise کرتے ہیں۔ This is not fair. This is not proper.

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : If my comments are misleading then I am ready to withdraw them.

میں تو آپ کے Conduct کو highlight کر رہا ہوں اور highlight اور criticise میں کتنا فرق ہے جناب والا! Rules of Procedure کے مطابق یہ مسئلہ وفاق کا ہے۔ یہ اس اسمبلی میں discuss نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: میں نے اس کی اجازت دی ہے اور میں نے اس کی صحیح اجازت دی ہے۔ اس پر discussion میں نے صحیح allow کی ہے اور میں اپنی رولنگ پر strict ہوں اور میں آپ کو یہ حق نہیں دیتا کہ آپ chair کے decision کو criticise کریں۔ آپ اس کی admissibility پر بات کیجئے میں نے آپ کو یہ بھی حق دیا ہے کہ آپ اگر اس تحریک استحقاق پر بات کرنا چاہیں تو آپ اس پر بھی بات کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ اصل بات پر نہیں آ رہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! اگر آپ مجھے غیر قانونی حق دیں گے تو وہ میں نہیں لوں گا اس کی admissibility پر میں نے بات کی ہے کہ یہ مرکزی معاملہ ہے اور یہ اس اسمبلی میں زیر نہیں آ سکتا اور اس کے ساتھ This should be thrown out and should be ruled out of order. اور آخری بات جناب والا! یہ ہے کہ اس ملک کے خزانے کا اور مالیاتی اداروں کا 22 ارب روپیہ جس میں دو مرتبہ 2 کا ہندسہ آتا ہے۔ وہ معاف کیا گیا اور اس پر کوئی ہنگامہ اور شور نہیں ہوا۔ کسی جمہوریت کے علمبردار کسی دیانت دار کسی اسلام کا پرچم اٹھانے والی جماعت

نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور دو ارب روپے جو خرچ کر رہے ہیں.....

جناب سپیکر: یہ الگ بات ہے اور غیر متعلقہ بات ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! بات admissibility کی ہے تو میں آئین کے اندر رہتے ہوئے صرف ایک منٹ لوں گا زیادہ میں گل صاحب کی طرح irrelevant نہیں چلوں گا۔ تو جناب والا! پہلی بات یہ ہے.....

راجہ صفدر حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک تحریک پر ایک آدمی کتنی بار بول سکتا ہے۔

جناب سپیکر: ایک تحریک پر normally ایک معزز ممبر کو ایک ہی دفعہ بولنا ہوتا ہے۔

راجہ صفدر حسین: تو یہ تو جناب والا! موہل صاحب تیسری بار بول رہے ہیں۔

جناب سپیکر: لیکن اس وقت انہوں نے اپنی Short statement پڑھی تھی۔ اس وقت میں نے admissibility پر ان کو اپنی آراء دینے کا موقع دیا ہے۔

راجہ صفدر حسین: جناب والا! Short statement میں آپ نے انہیں پوری تقریر کرنے کی اجازت دی تھی۔

جناب سپیکر: Short statement پر میں نے انہیں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ میں نے ان کو Short statement دینے کی اجازت دی تھی اس وقت یہ اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے ان کو روک دیا تھا کہ یہ اپنی Short statement تک محدود رہیں۔ اب میں نے admissibility پر ان کو بولنے کی اجازت دی ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! رول 55(i) یہ ہے۔

"The question shall relate to a privilege granted by the Constitution any law or rules made under any law;"

اب جو آئین ہے اس میں جو بھی بات ہوگی وہ نہ صرف ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این۔ اے بلکہ پورے ملک کے عوام کا اس میں استحقاق شامل ہو جاتا ہے۔ جناب والا! جو بات آئین میں آ جائے تو وہ ہر شخص کا ایک استحقاق بن جاتا ہے۔ اگر ہم Out of Constitution چلیں۔ تو جناب والا!

آئین کے رول 42 میں واضح طور پر آ گیا ہے کہ وفاقی حکومت کون سی مداخلت کرے گی
ورکون سے قوانین بنائے گی اور صوبائی حکومت کون سے قوانین بنائے گی۔ بات یہ نہیں کہ
روگرام اچھا ہے یا بُرا۔ میں بھی اس کو اچھا سمجھتا ہوں لیکن جس انداز سے جس طریق کار سے
فاقی حکومت نے صوبوں کے اندر مداخلت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضور والا! آئین میں جو
gis دی گئی ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ جب وہ خلاف ہوگی تو پھر جناب والا! اس میں استحقاق
روح ہوتا ہے تو جب استحقاق مجروح ہوتا ہے تو جناب والا! وہ(i)55 کے تحت admissible ہو
اتی ہے۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ اس کو admissible کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر: جی میاں صاحب! آپ اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں اظہر حسن ڈار: جناب سپیکر! جس طرح انہوں نے عوامی پروگرام پر یہاں ایوان میں بحث
شروع کی ہے میں اس کا اس طریقہ سے تجزیہ کرتا ہوں کہ یہ عوامی پروگرام ہے۔ اس کا طریقہ
ر ہے کہ ہر یونین کونسل کے ہر گاؤں میں' گاؤں کے ہر طبقہ کے فرد' سوشل ورکر' اس علاقے
ے کونسلر' مزدور' کاشتکار بیٹھ کر پانچ رکنی پیپلز کمیٹی بنائیں گے اور وہ کمیٹی اس گاؤں کے مسائل کو
سمجھتے ہوئے منصوبے بنائے گی۔ وہ گاؤں کے دو' تین یا چار منصوبے خود بنا کر ضلعی کمیٹی کو دے
ں۔ ضلعی کمیٹی میں ایک ایڈمنسٹریٹر چیئرمین ہوگا۔ اس کے تمام ایم این اے' ایم پی اے' سوشل
ورکر اور کونسلر حضرات ممبر ہوں گے۔ ضلعی انتظامیہ کا ہیڈ اور پنجاب کے اس ضلع کے ہر محکمے کے
یڈ اس کے ممبر ہوں گے۔ جب گاؤں کی کمیٹی ضلع کمیٹی کو پروگرام دے گی تو پھر ضلع کمیٹی دیکھے
ں کہ کم سے کم روپیہ خرچ کر کے زیادہ سے زیادہ جو فائدہ گاؤں کو پہنچ سکتا ہے وہ کمیٹی اس
صوبے کو منظور کرے گی اور پنجاب میں بھیجے گی۔ پھر پنجاب کے ڈائرکٹر صاحب اپنے انجینئر کو
ں کا تخمینہ لگانے کے لیے بھیجیں گے۔ اس کا تخمینہ لگے گا اور پھر اس کے بعد اس کو ہم جب
طور کریں گے تو وہ جو کہتے ہیں کہ ٹھیکے ان فرموں کو ملیں گے جن کا مرکز کے ساتھ' صوبے کی
سوں کے ساتھ' صوبے میں کسی محکمے میں انہوں نے کام کیا ہوگا وہ فرمیں اپنے سرٹیفکیٹ ساتھ
کر ٹھیکوں کے لیے اپنے ٹینڈر کال کریں گی۔ ٹینڈر کال ہوں گے اور وہ فرمیں اس میں شامل
ں گی۔ جنہوں نے کام کیا ہوگا اور اس کی نگرانی ایڈمنسٹریٹر اور ضلع کمیٹی کرے گی۔ وہ اس طرح

کا کام نہیں کہ جس طرح پچھلے دنوں ایم پی اے گرانٹ پنجاب گورنمنٹ کے ساتھ چل رہی تھی اور جس کا حشر ہوا تھا۔ میں اپنی بجٹ کی تقریر کے بعد یہ بات کروں گا.....

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا ! پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ نے اس کی admissibility پر بات مانگی ہے اس کا کوئی Procedure نہیں مانگا کہ کیا پروسیجر ہوگا؟ کیسے ہوگا؟ کیا نہیں؟ جناب والا ! میں نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر اتنی بات کرنی تھی کہ کیا یہ admissibility پر بول رہے ہیں؟ یا کہ ایک procedure بتا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب تشریف رکھیے۔ جی میاں اظہر صاحب۔

میاں اظہر حسن ڈار: جناب سپیکر! جس طرح ہمارے دوستوں کا خیال ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنوں کے لیے یہ پروگرام بنا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے لیے اگر یہ پروگرام ہوتا تو پھر پیپلز کمیٹی کس لیے بناتے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی پنجاب میں' تحصیلوں میں' ٹاؤن میں' گاؤں میں ہر جگہ تنظیمیں ہیں۔ ہم ان تنظیموں کے ذریعہ یہ کام کر سکتے تھے۔ یہ تو مزدوروں کے لیے' کسانوں کے لیے اور محنت کشوں کے لیے ایک عوامی پروگرام ہے۔ اس لیے یہاں پر پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا بیان کرنا کہ وہ لوگ لوٹ کھسوٹ کریں گے۔ وہ لوٹ کھسوٹ کرنے والے پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکن نہیں۔ انہوں نے آمریت اور سامراجیت کامقابلہ کیا ہے۔ وہ اپنے قائد کے حق پر ' اپنے قائد کی شہادت پر' زندہ پھانسیوں پر چڑھ گئے اور قلعوں کی صعوبتوں کو برداشت کیا انہوں نے لاکھوں کوڑے کھائے۔ ہماری معزز خواتین نے بھی اس میں حصہ لیا..... (نعرہ ہائے تحسین) لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوٹ کھسوٹ پر یقین رکھتے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: میاں صاحب تشریف رکھیے۔

میاں اظہر حسن ڈار: اگر پاکستان پیپلز پارٹی والے لوٹ کھسوٹ پر یقین رکھتے ہوتے تو آج

جمہوریت بحال نہ ہوتی۔ یہ عوام نہ ہوتی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ صرف سامراجی آمریت کے چند گماشتے پیپلز پروگرام کی مخالفت کرتے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: یہ آمریت کے symbol ہیں۔

میاں اظہر حسن ڈار: یہ آمریت کے لوگ' یہ سامراج' نہیں سمجھتے کہ پیپلز پروگرام ایک عوامی پروگرام ہے اور اس کی مخالفت دیدہ دانستہ کرائی جاتی ہے اور گورنمنٹ کے بنچوں سے اور وزیراعلیٰ پنجاب کے اس پروگرام کے خلاف بیان دینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ملک میں خانہ جنگی چاہتے ہیں۔ خانہ جنگی کی تیاری کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جب مرکز کے احکامات کی یہ تکمیل نہیں کریں گے تو یہ پنجاب کے قائد بھی نہیں بن سکتے۔

جناب سپیکر: میاں اظہر حسن ڈار صاحب ذرا رکیے۔ آپ اپنے آپ کو اس Privilege motio کے دائرہ کار میں confine کیجئے۔ آپ کو میں نے اس کی admissibility پر بات کرنے کی اجازت دی تھی۔

میاں اظہر حسن ڈار: میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ مرکز کا مسئلہ ہے اس کو بحث میں نہ لائیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ اس ایوان میں آپ نے یہ طے کیا ہے کہ اختلافی بات نہ کی جائے۔ ہم نے صدر ضیاء الحق شہید کے بارے میں تحریک پیش کی اس پر ہمارے ان حضرات نے اعتراض کیا.....

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔۔۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: لیکن اب یہ بھٹو کو جب شہید کہیں گے جو قاتل ہے تو ہم اس کو بھی برداشت نہیں کریں گے۔ قاتل کو یہ شہید کہتے ہیں تو یہ اختلافی بات ہے۔ جب آپ ضیاء الحق کو

شہید کہنا برداشت نہیں کرتے تو ہم بھٹو قاتل کو شہید سننا برداشت نہیں کرتے۔ اس لیے ان کو روکا جائے کہ یہ اس طرح کی بات نہ کریں۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی ڈاکٹر صاحب! میں آپ کو اس کی admissibility پر بات کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب سپیکر! میں صرف چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور ان کی بنیاد پر آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ جو تحریک استحقاق ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! مجھے آپ ایک منٹ دیں۔ یہ جو Privilege motions یہاں ہاؤس میں آئی ہیں اور اس پر میں نے بحث کی اجازت دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ Prima facie ایک ایسا معاملہ ہے جس کو اس وقت سارے ملک میں کوئی اچھا کہہ رہا ہے اور کوئی اس کو بُرا کہہ رہا ہے۔ مختلف مکتب فکر کے لوگ اس پر اظہار خیال کر رہے ہیں۔ تو یہ Privilege motions ہمارے ہاؤس میں پیش کی گئی ہیں اور اس سے بہتر اور کوئی forum نہیں کہ جس میں وفاق اپنے interest کی بات کرتا ہے' صوبہ اپنے interest کی بات کرتا ہے۔ اس میں تحمل' رواداری اور بُردباری سے' آپ دونوں فریقین اپنا point of view پیش کریں اور ساری قوم اس کو سنے کہ اس issue پر ہمارے جو مقتدر ایوان ہیں ان کی کیا رائے ہے؟ اور ہمارے منتخب نمائندے کی کیا رائے ہے؟ میرا اس بحث کرانے کا ماسوائے اس بات کے کہ ساری قوم کو اس بات کا پتا چلے کہ ہمارے نمائندے حضرات کی اس اہم ترین موضوع پر کیا رائے ہے؟ تو ڈاکٹر صاحب میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: ماشاء اللہ آپ نے بڑی اچھی بات کی ہے اور میں بھی اس جذبے کے تحت اس مسئلے پر بات کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

MR SPEAKER : Nawabzada Sahib, will you please take your seat. I won't allow you to interrupt every speaker.

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب سپیکر! یہاں مرکزی حکومت اور پیپلز پارٹی

کے معزز رفقاء کا یہ خیال ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ پیپلز پروگرام سے اس ملک کے عوام کی فلاح و بہبود اور اس ملک کی ترقی اور تعمیر ہوگی لیکن اس دعوے کے بارے میں مجھے بڑے سنجیدہ قسم کے شکوک و شبہات اور خدشات ہیں جو میں آپ کے سامنے ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا اور میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ ان کا جواب دیں تاکہ ہم اس نتیجے پر پہنچ سکیں کہ واقعی یہ اس ملک کے لیے اور اس عوام کے لیے بہتر ثابت ہوں گے۔ میرا سب سے پہلا خدشہ یہ ہے کہ انہوں نے چاروں صوبوں میں تفاوت اور امتیاز برتا ہے۔ سندھ میں اور سرحد میں یہی سکیم' پیپلز ورکس پروگرام باقاعدہ گورنمنٹ کے تحت جاری و ساری کیا گیا ہے۔ لیکن پنجاب اور بلوچستان کو اس سے محروم رکھا گیا ہے۔ اب اگر پنجاب اور بلوچستان بھی پاکستان کے اس طرح دو صوبے ہیں جس طرح سرحد اور سندھ ہیں تو مجھے یہ بتایا جائے کہ ان دو صوبوں کو اس سے کیوں محروم رکھا جا رہا ہے۔ دوسری بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پروگرام کے لیے 5 ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ دو ارب کی رقم پچھلے سال اور تین ارب کی رقم اگلے سال کے لیے مختص کی ہے۔ یہ کس قدر شرمناک بات ہے کہ 5 ارب روپیہ جو عوام بڑی مشکل سے ٹیکس دینے کے بعد قومی خزانہ میں جمع کراتے ہیں اس 5 ارب روپے کو بغیر کسی استحقاق کے ان لوگوں کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ ان پڑھ ہیں' ناسمجھ ہیں' اور نہ ہی انہیں یہ شعور ہے کہ کس طرح منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ اب میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اراضی تو پنجاب کی ہو' اراضی ہو بلوچستان کی اور اس پر بغیر اجازت کے آپ ہسپتال بنائیں' وہاں آپ سکول یا کالجز بنائیں تو اس کے بعد ان کی منصوبہ بندی کون کرے گا۔ اس کے بعد اس پر کون غور و فکر کرے گا کہ اس پر کتنا پیسہ خرچ آئے گا اور کس طرح ہم وہ پیسہ خرچ کریں گے۔ اور جب وہ سکیمیں بن جائیں گی تو مجھے یہ بتایا جائے کہ کیا یہ پنجاب حکومت کا فرض نہیں ان سکیموں کی نگرانی کرے اور وہاں اس ہسپتال میں ڈاکٹرز' نرسز اور فرنیچر وغیرہ مہیا کیا جائے۔ اسی طرح سکولوں اور کالجوں میں عملہ تعینات کیا جائے۔ یہ سارا پنجاب گورنمنٹ کا کام ہے۔ اب مجھے یہ بتایئے کہ ایک عمارت کھڑی ہو جاتی ہے اور پنجاب حکومت کی مرضی کے خلاف کھڑی ہوتی ہے تو آپ کس طرح جاری و ساری رکھیں گے۔ میں آپ کے سامنے ایک چھوٹی سی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں لاہور میں منشی خان ہسپتال بنایا گیا تھا۔ وہ ہسپتال اس شخص نے اپنے پیسے اور لوگوں کے عطیات وصول کرنے

کے بعد مکمل کرایا تھا اور وہ عمارت دو سال تک بغیر کسی استعمال کے کھڑی رہی۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق نے پنجاب گورنمنٹ سے کہا کہ اس ہسپتال کو take over کریں۔ اس کے بعد پنجاب حکومت نے take over کیا اور اب وہ چل رہا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسی طرح ان کی ساری کی ساری سکیمیں کھڑی کی کھڑی رہیں گی' عمارتیں ساری خراب اور برباد ہو جائیں گی لیکن پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے حکومت پنجاب یا حکومت بلوچستان ان کو جاری و ساری نہیں رکھ سکیں گی۔ میرا دوسرا سوال یا اعتراض یہ ہے کہ آپ ہمیں یہ بتایئے کہ اس کا حساب کتاب کیسے ہوگا ان لوگوں کا جن کے حوالے یہ پانچ ارب روپے کی خطیر رقم کی جائے گی۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: آپ کو یہ غلط فہمی ہے۔ ہم آپ سے زیادہ دیانت دار ہیں۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب' تشریف رکھیں۔ مداخلت نہ کریں۔ چودھری صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ نوابزادہ صاحب آپ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ آپ ایک پارلیمنٹیرین کی طرح اپنا رویہ برقرار رکھیں (قطع کلامیاں) نوابزادہ صاحب تشریف رکھیں۔ نوابزادہ صاحب آپ ایک ممبر کی طرح رویہ اختیار کریں۔ ایک عام آدمی کی طرح آپ کو رویہ نہیں اپنانا چاہیے۔ خواجہ صاحب آپ بھی تشریف رکھیں اور ان کی بات سنیں۔ اس کے بعد اگر آپ بولنا چاہیں تو میں آپ کو اجازت دوں گا۔

وزیر ٹرانسپورٹ: مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں کہ انہوں نے جو مداخلت کی ہے وہ غلط کی ہے۔ یہ ان کی عادت بن چکی ہے۔ یہ ان کو سکھایا جاتا ہے اور پڑھایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب' آپ اپنی بات کریں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! میں صرف اس بات پر عرض کرنی چاہتا ہوں کہ جمہوریت کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہی صحیح ہے۔ جمہوریت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ دوسرا کہتا ہے وہ بھی صحیح ہے۔ اس کا بھی نقطۂ نظر سننا چاہیے۔ میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ابراہام لنکن نے کہا ہے

Democracy means Government of the people, by the people, for the people.

لیکن بدقسمتی سے پیپلز پارٹی والے اس کو اس طرح define کرتے ہیں کہ۔

Government of the Peoples Party, by the Peoples Party, for the Peoples Party.

مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ سکیم ہمارے لیے مشکلات پیدا نہیں کرے گی اور اس میں ہم صرف پیپلز پارٹی کے لوگوں کو شامل کرنا چاہتے ہیں اور ان لوگوں کو شامل کرنا چاہتے ہیں کہ جنہوں نے اپنے فارم بھرنے کے بعد یہ یقین دلایا ہے کہ ہم پیپلز پارٹی کے ساتھ وفادار ہیں۔ یہ ان کی سرپرستی کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ پروگرام کبھی کامیاب نہیں ہوگا اور وہ مقاصد جن کے تحت یہ پروگرام شروع کیا جا رہا ہے اس میں یہ بُری طرح ناکام ہوں گے۔ اس لیے میری اس پر پوری طرح چھان بین کی جائے۔ (قطع کلامیاں) نوابزادہ صاحب کو ہم ہسپتال میں admit بھی کریں گے' ٹیکے بھی لگائیں گے اور اپریشن بھی کریں گے۔ آپ دیکھیے گا ہم ان کا پوسٹ مارٹم بھی کریں گے اور ان کو بتائیں گے کہ ان کے دماغ میں کیا خلل تھا؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ آپ اسے ایک منٹ میں ختم کریں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: میں ان کو یہ جواب دینا چاہتا ہوں کہ ہم پہلے ان کو میٹھی گولیاں دیں گے' اگر یہ ٹھیک نہ ہوئے تو ہم injection لگائیں گےinjection سے ٹھیک نہ ہوئے تو operation کریں گے اور اپریشن سے ٹھیک نہ ہوئے تو ہم انشاء اللہ ان کا post-mortem کریں گے۔

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ: میں جناب والا سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ ان حقائق کی بنیاد پر اتنی بڑی رقم کی اس طرح اجازت دی جائے۔ یہ پنجاب کی حکومت کے لیے مشکلات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب تشریف رکھیں۔

ملک وزیر علی: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ملک صاحب' آپ ایک نشست میں کتنی دفعہ اٹھنا پسند کریں گے۔ کبھی پوائنٹ آف آرڈر پہ' کبھی پوائنٹ آف انفرمیشن پہ۔

ملک وزیر علی: جناب والا! جب یہ میرے دوست پاکستان پیپلز پارٹی پر الزام لگانا چھوڑ دیں گے تو میں اپنی نشست سے اٹھنا چھوڑ دوں گا۔ جب تک یہ جھوٹے الزام لگاتے رہیں گے تو ہمیں تو ان کا جواب دینا ہے۔ جیسے کہ میرے دوست نے فرمایا ہے پیپلز پروگرام.....

جناب سپیکر: ملک صاحب! پیپلز پروگرام کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

ملک وزیر علی: جناب سپیکر! پہلے بھی تحاریک استحقاق پیش ہوتی رہیں کیا کبھی اتنا وقت ان تحاریک استحقاق کو دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب' ذرا رکیے۔

ملک وزیر علی: جناب سپیکر! میں تھوڑا سا وقت لوں گا۔

جناب سپیکر: ملک صاحب آپ رک جائیں تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ اب میں بحث شروع کرتا ہوں اور میں ملک وزیر اعوان صاحب کو پیپلز پروگرام پر بولنے کی اجازت دوں گا۔ ڈوگر صاحب آپ کو بھی بات کرنے کا موقع دوں گا' ملک طیب اعوان صاحب کو بھی بات کرنے کا موقع دوں گا۔

ملک طیب خان اعوان: جناب والا! میں ابھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: لیکن اس وقت پیپلز پروگرام پہ نہیں بلکہ بجٹ پر بات ہو گی۔ جو بجٹ پہ بات کرنا چاہتے ہیں میں ان کو اجازت دوں گا۔ میاں صاحب تشریف رکھیں۔

میاں محمود الرشید: جناب والا ! آپ ہمیں پیپلز پروگرام پر بات کرنے کا موقع نہیں دے رہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب' یہ تحریک استحقاق آپ کی ہے جس پر بحث ہو رہی ہے۔ اس کو آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ بات کر چکے ہیں۔ اس لیے اب باقی لوگوں کو اظہار خیال کا موقع دیں۔

میاں محمود الرشید: میں نے دو تین دفعہ کوشش کی لیکن آپ نے مجھے موقع نہیں دیا۔ جناب والا! اب دوسری گزارش یہ ہے کہ نوابزادہ صاحب اور ملک صاحب کی سیٹوں کو بدل دیا جائے کہ شاید سیٹوں پر کوئی ایسی چیز ہے کہ یہ بیٹھ نہیں سکتے اور یا یہ مستقل کھڑے رہا کریں۔ مہربانی کر کے

ان کی سیٹوں کو بدل دیا جائے۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب' پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل ہمارے دوست اور رفیق میاں منظور احمد موہل کے سلسلے میں بدمزگی ہوئی اور ان کے خلاف کچھ ایسے ریمارکس دیے گئے ان سے میں اپنے حوالے سے معذرت خواہ ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں ان سے معذرت کرتے ہوئے ریکارڈ کو درست کرنا چاہتا ہوں کہ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: لیکن صورت حال یہ ہے کہ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: جی ہاں وہ کل ہی کارروائی سے حذف کر دیے گئے تھے۔

میاں منظور احمد موہل: ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: میں کل ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کر چکا ہوں لہٰذا آج بھی انہیں کارروائی سے حذف سمجھا جائے۔

میاں منظور احمد موہل: ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! آپ اگر ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

طرف سے میرے پاس کوئی نام نہیں۔ جو سابقہ فہرست ہے اس کے مطابق چلیں۔ بیگم بشریٰ رحمٰن سے شروع کرتے ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! بشریٰ رحمٰن کے نام سے نہیں بلکہ رحمٰن کے نام سے شروع کریں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شروع کرتی ہوں خداوند تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے اور نیتوں کا حال خوب جانتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی اس تقریر سے شروع کرتی ہوں جو انہوں نے پاکستان بننے کے بعد پہلی بار ریڈیو سے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ جناب والا! جب پاکستان بن چکا اور جناب قائداعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بن چکے اور ریڈیو سٹیشن گئے تاکہ اپنی قوم سے خطاب کر سکیں۔ اس وقت بہت سے مسائل پیش نظر تھے اور آپ نے اپنے رفقاء کار سے یہ کہا کہ اس وقت ہمارا خزانہ خالی ہے اور میں یہ اعلان کرنے جا رہا ہوں۔ ان کے رفقائے کار نے یہ کہا کہ ابھی ابھی پاکستان بنا ہے۔ کل ہی کی بات ہے کہ لوگ لٹ لٹا کر یہاں آئے ہیں۔ اگر آپ ریڈیو سے یہ اعلان کر دیں گے کہ خزانہ خالی ہے تو لوگوں کا Moral گر جائے گا اور لوگ مایوس ہو جائیں گے اس لیے آپ یہ نہ کہیں کہ خزانہ خالی ہے۔ جناب والا! یہ معزز ایوان اور پاکستان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ جس وقت بٹوارہ ہوا تو اس میں ہندو لالے نے ڈنڈی ماری اور فرنگی نے انصاف کے ترازو کو جھوک دیا۔ اس لیے خزانے میں نہ تو ہمیں پوری کرنسی ملی، نہ ہمیں فوج ملی اور نہ ہمیں اسلحہ ملا۔ حالات ہی کچھ ایسے تھے۔ اس پر جناب قائداعظم نے اپنے رفقائے کار کو یہ جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں پہلی بار اپنی قوم سے ان کے سربراہ کی حیثیت سے مخاطب ہو رہا ہوں اور میں نے اپنی قوم کے ساتھ ہمیشہ سچ کا رشتہ استوار کیا ہے۔ اس لیے اپنے پہلے خطاب میں نہ تو میں جھوٹ بولوں گا نہ غلو کروں گا، نہ منافقت سے کام لوں گا اور نہ جھوٹے وعدے کروں گا۔ میں اپنی قوم کو درست صورت حال بتاؤں گا۔ جناب والا! حضرت قائداعظم نے اس شام اپنی قوم سے کہا کہ اس صورت حال میں ہم ایک وطن لینے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور آپ نے فرما دیا کہ "خزانہ خالی ہے" جناب والا! اب اس مقام پر میں بتانا چاہتی ہوں کہ لیڈر کیا ہوتا ہے۔ جب جناب قائداعظم نے کہا کہ خزانہ خالی ہے تو شام ہونے سے پہلے پہلے پاکستان میں مقیم تمام مخیر حضرات، صنعت کار، زمیندار اپنے اثاثے لے کر حضرت

قائداعظم کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ جناب آپ غم نہ کیجئے۔ آپ نے بہت آبلہ پائی کی ہے۔ ہم نے جنگ ہنسائی بھی برداشت کی ہے لیکن ہم ایک ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ خواتین نے اپنے زیورات پیش کر دیے اور مردوں نے تمام جائیداد اور املاک قائداعظم کے قدموں میں ڈھیر کر دیے اور کہنے لگے کہ اگر خزانہ خالی ہے تو آپ ان سے خزانہ بھر لیجئے اور آپ کسی بات کا فکر نہ کیجئے۔ جناب والا! لیڈر تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے۔ پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ اس دن کے بعد سے جب واقعی ہمارے ساتھ ناانصافی ہوئی اور ہمارے خزانہ میں کچھ نہیں تھا۔ آج تک ہمارے سربراہان مملکت سے سننے کو سب سے پہلی اور سب سے خوبصورت بات اور کونسی ملی ہے۔ میں سکندر مرزا سے شروع کرتی ہوں۔ جس وقت صدر ایوب نے سکندر مرزا کو معزول کر کے اقتدار اپنے ہاتھ میں لیا تو اس نے بھی ٹیلیویژن اور ریڈیو پر جو پہلی تقریر کی تو فرمایا کہ خزانہ خالی ہے۔ خزانہ خالی تھا کیونکہ سکندر مرزا کی ایران نژاد بیگم ناہید مرزا کی شاہ خرچیوں نے خزانہ خالی کر دیا تھا۔ جناب والا! اس کے بعد یحییٰ خان آئے انہوں نے بھی یہی کہا اور اس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو تشریف لائے' ہمارے دوستوں اور چارہ گروں کو جو پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں ان کی پہلی تقریر یاد ہوگی لیکن انہوں نے یہ عذر اس بات پر دیا کہ کیونکہ ملک دو لخت ہوچکا ہے اس لیے ہمارا خزانہ خالی ہے اور ہماری معیشت کو بہت زیادہ نقصان پہنچ چکا ہے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو نے بھی یہی کہا کہ ہمارا خزانہ خالی ہے اور جب وہ تشریف لے گئے گئے تو خزانہ خالی کر کے چلے گئے اور اس کے بعد جناب صدر ضیاء الحق آئے تو انہوں نے بھی اپنے پہلے خطاب میں یہی کہا کہ ہماری معیشت بُری طرح تباہ ہوچکی ہے اور لاکھوں ٹن گندم درآمد کی جا رہی ہے۔ اس لیے ہمارا خزانہ خالی ہے۔ جناب والا! گیارہ سالہ دور کے بعد محترمہ تشریف لائیں تو انہوں نے بھی قوم سے پہلے خطاب' پہلی خوبصورت بات اور پہلی نوید میں یہ کہا کہ خزانہ خالی ہے۔ یہ بدنصیب خزانہ کبھی بھرا کہ ہمیشہ خالی رہا۔ جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ ہمارا قومی خزانہ قلاش کا پیٹ ہے کہ اس کو ہمیشہ خالی رہنا چاہیے یا یہ مفلس کی جوانی ہے کہ اس کو ہمیشہ لوٹ لیا جانا چاہیے جو بھی گیا وہ اس میں کچھ نہ چھوڑ کر گیا اور جو آیا اس نے ہمیں یہ نوید دی۔

جناب والا! میں بجٹ تقریر کرنے سے پہلے قومی خزانے پر بات کرنا اس لیے ضروری سمجھتی ہوں کہ ہمارا ماخذ قومی خزانہ ہے اور جو کچھ آ رہا ہے وہیں سے آ رہا ہے۔ عذر داریاں بھی بہتان تراشیاں بھی' الزام تراشیاں بھی' خسارت بھی' کنجوسی بھی' سب کچھ ادھر سے آ رہا ہے۔ ہم اس کی صورت حال اپنے لوگوں کو دکھائیں کہ نہ دکھائیں۔ جناب والا! ہم نے مانا کہ خزانہ بالکل خالی ہے۔ لیکن یہ قوم وہ نہیں جو خالی خزانے سے ڈرنے والی ہے۔ یہ قوم کہتی ہے کہ پیٹ چاہے بھوکا ہو لیکن ضمیر خالی نہ ہو۔ اس قوم میں بے ضمیری نہ ہو اور یہ قوم اس ہادی برحق کی امت ہے جنہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر ساری خدائی پر شہنشائی کی ہے۔ اس لیے خالی خزانے سے ڈرنا کوئی ایسی عقل مندی کی بات نہیں۔ جناب والا! پھر اگر ہمارا قومی خزانہ خالی ہے تو پھر میں آپ کو قومی حکومت کے کچھ اخراجات کی تفصیل بتانا چاہتی ہوں۔ جناب والا! آپ سب نے سنا ہوگا کہ حلف اٹھانے کے بعد محترمہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئیں۔ یہ بہت اچھا اقدام ہے اور ان کی دین داری کو ہم دل سے پسند کرتے ہیں اور واقعی انہیں ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ پہلے اپنے رب کے حضور جا کر سجدہ شکر بجا لانا چاہیے تھا۔ جناب والا! وہ تو اپنے رب کے حضور سجدہ شکر بجا لانے کے لیے گئیں۔ لیکن جہاز میں کسی ستم ظریف کسی حواری' کسی خوشامدی نے کان میں آ کر کہا کہ یہ وزیراعظم کا جہاز ہے اور وزیراعظم کا جہاز ایسا نہیں ہوتا' ویسا ہوتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس جہاز میں Dressing room نہیں اور اس میں bed room نہیں اور یہ کیوں نہیں؟ اگر یہ وزیراعظم کا جہاز ہے؟ جناب والا! روئے سخن کسی کی طرف نہیں۔ جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ان کو حق پہنچتا ہے وہ سربراہ مملکت ہیں۔ ان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ چیزیں طلب کریں لیکن اس سفر میں نہیں جو خدا کی راہ میں سفر کیا جاتا ہے۔ جناب والا! اس سفر میں نہیں جناب والا! میں ان کو یہ حق دیتی ہوں۔

(قطع کلامیاں)

جناب والا! آپ نے ہی کہا تھا کہ تقریر میں مداخلت نہیں ہوگی۔

جناب والا! میں ان کو یہ حق دیتی ہوں کہ وہ سربراہ مملکت ہیں اور وہ عالیشان جہازوں میں سفر کرنے کا حق رکھتی ہیں۔ لیکن میں صرف اتنا کہتی ہوں کہ جب وہ خدا کے حضور جا رہی تھیں اور جب وہ سجدہ شکر بجا لانے کے لیے جا رہی تھیں۔ جناب والا! وہ اپنے رب کو اپنا عالیشان جہاز تو دکھانے

نہیں جا رہی تھیں۔ جناب والا! انہوں نے اسی وقت حکم دیا اور جدہ ائرپورٹ پر جب جہاز رُکا پی۔ آئی۔ اے کے ارباب اقتدار نے کراچی میں فون کیا اور پھر ایک جہاز چارٹرڈ کیا گیا۔ وہ جہاز dressing room اور bed room کا سامان لے کر جدہ ائرپورٹ پر پہنچا۔ جدہ ائرپورٹ پر قیامت کی رات تھی۔ جب چیزیں گھسیٹی جا رہی تھیں۔ جہاز میں رکھی جا رہی تھیں۔ قد آور آئینے لگائے جا رہے تھے۔ bed room سجائے جا رہے تھے اور اس کو وزیراعظم کا جہاز بنایا جا رہا تھا۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! آپ پنجاب بجٹ پر آیئے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے تین بلین کی اپنے اخراجات میں کمی کی ہے۔ جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ تین بلین کی کمی انہوں نے کس مد میں کی ہے۔ یہ تو انہوں نے بتایا ہی نہیں کہ اپنے ذاتی اخراجات میں اپنے وزیروں کے اخراجات میں اپنے مشیروں کے اخراجات میں' آرائش و زیبائش کے اخراجات میں گھروں کے اخراجات میں یا انہوں نے صوبوں کی شہ رگ کاٹ کر یہ تین بلین کی بچت کی ہے۔ یہ تو انہوں نے ہمیں بتایا نہیں ہے۔ جناب والا 19 مارچ کا روزنامہ "Dawn" آپ میں سے کوئی بھی شخص پڑھ سکتا ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ اب جو وزیراعظم کا اصلی جہاز بنایا جا رہا ہے۔ اس پر بلین بلین اور بلین روپے خرچ ہو رہے ہیں اور اس کو بہت عالیشان بنایا جا رہا ہے۔ جناب والا! میں یہ ضمناً" عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ابھی اخبار میں یہ آیا تھا کہ پچھلے دس سالہ دور کی شہ خرچیوں کا ازالہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ بڑا شہ خرچیوں کا دور تھا۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر وہ شہ خرچیوں کا دور تھا تو پھر یہ کون سا دور ہے کہ جس میں صرف جہازوں کے اوپر اتنا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد جناب والا! میں یہ عرض کروں گی کہ ایک یہودی قوم کو بہت بڑا ٹھیکہ دیا گیا ہے تاکہ محترمہ کی تمام دنیا میں publicity کی جا سکے۔ جناب والا! کیا یہ شہ خرچی نہیں؟

اس کے بعد میں صوبائی بجٹ کی طرف آتی ہوں۔

جناب والا! جناب وزیر خزانہ نے تقریر میں کہا ہے' صفحہ 12 پر انہوں نے شعبہ تعلیم کے لیے 121 کروڑ 78 لاکھ روپے تجویز کیے ہیں۔ میں سب سے پہلے تعلیم پر بات کرنا چاہوں گی۔ جناب رانا شوکت محمود بہت اچھی تقریر کر رہے تھے اور ان کی طرف سے ایک تجویز آئی تھی کہ پنجاب میں پرائمری تعلیم کو مفت کر دیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک اچھی تجویز ہے اور ہمیں اس کی تائید کرنی چاہیے کیونکہ ہم لوگ اچھی تجویزوں کی تائید کرتے ہیں اور میں جناب وزیر تعلیم

سے کہوں گی کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ ان کی طرف سے کوئی اچھی بات ہمارے پاس آئی ہے۔ جناب والا! اسی سلسلے میں عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اڑھائی تین سال پہلے ہم نے پرائمری تعلیم لازمی اور مفت دینے کے لیے نئی روشنی سکول بنائے تھے اور اس میں 22 ہزار اساتذہ کی کھپت ہوئی تھی اور لکھوکھا بچے اور بچیاں اس میں پڑھ رہے تھے۔ نئی روشنی سکول تعلیم بالغاں کا بدل بھی تھے اور ابھی انکو اڑھائی سال بھی نہیں ہوئے۔ ہم نے ایک بستہ سسٹم بنایا اور ہمارا یہ خیال تھا کہ تین سال کے اندر جتنے بچے اور بچیاں اس میں پڑھ رہے ہیں ان کو پرائمری کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے گا اور وہ پرائمری پاس ہو جائیں گے۔ ہمارا یہ خیال تھا کہ ہمارا یہ منصوبہ بہت کامیابی سے چلے گا۔ لیکن جناب ہمیں معلوم نہیں تھا کہ راتوں رات تقدیریں بدل جاتی ہیں اور جب تقدیریں بدل جاتی ہیں تو ٹیلی ویژن پر تصویریں بدل جاتی ہیں۔ اگر ٹیلی ویژن پر تصویریں بدل جاتی تو اخبارات میں تحریریں بدل جاتی ہیں اور جب اخباروں میں تحریریں بدل جاتی ہیں تو قوم کے خوابوں کی تعبیریں بدل جاتی ہیں اور جب تعبیریں بدل جاتی ہیں تو ہم سے فقیروں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

جناب والا! ہوا یہ ہے کہ ہم دیکھتے تو امریکہ کی طرف ہیں اور ہر قسم کا سرٹیفکیٹ ان سے لاتے ہیں۔ لیکن ایک اچھی سی بات ان سے یہ نہیں سیکھ سکتے کہ جانے والا صدر آنے والے صدر کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور آنے والا صدر جانے والے صدر کے چھوڑے ہوئے تمام اچھے کام بڑی خوش اسلوبی سے پورا کرتا ہے کیونکہ اچھے کام خلقت کے لیے ہوتے ہیں اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتے ہیں۔ جہاں کسی نے کچھ بُرے کام کیے ہوں' وہاں کسی نے اچھے کام ضرور کیے ہوتے ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ قوانین قدرت کے خلاف ہے کہ ایک آدمی تمام تر اچھا ہو اور ایک آدمی تمام تر بُرا ہو۔ میں یہ مان ہی نہیں سکتی یہ خدا کی خدائی پر شک کرنے کے مترادف ہے۔ جو اچھا ہوتا ہے وہ بُرا بھی ہوتا ہے۔ جو بُرا ہوتا ہے وہ اچھا بھی ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ اس نے اپنا کون سا پہلو سامنے رکھا۔ اگر وفاقی حکومت نئی روشنی سکولوں کو اس طرح سے نہ ختم کرتی اور 22 ہزار اساتذہ کو بے روزگار بھی نہ کرتی اور اڑھائی سال یا دو سال کے وقفے میں ان لوگوں کو تعلیم سے محروم نہ کر دیتی جن کی تعلیم پر ہم نے اتنا پیسہ خرچ کیا تھا۔ اب دو سال کے بعد ہم اس قابل ہو چکے ہوتے کہ اب ہم انہیں پرائمری کا سرٹیفکیٹ دے چکے ہوتے اور

ہماری تعلیم کی شرح بڑھ جاتی۔ اس عرصے میں وفاقی حکومت یہ اعلان کر دیتی کہ دو سالوں کے اندر اندر ہم ان سکولوں کو بند کرنے والے ہیں اور اس کے لیے ہم آپ کو نیا لائحہ عمل دینا چاہتے ہیں۔ جناب والا! اس کے بعد وزیر خزانہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اساتذہ کے لیے ایک فاؤنڈیشن بنائی ہے' جناب والا! میں اس کی بعد میں تعریف کرتی ہوں کہ تعلیم کو عام کرنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ اساتذہ کے احترام کو بھی بحال کیا جائے اور میں اس موقعہ پر جناب وزیر خزانہ سے یہ بھی سفارش کروں گی کہ ایسی ہی ایک فاؤنڈیشن ادیبوں' صحافیوں' شاعروں اور فنکاروں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بھی بنائی جائے۔ اس کے علاوہ جناب والا! وزیر خزانہ نے ایک بیت المال کے قیام کا بھی اعلان کیا ہے۔ جناب والا! میں اس کا بہت خیر مقدم کرتی ہوں' میرا خیال ہے کہ کسی بھی اسلامی فلاحی مملکت میں کسی بیت المال کا قیام بہت ضروری ہوتا ہے۔

(اور اس موقع پر گیارہ بج کر دو منٹ پر جناب شہباز شریف صاحب کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

(تالیاں)

جناب والا! اس بیت المال کے اغراض و مقاصد میرے خیال میں سب کو معلوم ہیں لیکن ایک بات جس پر میں حکومت پنجاب کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے اخبار میں پڑھا ہے اور یہ اخباری خبر ہے کہ جناب مجید نظامی کو اس بیت المال کا امین اور ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا ہے۔ اس بات پر میں حکومت پنجاب کو بہت مبارک باد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ایک انتہائی صحیح محب وطن' انسان دوست اور خدمت گزار انسان کا انتخاب کیا ہے کہ جناب مجید نظامی کو اس کا امین اور ایڈمنسٹریٹر بنایا ہے۔ جناب والا! مدیں تو اس کی بہت ہیں لیکن وقت کی کمی کے باعث ہر مد کے اوپر تو جناب والا! بات نہیں ہو سکتی۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ جب ہم اپنے بجٹ کا موازنہ وفاقی بجٹ کے ساتھ کریں تو ہمیں وفاقی بجٹ میں زیادہ تر منصوبہ بندیاں نظر آتی ہیں۔ جناب والا! جب بھی کوئی وفاقی حکومت آتی ہے تو ہمیشہ یہ کہتی ہے کہ یہ 7 سالہ منصوبہ بندی کی ہے' پانچ سالہ منصوبہ بندی کی ہے۔ جناب والا! یہ ہمیں ایسے ہی ہمیشہ منصوبہ بندیوں میں الجھائے رکھتے ہیں' اب جو وفاقی بجٹ آیا ہے اس سے سرمایہ کاری رُک گئی ہے کاغذ مہنگا ہوگیا ہے اور سٹاک مارکیٹیں بھی بُری طرح اثر انداز ہوئی ہیں' جناب والا کاغذ مہنگا ہوگیا تو کتاب مہنگی ہوگئی'

کتاب مہنگی ہوگئی تو تعلیم مہنگی ہوگئی' ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تعلیم کو عام کرنا چاہتے ہیں' دوسری طرف انہوں نے کاغذ کو مہنگا کر دیا ہے' اگر کاغذ مہنگا ہو جائے گا تو تعلیم عام کیسے ہوگی' جناب والا! ڈاک کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹائم ختم ہونے والا ہے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: بہتر جی' جناب والا! ڈاک کی شرح میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ میرے خیال میں یہ غریبوں کے اوپر بہت بوجھ ہے' جناب والا! منصوبے بہت ہیں' جب بھی وفاقی بجٹ آتا ہے اس میں منصوبہ بندیاں بہت ہوتی ہیں' آخر کار یہ ہوتا ہے کہ منصوبہ رہ جاتا ہے اور بندی نکل جاتی ہے' اب ایسا ہے کہ وفاقی بجٹ میں بندی بندی ہے اور منصوبہ کوئی ہے ہی نہیں جناب والا! جناب سپیکر! چونکہ آپ نے یہ فرما دیا ہے کہ پولیس کے اوپر بہت باتیں ہوئی ہیں' آپ نے یہ فرما دیا ہے کہ ٹائم بہت کم ہے اس لیے میں .....

جناب چیئرمین: میاں محمود الحسن ڈار صاحب۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! یہ نہایت نا انصافی ہے' ہم نے کل بھی یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس طرف سے دو آدمی بولیں گے' اور اس طرف سے ایک آدمی بولے گا لیکن اس طرف سے بھی کل تین آدمیوں کو بلوایا گیا' آج ادھر سے تین آدمیوں کو بلانے کے بعد ان کی باری آنی چاہیے تھی۔

میاں محمود الحسن ڈار: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! سب سے پہلے میں جناب وزیر خزانہ پنجاب کے مالی سال 90-1989ء کے ضمنی بجٹ پر کچھ عرض کروں گا۔ تقدیر زبان و بیان کا ایک حسین مرقع ہے۔

صفحہ نمبر 2 پر انہوں نے فرمایا کہ یہ صورت حال کوئی نئی نہیں لیکن گزشتہ چالیس برسوں میں ہمیں تنگی داماں کا کبھی اتنا شدید احساس نہیں ہوا جتنا کہ آج' جناب اس میں معاملہ فہمی' نگاہ بلند کی حامل مرکزی حکومتوں کے وجود کا احساس بھی کروایا گیا' اس میں طاقت کے سرچشمے کا کام بھی وہ حکومتیں کرتی تھیں' بادل نخواستہ انہوں نے گلہ بھی کیا' لیکن جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ جن حکومتوں کا انہوں نے ذکر کیا' اور صوبائی بلند نگاہ حکومتیں بھی وہ حکومتیں تھیں جنہوں نے مرکز کے ساتھ محاذ آرائی نہیں کی تھی۔ یہ باتیں جو آج انہوں نے شروع کی ہیں' جناب کھوسہ صاحب اور ان کے رفقاء کی خدمت میں عرض کروں گا:

ایں گناہست کہ در شہر شمانیز کنند۔

جناب صفحہ نمبر3 پر جناب وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں' اور ایمان' اور اہل پنجاب کے جذبہ ایثار کی بات کرتے ہیں' اور ساتھ کہتے ہیں مرحوم قائد' اس کے مقدس ورثے کی بات' بقاء اور استحکام کا ضامن' جناب والا ! میں عرض کروں گا کہ پاکستان میں دو قائد ہوئے ہیں' ایک جناب شہید ذوالفقار علی بھٹو قائد عوام' دوسرا قائد اعظم محمد علی جناح۔

میاں محمود الرشید: قائداعظم محمد علی جناح ہی پاکستان کے قائد اور بانی ہیں کوئی دوسرا ہمارا قائد نہیں ہوسکتا۔ ہم کسی دوسرے کو قائد نہیں مانتے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا!میں بجا سمجھتا ہوں کہ کھوسہ صاحب کا رُخِ سخن قائد عوام کی طرف نہیں ہو سکتا' وہ قائداعظم محمد علی جناح کی طرف ہوگا۔ لیکن انہوں نے جہاں پر قائد مرحوم لکھا ہے ان کو چاہیے کہ وہ وہاں پر ذرا تصحیح کر لیں وہاں پر صحیح یہی ہے کہ یہ قائداعظم محمد علی جناح لکھیں۔

جناب چیئرمین: جی بیگم صاحب!

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑی ہوں اور یہ میرا حق ہے۔ کہ میں محترم رکن کو درست کروں۔ وہ اپنے قائد کو قائد عوام کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح سے نہیں' انہوں نے فرمایا ہے کہ پہلا قائد ہمارا قائد عوام' اور دوسرا قائد ہمارا قائداعظم۔ یہ نہیں ہو سکتا' پہلا اور اولین قائد ہمارا' قائداعظم محمد علی جناح ہے' قائداعظم محمد علی جناح کا نام ہمیشہ پہلے آئے گا۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔

میاں محمود الحسن ڈار: میں نے دو قائدین کی بات کی ہے' ایک اور دو کی ترتیب آپ دے دیں' جائز ہے۔ میں جناب بیگم بشریٰ رحمان صاحبہ کو بتا دوں' ان کی عمر کے حساب سے' کہ میں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا' میں آپ سے بہتر قائد کو سمجھتا ہوں۔ خدا کا فضل ہے کہ مجھے ان کی قربت ملی....

رانا پھول محمد خان: قائداعظم' قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ انہوں نے پاکستان حاصل کیا' اور دوسرے قائد عوام نے پاکستان کو ترقی دے کر ایک پاکستان سے دو پاکستان کیے۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: میری ممبران سے گزارش ہے کہ براہ کرم وہ دوران تقریر مداخلت نہ کریں' اس سے وقت ضائع ہوتا ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! شکریہ میں عرض کر رہا تھا قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق' کہ کھوسہ صاحب بھول گئے' یہ کیوں بھولے میں سمجھتا ہوں کہ اس لیے بھولے کہ جناب جب پاکستان معرض وجود میں آیا اس کی ساکھ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ تھی' وہ غریب عوام تھے' محنت کش تھے' مزدور تھے۔

جناب والا! آپ کو علم ہوگا کہ خضر حیات ٹوانہ کے خلاف پنجاب میں تحریک چلی۔ یہ ہمارے سردار جو یہاں پر تشریف فرما ہیں ان میں سے ایک آدمی بھی اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ جس نے کلمہ حق کہا ہو کہ خضر ٹوانہ وزارت یہاں سے چلی جائے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے۔ ہمیں وہاں سے حکم ملا اور ہم نے تحریک میں حصہ لیا۔ ہم جیل میں بھی گئے۔ کیونکہ ہم نے ہمیشہ آمر کے خلاف محاذ آرائی کی ہے اور آج بھی ہم اسی مقصد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

جناب والا! یہ باتیں سامنے رکھ کر میں عرض کر رہا ہوں پاکستان کی محبت' پاکستان کی اُنس ان لوگوں کو پتا ہے جو قربانیاں دیکر یہاں آئے ہیں۔ ان لوگوں کو پتا ہے کہ ان کے گھر کیسے لٹے۔ کس طریقے تباہ و بربادی میں بھاگ کر اس ملک میں پہنچے۔ ان لوگوں کو کیا پتا ہے یہ قائد مرحوم لکھتے ہیں۔ ان کو خیال آنا چاہیے کہ جماعت اسلامی نے قائد مرحوم لکھایا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح لکھنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب! آپ تقریر ختم کریں۔ آپ کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب وزیر خزانہ! بجٹ تقریر کے صفحہ نمبر 13 پر لکھا ہے کہ حکومت پنجاب نے معاشرے کے غریب اور نادار طبقوں کی امداد کے لیے بیت المال قائم کرنے کا مژدہ جانفزا سنایا اور حکومت نے 10 کروڑ روپیہ سے بیت المال قائم کیا۔ اس قسم کی Islamic terminology سے پچھلے گیارہ سالوں میں کام چل رہا ہے۔ وہ بھی جو اس دنیا سے تشریف لے گئے وہ بھی اسلام کی بات کرتے تھے اور آپ یہ بیت المال لے کر آگئے۔ یہ 10 کروڑ روپیہ بیت المال کے لیے ہے۔ آپ دیکھیں پنجاب کے صوبے کی آبادی ساڑھے پانچ کروڑ نفوس

پر مشتمل ہے۔ ساڑھے پانچ کروڑ عوام کے لیے 10 کروڑ روپیہ ایسے ہی ہے جیسے اونٹ کے منہ میں زیرہ ڈالنے والی بات ہے۔ جناب والا! اگر آپ خلفاء راشدین کا زمانہ دیکھیں تو اس زمانہ میں بیت المال ان کے کنٹرول میں ہوتا تھا اس میں جائز اخراجات کر کے باقی دفاع کے لیے یا فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جاتا تھا۔ اس طرح نہیں کہ سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے 10 کروڑ کا اعلان کر کے کہا کہ ہم نے بیت المال اکٹھا کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ 11 سالوں میں انہوں نے اربوں روپے بنکوں سے قرضے لے کر اپنے پیٹ بھر لیے۔ اب انہوں نے 10 کروڑ میں کون سی غریبوں کی خدمت کرنی ہے۔ یہ کیسا بیت المال بنا رہے ہیں۔ اگر وہی روپیہ جو انہوں نے بنکوں سے لیا ہوا ہے یا لوٹا ہوا ہے وہی روپیہ واپس کرا دیں میں سمجھتا ہوں آج ان کو پیسہ مانگنے کی ضرورت نہیں۔ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ پیغام سنا دوں کہ ہاتھ وہی اچھا ہے بہتر ہے جو نیچے والے ہاتھ سے اوپر والا ہاتھ ہو۔ اس لیے غریب آدمی کبھی ہاتھ پھیلا کر آپ کے بیت المال میں نہیں جائے گا۔ جن کو آپ بیت المال سے روپیہ دیں گے وہ بھی سیاسی رشوت ہوگی۔ آپ اسی طرح پیسے بانٹیں گے جیسے آپ زکوٰۃ کے پیسے تقسیم کر رہے ہیں۔ جناب والا! یہ تو ایسے ہوا جیسے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! ہمارے محترم ممبر نے یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ حضور پاک کا ارشاد ہے۔ میں اس کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حضور کا ارشاد ہے حضرت علی کا ارشاد نہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمود الحسن ڈار: مولانا صاحب! اگر تصحیح کرنا چاہتے ہیں تو یہ اپنی تقریر میں تصحیح کر لیں۔ میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ اگر آپ مجھے چھیڑیں گے تو میں آپ سے زیادہ چھیڑ سکتا ہوں۔ میں بھی آپ کے مسلک کے ساتھ رہا ہوں۔ میں بھی مولانا مفتی محمود صاحب کے ساتھ بیٹھا رہا ہوں۔ میں سب باتیں سمجھتا ہوں۔ مولانا مودودی صاحب کے ہاں بھی جاتا رہا ہوں۔ میں زیادہ سمجھتا ہوں

اگر آپ میری عمر کے حساب سے بات کریں گے تو میں آپ کو ہر چیز بتاؤں گا۔ میں نے مولانا مودودی صاحب کو بھی پڑھا ہے۔ میں نے مفتی محمود صاحب کو بھی پڑھا ہے۔ آپ اس بات کو چھوڑیں۔

جناب والا! دوسری بات کھوسہ صاحب نے ترقیاتی سکیموں کو تیز کرنے کے لیے صوبائی سطح پر ایک بنک قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ جناب یہ تو ایسی بات ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایوب خان فیصل آباد تشریف لائے۔ وہاں صحافی صاحبان بھی کھڑے تھے۔ ایک صحافی بڑی توند والا موٹا تازہ کھڑا تھا۔ ایوب خان کہنے لگے کہ بھائی تمہارا پیٹ موٹا ہے۔ اس نے برجستہ جواب دیا کہ پیٹ اندر سے خالی ہے۔ انہوں نے اسی وقت نواب کالا باغ کو کہا کہ ان کا پیٹ بھر دو۔ ان کا پیٹ تو بھر دیا۔ انہوں نے اس کو کوئی دو چار روٹ پرمٹ دے دیے لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ یہی حالت اب بھی ہے۔ یہ بنک تو کھولنے لگے ہیں لیکن پنجاب حکومت اپنے چند ساتھیوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کام کرے گی لیکن غریبوں نے جو تھوڑی بہت پونجی اکٹھی کی ہوئی ہے اس کو پنجابیت کا نعرہ دے کر اپنے ساتھ کرنے کے لیے ان کو نوازنے کے لیے یہ بنک بنا رہے ہیں۔ ورنہ بنک کی ضرورت نہیں۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! میں بجٹ کے متعلق تھوڑی سی بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ میں آپ اپنی بات ختم کریں۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! اب میں آئٹم نمبر 82 کے متعلق عرض کروں گا۔ آئٹم نمبر 82 کے تحت میونسپل کارپوریشن فیصل آباد کے لیے ایک کروڑ 50 لاکھ روپے کی سپیشل گرانٹ نظرثانی شدہ تخمینہ برائے 89-1988ء مختص کی گئی ہے۔ اس صفحہ 86 پر فیصل آباد کی سڑکوں کے لیے 20 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ دونوں ضمنی آئٹموں کی گرانٹ ادا ہوچکی ہے اور اس گرانٹ سے شہر کے کسی حصہ کو ترقی نہیں دی گئی۔ براہ کرم اس مقدس ایوان میں اس رقم سے مکمل کیے گئے کاموں کی فہرست مہیا کی جائے تاکہ موازنہ کیا جا سکے یہ اخراجات کس جگہ خرچ ہوئے ہیں۔ جناب والا! میرے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ گرانٹ کی تفصیل دینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک نیا کام کیا ہے۔ 89-1988ء میں انہوں نے 89 کروڑ 60 لاکھ 21 ہزار 40 روپے ضمنی بجٹ سے

خرچ کیے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اخراجات نومبر 88 کے الیکشن جیتنے کے لیے خرچ کیے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ مری آرٹ کونسل کو meeting system کے لیے 25 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ سردی کے موسم میں پنجاب سے کتنے لوگ مری جاتے ہیں۔ عوام کا یہ روپیہ ضائع ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس معزز ایوان کی روایات ہیں کہ پینل آف چیئرمین کا جب اعلان ہوتا ہے تو سپیکر صاحب جب ایوان سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ تو اس پینل میں سے سینئر ممبر جو اس وقت موجود ہو وہ کرسئ صدارت پر بیٹھتا ہے۔ پینل میں رانا پھول محمد خان صاحب سینئر ممبر ہیں وہ ایوان میں تشریف رکھتے ہیں۔ ایوان کی روایات کے مطابق یا تو رانا صاحب باہر تشریف رکھیں یا پھر جناب ان کو کرسئ صدارت کی پیش کش کریں۔

(اس مرحلے پر رانا پھول محمد خان صاحب ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب چیئرمین: میاں محمود الرشید صاحب۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! کل بجٹ پر بحث کا آغاز میرے واجب الاحترام قائد حزب اختلاف نے کیا۔ میں اور میرے چند ساتھی ان کی تقریر سننے میں ہمہ تن گوش تھے۔ بہت متوجہ ہو کر اپنے قائد حزب اختلاف کی تقریر کو سنا۔ لیکن انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ میں کہہ رہا ہوں کہ سوا گھنٹے کی تقریر میں ہم تصور تو یہ کرتے تھے کہ قائد حزب اختلاف بجٹ کی مختلف پالیسیوں پر تنقید کریں گے اور اس کے متبادل قابل عمل اور ٹھوس تجاویز ایوان کے سامنے لائیں گے لیکن ہمیں سخت مایوسی ہوئی کہ جناب قائد حزب اختلاف نے 10 منٹ دیہات میں مچھروں کی افزائش اور مچھروں کی صحت مندی اور مچھروں کے کاٹنے کے نقصانات ایوان میں بتائے اور پانچ سات منٹ انہوں نے مختلف نہروں کے کنارے پر شیشم اور کیکر کے درختوں کا تعلق جنگلات سے ہونا چاہیے یا ایریگیشن سے ہونا چاہیے بیان کیا۔ پھر پانچ سات منٹ انہوں نے جیلوں کے اندر

کے حالات اور وہاں کے قصے کہانیاں ایوان کے سامنے رکھیں۔ اور جب یہاں کچھ بھی نہیں ملا تو یہ ذکر کر دیا کہ کھوسہ صاحب کو اتنے شعر نہیں آتے اور یہ شعر بہت زیادہ ہوگئے۔ مجھے کوئی ایسا کھوسہ نہیں ملا جسے اتنے شعر آتے ہوں۔ مجھے قائد حزب اختلاف کے ان ریمارکس پر سخت تعجب ہوا کہ جب وہ سڑکوں کی تعمیر و مرمت کا ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ لاہور سے پنڈی تک کی سڑکوں کی حالت انتہائی تباہ کن ہے اور وہ ٹریفک کے قابل نہیں۔ اسے بھی بتانا چاہیے۔ میں ان کی اطلاع کے لیے انہیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ان کی معلومات کا عالم ہے کہ اس سڑک کا حکومت پنجاب سے کوئی تعلق نہیں وہ تو نیشنل ہائی وے بورڈ کی سڑک ہے (نعرہ ہائے تحسین) وہ تو مرکزی حکومت کا معاملہ ہے کہ اس سڑک کی تعمیر کرے۔ آج جب محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ رانا صاحب کی تقریر کی تعریف کر رہی تھیں تو مجھے ان کے کہنے پر بھی شک ہونے لگا۔ وہ کہنہ مشق صحافی اور دانش ور ہیں۔ اگر وہ رانا صاحب کی اس تقریر کی تعریف کر رہی ہیں تو مجھے اس پر بے حد افسوس ہوا اور ان کی دانش وری بھی مشکوک ہوگئی۔ شاعر کی زبان میں۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

جناب والا! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آج کل کے انتہائی مشکل اقتصادی حالات میں انتہائی کٹھن' انتہائی الجھے ہوئے سیاسی حالات میں حکومت پنجاب نے جس طرح کا بجٹ پیش کیا اور اس پر وہ مبارک باد کی مستحق ہے۔ بالخصوص وزیر خزانہ نے اتنے مشکل اور کٹھن حالات میں سر جوڑ کر انتہائی محنت اور انتہائی دیانت داری کے ساتھ صوبے کے عوام کو ایک مثالی اور تعمیر وطن بجٹ دیا ہے۔ بجٹ کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ہمارے ملک اور ہمارے صوبے میں 80 فیصد آبادی کا تعلق دیہات سے ہے۔ اس بجٹ میں جو ترقیاتی اخراجات ہیں جو ترقیاتی منصوبے ہیں۔ جو فلاح و بہبود کے منصوبے ہیں۔ دیہاتی عوام کی ضروریات کو پورا کرنے اور ضروریات کو فراہم کرنے کے لیے ترقیاتی بجٹ کا 81 فیصد حصہ دیہاتوں کے عوام کے لیے وقف کیا گیا ہے۔ پنجاب کی تاریخ میں یہ ایک نیا ریکارڈ ہے۔ پنجاب کے دیہات اور قصبوں میں بسنے والے عوام کی تقدیر اس بجٹ کے استعمال کے بعد بدلے گی اور اس میں ایک انقلاب پیدا ہوگا۔ جناب والا! اسی طرح بارانی علاقے ہیں۔ یہ وہ علاقے ہیں کہ جن

پر صدیوں سے کسی حکومت کی نظر نہیں گئی۔ وہ علاقے کہ جہاں لوگوں کو پینے کا پانی تک میسر نہیں۔ جہاں کے لوگوں کے چلنے اور ٹریفک کے لیے سڑکیں نہیں۔ ان کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے 121 کروڑ 25 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ پچھلے سال کی نسبت اس میں گیارہ کروڑ روپے کا اضافہ کیا ہے۔ وہ بھی ایک انتہائی قابل تحسین بات ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ زراعت، تعلیم اور صحت و صفائی کے لیے خطیر رقوم رکھی گئی ہیں۔ جو انشاء اللہ آئندہ سال میں استعمال ہو گی اور اس سے لوگوں کو ان تینوں شعبوں میں زندگی کی بنیادی سہولتیں ہی فراہم نہیں ہوں گی، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ہم پنجاب میں ایک عوامی اور فلاحی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جناب والا! میں زیادتی کروں گا اگر میں اس بجٹ میں موجود چند انقلابی اور جرأت مندانہ اقدامات کا ذکر نہ کروں۔ اس میں ایک انقلابی قدم پنجاب میں بنک کا قیام ہے۔ اس بنک کے قیام سے) صوبہ پنجاب کی درہم برہم ہونے والی معیشت کو سہارا ملے گا اور انشاء اللہ آئندہ آنے والے دنوں میں پنجاب کا یہ بنک پنجاب کی معیشت میں ایک انتہائی اہم اور بنیادی رول ادا کرے گا۔ اسی طرح سے بیت المال کا قیام ہے۔ اس پر تنقید کرنا تو آسان ہے لیکن مرکزی حکومت کو اس کی توفیق نہیں ہوئی اور آج صوبائی حکومت کو اس بات کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ اسلامی معیشت کی طرف اس نے ایک اہم قدم اٹھایا ہے اور یہاں پر بیت المال قائم کیا ہے۔ تاکہ غریب اور نادار طبقوں کو ان کے حقوق دلوانے کے سلسلے میں ان کی امداد کی جا سکے۔ جناب والا! یہاں ماضی میں لوگوں نے روٹی، کپڑے اور مکان کا نعرہ لگایا لیکن کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی۔ یہ اعزاز حکومت پنجاب کو حاصل ہے اور ماضی میں بھی اس حکومت کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ ہم نے ماضی میں بھی لوگوں کی رہائش کا مسئلہ حل کرنے کے لیے لاکھوں کی تعداد میں بے گھر لوگوں کو پلاٹ فراہم کیے تھے اور ہر شہر اور ہر قصبے میں ان کی کالونیاں آباد کی تھیں اور اس بجٹ میں ہم نے ساڑھے چار لاکھ پلاٹ تقسیم کرنے کا جو پروگرام بنایا ہے اس سے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو ان کی اپنی چھت ملے گی اور انشاء اللہ اس سے ان کا بنیادی مسئلہ حل ہو گا۔ اسی طرح شہروں اور قصبوں میں کچی آبادیوں کے لیے جو مختص رقم تھی، اس کو دس کروڑ روپے سے بڑھا کر پچیس کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ ہم صرف غریب لوگوں کی بات کرنے والے نہیں، بلکہ ہم غریبوں کے

مسائل حل کرنے کی جانب جا رہے ہیں اور اس سے غریبوں کے بنیادی مسائل حل ہوں گے۔

جناب والا! ایک انتہائی اہم بات کہ جس پر قائد حزب اختلاف نے بہت لے دے کی' امن و امان کی صورت حال اور امن و امان کی بہتری کے لیے جو رقم مختص تھی' اس پر انہوں نے آواز اٹھائی۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ آج کے حالات میں جرائم پر قابو پانا کٹھن معاملہ ہے۔ بالخصوص مرکزی حکومت نے برسراقتدار آتے ہی اڑھائی ہزار کے قریب جرائم پیشہ افراد کو بغیر کسی بات کے رہا کر دیا جنہیں باقاعدہ عدالتوں کے اندر سزائیں ملی تھیں۔ وہ چور تھے' ڈاکو تھے' قاتل تھے' رسہ گیر تھے۔ وہ پیشہ ور جرائم پیشہ لوگ تھے۔ انہوں نے ان کے لیے جیلوں کے دروازے کھول دیے جس کی وجہ سے سب سے زیادہ صوبہ پنجاب متاثر ہو رہا ہے اور دن بدن جرائم میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ شاید انہیں اپنے دور کی یاد آ رہی ہو۔ میں اپنے حزب اختلاف کے دوستوں اور ساتھیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ جناب اس دور کا موازنہ اس دور سے نہ کیجئے۔ وہ دور وحشت کا دور تھا' وہ بربریت کا دور تھا' وہ ظلم کا دور تھا' وہ جرائم کا دور تھا' وہ کرب کا دور تھا' وہ آہ و فغاں کا دور تھا' وہ عقوبت خانوں اور دلائی کیمپوں کا دور تھا۔ آپ کس دور کی بات کرتے ہیں؟ اس دور کی کہ جس میں ڈاکٹر نذیر کو شہید کیا گیا! اس دور کی بات کرتے ہیں کہ جس میں غازی شمس الدین اچکزئی کا خون بہایا گیا' اس دور کی بات کرتے ہیں جس میں خواجہ رفیق کو شہید کیا گیا! اس دور کی بات کرتے ہیں' جس میں عبدالوحید کو شہید کیا گیا۔ میں کس کس کا نام لوں' آپ اس دور کا موازنہ کرتے ہیں' اس دور کی پولیس سٹیٹ کا موازنہ کرتے ہیں آج کی حکومت کے ساتھ؟ میرے دوستو اور ساتھیو حقائق آپ کے سامنے ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ اس دور میں اور اس دور میں کیا فرق ہے؟ وہ دور' کہ جس دور میں حق کہنے والی زبان کو گدی سے کھینچ لیا جاتا تھا۔ وہ سیاہ دور' کہ جس دور میں حق بات کہنے والوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیے جاتے تھے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب آپ conclude کیجئے۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

میاں محمود الرشید: جناب' مجھے ایک منٹ دیجئے تاکہ میں اپنی بات مکمل کروں۔ اس دور کی بات کرتے ہیں کہ جس دور میں حق بات کہنے والوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی تھیں۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ہوتی تھیں۔ ان کے گلے میں طوق و سلاسل ہوتے تھے۔ انہیں پابند سلاسل کر دیا

جاتا تھا۔ آپ اس دور کی بات کرتے ہیں' اس دور کی پولیس کی بات کرتے ہیں۔ یہ وہ دور نہیں وہ دور گزر چکا۔ کسی شاعر نے کہا تھا۔

نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی "تھی" رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

میرے دوستو' میرے ساتھیو اور جناب سپیکر! میں اپنی بات کا اختتام کرتے ہوئے ایک انتہائی ضروری بات اس ایوان کے توسط سے کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اس بجٹ میں بھی اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت ہمارے صوبہ پنجاب کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں مرکز ہمارے جائز حقوق سے محروم کر رہا ہے۔ نیشنل فنانس کمشن کہ جو ایک بنیادی ضرورت ہے اور جو صوبوں اور وفاق کے درمیان آئینی حصوں کا تعین کرتا ہے' اب تک اس کا ایوارڈ آ جانا چاہیے تھا۔ لیکن گزشتہ دس سالوں سے اس کا ایوارڈ نہیں آیا۔ یہ ایک آئینی ضرورت ہے اور میں یہ مطالبہ کروں گا کہ مرکزی حکومت کو فوری طور پر نیشنل فنانس کمشن قائم کرنا چاہیے تاکہ اس کی رپورٹ آئے اور اس کے مطابق ہمیں ہمارے حقوق دلائے جائیں۔ جناب والا! آج صوبہ پنجاب کا گلا دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ساتویں پانچ سالہ منصوبے میں ہمارا ایک طے شدہ حصہ 27 فیصد تک تھا۔ یہ طے شدہ حصہ گھٹا کر آج اکیس فیصد کر دیا گیا ہے اور ترقیاتی رقوم میں جو ہمارا طے شدہ حصہ تھا جو 1974ء سے طے تھا اور جو ہم آبادی کے تناسب کے بغیر باون فیصد لیتے تھے۔ آج اس کو گھٹا کر ساڑھے اکاون فیصد کر دیا گیا ہے۔ آج یہ کس جرم کی سزا پنجاب کے عوام کو دی جا رہی ہے؟ میں ان دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم پنجاب کے عوام کا گلا اس طرح سے نہیں دبنے دیں گے۔ نہ ماضی میں دبا ہے' نہ ہم ماضی میں جھکے ہیں' نہ جھکے ہیں اور نہ انشاء اللہ آئندہ ہوگا۔ بقول شاعر۔

دبا سکو تو صدا دبا دو' بجھا سکو تو دیا بجھا دو
صدا دبے گی تو حشر ہوگا' دیا بجھے گا تو صبح ہوگی

جناب والا! میں آخر میں یہی گزارش کروں گا کہ ان مشکل حالات کے باوجود ہم انشاء اللہ العزیز میاں نواز شریف کی قیادت میں اس صوبے کے عوام کو ایک بہترین فلاحی معاشرہ دیں گے۔ بقول شاعر۔

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
اڑتا نہ اگر تو' تو نہیں خطرہ افتاد

جناب چیئرمین: میاں منظور احمد موہل۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا .....

جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کی تقریر کے دوران مخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ میرے معزز دوست نے جان بوجھ کر جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی اور اپنی انتہائی کوشش کی کہ جھگڑا پیدا ہو لیکن ہم نے صبر و استقلال سے کام لیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے میرے محترم دوست نے یہ کس طرح اخذ کر لیا ہے کہ سارے کے سارے رسہ گیر بے ایمان' چور بدمعاش' ڈاکو۔ میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ ان کا نام ہی بتا دیں۔ کہ فلاں رسہ گیر ہے فلاں چور ہے۔ انہوں نے سارے کے سارے لوگوں کو سوچے سمجھے بغیر ایوان میں بیٹھ کر ہم پر یہ حملے کیے ہیں۔

جناب چیئرمین: جاوید صاحب یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: جناب چیئرمین میں آپ کو چیئرمین کے لفظ سے خطاب کروں گا۔ آپ کیونکہ سپیکر نہیں آپ تو پینل کے ممبرز میں سے ہیں اس لیے میں آپ کو چیئرمین کہوں گا۔ دوسری بات یہ ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کو کس طرح خیال ہوا کہ میں سپیکر بننا چاہتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں گزارش کروں گا وزیر خزانہ نے جو تقریر کی یا جو انہوں نے اختتامی تقریر کی وہ بہت اچھی تقریر تھی۔ میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کے جواب میں قائد حزب اختلاف نے جو یہاں تقریر کی ہے وہ بھی قابل تعریف ہے میں ان کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں لیکن جناب والا! میں یہاں ایک دو باتیں ضرور کروں گا اگر وہ ناگوار گزریں تو براہ مہربانی مداخلت نہ کی جائے۔ بات یہ ہے کہ یہاں غریب غریب کا نام لیا گیا ہے۔ کہ غریب کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔ غریب کے لیے کوئی کام نہیں کیا گیا۔ میں جناب والا سے گزارش کروں گا۔ پنجاب کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں غریب کے لیے بہت کچھ رکھا گیا ہے۔ بیت المال ہے۔ بنک بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اسی طرح یہاں فلاحی منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔

پنجاب کی حکومت نے اپنے غریب کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی غریبوں کے نام پر معرض وجود میں آئی اور اس نے غریبوں کا نام لے کر ووٹ لیے۔ برخلاف اس کے اسلامی جمہوری اتحاد نے غریبوں کا کوئی ایسا نعرہ نہیں دیا۔ اب بات یہ پیدا ہوتی ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا کہ غریبوں کو کس نے زیادہ اہمیت دی ہے۔ کیا مرکز کے بجٹ میں اہمیت دی گئی ہے یا صوبے کے بجٹ میں غریبوں کو اہمیت دی گئی ہے۔ اس لیے جناب والا! میری گزارش یہ ہے یہاں جو بات ہوئی ہے وہ مرکز اور صوبے کی ہوئی ہے۔ یعنی امداد کا مسئلہ ہے۔ جناب والا! یہ پہلا موقع ہے کہ مرکز نے پنجاب کے ساتھ بجٹ کے موقع پر اس کا اپنا حصہ نہیں دیا۔ جس حق کا یہ مستحق تھا۔ اس لیے پنجاب کی حکومت کو بجٹ بنانے میں مشکلات پیش آئی ہیں۔ جناب والا! میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے لوگ جو ہیں اور میں نے اسی لیے فارورڈ گروپ بنایا ہے۔ فارورڈ گروپ کے لیڈر کو بھی دوسروں سے زیادہ وقت ملنا چاہیے۔ کیونکہ یہ میرا حق بنتا ہے۔ میں جناب یہ بات بتانا چاہتا ہوں میں نے یہ گروپ کیوں بنایا تھا۔ جناب والا! بات یہ تھی جب میں نے یہ دیکھا کہ یہاں غریبوں کے لیے کچھ نہیں ہو رہا۔ اپنی ذات کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔ اسلام آباد کے چکر لگاتے ہیں۔ ایچی سن کالج میں کس کے دو لڑکے پڑھتے ہیں۔ وہاں دس لاکھ روپے ان پر کون خرچ کرتا ہے۔ یہ غریبوں کے لیڈروں کا کام ہے۔ یہ بات غریب کی کرتے ہیں لیکن عمل ان کا اس کے برعکس ہوتا ہے۔

جناب والا! میں اب یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ غریب کی حالت بدلنے کے لیے کیا کچھ کرنا چاہیے تھا۔ یہاں رانا صاحب نے بالکل ٹھیک بات کی ہے کہ پولیس تشدد کرتی ہے۔ پولیس پرچے نہیں لیتی، پولیس ایف آئی آر نہیں لیتی۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ Concurrent list کے تحت یہ قانون مرکزی حکومت بھی بنا سکتی ہے۔ اگر یہ حکومت صوبائی قانون نہیں بناتی تو مرکز کو چاہیے کہ وہ قانون بنائے وہ ایسا قانون بنائے جس میں ضابطہ فوجداری میں ترمیم ہوسکے۔ کیونکہ پولیس کو جو اختیارات ملتے ہیں وہ ضابطہ فوجداری کے تحت ملتے ہیں اور ضابطہ فوجداری Concurrent list میں آتی ہے۔ مرکزی حکومت بھی اس میں ترمیم کر سکتی ہے۔ اگر آپ غریبوں کے اتنے خیر خواہ ہیں تو مرکز کو کہیں کہ وہ ترمیم لائیں۔ وہ habeas corpus جناب والا! ہے۔ اگر کسی آدمی کو پولیس پکڑ کر ہائی کورٹ کے جج کے سامنے لے جاتی

ہے۔ habeas corpus کی رٹ دائر کی جاتی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کا اختیار سیشن کورٹ کو ملنا چاہیے تاکہ کوئی پکڑ دھکڑ اتنی نہ ہوسکے۔ جتنی موجودہ دور میں ہوتی ہے۔ میں نے 1972-74 میں بھی پیپلزپارٹی سے اختلاف کیا تھا۔ جناب ذوالفقار علی ابھی زندہ تھے۔ کھر صاحب بھی موجود تھے۔ حنیف رامے بھی موجود تھے۔ اس وقت کیا تھا ہے۔ اے رحیم کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ قصوری صاحب کے ساتھ کیا ظلم ہوا تھا اور احمد رضا قصوری کا والد کیسے شہید ہوا تھا اور مجھ پر فائرنگ کس طرح ہوئی تھی اور میں کیسے زخمی ہوا تھا اور مجھ پر مقدمات کیسے بنائے گئے تھے۔ جناب والا! یہ اس وقت کی بات ہے جب ہماری حکومت تھی۔ جناب والا! آج ہم جو رونا رو رہے ہیں اس وقت ہمیں یہ اصلاحات کرنی چاہیے تھی۔ اس وقت پولیس کو نکیل دینی چاہیے تھی۔ اس وقت ہمیں بیوروکریسی کو اپنے کنٹرول میں لینا چاہیے تھا۔ لیکن وہ وقت بھول گئے۔ آج بھی مرکز میں پیپلزپارٹی کی حکومت ہے۔ جناب والا! اب میں اپنے علاقائی مسائل کی طرف آتا ہوں۔ میرا تعلق بہاولنگر ضلع سے ہے۔ بہاولنگر ضلع بہاولپور ڈویژن میں ہے۔ بہاولپور ڈویژن کو وہ حق نہیں مل رہا جو اس کو ملنا چاہیے۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ پچھلے بجٹ میں 46 کروڑ روپے ملے تھے۔ ابھی تک 26 کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ یہ بھی بہاولپور ڈویژن کے ساتھ ایک سازش ہے۔ یہ 20 کروڑ روپیہ شمالی پنجاب کی طرف جا رہا ہے۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ اس بجٹ میں بہاولپور کو کتنی رقم دیں گے۔ میرے خیال میں یہ کم ہے بلکہ اس سے زیادہ دیں اور جب دیں تو جناب والا! وہاں تمام منصوبے مکمل ہونے چاہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ منصوبے کہیں ادھورے رہ جائیں۔ اس لیے بہاولپور ڈویژن چونکہ پسماندہ ڈویژن ہے۔ اس کو زیادہ وقت ملنا چاہیے اس کے بعد میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا۔ صبر سے کام لیں اور اپنی جرأت کا مظاہرہ کریں۔ یہاں رانا صاحب نے کہا ہے کہ کمیٹی بنائیں۔ کون سی کمیٹی۔ ایف آئی آر۔ ایم این اے یا ایم پی اے کے پاس جائے۔ جناب والا! میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جہاں میں ایم پی اے ہوں وہاں کسی کی طاقت نہیں کہ کوئی رشوت لے جائے۔ اگر کوئی لیتا ہے تو خدا کی قسم واپس کراتا ہوں۔ چاہے کتنا بڑے سے بڑا افسر ہو۔ جناب والا! اگر ان کا ضمیر خود پاک ہے۔ یہ خود صاف ہیں۔ خود جرأت مند ہیں۔ سب دلیر ہوں اگر یہ اپنے علاقہ میں مقبول ہوں یہ اپنی کارروائی خود وہاں کیوں نہیں کر سکتے۔ یہ ان کی اپنی کمزوری ہے۔ کیونکہ غریب کے ساتھ سچی ہمدردی

نہیں۔ اگر پکی ہمدردی ہوتی تو غریب کے لیے انسان جان بھی نچھاور کر سکتا ہے۔ جناب والا! میری گزارش یہ ہے۔ آپ مجھے اشتعال نہ دلائیں۔ میں آپ کے اشتعال میں نہیں آؤں گا۔ جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جانتی ہے۔ جب مرکز میں اور صوبے میں بھی حکومت تھی۔ تو میں نے اس وقت بھی احتجاج کیا تھا اور اپوزیشن میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ مجھ پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ میں کوئی اقتدار کے لیے آیا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: ☆☆

جناب چیئرمین: میں وصی ظفر صاحب کے الفاظ expunge کرتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل: شکریہ۔ میں جناب والا! یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں صبر سے کام لینا چاہیے۔

جناب کنور اعجاز علی: پوائنٹ آف آرڈر۔ میاں منظور احمد موہل کی تقریر کے دوران میرے ایک ساتھی نے مذاق کر کے اس بات کی وضاحت چاہی ہے جو بات اخبارات اور اشتہارات میں آئی ہے۔ جو بات اخبارات میں آ چکی ہے۔ میاں منظور موہل جو فارورڈ بلاک کے لیڈر ہیں۔ اس کی ہم نے قطعاً" تردید نہیں کی۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں دونوں اطراف کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ جس طرح رانا صاحب کی تقریر ہم نے تحمل سے سنی ان کی اچھی باتوں کی تعریف کرتے ہیں اور جو ٹھیک بات نہیں اس کی ہم تردید کرتے ہیں۔ اسی طرح جب آپ کا وقت آئے آپ بھی وہ مظاہرہ کریں۔ اگر خدانخواستہ اس طرح کا رول آپ کی اسمبلیوں میں ادا کیا تو لوگ مایوس ہوں گے۔ جنہوں نے آپ کو یہاں ووٹ دے کر بھیجا ہے۔ پھر کوئی اور طاقت آ جائے گی۔ پھر آپ کا نام بھی کسی جگہ پر نہ ہوگا اور آپ کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ جناب والا! میں یہ بھی بتا دوں کہ میں شاہی قلعے میں بھی رہا ہوں۔ جیلوں میں بھی رہا ہوں۔ وہاں ہمیں بی کلاس ملتی رہی ہے۔ شوکت صاحب کو بھی بی کلاس ملتی رہی ہے۔

اگر ہم غریبوں کے اتنے حامی ہوتے تو ان کارکنوں کے ساتھ "سی" کلاس میں رہتے۔ وہاں میں "بی" کلاس میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بات کرنے کی اور ہوتی ہے عمل کرنے کی اور ہوتی ہے۔ میں اپنے آپ کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جناب والا! یہاں آ کر کئی ایسے ہمارے

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

خود ساختہ لیڈر بنے ہیں جو بیانات اخبارات میں دے کر اپنی لیڈر شپ کو چمکانا چاہتے ہیں۔ ان کو انہوں نے یہاں کہا تھا کہ نواز شریف سب کچھ دیں۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں۔ میں اپنی تمام جائیداد غریبوں میں تقسیم کرتا ہوں اور جو ڈپٹی لیڈر سلمان تاثیر ہیں وہ بھی غریبوں میں تقسیم کریں۔ آئیں میرے ساتھ میں بھی تقسیم کرتا ہوں وہ بھی تقسیم کریں۔

جناب چیئرمین: علی اکبر وینس صاحب!

جناب سلمان تاثیر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جناب منظور مولی صاحب مجھ پر بار بار ذاتی حملے کرتے ہیں۔ اولاً ان کو تکلیف یہ ہے کہ میرے بچے باہر سکول میں کیوں پڑھ رہے ہیں یعنی میرا لڑکا۔ جناب! میرے لڑکے کو سکالر شپ ملا ہے۔ اس نے ایچی سن کالج سے سینئر کیمبرج میں 12 گریڈ حاصل کیے ہیں۔ رانی آف منڈی ٹرافی جیتی ہے۔ He is the best spokesman of the college اور سکالر شپ پر وہ ایڈن گئے ہیں اور تقریر میں یہ بار بار یہی دہرا رہے ہیں۔ جہاں جیلوں کی بات ہے تو ہم بھی جناب شاہی قلعہ میں گئے ہیں۔ ہم بارہ دفعہ جیلوں میں گئے ہیں۔ ہم house arrest رہے ہیں۔ ہم پر 302 کے مقدمے لگائے گئے ہیں۔ ہمیں ملک سے exit پر کنٹرول رکھا گیا ہے۔ ہماری قربانیاں کسی سے کم نہیں۔ ایسی باتوں کا ذکر بار بار نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم کسی کے سکول کی بات نہیں کرتے اور نہ بار بار اس کے ذاتی امارت کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

میاں منظور احمد مولی: جناب والا! صرف ایک فقرہ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں) جی بیگم صاحبہ۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! کہ آپ نے ایک مرتبہ پھر مجھے اس ایوان میں اظہار خیال کا موقع دیا۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! مولی صاحب کی ابتدائی تقریر میں انہوں نے آپ کو جناب چیئرمین کہا ہے۔ تو میری رائے میں آپ جناب چیئرمین نہیں، آپ جناب سپیکر ہیں۔ میں اس کی وضاحت کرتا ہوں۔ کیونکہ سپیکر جب چیئرمینوں کا پینل appoint کرتا ہے تو جب appointment ہوتی ہے تو وہ کہلاتا ہے پینل آف چیئرمین۔ کیونکہ سپیکر کے الیکشن کا ایک Procedure ہے اور سپیکر کسی کو سپیکر nominate نہیں کر سکتا۔ وہ

چیئرمین جب آپکی کرسی پر بیٹھے گا تو سپیکر کہلائے گا کیونکہ جب آپ یہاں پر بیٹھے ہیں تو وہی powers آپ استعمال کر رہے ہیں جو سپیکر کی ہیں۔ اس لیے آپ وضاحت کر دیں۔ اس میں یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ آپ کو چیئرمین کہنا چاہیے یا سپیکر کہنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بیگم فوزیہ بہرام صاحبہ۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! کہ آج آپ نے ایک مرتبہ پھر مجھے اس ایوان میں اظہار خیال کا موقع دیا۔ مرکزی فیصلے' مرکزی پالیسی اور مرکزی بجٹ کا اثر نہ صرف صوبائی حکومت بلکہ صوبائی بجٹ اور ملک کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوتا ہے۔ افہام و تفہیم کی فضا میں مرکز کے سخت فیصلے صوبائی حکومت کی نرم پالیسی سے (اس مرحلہ پر سید ذاکر حسین شاہ کھڑے ہوئے)

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! یہ interruption ہوتی ہے۔ interruption نہیں ہونی چاہیے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! فوزیہ بہرام صاحبہ تقریر پڑھ رہی ہیں اور قواعد و ضوابط کے مطابق تقریر زبانی کی جاتی ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں وہ تقریر نہیں پڑھ رہی ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہی تھی کہ افہام و تفہیم کی فضا میں مرکز کے سخت فیصلے صوبائی حکومت کی نرم پالیسیوں سے عوام کے لیے بہتر بنائے جاتے ہیں اور صوبائی حکومت کی سخت روش مرکز تبدیل کر سکتا ہے۔ اس کا credit صوبے اور مرکز نے ماضی قریب تک ایک دوسرے کے ساتھ مل کر enjoy کیا ہے اور اب اگر مرکزی حکومت غلط فیصلوں کی فضا میں صوبائی حکومت کا بجٹ نرم کرے تو بھی اس کا تاریک پہلو حزب اختلاف کو نظر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ تنقید کرنے کا جذبہ اور تعریف کرنے کا حوصلہ کس قسم کی اپوزیشن میں ہوتا ہے یہ ہم جانتے ہیں۔ صوبائی امر کسی بجٹ بلکہ حکومتی سیاسی پالیسی بھی ملک پر اچھے برے اثرات پیدا کرتی ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں آپ سے اجازت چاہوں گی کہ ملک میں پیدا شدہ صورت حال کا ایک جائزہ لیتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ کیونکہ بجٹ کا مجموعی اثر ہی دراصل بجٹ کے کامیاب یا ناکام ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے ملکی پالیسی کی بنیاد اور مرکز پالیسی کے اچھے

یا بُرے اثرات تمام صوبوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ آج پاکستان کو معرض وجود میں آئے 41 سال گزر چکے ہیں اوران 41 سالوں میں یہ پہلی مرکزی حکومت ہے جو خود کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کہلانے کی بجائے پیپلز پارٹی کی حکومت کہلانا زیادہ پسند کرتی ہے۔ پارٹی لیڈر سفر بحیثیت وزیراعظم پاکستان کرتی ہیں لیکن انتخابی مہم جاری ہے۔ انداز انتخاب جارحانہ اور جماعتی ہے۔ بھارت نے دوستی کی آڑ میں سیاچین پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے۔ بین الاقوامی عدالت انصاف میں ہمارا امیدوار ہار چکا ہے۔ اگلے سال تک افراط زر کی شرح خطرناک حد تک بڑھ چکی ہوگی۔ افغان مجاہدین بد دل ہوتے جا رہے ہیں۔ عام آدمی کی قوت خرید میں غیر مناسب حد تک کمی ہوتی جا رہی ہے۔ بے روزگاری' ہڑتالیں' مظاہرے پیداوار پر منفی اثر ڈال رہے ہیں۔ اس غیر یقینی کی صورت حال میں کوئی سرمایہ دار ملک میں سرمایہ کاری کرتے ہوئے گھبرائے گا اور پیسہ ملک سے باہر جا رہا ہے۔ پارٹی کارکنوں کو بلا امتیاز اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا جا رہا ہے۔ ملک میں او ایس ڈی حضرات کی ایک فوج ظفر موج تیار کی جا رہی ہے۔ لیکن نئی روشنی سکولوں کے غریب اساتذہ کو برطرف کر دیا گیا ہے۔ یہ انصاف ہے جناب والا! میں پوچھوں گی کہ یہ گھناؤنا اور گندہ انتقام غریب لوگوں سے کیوں لیا گیا ہے۔ میں بتانا چاہتی ہوں کہ ملک میں سیاسی وفاداریاں خریدنے کا کاروبار وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ امن و امان کی صورت حال خصوصاً" سندھ میں جہاں سے بھاری اکثریت لی ہے تشویشناک ہے۔ قتل' فساد' غارت گری' روکے نہیں رکتی۔ مگر توجہ سندھ پر نہیں' پنجاب پر ہے۔ پنجاب میں کسی قیمت پر حکومت بن جائے۔ خواہ ملک مقروض ہو جائے۔ خواہ قرض کے تلے آئندہ نسلیں دبی اور سسکتی رہیں لیکن پنجاب میں حکومت بن جائے۔ اگر facts & figures کو لیا جائے تو وزیر خزانہ نے ضمنی انتخاب کی اختتامی تقریر میں جو پیپلز پارٹی کے سات سالہ دور کا اور تین سالہ مسلم لیگی دور کا موازنہ کیا ہے اس کے بعد کسی قسم کی اصولی طور پر وضاحت کی ضرورت پیش نہیں رہتی اور میں حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے اپنے معزز اراکین کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ جس استقامت اور صبر سے وہ حکومتی امور سرانجام دے رہے ہیں وہ باعث تحسین ہے۔

جناب سپیکر! میں ضلع کونسل کے ایک چھوٹے سے ہال سے اس ایوان تک پہنچی ہوں اور میں اپنے senior colleagues سے بہت کچھ سیکھنا چاہتی ہوں۔ مگر جس قسم کا مظاہرہ اپوزیشن کی طرف سے مسلسل ہوا ہے' جو فقرے بازی' طعنہ بازی اور اس قسم کی آوازیں کسی جاتی ہیں۔ یہ

منظر پنجاب کی گلی کوچوں میں بند ہوچکا ہے۔ تان ٹوٹتی ہے تو نواز شریف پر یا گیارہ سالہ دور پر یا پھر جنرل ضیاء الحق پر۔ آج میں آپ کی وساطت سے محترمہ سے پوچھنا چاہوں گی کہ کس گیارہ سالہ آمریت کے دور کا ذکر کیا۔ آج میں پوچھنا چاہوں گی کہ عملی طور پر گیارہ سالہ دور میں محترمہ کا کیا عمل تھا۔ کیا کردار تھا۔ حقیقت کو جھٹلانے اور دوسروں کی قبر پر اپنا مزار بنانے کا رواج اس ملک میں اتنے اعلیٰ سطوح پر پہلے کبھی شروع نہیں ہوا۔ جنرل ضیاء الحق زندہ باد اور پیپلز پارٹی مردہ باد کے نعرے واشنگٹن میں ان کی تقریروں کے درمیان لگا کر عوام نے کس سچ اور جھوٹ کو واضح کیا ہے۔ جو ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ گیارہ سالہ دور کی جدوجہد کا credit عوام سے مانگتے ہیں۔ گیارہ سالہ دور کا credit اگر کوئی ہے تو یہ پیپلز پارٹی کا نہیں ہے۔ یہ جناب جتوئی صاحب کا ہے' نوابزادہ نصراللہ صاحب کا ہے۔ عبدالستار نیازی کا ہے یا ان سیاسی قائدین یا ان عوام کا ہے جنہوں نے یہاں بیٹھ کر گیارہ سال جدوجہد میں حصہ لیا اور پیپلز پارٹی کے کارکن بھی خوب جانتے ہیں کہ ان کی اعلیٰ قیادت گیارہ سال تو ملک سے فرار رہی کارکن بے یارومددگار پھرتے رہے اور credit اس کے حوالے جنرل ضیاء کی بات کرنے سے پہلے آپ کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جنرل ضیاء کی گیارہ سالہ حکومت کے بعد بھی ہمیں مضبوط دفاعی پاکستان ملا ہے اور یہ جنرل ضیاء کی محنت کا ثمر ہے کہ آج اس ملک کی وزیراعظم بھی سر پر چادر اور ہاتھ میں تسبیح پکڑ کر عوام کو دکھاتی ہیں اور پورے ملک میں اسلام کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ ورنہ اس ملک میں مینی اور منی سکرٹ جیسے شرمناک لباس جاری کیے گئے جو اعلیٰ سطحوں پر پہنے گئے اور اخبارات میں فخر سے تصویریں کھنچوائی گئیں۔ جناب والا! یہ سیاسی تقریریں کر کے بلا سوچے سمجھے بیانات دے کر ہم نے قوم کو اضطراب اور بے چینی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہم سنجیدگی سے اس جگہ بیٹھ کر ملکی مفاد کا حل تلاش کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی عظمتوں کو تذلیل میں بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی آئٹموں پر سیلز ٹیکس ایکسائز ڈیوٹیوں اور کسٹم میں بے پناہ اضافہ کر کے گورنمنٹ نے ٹیکسٹائل ملز' پاور لومز سٹیل انڈسٹری' ماربل انڈسٹری' کنکریٹ یہاں تک کہ فرنیچر جیسی کاٹیج انڈسٹری کو بھی تباہ کرنے کی خطرناک کوشش کی ہے۔ پاکستان ایسوسی ایشن کے اس اعلان کے بعد کہ تمام صنعتیں غیر معینہ مدت کے لیے بند کر دی گئی ہیں۔ ملک کے.....

جناب چیئرمین: محترمہ اپنی تقریر کو ختم کیجئے گا۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: ملک اب افراط زر اور بے روزگاری سے دوچار ہوگا۔ پیپلز پارٹی نے پچھلے سات سالہ دور میں nationalization سے ملک کی صنعتیں تباہ کیں اور اب دوہرے ٹیکسوں سے ملک کو تباہ کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی تو آئندہ سال تک افراط زر 22 فیصد تک پہنچ سکتا ہے۔ سٹیل ملیں بند ہونے سے تین لاکھ مزدور متاثر ہوں گے۔ تین لاکھ گھرانے روٹی کو ترسیں گے۔ سات کروڑ روپیہ محترمہ کے پرائم منسٹر ہاؤس کی آرائش و زیبائش پر خرچ ہوگا۔ جناب والا! میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ قوم سمجھتی ہے کہ اس ملک کی صنعت کو کس کی خاطر ایک بے یارومددگار منڈی میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ انڈیا کی صنعت کو فائدہ پہنچانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ پنجاب کا استحصال کیا گیا ہے اور 105 ملین روپے خصوصی طور پر سندھ پوشش پر خرچ ہوگا۔ جناب والا! میں پوچھتی ہوں کہ کیا یہ انصاف ہے اگر مرکزی حکومت نے اپنے غلط فیصلوں پر نظرثانی نہ کی تو چند بڑی صنعتیں survive کر سکیں گی۔ اس انتشار' بے یقینی' بے چینی کی فضا میں "پیپلز پروگرام" خزانے کے اوپر ایک مزید کاری ضرب ہے۔ جس میں رقومات اور اتنی خامیاں جان بوجھ کر رکھی گئی ہیں کہ اس کو لوٹنے اور کھسوٹنے میں کوئی Check نہیں ہوگا۔ جناب والا! اس فضا میں پنجاب کا بجٹ' میں سمجھتی ہوں کہ ایک باد نسیم کے جھونکے کی حیثیت رکھتا ہے۔ صوبائی بنک بیت المال اور خواتین کی یونیورسٹی یہ constructive منصوبے ہیں۔ جن سے عوام اور ملک کو خاطر خواہ سہارا ملے گا اس حکومت پنجاب کی خصوصی توجہ تعلیم اور بجلی پانی کے منصوبوں پر ہے۔ یہ نہایت خوش آئند بات ہے کہ دیہی ترقی پچھلے سال 36.50 کروڑ روپے سے بڑھا کر 20.50 کروڑ روپے کر دی گئی ہے۔ بجلی اور پانی 19.35 کروڑ سے بڑھا کر 36.5 کروڑ اور انڈسٹریل معدنیات 2.03 کروڑ سے بڑھا کر 3.54 کروڑ کر دی گئی ہے۔ ترقیاتی پروگرام 15 کروڑ سے بڑھا کر 18 کروڑ کر دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ سنٹرل گورنمنٹ نے معاشی مدد سے مکمل ہاتھ کھینچ رکھا ہے۔ تاہم پنجاب کا ڈویلپمنٹ بجٹ 667.26 کروڑ سے بڑھ کر 716.90 کروڑ ہوگا اور مرکزی حکومت کی غلط ٹیکس پالیسی سے عوام پر بڑھتے ہوئے بوجھ کو کم کرنے کے لیے حکومت نے کوئی نیا ٹیکس نہ لگا کر ملک کی معیشت کو سہارا دیا ہے اور اصلی رقم آمدنی بڑھا کر اور بچت سے پوری کی جائے گی۔

جناب والا! اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے اگر میں ضلع چکوال کی پسماندگی کا ذکر نہ کروں تو یہ

میرے اپنے علاقے سے بے وفائی اور اپنے ضمیر کی آواز کچلنے کے مترادف ہوگا۔

جناب چیئرمین: بیگم صاحبہ آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام: جناب والا! میں ایک منٹ میں wind up کرتی ہوں۔

جناب والا! حکومت پنجاب کے مسائل سے میں آگاہ ہوں اور وسائل بھی میری نظر میں ہیں مگر چکوال کی پسماندگی اور خطرناک حد تک بڑھتی ہوئی بے روزگاری کی طرف میں حکومت کی توجہ کروانا چاہتی ہوں۔ چکوال کے اکتالیس سال سے مسلسل سماجی' دفاعی' سیاسی وفاداریاں۔ معدنی پیداوار' تیل کی پیداوار کے صلے میں مرکزی حکومت سے تو ہمیں ان شیڈولڈ لوڈ شیڈنگ اور ایک فیز بند کر کے صلہ دے ہی دیا ہے لیکن پنجاب گورنمنٹ سے میں اس بجٹ میں ضلع چکوال کے لیے خصوصی نظر کرم کی توقع رکھتی ہوں۔

جناب چیئرمین: چودھری محمد ظہیرالدین صاحب۔

چودھری محمد ظہیرالدین خان: جناب چیئرمین! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں اپنی بجٹ تقریر شروع کرنے سے پہلے اپنے فاضل دوست میاں محمود الرشید جنہوں نے ابھی تقریر کی ہے اس کے بارے میں ایک دو باتیں کروں گا۔ ایک تو انہوں نے شعر پڑھا ہے وہ شعر غلط پڑھا ہے۔ لیکن وہ آج کل کی پنجاب حکومت اور انتظامیہ پر ثابت آتا ہے۔

نثار میں تیری گلیوں پہ اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو تیرا چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جان بچا کے چلے

دوسری بات جو انہوں نے قابل اعتراض کہی ہے۔ انہوں نے محترمہ بشریٰ رحمٰن کو کہا ہے کہ وہ مشکوک ہیں اور یہ انہوں نے کسی فقرے کی وجہ سے کہا ہے۔ ان کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا بہرحال جناب چیئرمین اب جب بجٹ پر باتیں ہوں گی۔ بجٹ چونکہ صوبہ پنجاب کا ہے۔ اس لیے پنجاب کے وزیراعلیٰ اور ان کے رفقاء کار کے بارے میں ہی باتیں ہوں گی۔ اس کے بارے میں ہمیں اجازت دی جائے.....

بیگم بشریٰ رحمٰن: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں گی کہ میاں محمود الرشید

صاحب نے یہ کہا ہے کہ بشریٰ رحمٰن کی دانشوری مشکوک ہوگئی ہے۔ انہوں نے دانشوری کہا ہے۔ آپ ٹیپ چلوا کر دیکھ سکتے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ میں نے رانا شوکت محمود کی تعریف کی ہے۔ یہ انہوں نے نہیں کہا کہ مشکوک ہیں۔ مشکوک لوگوں کی تعریف کرنے سے میری دانشوری مشکوک ٹھہری۔

چودھری محمد ظہیرالدین خان: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ وزیراعلیٰ اور وزیراعلیٰ کے رفقائے کار کے بارے میں باتیں کرنے سے پہلے میں ایک گزارش کروں گا کہ جناب سپیکر! نے بار بار ہمیں اس بجٹ کی تقاریر کے دوران ایک بات کے بارے میں ٹوکا ہے کہ آپ مداخلت نہ کریں۔ آپ قابل اعتراض نکات کو نوٹ کرتے جائیں اور اپنی تقاریر میں ان کا اظہار کریں۔ بے شک ان سے اختلاف کریں یہ میں حق چاہتا ہوں۔

جناب والا ! حزب اقتدار کے بنچوں کی طرف سے حسب معمول تعریف کی گئی اور حزب اختلاف کی جانب سے اس سے اختلاف کیا گیا یہ مختلف عوامل کی وجہ سے بجٹ خسارے میں جا رہا ہے۔ میرے خیال میں باقی عوامل اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔

اپنے حلقہ انتخاب کے حوالے سے میں چند تجاویز پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے ہمارے وزیر خزانہ جناب ذوالفقار علی کھوسہ صاحب جو کہ ہمارے وزیر تعلیم بھی ہیں۔ ان کی تقریر کی چند باتوں نے مجھے اس چیز پر اکسایا ہے کہ میں ان پر کچھ باتیں کروں۔ انہوں نے تو فرمایا ہے کہ تعلیم کے میدان میں ہم نے بہت کامیابیاں حاصل کی ہیں تو وہ سکولوں کی تعداد کے بارے میں ہیں۔ جناب میرے اپنے حلقہ انتخاب میں جو سکولوں کی تعداد ہے وہ کاغذوں میں تو موجود ہے لیکن متعدد جگہ پر کوئی بلڈنگ نہیں اور وہاں پر عمارت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی سلسلہ تعلیم جاری نہیں۔ البتہ یہ ہے کہ وہاں کے اساتذہ اور وہاں کے بیل دار' وہاں کے چپڑاسی جن کو سیاسی نوکریاں دی گئی ہیں وہ اپنی تنخواہیں لے رہے ہیں۔ جناب عالی ! محکمہ تعلیم کا بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ اتنی ناقص تعمیرات کر رہا ہے کہ سکول کی بلڈنگ بنتے ہی خستہ حال ہو جاتی ہے جس کا یہ ثبوت ہے کہ پچھلے دنوں 204 رب فیصل آباد میں ایک نو تعمیر شدہ عمارت گر گئی اور 6 بچیاں ہلاک ہوگئیں۔

ایک معزز ممبر: وہ عمارت اپنی مدد آپ کے تحت بنائی گئی تھی محکمے نے نہیں بنائی تھی۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان: وزیر تعلیم نے پچھلے دنوں فیصل آباد ڈسٹرکٹ میں ان ٹرینڈ ٹیچرز کی ایک بہت بڑی فوج بھرتی کی ہے جبکہ ٹرینڈ ٹیچرز کی ایک بہت بڑی تعداد بے روزگار پھر رہی ہے۔ جناب صوبے کی تعلیم کی حد تک میں بات کر رہا ہوں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ان ٹرینڈ ٹیچرز کی ایک بہت بڑی تعداد جو وزیر تعلیم نے بھرتی کی ہے جبکہ ٹرینڈ ٹیچرز پی ٹی سی اور سی ٹی سی کیے ہوئے۔ یہاں پر بیروزگار پھر رہے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ان ٹرینڈ ٹیچر جن کی تعلیمی استطاعت مڈل یا میٹرک سے زیادہ نہیں۔ وہ اس قوم کے نونہالوں کو کیا تعلیم دیں گے؟ وہ ایسی ہی فوج تیار کریں گے جیسی کہ آپ چاہتے ہیں۔ جناب والا! محکمہ تعلیم کے انتظامی ڈھانچے کو بالکل تباہ کر دیا گیا ہے۔ ان کے کسی سرکاری افسر کو حتیٰ کہ سیکرٹری تک کو ایک چپڑاسی تبدیل کرنے کی جرأت نہیں اور اس کو کسی قسم کا حکم نہیں۔ محکمہ تعلیم میں تمام کام وزارت کے ڈائریکٹو پر ہو رہا ہے۔ یہ فلور پر بتایا جا سکتا ہے کہ کتنے احکامات سیکرٹریٹ کے لوگ اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں اور یہ وہ اقدامات ہیں جو انہوں نے آج تک کیے ہیں۔ جناب والا! سیاسی انتقام کے طور پر لیڈی ٹیچرز کو اپنے گھروں سے بہت دور تک ٹرانسفر کر دیا جاتا ہے اور وہ بے چاریاں استعفیٰ دینے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور ایک بات جو کہ پنجاب کے وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں بڑی طنز کے ساتھ کہی ہے کہ اسمبلی میں پنجابی بولنے کے لیے کیا قائداعظم نے فرمایا تھا کہ پنجابی بولیں اور کیا وہ پنجابی بولتے تھے۔ جناب والا! میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا آپ قائداعظم کے تمام فرمودات پر عمل کرتے ہیں؟ کیا قائداعظم نے یہ فرمایا تھا کہ اختلاف پر کوڑے مارے جائیں؟ کیا قائداعظم نے یہ فرمایا تھا کہ اختلاف پر صحافیوں کو جیلوں میں ڈالا جائے۔ مجھے تو پہلے پنجابی آپ نظر آتے ہیں جو کہ پنجابی بولنے پر شرم سار ہیں اور کہتے ہیں کہ جاگ پنجابی جاگ۔ کیا پنجابی کو جگا کر یہی کہنا ہے کہ پنجابی مت بولو؟ کوئی اور زبان بولو۔ جناب عالی! اب میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں۔ دیہاتی علاقوں میں سے ٹول ٹیکس کو ختم کیا جائے کیونکہ دیہات کے لوگ جو کہ پہلے تو کچی سڑکوں پر چلتے تھے لیکن اپنے گھر سے نکلنے اور واپس آنے پر انہیں کچھ جگا ٹیکس بھی دینا پڑتا تھا۔ اب ان کو یہ بہت تکلیف ہے کہ اپنے گدھے پر اور اپنے سائیکل پر آتے جاتے ہوئے یہ دینا پڑتا ہے۔ ہمارے علاقے میں ڈسٹرکٹ فیصل آباد میں چولہا ٹیکس کے نام کا ٹیکس لگایا گیا ہوا ہے۔ ایسے گھروں میں جہاں پر چولہا دو دو دن کے بعد جلتا ہے۔ آپ ان سے ٹیکس لینا چاہتے ہیں۔ خدا کا خوف کریں۔ اس ٹیکس کو ختم

کیا جائے۔ اب جناب عالی! میری تجویز ہے کہ 6 ایکڑ تک کسانوں پر لگائے گئے ٹیکس سے خسارہ پورا کیا جائے۔ پنجاب انڈسٹریل بورڈ کو فعال کیا جائے۔ پنجاب انڈسٹریل بورڈ خسارے میں جا رہا ہے۔ اس کو پبلک سیکٹر میں بیچنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ پنجابیوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ پنجاب انڈسٹریل بورڈ خسارے میں جا رہا ہے لیکن صوبہ پنجاب میں اس کے اختیار کی انڈسٹریز تو منافع میں جا رہی ہیں۔ جناب عالی! کسی بھی صوبہ یا کسی ملک کے زراعتی ملک کے لیے جنگلات ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ہمارے صوبے میں جنگلات 6 فیصد سے زیادہ نہیں اور اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جتنی بھی سرکاری زمینیں اور سٹیٹ لینڈ ان کو فوری طور پر بانٹا جا رہا ہے۔ لہٰذا ان کو اس مقصد کے لیے مختص کیا جائے تاکہ وہاں پر جنگلات لگائے جائیں اور ان کے لیے سہولیات دی جائیں تاکہ جنگلات کے ساتھ ساتھ wild life بھی پھلے پھولے۔ کیونکہ wildlife کی یہاں پر بہت کمی ہے۔ اس کے لیے بھی کچھ خیال کیا جائے۔ جناب عالی! نکاسیٔ آب ہمارے گاؤں کی یا ہمارے دیہاتی علاقوں کے لیے ایک بہت بڑی مشکل ہے۔ اس کے لیے بجٹ میں زیادہ رقم دی جائے۔

وزیر خزانہ: پیپلز ورکس پروگرام سے مانگیں۔

چودھری محمد ظہیرالدین خان: پیپلز ورکس پروگرام بھی دے گا لیکن پنجاب بھی اپنے لیے کچھ کرے۔ پینے کے پانی کے بارے میں بھی کچھ کیا جائے۔ جناب عالی! میں ان تجاویز کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ بڑی نوازش۔

جناب چیئرمین: ملک طیب خان اعوان۔

ملک طیب خان اعوان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بھی اس بجٹ پر اور ان حالات روشنی ڈالنے کی اجازت فرمائی۔ میں سب سے پہلے پیپلز ورکس پروگرام کی صبح سے ہر طرف سے آواز آ رہی ہے اس پر کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ جو حالات پیپلز ورکس پروگرا کے موقع پر ہو رہے ہیں وہ میرے چشم دید ہیں۔ میں ان بھائیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہاں آ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے ہمارے ضلع میں اس پروگرام کے تحت ٹھیکیداروں کو بلایا ہے آپ ہمارا کام کریں۔ ٹھیکیداروں نے کہا جناب ہم نے تو مزدوری کرنی ہے۔ آپ حکم دیں کہ

کرنے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارا حصہ کتنا ہوگا؟ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم دیانت داری سے کام کر رہے ہیں۔ میں حلفاً" اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر یہ بیان کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا ہمارا حصہ کیا ہوگا۔ ٹھیکیداروں نے انہیں جواب دیا کہ میرے بھائی تمام حصہ ہی آپ کا ہے جو ہمیں دیں گے ہم اس کا کام کر دیں گے جو آپ نے لینا ہے' آپ نے رکھنا ہے وہ رکھ لیں لیکن کام تب کریں گے جب آپ پہلے Payment کریں گے۔ خدانخواستہ صبح آپ کی حکومت چلی جائے تو یہ پیپلز ورکس پروگرام کے کیے ہوئے کام کے پیسے ہم کس سے مانگیں گے۔ آپ تو دوڑ جائیں گے تو میرے بھائی یہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں اپنی جیبوں کو بھرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ کیا آپ غریبوں کے خیر خواہ ہیں؟ غریبوں پر ٹیکس لگا رہے ہیں؟ یہ Sales tax کا اثر کس پر پڑے گا؟ دھاگے پر ٹیکس لگانے کا اثر کس پر پڑے گا؟ یہ غریب پر پڑے گا۔ اس نے کپڑا پہننا ہے۔ اس نے روزمرہ کی ضروریات خریدنی ہیں۔ یہ جتنے ٹیکس آپ کی حکومت نے لگائے ہیں وہ غریبوں پر لگائے ہیں۔ میں جانتا ہوں یہ تو اپنے بنک بنوا رہے ہیں غریبوں کے خیر خواہ مرکز سے اپنے نام کے بنک کھلوا رہے ہیں۔ کیا غریبوں کا یہی تحفظ کر رہے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس پروگرام کا روپیہ انہوں نے ضائع کرنا ہے۔ یہ قوم کی امانت ہے۔ یہ ملک کی امانت ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کی جائیداد نہیں۔ ہم انشاء اللہ اسے ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ روزانہ کہتے ہیں کہ ہم غریبوں کے خیر خواہ ہیں۔ خزانہ خالی ہے۔ جو بھی آتا ہے پہلے بھی میرے کئی بھائیوں نے یہ کہا ہے۔ کیا خزانے کے خالی ہونے کا یہی علاج ہے کہ خزانے سے انہیں عمرے کروائیں کیونکہ انہوں نے کوڑے کھائے ہیں یعنی کوڑے کھانے والوں کو اس خالی خزانے سے عمرے کروائیں۔ خالی خزانے سے انہیں امریکہ پھرائیں۔ جب یہ کہتے ہیں کہ ہم نے 11 سال غیر ممالک میں کاٹے ہیں۔ آپ نے میرے بھائی وہاں شرابیں پینے میں وقت گزارا ہے۔ اگر خانہ خدا کے در پر پڑے رہے ہیں' اگر خانہ رسول کے در پر پڑے رہے ہیں تو پھر تو ہم سمجھیں گے کہ قوم کے لیے پڑے رہے ہیں۔ اگر آپ شراب خانوں میں پڑے رہے ہیں۔ اگر آپ فرانس کے پاس پڑے رہے ہیں تو اپنے ملک سے غداری کرنے کے لیے پڑے رہے ہیں۔ آپ کا من صاف نہیں تھا۔ آپ کی نیت

صاف نہیں تھی۔ اگر آپ رسول کے روضے پر پڑے رہتے کہ "اے خدا! ہمارے ملک پر اگر کوئی ظلم ہوا ہے تو اسے معاف کر۔" تو ہم سمجھتے کہ آپ کی نیت ٹھیک تھی۔ لیکن آپ کہاں رہے؟ شراب خانوں میں رہے۔ وہاں مست رہے۔ کہتے ہو احسان قوم پر کیا ہے۔ کہتے ہو احسان غریب پر کیا ہے۔ خدارا! اس غریب کے نام کو بچاؤ۔ اس غریب کا نام نہ لو جسے آپ نے لوٹا ہے اور لوٹ رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں ان کی ترقی کی باتوں کی طرف آتا ہوں۔ کیا کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے یہ اس ملک میں چاہتے کیا ہیں؟ خدارا انہیں گاڑیاں دیں۔ یہ 85 سے لے کر آج تک وہاں کیا ہوا ہے۔ غریبوں کے لیے سڑکیں نہیں بنیں' غریبوں کے لیے ہسپتال نہیں بنے' غریبوں کے لیے کالج نہیں بنے' غریبوں کے لیے ڈاکٹر پیدا نہیں کیے گئے۔ یہ کہتے ہیں کچھ نہیں ہوا۔ جو کچھ آپ کی پیپلز پارٹی کے دور میں ہوا ہے یا اب چھ ماہ سے ہو رہا ہے۔ یہ چھ ماہ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ نواز شریف' نواز شریف۔ انفاق فونڈری' انفاق فونڈری' لیڈر بھی انفاق فونڈری کو یاد کر رہے ہیں۔ ممبر بھی انفاق فونڈری کو یاد کر رہے ہیں۔ خدارا! ان چھ مہینوں میں بتائیں کہ آپ نے غریبوں کے لیے کیا کیا ہے تاکہ ہم آپ کی تائید کریں۔ آپ کی ان باتوں پہ ہم بھی رائے دیں کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ آپ کا تو بجٹ بھی نواز شریف ہے۔ آپ کا بجٹ ہی نواز شریف کا نام ہے۔ بجٹ پر کوئی بات نہیں ہوتی سوائے انفاق فونڈری اور نواز شریف کے۔ آپ کے دل کی دھڑکن ہر وقت اسی بات پر لگی رہتی ہے۔ خدارا! ہماری استدعا ہے کہ اس ملک کو بچائیں۔ اس ملک کو ہندوستان کے حوالے نہ کریں۔ (اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے) اس ملک کو روس کے حوالے نہ کریں' آپ کی نیتیں' اشارے اور ارادے تو یہ کہتے ہیں کہ آپ اس ملک کو روس اور ہندوستان کے حوالے کرنے والے ہیں۔ ہم غریب ہیں اور قائداعظم نے ہماری عزتیں' ہماری جانیں اور ہمارے خون قربان کر کے اس ملک کو حاصل کیا تھا لیکن آپ راہ اللہ اس کو ہندوستان کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس ہاؤس کے سامنے ان کی کرتوتوں پر رو رو کر فریاد کریں۔ لیکن کیا کریں یہ تو ہٹ دھرمی پہ کھڑے ہیں' کوئی حق کی بات بھی سننے کے لیے تیار نہیں۔ یہاں یہ کوئی بھی بات بتائیں کہ کچھ مہینوں میں ہمارے مرکز نے یا ہم نے کوئی رائے دی ہے کہ غریب کے لیے یہ کرو' کوئی غریب کے لیے فریاد کرو' غریب کے لیے یہ کر رہے ہیں کہ

اپنے لیے بڑے بڑے بنک بنوا رہے ہیں اور یہیں سے ممبر اپنے نام کے بنک بنوا رہے ہیں۔ یہی ہے غریب کی خیر خواہی۔ غریب کا نام لیا جا رہا ہے۔ اس کے نام کو پریشان کیا جا رہا ہے۔ 1985ء سے آج تک میں سمجھتا ہوں یا اس سے بھی زیادہ 1947ء سے لے کر 1985ء تک غریب کی بھلائی کے جو کام ہوئے ہیں جتنا اسلامی جمہوری اتحاد یا مسلم لیگ نے اس پنجاب میں اپنا خون پسینہ ایک کر کے ملک کی ترقی کے لیے جو کام کر سکتے تھے وہ کر گزرے۔ میں اس جماعت کا اور اس نیک جوان مرد کا شکر گزار ہوں کہ خدا نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس نے ملک کو اللہ کے حکم سے بچایا ہوا ہے اور یہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ السلام علیکم!

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: میاں محمد سرور کھوکھر صاحب۔

میاں محمد سرور کھوکھر: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ سب سے پہلے جناب سپیکر! میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی معروضات معزز ایوان میں پیش کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیراعلیٰ پنجاب سے درخواست کروں گا کہ وہ کم از کم بجٹ اجلاس کے دوران ضرور ایوان میں موجود رہا کریں۔ تاکہ وہ ہماری معروضات سن سکیں۔ ہم نے ان کی حکومت کی کارگزاریوں پہ تنقید کرنی ہوتی ہے۔ ان کی انتظامیہ کی کمزوریوں کی نشان دہی کرنی ہوتی ہے اگر وہ ہماری یہ معروضات براہ راست سنیں تو یہ اعلیٰ جمہوری روایات کی پاس داری ہوگی۔

ایک معزز ممبر: جناب والا! وزیراعظم بھی ہاؤس میں بیٹھتی ہیں اور بجٹ تقاریر سنتی ہیں۔ وہ تو امریکہ گئی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ مداخلت نہ کریں۔

میاں محمد سرور کھوکھر: جناب سپیکر! جناب وزیراعلیٰ نے اپنی حکومت کی ترجیحات میں اس بات کو پہلے درجے پہ رکھا ہے کہ اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں۔ میں ان کے گوش گزار کروں گا کہ اسلام میں جو حکمران کے فرائض ہوتے ہیں حکمران کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے۔ بقول حضرت عمر فاروقؓ کہ دریائے دجلہ کے کنارے اگر کتا بھی پیاسا مرجائے تو اس کی ذمہ داری حاکم وقت پر ہوگی۔ اگر کراچی کے ساحل پر کوئی مظلوم عورت' کوئی بے بس عورت' وہ عورت جس کے ساتھ زیادتی ہو

وہ مدد کے لیے پکارے تو اسلامی فوجیں عرب سے روانہ ہوں گی لیکن جناب وزیراعلیٰ کے پنجاب میں کیا ہو رہا ہے۔ قتل' ڈکیتی' چوری' دن دیہاڑے بنکوں کو لوٹنے کی جو وارداتیں ہو رہی ہیں میں ان کی بات نہیں کروں گا بلکہ میں وہ بات کروں گا جو بات ذاتی طور پر میرے مشاہدے میں ہے۔ میرے شہر میں ایک نہایت غریب آدمی کی نابالغ بچی اغوا ہوئی۔ میں نے پولیس سے کہہ کر پرچہ درج کروایا' اس کے بعد ایس پی صاحب سے بار بار عرض کی کہ جناب اس غریب آدمی کی بچی کو برآمد کروا دیجئے۔ اور اس عرصہ میں جب ضلع کے سب سے بڑے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے ملزمان کی ضمانتیں منسوخ کر دیں تو پولیس نے خود ان کو عدالت سے بھگا دیا اور انہوں نے بھری عدالت میں کہا کہ ضمانتیں منسوخ کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔ جب پولیس افسران نے خود ہی عدالت سے بھگا دیا ہے۔ ایس پی صاحب سے مایوس ہو کر میں ڈی آئی جی کے پاس آیا۔ ڈی آئی جی نے مجھ سے تین دن کی مہلت مانگی لیکن چونکہ ملزمان با اثر تھے اور ایک مخصوص سیاسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی اس بچی کو برآمد نہ کروا سکے۔ اس کے بعد میں آئی جی صاحب کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ جناب یہ آدمی کہ جس کے پاؤں میں جوتا بھی نہیں۔ اس کی بچی اغوا ہو گئی ہے۔ آپ اسکی مدد کریں۔ آئی جی صاحب نے بھی مجھ سے مہلت مانگی لیکن وہ بھی اس بچی کو برآمد نہ کروا سکے۔ کیونکہ اس ملک میں پولیس سٹیٹ ہے۔ پنجاب پولیس سٹیٹ ہے۔ ایس پی جو چاہے من مانی کرے اس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ وہ بھی اس کی حق رسی نہ کروا سکے تو میں جناب سپیکر کے پاس آیا اور میں نے انہیں کہا کہ جناب والا! آپ اس ضلع کے ہیں' آپ کے ضلع میں یہ ہو رہا ہے۔ اس پر جناب سپیکر نے ذاتی دلچسپی لی اور ڈیڑھ مہینے کی جدوجہد کے بعد اس غریب آدمی کی بچی برآمد ہوئی۔ جناب والا! اس سارے ظلم اور زیادتی کی تمام تر ذمہ داری حکمران وقت پر ہے اور وزیراعلیٰ صاحب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی فقہ کے مطابق ایک روز اللہ کے حضور آپ نے اس زیادتی کا جواب دینا ہوگا۔

جناب والا! جو دوسری بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ایوان میں اس لیے منتخب ہو کر آئے ہیں کہ لوگوں کے مسائل کم کر سکیں۔ لیکن یہاں پر وزرائے کرام' مشیران حضرات اور پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کی فوج ظفر موج کی وجہ سے مسائل میں کمی ہونے کی بجائے اضافہ ہوا ہے۔ ان حضرات کی وجہ سے سرخ فیتے کی بیماری عروج پر ہے۔ سرخ فیتہ کی لعنت اپنے عروج کو پہنچ چکی

ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ ان حضرات نے افسران مجاز سے تبادلے کے اختیارات اور لوگوں کو بھرتی کرنے کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں۔ لوگ پریشان حال اپنے ضلعوں سے سینکڑوں میل کا سفر کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور وزراء حضرات مبہم آرڈر کرتے ہیں۔ ان کی درخواستوں پر لکھتے ہیں Please appoint جب وہ آدمی اپنے ضلعے میں جاتا ہے اور متعلقہ افسر کے پاس جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جناب بین لگا ہوا ہے۔ اس آرڈر کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ بے چارہ آدمی پھر واپس آتا ہے۔ پھر کئی روز کی جدوجہد کے بعد وزیر صاحب کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے آپ کے آرڈر کی پذیرائی نہیں ہوئی۔ اس پر وزیر صاحب لکھتے ہیں Please appoint in relaxation of rules and procedure. اور اس کے بعد جب وہ آدمی پھر اپنے ضلع میں واپس اپنے افسر مجاز کے پاس جاتا ہے اس وقت تک وزیر صاحب کا کوئی نہ کوئی منظور نظر اس نوکری پر لگ چکا ہوتا ہے۔ تو میں یہ درخواست کروں گا کہ آپ افسران کو ان کا حق واپس دیں تاکہ حقدار کو حق مل سکے اور لوگوں کو نوکریاں اہلیت کی بنیاد پر ملیں نہ کہ سفارشی تعلقات کی بنا پر۔

جناب سپیکر! پنجاب کے وزیراعلیٰ پنجاب کے حقوق کی بات کرتے ہیں اور میں یہ کہوں گا کہ پنجاب کے حقوق کا تحفظ ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ لیکن میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ جب ملک کا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر، فوجوں کا سربراہ اور ملک کا صدر یہ کہہ رہا تھا کہ نواز شریف کا کلہ بہت مضبوط ہے۔ اس وقت انہوں نے پنجاب کے حقوق کے لیے کیا کیا۔ جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جس وقت جنرل فضل حق یہ کہہ رہا تھا کہ میں کالا باغ ڈیم نہیں بننے دوں گا اس وقت انہوں نے پنجاب کے حقوق کے لیے کیا کیا۔ جناب والا! میں جناب وزیراعلیٰ یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جب انہوں نے پنجاب کے ترقیاتی فنڈز کے لیے پیسے مانگے اور اس میں جناب محبوب الحق صاحب نے بھاری کٹوتی کر دی اس وقت انہوں نے اس وقت پنجاب کے حقوق کے لیے کیا بات کی۔ میں جناب وزیراعلیٰ سے یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ جس وقت جناب محبوب الحق نے آئی ایم ایف سے معاہدے پر دستخط کر کے گیس کی قیمتوں کو آسمان تک پہنچایا اس وقت انہوں نے پنجاب کے حقوق کے لیے کیا کیا۔ جناب سپیکر! وزیراعلیٰ پنجاب یہ کہتے ہیں کہ وہ پیپلز پروگرام نہیں چلنے دینگے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے دیہات میں سڑکیں نہ بننے دے کر پنجاب کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ پنجاب کے لوگوں کو

دیہات میں صاف پانی میسر نہ ہونے دینے پر کیا وہ پنجاب کی خدمت کریں گے۔ کیا وہ پنجاب میں ہسپتالوں کو روک کے پنجاب کی خدمت کریں گے کیا پنجاب میں گندے پانی کے نکاس کے منصوبوں کو روک کر وہ پنجاب کی خدمت کریں گے۔ میں ان سے استدعا کروں گا کہ وہ مخالفت برائے مخالفت چھوڑ دیں اور پنجاب میں پیپلز پروگرام کو چلنے دیں۔ یہ پیسہ پنجاب میں ہی خرچ ہوگا۔ چاہے کسی حلقے میں خرچ ہو یہ پنجاب میں ہی ہوگا اور تمام حلقوں میں یہ یکساں طور پر خرچ ہوگا۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کی توجہ اپنے ضلع میں ہونے والی زیادتیوں کی طرف مبذول کراؤں گا جو کہ موجودہ بجٹ میں روا رکھی گئی ہیں۔ جناب والا! میرے ضلع میں کوئی انڈسٹری نہیں۔ میرے ضلع کے لوگوں کا ذریعہ معاش زراعت ہے۔ وہاں پر لوگوں کا کاروبار زندگی زراعت ہے۔ اس بجٹ میں زراعت کی مد میں 1 ارب 25 کروڑ 27 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ میرے ضلع میں زراعت کی اتنی بڑی مد میں سے کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا۔ میرے ضلع میں علاقہ ہائے چکوک 2- ایل' 4 ایل سٹیٹ رینالہ سٹیٹ اور شیر گڑھ میں سیم تھور نے تباہی مچا رکھی ہے اور اصلاح اراضی کے لیے اتنی کثیر رقم میں سے کچھ نہیں رکھا گیا۔ اب میں استدعا کروں گا کہ میرے ضلع میں ترجیحی بنیادوں پر سیم تھور کی اصلاح کے لیے کوئی منصوبہ بنایا جائے۔ جناب سپیکر! اب میں آپ کی توجہ اس مد کی طرف دلاؤں گا کہ جس میں جنگلات کا ذکر ہے۔ جنگلات کے لیے 9 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ میرے ضلع کے دونوں کناروں سے دو دریا گزرتے ہیں جو کہ ہر سال flood کی وجہ سے بے بہا تباہی مچاتے ہیں۔ ان کے کناروں پہ جنگلات لگنے چاہئیں تاکہ زمین کو دریا بردگی سے بچایا جا سکے اور لوگوں کے جانی و مالی نقصان سے بچت ہو سکے۔

جناب والا! موجودہ بجٹ میں تعلیم کی مد میں 12 کروڑ 84 لاکھ روپے کالج کی تعلیم کے لیے رکھے گئے ہیں۔ میرے ضلع میں ایک ہی ڈگری کالج ہے اور وہ کالج ہائی سکول کی بلڈنگ میں چل رہا ہے۔ کمروں کی تعداد بچوں کی تعداد کی نسبت بہت کم ہے۔ اس لیے میں استدعا کروں گا کہ میرے ضلع کے لیے تعلیم کی مد میں زیادہ پیسے دیے جائیں۔ اب میں آپ کی توجہ اس کی طرف دلاؤں گا کہ صحت کی مد میں ایک ارب اور 30 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ میرے ضلع میں کسی ہسپتال کو اپ گریڈ نہیں کیا گیا۔ ضلعی ہسپتال کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہسپتالوں کی گنجائش مریضوں

کی تعداد سے بہت کم ہے۔ اس لیے میں یہ درخواست کروں گا کہ صحت کی مد میں بھی میرے ضلع کے ہسپتالوں کے لیے معقول رقم رکھی جائے۔ آخر میں مَیں جناب وزیراعلیٰ پنجاب کی خدمت میں نہایت ادب سے یہ درخواست کروں گا کہ انہوں نے جو مرکز سے یہ محاذ آرائی شروع کر رکھی ہے جناب والا! مرکز "کُل" ہے اور صوبے "جزو" ہیں۔ جزو کا کُل کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔ اس میں پنجاب کا نقصان ہے۔ اس لیے میں استدعا کروں گا کہ وہ پنجاب کی خاطر پنجاب کے لوگوں کی خاطر مرکز سے بھائی چارہ' رواداری اور اچھی فضا قائم کریں اور اگر وہ یہ نہیں کریں گے تو بقول شاعر میں ان سے یہ عرض کر دوں۔

یہیں سے اٹھے گا شور محشر
یہیں پہ یوم حساب ہوگا

اور آخر میں اپنے سب ممبر صاحبان کا شکر گزار ہوں اور جناب سپیکر صاحب! خاص طور پر آپ کا آپ نے میری معروضات نہایت ہمدردانہ اور غور سے سنیں۔ شکریہ!

جناب سپیکر: جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں جناب کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے آج اس عام بجٹ میں حصہ لینے کا موقع دیا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مجھے ضمنی بجٹ کے دوران موقع نہیں دیا گیا اور آپ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ضمنی بجٹ پر عام بحث میں جن کو موقع نہیں ملا۔ انہیں موقع بھی دیا جائے گا اور وقت بھی زیادہ دیا جائے گا۔ ضمنی بجٹ پر ہمارے معزز ممبران حزب اختلاف نے جو تقریریں کی ہیں۔ یہ ایوان اور ریکارڈ گواہ ہے کہ ہم نے بڑے صبر اور تحمل اور ضبط کے ساتھ سنی ہیں' کسی کی تقریر میں میں نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ میں امید کرتا ہوں حزب اختلاف کے تمام ممبران سے کہ وہ کم از کم میری تقریر کے دوران بھی اسی رویے کو اختیار کریں گے اور مداخلت سے پرہیز کریں گے۔

جناب سپیکر! یہ ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ چالیس اکتالیس سال کا عرصہ گزر چکا اس میں ابھی تک اسلام مکمل ضابطہ حیات کے طور پر نافذ نہیں ہوا۔ پچھلے دور میں اگر کچھ کوششیں کی گئی ہیں اور کچھ باقیات الصالحات تھے۔ موجودہ صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت بھی اسلام کے نام پر ہی معرض وجود میں اور اقتدار میں آئی ہے کیونکہ اس پارٹی کا بھی نعرہ ہے کہ ہمارا

مذہب اسلام ہے' اسلامی جمہوری اتحاد بھی اسلام ہی کے نام سے۔۔۔۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! آپ کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سے قبل کے کچھ اور صاحبان چلے جائیں۔ میرے پاس جتنے لوگوں کے نام ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس بجٹ پر بحث کے لیے پانچ روز ہیں اس طریقے سے وہ سارے لوگ بول نہیں سکیں گے۔ اس لیے میری یہ تجویز ہے کہ ہم شام کا اجلاس بھی کر سکتے ہیں۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اگر سب صاحبان بولنا چاہتے ہیں تو ہمیں شام کو اجلاس کرنے ہوں گے۔ میں اس کے لیے تیار ہوں کہ آج سے ہی اس کی ابتداء کر دی جائے۔ آج ٹھیک ڈیڑھ بجے ہم اجلاس ختم کر لیں اور پھر پانچ بجے شام دوبارہ اجلاس کر لیا جائے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! ہم تو شام کو نہیں آ سکتے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ نہیں آ سکتے تو کوئی بات نہیں۔ باقی جو لوگ بولنا چاہتے ہیں وہ آ جائیں گے۔ اس اجلاس میں کوئی کورم کا مسئلہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں ان تمام افراد کو موقع فراہم کرنا چاہتا ہوں' جو بجٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی نہیں بولنا چاہتا تو نہ بولے۔ لہٰذا شام کے اجلاس کے لیے آپ نے اپنے ان تمام ساتھیوں کو بھی بتانا ہوگا جن کے نام میرے پاس موجود ہیں۔ میرے پاس اپوزیشن والے دوستوں کے بھی صبح کے اور شام کے اجلاس کے نام موجود ہیں۔ اسی طرح حکومتی پارٹی کے ممبران کے بھی میرے پاس نام موجود ہیں۔ جن صاحبان کے فہرست میں نام ہیں ان کو تو ضرور آ جانا چاہیے۔ جو صاحبان ڈیڑھ بجے تک بات کر سکتے ہیں وہ کر لیں۔ اس کے بعد ہم 5 بجے شام کو دوبارہ اجلاس کریں گے۔ اس میں پھر جو صاحبان رہ جائیں گے وہ بات کریں گے۔ (قطع کلامیاں)

مخدوم الطاف احمد: جناب سپیکر! میں جناب سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ پر بولنے والوں میں میرا نام بھی شامل کیا جائے اور مجھے کسی صبح کے اجلاس میں وقت عطا کیا جائے۔

جناب سپیکر: مخدوم صاحب ٹھیک ہے۔

مخدوم الطاف احمد: اس کے علاوہ جناب والا! میں آپ کو اپنی تحریک استحقاق کے متعلق بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پیپلز ورکس پروگرام کی وجہ سے اس میں روز بروز Delay ہو رہی ہے۔ اس کے لیے بھی درخواست کروں گا کہ جتنا جلدی ممکن ہو سکے۔ مہربانی فرماتے ہوئے اسے بھی

take up کیا جائے۔

جناب سپیکر: مخدوم صاحب ٹھیک ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ مرکز میں بھی جو پارٹی برسراقتدار ہے ان کا نعرہ بھی یہ ہے کہ ہمارا مذہب اسلام ہے۔ صوبہ پنجاب میں اس وقت اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہے ان کا نعرہ بھی اسلام کا ہے اور چالیس سال سے یہ نعرہ ہم سنتے آ رہے ہیں۔ میرے معزز دوستوں نے حزب اختلاف کے اراکین اور خصوصاً جناب فضل حسین راہی صاحب نے اسلام اسلام کا بڑا تکرار کیا ہے اور اکثر ممبران نے پچھلے گیارہ سالہ دور کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ اور اس دور کے اندر جو زیادتیاں یا ظلم ہوئے اس کو انہوں نے بہت اچھالا ہے اور اس کا ذکر کیا۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا پچھلے گیارہ سالہ دور میں بھی کئی زیادتیاں اور کئی ظلم ہوئے لیکن میں اپنے دوستوں سے یہ عرض کروں گا کہ وہ اپنے سات سالہ دور کو بھی یاد رکھیں۔ جب ہم اس سات سالہ دور کا گیارہ سالہ دور کا مقابلہ کرتے ہیں اس وقت بات سمجھ میں آتی ہے اور پنجابی میں اک مثال مشہور ہے۔ آکھدے نیں پیچ تے بولے چھلنی کی بولے۔ پیچ دے وچ اک سوراخ ہو گیا تے انوں ویکھ کے چھلنی اعتراض کر دی اے تے پیچ کہندا اے پیچ تے بولے۔ چھلنی کی بولے یعنی آپ کا جو سات سالہ دور تھا وہ ظلم و تشدد کی انتہا تھا۔ وہ آپ سب حضرات بھول گئے اور یہ دور آپ کی یاد میں ہے۔ میں ان تفصیلات میں جانا تو نہیں چاہتا لیکن میں یہ بلا خوف و تردید کہوں گا کہ یہ گیارہ سالہ دور یا تین سالہ دور اس کے متعلق آنے والا مورخ لکھے گا اور اس کا اگر دیانت دارانہ مقابلہ کیا جائے تو اس میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ اس دور میں عزت تھی۔ اس دور میں شرافت تھی۔ لیکن ان کے سات سالہ دور میں قومی لیڈروں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا گیا۔ مجھے کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے ملک قاسم کے ساتھ کیا ہوا؟ میاں طفیل صاحب کے ساتھ کیا ہوا اور اس کے علاوہ بڑے بڑے لیڈروں کے ساتھ کیا ہوا؟ ہمارے یہاں کے شیرانوالہ مسجد کے مؤذن کے ساتھ ایک فاحشہ عورت کو ننگا لٹا کر اس کے فوٹو لیے گئے۔ قومی لیڈروں کو برف کی سلوں پر لٹا کر ان کے ساتھ کیا کیا سلوک کیے گئے۔ یہاں وہ باتیں کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ تاریخ میں وہ واقعات نہیں ملتے جو گھناؤنی' جو نازیبا' جو غیر فطری حرکات اس دور میں کی گئیں وہ تو یہاں پر غنڈوں اور بدمعاشوں کے ساتھ بھی نہیں کی گئیں۔ تو میں صرف اتنی

بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اس دور کو سامنے رکھ کر پھر مقابلہ کر کے یہ بات کریں۔ جہاں تک اسلام کی بات ہے کہ موجودہ مرکزی حکومت کا مذہب بھی اسلام ہے اور ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ وہ بھی اسلام کا نام لے رہے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ وہاں پر وہ اسلامی اقدام و اقدار جو پچھلی حکومت قائم کر گئی ہے ان کو مٹانے کے اقدامات بھی ساتھ ساتھ جاری ہیں۔ ہماری محترمہ وزیراعظم بے نظیر صاحبہ کا یہ بیان اخبارات میں آ چکا ہے کہ "عورتوں پر ظلم کی آڑ میں جو قوانین عورتوں کے خلاف بنائے گئے ہیں ان کو منسوخ کر دیا جائے گا۔ شرعی حدود کو ظالمانہ حدود کہا گیا ہے۔ جناب والا! عورت کو جتنے حقوق اسلام نے دیے ہیں دنیا کا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن عورت کو اپنی حدود میں رہنے کے لیے پابند کیا گیا ہے۔ اس لیے جو اسلامی حدود ہیں ان کو ظالمانہ حدود کہا گیا۔ ان کو ختم کرنے کے لیے اعلانات کیے گئے۔ بجائے اس کے کہ اسلامی حدود کو قائم رکھتے ہوئے اور جو خامیاں تھیں' اور جو اسلامی احکامات جو نافذ ہونے چاہیے تھے ان کی طرف قدم بڑھایا جاتا۔ بلکہ جو پہلے دور میں قدم بڑھایا گیا ان کو بھی مٹانے اور ختم کرنے کے لیے باتیں کی جا رہی ہیں۔ اس طرح قادیانی جو ملک اور دین دونوں کے دشمن ہیں۔ نہ ہی وہ اسلام کے وفادار ہیں اور نہ ہی ملک کے وفادار ہیں اور ان کے خلاف پچھلے دور میں آئین کی روشنی میں ایک آرڈیننس نافذ کیا گیا۔ جس میں ان کو آئین کی رو سے پابند کیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہیں کریں گے اور اسلام کے نام پر کسی کو دھوکہ نہیں دیں گے۔ اسلام کے نام پر کفر کی تبلیغ نہیں کریں گے۔ ہماری محترمہ بے نظیر صاحبہ نے اس وقت کہا تھا کہ جب ہم برسراقتدار آئے اس آرڈیننس کو ختم کر دیں گے۔

اب اس آرڈیننس کو ختم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ اس آرڈیننس کے خلاف ایک طرف سپریم کورٹ میں رٹ دائر کر دی گئی ہے کہ یہ انسانی اور مذہبی آزادی کے خلاف ہے۔ دوسری طرف گورنمنٹ کی طرف سے جنہوں نے اس کیس کی پیروی کرنی ہے۔ ان کو تبدیل کر کے قادیانیوں کو مقرر کیا جا رہا ہے۔ فقیر محمد جو قادیانی ہے اسے سٹینڈنگ کونسل بنا دیا گیا ہے اور ڈپٹی اٹارنی جنرل سید ریاض الحسن گیلانی کو ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ان کی جگہ پر ایک قادیانی عبدالستار نجم یا کسی اور بے دین کو لایا جا رہا ہے۔ تاکہ یہ کیس جب سپریم کورٹ میں پیش ہو تو اس میں حکومت کی طرف سے نمائندگی کرنے والے ایسے وکیل ہوں جو رٹ دائر کرنے

والوں کی تائید کریں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑی سازش ہے اور اگر اس آرڈیننس کو کسی سازش کے تحت ختم کرنے کی کوشش کی گئی' قادیانی کو خوش کرنے کی کوشش کی گئی تو مرکزی حکومت کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دن اس کی حکومت کے خاتمے کا دن ہوگا۔ اس لیے جناب سپیکر! ایک طرف وہ اسلام کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف وہ اسلامی حدود کو ظالمانہ حدود کہہ رہے ہیں اور ان احکامات کو جو پچھلے دور میں رائج ہو چکے ہیں ان کو ختم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ دوسری طرف قادیانیوں کو نوازا جا رہا ہے۔ مسٹر نسیم جو کٹر قادیانی ہے اور معروف قادیانی ہے اسے حکومت کی طرف سے مندوب بنا دیا گیا ہے اور سندھ کا چیف سیکرٹری ایک قادیانی تعینات کیا گیا ہے۔

ابھی پیپلز پروگرام کا ذکر ہو رہا تھا' اور دونوں طرف سے اس پر بہت باتیں ہوئی ہیں' مجھے اطلاع ملی ہے کہ گوجرانوالہ میں ایک کٹر قادیانی عزیز الملک کو پیپلز پروگرام کا انچارج بنا دیا گیا ہے اور ایسے ہی کئی جگہوں پر ایسے ہی غلط قسم کے لوگوں کو لگا دیا گیا ہے اور ان لوگوں کی قادیانیت نوازی کی پالیسی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ جناب والا! میں نے گزارش کی تھی اور آپ نے بھی طے کیا تھا کہ تقریر میں مداخلت نہیں ہوگی' میں نے کسی کی تقریر میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔

(سید ذاکر حسین شاہ کوئی بات کرنے کے لیے کھڑے ہوئے)

جناب سپیکر: شاہ صاحب! بہتر یہی ہے کہ مولانا صاحب کو interrupt نہ کیا جائے۔ تشریف رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: میں نے کسی کو interrupt نہیں کیا۔ جناب والا! میں نے استدعا کی تھی' اور میں نے بڑے تحمل سے سب باتیں سنی تھیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ذرا مولانا منظور احمد چنیوٹی کو سن لیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: ذرا انہیں بھی صبر کرنا چاہیے اور تحمل سے باتیں سننی چاہییں' ہمارے فاضل مقررین نے پچھلے دور کے آمر کو ضیاء الحق کو فاسق فاجر کہا ہے۔ وہ پابند صوم و صلوٰۃ اور جو نہ شراب کے قریب جاتا تھا' اور نہ ہی کوئی ایسے غلط کام کرتا تھا' اسے فاسق و فاجر اس ایوان میں کہا گیا' تو میں جناب ان معززین سے بڑے ادب کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ کیا شراب پینے والے کو ہم کیا کہیں' ڈانس کرنے والوں کو ہم کیا کہیں۔ اگر صوم و صلوٰۃ کا پابند فاسق و فاجر ہے تو

پھر ہمیں بھی حق ہوگا کہ ہم تھوڑی سی شراب پینے والے کو بھی فاسق و فاجر کہیں۔ ہم غیر لوگوں کے ساتھ ڈانس کرنے والوں کو بھی فاسق وفاجر کہیں' یہ ہمیں بھی حق پہنچتا ہے۔ بہرحال جناب والا! پچھلے دور کا ذکر کر کے ایسی ایسی باتیں کی گئی ہیں' اور اس میں خاص کر اتفاق گروپ کو نشانہ بنا کر ان کے خلاف بہت سی باتیں کی گئیں' میں ان بزرگوں اور دوستوں سے عرض کروں گا' ٹھیک ہے ان میں کئی کمزوریاں اور خامیاں ہوں گی' کوئی بھی انسان خامیوں سے پاک نہیں ہے' نہ میں پاک ہوں' نہ آپ پاک ہیں' کسی میں چھوٹی' کسی میں بڑی خامی ہر ایک انسان میں ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم ان باتوں کو دیکھتے ہیں تو پھر یہ بھی دیکھیں کہ اتفاق گروپ نے ایک اتفاق ہسپتال بھی قائم کیا ہے' آٹھ کروڑ روپیہ لگا کر اسے قائم کیا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ محترمہ بے نظیر صاحبہ یا ان کے خاندان نے بھی غریبوں' بیماروں اور مفلوک الحال لوگوں کے لیے کوئی ایسا ادارہ اپنے فنڈ سے قائم کیا؟ اگر انہوں نے بھی کوئی ادارہ قائم کیا ہے پھر تو بات ٹھیک ہے۔ لیکن غریبوں کی ہمدردی کا دعویٰ کرنا اور غریبوں کا دم بھرنا' اصل میں ان غریبوں کا خون چوسا جا رہا ہے اور غریبوں کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے' میں اب بجٹ کی طرف آ رہا ہوں کہ وفاق اور صوبائی بجٹ کا دارومدار وفاق پر ہوتا ہے اور وفاق ان کو جتنا حصہ دیتا ہے اس کے مطابق صوبائی بجٹ بنایا جاتا ہے۔

وفاق کی طرف سے جو ٹیکس لگائے ہیں' یہ حضرات کہتے ہیں کہ وہ ٹیکس بڑے لوگوں پر لگائے گئے ہیں لیکن ہمیشہ کی بات ہے کہ سر کا بوجھ پاؤں پر آتا ہے۔ جب آپ بڑے لوگوں پر ٹیکس لگائیں گے تو وہ غریبوں پر ہی آئے گا۔ اس کے علاوہ جو سیلز ٹیکس لگایا گیا ہے میں چنیوٹ کے حوالے سے بات کروں گا' چنیوٹ کا فرنیچر پوری دنیا میں جاتا ہے اور وہ دستکار صبح سے شام اور رات تک بیٹھ کر محنت مزدوری اور ہاتھ سے کام کرتے ہیں' ان پر بھی سیلز ٹیکس لگا دیا گیا' اور اس طرح اور کئی صنعتوں پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ ملک کے اندر ہڑتالیں ہو رہی ہیں' احتجاج ہو رہے ہیں اور جناب ہر روز اخبارات میں ہڑتالوں اور احتجاج کے اشتہارات آ رہے ہیں۔ تو میں یہ پنجاب کی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں باوجود اس کے کہ وفاق کی طرف سے جتنا ان کا حق بنتا تھا وہ حق بھی انہیں نہیں ملا' لیکن اس کے باوجود پنجاب حکومت نے اپنے بجٹ میں کوئی کسی قسم کا نیا ٹیکس نہیں لگایا' اس لیے میں وزیر خزانہ کو' پنجاب حکومت کو اس بجٹ پر مبارک باد

پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ پنجاب حکومت کے وہ اسلامی اقدامات' جس طرح قرآنی آیات میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جن کو ہم زمین پر اقتدار دیں ان کا پہلا کام کہ نماز کے نظام کو قائم کریں' ہماری محترمہ بے نظیر صاحبہ نے اقتدار میں آنے سے قبل فرمایا تھا کہ جب ہم اقتدار میں آئیں تو نماز کے وقت کاروبار بند کر دیے جائیں گے لیکن اب تک ہمیں کوئی اس قسم کا حکم' آرڈر کہ نماز کے وقت کاروبار بند کیے جائیں' نماز پڑھی جائے اور نماز کا احترام کیا جائے' اس قسم کی کوئی خوش خبری سننے میں نہیں آئی۔ لیکن حکومت پنجاب نے تحریک "صلوٰۃ و فلاح" قائم کر کے اور اس کا آغاز کر کے اس اسلامی حکم کی طرف پیش قدمی کی ہے۔ جس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب والا! آپ نے فرمایا تھا کیونکہ مجھے ضمنی بجٹ میں بھی بولنے کا موقع نہیں ملا تھا' کہ آپ کو اس عام بحث میں زیادہ وقت دیا جائے گا' جناب والا! ابھی تو مجھے دس منٹ بھی نہیں ہوئے۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! آپ کی تقریر کو 17 منٹ ہو گئے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: وہ آپ کے بیان و تقریر کے سمیت شائد ہوئے ہوں' لیکن میں اس وقت گھڑی دیکھ رہا تھا' غالباً" دس منٹ ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے پاس ٹائم لکھا ہوا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: مجھے چند منٹ کی اور اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: باقی لوگ بھی پھر کہیں گے کہ ہمیں بھی زیادہ وقت دیا جائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! یہاں پر تو پچیس منٹ اور آدھا آدھا گھنٹہ تقریریں ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں مولانا صاحب! آپ دو منٹ میں ختم کر لیں میں آپ کو دو منٹ اور دیتا ہوں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: دو منٹ میں تو مشکل ہو جائے گا' بہرحال میں کوشش کرتا ہوں کہ میں اسے دو منٹ میں مختصر کر کے ختم کروں۔ میں جناب یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ پنجاب حکومت نے اسلامی اقدار کا اعلان کر کے یہ ایک روشن مثال وفاق کے لیے بھی قائم کی ہے تحریک "صلوٰۃ و فلاح" اور قرآن کریم کی سکولوں میں تعلیم اور خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی' اور جناب والا! دس

کروڑ روپے کی رقم سے غریبوں کے لیے بیت المال کا قیام' یہ تمام اقدامات اس آیت کی روشنی میں کیے گئے ہیں کہ جن کو زمین میں اقتدار دیا جائے وہ نماز کے نظام کو قائم کریں۔ زکوٰۃ کے نظام بیت المال کو قائم کریں' اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ میں اپنے ان فاضل ممبران کی وساطت سے مرکزی حکومت سے بھی یہ توقع کروں گا کہ جب وہ اپنا مذہب اسلام کہتے ہیں' اور اسلام اسلام کا نام لیتے ہیں تو انہیں بھی ان اچھے اقدامات کی تقلید کرنی چاہیے۔ جناب والا ! اب میں اپنے علاقے کے ایک دو منٹ میں مسائل عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ میں صرف ہمارے چنیوٹ سے متعلق نہیں۔ بلکہ میانوالی اور بنوں تک یہاں سے جانے والے مسافروں کا ایک مسئلہ ہے "چنیوٹ دریائے چناب کا پل" میں جناب کی توجہ ایک مرتبہ پہلے بھی اس کی طرف مبذول کروا چکا ہوں اور جناب وزیراعلیٰ صاحب کی بھی اس طرف توجہ دلائی ہے' یہ ہمارا پل منظور ہے' غالباً" اس کی رقم 10 کروڑ روپے ہے لیکن اس کے لیے اس بجٹ میں صرف 20 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں' جو تقریباً" دو فیصد بھی نہیں بنتا' وہاں کے مسافروں کو یہ اتنی بڑی تکلیف ہے کہ پانچ پانچ' چھ چھ گھنٹے ٹریفک رکی رہتی ہے' بچے' عورتیں' مسافر' بیمار وہ سب پریشان ہوتے ہیں' اس کے لیے میں نے ایک تجویز پیش کی تھی' جب تک نیا پل نہیں بنتا اس وقت تک کے لیے ایک عارضی پل کشتیوں (بیڑیوں) کا بنا دیا جائے۔ ایک تو جناب کی وساطت سے یہ گزارش تھی اور دوسرے یہ کہ یہ پل نہایت اہم ہے اور اپنی عمر پوری کر کے نہایت خستہ ہو چکا ہے' اس کی طرف توجہ کر کے اس کے لیے زیادہ فنڈز رکھے جائیں۔ تاکہ یہ پل جلدی بن سکے اور یہ تکلیف دور ہو سکے۔

اس کے بعد جناب والا ! ہمارے شہر کا سیوریج کا مسئلہ ہے' ہمارا شہر بہت پرانا' قبل از مسیح شہر ہے' اس میں اب تک کوئی سیوریج کا نظام نہیں۔ میں جناب وزیراعلیٰ صاحب کی اور جناب وزیر خزانہ صاحب کی اس طرف خصوصی توجہ دلاؤں گا کہ جناب اس کی طرف بھی توجہ کریں۔ یہ ہماری بڑی ضرورت اور تکلیف ہے۔ آخر میں جناب والا ! ہمارا مطالبہ ہے کہ یہ ہمارا سب ڈویژن 103 سال پرانا ہے اور اس کی کمیٹی 103 سال پرانی ہے' چھوٹے چھوٹے اضلاع بن گئے ہیں' ہمارا حق بنتا ہے اور ہمارا مطالبہ ہے کہ ہمارے اس سب ڈویژن کو ضلعے کا درجہ دیا جائے۔ ہماری بہت سی مشکلات کا حل اس ایک ہی مسئلے سے حل ہو جاتا ہے۔ میں جناب کی وساطت سے اپنے اس

مطالبہ کی طرف بھی توجہ دلاؤں گا کہ اس طرف بھی ہمارے وزیراعلیٰ صاحب اور ہماری حکومت جلدی سے جلدی توجہ کرے اور ہمارے اس مطالبے کو پورا کرے' میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور انہی کلمات کے ساتھ اختتام کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب علی اکبر مظہر وینس۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب سپیکر! میں اپنا وقت روایتی کلمات میں ضائع نہیں کرنا چاہتا لیکن ایک بات میں کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور جناب مولانا صاحب کی خدمت میں گوش گزار کرنی چاہتا ہوں۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا' مولانا صاحب خود عالم ہیں اور جانتے ہیں میں تو فتویٰ دینے کی پوزیشن میں نہیں۔ لیکن میں افضل صاحب نجم کو ذاتی طور پر جانتا ہوں وہ میرا پڑوسی اور میرا کلاس فیلو ہے۔ وہ قادیانی نہیں۔ اس طرح کسی مسلمان کو قادیانی کہہ دینا جس کا مقصد کسی کو کافر کہنا ہے یہ علماء کرام کے لیے مناسب نہیں۔ بہرحال میں سب سے پہلے اپنے لیڈر رانا شوکت محمود صاحب کو خراج تحسین پیش کروں گا جنہوں نے اس بجٹ میں روایات سے ہٹ کر باتیں کیں۔ وہ اتنی اصلاحی تھیں وہ اتنی progressive تھیں اور ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ اپوزیشن ہر مرتبہ یہ اعتراض کرتی ہے کہ یہ رقم زیادہ ہے۔ یہ فضول خرچی ہے اس کو کم کریں۔ لیکن اس کے برعکس ہمارے لیڈر جناب رانا شوکت محمود نے ہر مد پر یہ کہا کہ یہ رقم تھوڑی ہے سوائے ایک مد کے جو پولیس کے اخراجات تھے۔ میرے خیال میں ہمارے اس طرف بیٹھنے والے بھائی بھی اس سے اتفاق کریں گے۔

جناب والا! میں سب سے پہلے زراعت' جنگل اور جنگلات کی مد پر آتا ہوں۔ زراعت کی صورت حال یہ ہے strengthening of best forecasting service in rice zone area.

جناب والا! تمام کاشتکار اور زمیندار اس اسمبلی میں بیٹھے ہیں کوئی ایک موقعہ کسی ایک سال یہ بتا دیں کہ کبھی اس محکمے نے forecast کیا ہو کہ اس جنس پر یا اس فصل پر اب حملہ ہونے والا ہے۔ ان پر کروڑوں روپے خرچ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جناب والا! دوسرے جنگل اور جنگلات ہیں۔ جنگل کی صورت حال کے متعلق میں یہ گزارش کروں گا کہ ان لوگوں کو پتہ چل گیا ہے ایک محاورہ ہے "Tree has no tongue" کہ درخت کی زبان نہیں ہوتی۔ اس کو چاہے کاٹ کر لے جائے وہ بے چارہ نہ تو ایف آئی آر درج کرا سکتا ہے

نہ گواہی دے سکتا ہے کہ مجھے کون کاٹ کر لے گیا ہے۔ میرے علاقہ چشتیاں میں یہ نوٹ فرمالیں اور اس کی تحقیق کرالیں میل ہا میل نہر کے کنارے کروڑوں روپے کے درخت کاٹ لیے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس کے خلاف شکایت کی ہے اور کوئی سننے والا نہیں۔ باقاعدہ فراڈیوں نے یہ کہا ہے کہ وہ باقاعدہ Conservator بنے ہیں جعلی ڈی ایف او بنے ہیں۔ وہاں جا کر انہوں نے جعلی بولی کرائی ہے اور بولی کرانے کے بعد میلوں سڑک سے درخت کاٹ کر لے گئے ہیں۔ آپ یہ نوٹ فرمالیں اس بات سے بڑا فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ درخت کی زبان نہیں ہوتی۔ پھر جناب والا! مجھے اس بات پر تعجب ہے جب سے یہ ملک بنا ہے جنگلات کا محکمہ ہر سال لاکھوں پودے لگاتا ہے اور اس کے لیے رقم لیتا ہے لیکن انہوں نے آج تک کبھی یہ نہیں بتایا کہ 1947ء میں 1950ء میں ہمارے ملک میں جنگلات کا رقبہ کتنا تھا اور اس وقت کتنا ہے اور کتنے رقبے پر ہم ہر سال جنگل کا اضافہ کر رہے ہیں۔ یہ کہیں نہیں بتاتے۔

جناب والا! جنگلی حیات کی بھی اس میں ایک مد ہے وہ بھی انشاء اللہ اس ملک میں ناپید ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے جنگلی حیات کی افزائش انڈیا میں ہوتی تھی۔ ہرن' ہرن پاڑہ' بارہ سنگھا تمام جو جانوروں کی انڈیا میں افزائش ہوتی ہے اور وہ یہاں آ جاتے تھے یعنی چولستان کے ساتھ میرا علاقہ ہے وہاں آ جاتے تھے اور وہ بہت بڑی شکار گاہ ہے۔ عرب سٹیٹ کے شہزادے وہاں آ کر شکار کھیلتے ہیں اور وہ یہاں آ کر شکار مارا جاتا ہے۔ اب انڈین حکومت نے بندوبست کر لیا ہے اور انہوں نے کانٹے دار تار لگا دی ہے اور انشاء اللہ العزیز اب ہرن نہیں آئیں گے۔ جو شکاری پنجاب سے جاتے تھے جو سینکڑوں کے حساب سے ہرن وغیرہ مار کر لاتے تھے وہ انشاء اللہ ان کو نہیں ملیں گے۔

جناب والا! اب میں دیہی ترقی کی طرف آتا ہوں۔ ہمارے بھائی پیپلز پروگرام کا بڑا شور کر رہے ہیں۔ یہ ایک پنجابی کا محاورہ ہے۔ اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو عرض کرتا ہوں۔☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

(قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری: جناب والا! یہ بات یہ اپنی پارٹی کے اندر رکھیں۔ ایسی گفتگو یہ ایوان کے اندر مت لائیں۔

(قطع کلامیاں)

☆ ☆ ☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب والا میں نے محاورے کے طور پر یہ استعمال کیا ہے۔ میرا ہرگز مقصد یہ نہیں تھا۔ بہرحال میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ آپ واپس لیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جی میں یہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کیے جاتے ہیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب والا! پیپلز پروگرام کی صورت حال یہ ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے یہ بیان سب سے پہلے دیا تھا کہ میں اپنے ہارے ہوئے لوگوں کو ڈویلپمنٹ کے لیے تیس تیس لاکھ روپیہ دوں گا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جہاں پیپلز پارٹی کے لوگ جیتے ہیں وہاں سے ان کے لوگ ہارے ہیں اور پیپلز پارٹی والوں کے لیے ڈویلپمنٹ فنڈز میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ اگر اس کے بعد پیپلز پروگرام مرکز نے بنا دیا ہے پھر ان کو اس پر شور نہیں مچانا چاہیے۔ یہ خودبات شروع کرتے ہیں۔ اگر اس کے مقابلے میں مرکز سے اس کا انسداد کیا جاتا ہے تو پھر شور مچانے کی ضرورت نہیں۔

اس طرح میں عشر اور زکواۃ کے بارے میں مَیں اپنے علاقے کی بات کروں گا۔ میں پھر آپ کو واقعات بتاؤں گا۔ یہ آپ نوٹ کر لیں کہ پچھلے دس گیارہ سالوں میں ہمارے چکوک میں ایک پیسے کی ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی۔ انہیں دیکھ دیکھ کر علیحدہ کیا گیا ہے اور انہیں اس سے محروم رکھا گیا ہے۔ میں آپ کو اس بات پر چیلنج کرتا ہوں۔ آپ اندر سے کوئی کمشن مقرر کر لیں کہ جہاں سے میرے چک کی حد شروع ہوتی ہے دونوں طرف سے پکی سڑکیں آتی ہیں۔ لیکن وہاں پر آکر دونوں اطراف سے پکی سڑکیں بند کر دی گئی ہیں۔ یہ اس لیے بند کر دی گئی ہیں کہ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کے کسی لیڈر یا کارکن کا علاقہ ہے۔ یہ آپ دیکھ لیں۔ اس میں شور مچانے کی ضرورت نہیں۔ آپ میں سے وہاں کوئی آدمی چلا جائے۔ میرے علاقے کے ضلع کے کونسل کے چیئرمین آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھ لیں کہ پچھلے دس سالوں سے ہمارے چکوک میں کیا خرچ ہوا اور دوسرے چکوک جو ہمارے مخالف ہیں وہاں پر کیا خرچ ہوا۔ اس لحاظ سے اگر پیپلز پروگرام شروع ہوتا ہے تو ان کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

جناب والا! تعلیم و تربیت کی بات ہو رہی ہے۔ تعلیم و تربیت کی صورت حال یہ ہے کہ

تعلیم تو غائب ہو گئی ہے۔ لیکن کالجز اور یونیورسٹی میں کلاشنکوف کی تربیت ضرور ہو رہی ہے اور امتحانوں کی اس قدر بد ترین صورت حال ہے۔ میں بڑے وثوق اور پوری ذمہ داری سے یہ بات کر رہا ہوں کہ ہمارے بہاولپور ڈویژن میں ایک بورڈ ہے۔ اس بورڈ کا ہر امتحان ہر سنٹر ہر پرچہ لاکھوں روپے میں بکا کرتا تھا۔ وہاں بے چارہ ایک غریب محمد اکرم چلا گیا تھا وہ کنٹرولر امتحانات تھا اس نے وہاں جا کر ان سب باتوں کو بند کر دیا۔ اب پتا نہیں کہ اس پر اس وجہ سے عتاب آئے گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ایک رکن نے اس کی ایک بات کیوں کی ہے لیکن آپ اس کی تحقیقات کرا لیں۔ اس نے نہ تو کوئی سنٹر بکنے دیا۔ نہ اس نے کوئی پرچہ آؤٹ ہونے دیا۔ نہ اس نے کوئی غلط نمبر لگائے۔ اس کی پاداش میں اسکے دفتر میں جا کر غنڈوں نے اس کو مارا۔ پیٹا اور دھمکیاں دیں کہ اگر تم نے یہ سختی ختم نہ کی اور ہمارے لوگوں کو پاس نہ کیا تو تمہیں اس سے زیادہ سخت سزا ملے گی۔ جناب والا! صوبہ میں امن و امان کی یہ صورت حال ہے اور ایمانداری سے کام کرنے والوں کی یہ عزت ہے۔

جناب والا! صحت کی صورت یہ ہے۔ مجھے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی ہسپتال میں کسی غریب کو disprine تک نہیں ملتی۔ وہ بھی اسے بازار سے خریدنا پڑتی ہے۔ لیکن ایک بات جو ہسپتالوں میں عام ہو گئی ہے اس کے متعلق میں اپنے علاقے کی بات کروں گا۔ فقیر والی میں دو ڈاکٹر صاحبان ہیں وہ ہر روز غلط medico legal دے رہے ہیں۔ اگر میاں بیوی تھانے جھگڑا آ جائیں تو وہ دونوں کو 326'325 کا medico legal دے دیتے ہیں۔ وزیر صحت بیٹھے ہیں۔ و پچھلے چار' چھ مہینے کا ریکارڈ منگوا لیں۔ ہر روز انہیں 326'325 کے medico legal ملیں گے۔

جناب والا! بیت المال کی صورت حال ہے۔ بیت المال کا لفظ استعمال کرنے سے بیت المال کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ بیت المال کبھی سرکاری پیسے سے نہیں بنا کرتا۔ بیت المال کی روح یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لاؤ' بیت المال میں ڈالو' قوم کو تمہارے سرمائے کی ضرورت ہے۔ تو لوگوں نے اپنے گھر کا سارا سرمایہ' آدھا سرمایہ' تیسرا حصہ لا کر اس بیت المال میں ڈال دیا اور اس طرح بیت المال بنا اور پھر اس بیت المال کو استعمال کرنے والے وہ لوگ تھے کہ بیت المال کے تیل سے جو دیا جل رہا ہوتا تھا' ذاتی کام کرتے وقت اس کو بجھا دیا کرتے تھے۔ اگر یہ صورت حال پیدا کر لیں اور اس طرح

بیت المال بنائیں تو ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ ہم بھی اپنی جائیدادوں کا آدھا حصہ اس بیت المال میں ڈالتے ہیں اور اس کے بعد وہ جو تیل کا دیا بند ہو جایا کرتا تھا' یہ بھی بند کر دیا کریں اور اس طرح نواز شریف بیت المال سے لوگوں پر خرچ نہ کریں۔ پھر ہم اس بیت المال پر کوئی اعتراض نہ کریں گے۔

جناب والا! رشوت کی صورت حال یہ ہے کہ میں اپنے علاقے میں پولیس کے ضمن میں واقعات پوری ذمہ داری سے کھڑے ہو کر دھرا رہا ہوں کہ فقیر والی شہر میں فقیر والی پولیس نے چھاپہ مارا اور ایک عورت اور ایک مرد کو زنا کرتے ہوئے پکڑا۔ یہ ابھی چند دنوں کی بات ہے اور وہ مرد وہاں پنجاب حکومت کا کرتا دھرتا تھا۔ راتوں رات اس لڑکے کو دوڑا دیا گیا اور اس کی جگہ پر بازار سے غریب کا بیٹا پکڑ کر زنا میں چالان کر دیا گیا۔ میں یہ پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں۔ آپ اس کی تحقیق کروائیں۔ اگر یہ بات غلط ثابت ہو جائے تو میں اپنی سیاست سے استعفیٰ دینے کے لیے تیار ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

یہ ایک مثال ہے۔ یہ ہنسنے کی بات نہیں۔ یہ سب کچھ آپ کر رہے ہیں اور کروا رہے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ پھر زکواۃ کمیٹیاں بنیں۔ انہوں نے اپنے لوگ مقرر کیے۔ میں نے کہا کہ ایک آدمی اپنا رکھ لو' ایک ہمارا رکھ لو۔ دیہاتوں میں جائیں' جہاں ان کی اکثریت ہے' وہاں ان کا چیئرمین بناؤ' جہاں ہماری اکثریت ہے وہاں ہمارا آدمی چیئرمین بناؤ۔ انہوں نے اس کمیٹی کو معطل کر کے اپنے خاص آدمی رکھے اور دیہاتوں میں جا کر مسجدوں میں بیٹھ کر کمیٹیاں بنائیں۔ لیکن اس کے باوجود تسلی نہیں ہوئی۔ وہ تمام کمیٹیاں پھاڑ دی گئیں اور وہاں نئے آدمیوں کو رکھ دیا گیا۔ آپ اس کی بھی تحقیق کروا لیں۔ اس کے بعد وہاں جو حشر ہوا' وہ لوگ جانتے ہیں کہ اتنی اپیلیں ہوئیں اور اتنی لوگوں میں بے چینی ہوئی۔ اس کے بعد مرکز نے عشر زکواۃ کی رقم کو روک کر یہ کہا کہ ہم پیپلز زکواۃ عشر کمیٹیاں بنائیں گے تو پھر اس پر انہیں واویلا نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں ہر آدمی کو اس صوبے میں رہنے کا حق ہے۔ یہ صورت حال نہیں کہ ون وے ٹریفک چلائی جائے۔ جناب والا! ہمارے ہاں سے سیم نالہ گزر رہا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: ٹھیک ہے' السلام علیکم۔

جناب سپیکر: جناب ملک غلام محمد ٹوانہ صاحب۔

ملک غلام محمد ٹوانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

جناب والا! میں بغیر تمہید باندھے محترم وزیر خزانہ کی خدمت میں ایک انقلابی اور متوازی بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! نامساعد حالات اور وفاق کی طرف سے بے جا رکاوٹوں میں ایسا بجٹ پیش کرنا جس میں کہ کوئی نیا ٹیکس نہ لگایا گیا ہو' ایک مثالی بات ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

جناب والا! میں کوشش کروں گا کہ اس مختصر اور محدود وقت میں اپنی تمام گزارشات پیش کروں۔ آغاز میں صوبے اور مرکز کے تعلقات سے کروں گا۔ جب سے مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوئی ہے' اس نے صرف اور صرف اس بنیاد پر پنجاب کو نشانہ بنا لیا ہے کہ پنجاب کے عوام کے غیور اور غیرت مند نمائندے اس کے ہاتھوں بک کیوں نہیں سکے؟ وہ یہاں پر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس بنیاد پر پنجاب کے عوام کو نشانہ بنانا یقیناً" حب الوطنی نہیں۔ جناب والا! وفاقی حکومت سے میری گزارش ہے کہ وہ ازروئے آئین پنجاب کے حقوق ادا کرے' پنجاب کو اس کا حصہ دیا جائے۔ اس میں قومی مالیاتی کمشن کی تشکیل ہے۔ اس کو تشکیل پانا چاہیے۔ تاکہ غیر ضروری تنازعات ختم ہو سکیں۔ یہیں پر میں چاول اور کپاس کی برآمد کے منافع سے پنجاب کے حصے کے لیے بھی عرض کروں گا کہ وہ بھی اسے ملنا چاہیے۔

جناب والا! جب سے ہم اس اسمبلی میں آئے ہیں' گیارہ سالہ آمریت کے دور کا بہت شور ہے۔ میں مارشل لاء کو اچھا جانتا ہوں اور نہ ہی اچھا کہہ رہا ہوں۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنی ترقی ہمارے دیہات میں اس آمریت کے دور میں ہوئی اتنی ترقی پیپلز پارٹی کے سابقہ دور سمیت کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔ اسی دور میں اس صوبے کی ایک نہایت پسماندہ تحصیل خوشاب کو ضلع کا درجہ ملا اور وہ بھی ترقی کی راہ پر چل پڑا۔ جناب والا! 77-1976ء میں اس وقت کے ضلع خوشاب میں صرف چار صحت کے مراکز تھے۔ جن کی تعداد آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چالیس تھی۔ اسی طرح باقی میدانوں میں بھی اس دور میں ترقی ہوئی۔ لیکن وہ علاقہ اب بھی بہت پیچھے

ہے۔ صرف پیچھے نہیں ہے' بلکہ میں کہوں گا کہ ضلع خوشاب صوبے کا منفرد ترین ضلع اس لحاظ سے ہے کہ وہاں اس ضلع میں جہاں دریائی علاقہ ہے' ریگستانی علاقہ ہے' پہاڑی علاقہ ہے' میدانی علاقہ ہے اور ہر علاقے کے مسائل دوسرے علاقے سے مختلف ہیں۔ جہاں پر کہ ریگستانی اور پہاڑی علاقوں میں ہم ایک ایک بوند کے لیے ترس رہے ہوتے ہیں۔ دریائی علاقے میں وہی پانی ہمارے لیے وبال جان بنا ہوا ہے۔ اس وقت خوشاب اور سرگودھا کے تقریباً" چالیس دیہات دریائے جہلم کے کنارے پر ہیں' انہیں دریا سے سخت خطرہ ہے۔ ہزاروں ایکڑ اراضی دریا برد ہو چکی ہے۔ خدشہ ہے کہ خدانخواستہ اگر اس سال سیلاب آیا تو کئی دیہاتوں کو منتقل ہونا پڑے گا' آبادی کو کہیں اور جانا پڑے گا۔ جناب والا! اس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے پنجاب حکومت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل ترقی کا جو criteria چل رہا ہے' اس کے لیے یونین کونسل کو بنیاد بنایا جا رہا ہے۔ یونین کونسل کی سطح پر صحت' تعلیم اور دیگر سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ میرا علاقہ چونکہ ریگستانی ہے وہاں پر یونین کونسلیں دو دو تین دیہات پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان کا آپس میں فاصلہ کئی کئی میل ہوتا ہے۔ چھ چھ سات سات ہزار آبادی کے دیہات ہوتے ہیں۔ وہاں پر یونین کونسل کی سطح پر جو سہولیات مہیا کر بھی دی گئی ہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ چھٹی ساتویں جماعت کے بچے کو یا بوڑھے بیمار کو چھ سات میل پیدل جانا اور آنا جب کہ سڑک بھی نہ ہو' اس کے لیے نہایت ناممکن ہے۔ میری گزارش ہے کہ تھل اور پہاڑی علاقے کو اس criteria سے مستثنیٰ کیا جائے اور وہاں پر چار ہزار سے اوپر کی آبادی کے گاؤں کو یونین کونسل کی سطح بہم پہنچائی جائیں۔ جناب والا! بجٹ میں مختلف مختص شدہ رقوم کے بارہ میں عرض کروں سب سے پہلے میں زراعت کے شعبے کے لیے عرض کرتا ہوں۔ زراعت کا محکمہ ہمارے کاشتکار کے لیے کچھ بھی نہیں کر رہا۔ میرے خیال میں اس محکمہ میں حکومت کو کچھ انقلابی قسم کی تبدیلیاں لانی چاہئیں۔ تاکہ یہ بھی کسی کاشت کار کے کام آ سکے۔ جناب والا! ٹیوب ویل کے لیے 22 کروڑ روپے کی رقم زراعت کے لیے مختص کی گئی ہے۔ جو ٹیوب ویل کی دیکھ بھال پر خرچ ہوگی۔ ابھی پچھلے دنوں آپ دیکھتے رہے کہ یہاں پر بھی ٹیوب ویلز کے متعلق خاصا شور رہا۔ میری گزارش ہے کہ ٹیوب ویلز کی دیکھ بھال ان کی مرمت ان کے بل یہ اتنا لمبا پروسیجر ہوتا ہے۔ وہاں پر موٹر جل جاتی ہے کچھ ٹوٹ جاتا ہے کچھ اور خرابی

ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے صوبہ کی سطح پر یا ڈویژن کی سطح پر اس کی رپورٹ آتے جاتے اتنا وقت لگ جاتا ہے کہ زمیندار کی فصل ختم ہو جاتی ہے۔ میری تجویز ہے کہ ان ٹیوب ویلوں کو متعلقہ بلدیاتی اداروں کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ وہ فوری طور پر ان کی دیکھ بھال کر سکیں اور زمیندار کو یا کاشت کار کو کوئی پریشانی بھی نہ ہو۔ اس کے لیے بلدیاتی اداروں کو کوئی پریشانی بھی نہ ہو۔ اس کے لیے بلدیاتی اداروں کو کوئی ٹیکس وصول کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان پر ہونے والے تمام اخراجات وہ برداشت کر سکیں گے۔ بلدیاتی اداروں کے لیے ایک بڑی رقم رکھی گئی ہے۔ یقیناً یہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں بڑی مدد کرے گی۔ اس سے ہمیں بڑی سہولت ملے گی۔ جناب والا! پسماندہ علاقوں کی ترقی تیز کرنے کے لیے فنڈ مختص کیے گئے اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ وزیراعلیٰ جناب نواز شریف صاحب نے کابینہ کی خاص کمیٹی تشکیل دی ہے۔ جو بارانی علاقوں کی دیکھ بھال کرے گی اور اس کے لیے تجاویز دے گی۔ بجٹ میں جناب جہاں دیگر پسماندہ علاقوں کا ذکر کیا گیا ہے بارانی علاقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس میں میانوالی' بھکر' خوشاب جیسے پسماندہ ترین علاقوں کا ذکر نہ ہے۔

جناب والا! بارانی علاقوں کے ایک ماسٹر پلان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ماسٹر پلان پر عمل درآمد کے لیے ایک بڑی رقم رکھی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس ماسٹر پلان پر عمل درآمد کرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر ہماری حکومت اس کو دیکھ لے گی کیونکہ اس ماسٹر پلان کو میں نے پڑھا ہے۔ اس میں بھکر' میانوالی' خوشاب اور لیہ کے اضلاع کے لیے ماسوائے اس کے اور کوئی منصوبہ نہیں کہ اس علاقے کے زمیندار بھیڑ بکریاں پالیں۔ جناب والا! جب بھیڑ بکریاں ہی پالنی ہیں۔ وہ تو ہمارے آباؤاجداد صدیوں سے پالتے چلے آ رہے ہیں۔ جب تک پانی نہیں ہوگا وہ بھیڑ بکریاں کہاں سے پانی پئیں گی۔ چارہ کہاں سے آئے گا اور جب بارش نہیں ہوتی تو دریائے جہلم اور دریائے سندھ کی طرف تھل کے علاقے کے لوگ اور زمیندار کاشت کار بھیڑ بکریاں پالنے والے اپنا مال مویشی پالنے والے دریا کے علاقے میں جا کر تین تین مہینے اور چار چار مہینے کسی کے پاس بیٹھتے ہیں۔ بنیادی ضرورت پانی کی ہے اس کا ماسٹر پلان میں کوئی ذکر نہیں۔ میری گزارش ہے کہ اسے دوبارہ دیکھ لینا چاہیے۔ اس کے لیے چاہے اسمبلی میں سے ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ وہ اسے دیکھیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اس ماسٹر پلان پر جناب والا کافی بحث ہوئی تھی۔ کیونکہ جب یہ پیش ہوا تھا تو میں بھی وہاں پر

موجود تھا۔ اس وقت بھی میں نے یہی گزارش کی تھی اور ہم سے وعدہ بھی کیا گیا تھا کہ منتخب نمائندوں سے اس بارہ میں رائے لی جائے گی۔ مگر اس بارہ میں قطعاً" کوئی رائے نہیں لی گئی اب اس پر عملدرآمد کی نوید بھی سن رہے ہیں۔ جناب والا! صحت تعلیم' پبلک ہیلتھ اور دیگر محکموں کے لیے جو رقوم کم وسائل کے ہوتے ہوئے مختص کی گئی ہیں۔ بھاری رقوم ہیں نہایت خوش آئند بات ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ ان کی تقسیم کے وقت تمام علاقوں کو برابر نمائندگی دی جائے۔ ایسا نہ ہو جیسا کہ پچھلے سال میں تعلیم کے شعبے میرے قریب ترین اضلاع میں راہوالی اور بھکر 212 اور 119 سکول ملے اور میرے ضلع خوشاب کے حصہ میں صرف 19 سکول آئے۔ اگر ایسی بات ہوئی تو یقیناً" کسی علاقے کی حق تلفی ہوگی۔ اس کے علاوہ جناب ٹیوب ویلز کے لیے ایک رعایت حکومت نے تجویز کی ہے۔ وہ بہت بڑی رعایت ہے۔ اگر کوئی ٹیوب ویل خشک ہوا تو اس کا کوئی خرچ نہیں لیا جائے گا۔ خشک bore کی فیس نہیں لی جائے گی۔ اس کے بارے میں میری گزارش ہے کہ ٹیوب ویل خشک نہیں نکلتا۔ اس کا پانی کاشت کاری کے لیے مناسب نہیں ہوتا۔ تب ہم اس کو یہ کہتے ہیں کہ یہ فیل ہوگیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اگر اس کا پانی کاشت کاری کے لیے نامناسب ہو تو اس کی بھی فیس نہ لی جائے اور پنجاب حکومت بیت المال کے سلسلے میں جو اقدامات کر رہی ہے۔ غریب اور نادار بچیوں کی شادی کے سلسلے میں یا بے گھروں کے لیے 7 مرلہ سکیم کے سلسلے میں میں سمجھتا ہوں کہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے آج پنجاب میں امن و سکون ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شریف اور نیک لوگوں کی حکومت ہے۔ یہ قابل تحسین باتیں ہیں۔ ہمیں اس کے شکر گزار ہونا چاہیے۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے موقع بخشا۔ شکریہ۔

جناب فضل حسین رانا: جناب والا! ایک نقطہ ہے کہ پچھلے سال آپ نے پارلیمنٹیرین کے لیے ایک انعام رکھا تھا۔ میری استدعا ہے کہ اس مرتبہ آپ پریس فوٹوگرافر کے لیے ایک انعام رکھیں اور وہ انعام اس شخص کو دیں جس نے آج تصویر کھینچی ہے جو جنگ اخبار میں لگی ہوئی ہے۔ بڑی خوبصورت تصویر ہے اور بڑے لمحے اس نے مقید کیے ہیں اور اگر کوئی خوبصورتی کا ایوارڈ رکھیں تو جن کی وہ تصویر ہے آدھا آدھا ان کو دے دیا جائے۔ دونوں برابر خوبصورت لگتے ہیں۔

جناب سپیکر: ملک امان اللہ صاحب۔

ملک امان اللہ: اللہ کے بابرکت نام سے ابتداء کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! شکریہ' مجھے اس بات پر بڑا افسوس ہے اور کئی دفعہ تو شک و شبہ بھی پیدا ہوگیا ہے۔ کہ ہم کیا قومی اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں یا یہ صوبائی اسمبلی پنجاب ہے۔ زیادہ باتیں مرکزی معاملات پر ہوتی رہی ہیں۔ مرکزی بجٹ پر تنقید ہوتی رہی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اپنے صوبے کی حد تک دھیان دیتے صوبے کی باتیں کرتے لیکن زیادہ وقت دوسروں کی باتیں کرنے میں گزارا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ میں دودھ پینے والے مجنوں یا خون دینے والے مجنوں کی باتیں نہ کروں۔ اپنے علاقائی مسائل پر زیادہ تر باتیں کروں سب سے پہلے ایک جملت کے رکن نے ہمارے کارکنوں پر کچھ ایسی تنقید کی تھی۔ انہوں نے چور ڈاکو نہ جانے کیا کیا کہا تھا۔ ہمارے نزدیک وہ قابل احترام ہیں۔ انہوں نے جمہوریت کی جدوجہد کے لیے کام کیا تھا اور جس جماعت کے رکن نے یہ اعتراض کیا تھا۔ ان حضرات کا جنم وہ ایک ایسی جماعت کی کوک سے پیدا ہوئے ہیں۔ جنہوں نے پاکستان کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ پاکستان جب بنا ہے تو انہوں نے مخالفت کی تھی۔ آج جمہوری دور میں یا جمہوریت کی جدوجہد کرنے والوں کو وہ لوگ ڈاکو کہہ رہے ہیں جن کا اپنا کردار کیا ہے۔ جناب والا! بجٹ کے خوبصورت کتابچے یا رنگین صفحات دینے سے پنجاب کے مسائل کا کوئی حل نہیں۔ اچھا ہوتا کہ پنجاب کے غریب عوام کے لیے کچھ ایسے اقدامات کیے جاتے کہ ہم جو پنجاب کی اکثریت ہیں ان کے وسائل بڑھانے کے لیے سوچتے۔ یہاں یہ بات ہے کہ پنجاب کی 85 فیصد آبادی جو غربت' افلاس اور بھوک میں مبتلا ہے۔ ان کا مزدور صبح سے لے کر شام تک 35 روپے یومیہ کماتا ہے اور شام کو جب وہ اپنے بچوں کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنے بچوں کا پیٹ بھی نہیں بھر سکتا ہے اور یہاں پر غریبوں کی بات کرنے والے اسلام کے نام پر قوم کو کچھ ایسی باتیں سنانے والے یہ بھول گئے ہیں کہ وہ تو ائرکنڈیشن کمروں میں بیٹھ کر پینتیس پینتیس ہزار روپے ٹیلیفون کے ڈائل کر کے کما رہے ہیں اور غریب اسی طرح ہیں۔ میں تو یہ بات کہنے میں فخر محسوس کروں گا کہ پنجاب کے غریب کے ساتھ ایک دھوکہ ہو رہا ہے اور یہ ارادتاً" ایک مخصوص طبقہ کر رہا ہے۔ ہمارے سکولوں کی حالت دیکھیں۔ یہاں پر گرز تو بہت دے دیے گئے ہیں۔ کہ اتنے ہزار پرائمری سکول بنا دیے گئے ہیں۔ اتنی بلڈنگیں بنا دی گئی ہیں۔ لیکن کبھی ان لوگوں نے دیکھا ہے

کہ ان سکولوں کی حالت کیا ہے۔ ہمارے دیہاتی بچے اکثر بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ 50 فیصد سے زیادہ سکول ایسے ہیں جن کے بچے شیشم اور کیکروں کی چھاؤں کے تلے پڑھ رہے ہیں۔ ان بدنصیبوں کے بیٹھنے کے لیے ٹاٹ بھی میسر نہیں اور انہوں نے بڑا فخریہ انداز میں کہہ دیا ہے کہ یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے۔ جناب والا! تعلیم میں ہمارا جو مظلوم طبقہ ہے' غریب طبقہ ہے۔ اسے پسماندہ رکھنے کے لیے کچھ سازشیں کی جا رہی ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ حکومت پنجاب اعلان کرتی کہ پنجاب میں پیدا ہونے والا ہر بچہ پنجابی ہے اور ہر بچے کو یکساں مواقع میسر کیے جائیں گے تاکہ وہ اپنی تعلیم حاصل کر سکے۔ لیکن جناب والا! ان لوگوں کے اس طبقہ کے بچے تو ائرکنڈیشن کمروں میں بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں اور ان کے لیے جو آپ نے استاد مہیا کر رکھے ہیں وہ تو بڑی مہربانی کر رہے ہیں۔ پنجاب کے وزیر تعلیم کے ہر روز نئے فرمان جاری ہو جاتے ہیں جو تھرڈ ڈویژن غیر تربیت یافتہ آدمی ہیں۔ ان کا تقرر کیا جا رہا ہے۔ خدارا! ہمارے بچوں پر رحم کریں۔ یہ غیر تربیت یافتہ اساتذہ کیا کریں گے۔ یہ غیر تربیت یافتہ اساتذہ ان بچوں کو کیا پڑھائیں گے۔ جنہیں خود بھی دو جمع دو برابر چار کا لفظ نہیں آتا ہے اور یہ ہمارے بچوں کا مقدر بن چکے ہیں۔ آپ کے بچے تو بڑے اچھے اچھے اساتذہ سے پڑھیں۔ لائق اور فائق اساتذہ ان کے لیے مقرر کیے جائیں اور ہمارے بچوں کے لیے آپ نے یہ سٹاف مقرر کر رکھا ہے۔ باتیں کرتے ہیں کہ ہم انصاف مہیا کر رہے ہیں۔ باتیں کرتے ہیں کہ پنجاب کے لیے بہت سی باتیں ہو رہی ہیں۔ جناب والا! اس طرح یہاں صحت کے میدان میں بڑے معرکے مارے گئے ہیں۔ اتنے ہزار طبی بنیادی یونٹ بنا دیے گئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ بنیادی یونٹ اینٹیں کھڑی کرنے سے ہمیں علاج معالجہ کی سہولتیں میسر آ گئی ہیں؟ جناب والا! میں ایسی مثالیں پیش کر سکتا ہوں اور میں ان طبی یونٹوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ وہاں پر کوئی بھی ڈاکٹر نہیں۔ ڈاکٹر تو درکنار وہاں پر ڈسپنسر نہیں۔ ڈسپنسر بھی چھوڑیں دوائی بھی نہیں۔ اینٹوں نے ہمارا علاج کرنا ہے۔ اس طرح سکولوں کی حالت تو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ پھر پولیس کے کارنامے دکھائے گئے ہیں۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ پولیس یا ایڈمنسٹریشن کے لیے ہمیں خرچ کرنا چاہیے۔ خرچ کر کے کوئی بہتر نتائج حاصل کرنے چاہئیں۔ لیکن پنجاب پولیس اور پنجاب ایڈمنسٹریشن ایک مخصوص طبقے کی لونڈی بن چکی ہے۔ میں معذرت سے یہ بات کہوں گا۔ یہ حقیقت ہے پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے کہ کھوپڑی کسی کی پھٹی ہوتی ہے'

نتیجہ کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے جس ملک میں مدعی جھوٹے ہیں' گواہ جھوٹے ہیں' تفتیشی جھوٹے ہیں' ڈاکٹر جھوٹے ہیں۔ حتیٰ کہ عدالتیں جھوٹی ہوں۔ کہاں رہ رہے ہیں آپ؟ کیا یہی پاکستان ہے' کیا یہی سنہرا پنجاب ہے۔ جناب والا! ہمیں ان چیزوں کو دیکھنا ہوگا۔ اگر پنجاب میں ہمیں کچھ کرنا ہے تو ہمیں ایڈمنسٹریشن کے آدمیوں کو چیک کرنا ہوگا۔ انہیں بتانا ہوگا کہ ان کے فرائض کیا ہیں۔ یک پارٹی کو ختم کرنے کے لیے سارا زور نہیں لگا دینا چاہیے۔ خدارا! پچاس فیصد ہی انصاف کر یں۔ اگر 50 فیصد آپ انصاف کریں گے تو کچھ نہ کچھ ضرور حل ہو جائے گا (اس مرحلہ پر گھنٹی بجی) گھنٹی بھی بج گئی ہے۔ یہاں پر تو تیس تیس منٹ ملتے ہیں۔ جب ہم آئے ہیں تو پانچ منٹ کے بعد جناب نے گھنٹی شروع کر دی ہے۔ جناب والا! اب میں اپنی تقریر مختصر کروں گا۔ جناب چیف منسٹر نے میری تحصیل میں میرے شہر میں اور میرے ہی حلقے سے نیشنل اسمبلی کا الیکشن لڑا تھا اور وہاں پر انہوں نے ایک جلسہ عام میں فرمایا تھا کہ اگر میں یہاں سے Elect ہو جاؤں تو میں پسرور کو پیرس بنا دوں گا۔ جناب والا! پسرور پیرس بننے سے تو رہا وہ پسرور شہر اب نالہ ڈیک کی زد میں ہے۔ نالہ ڈیک نے اپنا رخ تبدیل کر کے پسرور شہر کی طرف کر دیا ہے۔ جناب چیف منسٹر اگر سن رہے ہوں یا کوئی بھی آدمی سن رہا ہو تو انہیں بتا دیں کہ ہمیں پیرس تو نہ دیں پسرور ہی رہنے دیں' پسرور کو تو بچا لیں۔ اسی طریقے سے سڑکوں کے بارے میں بہت سی باتیں ہو چکی ہیں کہ ہم نے اتنے ہزار کلومیٹر سڑکیں بنا دی ہیں۔ آپ نے اپنے گھروں کے لیے بنائی ہوں گی۔ جن لوگوں کا حق ہے وہاں پر سڑکیں نہیں بنی ہیں۔ میں خصوصی طور پر بارڈر کے لوگوں کی بات کروں گا۔ بارڈر کے ہر گاؤں نے 1965ء اور 1971ء میں جانی قربانیاں دی ہیں۔ کسی نے دس بیس پچاس اور ایک گاؤں ایسا ہے جس کا نام چارواہ ہے۔ اس کے مکین میں سے ساڑھے چار سو انسانی جانیں ایک رات میں شہید ہوئیں۔ وہ پاکستانی تھے۔ اسے دو سڑکیں لگتی ہیں۔ ایک مغرب کی طرف سے اور ایک جنوب کی طرف سے اور شرم کی بات ہے کہ ان دونوں سڑکوں کے راستے ناقابل گزر ہیں۔ وہاں گڑھے پڑے ہوئے ہیں وہ کچی سڑکیں ہیں۔ پاکستان میں اس سے بڑھ کر کسی گاؤں نے قربانی نہیں دی۔ یہاں امراء کے گھروں کو ڈبل ڈبل سڑکیں مل جائیں اور جن لوگوں نے پاکستان کے ناتے پر قربانیاں دی ہیں ان کا دھیان بھی نہ ہو۔ یہ کیا ہے آپ کا بجٹ؟ ہم اس بجٹ کو کیا مانتے ہیں۔ یہ صرف آپ کا مخصوص بجٹ ہے۔ آپ کے طبقے کے لیے ہے۔ غریبوں کا اس میں

کوئی حق نہیں' غریب پس رہے ہیں۔ غریب کے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا ہے۔ (اس مرحلہ پر گھنٹی بجی) اچھا جناب گھنٹیاں بجائے جاؤ میں چھوڑ دیتا ہوں۔

محترمہ بیگم نجمہ حمید: جناب سپیکر! میں ایک منٹ لینا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی بیگم صاحبہ!

محترمہ بیگم نجمہ حمید: جناب والا! ہمارے فاضل رکن نے بہت لمبی اور اچھی تقریر کی ہے اور خاص غریبوں کے لیے بہت باتیں کی ہیں۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ یہاں پر پرائم منسٹر صاحبہ آئی تھیں۔ بڑے بڑے سکولوں اور چھوٹے سکولوں کی بات کی گئی ہے۔ لیکن وہ اپنی سن میں پچاس لاکھ روپیہ عطیہ دے گئی ہیں۔ وہی اگر غریبوں کے سکولوں میں پچاس پچاس ہزار روپیہ بھی دے جاتیں تو ایک کروڑ سکول پنجاب کے اور پاکستان کے اس سے استفادہ حاصل کر سکتے تھے۔ غریبوں کی بات تو کرتے ہیں لیکن اس پر ان کے پرائم منسٹر صاحبہ نے خود ہی عمل درآمد نہیں کیا۔ پرائم منسٹر صاحبہ نے بھی اتفاق پر بجٹ بنایا ہے۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! یہ بات آپ اپنی تقریر میں بھی فرما سکتی ہیں۔ بیگم صاحبہ آپ بجٹ پر تقریر کرنا چاہتی ہیں؟

محترمہ بیگم نجمہ حمید: جناب والا! میں ان کی بات کا جواب دینا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: ان کی بات کا جواب نہ دیں بلکہ یہ بات اپنی تقریر میں کہیئے۔ شکریہ تشریف رکھیں۔ جو حضرات اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔ آج میں ان کے نام آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ دونوں اطراف سے نام بتاؤں گا۔ چودھری صداقت علی صاحب اور ان کے بعد چودھری محمد اکرم صاحب (بہلولنگر) جناب غلام شبیر صاحب۔ میاں عبدالستار صاحب۔ کرنل محمد یامین صاحب۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب۔ چودھری مہدی خان صاحب۔ چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب۔ ملک بلال دین ڈھکو صاحب۔ محمد افضل چن صاحب۔ غلام صابر انصاری صاحب۔ چودھری غلام حسین صاحب اور شیخ محمد اقبال صاحب۔ احمد خان بلوچ صاحب۔ شیخ محمد اقبال صاحب' سید محمد اکبر صاحب اور ادھر سے ان صاحبان کے نام ہیں۔ چودھری محمد اشفاق صاحب' جناب جاوید محمود گھمن صاحب' چودھری قربان علی چوہان صاحب' بابو محمد منیر صاحب' ڈاکٹر ضیاء اللہ بخش صاحب' سید ذاکر حسین صاحب' میاں اظہر حسن ڈار' راجہ صفدر صاحب' چودھری صفدر صاحب' جاوید علی شاہ

صاحب' اکبر ویس صاحب بول گئے ہیں۔ آغا ریاض الاسلام صاحب' باجی نصرت صاحبہ اور چودھری ظہیر خان صاحب۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! میرا نام بھی شامل کر لیجئے۔

جناب سپیکر: کیا آپ آج بولنا چاہتے ہیں؟

جناب غلام سرور خان: جی جناب والا!

جناب سپیکر: ٹھیک ہے آپ کا نام شامل کر لیتے ہیں۔

حاجی غلام رسول شادی خیل صاحب' میاں محمد فاروق صاحب' صاحبزادہ محمد احمد صاحب۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اس کے بعد آج شام کو پانچ بجے سیشن ہے۔ میں نے یہ نام اس لیے بولے ہیں کہ جن صاحبان کے نام میرے پاس ہیں وہ آج بولنا چاہتے ہیں۔ شام کو پانچ بجے سیشن ہوگا اور جن صاحبان کے نام میں نے بولے ہیں۔ یہ صاحبان ضرور تشریف لائیں گے اور اپنا اظہار خیال کریں گے ان میں سے جو صاحبان آج شام کو تشریف نہیں لائیں گے۔ میں سمجھوں گا کہ وہ بجٹ پر بات نہیں کرنا چاہتے۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! پھر میرا نام کل صبح کے سیشن کے لیے کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: کیوں کر دیا جائے؟

جناب غلام سرور خان: جناب والا! شام کے سیشن کا مجھے پتہ نہیں تھا اور آج شام کو میرا اپنا کوئی ذاتی نوعیت کا پروگرام ہے۔

جناب سپیکر: اگر کوئی بہت مجبوری ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب غلام سرور خان: ٹھیک ہے اگر بہت مجبوری ہے تو ہم اسے کل پر رکھ لیتے ہیں۔ باقی جن صاحبان کے نام میں نے بولے ہیں وہ سب صاحبان شام کو پانچ بجے ضرور تشریف لائیں بمع جناب جاوید گھمن صاحب کے۔

جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! میں نے اپنا نام 15 یا 17 کے لیے دیا تھا۔

جناب سپیکر: نہیں جناب یہ تو آج کے لیے ہے اور میرے سامنے وہ لسٹ پڑی ہوئی ہے اور اس میں آپ کا نام ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! قائد حزب اختلاف بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے توسط سے

میں نے 15 کو یا 17 تاریخ کے لیے اپنا نام دیا تھا۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ مجھے 15 یا 17 تاریخ دے دیں۔

جناب سپیکر: اجلاس آج شام پانچ بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی شام پانچ بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

شام کی نشست

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

بدھ 14- جون 1989ء

(چہار شنبہ 9 ذی القعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 6 بج کر 20 منٹ پر منعقد ہوا۔

جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُ
السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَ
السَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِ
بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْ
اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُ
مِمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ
سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔

سورہ النحل آیت 77:

اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہ
جیسے آنکھ جھپکنا' بلکہ اس سے بھی جلدی یقیناً" اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور اللہ تع
نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اس نے تم
کان دیے اور آنکھ اور دل تاکہ تم شکر کرو۔ کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمانوں کے میا

میں مسخر ہو رہے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے۔ اس میں ایمان والے لوگوں کے لیے چند دلیلیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کے اون اور ان کے روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی بعض مخلوقات کے سائے بنائے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے ایسے کپڑے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کپڑے بنائے جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ تم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرمانبردار رہو۔ پھر اگر یہ لوگ اعتراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

تحریک استحقاق پیش کرنے کے لیے رولز کی معطلی کی درخواست

جناب سپیکر: اب ہم بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق تھی۔ جو آپ نے آج take up کرنی تھی۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے لیکن آج کی یہ نشست خصوصی طور پر بجٹ پر بحث کے لیے رکھی ہے۔ یعنی ایک مخصوص مقصد کے لیے آج کی نشست منعقد کی ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! رولز سسپینڈ کر دیں۔ آدھا گھنٹہ عنایت فرما دیں۔ جناب کے فرمان کے مطابق ہی ہے کہ وہ بہت اہم ہے۔ میں ویسے اس کی admissibility پر ایک قانونی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اگلے روز کر لیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! رولز سسپینڈ کر دیں۔ رول میں every sitting لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! every sitting کا کہیں نہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ جو رول 54 ہے یہ بہت واضح ہے۔ اس میں کوئی ambiguity نہیں۔

> "A member wishing to raise a question of privilege shall give notice in writing to the Secretary not less than one hour before the commencement of the sitting on the day the question is proposed to be raised. If the question raised is based on a document, the notice shall be accompanied by the document, unless the member satisfies the Speaker that the document is not readily available:
>
> Provided that the Speaker may, if he is satisfied about the

urgency of the matter, dispense with the requirement of notice and allow a question of privilege to be raised at any time during the course of sitting after the disposal of questions.

The Rule 55(ii) states that :

"not more than one question shall be raised by the same member at the same sitting;

جناب ہر جگہ پر "sitting" کا لفظ ہے۔ 56 میں بھی وہی ہے mode of discussion کی بھی sitting پر base ہے۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب ! میرے خیال میں یہ بات apply نہیں کرتی۔ ابھی تک morning sitting اور evening sitting ہم نے بجٹ پر بحث کے لیے خصوصی طور پر منعقد کی ہے۔ تو اس پر بھی privilege motion کو ہمیں اسی طرح take up کرنا ہوگا۔ میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ sitting کی continuity- یہ sitting جناب نے صبح adjourn فرمائی اور 5 بجے کی دوسری sitting جناب نے مقرر فرمائی۔ جناب نے کہا کہ ابھی شام پانچ بجے تک adjourn کیا جاتا ہے۔ تو جناب جب adjourn ہوگیا تو پھر اب یہ قانونی طور پر دوسری نشست ہے۔ تو اس میں جدھر بھی لفظ استعمال ہوا ہے وہ sitting کا ہوا ہے۔ جناب یہ 56 میں بھی یہی ہے کہ۔

Proviso to Rule 56 reads :

"Provided that where a member is allowed to raise a question of privilege during the course of sitting under the proviso to rule 54..."

تو جناب 202 کے تحت suspend فرما دیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں رولز کو معطل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے یہ sitting ایک

مخصوص مقصد کے لیے کی ہے کہ ہم نے بجٹ پر discussion کرنی ہے۔ اس لیے یہ Ordinary نہیں۔ اس میں رولز کو معطل کرنے کی ضرورت نہیں اور ہمیں تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو اب ہم اس پر discussion شروع کرتے ہیں۔ چودھری صداقت علی صاحب۔

میزانیہ بابت 90-1989 پر بحث (...جاری)

چودھری صداقت علی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ جناب والا! مجھ سے پہلے بجٹ پر کافی discussion ہو چکی ہے اور ہر طرح سے اس کو discuss کیا گیا ہے۔

جناب والا! ہمارے ملک میں ایک وفاقی بجٹ پیش کیا گیا ہے اور یہ ہمارے صوبے کا بجٹ ہے اور عوام نے اس کی بابت فیصلہ کر دیا ہے۔ صوبائی بجٹ کی بابت کسی بھی جگہ پر کوئی بے چینی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ جبکہ جو بجٹ مرکز کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اس پر جس بے چینی اور جس عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور مجھے بڑے افسوس سے یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ ہماری ایک پارٹی جس کا منشور اور جس کے نعرے ہمیشہ یہ رہے ہیں کہ ہم اس ملک میں غریبوں کے لیے کام کریں گے۔ ہم نے اس ملک میں غریبوں کو up lift کرنا ہے لیکن انہوں نے جو اپنا پہلا بجٹ پیش کیا ہے وہ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ غریب مزید پس کر رہ گئے ہیں اور یہ ان کے دعوے کے بالکل منافی ہے۔ جناب والا! یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ اس کو ہمیشہ نعروں سے چلانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے اور مجھے بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں کہ مرکز میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوئی ہے لیکن اتنے عرصے میں اس ملک کا جتنا نقصان ہوا ہے وہ شاید کبھی بھی نہ ہوا ہو۔ آپ افغانستان کی مثال لے لیں وہاں پر جو تحریک مزاحمت چل رہی تھی اور جو تحریک آزادی چل رہی تھی اس کا جو حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے وہ تحریک جو کامیابی کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی وہ اب ناکامی میں بدل رہی ہے اور اس کی وجہ ہماری مرکز کی حکومت ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ foreign policy discuss نہیں کر سکتے۔ آپ صوبائی بجٹ پر بات کر رہے ہیں۔ تو آپ اپنی تقریر کو اس حد تک محدود رکھیئے۔

چودھری صداقت علی: ٹھیک ہے جناب والا!

جناب سپیکر! یہ ملک اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سی قربانیوں کے بعد عطا کیا ہے اور ہم اس ملک کی جتنی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں وہ اتنی ہی کم ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم صرف نعروں سے کام لیتے ہیں اور اس سے آگے ہم نہیں جاتے۔ ابھی میرے دوستوں نے جو تقاریر کیں توانہوں نے پنجاب کے حالات کو discuss تو کیا لیکن انہوں نے سندھ کی بابت کوئی بات نہیں کی۔ سندھ کے حالات آپ لوگوں کے سامنے ہیں جناب والا! بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہاں حالات اس حد تک جا چکے ہیں کہ ہمارے وہ دوست جو وہاں پر ہی پیدا ہوئے ہیں اور وہاں پر ہی انہوں نے پرورش پائی ہے اور جو وہاں پر ہی سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آج ان پر سکولوں اور کالجوں کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور انہیں کہا گیا کہ آپ اب آئندہ کالج میں نہیں آسکتے۔ اس کی دو مثالیں میرے پاس ہیں۔ ابھی پرسوں ہی ایک لڑکا میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں وہاں پر میڈیکل کا طالب علم ہوں۔ لیکن میری یہ حالت ہے کہ میں کالج میں داخل نہیں ہوسکتا۔ آپ مجھے ادھر کسی کالج میں داخل کرا دیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں؟ جناب والا! یہ ملک جو ہم سب کا ہے۔ یہ ملک جس میں ہم سب کو بھائیوں کی طرح رہنا چاہیے اس میں یہ پابندی ہے کہ وہ لڑکا وہاں پر تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ جو وہاں پر پیدا ہوا اور جس نے وہاں پر ہی پرورش پائی اور جس کا یہ حق ہے اور دنیا میں nationality by birth کا اصول مانا ہوا ہے اور یہ اصول ساری دنیا میں تسلیم شدہ ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ وہاں پر تعلیم حاصل نہیں کر سکتا اور ہماری حکومت اس کی بابت کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔

جناب والا! اس کے علاوہ جو دوسرے حالات ہیں وہ سب آپ کے سامنے ہیں۔ ہمارا کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ ہے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے جو سندھ میں الیکشن لڑا ہے اس نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے خلاف پروپیگنڈا کر کے الیکشن لڑا ہے۔ پنوں عاقل کی چھاؤنی کو انہوں نے مسئلہ بنایا تھا کہ جب ہم کامیاب ہوں گے تو لوگوں کی زمینیں لوگوں کو واپس کر دیں گے۔ اس تعصب کی بناء پر انہوں نے یہ مہم شروع کی تھی جو قابل افسوس ہے۔ جناب والا! یہ بجٹ بہت قابل تعریف ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ کیونکہ اس بجٹ میں کوئی ٹیکس تجویز نہیں کیا گیا۔ عوام پہلے ہی بوجھ کا شکار ہیں۔ ان کے بوجھ کو محسوس کرتے ہوئے کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا اور اتنا

متوازن بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ کہ شاید آئندہ دور میں اس کی مثال نہ مل سکے اس میں وسائل کی کمی کے باوجود بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں اور یہ بات بھی اس میں ہے کہ ہمیں جو گرانٹ سینٹر سے صوبوں کو ملا کرتی تھی اسے بھی کم کر دیا گیا ہے۔ مگر کم گرانٹ کے باوجود اتنا اچھا بجٹ پیش کیا گیا ہے اور مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ ہمیں سینٹر سے جو حصہ ملنا چاہیے تھا وہ انہوں نے نہیں دیا۔ پچھلے سال انہوں نے ہمیں 52.17 فیصد شیئر دیا تھا اور اس سال اسے کم کر کے 51.93 فیصد کر دیا گیا ہے جو قابل مذمت اور قابل افسوس ہے اور پانچ سال پہلے ہمارے صوبے کا حصہ 27 فیصد تھا اور اب اسے بھی کم کر کے 21 فیصد کر دیا گیا ہے جو قابل افسوس ہے اس بجٹ میں 81 فیصد حصہ دیہی ترقی کے لیے مخصوص کیا گیا ہے اور ہماری اسی فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے تو اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے کہ یہ جو 80 فیصد دیہاتوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اسے حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے استعمال ہونے کے انشاء اللہ بہت اچھے نتائج سامنے آئیں گے اس کے علاوہ بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں اور یہ بھی ہمارے پنجاب اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے کہ ہمارے ملک میں اس حد تک سڑکیں بنائی گئی ہیں۔ اس حد تک ہسپتال بنائے گئے ہیں۔ سکول بنائے گئے ہیں اور بہت سے فلاح و بہبود کے کام کیے گئے ہیں۔ 1970ء سے 1977ء تک کے حالات اور پچھلے تین سالہ دور کے بعد اب جو ہمارا دور چل رہا ہے۔ اگر موازنہ کیا جائے تو ان کا کام ہمارے عشر عشیر بھی نہ تھا اور اب جو کام ہوا ہے وہ آپ دیکھتے ہیں کہ جس طرف بھی آپ جائیں اسی طرف آپ کو سڑکیں نظر آئیں گی۔ بہت سے دیہاتوں میں سکول بن رہے ہیں' ہسپتال بن رہے ہیں' یونیورسٹیاں بن رہی ہیں اور اب تو ہم اس حد تک آ گئے ہیں کہ ہم نے خواتین کے لیے ایک علیحدہ یونیورسٹی کے قیام کی بھی کوشش کی ہے اور اس بجٹ میں بیت المال کا قیام قابل ستائش ہے۔ اس کی ہم جتنی بھی تعریف کریں وہ کم ہے۔ اس لیے کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہمارے معاشرے میں رہنے والے غریبوں کی مدد کریں۔ حکومت نے بڑی کوشش کی ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے اپنے پاس سے رقم مخصوص کرے اور پرائیویٹ سیکٹر پر یہ لاگو کرے اس کے بعد جو رقم اکٹھی ہو اسے غریبوں میں تقسیم کیا جائے اور جب ہم اس طرح سے اپنے ملک کے غریبوں کا خیال کریں گے تو انشاء اللہ احساس محرومی ختم ہو جائے گا۔

جناب والا! جیز فنڈ بھی قابل ستائش ہے۔ یہ رکھنا چاہیے تھا اس کے علاوہ یہ سات مرلہ اور تین مرلہ رہائش سکیم ہماری حکومت کے ذہن کی عکاسی کرتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ہر فرد کے پاس رہنے کے لیے گھر ہو' ہر فرد کے پاس سر چھپانے کے لیے سایہ ہو ہم صرف کھوکھلے نعرے نہیں لگاتے' ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم غریبوں کے لیے یہ کریں گے وہ کریں گے ہم اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں ہم نے ان کے لیے سات مرلے کے ساڑھے چار لاکھ اور تین مرلے کے 30 ہزار پلاٹ مختص کیے ہیں اور یہ ہماری سوچ کا واضح اظہار ہے اور جب ہم یہ پلاٹ بنائیں گے اور جب یہ پلاٹ لوگوں کو تقسیم کریں گے تو لوگوں میں پایا جانے والا احساس محرومی ختم ہو جائے گا اور پیپلز پارٹی کے دعوؤں کی قلعی کھل جائے گی اور 688 کچی آبادیوں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے 10 کروڑ کی رقم جو پچھلے سال رکھی گئی تھی اسے بڑھا کر 25 کروڑ 80 لاکھ روپے کر دی گئی ہے اس سے ہماری کچی آبادیوں کے دوستوں کے مسائل حل کرنے میں بہت زیادہ مدد ملے گی کم آمدنی والے لوگوں کے لیے بھی رقم رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سرکاری شفاخانوں کے لیے بھی رقم بڑھا دی گئی ہے ہر آدمی کو اس بجٹ میں accommodate کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ بجٹ ہر آدمی کا بجٹ ہے۔ اور وہ لوگ جو صرف پنشن پر گزارہ کرتے ہیں ان کے لیے بھی بہت زیادہ سہولتیں رکھی گئی ہیں اور ان بچوں کے لیے بھی اس بجٹ میں کافی سہولتیں رکھی گئی ہیں۔

اگر جناب والا! اس بجٹ کا سابقہ بجٹوں سے موازنہ کیا جائے تو یہ بجٹ ایک فلاحی بجٹ ہے۔ اس کے علاوہ میں پیپلز پروگرام پر بات کروں گا۔ جناب والا! پیپلز پروگرام میں جو دولت استعمال ہوگی وہ قومی دولت ہے اس میں میرا بھی ٹیکس ہوگا۔ اس میں ہر آدمی کا ٹیکس ہوگا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوا چاہتا ہے۔

چودھری صداقت علی: جناب والا! مجھے دو منٹ اور عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

چودھری صداقت علی: دو منٹ دے دیں۔ میں ذاتی طور پر پیپلز پروگرام کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ ویسے بھی بجٹ پر بات کر چکے ہیں۔

چودھری صداقت علی: جناب سپیکر! دو منٹ کے لیے وقت دے دیں۔ کیونکہ پیپلز پروگرام کی وجہ سے جو مسائل ہم نے پیش کرنے ہیں وہ تو آنے چاہئیں۔

جناب سپیکر: چلیں دو منٹ میں ختم کریں۔

چودھری صداقت علی: جناب سپیکر! پیپلز پروگرام پر جو سرمایہ خرچ کیا جائے گا وہ ہمارا قومی سرمایہ ہے نہ کہ وہ پاکستان پیپلز پارٹی کا سرمایہ ہے۔ اس کی ترتیب اگر اس انداز سے کی جاتی کہ ہر آدمی کے فائدے کے لیے کام کیا جاتا تو اس کو سراہا جا سکتا تھا لیکن انہوں نے ان کی ترتیب تو ایسے کی ہے کہ وہ لوگ جو الیکشن میں ہار گئے ہیں' وہ لوگ جو صرف پیپلز پارٹی کے ورکرز ہیں ان کو پیپلز پروگرام کا ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ جو تعمیر و ترقی کا کام ہے یہ صوبے کا کام ہے۔ یہ لوکل کونسلز کا کام ہے۔ اس لیے ان کا یہ کام بلا جواز ہے۔ ایک طرف تو یہ جمہوریت کے دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف غیر جمہوری اقدامات اٹھا رہے ہیں۔ یہ ہمارا حق ہے اس طرح ہماری ایک گورنمنٹ کے خلاف عملی طور پر ایک متوازی گورنمنٹ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو قابل مذمت ہے۔ صوبے کے پاس اپنے تعمیراتی ادارے موجود ہیں۔ بلدیاتی اداروں کے پاس بھی ایسے ادارے موجود ہیں اور اگر انہوں نے واقعی لوگوں کی فلاح و ترقی کرنی ہے تو یہ ڈویلپمنٹ وہ ہمارے ذریعہ کروا سکتے ہیں اور ویسے بھی یہ جو جگہ ہے جہاں پر یہ ڈویلپمنٹ کرنا چاہتے ہیں یا تو وہ میونسپل کمیٹیز کی پراپرٹی ہے یا وہ ڈسٹرکٹ کونسلز کی پراپرٹی ہے۔ یا وہ صوبائی حکومت کی پراپرٹی ہے۔ کون سی جگہ پر یہ ڈویلپمنٹ کرنا چاہتے ہیں؟ یہ بلا وجہ ہمارے اختیارات میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جمہوری طریقے سے منتخب ہو کر آئے ہیں۔ عوام نے ہمیں ووٹ دیے ہیں۔ میں میونسپل کمیٹی ڈسکہ کا چیئرمین ہوں۔ وہاں پر میں نے اپنا نکاسی آب کا روڈز کا اور دوسرا پروگرام ترتیب دیا ہوا ہے۔ اگر اس کے خلاف انہوں نے کام کیا اور ہماری پلاننگ کے خلاف انہوں نے ایسی کوئی نالی بنا دی' کوئی ایسی گلی بنا دی جس سے سارا نکاس کا سلسلہ تباہ ہو جائے گا تو اس کا کون ذمہ دار ہوگا؟ اور اس سلسلہ میں جو نقصانات ہوں گے اس کا کون ذمہ دار ہوگا؟ اس لیے یہ پروگرام ہماری عوام کے لیے' ہمارے لوگوں کے لیے نہیں یہ پیپلز پارٹی کے لوگوں کی جیبیں بھرنے کے لیے ہے۔ اس لیے اس کی جتنی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جناب چودھری محمد صفدر صاحب۔

چودھری محمد صفدر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب عالی! یہ بجٹ جو وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے یہ خسارے کا بجٹ ہے۔ خسارے کے بجٹ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اخراجات زیادہ کیے گئے ہیں اور آمدن کم۔ تو یہ خسارہ بھی اگر مرکزی حکومت پنجاب کی مدد نہ کرتی تو یہ اس سے کہیں زیادہ ہوتا لیکن وزیر خزانہ نے مرکزی حکومت کی اس دریا دلی کو بھی اپنی بہادری سمجھا اور انہوں نے اسے اپنی کوششوں کا نتیجہ بتایا ہے کہ ان کی کوشش کی وجہ سے یہ خسارہ کم ہوا ہے لیکن ایسی بات نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرکزی حکومت نے ایسا اقدام اٹھایا کہ جو اس نے اپنے ٹیکسز وصول کیے تھے۔ ان کی وجہ سے پنجاب کو زیادہ حصہ ملا۔ اس لیے پنجاب کا خسارہ کم ہوا ہے۔ ویسے بھی اس بجٹ میں جو سب سے زیادہ وزیر خزانہ نے رونا رویا ہے وہ بجٹ کم پیش کیا ہے لیکن مرکزی حکومت کے خلاف شکایات زیادہ کی ہیں اور ایسے لگتا ہے کہ جیسے انہیں مرکزی حکومت بالکل پسند ہی نہیں۔ اسی دوران انہوں نے یہ کہا ہے کہ پچھلی حکومتیں تو بہت اچھی تھیں لیکن اس حکومت سے ہمارا نبھاہ نہیں ہوسکتا۔ پنجاب حکومت کو تو وزیر خزانہ کہتے ہیں کہ یہ عوام کی منتخب حکومت ہے۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مرکز کی حکومت بھی پاکستان کے عوام نے منتخب کی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ جو افہام و تفہیم کا درس انہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں دیا ہے۔ اس کو عملی جامہ خود بھی پہنائیں اور سچے دل سے مرکزی حکومت کو تسلیم بھی کریں۔

اس بجٹ میں انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے کوئی ٹیکسز نہیں لگائے یہی تو رونا ہے کہ اگر ٹیکسز نہیں لگائے تو پھر آپ روتے کس لیے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے نہیں؟ یہ نہیں آپ نے اپنی آمدنی کو خود ہی بڑھانا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ جہاں پر ٹیکسز لگائے جا سکتے ہیں تو آپ ضرور ٹیکس لگائیں مثلاً" میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ حال ہی میں پراپرٹی کی قیمتیں پنجاب میں بہت بڑھی ہیں اور یہ جو رجسٹری وغیرہ ہوتی ہیں ان پر sales tax بڑھائی جا سکتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا

کہ غریبوں پر ٹیکس لگائے جائیں لیکن جہاں پر ٹیکس لگانے چاہییں جو لوگ برداشت کر سکتے ہیں ان پر آپ ضرور ٹیکس لگائیں تاکہ پنجاب کی آمدن بڑھے۔ ایک طرف تو پوری بجٹ تقریر میں یہ رونا رویا گیا ہے کہ ہمارے پاس وسائل کی بہت کمی ہے ہم یہ نہیں کر سکتے' وہ نہیں کر سکتے۔ لیکن دوسری طرف شاہانہ شاہ خرچیوں کی ایک مثال قائم کر دی ہے کہ تقریباً 70 کے قریب وزیر' مشیر اور پارلیمانی سیکرٹری بھرتی کر لیے ہیں تو پھر بے چارہ پنجاب کا بجٹ کیا کرے گا۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں اپنے دوست کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مرکز میں 100 سے بھی زیادہ وزیر' مشیر ہیں۔

چودھری محمد صفدر: جناب یہ مرکز نہیں۔ یہ پنجاب اسمبلی ہے۔

جناب خالد لطیف کاردار: اس میں چار صوبے ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ ان کی تقریر میں مداخلت نہ فرمائیں اور جو صاحبان ابھی بات کرنا چاہتے ہیں وہ اس سلسلہ میں بات کر سکتے ہیں۔ مداخلت نہ فرمائیں۔ ان کو اپنی بات کرنے دیں۔

چودھری محمد صفدر: پھر یہ انصاف کی بات کرتے ہیں اور یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ اے ایس آئی' تحصیل دار' ایک ایک' دو دو' لاکھ روپے لے کر بھرتی کیے جا رہے ہیں۔ ان میں کوئی پچاس سال کا ہے اور کوئی ان پڑھ ہے تو پھر خزانہ یہاں کیا کرے گا؟ وزیر خزانہ کیا کریں گے دوسری بات یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے لیے 130 کروڑ روپے block allocation میں رکھے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 130 کروڑ روپے کا نہ تو کوئی حساب ہے اور نہ ہی کوئی accountability ہے۔ ایک اور شوشہ انہوں نے بیت المال کا چھوڑا ہے۔ اب پتا نہیں کہ یہ بیت المال پنجاب کی عوام کے لیے بنایا ہے یا وزیر' مشیر یا جو کچھ بھی ہیں ان کے لیے بنایا ہے۔ کیونکہ 10 کروڑ روپے سے تو میرا خیال ہے کہ پنجاب کے عوام کی کوئی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ پہلے بھی اس قسم کے کام کے نام پر کافی دھوکہ دیا جا چکا ہے۔ تو اب میری گزارش یہ ہے کہ آپ لوگوں کو زیادہ بے وقوف نہ بنائیں اور یہ بات لوگ ماننے کے لیے تیار بھی نہیں۔

اس بجٹ کی اور لحاظ سے بھی بندر بانٹ کی گئی ہے کہ کچھ علاقوں کو تو اتنا دے دیا گیا ہے کہ کروڑوں روپیہ شاید وہ ہضم بھی نہ کر سکیں لیکن کچھ علاقوں کو تو ایک پائی بھی نہیں دی گئی۔ میرا

علاقہ بھی انہی میں سے ایک ہے کہ جہاں پر اس بجٹ میں کوئی سکیم نہیں دی گئی اور بعض جگہ پر یونین کونسلوں کو بھی نوازا گیا ہے۔ پھر یہ تنقید کرتے ہیں جو بھی اٹھتا ہے وہ تنقید کرتا ہے کہ پیپلز پروگرام' پیپلز پروگرام' بھئی آپ پیپلز پروگرام سے کیوں ڈرتے ہیں؟ اگر پیپلز پروگرام پنجاب میں شروع ہوگا تو وہ پنجاب کے لوگوں کے لیے ہوگا۔ اس میں آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

ابھی حال ہی میں نصرت بھٹو صاحبہ نے والٹن روڈ لاہور کی ایک بستی پر ایک سڑک کا افتتاح کیا تھا۔ میں بھی وہاں پر گیا تھا لیکن اگر اس بستی کو دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ لاہور کا حصہ نہیں۔ وزیر خزانہ صاحب کی تو اس بستی پر نظر نہیں پڑی۔ تو اگر کوئی کام کرتا ہے تو اس پر یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کو روکا جائے۔ دوسری بات جو میں عرض کروں گا وہ یہ ہے کہ انہوں نے پچھلے سال ٹرانسپورٹ کے لیے 63 لاکھ روپے مختص کیے تھے۔ لیکن اس دفعہ اس مد میں انہوں نے ایک پائی بھی نہیں رکھی۔ ان کا خیال ہے کہ Public Transport کی کوئی ضرورت نہیں۔ حالانکہ پرائیویٹ ٹرانسپورٹ ہی درمیانے اور غریب طبقہ کی سواری ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس کاریں ہیں وہ تو کاروں پر سفر کرسکتے ہیں۔ غریبوں کو اس کی کیا ضرورت ہے؟

جناب والا! لاہور میں جو اومنی بس چلتی ہے اس کو دیکھ کے رونا آتا ہے کہ جو حکومت ایک چھوٹی سی ٹرانسپورٹ نہیں چلا سکتی وہ اتنا بڑا بجٹ کیسے بنا سکتی ہے۔ یا پنجاب کی حکومت کو کیسے چلا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وزیراعلیٰ صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر شہر میں ہم آئندہ فری ٹرانسپورٹ چلائیں گے۔ بھئی آپ کے پاس بسیں ہی نہیں تو فری ٹرانسپورٹ کیسے چلائیں گے؟ برطانیہ اور امریکہ جیسے ممالک فری ٹرانسپورٹ نہیں چلا سکے تو آپ کس قسم کے دعوے کررہے ہیں۔

دوسری بات میں جنگلات کے بارے میں کہوں گا۔ جنگلات ہمارے ملک میں صرف 3 فیصد ہیں حالانکہ 20 فیصد ہونے چاہیں۔ پچھلے سال انہوں نے جنگلات کے لیے 21 کروڑ رکھے تھے لیکن اس دفعہ انہوں نے 20 کروڑ رکھے ہیں۔ خیر جو بھی انہوں نے رکھا ہے سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیکھنا یہ چاہیے کہ پچھلے سال انہوں نے جو اکیس کروڑ رکھا تھا اس سے جنگلات کی شرح

بڑھی ہے۔ اس کی بھی کچھ جواب دہی ہونی چاہیے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو بھی عملہ یا جس کو یہ غیر ترقیاتی خرچہ کہتے ہیں اس کا کام کہ جو بھی جنگلات ہوں ان کے درخت کاٹ کر بیچ دیے جائیں۔ ہر سال آپ پیسے تو رکھ دیتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھا کریں کہ ان پیسوں سے ہمارے ملک میں جنگلات بڑھے ہیں یا اس سے بھی کم ہوئے ہیں۔ بجٹ میں پیسے رکھ دینا بڑا آسان کام ہے۔

جناب والا ! انہوں نے 112 کروڑ روپے امن عامہ کی صورت حال کے لیے رکھے ہیں۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں' ہم سفر کرتے ہیں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ان کو ٹریفک کا کوئی خیال نہیں ہوتا' وہ صرف منتھلی اکٹھی کرتے ہیں۔ اور ہر سال کروڑہا روپیہ پولیس اپنی جیب میں لے جاتی ہے۔ ہمارے تھانے رشوت کا گڑھ ہیں۔ ان کا کام صرف رشوت لینا ہے۔ غریب آدمی کا کوئی پرچہ نہیں کاٹتا' کوئی شنوائی نہیں لیکن پھر بھی جناب وزیر خزانہ کہتے ہیں کہ 212 کروڑ روپے اور اس مد میں دینے چاہییں۔

جناب والا ! انہوں نے تعلیم کے لیے 121 کروڑ روپے رکھے ہیں لیکن تعلیم کی حالت بھی یہ ہے کہ کچھ کالجوں کے لیے جہاں ان کے بچے پڑھتے ہیں ان کو زیادہ فنڈز دیے گئے ہیں' جہاں یہ غریب ہمارے جیسے لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں ان کی نہ چھت نہ دروازہ ہے اور پھر یہ کہتے ہیں کہ آؤ ان کا مقابلہ کریں۔ یہ تو اسی طرح ہے کہ ایک آدمی کو کار دی جائے ایک کو موٹر سائیکل اور ایک کو سائیکل پر سوار کر دیا جائے اور پھر ان سے کہا جائے کہ اب ریس لگائیں بھلا آپ میں سے کون جیتتا ہے۔ اس قسم کے اخراجات کے بارے میں میری استدعا ہے کہ وہاں پر بھی دیے جائیں جہاں غریب لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں۔

جناب والا ! ہیلتھ پر انہوں نے 130 کروڑ روپیہ رکھا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ آپ کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں اس کے لیے کمیٹی بنالیں اور کسی بھی ہسپتال کا معائنہ کریں تو آپ کو کسی بھی ہسپتال عملہ سے کوئی دوائی' کوئی پٹی نہیں ملے گی۔ ایک بلڈنگ ہوگی وہاں پہ کچھ عملہ ہوگا جو غریبوں کو لوٹ رہا ہوگا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ 130 کروڑ روپے کے فنڈز دینے کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمارے ملک کے غریب عوام کو فائدہ ہوا ہے یا نہیں۔ یہ چیزیں نوٹ کرنی چاہییں۔

اس سلسلہ میں مَیں اپنے حلقہ کے متعلق بھی بات کرنا چاہوں گا کہ اس بجٹ میں میرے حلقہ کے لیے بھی کوئی سکیم نہیں دی گئی۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہاں کے عوام نے پیپلز پارٹی کے

آدمی کو منتخب کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ وزیر خزانہ سمجھتے ہیں کہ اس حلقہ کے لوگ پنجابی نہیں۔ یہ ہر جگہ پنجابی' پنجابی کی رٹ لگائے رکھتے ہیں۔ تقریباً" پیپلز پارٹی کا 102 حلقہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ آدھا پنجاب بنتا ہے تو ان کا کیا خیال ہے کہ وہاں پنجابی نہیں رہتے۔ یہ کہتے ہیں کہ نہیں' ہم نے retaliate کرنا ہے۔ کس کے خلاف retaliate کرنا ہے؟ پنجاب کے خلاف تو ان چیزوں سے اور retaliation سے باز رہیں۔ افہام و تفہیم سے ہی کام چل سکے گا۔ مرکز کے ساتھ افہام و تفہیم سے چلیں۔ مرکز کی بات مانیں۔

کھاریاں ایک تحصیل ہیڈکوارٹر ہے۔ وہاں پر کوئی ڈگری کالج نہیں۔ میں نے پچھلے بجٹ میں بھی وزیر خزانہ صاحب سے بات کی تھی کہ ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر میں ایک ڈگری کالج ہے تو کیا وجہ ہے کہ کھاریاں میں ڈگری کالج نہیں؟ لیکن شاید ان کو اس چیز کی کوئی پروا نہیں۔ یہ دعوے تو بڑے کر رہے ہیں کہ ہم نے اتنے کروڑ روپے رکھ دیے۔ یہ کر دیا ہے وہ کر دیا ہے۔ جناب والا! پلوں کے لیے انہوں نے 65 کروڑ روپے کی رقم مختص کی ہے۔ ایک پل جو کہ بہت ہی اہم ہے اور یہ بھمبر نالہ کا پل ہے۔ اس کے ساتھ تقریباً" سو دیہات ہیں اور اس پل کے لیے مجھ سے پہلے جو ایم پی اے رہ چکے ہیں انہوں نے بھی اس کے لیے کافی جدوجہد کی۔ میں نے بھی پچھلے بجٹ میں اس کے لیے درخواست کی تھی کہ یہ پل بننا چاہیے لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

میرے علاقہ میں واٹر سپلائی سکیم بھی ہونی چاہیے کیونکہ یہ علاقہ نیم پہاڑی علاقہ ہے اور لوگ ابھی تک وہاں پر جوہڑوں سے پانی پیتے ہیں۔ تو زیادہ سے زیادہ واٹر سپلائی کی سکیمیں اس جگہ پر ہونی چاہئیں جہاں پر واٹر سپلائی کی ضرورت ہو نہ کہ اس جگہ جہاں کسی کو نوازنا ہو چاہے وہاں پانی کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

گلیانہ منگلا روڈ جو کہ بہت ہی ٹوٹی پھوٹی ہے لیکن ضلع کونسل نہ تو اس کی مرمت کرتی ہے لیکن اس پر ایک جگا ٹیکس لگا رکھا ہے۔ اس طرح اور بھی سڑکیں ہیں کہ جہاں پر ان کی کوئی مرمت نہیں ہوتی لیکن جگا ٹیکس برابر وصول کیا جاتا ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ اس ملک سے جگا ٹیکس ختم ہونا چاہیے۔ بسوں کے اڈوں' سڑکوں اور دوسری جگہوں پر اس چیز کا تدارک کرنا چاہیے تاکہ غریب عوام سکھ کا سانس لے سکیں۔ جناب والا! میرے حلقہ میں ایک چک مال ہے۔ آج سے تقریباً" بیس سال پہلے اس چک کا اشتمال ہوا تھا لیکن ابھی تک وہ لوگ بے چارے

بے روزگار بیٹھے ہیں۔ انہیں پتا نہیں کہ ان کی زمین کہاں ہے اور کس کے پاس ہے۔ اس محکمہ کو انہوں نے کافی در خواستیں دی ہیں لیکن ابھی تک ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

میری گزارش ہے کہ آپ خود اندازہ کریں کہ بیس سال قبل گاؤں کا انتقال ہو چکا ہو اور ان لوگوں کو ابھی تک قبضہ نہ دیا جائے اور ان کی کوئی شنوائی نہ ہو تو ان کی حالت کیا ہوگی۔ میں اس بجٹ کو رد کرتا ہوں اور اگر یہ بجٹ پاس کیا گیا تو یہ صوبہ پنجاب کی معیشت کے ساتھ سب سے بڑا مذاق ہوگا۔

جناب سپیکر: شکریہ، چودھری صاحب۔

چودھری محمد صفدر: جناب والا! میری گزارش ہے کہ اس بجٹ میں ترمیم کریں تاکہ پنجاب کے عوام سکھ کا سانس لے سکیں۔

جناب سپیکر: جناب چودھری محمد اکرم صاحب۔

چودھری محمد اکرم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 90-1989ء پر اظہار خیال کا موقعہ فراہم کیا۔ ایک بات جو انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ ہمارے اس ہاؤس کے معزز اراکین نے سال رواں کے ضمنی بجٹ کے موقع پر اور آئندہ کے بجٹ پر اظہار خیال کرتے وقت زیادہ وقت ذاتیات پر صرف کیا۔ موضوع زیر بحث کی بجائے ذاتیات کو زیر بحث رکھ کر نہ تو اس معزز ایوان کے وقار میں اضافہ ہوا اور نہ ہی معزز اراکین کے اپنے شایان شان تھا۔ میں ایک بار پھر آپ کے توسط سے اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ اس ایوان کا وقار بحال کرنے کے لیے اپنے رویے میں مثبت تبدیلی لا کر اپنا فرض انجام دیں۔ جہاں تک موجودہ بجٹ کا تعلق ہے یہ جن نامساعد حالات میں تیار کیا گیا۔ وہ سب دوستوں پر عیاں ہے۔ وفاق اور صوبوں میں اختلافات مرکز کی جانب سے صوبوں میں فنڈز میں کمی کے اثرات موجودہ بجٹ پر اثر انداز ہوں گے۔ تاہم آئی جے آئی کی پنجاب حکومت نے اپنے سابقہ چار سالہ دور میں جن ترجیحات کو لے کر چلی تھی اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے موجودہ بجٹ میں خاصی رقم کا اضافہ کیا ہے۔ آئی جے آئی کی موجودہ حکومت کو جسے پنجاب پر حکومت کرنے کا حق ملا تھا۔ آج پھر اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ ایک بار اس ملک میں بے روزگاری، سستا انصاف، بے روزگاری کا خاتمہ، صحت، تعلیم اور ملک میں خاص کر پنجاب

میں پینے کے پانی جیسے منصوبوں پر زیادہ توجہ دے کر ملک کے عام شہری کی بنیادی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

جناب سپیکر! یوں تو ہر پارٹی جو بھی اس ملک کے الیکشن میں حصہ لیتی ہے وہ ووٹ لیتے وقت غریب عوام کی دعوے دار بن جاتی ہے۔ غریب لوگوں سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے ان کے بڑے خیر خواہ بنتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب بھی کسی پارٹی کو اقتدار میں آنے کا موقع ملا اس نے اپنے دور میں اپنے غریب بھائیوں کے لیے کچھ کیا۔ میں صرف یہی عرض کرنا چاہوں گا کہ گزشتہ چار سال میں جب میں بھی پنجاب اسمبلی کا ممبر تھا تو ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف صاحب نے ہم ممبران اسمبلی کی مشاورت کے ساتھ یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ آبادی کے تناسب کے لحاظ سے بجٹ صرف کیا جائے گا اور گزشتہ چار سال کی کارکردگی پر ایک نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات صاف عیاں ہے کہ جتنی ترقی دیہات میں اس چار سالہ دور میں ہوئی ہے اتنی 38 سالہ پاکستان کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی اور یہ بات مسلمہ ہے کہ تنقید برائے تنقید کرنے والے ہمارے ساتھی ہیں۔ اگر نظر عمیق سے اپنے گریبان میں منہ ڈالیں تو ان کا دل اس بات کی گواہی دے گا کہ صوبہ پنجاب کی ترقی جو گزشتہ 4 سالوں میں ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ان کی اپنی پارٹی کے اقتدار میں ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوئی تھی۔ اپنے غریب بھائیوں کی فلاح کے لیے اور انہیں احساس محرومی سے نکالنے کے لیے موجودہ بجٹ میں 10 کروڑ روپے کی ایک کثیر رقم دے کر بنیادی طور پر بیت المال کا اعلان بھی پاکستان کی تاریخ میں ایک منفرد حیثیت اور ایک مثال ہے۔ اس بیت المال فنڈز سے ہمارے وہ غریب بھائی' ہمارے صوبے کی بیوائیں اور یتیم بچے استفادہ حاصل کر سکیں گے جو قیام پاکستان کے بعد محرومیوں کا شکار ہو گئے تھے۔

جہاں تک ڈویلپمنٹ کا تعلق ہے۔ اس بارے میں جناب وزیر خزانہ ضمنی بجٹ کی اختتامی تقریر میں ایک واضح موازنہ پیش کر چکے ہیں اور ہر شخص نے یہ تسلیم کیا کہ ان چار سالہ دور میں جو ترقی کے کام ہوئے اتنے اس سے قبل بالکل نہیں ہوئے تھے۔ یہ ہر کسی نے یہاں تسلیم کیا ہے۔ تاہم مسلم لیگ کی گزشتہ چار سالہ جدوجہد میں جو جمہوریت بحال ہوئی اور جمہوریت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے موجودہ حکومت نے پہلی بار بجٹ میں 35 کروڑ روپے کی ایک گرانٹ رکھ کر مقامی حکومتی اداروں کے ذریعے نچلی سطح پر دیہات کی ترقی کے لیے خاص توجہ دی۔ اس سے ہمارے

چھوٹے اداروں کے ذریعے ہمارے دیہات کی ترقی کے لیے اس رقم کا استعمال زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

جناب والا! موجودہ حکومت کی دوسری ترجیحات تعلیم کے ضمن میں مختصراً" عرض کرنا چاہوں گا کہ گزشتہ 4 سال پہلے ہم صحیح موازنہ کریں تو بنیادی تعلیم کا یہ عالم تھا کہ ہمارے علاقوں' خاص کر دیہاتوں میں بنیادی پرائمری تعلیم کے حصول کے لیے اوسطاً" دو یا تین میل کی مسافت طے کر کے حاصل کرنا پڑتی تھی۔ یہ گزشتہ چار سالہ مسلم لیگ کی حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اس دور میں اپنی بنیادی تعلیم کے لیے ہر بچے کو اس کے گھر میں سہولت بہم پہنچائی گئی جو کہ ایک عام شہری کا بنیادی حق ہے۔ اس کے ساتھ ہی یونین کونسل کی سطح پر مڈل اور ہائی سکولوں کے درجے قائم کر کے دیہاتی بھائیوں کو فائدہ پہنچایا گیا اور موجودہ بجٹ میں تعلیم کی مد میں 1900 پرائمری سکولوں کا قیام' 1400 سکولوں کی عمارات بنانا' اس طرح سے گرلز پرائمری سے مڈل سکول 336 لڑکوں کے پرائمری سے مڈل سکول 100 اور 100 گرلز مڈل سکول سے ہائی اور 335 مڈل سے ہائی سکول کا درجہ دیا جانا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کے لیے ایک بڑی رقم مختص کی گئی ہے۔ جس سے ہمارے وہ علاقے جو کہ اتنی ترقی ہونے کے باوجود بھی پس ماندہ نظر آتے تھے یا کچھ لوگ تنقید کرتے تھے۔ انشاء اللہ اس سال وہ بھی cover ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! صحت' جو کہ ایک شہری کا بنیادی حق ہے اور اس سے استفادہ حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ میں اپنے ان بھائیوں سے دریافت کروں گا کہ آج سے دس گیارہ برس قبل صحت کا یہ عالم تھا کہ ہمارے شہروں میں تو ہسپتال موجود تھے۔ ان سے فائدہ ہمارے شہری بھائی اٹھاتے تھے مگر دیہات کے لوگوں کو کبھی رات کے وقت یا دن کو کسی مریض کو ہسپتال لے جانے کی ضرورت پڑ جائے تو اول تو ذرائع آمدورفت نہ تھے۔ اگر کسی نہ کسی طریقہ سے پہنچنا ہوتا تو کم از کم بیس پچیس میل کا سفر کر کے تحصیل ہیڈکوارٹر میں ایک ہسپتال میسر ہوتا تھا۔ وہاں آنا پڑتا تھا۔ میں یہ بات بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ گزشتہ چار سال میں ہماری حکمت عملی کے ذریعے ہر یونین کونسل میں ایک Basic Health Unit قائم ہوا اور ہر مرکز سطح پر ایک Rural Health Centre

قائم کیا گیا۔ یہ اتنی بڑی تبدیلی آئی ہے کہ جس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ میں بہاولپور ڈویژن کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے یہ بھی عرض کروں گا کہ بہاولپور ڈویژن ایک انتہائی پس ماندہ علاقہ ہے اور اس پس ماندگی کا احساس ہمارے ساتھیوں کو بھی تھا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے وزیراعلیٰ پنجاب نے بہاولپور میں چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کی اور ابھی پانچ چھ ماہ قبل بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا اور وہ اس لیے کہ ہمارے پس ماندہ علاقے کے لیے موجودہ قیادت کو پورا پورا احساس تھا کہ اسے ملک کے دوسرے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لایا جائے اور ایسی اتھارٹیاں گوجرانوالہ' مری' کوئٹہ یا ڈیرہ غازی خان میں قائم کی گئیں۔ ان اداروں کے ذریعے ہمارے وہ علاقے جو ابھی تک پس ماندہ ہیں۔ انشاء اللہ وہ بھی ترقی یافتہ علاقوں کے برابر آجائیں گے۔

جناب والا! میں مختصر کرتے ہوئے تھوڑا سا عرض کرنا چاہوں گا کہ۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! اسے ایک دو منٹ میں ختم کریں۔ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔

چودھری محمد اکرم: ٹھیک ہے۔

جناب والا! کبھی صبح کے اجلاس میں ہمارے ایک فاضل دوست جناب ویس صاحب نے فرمایا تھا اور انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ایوان میں ایک کمیٹی بھی تشکیل دی جائے جو میرے علاقے میں سروے کرے۔ انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ میرے علاقے میں آج تک کوئی ترقیاتی پروگرام شروع نہیں ہوا اور کسی چک میں کوئی منصوبہ نہیں بنا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں خود ضلع کونسل کا ممبر رہا ہوں۔ اکبر علی ویس صاحب اور ان کے ساتھی افتخار احمد بسرا بھی میرے ساتھ اسی ضلع کونسل کے ممبر رہے ہیں اور میں یہ بھی عرض کر دوں کہ میں اس وقت اپوزیشن میں تھا اور ان کے ساتھی اقتدار میں تھے۔ انہوں نے جس طرح سے ضلع کونسل کے فنڈز اپنے علاقے میں خرچ کیے۔ یہ بھی ان کو اچھی طرح سے معلوم ہے اور اس کے ساتھ ساتھ چودھری عبدالغفور صاحب جو ضلع کونسل میں چیئرمین رہے ہیں اور جب یہ ضلع کونسل کے ممبر تھے تو چودھری عبدالغفور یہاں پر صوبائی وزیر تھے۔ چودھری صاحب کی کوششوں سے نہ صرف یہ کہ اس علاقے کو مثالی بنایا گیا بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تعلیمی اداروں اور سڑکوں کا وہاں پر جال بچھ گیا ہے۔ بلکہ اب تو وہاں کی نہریں بھی پختہ ہو رہی ہیں۔ ہمارے ڈویژن میں یہ ایک مثال

ہے۔ ہمارے بہاولپور ڈویژن کے ساتھی یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی اس بات کی تردید کرے۔ ہارون آباد اور سکس ہار کا علاقہ جہاں سے ہمارے فاضل رکن تعلق رکھتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہاں کی نہریں پختہ نہیں ہو رہیں۔ یہ اسی وقت ہو رہا ہے جب ہماری دوسری ضروریات پوری ہوگئیں تو یہ ایک اضافی کام کیا گیا۔ جو کہ اس وقت شروع کیا گیا ہے۔ اس لیے میں اپنے ساتھیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ صرف تنقید کرنے کی بجائے حقائق کو سامنے رکھ کر بات کریں اوہ اتنے ناشکرے نہ ہوں کہ اتنے دور افتادہ علاقہ میں رہتے ہوئے ایک پس ماندہ علاقہ میں رہتے ہوئے اتنی سہولیات مل رہی ہیں۔ موجودہ قیادت کا پس ماندہ علاقے کی طرف کس قدر خیال ہے کہ ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی جا رہی ہے۔ جناب والا ! دس سال قبل ہماری بہاولپور ڈویژن میں پینے کے پانی کا یہ عالم تھا جناب والا! ہمارا کچھ علاقہ ریگستانی یا چولستانی علاقہ ہے۔ جناب سپیکر! آپ یقین جانیں کہ ہماری ماؤں' بہنوں کو چار پانچ میل کا سفر کر کے پینے کے لیے پانی حاصل کرنا پڑتا تھا۔ ہمارے پچھلے چار سالہ دور میں یہ ہوا کہ ہر چھوٹی بستی کم از کم ایک پختہ ڈگی ضرور تعمیر کرواتی ہے۔ لیکن ہمارے یہ ساتھی اس حقیقت کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں۔ کیا وہ صرف شہر کی حد تک سوچتے ہیں' شہروں میں تو پہلے بھی سہولتیں موجود تھیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ پنجاب کے دیہاتی رہائشیوں کی زندگی میں کوئی انقلابی تبدیلی آئی ہے؟ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب چار پانچ میل کا سفر کر کے ہماری مائیں' بہنیں پانی لاتی تھیں تو اس وقت ان کا دل کیا کہتا ہوگا۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے وہاں کے رہنے والے اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ اس دور میں ترقی ہوئی ہے اور بڑی بستیوں میں خاص طور پر پینے کے پانی کے لیے جو واٹر سپلائی سکیمیں بنائی گئی ہیں یہ ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس لیے میں اپنے بھائیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ حقائق کو مدنظر رکھیں اور موجودہ حکومت کی پالیسیوں کی نہ صرف تائید کریں بلکہ اپنی مثبت آراء سے نواز کر موجودہ حکومت کی حوصلہ افزائی کریں۔

جناب سپیکر: اجلاس ساڑھے سات بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد سات بج کر تینتالیس منٹ پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: محترمہ نصرت باجی صاحبہ۔

باجی نصرت رشید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سپیکر صاحب! میں پنجابی میں بولوں گی۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

بابی نصرت رشید: (اصل تقریر پنجابی میں) جناب والا! گزشتہ اجلاس میں ایک وزیر نے کہا تھا کہ راولپنڈی میں بارہ ڈیم بنائے جا رہے ہیں۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ ایک دو ڈیموں کے نام ہمیں بھی بتا دیں' کیونکہ میرا تعلق بھی راولپنڈی ضلع سے ہے اور میں نے وہاں سیاسی طور پر بھی کام کیا ہوا ہے اور مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ڈیم کن کن جگہوں پر بن رہے ہیں۔ بارہ میں سے صرف دو تین کے نام بتا دیں تو وہ بھی بہت ہوں گے۔ لیکن اب تک یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ ڈیم کہاں بنائے جا رہے ہیں تاکہ پانی کا مسئلہ حل ہو سکے؟

جناب والا! یہاں پر پیپلز پروگرام کو سب سے زیادہ اچھالا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ عوام کا پروگرام ہے اور علاقے کے لوگوں کو شامل کر کے یہ سارا پروگرام بنے گا۔ یہ نہیں کہ اس میں پیپلز پارٹی ہوگی' بلکہ پیپلز پارٹی سے ہٹ کر اس علاقے کے معزز لوگ بھی اس میں شامل ہوں گے اور جماعت اسلامی کے سوا دوسری سیاسی جماعتوں کو شامل کیا جائے گا' کیونکہ جماعت اسلامی کو شامل کرنا ایک بہت بڑا شیطانی عمل ہے اور وہ کام اس علاقے کے لوگوں کی مرضی کے ساتھ ہوں گے۔ مثلاً" اس علاقے میں سڑک بننی چاہیے یا گلی بننی چاہیے' یا پانی کا مسئلہ حل ہونا چاہیے یا پانی کا مسئلہ حل ہونا چاہیے یا سکول کا مسئلہ حل ہونا چاہیے۔ یہ اس علاقے کے لوگ یہ سارا طے کر کے یہ پروگرام بنا کر وہاں کی کمیٹی کو دیں گے اور وہ کمیٹی پاس کرے گی۔ اس کے بعد کام شروع ہوگا۔ وہ ٹینڈروں کے ساتھ شروع ہو کر ٹینڈر عام پبلک کے ہوں گے اور جو کمپنیاں رجسٹرڈ ہوں گی: وہ ٹینڈر دیں گی۔ ان میں اپنی مرضی کی کوئی کمپنی نہیں ہوگی۔ پیپلز پارٹی کا کوئی رکن کمپنی بنا کر اور رجسٹرڈ کروا کے ٹینڈر نہیں لے گا جو کہ ان بنچوں میں ہو رہا ہے وہ اس طرف نہیں ہوگا۔ پنجابی ہو کر آپ پنجاب کے خلاف بہت نفرت پھیلا رہے ہیں۔ کیا اس طرف کے لوگ پنجاب کے منتخب نمائندے نہیں؟ کیا انہیں پنجاب کے عوام نے منتخب نہیں کیا؟ آپ پنجاب کی رٹ لگاتے ہیں اور آپ نے پنجاب کا ٹھیکہ اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ صرف آپ لوگ پنجاب کے ٹھیکیدار ہیں اور ہم لوگ پنجاب کے دشمن ہیں۔ یہ بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہم بھی پنجابی ہیں اور محب وطن ہیں۔ ہم بھی مہاجر ہو کر جالندھر سے نہیں آئے ہوئے کہ ہم یہاں جالندھرستان" بنائیں۔ بلکہ ہم تو اس ملک کو صحیح طریقے سے چلانا چاہتے ہیں۔ اسلام کے دعوے گیارہ سال بڑے لگے ہیں۔ دعوے بڑے ہوئے ہیں لیکن عمل کچھ نہیں ہوا۔ آج سر اٹھا کر

دیکھیں تو اس اسلام کو اور اس کے دعوؤں کو دیکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں نماز' زکواۃ' قرآن کا علم ہے کہ ان پر عمل کیسے کرنا ہے اور ہمیں کس طریقے سے اسلام کے قوانین پورے کرنے ہیں۔ اس وقت یہاں میری بہن بشریٰ رحمٰن موجود نہیں۔ انہوں نے ایک جہاز کا بڑا ذکر کیا ہے۔ dressing کا اور bed room کا ذکر کیا ہے۔ کیا باتیں ہیں ان کی اور کس شان سے اور کس انداز سے یہ خاتون باتیں کرتی رہی ہیں۔ ہمیں عورت ہوتے ہوئے اپنے آپ پر شرم آتی ہے۔ میں بھی ایک عورت ہوں اور وہ بھی ایک عورت ہیں اور آپ دیکھیں کہ کن اندازوں کے ساتھ گفتگو ہوتی ہے۔ ہم لوگ جو بیٹھے ہوئے ہیں' ہم ان علاقوں میں سے نہیں آئے کہ جو dressing room میں داخل ہوں۔ اگر ہماری پرائم منسٹر گئی ہیں تو وہ خانہ کعبہ گئی ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق گئی ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہ وہاں جا کر dressing rooms کو سجانے پر لگ جاتیں۔ ایسی باتیں نہیں کرنی چاہییں۔ آپ آنے والے وقت کے لیے تیاری کریں۔ آپ پنجاب میں نفرتیں نہ پھیلائیں۔ آپ یہ کوشش کریں کہ آنے والا وقت آپ کا ہو اور پھر یہاں پرائم منسٹر کوئی آپ میں سے ہو۔ آپ اس طرح کی باتیں کریں گے تو کیا آپ آئندہ پرائم منسٹر بن سکیں گے؟ کبھی نہیں بنو گے۔ آپ کی حسرت کبھی پوری نہیں ہوگی۔ کیونکہ آپ صرف پنجاب کے نمائندے ہیں۔ آپ پاکستان کی بات نہیں کرتے۔ آپ پورے پاکستان کی بات کریں تو وزیراعظم بنیں۔ اگر آپ پورے پاکستان کی بات نہیں کرتے تو آپ وزیراعظم کیسے بنیں گے؟ آپ خزانوں کی بات کرتے ہیں۔ آپ بجٹ کی بات کرتے ہیں کہ مرکز کا بجٹ بہت خراب ہے اور پنجاب کا بجٹ بہت اچھا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بجٹ سے پہلے جو قیمتیں بڑھی ہیں وہ کس نے بڑھائی ہیں؟ آپ پنجاب کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ کیا آپ اتنا بھی کنٹرول نہیں کرسکتے کہ سرمایہ دار' جاگیردار' کارخانے دار اور تاجر گنج منڈیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں' انہوں نے قیمتیں کیوں بڑھائی ہیں؟

آپ نئی روشنی سکولوں کی باتیں کرتے ہیں کہ نئی روشنی سکول آپ کی بڑی اچھی پالیسی تھی' حالانکہ وہ سب گھٹیا تھی۔ اس لیے گھٹیا تھی کہ دس بڈھے اکٹھے کیے جو پہلے ہی قبر میں جانے کو تیار ہیں۔ ایک ایک ہزار کمایا اور ان کے ساتھ share کیا اور اس کے ساتھ گاڑیوں میں پٹرول علیحدہ جلایا۔ اگر آپ محب وطن ہوتے' اگر آپ پنجاب کے صحیح باسی ہوتے تو آپ ان جگہوں پر سکول دیکھتے' سکولوں کی دیواروں کو دیکھتے' سکول کی چھتوں کو دیکھتے۔ ان بچوں کو دیکھتے جو آج بھی

درختوں کے نیچے زمین پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ آپ کو آتے جاتے یہ کبھی نظر نہیں آیا؟ سڑک پر سے ہی دیکھ لیں۔ جب سے ملک بنا ہے' شاید یہ مارشل لاء کے لیے بنا تھا' یا ان جرنیلوں (جنرلوں) کے لیے بنا تھا' اس ملک کی عوام کے لیے نہیں بنا تھا۔ یہاں جب بھی تختہ الٹا' فوج آئی۔ کیا ہے جی' کہ باہر چار آدمی جلوس کے لیے نکلتے ہیں اور ساتھ ہی فوج کو چھینک آ گئی کہ چلو جی' سڑک پر قطار بناؤ۔ جتنی بھی سیاسی جماعتوں کے اور خاص طور پر مخالف سیاسی جماعتوں کے لوگ ہیں' انہیں پکڑو اور اندر کرو اور خود حکومت کرو۔ اس ملک کو سب سے زیادہ نقصان فوج نے پہنچایا ہے۔ اس ملک میں ترقی رکی ہے تو صرف ان لوگوں کی وجہ سے۔ آج E-7 میں ایک ایک کروڑ کی کوٹھی ان جنرلوں کی ہے۔ یہاں کارخانے' فیکٹریاں کیوں نہیں بنے؟ یہاں کیوں بے روزگاری ہے؟ یہاں سے بے روزگاری کو ختم کرو۔ نفرتیں نہ بڑھاؤ۔ نفرتوں کو کم کرو۔ ہم بھی آپ ہی کے ملک کے لوگ ہیں۔ آپ کے صوبے کے لوگ ہیں۔ آپ مثال دیتے ہیں سندھ کی۔ سندھ میں ایم کیو ایم کن لوگوں نے بنائی ہے؟ یہ صرف آپ کے دور کی نشانیاں ہیں اور آج وہاں پنجاب کے خلاف نفرتیں پھیلائی گئی ہیں۔ یہ سب آپ کے پروپیگنڈے ہیں۔ یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے کہ جو آنے والی نسلیں ان کانٹوں کو چنیں گی۔

ان کانٹوں کو ختم کرنے کے لیے کچھ عرصہ لگے گا اور ان نفرتوں کو کم کرنے کے لیے بھی ایک عرصہ درکار ہے۔ ہم اگر اچھے ہوں میں بھی اس میں شامل ہوں اگر ہم سب پنجاب کے محب وطن ہیں اور ہم پنجاب کی بات کرتے ہیں۔ تو پھر ہمیں صحیح بات کرنی چاہیے۔ سکول کہاں ہونے چاہئیں۔ صحت کے مراکز کی بات ہوئی ہے حالانکہ صحت کے مراکز کسی بھی دیہات میں نہیں۔ شہروں کے ہسپتالوں میں دوائیاں نہیں۔ میں اپنی راولپنڈی کی بات کرتی ہوں۔ ہولی فیملی ہسپتال کی بات کرتی ہوں۔ سول ہسپتال کی بات کرتی ہوں۔ اگر آپ وہاں جائیں آپ دیکھیں گے کہ وہاں کس طریقے سے مریض پڑے ہوئے ہیں اور جب وہ مریض کو اندر لے کر جائیں گے تو اس کے لواحقین کو اتنی لمبی لسٹ دے دی جائے گی کہ جاؤ دوائی لے کر آؤ۔ ان دوائیوں میں سے بھی اس مریض کو دوائی نہیں ملے گی بلکہ وہ دوائی کمپاؤنڈر' نرس اور ڈاکٹر مل کر بیچ لیتے ہیں۔ ہسپتال کے باہر سٹور کھلے ہوئے ہیں۔ پچھلے سیشن میں بھی میں نے ہولی فیملی کا ذکر کیا تھا۔ ہولی فیملی میں کروڑوں روپے کا غبن ہے اور اس غبن کے تمام پروف میرے پاس موجود ہیں کہ کس طریقے سے پہلے دوائیاں خریدی گئیں۔ کس طریقے سے دوائیں آئیں اور وہ کس طرح باہر بک گئیں۔

کون کون اس میں ملوث ہے اور پنجاب کے وزیراعلیٰ نے اس آدمی کو صاف بچوا لیا۔ کیوں بچوایا کیا یہ ان کی حب الوطنی ہے۔ اس کی آپ تعریفیں کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا ہے وہ بہت فرشتہ ہے۔ ہم سب بُرے ہیں۔ جب ہم پنجاب کے لوگوں کی باتیں کرتے ہیں۔ جتنا پیسہ ہسپتالوں کے لیے رکھا گیا ہے وہ پیسہ کیوں نہیں ان مریضوں پر خرچ ہوتا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ آدمی بھی ریٹائر ہوچکا ہے۔ لیکن اس آدمی کو دو سال کے لیے پھر رکھ لیا گیا ہے کہ تم دو سال اور عیاشی کر لو اور دوائیوں کو اور دو سال بیچ لو۔ کرنے کی باتیں تو بہت ہیں لیکن بجٹ کے متعلق جو بات ہے ہم اسی تک اپنے آپ کو محدود رکھیں گے۔ اگر مرکز کا بجٹ اچھا ہے۔ بُرا ہمارا بجٹ بھی نہیں۔ تم نے بھی لوگوں کی فلاح کے لیے سوچا اور عوام کے لیے کوئی نہ کوئی بہتر سوچ۔ پچھلے دور کی آپ بات کرتے ہو۔ رمضان کی 27 ویں رات کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں عبادت کے لیے جایا جاتا تھا۔ اس وقت اس بات پر کوئی نہیں بولا اس پر کتنا پیسہ ضائع ہوتا تھا۔ بیگم ضیاء الحق کی آنکھیں سیدھا کرنے کے لیے کتنا پیسہ خرچ ہوا ہے۔ اس وقت تو کوئی نہیں بولا۔ اس وقت پنجاب کی تکلیف کا کسی کو بھی احساس نہیں ہوا۔ انشاء اللہ اب جو بجٹ آئے گا وہ عوام کی بہتری کے لیے آئے گا۔ کیونکہ یہاں پر ایک مضبوط اپوزیشن بیٹھی ہے ہم کسی کو نہ پیسہ کھانے دیں گے اور نہ ہی ہم کھائیں گے اور یہ مثل مشہور ہے کہ جس ملک کی اپوزیشن مضبوط ہوگی وہ ملک خوش حال ہوگا اور پیسہ دیکھ بھال کر خرچ ہوگا۔ انشاء اللہ اب پنجاب کے پیسے کو ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔ وزیراعلیٰ فیروز پور روڈ کو چھوڑ کر وہاں جائیں جہاں تنگ و تاریک گلیاں ہیں' ٹوٹی پھوٹی گلیاں ہیں نہ کوئی روشنی کا انتظام ہے۔ جب یہ ووٹوں کے لیے وہاں جاتے تھے وعدے کر کے آجاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد وہاں کوئی کام نہیں ہوتا۔ بجٹ سے پہلے مہنگائی ہوگئی تھی اور اب پھر مہنگائی ہو رہی ہے۔ اس کو کوئی چیک کرنے والا نہیں اور اب 2/4 دن کے بعد مزید مہنگائی ہو جائے گی۔ ماربل فیکٹریز ہڑتال کر رہی ہیں۔ ماربل کون لوگ لگواتے ہیں۔ کروڑوں روپے اس قسم کی عیاشی پر کون لوگ خرچ کرتے ہیں۔ غریب آدمی تو ماربل نہیں لگوا سکتا۔ میں بھی ماربل نہیں لگوا سکتی۔ یہ ہڑتالیں کون لوگ کروا رہے ہیں۔ یہ فیکٹریاں کیوں بند ہو رہی ہیں۔ کیا اس طرح ملک آگے بڑھے گا۔ آپ اس ملک کے لیے اچھے کام کریں تاکہ لوگ تمہیں بعد میں لوگ اچھے الفاظ سے یاد کریں اور آپ اپنے علاقوں میں جائیں تو لوگ آپ کو اچھی اور عزت کی نگاہ سے دیکھیں کہ

اس نے علاقے کے لیے اچھے کام کیے ہیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: میاں محمد فاروق صاحب۔

میاں محمد فاروق: جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ بجٹ کے بارے میں بہت سی تقریریں ہو چکی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اور کہنے والی بات تو نہیں لیکن وزیر خزانہ جناب سردار ذوالفقار علی کھوسہ کو میں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جنہوں نے ان کٹھن حالات میں شبانہ روز محنت کر کے ایک مثالی بجٹ تیار کیا اور خاص طور پر ان حالات میں جبکہ مرکز سے موجودہ گرانٹ کی کوئی امید نہ تھی۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ صوبائی حکومت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی راہ میں ایک سنگ میل ہے۔ اس میں دیہات کے غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خاطر خواہ رقم رکھی گئی اور ایک مضبوط پروگرام دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اس حکومت نے پانچواں بجٹ پیش کیا ہے اور ہر سال بڑے احسن طریقے سے بجٹ پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بجٹ ہمیشہ پیش کرتی رہے گی۔ اس کی مثال دیہاتوں میں جا کر جہاں 85% آبادی ہے وہاں پتا چلتا ہے۔ کہ اس پانچ چھ سالہ دور میں کتنے کام ہوئے ہیں۔ وہاں منہ بولتا ثبوت ملتا ہے یہاں 36/40 سال تک لوگوں نے جو پہلا وقت دیکھا ہے۔ اسی وجہ سے میاں نواز شریف کو وہ لوگ اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ دیہاتوں میں سڑکوں کا جال بچھ گیا ہے۔ سڑکیں منڈیوں تک ملادی گئی ہیں۔ ہر دیہات میں سکولوں کا اجراء کیا گیا ہے اور ہر یونین کونسل میں مڈل اور ہائی سکول بنائے گئے ہیں۔ ہر یونین کونسل میں پرائمری اور مڈل سکول بنائے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میرے حلقہ انتخاب میں دو ایسے سکول آتے ہیں۔ چک نمبر 276 آر بی اور چک نمبر 87 گ ب وہاں کے غریب عوام نے ایک تہائی کے حساب سے آج سے نو ماہ پہلے وہاں رقم جمع کرا دی ہے اور چیف انجینئر واپڈا نے وعدہ کیا ہم تین چار ماہ کے بعد آپ کو بجلی لگوا دیں گے۔ جناب والا 9/10 ماہ کے بعد وہاں کھمبے جانے شروع ہو گئے۔ جب پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو پتہ چلا کہ وہاں پر پیپلز پارٹی کو ووٹ بہت کم ملے تھے انہوں نے وہاں جا کر کام رکوا دیا۔ انہوں نے کہا آپ کو پتا ہے کہ یہ محکمہ مرکز کے انڈر ہے۔ آپ نے ملازمت کرنا ہے یا گھر کو جانا ہے۔ جناب سپیکر! اس چیف صاحب نے کہا کہ میں ان کھمبوں کو بند کرواتا ہوں۔ وہاں پر کام نہیں چلے گا۔ اسکے بعد تیسرے روز دیہات کے لوگ اکٹھے ہو کر جمع ہو کر وہاں دفتر میں آئے اور انہوں نے چیف سے کہا کہ آپ نے ہمارے

ساتھ کیا زیادتی کی ہے۔ ہم نے ایک تہائی کے حساب سے رقم جمع کرائی۔ آپ نے وعدہ کیا۔ یہ کیسا دستور ہے کہ اب آپ نے وہاں کام کرانا بند کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس نے کہا کہ میں نے ملازمت کرنی ہے۔ اس لیے وقت آتا جاتا ہے۔ تھوڑا سا صبر کر لو۔ تھوڑا سا وقت دے دو یہ حکومت بدلتی رہتی ہے۔ میں جلدی آپ کا کام کر دوں گا۔ جناب سپیکر! میں اپنے بھائیوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اتنے ظلم کیے ہیں کہ رقم ایک تہائی کے حساب سے ان چکوک کے غریب عوام نے جمع کرائی۔

ایک معزز ممبر (حزب اختلاف): آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟

میاں محمد فاروق: یہ ثبوت آپ کے پاس ہے۔ چک نمبر 276 آر بی اور 87 گ ب کے لوگوں نے رقم جمع کرائی اور انہوں نے کہا اور باہر جا کر انہوں نے وعدہ کیا اور قسمیں کھائیں کہ ہمارا دادا جو بجلی کے بغیر مر گیا۔ ہمارا پڑدادا بجلی کے بغیر مر گیا یا وہ وقت آئے گا تو پیپلز پارٹی کا کوئی ایجنٹ بھی وہاں نہیں بنے گا۔ اس لیے میں ان دوستوں کو' میں اپنے فاضل بھائیوں سے یہ معذرت کرتا ہوں۔ وہاں پر بھی پیپلز پارٹی کے لوگ ہیں اور جمہوری اتحاد کے لوگ بھی ہیں۔ صبح ان کا کام چالو کروا دیں۔ شکریہ' اسلام علیکم۔

جناب سپیکر: چودھری محمد اشفاق صاحب۔

چودھری محمد اشفاق: ان اللہ مع الصابرین۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے آج بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا ہے۔ حکومت پنجاب کے وزیر خزانہ نے جو خسارے کا بجٹ پیش کیا ہے میں گزارش کرتا ہوں کہ انہوں نے تعمیر وطن کے نام سے یہ پروگرام شروع کرنے کو کہا ہے۔ کتنا بہتر ہوتا کہ یہ تعمیر وطن کی بجائے پہلے تعمیر پنجاب کو مکمل کرتے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جیسے میاں فاروق صاحب نے فرمایا کہ میرے علاقے میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ ہمیں علم ہے کہ واقعی ان کے علاقے میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایسی ترقی سب علاقوں میں ہو۔ ترقی یکساں ہونی چاہیے نہ کہ ایک ہی علاقے میں ہونی چاہیے۔

میرا حلقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ایک پس ماندہ ضلع ہے اور نیا ہے۔ وہاں پر پچھلے تین سالوں میں بھی بہت کم ترقی ہوئی ہے۔ اس بجٹ میں بھی اس کے لیے بہت کم گنجائش رکھی گئی ہے۔ وہاں پر

سب سے بڑا مسئلہ بے روزگاری کا ہے اور اس بجٹ میں گورنمنٹ نے صرف 5 ہزار 8 سو سترہ بے روزگار افراد کو ملازمت دینے کی گنجائش رکھی ہے۔ میرے خیال میں یہ بہت کم ہے۔ پہلے بھی وہاں پر جو ملازمتیں دی گئی ہیں وہ سیاسی بنیادوں پر دی گئی ہیں۔

میرے حلقے میں محکمہ تعلیم میں کم از کم کوئی ڈیڑھ سو ملازمتیں تھیں۔ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ میری سفارش پر ایک بھی نہیں ملی۔ کیا یہی جمہوریت ہے؟ کیا ہم سو آدمی جو اپوزیشن میں بیٹھے ہیں ہمیں کسی نے منتخب کر کے نہیں بھیجا؟ ہم یونہی دھکے سے آ کر یہاں تو نہیں بیٹھ گئے؟ ہمارا بھی حق ہے۔ پیپلز پروگرام پر تنقید تو کی جاتی ہے' ٹھیک ہے مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور صوبے میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہے۔ سب سے پہلے میاں نواز شریف صاحب نے اپنی پارلیمانی میٹنگ میں یہ اعلان کیا تھا کہ ہم جیتے ہوئے امیدواروں کو تیس تیس لاکھ روپیہ دیں گے اور ہارے ہوئے کو بھی تیس تیس لاکھ روپیہ دیں گے اس وقت پیپلز پروگرام ابھی شروع نہیں کیا گیا تھا۔ جب ہم نے یہ سنا تو آخر ہم نے بھی لوگوں کی نمائندگی کرنی ہے۔ ہمیں بھی ڈویلپمنٹ کی ضرورت ہے۔ ہم نے بھی اپنی وفاقی حکومت سے اپنی پارٹی سے کہا کہ ہمیں بھی ڈویلپمنٹ دی جائے۔ پہل پنجاب کی طرف سے ہی ہوئی ہے۔ اس کے بعد پیپلز پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ تو میں یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ ہماری جو پیپلز پروگرام کی کمیٹیاں ہیں۔ ان میں ایم این اے بھی ہیں اور ایم پی اے بھی ہیں۔ کچھ غیر نمائندہ لوگ بھی ہیں جو کہ علاقوں سے ہی ہیں۔ ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر ہیں' یونین کونسلز کے چیئرمین ہیں۔ ہم نے جو پیپلز کمیٹیاں سوچ سمجھ کر بنائی ہیں۔ اس میں غیر نمائندہ افراد نہیں ہیں۔ ہم بھی نمائندہ ہیں۔ ہر گاؤں کے لوگوں کو وہاں شامل کیا گیا ہے اور پانچ پانچ آدمیوں کی کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اگر پیپلز پروگرام شروع نہ کیا جاتا تو ہم لوگ جو ووٹ لے کر اس اسمبلی میں پہنچے ہیں ہم لوگوں کو کیا ترقی دے سکتے تھے اور میرے ہی حلقے میں مجھ سے شکست خوردہ امیدوار اور سابقہ ایم پی اے کو وہاں مارکیٹ کمیٹی کا ایڈمنسٹریٹر بنایا گیا ہے۔ جبکہ ہم پر یہ تنقید کی جاتی ہے کہ ہمیں وہ وہ نوازا جا رہا ہے۔ اسے ایک جیپ دی گئی ہے اور کم از کم پچاس لاکھ روپے کا فنڈ اس کے پاس ہے۔ جو اسے خرچ کرے گا۔ وہ وہاں دفتر استعمال کرتا ہے اور سب کچھ کرتا ہے۔ تو ہم پر کیوں تنقید کی جاتی ہے۔ اگر آپ بھی وہی کام کرتے ہیں تو ہم پر تنقید کیوں کرتے ہیں؟ آپ پہلے یہ تو سوچیں کہ جو شخص یہاں سے الیکشن ہار

چکا ہے اسے سرکاری جیپ کس لیے دی گئی ہے؟ اور وہ محکمہ زراعت کے ماتحت تھے۔ محکمہ زراعت کے وہاں جب بھی کوئی تھریشر جاتی ہے یا ہائر سپریئر جاتے ہیں یا کوئی بھی چیزیں جاتی ہیں تو وہ بھی سیاسی بنیادوں پر لوگوں کو دی جاتی ہیں۔ پہلے بھی تین سال ہم نے دیکھے ہیں کہ وہاں کا ایم پی اے جو سفارش کرتا تھا وہ جائز ہو یا ناجائز ہو ان کو ہی وہ چیزیں جاتی تھیں۔ اب بھی وہ پچاس لاکھ فنڈ اسی طرح خرچ کریں گے۔ میرے خیال میں تیس سال میں جو کسر رہ گئی تھی وہ پوری کرنے کے لیے اسے پچاس لاکھ روپے کا امین بنا دیا گیا ہے۔ مجھے تو خوشی تھی کہ چلو ہارے ہوئے لوگوں کو بھی دیں گے تو کم از کم وہ علاقے پر تو خرچ ہوگا۔ لیکن ہمارے حلقے میں وہ تیس لاکھ ہمارے ہارے ہوئے کو ابھی تک نہیں ملا اور جیتنے والے بھی میرے خیال میں وہاں ہمارے ایم این اے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے اسلامی جمہوری اتحاد کے ہیں لیکن ابھی تک میرے حلقے میں کوئی کام شروع نہیں ہوا۔ تو وہاں پر محکمہ تعلیم میں ہمارے ضلع میں گرلز ہائی سکول تقریباً 35 بنتے ہیں۔ وہاں پر 27 سکول ایسے ہیں جہاں پر ہیڈ مسٹریس نہیں۔ قائم مقام ہیڈ مسٹریس کام کر رہی ہیں۔ بے شمار سکول ایسے ہیں جن کی عمارتیں بن چکی ہیں۔ لیکن وہاں پر سٹاف نہیں۔ بے شمار سکول ایسے ہیں جہاں عمارت نام کی کوئی چیز نہیں۔ لیکن سکول قائم ہیں۔ بے شمار بے قاعدگیاں ہیں لہٰذا حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ جہاں پر بلڈنگ کی ضرورت ہے۔ وہاں پر بلڈنگ دینی چاہیے۔ جہاں پر سٹاف کی ضرورت ہے۔ وہاں سٹاف دینا چاہیے۔ میرے خیال میں یہ غلط پلاننگ کا نتیجہ ہے۔ محکمہ صحت کا یہ حال ہے کہ وہاں پر تقریباً ڈیڑھ سال سے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن ہسپتال وہاں منتقل نہیں کیا جا رہا ہے۔ سٹاف رکھا نہیں جا رہا ہے۔ میری گزارش ہے جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے وزیر صحت سے جو یہاں موجود نہیں انہیں کہیں کہ اسے شروع کیا جائے۔

محکمہ آبپاشی کے سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ وہاں پر زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں میرے پورے علاقے کا زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ نہروں میں سڑک آنے کی وجہ سے پانی کی مقدار روزبروز کم ہو رہی ہے۔ جو ٹیل والے علاقے ہیں وہاں پر پانی نہیں پہنچتا۔ میری گزارش ہے کہ وہاں پر نہروں کی کھدائی کی جائے اور یہ بھی بہتر ہوگا کہ پنجاب گورنمنٹ وہاں پر نہروں پر ٹیوب ویل لگائے۔ تاکہ پانی کی کمی کو دور کیا جا سکے۔

سات مرلہ سکیم اب شروع کی گئی ہے اور وہاں پر جو چیئرمین بنا ہے وہ ہمارے دوسرے حلقے کا ایم پی اے ہے۔ ٹھیک ہے وہاں بیشمار دھاندلیاں کی گئی ہیں۔ دو چار گاؤں کی ہم نے تحقیق کرائی تھی اور وہاں کا اے سی جب وہاں گیا تو تقریباً 33 فیصد پلاٹ صحیح لوگوں کو دیے گئے تھے اور 66 فیصد پلاٹ غلط لوگوں کو دیے گئے تھے اور ایک' ایک زمیندار نے چھ چھ اور آٹھ آٹھ پلاٹ لے لیے تو جناب والا ! میری گزارش ہے کہ وہاں پلاٹوں کی الاٹمنٹ صحیح کی جائے اور پلاٹ حقدار لوگوں کو دیے جائیں۔ پہلے تو جناب والا ! یہ ہوا کہ حقدار رہ گئے جن لوگوں کی کوئی سفارش نہیں تھی ان کو پلاٹ نہیں ملے اور جو زمیندار اور چودھری تھے ان کو چھ چھ' آٹھ آٹھ پلاٹ دے دیے۔ جناب والا ! میں یقین سے اس اسمبلی کے فلور پر کہتا ہوں کہ وہاں پر اپنے لوگوں کو بھی پلاٹ دیے گئے جو شہروں میں رہتے تھے۔ شہر کی قریبی آبادی میں انہوں نے پلاٹ لیے اور وہ جناب والا انکم ٹیکس گزار ہیں اور وہ qualify نہیں کرتے تھے۔ لیکن سیاسی بنیادوں پر ان لوگوں کو پلاٹ دے گئے۔

جناب والا ! سابقہ دور میں بھی ہمارے علاقے کی ترقی کے لیے کوئی کام نہیں کیا گیا۔ وہاں پر وفاقی گورنمنٹ کی طرف سے دی گئی 25 ہزار روپے کی گرانٹ سے وہاں پر مکانات تعمیر کیے گئے لیکن جناب والا ! ہم نے دیکھا ہے کہ وہ ابھی تک نامکمل پڑے ہیں وہ کہیں بھی مکمل نہیں ہوئے اور حکومت کا تمام کا تمام پیسہ ضائع ہو رہا ہے اس سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ابھی پھر وہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کی طرف سے شروع کیے گئے تھے مگر وہ آج تک مکمل نہیں کیے گئے۔ ٹھیکے داروں کے بقایا جات ابھی تک بقایا ہیں۔ اس طرح سے حکومت کا پیسہ ضائع ہو رہا ہے۔ جناب والا ! جب آندھی آتی ہے تو کوئی نہ کوئی دیوار گر جاتی ہے۔ اس طرح سے وہ پیسہ ضائع ہو رہا ہے۔

جناب والا ! ہمارے شہر کے کافی مسائل ہیں۔ میں سپیکر صاحب کی وساطت سے حکومت کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے شہر میں ضلع ہیڈکوارٹر ہونے کے باوجود کھیلنے کے لیے کوئی سٹیڈیم نہیں۔ ہمارے جو پہلے نمائندے تھے بدقسمتی سے انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ شہر کے درمیان سے ایک ریلوے لائن گزرتی ہے جب ایک گاڑی گزرتی ہے۔ تو دو گھنٹے تک وہاں ٹریفک معطل رہتی ہے تو جناب والا ! میری یہ استدعا ہے کہ وہاں پر ایک over head

bridge بنایا جائے جو صوبائی حکومت نے ہی بنانا ہے۔ جناب والا! جب یہ ضلع بنا تھا تو ہمیں ایک نوید سنائی گئی تھی اور یہ 1982ء کی بات ہے کہ یہاں پر Small Industrial Estate قائم کی جائے گی اور وہاں پر زمینداروں سے 28 مربع زمین ٹینڈرز پر خالی کرائی گئی تھی تو وہ زمین بے کار پڑی ہے اور جو لوگ اس زمین پر کھیتی باڑی کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے ان کو بھی وہاں سے اٹھا دیا گیا اور وہ زمین ابھی تک خالی پڑی ہے تو جناب والا! وہ Industrial Estate نامعلوم اب کہاں چلی گئی ہے۔

کچی آبادیوں کے لیے الیکشن سے پہلے وزیر اعلیٰ نے اعلان کیا تھا کہ جو لوگ جہاں بیٹھے ہیں ان کو اس جگہ کے مالکانہ حقوق دیے گئے ہیں لیکن عملی طور پر اس اعلان کے بعد کچی آبادیوں کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ تو جناب والا! میری گزارش ہے کہ کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دے دیئے جائیں۔ جناب والا! ان گزارشات کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ملک طیب خان اعوان کا point of order ہے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن کاموں پر کام شروع ہو چکا ہے اس بارے میں میں اپنے بھائیوں سے بھی درخواست کروں گا اور وفاقی حکومت سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ بجٹ دیں تاکہ جو فنڈز انہوں نے روکے ہوئے ہیں وہ پنجاب کو دیں تاکہ وہ کام پایہ تکمیل کو پہنچے۔

جناب سپیکر: جناب احمد خان بلوچ۔

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جناب نے مجھے بجٹ پر اپنا اظہار خیال کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب والا! بجٹ پر تنقید بھی ہو رہی ہے اور بجٹ کی تعریف بھی ہو رہی ہے۔ صوبے کا بجٹ سامنے ہے جس میں نہ تو کوئی ٹیکس لگایا گیا ہے اور نہ ہی سابقہ ٹیکسوں کی شرح بڑھائی گئی ہے۔ جناب والا! یہ بجٹ دیہاتی بھائیوں کی امنگوں کے مطابق بنایا گیا ہے اور ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے جیسے وعدہ کیا تھا کہ پنجاب کے عوام کو دیہاتی عوام کو اسی تناسب سے بجٹ مہیا کیا جائے گا۔ جس تناسب سے دیہاتی آبادی ہے۔ جناب والا! مرکز میں تو 9.6 ملین ٹیکس لگائے گئے۔ اس بجٹ کے خلاف ہڑتالیں ہو رہی ہیں' جلوس نکل رہے ہیں۔ اس بجٹ کو تو مثالی قرار دیا جا رہا ہے۔ ہمارے بھائی ملس کی

تعریف کرتے ہیں اور جس بجٹ میں نہ تو کوئی ٹیکس لگایا گیا نہ سابقہ ٹیکسوں کی شرح بڑھائی گئی اس بجٹ پر یہ تنقید کر رہے ہیں۔ جناب والا! ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ صوبے مرکز سے تعاون نہیں کر رہے اس پر تنقید کرتے ہیں۔ جناب والا! یہ صاف واضح ہے کہ مرکز نے ہمارے ساتھ کتنی زیادتی کی ہے۔ چاروں صوبوں میں سے پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس کے لیے تو سپیشل فنڈ' ڈویلپمنٹ فنڈز دیے گئے ہیں وہ پہلے 27 فیصد کیے گئے اس کے بعد اسے 21 فیصد کر دیا گیا لیکن اس کے مقابلے میں سندھ جو کہ ایک چھوٹا صوبہ ہے اس کے لیے 35 فیصد فنڈز دیے گئے ہیں۔ زیادتی تو وہ خود کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ پنجاب تعاون نہیں کرتا بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مرکز کو چاہیے کہ چاروں صوبوں کو پیار کی نظر سے دیکھے۔ مساوات کی نظر سے دیکھے اور جیسے ہی جس صوبے کا حق بنتا ہے اسے اس کا حق دیا جائے۔ جناب والا! سابقہ مثال بھی اور ہمیشہ روایت رہی ہے یہ صوبے کا حق بھی ہوتا ہے کہ جب بھی بجلی صوبے کو دی جاتی ہے تو اس کی لسٹ ہمیشہ صوبے کا وزیراعلیٰ دیتا ہے' صوبے کی حکومت دیتی ہے لیکن جناب والا! یہ پہلی مرتبہ ہو رہا ہے کہ صوبہ پنجاب کو بجلی سے نظرانداز کیا جا رہا ہے اور اس کی لسٹ صوبے کی حکومت نہیں دے رہی وہ خود مہیا کر رہے ہیں' پیسے دے رہے ہیں یہ صوبے کی حکومت کو پتا ہی نہیں۔ جناب والا! یہ صوبے کے ساتھ زیادتی نہیں اور کیا ہے۔ جناب والا! ہم وزیراعلیٰ صاحب کے بھی مشکور ہیں کہ پنجاب کے کاشت کار خوش ہیں کہ انہوں نے زرعی ٹیکس نہیں لگنے دیا اس کی مخالفت کی ہے اور صاف کہا ہے کہ میں صوبے میں زرعی ٹیکس نہیں لگاؤں گا۔ ہم ان کے اس اقدام کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ان سے پنجاب کے تمام عوام خوش ہیں اور ہم عوام کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جناب والا! اس بجٹ میں میں نے دیکھا ہے کہ پولیس کے لیے جو بجٹ رکھا گیا ہے اس پر تنقید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ پنجاب پولیس کے لیے کیوں اتنا بجٹ رکھا گیا ہے۔ جناب والا! میں کہتا ہوں کہ یہ جو بجٹ رکھا گیا ہے یہ بھی مرکز کی مہربانی ہے کیونکہ امن عامہ قائم کرنا پنجاب حکومت کا فرض بنتا ہے لیکن جہاں مرکز دہشت گردوں کو چھوڑے' ڈاکوؤں کو چھوڑے' چوروں کو چھوڑے تو وہاں پنجاب کی حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ پولیس کی نفری بڑھائی جائے پولیس کو organize کیا جائے۔ جناب والا! جہاں الذوالفقار تنظیم کے کارکن پہنچ چکے ہیں اور بار بار

اخباروں میں یہ آ رہا ہے کہ الذوالفقار تنظیم کا لیڈر بھی پاکستان میں پہنچنے والا ہے تو ہم پولیس کو organize کریں گے اس کے لیے 2 ارب بھی نہیں چاہیے ہمیں 4 ارب روپے کیوں نہ رکھنے پڑے۔ کیونکہ ہم نے شریف آدمیوں کی عزت بچانی ہے۔ ہم شریف آدمیوں کی پگڑی نہیں اچھالنے دیں گے۔ ہم شریف آدمیوں کو انشاء اللہ رات کو آرام کی نیندیں سلائیں گے۔ یہ دہشت گرد جو پاکستان میں آ رہے ہیں ہم انہیں کبھی یہ موقع نہیں دیں گے کہ وہ شریف آدمیوں کی پگڑی اچھالیں۔ انہیں پولیس کے اس بجٹ پر کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ یہ دہشت گرد جو آ رہے ہیں انہیں بند کر دیں گے۔ الذوالفقار کا جو لیڈر آ رہا ہے اسے یہ نہ آنے دیں اور یہ چور اور ڈاکوؤں کو چھوڑنا بند کر دیں۔ تو ہم بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس پولیس کے بجٹ کو کم کر دیں گے اور اسے غریبوں پر خرچ کریں گے اور یہ صحیح معنوں میں خرچ ہوگا۔ پہلے آپ یہ وعدہ کریں کہ یہ ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کو چھوڑنا بند کر دیں گے۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ جیل خانوں کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ جناب وہاں روٹی اچھی نہیں ملتی' وہاں مچھر کاٹتے ہیں' وہاں پر بستر اچھے نہیں۔ جناب والا! میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ شریفوں کے لیے جگہ نہیں ہے وہ بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کی جگہ ہے۔ وہاں وہ لوگ جاتے ہیں جو شریفوں کی نیندیں حرام کرتے ہیں' جو بستے بستے گھروں کو اجاڑتے ہیں' قتل و غارت کرتے ہیں' ڈکیتیاں کرتے ہیں۔ ان کے لیے وہ جیل ہوتی ہے ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے حزب اختلاف کے بھائی کہتے ہیں کہ جیلوں میں بھی ائرکنڈیشنر لگا دو۔ مچھر نہ ہوں ان کے لیے بھی روسٹ دو مرغیاں دو اچھے کھانے دو' اچھے بیڈ مہیا کرو تاکہ وہ ڈاکو جو شریفوں کو سونے نہیں دیتے خود آرام کریں اور وہ عیش کریں اور جب وہ باہر آئیں تو اور زیادہ ڈاکو بن کر آئیں۔ جناب والا! ادھر سے آواز آئی تھی کہ وہاں وحشی بنا دیا جاتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جیلوں میں وحشی ہی جاتے ہیں۔ جن کے کارنامے وحشیانہ ہوتے ہیں۔ ان کو جیلوں میں بھیجا جاتا ہے۔ وحشی لوگوں کے لیے تو ایسی ہی جگہ ہونی چاہیے۔ انہیں عبرتناک سزا ملنی چاہیے تاکہ وہ انسان بن کر نکلیں اور وحشی بن کر پھر دوبارہ واپس نہ آئیں اور شریف لوگوں کو وہ پریشان نہ کریں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہاں انہیں یہ کہنے کی بجائے کہ جناب جو ڈکیت ہیں' بدمعاش ہیں' قاتل ہیں انہیں سخت سزا دی جائے تاکہ آئندہ کے لیے کوئی ڈکیت' کوئی غلط آدمی شریف آدمیوں کو تنگ نہ کرے۔ ادھر سے جو بھی

سفارش آتی ہے یہی کہا جاتا ہے کہ جیل خانوں کو آرام کی جگہ بنایا جائے' پولیس کی نفری ختم کی جائے' پولیس کے لیے بجٹ نہ رکھا جائے۔ یہی چاہتے ہیں کہ یہاں تخریب کاری ہو' دہشت گردی ہو' ڈکیتی ہو' شریف لوگ امن کی زندگی بسر نہ کر سکیں۔

جناب والا! پیپلز پروگرام کے متعلق بھی بار بار یہ کہا گیا ہے۔ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ چھ ماہ گزر گئے ہیں اور 2 ارب روپیہ اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا یہ بتائیں تو سہی کہ 2 ارب روپے میں سے انہوں نے کتنا خرچ کیا ہے؟ کتنا غریبوں کو اس سے فائدہ پہنچا ہے؟ انہوں نے 2 ارب روپے میں سے کتنی ڈویلپمنٹ کر دی ہے؟ جناب والا! یہی ہو رہا ہے کہ ڈیڑھ لاکھ کے سکول کے لیے جب افتتاح ہوتا ہے تو 6 لاکھ اس کے افتتاح کے لیے جلسہ پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔ یہ رقم ایسے ضائع ہو رہی ہے اور کچھ نہیں ہو رہا ہے۔

آوازیں: شیم' شیم۔

جناب احمد خان بلوچ: ڈیڑھ لاکھ کی سکول کی عمارت ہے اور وزیراعظم صاحب ایک پرائمری سکول کا افتتاح کرنے جا رہی ہیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ پرائمری سکول کے لیے ایک وزیراعظم جاتی ہیں اور وہاں پر 6 لاکھ روپیہ اس کے جلسے پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔ تو میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس 2 ارب میں سے مجھے بتائیں کہ کتنا پیسہ انہوں نے خرچ کر دیا ہے اور کتنے لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچا ہے۔

جناب والا! بجائے اس کے کہ یہ اس بجٹ کی تعریف کرتے کہ بجٹ میں غریبوں کے لیے 4 لاکھ پلاٹ رکھے گئے ہیں' غریبوں کے لیے جہیز فنڈ مقرر کیا گیا ہے' غریبوں کے لیے بیت المال کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ تعریف کرنے کی بجائے صرف تنقید ہی کرتے ہیں۔ جناب والا! ہمیں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ پنجاب کو police state بنایا جا رہا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ police state تو نہیں بنایا جا رہا ہم FIA سٹیٹ بھی یہ نہیں بننے دیں گے۔ ہمیں مرکز والے یہ بتائیں کہ اس FIA کے لیے انہوں نے کتنا بجٹ وہاں رکھا ہے۔ ہمیں جو کچھ انہوں نے پولیس پر تنقید کی ہے' پولیس کے کارناموں کا بتایا ہے' یہ تو انہوں نے سندھ کی پولیس کا ذکر کیا ہے' پنجاب کی پولیس تو ایسے کارنامے انجام نہیں دے رہی۔ جناب والا! سندھ میں تو پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور مرکز میں بھی پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی کہ اب وہاں امن کیوں

نہیں۔ پہلے تو آج تک یہ نعرہ لگتا رہا کہ جناب وہاں پر پیپلز پارٹی کی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے سکون نہیں' وہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے جمہوریت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ وہاں ضیاء الحق کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اگر وہاں جمہوری حکومت آ جائے تو وہاں امن ہو جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اب تو وہاں صوبے میں بھی پیپلز پارٹی ہے' مرکز میں بھی پیپلز پارٹی ہے۔ لیکن سندھ کے حالات جو 11 سال میں تھے اس سے بھی بدتر ہیں۔ وہ کیوں نہیں ٹھیک ہو رہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اسے کیوں نہیں ٹھیک کیا جا رہا؟

جناب والا ! اس کے بعد میں صحت کے موضوع پر چند گزارشات کروں گا کہ صحت کے معاملے پر بھی ہمارے حزب اختلاف کے بھائیوں نے تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ 50,50 میل کے فاصلے پر ہسپتال نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے دور کی بات کی ہے۔ اس وقت تو شاید یہ ہسپتال 50,50 میل کے فاصلے پر نہیں ہوں گے لیکن اب تو جناب ہر یونین کونسل میں Basic Health Unit موجود ہے۔ آج تو ہر یونین کونسل میں ایم بی بی ایس ڈاکٹر موجود ہے۔ آج تو ہر یونین کونسل میں دوائیاں مل رہی ہیں۔ اپنے دور کی مثال آج یہ کیوں دیتے ہیں؟ جناب والا! اگر آج کسی موضع میں' کسی قصبے میں یہ ثابت کر دیں کہ 50 میل کے فاصلے پر اسے دوائی نہیں ملتی' ایم بی بی ایس ڈاکٹر نہیں ہے۔ x-ray مشین نہیں تو میں آج بھی اسے چیلنج کرتا ہوں کہ ایسا کوئی موضع یا ایسا کوئی قصبہ ثابت نہیں ہوگا جہاں پر 50 میل کے فاصلے پر اسے صحت کی سہولیات میسر نہ ہوں۔

جناب والا! ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کا جو سابقہ ساڑھے تین سالہ دور ہے وہ ایک مثالی دور ہے۔ جہاں پر ہر یونین کونسل میں Basic Health Unit قائم ہوئے ہیں۔ ہر یونین کونسل میں ہائی سکول بنے ہیں۔ پرائمری سکول تو ہر قصبے میں موجود ہے۔ ہر موضع میں موجود ہے۔ مڈل سکول بنائے گئے ہیں۔ لیکن جناب والا ! ایسی غلط تنقید کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی تنقید کی جائے جو موقع پر موجود بھی ہو۔ آج جو صحت کی سہولیات ان ساڑھے تین سالوں میں مہیا ہوئی ہیں وہ پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔ یہ اپنے دور کا تو بتائیں کہ ان دنوں میں انہوں نے پنجاب کی عوام کے لیے کیا کیا تھا؟

جناب والا ! تعلیم کے معاملے میں میں صرف اتنا کہوں گا اور میں جناب وزیر خزانہ صاحب کا

مشکور ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کے عوام کی جو ایک خواہش ہوتی تھی کہ مکتب سکولوں میں پرائمری سکول بنا دیا جائے تو انہوں نے اس بجٹ میں اس کے لیے رقم رکھی ہے اور مکتب جو تین کلاسوں والے سکول تھے۔ انہیں اب پرائمری کا درجہ مل جائے گا۔ یہ یہاں کے عوام کی ایک خواہش تھی کیونکہ تین کلاسوں کے بعد وہ بچے آگے تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ وہاں مکمل پرائمری سکول نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اب وہ اپ گریڈ ہو جائیں گے اور مکمل پرائمری سکول بن جائیں گے۔ ان سے ان علاقوں کے عوام کی جو خواہش ہے وہ پوری ہو جائے گی۔ جناب والا! دیہات میں جو پرائمری گرلز سکول بنائے گئے ہیں۔ میں ان کے لیے صرف یہی گزارش کروں گا کہ دور دراز کے علاقوں میں استانیاں نہیں ملتیں۔ وہ سکول جاری نہیں رہ سکتے۔ اس لیے ان کے لیے کم از کم اتنا کیا جائے کہ جو پرائمری بچوں کے سکول ہیں اور جہاں آسانی سے استانیاں نہیں ملتیں۔ اس علاقے کی رہنے والی نہیں تو وہاں جو ریٹائر اساتذہ ہیں انہیں پڑھانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ سکول کھل جائیں۔ وہ سکول بند نہ رہیں۔ untrained استانیوں کے لیے بھی اجازت ہونی چاہیے کہ جو علاقے میں میسر آ سکتی ہیں وہ بھی وہاں پر تعینات کی جائیں تاکہ وہ سکول بند نہ رہیں۔ ان سے علاقے کے عوام فائدہ اٹھا سکیں۔

جناب والا! water supply scheme کے لیے بھی میں گزارش کروں گا کہ اسے دو سال کے بعد جو local council کے سپرد کر دیا جاتا ہے ایسا نہ کیا جائے بلکہ یہ public health کے پاس رہے۔ بے شک سکیمیں کم کر دیں لیکن اسے محکمہ کے پاس رہنا چاہیے۔ لوکل کونسلوں کو دینے کے بعد یہ سکیمیں فیل ہو جاتی ہیں۔ ان کے بجلی کے بل ادا نہیں ہوتے۔ یہ سکیمیں بند پڑی رہتی ہیں۔ ان کی مرمت وغیرہ نہیں کی جاتی۔ اس لیے میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ سکیمیں بے شک 100 کی بجائے 50 بنا دیں لیکن اسے مکمل طور پر محکمے کی نگرانی میں رکھیں۔ تاکہ جہاں بھی سکیم بنائی جائے وہاں مکمل طور پر وہ کامیابی سے چلتی رہے۔ اس کے بعد میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس بجٹ میں 4 لاکھ پلاٹ جو غریبوں کو دیے گئے ہیں' جینز فنڈ اور بیت المال کا قیام ان تمام کاموں کے لیے ہمارے وزیر خزانہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ہمارے علاقے کے عوام ضرور ترقی کریں گے۔ شکریہ۔

سید جاوید علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! پنجاب کے اتنے بڑے فورم سے بات کرتے ہوئے معزز اراکین کو تھوڑا سا سوچنا چاہیے کہ یہ ایوان اس لیے وجود میں نہیں آیا کہ یہاں پولیس کو defend کریں۔ ٹھیک ہے اپنے علاقوں میں لوگ پولیس کو خوش کرنے کے لیے سب کچھ کرتے ہیں مگر یہ فورم جہاں ہم پنجاب کی نمائندگی کرتے ہیں' اپنے علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہاں یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہاں ہم جو بھی بات کریں گے ہمیں یہاں پکڑنے والا کوئی نہیں۔ ہمارا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں یا ہم پر خوف طاری نہیں ہونا چاہیے۔

آوازیں: سر یہ تقریر کر رہے ہیں یا پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں۔

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دونوں طرف سے پنجاب پولیس کا موجودہ رول پینڈنگ کیا جانا چاہیے تھا مگر احمد خان صاحب نے جس دلیری سے پولیس کو defend کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے یہ باعث شرم ہے۔ میں ان کی نظر ایک شعر کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ بس شعر پر ختم کر دیجئے۔

سید جاوید علی شاہ: میں شعر پر ختم کرتا ہوں۔ میں ان سے صرف اتنا کہوں گا کہ۔

سب چھوڑ دے دھندے تخریبی اب کام کوئی تعمیری کر
کچھ اور نہیں تو یار میرے اس دور میں چمچہ گیری کر
جب چمچہ تو بن جائے گا سب کام تیرا چل جائے گا
یہ کرنی کا ہے پھل بابا تو کرنی کا پھل پائے گا

اور اس کے ساتھ میں احتجاجاً" واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پہ تقریر نہیں ہو سکتی تھی۔ شاہ صاحب نے تقریر کر ڈالی..... جناب قربان علی چوہان صاحب۔

جناب قربان علی چوہان: جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بولنے کا موقع دیا۔ بجٹ صوبے کا ہو یا مرکز کا ہمارے ہاں روایت بن گئی ہے کہ جیسے جیسے بجٹ کی گھڑیاں نزدیک آتی ہیں قوم پر پھر ایک سکتہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ یہی پوزیشن اس مرتبہ پیش آئی

ہے۔ اس میں یہ حقیقت بھی کارفرما ہے کہ مرکز میں ایک سیاسی پارٹی کی حکومت ہے اور حسن اتفاق سے دو صوبوں میں دوسری سیاسی پارٹی کی حکومت ہے اور ہر حکومت نے اپنی بساط کے مطابق اپنے صوبے یا ملک کے عوام کے لیے بہترین بجٹ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مرکزی بجٹ مرکز میں زیر بحث ہے اور صوبے کا بجٹ آج صوبے میں زیر بحث ہے۔ کس نے بجٹ اچھا بنایا' کس نے اپنے عوام کے مسائل حل کیے' یہ فیصلہ چند روز بعد انشاء اللہ عوام ہی کر دیں گے۔ میں پنجاب اسمبلی کا رکن ہونے کے ناتے صوبائی بجٹ کا مطالعہ کیا جو کچھ میری سمجھ میں آیا وہ کہہ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں نے وزیر خزانہ صاحب کی ساری تقریر پڑھی مگر مجھے کہیں وہ اعداد و شمار نظر نہیں آئے جس سے یہ پتا چل سکے کہ اتنی رقم کا بجٹ اس مرتبہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ انہوں نے مخصوص انداز میں ایک پورشن بیان کیا۔ دوسری رقم بیان کی' پھر تیسری اور چوتھی رقم بیان کی۔ مجھے ایسے سمجھ آیا کہ جیسے بجٹ کی اصل رقم کو چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ جناب والا! بجٹ کا کل تخمینہ 3485 کروڑ 46 لاکھ روپے لگایا گیا جس میں سے غیر ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ 2675 کروڑ 86 لاکھ ہے۔ متوقع آمدنی 2476 کروڑ 86 لاکھ بتائی گئی ہے اور اس میں سے 197 کروڑ 80 لاکھ روپے کا خسارہ بتایا گیا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے کوئی خاص مدیں بیان نہیں کی گئیں۔ جناب والا! اس طرح ترقیاتی اخراجات کے لیے تخمینہ 810 کروڑ بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ پچھلے سال کے مقابلے میں تقریباً" 65 کروڑ زیادہ ہے اور کل بجٹ کا غالباً" 19% زاید ہے۔ لیکن سمجھ نہیں آتی کہ 197 کروڑ 80 لاکھ کے خسارہ کے ہوتے ہوئے جو 65 کروڑ کی زیادتی دکھائی گئی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ جناب والا! اس طرح جاری شدہ منصوبوں کے لیے زراعت کے لیے 141 کروڑ' صحت کے لیے 130 کروڑ' تعلیم کے لیے 121 کروڑ 78 لاکھ' آب نوشی اور نکاسی آب کے لیے 94 کروڑ کی رقم رکھی گئی ہے مگر اس سارے کتابچوں کو پڑھنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب کے لیے بہت ہی بہتر ہوتا کہ اگر وہ کوئی ایسا نظام تجویز کرتے کہ جس سے ٹھیکے داری نظام سے ہمارا پیچھا چھوٹ جاتا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میری ناقص رائے کے مطابق جتنا روپیہ ٹھیکے داری نظام کے تحت ضائع ہوا اور جتنا کام ٹھیکے داری نظام کے تحت ہو رہا ہے۔ میں کوئی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔

اب پنجاب کی سڑکوں پر جائیں۔ یہ درست ہے کہ پنجاب میں سڑکوں کا جال ہے۔ مگر کوئی سڑک بطور مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ جس پر آرام سے کوئی سفر کر سکے۔ تو بہت بہتر ہوتا کہ اگر کوئی اس طرح کی تجویز سامنے آتی۔ اس کے بعد وائٹ پیپر کے صفحہ نمبر 54 پر budgetallocation کا لکھا ہوا ہے۔ جس میں Informationand Culture کے لیے 89-1988ء میں ایک کروڑ 32 لاکھ تھے۔ مگر اب ایک کروڑ 26 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کے بارے میں عرض کروں گا کہ پنجاب میں رہائش کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور یہ شہریوں کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے لیے چاہیے تو یہ تھا کہ رقم میں اضافہ ہوتا۔ بجائے اس کے کہ یہ رقم دوگنا ہوتی مگر افسوس کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ 89-1988ء میں یہ 174 کروڑ 30 لاکھ روپے کی رقم اس مد میں رکھی گئی تھی مگر اس سال 155 کروڑ 3 لاکھ روپے کی رقم اس مد میں رکھی گئی ہے۔ اس طرح Social Welfare کے لیے اس مادی دور میں Social Services کی بے حد ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ رقم رکھی جانی چاہیے تھی۔ مگر 89-1988ء میں 63 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی تھی اور اب صرف 50 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اسی طرح Manpower Training کے لیے 2 کروڑ 79 لاکھ روپے 89-88ء میں رکھے گئے تھے اور اس سال 2 کروڑ 74 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ بہرصورت اس سے بھی کم ہیں۔ اس کے علاوہ وائٹ پیپر کے صفحہ نمبر 54 میں کچھ Allocations کی گئی ہیں۔ گزشتہ بجٹ میں کچھ دوستوں نے اعتراض کیا تھا کہ چیف منسٹر صاحب کے ذاتی قبضے میں مختلف رقومات پندرہ پندرہ کروڑ کی ٹکڑیوں میں دی گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ بجٹ میں ان رقموں کو دانستہ طور پر چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً" چیف منسٹر کے directives پہ 15 کروڑ کی رقم رکھی گئی تھی۔ مگر اس سال اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ سمجھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ 15 کروڑ کی رقم چیف منسٹر کے directives میں نہیں مگر ہوا کیا؟ یہ priority programme اس کے ساتھ دیا گیا۔ اسکی رقم 89-1988ء میں 15 کروڑ تھی جسے اب 18 کروڑ کر دیا گیا ہے۔ یہ Priority programme بھی تو وہی چیز ہے۔ اس کے علاوہ Special Programme for Education&Local Development کے لیے 64 کروڑ 68 لاکھ روپے سال 89-1988ء میں رکھے گئے تھے مگر اس دفعہ 98 کروڑ 58 لاکھ

روپے رکھے گئے ہیں جو کہ پچھلے سال سے 33.90 کروڑ روپے زیادہ ہے۔ یہ Special Programme for Education and Local Development کا کیا مطلب ہے؟ یہ تو اس ڈویلپمنٹ کا حصہ ہے۔

جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن کے نام پہ 249 کروڑ 76 لاکھ روپے سال 89-1988ء میں رکھے گئے تھے۔ جبکہ اس سال 318 کروڑ 6 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ وفاقی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے اخراجات میں 3 ارب روپے کی بچت کرے گی۔ مگر چاہیے تو یہ تھا کہ جہاں جنرل ایڈمنسٹریشن کے اخراجات مین کمی کی جاتی یہ رقم بڑھا دی گئی ہے۔

جناب والا! بیت المال کی بات ایک دوست نے کی تھی۔ یہ درست ہے اور اچھی بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھا اقدام ہے مگر بیت المال کی اس وقت کی بات کرتے ہیں جب خلیفۃ المسلمین سے ایک شہری بر سر مجلس یہ سوال کرتا تھا کہ ہمیں تو اتنا کپڑا ملا اور آپ کو دوگنا کپڑا کہاں سے مل گیا۔ مگر آج پنجاب میں کیا وہ حالات ہیں۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں؟ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان دوستوں میں سے کوئی ان سے بات بھی نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف دل کو تسلی دی گئی ہے۔ جناب والا! دیہات کی حالت کی بات ہو رہی ہے۔ آپ بھی بہت زیادہ دیہات سے تعلق رکھتے ہیں۔ میاں صاحب' یہ حقیقت ہے کہ دیہات کی حالت زار بہت بدتر ہے۔ باوجود اس بات کے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ ہماری 50 فیصد آمدنی دیہاتوں سے پیدا ہوتی ہے۔ باوجود اس امر کے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم 85 فیصد آبادی دیہات سے تعلق رکھتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دیہات کو ابھی تک وہ حق نہیں ملا اور یہ درست ہے کہ تھوڑی بہت کوشش ضرور ہوئی ہے مگر یہ آٹے میں نمک کی بات ہے۔ دیہات کو اور امداد ملنی چاہیے اور دیہات پہ اور زیادہ توجہ دی جانی چاہیے۔

جناب والا! میں نے سارا بجٹ دیکھا ہے۔ غریب کی حالت کو بہتر بنانے کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ کھوکھلے نعرے ہیں۔ یہ غریب کے نام پہ نعرے لگتے ہیں۔ کوئی غریب کی بات نہیں کرتا۔ بلکہ جو غریب کی بات کرتا ہے اسے یہ کہتے ہیں کہ یہ آدمی دیہاتی ہے۔ یہ پینڈو ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ خود بھی یہ سمجھتے ہیں۔ یہ سب سیاسی نعرے ہیں۔ کردار و عمل کی بات ہے۔ اگر عمل اور کردار ایک ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ہم جو نعرے لگاتے ہیں

وہ سیاسی لگاتے ہیں۔ جناب وزیر قانون نے کل فرمایا تھا اور شاید Scarp کے ٹیوب ویلوں کی بات ہو رہی تھی تو اس میں لاء منسٹر صاحب نے بہت اچھی بات کی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ کوئی ہندوستان پاکستان کی بات تو نہیں' یہ کوئی سکھوں مسلمانوں کی بات تو نہیں' اپنے صوبے کی بات ہے' اپنے گھر کی بات ہے' کوئی بات نہیں ہم مل جل کر کام کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھی بات تھی اور قائد حزب اختلاف نے اس سے اتفاق بھی کیا تھا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب کی طرف سے انتہائی اچھی بات تھی مگر ان سے چھوٹا سا گلہ بھی کرتا ہوں۔ کبھی انہوں نے اپنی ساتھیوں پر بھی نظر دوڑا کے دیکھا ہے۔ مجھے کل ہی ایک ایم پی اے نے بتایا کہ وہ وزیر خزانہ صاحب کے پاس محکمہ تعلیم کے متعلق کسی کام سے گئے۔ وزیر تعلیم صاحب نے فرمایا کہ آپ کو شرم نہیں آتی۔ آپ ہمارے پاس کام کے لیے کیوں آتے ہیں۔ وہ ایم پی اے بھی موجود ہیں اور اس بات کی تصدیق بھی ہو سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں جناب وزیر خزانہ' جناب وزیر تعلیم' آپ پنجاب کے وزیر تعلیم ہیں۔ آپ سارے پنجاب کے وزیر ہیں۔ اس میں حزب اختلاف بھی آتی ہے اور اقتدار بھی آتی ہے۔ جناب وزیر خزانہ میں آپ کو بطور ثبوت وہ آدمی پیش کر سکتا ہوں اور بورے والا سے میری تصدیق کے ساتھ ایک آدمی سفر کر کے ڈیرہ غازی خان گیا تھا اور جناب نے اس کو بھی جواب دے دیا تھا کہ کسی آئی جے آئی کے ممبر سے میری سفارش کرا کے لاؤ۔ جناب وزیر خزانہ آپ ہمارے حلقے سے بھی ٹیکس لیتے ہیں۔ ہم بھی حلقے کے ایم پی اے ہیں۔ ہم بھی اسی صوبے کے رہنے والے ہیں۔ آپ براہ کرم ایسے جواب مت دیا کریں۔ یہ اس طرف سے جواب ہو یا اس طرف سے میں سمجھتا ہوں یہ قابل شرم بات ہے اور اس طرح کل ایک دوسرے ایم پی اے نے میرے ایک دوسرے ساتھی سے کہا کہ میں جناب سعید منیس صاحب کے پاس کام کے لیے گیا ان سے میں نے عرض کی کہ جناب میرا یہ کام ہے تو انہوں نے کہا کہ فارورڈ بلاک میں آ جاؤ۔ تو میں یہ آپ کا کام کر دیتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی لاء منسٹر صاحب کے نوٹس میں بات آنی چاہیے۔ جناب والا! یہ ساری باتیں قابل تصدیق ہیں۔ میاں صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پنجاب میں بہت اونچا مقام دیا ہے' آپ کو بہت اونچا منصب عطا کیا ہے' آپ انصاف کی کرسی پہ ہیں۔ آپ انصاف فرمائیں۔ آپ کسی طبقہ سے ہوں' کسی جگہ سے ہوں' آپ ہمارے سپیکر ہیں۔ ہم آپ کے لیے ایک جیسے ممبر ہیں۔ آپ کا ہمارے ساتھ یکساں

سلوک ہونا چاہیے اور ایسی باتوں پہ آپ کو نگاہ رکھنی چاہیے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ بلکہ آپ نے پانچ منٹ زیادہ لے لیے۔ شکریہ! جناب چودھری مہدی خان صاحب۔

چودھری مہدی خان: جناب سپیکر! ہمارے معزز پیپلز پارٹی کے ارکان کی طرف سے ضمنی بجٹ اور حالیہ میزانیہ میں جو چیزیں میں نے نوٹ کی ہیں اور جو اعتراضات کیے گئے ہیں۔ ایک تو گیارہ سالہ مارشل لاء کا دور پر تھا اور دوسرا میاں نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب کو زیر بحث لائے۔ جناب والا! میں سب سے پہلے تو یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ جو مارشل لاء کا دور بار بار زیر بحث آیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید میرے معزز بھائی ہمیں مارشل لاء کی پیداوار سمجھتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ ہم لوگ 1985ء کے الیکشن میں غیر جماعتی بنیادوں پر کامیاب ہو کر آئے تھے۔ گو اس وقت مارشل لاء تھا لیکن ہمیں مارشل لاء کی کسی طرف سے بھی امداد حاصل نہیں تھی۔ تمام دوست اپنی ذاتی حیثیت سے کامیاب ہو کر آئے تھے۔ اس لیے ان کا بار بار مارشل لاء کے گیارہ سالہ دور کا ذکر کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ہمیں مارشل لاء کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور ہمیں مارشل لاء کی پیداوار سمجھتے ہیں اور میاں نواز شریف صاحب کے متعلق بھی ان کا یہی خیال ہے کہ وہ مارشل لاء کی پیداوار ہیں۔ جناب والا! میں انہیں یہ گزارش کروں گا کہ وہ حالیہ الیکشن میں چار حلقوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں اور بڑی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کر آئے ہیں۔ جب وہ پہلی دفعہ منتخب ہو کر آئے تھے اور اس وزیراعلیٰ کے چناؤ کا مسئلہ تھا تو تمام دوستوں کے متفقہ فیصلے سے انہیں وزیراعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اس لیے ان کی طرف سے جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان کی طرف سے یہ چیزیں انہیں زیب نہیں دیتیں۔ اصل موضوع بحث تو یہ بحث تھا نہ کہ مارشل لاء کا اور نہ ہی میاں صاحب کی ذات کا مسئلہ تھا۔ تو جناب والا! پیپلز پارٹی 1974ء کے الیکشن میں قوم کی بڑی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کر آئی تھی۔ اس الیکشن میں ان کو عوام کی بے پناہ حمایت حاصل تھی لیکن انہوں نے عوام کے ساتھ جو وعدے کیے تھے۔ روٹی، کپڑے اور مکان کا جو نعرہ لگایا تھا۔ اس کے علاوہ لوگوں کے ساتھ جو دوسرے وعدے کیے تھے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ پر اگر کسی جماعت کو عوام کی بھرپور حمایت حاصل رہی ہے تو وہ 1970ء کے انتخاب میں پیپلز پارٹی کو حاصل تھی۔ اس سے پہلے

کبھی کسی جماعت کو اتنی ہر دل عزیزی حاصل نہیں تھی۔ لیکن جناب والا! آپ دیکھیں کہ ان کے جو کھوکھلے نعرے تھے۔ انہوں نے جو روٹی کپڑے اور مکان کا وعدہ کیا تھا۔لوگوں کو دھوکہ دیا تھا تو آپ آگے چل کر دیکھیں 1977ء میں جب دوبارہ الیکشن ہوئے تو اگر یہ لوگ اس وقت سچے وعدے کرتے اور لوگوں کی صحیح خدمت کرتے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ صحیح معنوں میں غریبوں کے ہمدرد ہوتے تو 1977ء کے انتخاب میں انہیں دھاندلی نہ کرنی پڑتی اور اس وقت جو دھاندلی ہوئی اس کے خلاف احتجاج کیا گیا اور اس احتجاج کی بدولت ملک میں مارشل لاء قائم ہوا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ مارشل لاء لگوانے کی ذمہ داری بھی ہمارے انہی دوستوں پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ حالات انہوں نے خراب کیے تھے۔ عوام کے ساتھ دھوکہ انہوں نے کیا تھا عوام کے ساتھ غلط وعدے ہمارے ان دوستوں نے کیے تھے۔ لہٰذا جب وہ وعدے پورے نہ ہوئے۔ جب الیکشن میں دھاندلی ہوئی تو لوگ سڑکوں پر نکل آئے اور جب لوگ سڑکوں پر نکل آئے تو اس سے ملک میں مارشل لاء آگیا۔ لہٰذا ملک میں مارشل لاء لگنے کی جو وجہ ہے اور جمہوریت کو نقصان پہنچانے کی جو وجہ ہے جناب والا! میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ لوگ خود اس کے ذمہ دار ہیں جس کا یہ آج ہمیں ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔

جناب والا! اس کے بعد میں کچھ بجٹ کے متعلق گزارشات پیش کروں گا اور حقیقت سے کام لیتے ہوئے میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ سچائی کے متعلق اظہار خیال کروں۔ کیونکہ یہ ایک رواج رہا ہے کہ حزب اختلاف بجٹ پر شدید نکتہ چینی کرتی ہے اور حزب اقتدار والے ہمیشہ بجٹ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ نے یہ دیکھ بھی لیا کہ پچھلے چار پانچ روز سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ ادھر سے جتنے بھی لوگوں نے تقاریر کیں وہ مخالفت میں تھیں۔ ادھر سے جتنے لوگوں نے تقاریر کیں وہ بجٹ کے حق میں تھیں۔ جناب والا! اس سے ایک confusion پیدا ہو جاتی ہے کہ عوام کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ جناب والا! حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے دوست اور ہم بھی تمام عوام کے منتخب نمائندے ہیں۔ کم از کم ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم عوام کی صحیح رہ نمائی کریں۔ جو بات اچھی ہو وہ عوام تک پہنچائیں۔ صحیح بات کریں تاکہ عوام کو فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ لیکن جناب والا! آپ نے دیکھا کہ یہاں کا رواج ہے کہ ہر کوئی اپنی اپنی جماعت کی حمایت کرتا ہے۔ ریکارڈ موجود ہے کہ پیپلز پارٹی کا

سات سال اقتدار رہا ان کے دور میں بھی 7 بجٹ پیش ہوئے۔ جناب والا! آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں کہ یہ لوگ جو آج بجٹ پر اعتراضات کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے سات سالہ دور میں بجٹ پیش کیے اس کی تعریفیں انہوں نے ہم سے بھی زیادہ کی ہیں۔ حالانکہ وہ سات سالہ دور آپ کے سامنے ہے۔ ہم تمام لوگوں نے وہ دور دیکھا ہے لیکن چونکہ میں رواج کی بات کر رہا ہوں کہ ہر کوئی اپنی پارٹی کے مقاصد کی تعریف کرتا ہے لیکن میں جناب والا! غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے کہتا ہوں کہ جو بجٹ کے صحیح پہلو ہیں ان کو اجاگر کیا جائے اور عوام کی صحیح رہ نمائی کی جائے۔

جناب والا! بجٹ کا تعلق وسائل سے بھی ہوتا ہے۔ جناب والا! ہمارے صوبے کے وسائل بہت ہی کم ہیں اور مسائل بے شمار ہیں۔ نیز آبادی میں اضافہ ہمارے ترقیاتی کاموں میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا محدود وسائل کے ہوتے ہوئے یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میں یہ کہوں گا کہ یہ ایک متوازن بجٹ ہے۔ متوازن اس لیے ہے کہ معاشرے میں رہنے والے تمام طبقات کی صحیح طور پر نمائندگی کرتا ہے۔ جناب والا! ہماری 85 فیصد آبادی کا تعلق دیہاتوں سے ہے۔ اس لیے ٹوٹل ترقیاتی رقوم جو بجٹ میں مختص کی گئی ہیں ان کا 81 فیصد دیہاتوں کی ترقی کے لیے رکھا گیا ہے۔ اس لیے جناب والا! میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ 81 فیصد رقوم جو دیہاتی علاقوں کے لیے رکھی گئی ہیں۔ یعنی 85 فیصد کو 81 فیصد حصہ ترقیاتی کاموں کے لیے دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے میں یہ کہوں گا کہ یہ بجٹ ایک متوازن بجٹ ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ مزدوروں کا' یہ کسانوں کا اور محنت کشوں کا بجٹ ہے۔ جناب والا! یہ کچی آبادیوں کا بجٹ ہے۔ یہ غریبوں کا بجٹ ہے۔ جناب والا! ان کو تو غریبوں کی خدمت اور ہمدردی ورثے میں ملی ہے کیونکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم ہی صحیح لوگ ہیں اور ہم ہی غریبوں کی خدمت کرتے ہیں' ہم صحیح طور پر غریبوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جناب والا! میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے 7 سالہ دور میں انہوں نے جو کہ غریبوں کے نام پر کامیاب ہو کر اس ایوان میں پہنچے تھے تو کیا انہوں نے بھی غریبوں کی کچی بستیوں کے لیے کوئی رقم بجٹ میں مختص کی تھی۔ اگر پچھلے سات سالہ دور میں انہوں نے کوئی رقم مختص کی تھی تو یہ ہمیں اس ایوان میں اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ غریبوں کے نام پر یہ ووٹ لے کر آئے تھے اور غریبوں کے نام پر یہ کامیاب ہوئے تھے۔ لیکن میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں۔ آپ دکھا دیں کہ

آپ کے کسی بجٹ میں بھی کچی آبادیوں کے لیے کوئی رقم مختص کی تھی۔ جناب والا! یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ 688 کچی آبادیوں کے لیے دس کروڑ روپے سے بڑھا کر پچیس کروڑ دس لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ ان بستیوں کی بہتری کے لیے' ان کے ترقیاتی کاموں کے لیے' ان کے ماحول کو بہتر بنانے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اگر آپ کے پاس سات سالہ دور کی کوئی مثال ہے تو آپ چیلنج کر سکتے ہیں۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ یہ بجٹ کچی آبادیوں کا بجٹ ہے اور یہ صحیح معنوں میں غریبوں کا بجٹ ہے اور صحیح معنوں میں یہ صحیح غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ میں پہلے ہی یہ عرض کر چکا ہوں کہ میں غیر جانب داری سے کام لیتے ہوئے بات کروں گا۔ میرا یہ فرض بنتا ہے کہ جو صحیح بات ہو اس کی نشان دہی کی جائے۔ میں نے رواج سے ہٹ کر بات کی ہے۔ کیونکہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں رواج سے ہٹ کر بات کرنا ہوگی۔ ایک اور بات پر بھی میں وزیر خزانہ کو دلی مبارک باد پیش کروں گا اور وہ اس بات کے مستحق بھی ہیں اور یہ چیز بھی جس کا میں ذکر کر رہا ہوں پہلی دفعہ ہوئی ہے۔ بیت المال اور جہیز فنڈ یہ 20 کروڑ روپے ہیں یہ بھی پہلی دفعہ آئی جے آئی کی حکومت نے مسلم لیگ کی حکومت نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے اور یہ credit بھی ان کو جاتا ہے۔ اس کام کے لیے 20 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جو غریبوں کا نام لیتے ہیں انہوں نے کبھی غریبوں کے لیے سوچا نہیں۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ آپ نے مرکز میں کوئی جہیز فنڈ قائم کیا ہے؟ مرکز میں تو آپ کے پاس بہت بڑی رقوم ہیں اور آپ ان ہی لوگوں کے ووٹ لے کر آئے ہیں۔ حالانکہ ہمیں ان کے ووٹ نہیں ملے۔ ان غریبوں نے آپ کو ووٹ دیے ہیں۔ آپ نے ان غریبوں کے لیے کوئی جہیز فنڈ قائم کیا ہے؟ آپ نے ان کے لیے کوئی بیت المال قائم کیا ہے؟ کیا اس کا قیام آپ عمل میں لائے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ اس کی وجہ سے عوام نے 1977ء کے انتخاب میں آپ کو رد کر دیا تھا۔ یہ credit بھی ہماری حکومت کو جاتا ہے۔ وزیر خزانہ کو جاتا ہے' وزیر اعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے۔ اس ضمن میں' میں یہ گزارش کروں گا کہ ہم تو سچے دل سے خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

خاص طور پر غریبوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ تو میری وزیر خزانہ سے یہ اپیل ہوگی' کہ اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے کی توفیق ہمیں دیتا ہے اور انشاء اللہ ہمیں یہ توفیق دیتا رہے گا' میری اپیل

ہے کہ یہ رقم آئندہ بجٹ میں 20 کروڑ روپے سے بڑھا کر 50 کروڑ روپے کر دی جائے۔ وعدے تو انہوں نے کیے تھے لیکن خدمت ہم نے کرنی ہے' میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ارادے نیک ہیں اور ہم نیک نیتی سے ان غریب لوگوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں' اور قوی امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بجٹ میں یہ رقم 20 کروڑ سے بڑھ کر اللہ کے فضل و کرم سے 50 کروڑ روپے تک جائے گی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب شکریہ۔ ٹائم ختم ہوگیا۔ تو جناب عباس علی انصاری صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ بابو محمد منیر صاحب' جناب میاں اظہر حسن ڈار صاحب' راجہ محمد صفدر صاحب' چودھری ظہیر خان صاحب اور غلام سرور خان صاحب' جناب غلام شبیر صاحب' کرنل محمد یامین صاحب' ملک جلال دین ڈھکو صاحب' غلام صابر انصاری صاحب' سید محمد اکبر صاحب (مندرجہ بالا حضرات ایوان میں تشریف نہیں رکھتے) جی آغا ریاض الاسلام صاحب۔

(تالیاں)

آغا ریاض الاسلام: جناب والا! یہ تو اس لیے تالیاں بجا رہے تھے کہ میں ان کا آدمی ہوں' وہ اس لیے شور مچا رہے تھے کہ میں بول نہ سکوں۔ تو میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بھی تقریر کرنے کا موقع دیا' میں آج کی اس تقریر کو زیادہ اہمیت اس لیے دینا چاہتا ہوں کہ یہاں پر آج دن کے وقت برسراقتدار گروپ کی طرف سے محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ نے قائداعظم کو ان کی کوٹیشن کو اس طریقے سے quote کیا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ مرکز سے پنجاب کی ایک علیحدہ سلطنت قائم کرنے کی خواہش رکھنے والے آہستہ آہستہ بابائے قوم کو بھی متنازعہ شخصیت بنانا چاہتے ہیں' اور بانی پاکستان جناب قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کی کوٹیشن کو اس طریقے سے ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ان پر اعتراضات کیے جائیں۔ جناب والا! میں آپ کو تاریخ کے حوالے سے ایک ایسا واقعہ بیان کرنا چاہوں گا جو کہ دینی حوالے سے ہے لیکن آج پاکستان کی سیاست میں اس کی repetition ہو رہی ہے بالکل ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے' انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا وقت کے یہودیوں نے ان کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا' ان پر اور ان کے ماننے والوں پر ظلم و تشدد کیا' طرح طرح کے ظلم ڈھائے اور پھر ان کی شخصیت کو ایک متنازعہ شخصیت بنا دیا' یہاں تک کہ انہیں معاشرے میں

یہودیوں نے بہت گندے الفاظ سے بدنام کرنے کی کوشش کی اور پھر ان تمام disputed معاملات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر قرآن میں یہ کہا کہ حضرت موسیٰ خدا کے نبی تھے اور حضرت عیسیٰ خدا کے نبی تھے اور ان پر ایمان لانا مسلمانوں پر فرض ہے' لیکن آج تاریخ اٹھا کے دیکھئے اور پاکستان میں اور آج کی دنیا میں حالات کو نوٹ کیجئے انہیں یہودیوں نے بعد ازاں عیسائیوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اس نبی کے ماننے والوں کو اپنا دشمن آپس میں مشترکہ اختیار کیا اور آج پوری دنیا میں یہودی عیسائیوں کی مدد لے کر مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہیں' چاہے فلسطین ہو' چاہے دھرتی کا کوئی بھی علاقہ ہو' وہ سازشیں کرنے اور ان پر زیادتی کرنے سے باز نہیں آتے۔ جناب والا ! یہی تاریخ پاکستان میں سیاست کے اندر آتی ہے۔ وہ قائد عوام جو پاکستان کی سیاست میں قائداعظم کے نام کو اپنے نام سے اپنی زندگی میں ہی افضل تر کہتا تھا' اس قائد عوام کے ماننے والے آج بھی قائداعظم کو بابائے قوم مانتے ہیں۔

جناب سپیکر ! یہی تاریخ پاکستان میں سیاست کے اندر آتی ہے۔ قائدعوام جو پاکستان کی سیاست میں قائداعظم کے نام کو اپنے نام سے اپنی زندگی میں افضل تر کہتا تھا اسی قائد عوام کے ماننے والے آج بھی قائداعظم کو بابائے قوم مانتے ہیں لیکن یہ Tragedy ہے کہ وہ کافراعظم کہنے والے آج اس وقت قائداعظم کے ماننے والوں کو ساتھ لے کر قائد عوام کو ماننے والوں کے خلاف سازشوں میں شریک ہیں۔

جناب سپیکر! ہم یہاں پر یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ پاکستان بنانے میں قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کا کردار ہے اس کو پاکستان کی سالمیت کے ساتھ منسلک کرتے ہوئے وہ ان کا رتبہ ان کی حیثیت بابائے قوم کی سی ہے۔ اس دھرتی پاکستان کے غریب اوران علاقوں میں جہاں پر بجلی نہیں' جہاں پر غربت' افلاس اور ظلمت اور پستی تھی۔ اس علاقے میں حق کی آواز اٹھانے کا کام قائد عوام شہید ذوالفقار علی بھٹو نے کیا تھا اور آزادی کا احساس اور ان کے حق کا احساس پاکستان کی دھرتی پر غریبوں کا اس بات کا احساس کہ وہ بھی اس دھرتی کا حصہ ہیں اور پاکستان ان کا وطن ہے یہ قائدعوام کا کام تھا اور اسی لیے آج 11 سال کے ظلم و جبر اور تشدد کے ساتھ بھی پاکستان کے کونے کونے میں مرے ہوئے شہید ہوئے۔ اس قائد عوام کو لوگ نہیں بھولے چاہے جتنی بھی لوگ ان سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کریں اور انفاق فونڈری کا سارا بجٹ اس پر لگا

دیا جائے لیکن پاکستان کے غریب لوگ قائد عوام کے نام کو آج بھی اپنے نام کے ساتھ لیتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور پاکستان پیپلز پارٹی کے قائدین کا ہمیشہ سے پاکستانی قوم کے ساتھ ایک وعدہ ہے کہ ہم بابائے قوم محمد علی جناح کو اسی طرح جس طرح ہم پاکستان کے جھنڈے کو سلام کرتے ہیں ان کو بھی سلام کرتے ہیں اور ان کا برصغیر کے مسلمانوں پر احسان ہے کہ اس نے پاکستان بنا کر دیا اور آج ہم تمام مسلمان عزت و احترام سے جیتے ہیں۔ ان کا رتبہ اب مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے نہیں لیا جا سکتا۔ ان کی کوٹیشن کو قطعی طور پر ہاؤس میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ ایک قرارداد کے ذریعے پاس کیا جانا چاہیے کہ قطعی طور پر ان کی کوئی کوٹیشن کسی کے ریفرنس میں نہ دی جائے بلکہ اس کو باقی لوگوں کے لیے مشعل راہ کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ کسی قسم کا آپس میں اختلاف پیدا نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ کام سمجھتا ہوں تعلیم یافتہ لوگ کر رہے ہیں۔ اس کے پیچھے باقاعدہ انڈین لابی کام کر رہی ہے۔ جو پاکستان کے بنیادی احساس کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ جو پاکستان کی سالمیت کے لیے مختلف ایسی بنیادی چیزوں کو کمزور کرنا چاہتی ہے جس کی بنیاد پر پاکستان یا ملک قائم ہوتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ اس کے لیے اس ایوان میں پابندی لگا دینی چاہیے۔

جناب والا! میں ان لوگوں کی طرف آنا چاہتا ہوں جو یہاں اس وقت بنیادی طور پر بجٹ کی بات کرتے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی پاکستان کے غریب عوام کے لیے ایک پروگرام رکھتی ہے۔ ہم یہاں پر غریب عوام کی خدمت کے لیے الیکشن لڑ کر آئے ہیں اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بجٹ پر تنقیدی جائزہ پیش کریں۔ اس میں قطعی طور پر اس بات کا تعلق نہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پنجاب کے صوبے میں کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ اگر آج مرکز 51 فیصد امداد جو صوبہ پنجاب کو دے رہا ہے واپس لے لے تو یہ اپنے عملے کو تنخواہ دینے میں ناکام ہو جائیں گے۔ جنابِ من چونکہ یہ مرکز کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کو چلائے لہٰذا اسی کا یہ کام بنتا ہے کہ وہ ایسے وسائل پیدا کرے جس میں پاکستان کے آٹھ نو کروڑ انسانوں کی فلاح و بہبود کے تعمیری کاموں کا پروگرام دے سکے۔ اپنے صوبوں کو بھی وہ امداد مہیا کر سکے جس کے ذریعے وہ اپنی مشینری چلائیں۔ جناب سپیکر! یہاں پر ہمارے دوست بجٹ تقریر کے دوران یہ کہہ رہے تھے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکن جیلوں میں شرابیں پیتے تھے۔ جوئے کے کیسوں میں جاتے تھے اور پاکستان

پیپلز پارٹی گزشتہ 11 سالوں میں اگر عوام کے لیے کوئی بات نہیں کر سکی تو انہوں نے ماسوائے جیلیں کاٹنے کے' جوا کھیلنے کے اور شراب پینے کے سوا کوئی کام نہیں کیا۔ مجھے یہ بات افسوس سے کہنی پڑتی ہے جس کو یہ اسلامی دور کہتے ہیں۔ جو ان کا اسلامی دور رہا ہے اسلامی دور میں بقول ان کے شرابیں جیلوں میں ملتی تھیں اور ہم پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکن عوام کو کچھ نہیں دے سکے۔ یہ بنیادی طور پر علاقوں میں سازشیں پیدا کر کے استحصال کر کے ان کی سیاست کی بنیاد قائم ہوئی۔ میں نے کم ہی ایسے لوگ ان کے بنچوں پر دیکھے ہیں جن کو بنیادی طور پر سیاست کی جدوجہد کی ابجد میں بھی علیت محدود ہو۔ ان کے علم میں سیاست الیکشن لڑ کے سرمائے کے بل بوتے پر ڈیکس کے آنے کا نام اور اس کے بعد حاصل شدہ وسائل کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا نام ہے۔ انہیں یہ نہیں پتا کہ ایک سیاسی کارکن عوام کے حقوق کے لیے' ایک سیاسی کارکن حصول انصاف اور حق کی خاطر جیلوں میں کیا اپنی زندگیوں کو آگ بھی لگا دیا کرتے ہیں۔ ان کے علم میں یہ بات نہیں کہ یہ سیاست کے تصور سے ناآشنا ہیں۔ جہاں پر انسان اصولوں کی خاطر اللہ اکبر کا نام لے کر اپنے آپ کو جنگ بدر میں اپنے آپ کو مختلف جنگوں کے اندر داخل کر کے اللہ اکبر اور جہاد فی سبیل اللہ کو آگے بڑھا کر چلتا ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ ریت کے ذروں کے اوپر کس طریقے سے انسان نظریات کی خاطر گھسیٹے جاتے ہیں لیکن وہ اپنے نظریات کو نہیں چھوڑتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جیلیں کاٹیں' ہم نے اپنے وطن کے 9 کروڑ انسانوں کی آزادی' احترام اور وقار کے لیے جیلیں کاٹیں' ہم اس غاصب کے خلاف جو غاصب پاکستان کے غریب عوام کی آزادی کو نوچے گا یا اس کو غلام بنائے گا ہم پاکستان میں ایک ایسے معاشرے ایک ایسے نظام کے پروردہ ہیں یا ان کو آگے لانا چاہتے ہیں جو بنیادی طور پر پاکستان میں آزادی' مساوات اور غریب انسانوں کی فلاح و بہبود کے کام کرے۔

جناب سپیکر! یہاں پر آج آپ کے اس ہاؤس میں ایک ملک میں پیدا ہونے والے سیاستدان کو زیر تنقید لایا جاتا ہے لیکن یہ بنیادی طور پر ایک ظالم' جابر اور جرنیل کے پجاری ہیں۔ یہ ان کی پیداوار ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ کون سے سیاسی کارکن ہیں کم از کم ایک سیاسی کارکن کی تعریف میں یہ بات قطعی طور پر نہیں آتی کہ وہ ایک جرنیل کو اپنا لیڈر تسلیم کرے۔ وہ جرنیل جو بندوق کی گولی کے اوپر اقتدار کو ہٹا دے اور قبضہ کر کے بیٹھ جائے لیکن جناب سپیکر! یہ آپ ہی کا

ہاؤس ہے جس ہاؤس میں یہ باتیں کی جاتی ہیں اور جس ہاؤس میں یہ کہا جاتا ہے کہ سیاسی کارکن اور سیاست دان اس ملک کے اندر کوئی چیز نہیں لیکن اس ملک کے اندر بندوق کی نالی سے حکومت کرنے والا ایک جرنیل لیڈر ہے اور یہ اس کے پیروکار ہیں۔ 11 سال کے اندر پاکستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے واضح طور پر ہیروئن' وی سی آر اور کلاشنکوف ملیں گی اور اس کے علاوہ پورے معاشرے کو corruption کی طرف بڑھانے والا اقتدار کے اوپر بیٹھ کر غریب انسانوں' غریب سیاسی کارکنوں کو گرفتار کرنے والا اس بات کو تسلیم کرتا رہا کہ ہاں میرے ملک پاکستان میں رشوت عام ہو چکی ہے۔ جب کبھی رشوت کے کیس میں کوئی پکڑا گیا تو غریب کلرک کو پکڑا گیا' کوئی بڑی مرغی آج تک اس پاکستان میں احتساب میں نہیں آ سکی۔ یہ وہ بنیادی وجہ ہے کہ پاکستان میں خدا اور اس کے رسول کا نام لے کر پاکستان کے معاشرے کو تباہ کرنے والے کو خدا غرق کرتا ہے اور اس کی مثال سامنے ہے۔ میں یہ بات بڑے واضح طور پر ایوان کی حد تک کہتا ہوں خدا تعالیٰ کسی صورت بھی اس شخص کو جو فاسد ہو' جھوٹا ہو اور غلط ہو معاف نہیں کر سکتا۔ وہ کفار کو معاف کر سکتا ہے۔ میں یہاں پر بہت دیانت داری سے یہ بات کہوں گا کہ ہم اس ملک کے اندر ایک سیاسی تبدیلی چاہتے ہیں جس سے امن و سکون ہو۔ عوام کی فلاح و بہبود کی بات ہو۔ اگر ہم پولیس کے خلاف بات کرتے ہیں ہمارے پاس اس کے لیے جواز موجود ہے۔ ہم ٹیکسز دے رہے ہیں۔ غریب عوام اپنے بچوں کی روٹی کو روکتے ہیں اور مختلف اداروں کے بجٹ کو پورا کرتے ہیں۔ اگر وہ مکمل طور پر اپنے اس بجٹ کا تحفظ نہیں کریں گے اور اس کے نتیجے میں ہمیں پاکستان کے عوام کو تحفظ نہیں دیں گے تو ہم یہاں بیٹھ کر یہ کہیں گے کہ ان کا بجٹ روک دیا جائے اور ان کو قطعی طور پر کوئی پیسہ نہ دیا جائے۔

جناب سپیکر: آغا صاحب شکریہ۔ میں آپ کو دس منٹ زیادہ دے چکا ہوں 20 منٹ آپ نے تقریر کر لی ہے۔ ایک منٹ میں آپ اس کو ختم کریں۔

آغا ریاض الاسلام : جناب سپیکر! ہمارے ایوان میں ایم پی اے صاحبان مختلف لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے ایک مولانا صاحب ہیں۔ وہ اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انہیں اسلام کا بہت شوق ہے اور وہ اس بات پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ صوبہ پنجاب میں اسلام نافذ کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آج ہی آپ "جنگ" کا پچھلا پرچہ اٹھا

لیں۔ کل ہیرا منڈی میں جا کر اس بات کو چیک کیا گیا ہے کہ کیا صوبہ پنجاب میں جہاں اسلام لایا جا رہا ہے' رقاصائیں پردے کے اندر رقص کر رہی ہیں یا بغیر پردے کے رقص کر رہی ہیں۔ اس کے برعکس عام غریب آدمی جو دس روپے میں کرائے پر کیسٹ دیتا ہے' وہاں سے ان کی کیسٹوں کو پکڑ کر آگ لگا رہے ہیں۔ یہاں پر یہ اسلام آ رہا ہے۔ گلی کوچوں میں قمار خانے کھول دیے گئے ہیں۔ ہر جگہ پر ظلم و تشدد کیا جا رہا ہے۔ قتل و غارت گری اس قدر بڑھ چکی ہے کہ قاتل گرفتار نہیں ہوتے۔ چور اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ گلی اور ہر محلے میں چوریاں ہو رہی ہیں۔ لیکن چونکہ انہیں پلاٹ مل رہے ہیں اور دوسری سہولتیں مل رہی ہیں' اس لیے ان کے نقطہ نگاہ کے مطابق پورے پنجاب میں امن و سکون پایا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے یہ کہوں گا کہ موجودہ بجٹ ماسوائے الفاظ اور ہندسوں کی ہیرا پھیری کے اور کچھ بھی نہیں۔ اگر ان کی گیارہ سال کی حکومت نے عوام کو کچھ نہیں دیا تو ماسوائے اس کے کہ یہ ہندسوں کی ہیرا پھیری ثابت ہو' آئندہ بھی پنجاب کے عوام کو موجودہ ڈھانچے کے ہوتے ہوئے کبھی بھی امن و سکون اور آشتی کی زندگی نہیں مل سکے گی۔ یہ ہمارا یقین ہے۔ خدا حافظ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جناب شیخ محمد اقبال صاحب۔

شیخ محمد اقبال: (جھنگ 65)۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے آج بجٹ پر اظہار خیال کرنے کا موقع دیا پاکستان کو قائداعظم محمد علی جناح نے حاصل کیا' مسلم لیگ نے حاصل کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں کہ جب سارے پاکستان میں مسلم لیگ کی حکومت قائم ہوگی۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! اس معزز ایوان میں بجٹ پر کم بحث ہوئی ہے اور حزب مخالف کی طرف سے تنقید برائے تنقید کی جا رہی ہے۔ جناب والا! ایوب خان کے دور کو گولڈن دور کہا جاتا ہے اور یہ حقیقت بھی تھی کہ ایوب خان کے دور میں ملک نے بہت ترقی کی تھی۔ لیکن اس موجودہ دور میں' موجودہ حکومت میں میاں نواز شریف کی قیادت میں پنجاب نے اتنی ترقی کی ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ جناب والا! ایوب دور کو لیجئے۔ اگر اس دور میں پنجاب میں سو میل سڑک بنی تھی تو اب اس وقت پانچ ہزار میل سڑک بن چکی ہے۔ میں نے بجٹ کو بغور دیکھا ہے' مطالعہ کیا ہے۔ ہر شعبے میں اربوں اور کروڑہا روپیہ رکھ

گیا ہے۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ پانچ سال حکومت نے مکمل کر لیے تو کوئی دیہاتی علاقہ ایسا نہیں رہے گا کہ جس میں سکول نہ ہو' جس میں Basic Health Centre نہ ہو اور سڑک منڈی سے گاؤں تک مکمل نہ ہو۔ کوئی ایسا کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بقایا نہیں رہ جائے گا اور پنجاب اس دور میں زیادہ سے زیادہ ترقی کرے گا۔ جناب والا! ابھی معزز رکن نے جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی تعریف کی ہے۔ جناب والا! مسلم لیگ نے پاکستان حاصل کیا اور جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا 1970ء میں روٹی' کپڑا اور مکان کا جھوٹا نعرہ دے کر سادہ لوح عوام کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ انہیں یہ پتا نہ تھا کہ جب یہ اقتدار میں آئیں گے تو پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں گے۔ عوام نے 1970ء میں ان کا ساتھ دیا تھا لیکن چونکہ یہ کھوکھلے نعرے تھے' غلط تقریریں تھیں' جذباتی تقریریں تھیں۔ 1977ء میں پاکستان کے عوام نے صحیح معنوں میں ان کا ساتھ نہ دیا۔ دھاندلی کی گئی۔ دھاندلی کے نتیجے میں 1977ء میں انہوں نے الیکشن جیتا۔ لیکن عوام سڑکوں پر آ گئے اور فوج کو مارشل لاء لگانا پڑا۔ جناب والا! یہ حقیقت ہے کہ جب ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی' اگر پاکستان کے غریب عوام ان کے ساتھ ہوتے تو وہ سڑکوں پر نکل آتے۔ مارشل لاء حکومت اس کو پھانسی نہ دے سکتی۔ لیکن غریب عوام کو یہ پتا چل گیا تھا کہ روٹی' کپڑا اور مکان اور غریبوں کا نعرہ صرف نعرہ ہے' اس لیے غریب عوام سڑکوں پر نہ آئے۔ اب دیکھ لیجئے' پنجاب میں آئی جے آئی کی حکومت بنی اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہے گی۔ ہم غریب عوام کے ووٹوں سے آئے ہیں اور آپ اکثریت دیکھیں کہ پیپلز پارٹی کے 104 ارکان ہیں اور آئی جے آئی کے 156 ارکان ہیں۔

جناب والا! اب میں بجٹ کی طرف آ رہا ہوں۔ میں اس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں' ضلع جھنگ سے' جو کہ پنجاب میں ایک پس ماندہ ضلع ہے۔ میں میونسپل کمیٹی جھنگ کا چیئرمین ہوں۔ میری سیاسی زندگی تیس سال کے لگ بھگ ہے۔ 1959ء سے میں بنیادی جمہوریت کا ممبر بنا اور اس کے بعد میونسپل کمیٹی کا وائس چیئرمین اور اب تیسری بار جھنگ میونسپل کمیٹی کا چیئرمین منتخب ہوا ہوں۔ 1970ء میں ایم پی اے بنا اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوبارہ جھنگ کے شہریوں نے مجھے بھاری اکثریت سے کامیاب کیا۔ میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں اپنے شہر کی نمائندگی کروں۔ بجٹ کو بغور دیکھا۔ سارے پنجاب میں ہر شعبے میں بڑی کثیر رقم ترقیاتی کاموں کے لیے

رکھی گئی ہے۔ جناب والا! میں گزشتہ نو سالوں میں ہمیشہ یہ کوشش کرتا رہا ہوں کہ جھنگ میونسپل کمیٹی کے لیے بجٹ میں کچھ گنجائش رکھی جائے۔ جھنگ میونسپل کمیٹی کا بجٹ اس طرح ہے کہ وہ دو کروڑ اسی لاکھ روپے کے لگ بھگ ہے جس میں غیر ترقیاتی اخراجات دو کروڑ تیس لاکھ روپے ہیں۔ صرف پچاس لاکھ روپیہ دو لاکھ کی آبادی کے لیے ترقیاتی کاموں کے لیے بچتا ہے۔ جناب والا! منسٹر صاحب فیصل آباد تشریف لے گئے۔ میں نے اپنی ترقیاتی سکیموں کی فہرست اور تخمینہ جات پیش کیے۔ انہوں نے وعدہ فرمایا کہ اس بجٹ میں آپ کے لیے کچھ نہ کچھ رقم مختص کی جائے گی۔ لیکن بجٹ دیکھنے کے بعد جہاں خوشی ہوتی ہے وہاں مجھے اپنے شہر کے لیے تھوڑا سا ذاتی طور پر افسوس بھی ہوتا ہے۔

کیا میں صحیح نمائندگی نہیں کرتا یا میری آواز میں وہ خوبصورت الفاظ نہیں۔ جنہیں میں ادا کر کے اپنے شہر کے لیے کچھ مانگوں۔ جناب والا! جھنگ میونسپل کمیٹی کے لیے میں نے صرف واٹر سپلائی سیوریج کی ڈیمانڈ کی تھی۔ جنگ شہر کا دو تہائی حصہ پینے کے پانی سے اور گندے پانی کے نکاس سے محروم ہے۔ میں آپ کو آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ اور وزیر پی اینڈ ڈی کی خدمت میں عرض کروں گا کہ زیادہ نہیں تو کم از کم 50 لاکھ روپے اس سکیم کے لیے موجودہ بجٹ میں رکھیں تاکہ جھنگ کے عوام اور غریب عوام اس سے فیض یاب ہو سکیں۔ جناب والا! جھنگ وہ ضلع ہے کہ 1970ء میں پیپلز پارٹی کو ایک سیٹ تک نہ دی گئی اور اس دفعہ بھی آئی جے آئی کے 8 ایم پی اے ہیں اور 2 ایم این اے ہیں۔ سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو جب جھنگ تشریف لے گئے انہوں نے 13 کروڑ روپے کا سوئی گیس کا اعلان کیا انہوں نے دیکھا کہ جھنگ شہر پس ماندہ ہے۔ اس کو سوئی گیس کی ضرورت ہے۔ سوئی گیس نہ ہونے کی وجہ سے جھنگ میں کوئی انڈسٹری نہیں۔ 13 کروڑ روپے کا اعلان کیا گیا۔ اب ہمیں اس کی سزا ملے گی۔ پیپلز پارٹی والے جھنگ شہر کو کبھی سوئی گیس مہیا نہیں کریں گے۔ میں یہ بھی وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ جھنگ کے لیے سوئی گیس کے لیے صوبائی بجٹ میں رقم مہیا کریں۔ کیونکہ مرکزی حکومت کبھی بھی سوئی گیس مہیا نہیں کرے گی۔ جتنے بھی الیکشن ہوئے ہیں اور جب طوفان تھا 1970ء میں پیپلز پارٹی کا ایک طوفان تھا۔ پیپلز پارٹی کو وہاں سے ایک سیٹ پر بھی کامیاب نہ ہونے دیا۔ جناب والا! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ جیسے مسلمان کے لیے عید کا دن خوشی کا دن ہوتا ہے مالک اپنے

ملازم کو نئے کپڑے سلا کر دیتا ہے اور جیب خرچ اور مٹھائی کے لیے پیسے دیتا ہے۔ پنجاب کے عوام اور پاکستان کے عوام کا جب بجٹ آتا ہے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے خوشیوں کا دن ہے اور عید والے دن جو بھوکا رہے اس سے زیادہ بدنصیب ہی کوئی نہیں۔ تو ہمارے لیے یہ عید کا دن ہے۔ بجٹ کے دن بھی جھنگ والے محروم ہیں۔ آپ اس بجٹ کو بغور دیکھیں کہ پنجاب میں 17 ارب روپے ترقیاتی پرگراموں پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دیہاتی علاقوں میں 80% آبادی ہے۔ ان کا حق لیکن جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب کی خدمت میں یہ عرض کروں ایف ڈی اے' ایل ڈی اے' ایم ڈی اے ان ترقیاتی اداروں کو کروڑہا روپیہ دیا جاتا ہے۔ کیا ہم جھنگ والے پاکستانی نہیں۔ کیا ہم مسلم لیگی نہیں۔ کیا ہم آئی جے آئے سے تعلق نہیں رکھتے۔ کیا ہم پاکستان کے وفادار نہیں۔ ہمیں نظرانداز کیوں کیا جا رہا ہے۔ اگر شہروں کو دیا جائے تو سب کو دیا جائے۔ میں اس کی مخالفت نہیں کرتا کہ دیہاتوں میں خرچ نہ کیا جائے۔ لیکن جھنگ کے عوام کے لیے بھی وہ مظلوم ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے جناب والا! اس بجٹ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ میری تجویز وزیر خزانہ کی خدمت میں پیش کی جائے اور میں یہ حق رکھتا ہوں کہ جناب والا! جھنگ کے لیے کچھ نہ کچھ رقم مختص کی جائے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور وزیر خزانہ کو اس خوبصورت بجٹ پر مبارک باد دیتا ہوں کہ ان ناگزیر حالات میں انہوں نے بہت خوبصورت بجٹ پیش کیا لیکن اس میں صرف جھنگ محروم رہ گیا۔ مہربانی شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب حاجی غلام رسول صاحب۔

حاجی غلام رسول: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! کا بہت بہت شکریہ آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ آپ نے دوبارہ اس ہاؤس میں ڈبل شفٹ کر کے بہت ارکان کے لیے اور اس ایوان کے لیے بہت مہربانی کی۔ ورنہ سب کا موڈ یہی تھا کہ ایوان ایک وقت چلے گا لیکن آپ نے دوسری شفٹ کر کے مہربانی کی۔ جناب والا! میں کوئی مقرر نہیں اور ہمارے دوستوں نے بہت رواں دھار تقاریر کیں۔ ان میں صرف دھواں ہی تھا۔ ان تقاریر میں علاقے کے مسائل اور پارٹی کی بنیاد پر باتیں ہوتی رہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پیپلز پارٹی اور ہم سب نے یہیں رہنا ہے۔ ملک کے حالات سب کے سامنے ہیں۔ یہ گیارہ سالہ دور کو یہ آمرانہ دور کہتے ہیں۔ میں اپنے

علاقے کی بات کروں گا۔ خاص کر تحصیل عیسیٰ خیل کی یہاں ہمیں دس دس میل پینے کا پانی میسر نہیں تھا۔ دس دس بارہ بارہ میل پیدل چل کر ہسپتالوں میں جانا پڑتا تھا اور کوئی ذریعہ آمدورفت نہیں تھا۔ میں یہ حقیقت بیان کرتا ہوں جو دوست اس کو آمرانہ دور کہتے ہیں۔ دیہات کے لیے خصوصاً اس علاقہ میں جہاں پانی میسر نہیں تھا ان گیارہ سال میں بے حد عوامی کام ہوا اور تقریباً 70% آبادی کو پانی میسر ہوا اور جہاں سو فیصد مسائل تھے اور کوئی بات نہ تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو بات درست ہو اس کو ماننا چاہیے۔ بلا وجہ یہ ضدبازی یا پارٹی کی بنیاد پر بات کر کے عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔ حالانکہ اس کا نتیجہ بھی سامنے ہے۔ عوام کوئی بے وقوف نہیں۔ خدا کے فضل سے یہ ملک سب کا ہے۔ پیپلز پارٹی کا اور ان کا یہ ملک ہے۔ 1970ء کا الیکشن ہوا میں اس میں کامیاب ہوا۔ 1985ء کا الیکشن ہوا اس میں منتخب ہوا۔ اس دفعہ پارٹی کی بنیاد پر تھا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے علاقے میں پیپلز پارٹی نے یا کسی جماعت نے کوئی ٹکٹ نہیں دیا بلکہ تمام کے تمام آزاد امیدوار الیکشن لڑے میں وہاں آئی جے آئی کے ٹکٹ پر تھا اور اس پارٹی کا نام لینے والا بھی کوئی نہ تھا۔ میں صرف اسی بنا پر جو ان سالوں میں کام ہوا اس کی وجہ سے یہ لوگ یہ پارٹیاں قوم کے سامنے شرم سار تھیں۔ ان کے پاس کوئی بات نہیں تھی جو لے کر جاتے کہ ہم نے کام کیا۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میں کوئی مقرر نہیں ہوں میں تو صرف اپنا ہی رونا روتا ہوں۔ میری تحصیل عیسیٰ خیل پس ماندہ ہے۔ جھنگ کا بھی آدمی کہتا ہے کہ پس ماندہ لاہور کا آدمی بھی کہتا ہے کہ پس ماندہ ہے۔ ہر جگہ پس ماندہ ہے۔ پس ماندہ تو عام بات ہو گئی لیکن میرے پاس تو کوئی ایسے الفاظ نہیں کہ میں کوئی اور بات کروں میں تو اپنے ہی مسائل کی بات کرتا ہوں۔ ہماری ایک یونین کونسل ہے جو 30 میل لمبی ہے اور 20 میل چوڑی ہے۔ اس میں صرف ایک ہسپتال ہے۔ پینے کا پانی وہاں دس دس میل تک میسر نہیں۔ دس بارہ میل پیدل چل کر ہسپتال جانا پڑتا ہے اور بیمار کو چارپائی پر اٹھا کر لے جانا کتنی مشکل بات ہے اور جس طرح ایک بیمار ہسپتال جاتا ہے۔ اگر اس کی جان کا خطرہ نہ ہو تو اس کو نارمل حالات میں کمرہ مل گیا یا نہ مل گیا لیکن ایمرجنسی وارڈ میں اس بیمار کو لے جاتے ہیں۔ جس کو موت کا خطرہ ہو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے بھائیوں کو یہ سوچنا چاہیے جو ہمارے حالات تھے۔ پہلے ان کی طرف دیکھنا چاہیے۔ ان کو کم از کم ان کے برابر نہ لائیں کم از کم اگر ہمارے بھائیوں کے پاس کار ہے تو ان کے پاس کم از کم سائیکل تو ہونی چاہیے۔

اگر آپ کے پاس کار ہو اور وہ پیدل چلیں تو اتنا جو فرق ہے وہ بہت زیادتی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے علاقے اور ایسی آبادیاں جہاں سابقہ پس ماندگی ہے۔ ان کو دور کیا جائے۔ جب ہمارا بجٹ بنتا ہے تو آپ ایک یونین کونسل کے لیول پر ایک Basic Health Centre دے دیں۔ سکول دے دیں۔ اس لیے اس کی کوئی نہ کوئی حد مقرر ہونی چاہیے۔ کہ 5 مربع میل ہو یا 10 مربع میل ہو تو اس کو یہ ملے گا تو پھر تو گزارہ چلے گا۔ 20 میل پیدل چل کر جب اس کونسل میں پہنچتا ہے اور اس کو پہنچنے میں 2 دن تو لگ جائیں گے۔ صرف پہنچنے کے لیے لیکن چاہیے تو یہ کہ اتنی لمبائی میں یونین کونسل نہیں ہونی چاہیے۔ وہاں ہسپتال کی تعداد زیادہ ہو تاکہ ان لوگوں کو گھر کے نزدیک کوئی چیز میسر آ سکے جب تک آپ انصاف نہیں کریں گے۔ ان کو ان کے برابر بھائی نہیں سمجھیں گے۔ تو یہ نظام کبھی بھی نہیں چل سکتا۔ میرا علاقہ ٹوٹل بارانی ایریا ہے۔ جناب سپیکر! آپ کو علم ہوگا کہ تمام پنجاب میں 40% علاقہ بارانی علاقہ ہے۔ جہاں حکومت کا کوئی آبپاشی کا ذریعہ نہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جس علاقے میں ٹیوب ویل لگاتے ہیں۔ آپ جہاں نہریں دیتے ہیں۔ نی ایکڑ جو نہر کا خرچ آتا ہے۔ اتنی مدد اس زمیندار کی کریں تاکہ وہ خود ٹیوب ویل لگائیں یا حکومت وہاں ٹیوب ویل لگا کر ان کو پانی دے۔ اس کے علاوہ 40 فیصد آبادی ایسی ہے جس کے پاس زمین ہے لیکن اسے آباد کرنے کے لیے ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ تو کم از کم وہاں گورنمنٹ ان کو زمین آباد کر کے دے۔ پھر ان کو کہیں کہ تم روزی کماؤ۔ ان کا آسرا بارش پر ہوتا ہے۔ ان کے پاس کوئی پانی کا ذریعہ نہیں۔ کوئی نہر کا ذریعہ نہیں۔ جہاں آپ کے پاس کوئی پانی کا ذریعہ نہیں۔ کوئی نہر کا ذریعہ نہیں۔ جہاں آپ کے پاس نہریں ہیں وہاں تو آپ اربوں روپے فنڈ دیں گے۔ لیکن بارانی ایریا کے ایک آباد محکمہ' محکمہ پی اینڈ ڈی نے کھولا ہے۔ اس میں تین سال پہلے بھی ہم نے خراب کیے۔ ان کے پاس ایک آنے کا بھی فنڈ نہیں جو آباد والے اس ایریے میں کام کریں۔ آج بھی یہی حالت ہے اور یہ پہلا موقع ہے کہ شکر الحمدللہ اس دفعہ بجٹ میں صرف بارانی کا نام آیا ہے اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ کچھ ہم Block Allocation سے آپ کی امداد کریں گے تو یہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بارانی ایریے کے لیے کیا کریں گے لیکن میں اتنا ضرور آپ کے توسط سے عرض کروں گا کہ جناب وزیر منصوبہ بندی کو بھی کہ جس ایریے میں یہ حالات ہیں ان کو as a special case treat کیا جائے اور خود اپنے نمائندے بھیجیں۔ میری

تقریر پر نہ رہیں کہ میں نے تقریر کر دی۔ آپ نمائندے بھیجیں پورے پنجاب کو دیکھیں اور ان ایریے کو دیکھیں کہ ان کی کیا حالت ہے؟ اس کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ آپ مہربانی کریں اس میں ہماری مدد کریں۔ ہم سب بھائی ہیں جن کے پاس پینے کے لیے پانی نہیں۔ جن کے پاس پہنچنے کے لیے کوئی راستہ یا سڑک نہیں۔ جن کے پاس سکول نہیں ان کی زیادہ سے زیادہ امداد کی جائے اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا۔ پچھلے تین سالوں میں فلیٹ ریٹ گورنمنٹ نے بہت مہربانی کی اور ٹیوب ویلوں کے لیے فلیٹ ریٹ فکس کیے۔ جس سے کچھ نہ کچھ ٹیوب ویلوں کے ذریعے آبپاشی ہوئی۔ بدقسمتی سے اب جو نئی گورنمنٹ آئی تو پہلے ساٹھ روپے ریٹ فکس تھا انہوں نے اب اسی پچاسی کر دیا۔ لوگ اس سے بھی پریشان ہیں تو میں اس لیے عرض کروں گا کہ جیسے بلوچستان ہے' جیسے ہماری تحصیل عیسیٰ خیل ہے۔ اسی طرح بلوچستان کے جو بارانی ایریے ہیں۔ وہاں کا ریٹ پچاس ہے اور وہ بھی سینٹر گورنمنٹ کے ماتحت ہے۔ اس کے لیے پچاس روپے فکس ریٹ ہے اور ہمارے پنجاب کے لیے ساٹھ ہے اور اب اسی کر دیا ہے۔ تو میں یہی عرض کروں گا کہ بارانی ایریے کے لیے سنٹر گورنمنٹ کو یہ سفارش کی جائے بارانی ایریے کو خصوصی رعایت دے اور فلیٹ ریٹ میں کمی کر کے اتنا کچھ کریں کہ وہاں کے آپ کے علاقے آباد ہو سکیں۔ اگر یہی حالت رہی تو آپ شہروں میں جو تین مرلہ اور سات مرلہ کر رہے ہیں تو میرے خیال میں دس پندرہ سال بعد آپ کو وہاں ایک انچ بھی زمین نہیں ملے گی۔ لوگ نقل مکانی کریں گے۔ چھوڑ کر آ جائیں گے۔ جب وہاں انہیں روزی نہیں ملے گی۔ پینے کو پانی نہیں ملے گا۔ روزگار نہیں ملیں گا تو وہ شہروں کی طرف آئیں گے۔ میں تو اس تقسیم کے بالکل خلاف ہوں کہ آپ شہروں میں تین اور سات مرلے دیں۔ بلکہ جو لوگ جہاں بیٹھے ہیں ان کے لیے روزی کا ذریعہ ایسا بنائیں کہ گھر بیٹھ کر وہ روزی بھی کمائیں اور آپ کے لیے یہ جو سات مرلہ ہے دس مرلہ سکیمیں ہیں۔ ان سے آپ کی جان چھوٹے گی اور جب تک آپ نے ان کی طرف رخ نہ کیا تو شہر کی آبادی آپ کبھی بھی کم نہیں کر سکتے۔

اب میں چھوٹی سی عرض بجلی کے معاملے میں کروں گا کہ پنجاب گورنمنٹ نے کافی سکیمیں منظور کرائیں اور بدبختی سے اب سینٹر گورنمنٹ نے وہ تمام سکیمیں جو چالو تھیں ان کو روک د

ہے۔ میں اپنے ان بھائیوں سے بھی عرض کروں گا کہ جو یہاں بیٹھ کر سینٹر کی نمائندگی کرتے ہیں اور بہت دفاع کرتے ہیں کہ سینٹر والے درست ہیں اور صوبے والے خراب ہیں۔ تو کم از کم ان کو دونوں طرف دیکھنا چاہیے۔ جس کام میں سینٹر' پنجاب میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو ان بھائیوں کو بھی چاہیے کہ وہ کہیں کہ پنجاب کے کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ جو ان کو تکلیف ہوگی تو ہمارا حق ہے کہ ہم ان کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ اس لیے بجلی کے لیے میں یہی عرض کروں گا کہ آپ مہربانی کر کے ہماری یہ سفارش اس ہاؤس سے سینٹر گورنمنٹ کو جائے کہ وہ کام کیوں روکتی ہے اور یہ نہیں کہ صرف سینٹر میں واپڈا کے منسٹر کا لیٹر لکھ دے تو اس پر کام ہوگا۔ جو پنجاب گورنمنٹ کی سکیمیں گئی ہیں وہ تمام بند ہوگئی ہیں۔ اس سے برا اثر پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے لیے بھی بہتری نہیں وہ صرف اپنے آپ کو خوش کر رہے ہیں کہ شاید ہماری پارٹی بڑھ رہی ہے۔ پارٹی اس طرح نہیں بڑھتی۔ جب تک کہ آپ عوام کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے۔ لوگوں کے ساتھ سچ طریقے سے نہیں رہیں گے اس وقت تک پارٹیاں ترقی نہیں کرتیں۔ اس کے ساتھ ہی اتنا مقرر نہیں ہوں کہ میں لمبا جا سکوں تو میں آخر پھر اسی پر آتا ہوں کہ مہربانی فرما کر خاص کر تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پس ماندہ ترین تحصیل ہے اور وہاں کے حالات میں عرض کر رہا ہوں تو جناب وزیر منصوبہ بندی شاہ محمود صاحب کو بھی میں عرض کروں گا کہ انہوں نے سرگودھا ڈویژن میں ایک میٹنگ بلائی ہم نے بھی اپنے معروضات پیش کیے۔ انہوں نے بقول وسنی صاحب چونکہ خوبصورت بھی ہیں اور بات بھی بڑی خوبصورت کرتے ہیں تو انہوں نے وہاں ہمارے ساتھ بڑا خوبصورت وعدہ کیا کہ ہم وہاں سپیشل فنڈ دیں گے تو میں آپ کے توسط سے ان کو بھی عرض کروں گا اور آپ بھی مہربانی فرمائیں گے کہ ان حالات میں وزیر منصوبہ بندی جو وعدہ کر کے آئے ہیں۔ کہ بھائی آپ کے لیے وہاں ہم سپیشل فنڈ منظور کرائیں گے تو اس کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔ مہربانی۔

جناب سپیکر: جناب ملک محمد بشیر اعوان صاحب!

ملک محمد بشیر اعوان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ تقاریر تو بہت ہو چکی ہیں لہٰذا میں اپنے حلقے کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ میرا حلقہ ضلع خوشاب میں پی پی 33 ہے جو کہ سون ویلی پدھراٹ سے لے کر اوچھالی تک اور دامن

مہاڑ سے لے کر جبی ڈھوکڑی تک اس میں سب سے پہلے جو مسئلہ ہے lift irrigation کا ہے۔ دامن مہاڑ میں بڑے عرصہ سے حکومت lift irrigation کے متعلق بتا رہی ہے کہ یہاں کوئی نہ بنائی جائے گی جو کہ عوام کا بہت پرانا مطالبہ ہے۔ کئی دفعہ اس پر سکیمیں بنیں۔ feasible schemes بنیں لیکن آج تک اس پر کچھ نہیں ہوا۔ میری گزارش ہے وزیر خزا صاحب سے کہ اس پر توجہ دی جائے اور اسے فوری طور پر منظور کیا جائے۔ اس کے بعد سوا ویلی کا مسئلہ ہے۔ ہمارے علاقے میں تین ضلعے ہیں جن میں ہزاروں ایکڑ رقبہ پانی کی وجہ سے خراب پڑا ہوا ہے۔ اگر وہ پانی نکال دیا جائے تو اس سے کافی رقبہ زیر کاشت بنایا جا سکتا ہے۔ سوا ویلی جو تین ہزار فٹ سطح سمندر سے اونچی ہے اس میں ہر قسم کا پھل دار پودا اگایا جا سکتا ہے اگر یہ پانی نکال کر اس زمین کو زیر کاشت لایا جائے تو کم از کم ہمارا صوبہ پھلوں میں خود کفیل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کی زمین زیر آب آئی ہے۔ ان کو اگر اس کے بدلے خوشاب میں جہاں کافی سرکاری رقبہ پڑا ہے زمین دے دی جائے تو یہ انتہائی ضروری ہے۔ میں اپنے حلقے میں چکر لگایا ہے خاص کر سکولوں کی حالت دیکھی ہے۔ سون ویلی میں تین چار ہائی سکو ایسے ہیں جن میں لیٹرین کا بندوبست نہیں۔ وزیر تعلیم سے میں گزارش کروں گا کہ جہاں سکو ہیں ان میں یہ لیٹرین کا مسئلہ بہت ضروری اور اہم ہے۔ لہٰذا ہر سکول میں لیٹرین کا بندوبست جائے۔ کھیکی گاؤں میں لڑکیوں اور لڑکوں کے آمنے سامنے ہائی سکول ہیں لیکن ان دونوں سکولو میں لیٹرین کا کوئی بندوبست نہیں۔ نو استانیاں اور طالبات اوپن ائیر میں رفع حاجت کے سلسلے انتہائی دشواری میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے لیٹرین کا فوری بندوبست کیا جائے۔ اس کے علا میرے حلقے میں ایک بہت ضروری سڑک ہے جو کہ کٹھہ سے لڑی تک ہے۔ لڑی کی آبادی کم کم 30 ہزار ہے جہاں آج تک کوئی سڑک نہیں بنی۔ تو کٹھے سے لڑی تک سڑک بہت ضرو ہے۔ اسے نوٹ کیا جائے اور اس سڑک کو فوری طور پر بنوایا جائے۔ سون ویلی میں ہمارے علا کے سابق ایم این اے ملک کریم بخش اعوان نے صدر ضیاء الحق مرحوم سے سون ویلی ڈویلپمنٹ سکیم منظور کروائی تھی۔ اس کی وجہ سے ہمارے علاقے میں سڑکیں، سکول، بجلی وغیرہ جیسی ڈویلپمنٹ ہوئی ہے۔

لیکن جناب والا! جو گاؤں اس نعمت سے محروم ہیں ان کو بھی خاص طور پر سڑکیں اور

ئی چاہیے ہمارے علاقے میں تین یونین کونسلیں بہت بڑی ہیں۔ مثلاً" پٹھوار یونین کونسل' کبیشی یونین کونسل' پٹھوار یونین کونسل کے دو بڑے گاؤں ہیں جن کے نام پٹھوار اور پیل۔ ن کی علیحدہ علیحدہ یونین کونسل ہیں اور یہ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ یہ اٹھارہ اٹھارہ میلوں کی یونین کونسل ہے اسی طرح کبیشی یونین کونسل جو کہ بیس بائیس میل کے رقبے پر محیط ہے اور اس میں ڑے بڑے گاؤں واقع ہیں۔ اگر اس کی بھی دو یونین کونسلیں بنا دی جائیں ایک پٹھوار یونین کونسل اور دوسری کبیشی تو اس سے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔

جناب والا! یہ مسائل میں نے آپ کو بتا دیے ہیں مہربانی کر کے ان کے بارے میں مناسب ار روائی کی جائے۔

آخر میں جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وادی سون میں زمینداروں کو ٹیوب ویل اور ٹواں وغیرہ کے لیے subsidy دی جائے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ ملک صاحب۔ جناب صاحبزادہ محمد احمد صاحب۔

صاحبزادہ محمد احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! اس بجٹ پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے سخت تنقید بھی ل گئی ہے۔ تنقید تو انہوں نے کی ہے لیکن انہوں نے اس کے متعلق کوئی مثبت تجاویز پیش نہیں یں۔ حالانکہ اپوزیشن کا وجود ملک کے لیے ناگزیر ہے اور تنقید کرنا اپوزیشن کا جمہوری حق ہے لن جناب والا! تنقید اس پیرائے کی ہونی چاہیے کہ انہوں نے بجٹ میں جو خامیاں پیش کی ہیں ں کو وہ سامنے لاتے ہیں لیکن اس کے علاوہ صرف اور صرف شخصیات پر اعتراضات اور نکتہ چینی ا گئی جو میرے خیال میں ایک معیاری اور اچھی تنقید نہیں۔

جناب سپیکر! یہ پاکستان اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت عظمیٰ ہے ر ہمیں ودیعت کی گئی عطا کی گئی۔ مسلمانان برصغیر نے عظیم قربانیاں دے کر یہ خطہ حاصل کیا اور ں اور محض اس لیے حاصل کیا کہ یہاں پر اللہ اور اللہ کے رسول کا نظام نافذ العمل ہو اور ہم صغیر کے مسلمان اپنی زندگیاں قرآن و سنت کے مطابق گزاریں گے لیکن افسوس پاکستان بنے 42 ل کا ایک بہت بڑا عرصہ گزر چکا ہے لیکن کسی بھی آنے والے نے اسلام کی ترویج' اسلامی نظام نفاذ اور نظام مصطفیٰ کے لیے قطعاً" کوئی کوشش نہیں کی اگر جناب والا! یہ کوشش کی جاتی اور

اس ملک کے اندر نظام اسلام نافذ ہو جاتا تو ہمارے تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہماری تمام مصیبتوں اور ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف قرآن پاک ہے۔ الحمد للہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور میں سب سے پہلے میں جناب وزیراعلیٰ اور وزیر خزانہ کو نہایت احسن طریقے سے نہایت اپنے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے کم ازکم اسلام کی طرف کچھ پیش رفت کی ہے اور یہ ان کا بہت بڑا کام ہے۔ اس میں ایک اچھا قدم جو انہوں نے اٹھایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خواتین کے لیے ایک علیحدہ یونیورسٹی کا قیام ہے۔ جناب والا! یہ بہت بڑا کام ہے اور بہت تاریخی کارنامہ ہے۔ جناب سپیکر! ہم مجلس شوریٰ میں رہے ہیں' وفاقی کونسل میں رہے ہیں اور قومی اسمبلی میں بھی رہے ہیں۔ ہم نے پوری شدومد کے ساتھ یہ آواز اٹھائی تھی اور جہاں ہم نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اپنے بھرپور مطالبات پیش کیے تھے۔ وہاں ہم نے خواتین کے لیے ایک علیحدہ یونیورسٹی کے قیام کے لیے بھی تگ و دو کی تھی۔ الحمدللہ آج ہم نے وہ تعبیر دیکھ لی ہے کہ ہمارے اس بجٹ میں ہمارے وزیراعلیٰ جناب نواز شریف اور وزیر خزانہ جناب کھوسہ صاحب نے ایک انتہائی اقدام کیا ہے اور بہت پرانے مطالبے کو پورا کیا ہے اور ملک کی خواتین کے لیے ایک علیحدہ یونیورسٹی قائم کر دی ہے۔ جناب والا! یہ تاریخی کارنامہ ہے۔ آنے والی نسلیں کبھی بھی اس کارنامے کو نہیں بھولیں گی۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر! جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ آپ دیکھیں کہ اس میں بیت المال کا ذکر کیا گیا ہے جو اسلامی اقدار کی ایک بہت بڑی قدر ہے اور اس میں ایک تو یہ ہوگا کہ غریبوں' یتیموں اور بیواؤں کی خاطر خواہ خدمت ہو سکے گی۔ جو کہ ہمارے معاشرے میں ایک ناسور کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ بیت المال سے غریبوں' نادروں اور بے کسوں کی خاطر خواہ مدد ہو سکے گی۔ اس کے علاوہ جناب والا! یہ کیا گیا ہے کہ پرائمری سکولوں کے اندر قرآن کی تعلیم کو نافذ کیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ بہت بڑا امر ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ جناب والا! جس طرح سے اس کا نفاذ کر دیا گیا ہے اسی طرح اگر دوسرے اسلامی نظام اور اسلامی قوانین کو ملک کے اندر نافذ کر دیے جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے تمام مسائل کا حل خود بخود ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! کسی بھی تاریخ کو ہم دیکھیں یہ ٹھیک ہے کہ پاکستان کو بنے ہوئے 42 سال کا

ایک بہت بڑا عرصہ گزر چکا ہے مگر ترقی نہیں ہوئی اور اس ملک کو بہت سے مسائل اور مشکلات سے گزرنا پڑا۔ اس قوم کو بہت سے حادثات پیش آئے۔ جناب والا! میں خوشامد نہیں کر رہا اور نہ ہی میں خوشامد کا قائل ہوں لیکن حقیقت کا اظہار کرنا ہر اچھے شہری اور ہر اچھے مسلمان کا فرض ہے۔ آپ نواز شریف کے پچھلے تین سالہ دور کو دیکھیں۔ پنجاب کی سرزمین کو آپ دیکھ لیں پنجاب کی سرزمین کا چپہ چپہ آپ دیکھ لیں۔ پنجاب کے دیہاتوں میں آپ جائیں۔ آپ کو خدا کے فضل و کرم سے آپ کو ترقی کے آثار نظر آئیں گے جو اس سے پہلے کبھی بھی نہیں تھے۔ آپ جناب والا! سکولوں کی حالت دیکھیں۔ بہت سے دیہاتوں کو بجلی مل چکی ہے اور بہت کم دیہات اب ایسے رہ گئے ہیں جہاں بجلی نہیں اور اب بھی بجلی کے لیے رقومات رکھی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ سکول دیکھیں' ہسپتال دیکھیں' سڑکیں دیکھیں' پل دیکھیں جو پہلے نہیں تھے اب خدا کے فضل سے کچھ نہ کچھ اب دیہاتوں میں جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تو تمام ترقی ہوئی ہے یہ موجودہ آئی جے آئی کی حکومت اور نواز شریف کی مرہون منت ہے۔ تمام قوم اس سلسلے میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک موجودہ بجٹ کا تعلق ہے میں وزیر خزانہ کو اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت ہی نامساعد حالات جبکہ مرکز نے تمام فنڈز روک لیے ہیں ایسے گھمبیر حالات میں ایسا بجٹ پیش کیا ہے جو ٹیکس سے بالکل عاری ہے اور کسی قسم کا ٹیکس کسی غریب پر' کسی امیر پر نہیں لگایا گیا۔ جناب والا! یہ بہت بڑا احسن اقدام ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ہمارے بہت سے مسائل کا حل اس بجٹ میں موجود ہے۔ دیہاتوں میں بجلی کے علاوہ سکولوں اور صحت کے لیے بہت سے فنڈز مختص کیے گئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ خدا کے فضل و کرم سے جب اس بجٹ کی implementation شروع ہو جائے گی جب یہ پیسہ لگنا شروع ہو جائے گا۔ تو انشاء اللہ وہ انقلاب جو نواز شریف نے ملک کے اندر برپا کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس انقلاب کو مزید تقویت پہنچے گی اور یہ ملک دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرے گا جیسا کہ اب ترقی کر رہا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس پر بہت سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ بہت سے دوستوں نے اچھی اور مثبت تجاویز بھی پیش کی ہیں اور

اپوزیشن نے اس پر نکتہ چینی بھی کی ہے تو بہرحال بجٹ کے وہ تمام تقاضے جو بجٹ کے لیے ہوتے ہیں وہ سارے کے سارے اس ایوان کے اندر خدا کے فضل و کرم سے پورے ہوئے اور پورے ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کے ناتے سے اپنے علاقے کے مسائل کے بارے میں بھی آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کو آگاہ کر سکوں۔ جناب سپیکر! میرا علاقہ بہت پس ماندہ ہے۔ میرا تعلق ضلع سیالکوٹ کی تحصیل پسرور سے ہے اور یہ تحصیل انتہائی پس ماندہ تحصیل ہے۔

جناب سپیکر: آپ ایک منٹ میں ختم کیجئے کیونکہ وقت پورا ہو رہا ہے۔

صاحبزادہ محمد احمد: جناب والا! جب موسم برسات آتا ہے وہاں سیلابی نالے تباہی مچا دیتے ہیں میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ استدعا کروں گا کہ ضلع سیالکوٹ کے لیے اور خصوصی طور پر تحصیل پسرور جہاں پر پر زور نالہ ڈیک بہتا ہے اس کی تباہ کاریاں اخبارات کے ذریعے اور ریڈیو اور ٹیلی وژن پر بھی قوم کے سامنے اور حکومت کے سامنے آتی ہیں تو میں آپ کی وساطت سے پرزور مطالبہ کروں گا کہ نالہ ڈیک کے اردگرد بند ہونا چاہیے۔ کیونکہ موسم برسات میں اس نالے کے اردگرد کا علاقہ ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے کہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہو اور اس کی وجہ سے زمینداروں کی تمام فصلیں' سبزیاں اور دوسری ضروریات زندگی ختم ہو جاتی ہیں اور ہمارا علاقہ پورے ایک سال کے لیے پیچھے چلا جاتا ہے تو جناب والا! میں عرض کروں گا کہ نالہ ڈیک کی طرف خصوصی توجہ دی جائے اور وہاں پر ایک مشہور شاہراہ "پسرور ڈوڈا روڈ" ہے۔ اس سڑک کے درمیان سے یہی نالہ گزرتا ہے اس نالے کی وجہ سے ہماری تحصیل کا بیشتر حصہ صدر مقام پسرور سے Cut off ہو جاتا ہے۔ تو میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ استدعا کروں گا کہ اس نالے پر فی الفور پل تعمیر کیا جائے اور پسرور اور ڈوڈا روڈ کو پختہ کیا جائے اس کے علاوہ پسرور کلاں روڈ جو ہمارے علاقے کی اہم شاہراہ ہے اس کو بھی پختہ کیا جائے اور ہمارے پسرور علاقے کے لیے جہاں پر کوئی سڑک نہیں اور جو انتہائی غریب اور پس ماندہ ہے اور وہاں پر کوئی کاروبار نہیں۔ وہاں کے لوگ غریب ہیں اور صرف مزدوری پر انحصار کرتے ہیں میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ اپیل کروں گا کہ وہاں پر کوئی بڑی صنعت ہونی چاہیے تاکہ وہاں بے روزگاری بھی ختم ہو اور لوگوں کو ضروریات زندگی بھی میسر آ سکیں۔ اس کے علاوہ آخر میں میں جناب والا! یہ عرض

کروں گا کہ ہم سب ایم پی اے حضرات کے لیے ایک بہت مسئلہ ہے اور وہ ہمارے لیے وبال جان بنا ہوا ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ بھی اس سے ضرور متاثر ہوں گے۔ درجہ چہارم کی فوج ہمارے پیچھے بھاگ رہی ہے اور وہ ہمارے کپڑے پھاڑ رہی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ملازمتیں دے دو۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ سے عرض کروں گا بے روزگاری کے خاتمے کے لیے ایک جامع منصوبہ بنانا چاہیے اور اس درجہ چہارم کے لوگوں سے ہماری جان چھڑائی جائے۔ آخر میں' میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر بنگش صاحب' آپ کی تقریر کل پر رکھ لیتے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ بنگش: ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر: جی کل پر رکھ لیتے ہیں اور چودھری غلام صاحب کی تقریر بھی کل پر رکھ لیتے ہیں اور میاں طارق صاحب کی تقریر بھی کل پر رکھ لیتے ہیں تو ٹھیک ہے ایوان کل صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعرات، ہفتہ، 15-17 جون 1989ء

(پنج شنبہ، شنبہ 10-12 ذی القعد 1409ھ)

جلد 6 —— شمارہ 8 - 9

(بشمول شمارہ جات 1 تا 23)

مندرجات

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 663

پوائنٹ آف آرڈر:

کورم کا سوال ---------- 664

مسئلہ استحقاق:

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر موثر اور ختم کرنے کی کوشش (..... جاری) ---------- 664

میزانیہ بابت سال 90-1989ء پر بحث (..... جاری) ---------- 677

(جاری.....)

ہفتہ' 17 - جون 1989ء

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 753
مسئلہ استحقاق:
وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب
بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر موثر اور ختم کرنے کی کوشش (..... جاری) ---------- 754
میزانیہ بابت سال 90-1989ء پر بحث (..... جاری) ---------- 768

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

جمعرات 15- جون 1989ء

(پنج شنبہ 10- ذیقعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 40 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ۔ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

سورۃ الاعراف آیت نمبر 179 تا 186

اور اچھے اچھے نام تو اللہ ہی کے ہیں۔ سو اسے انہی ناموں سے پکارو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔ انہیں چھوڑ دو جو کچھ وہ کرتے تھے ان کو سزا دی جائے گی اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ایک امت ہے۔ جو حق کے ساتھ راہ دکھاتی اور حق کے ساتھ ہی عدل و انصاف کرتی ہے اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تو ہم انہیں آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے۔ اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہے۔ کیا اب تک انہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب پر تو جنون کا ذرا اثر نہیں۔ وہ تو کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں۔ کیا انہوں نے

زمین و آسمان کی وسیع مملکت اور جو چیز اللہ نے اس میں پیدا فرمائی ہے' کو غور سے نہیں دیکھا۔ اور اس میں کہ شاید یہ ان کی مقررہ میعاد نزدیک آ گئی ہو۔ تو اس قرآن پاک کے بعد وہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ راست پر لانے والا نہیں۔ وہ انہیں اپنی گمراہی میں بھٹکتے رہنے دیتا ہے۔

و ما علینا الا البلاغ

پوائنٹ آف آرڈر

کورم کا سوال

صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیالوی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی توجہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ آج بھی اجلاس سوا گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوا ہے اور یہ ایک روایت بنتی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! جو قومیں وقت کی پابندی کرتی ہیں وہ دنیا میں کامیاب ہوتی ہیں اور جو وقت کی پابندی نہیں کرتیں وہ پستی کی طرف جاتی ہیں۔ لہٰذا سرکاری بنچوں اور حزب اختلاف کے ممبران کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ وقت پر تشریف لائیں۔ میں آپ کی وساطت سے معزز بھائیوں سے اپیل کروں گا کہ اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ یہ روایت نہیں بننی چاہیے۔ آپ سے اس ایوان کا وقار وابستہ ہے۔ آپ اس ایوان کا وقار ہیں۔ آپ کو بھی یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اسمبلی کا اجلاس جو بہت زیادہ تاخیر سے شروع ہوتا ہے یہ روایت نہ بننے پائے۔ شکریہ۔

مسئلہ استحقاق

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر مؤثر اور ختم کرنے کی کوشش ....(بحث جاری)

جناب سپیکر: شکریہ صاحب زادہ صاحب۔ یہ آپ تصحیح کر لیں کہ اجلاس سوا گھنٹہ تاخیر سے نہیں صرف چالیس منٹ تاخیر سے شروع ہوا ہے۔ 9-00 بجے کا وقت تھا اور 9-40 پر اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ اب تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ اس کی admissibility پر کچھ صاحبان

لنا چاہتے تھے۔ جناب وصی ظفر' جناب محمود الحسن ڈار' جناب ملک شاہ محمد محسن' جناب راجہ
احب..... ڈاکٹر ضیاء اللہ بنگش آپ نے تو آج بحث میں حصہ لینا ہے۔

اکٹر ضیاء اللہ بنگش: جناب والا! میں اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

ناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ آج ایک کام کیجئے۔

ودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ تحریک استحقاق admissib ہے بھی یا نہیں کیونکہ رول (iii) 55 کے مطابق۔

55(iii) The question shall relate to a specific matter of recer occurrence;

ب سپیکر! پیپلز پارٹی کی حکومت دسمبر میں معرض وجود میں آئی اور جنوری کے پہلے ہفتے میں ہی
لز ورکس پروگرام کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس اسمبلی کے تین اجلاس منعقد ہوئے لیکن کسی
عقدہ اجلاس میں یہ معاملہ پیش نہیں کیا گیا۔ ایک تو یہ فنی وجہ ہے کہ یہ تحریک استحقاق پیش ہو
، نہیں سکتی۔ دوسرا جناب والا! اگر آپ نے اسے پیش کرنے کی اجازت دی تو کوئی قاعدہ کوئی
ون ایسا نہیں کہ اس پر اس طرح سے عام بحث کی جائے جس طرح کہ تحریک التوائے کار پر عام
ث کی جاتی ہے۔ یہ بات رول میں بڑی واضح ہے کہ پہلے اس پر short statement دی جائے
، اور اس کے بعد یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ اب اس کو چار چار دن تک زیر بحث لانا میں سمجھتا
ں ـــــ کہ ایک plan کے تحت کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! آئینی حوالے دینے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ کل ڈاکٹر افضل اعزاز نے
نی حوالے دیے۔ میں ان کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہوں گا کہ ادھر سے زیادہ تر ممبران
خواہش یہ ہے کہ یہ فنڈز ممبران اسمبلی کے ذریعے خرچ کیے جائیں جیسا کہ پچھلے دور میں ہوتا
ہے اور اس کا انجام یہ ہوا کہ صاحب صدر نے ایک رات یہ کہہ کر کہ اراکین اسمبلی تمام کے
بد عنوان ہیں اور اسی ڈویلپمنٹ فنڈز کو جواز بنا کر کہا کہ یہ لاکھوں روپے خورد برد کر گئے ہیں۔
ں نے اسمبلیاں تک توڑ دیں۔ جناب والا! پیپلز پارٹی کی پالیسی یہ نہیں' کیونکہ عوامی نمائندے
بات کے ٹھیکیدار نہیں کہ عوام کا پیسہ صرف ان کے ذریعے ہی خرچ ہو۔ اس میں تمام لوگوں
ق ہے اور اس میں جو کمیٹیاں بنائی گئی ہیں اس حق کے تحت بنائی گئی ہیں۔ اس میں یہ جو

بازگشت سنائی دیتی ہے اور کوئی کہتا ہے کہ ہارے ہوئے کوئی کہتا ہے کہ غیر نمائندہ۔ یہ کہاں
پر لکھا ہوا ہے کہ نمائندوں کے علاوہ یہ نہیں ہوگا۔ نمائندے جائیں اور اپنی سکیمیں پیش کریں،
میں آئی جے آئی کے ممبران کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور ہماری کمیٹیوں میں اپنی
سکیمیں دیں۔ ان پر عمل ہوگا۔ اسی ایوان میں میں وزیراعلیٰ کے ایک اخباری بیان پر تحریک لایا تھا
کہ ہم آئی جے آئی کے ہارے ہوئے ممبران کو بھی تیس تیس لاکھ روپیہ دیں گے اور پیپلز پارٹی
کے اراکین کو ترقیاتی فنڈز میں سے کچھ نہیں دیں گے اور اس میں short statement کے بعد
جناب نے وہ تحریک استحقاق مسترد کر دی تھی۔ وہ تحریک بھی اس تحریک کی طرح اتنی ہی اہم
تھی۔ اس پر بھی پھر اسی طرح بحث ہونی چاہیے تھی۔ جناب والا! غیر جانبداری کا تاثر دینے کے
لیے یہ ضروری تھا کہ اس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا لیکن جناب جب اسمبلیوں پر بدعنوانیوں
کا الزام لگا کر اسمبلیاں توڑ دی گئیں تو اس کے بعد بھی ہمیں نصیحت پکڑنی چاہیے۔ اس لیے پیپلز
پروگرام میں جس طرح دوسرے لوگوں کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ ایک بہت اچھی روایت قائم کی گئی
ہے اور یہ جو ممبران کو ایک عادت پڑ چکی ہے کہ جو بھی رقم آئے ان کے ذریعے سے خرچ ہو اور
اس پر وہ ایک اجارہ داری قائم کر کے بیٹھ جائیں۔ اس روایت کو ختم ہونا چاہیے۔ اس پر عوام
حق ہے اور عوام ہی کو اس میں شرکت کرنی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے
ہمیں ترقیاتی سکیموں کے لیے کتنی رقم دی ہے؟ ہماری تو سکیمیں تک ختم کر دی گئی ہیں۔ جب
کہ ہم تو ہر حلقے کو برابر لے کر چل رہے ہیں اور ہم نے پورے ملک کی ترقی کرنی ہے۔ پیپلز
پروگرام ایک ایسا پروگرام ہے جس کے تحت بلا تمیز کہ یہ حلقہ کس کا ہے؟ ڈویلپمنٹ پروگرام
رہے ہیں اور ان پر عمل ہوگا۔ جناب والا! آپ اندازہ فرمائیں ہمارے ساتھی دیوان عاشق حسین
نے جب پیپلز پارٹی کے فورم سے الیکشن لڑنا چاہا تو ان کے حلقے میں جتنی بھی ترقیاتی سکیمیں تھیں
ان کو ختم کر دیا گیا۔ جناب والا! انہوں نے اسمبلی میں تحریک استحقاق پیش کرتے ہوئے
Documentary proof پیش کیے کہ وہاں پر فنڈز جاری ہو چکے تھے اور صرف اس وجہ سے
فنڈز واپس لے لیے گئے کہ وہ پیپلز پارٹی میں چلے گئے تھے۔

جناب والا! میں پنجاب گورنمنٹ کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بھی سرحد اور سندھ کی طرح
تعاون کریں۔ یہ پاکستان کی ترقی کا معاملہ ہے اور ان کو ساتھ لے کر آگے چلیں۔ یہ عوامی ت

ں رکاوٹ کیوں بن رہے ہیں؟ یہ کوئی قانونی جواز نہیں کہ ساری کی ساری رقم پنجاب حکومت کو
ے دی جائے اور وہ اپنی پسند کے ایم پی ایز M.P.As' ایم این ایز M.N.As اور سینیٹرز میں بانٹ
یں۔ نہ ایسی کوئی قانونی قدغن ہے اور نہ ہی کوئی قانونی جواز ہے۔ اس کے بعد ان کا یہ اعتراض
ہ ان کو کون چیک کرے گا اس کے لیے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے۔ آڈیٹر جنرل ہے۔ سب کچھ
جود ہے تمام فنڈز کا حساب ہوگا اور یہ کسی ایک فرد واحد کے ذمے نہیں۔ پہلے والا طریق کار
ب فرد واحد کو رقم دے دینے کے مترادف تھا۔ اس میں وہ اپنی مرضی کی سکیمیں بنائیں اور جس
ر مرضی نوازیں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ پیپلز پروگرام تمام ملک کے لیے ایک بہترین پروگرام
ہے۔ جناب والا! میں اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں تاکہ دوسرے دوست بھی اظہار خیال کر سکیں چند
نونی حوالے پیش کرتا ہوں۔ جناب والا! آرٹیکل 146 پیش کرتا ہوں۔

146(1) Notwithstanding anything contained in th Constitution, the Federal Government may, with the consent of th Government of a Province, entrust either conditionally c unconditionally to that Government, or to its officers, function i relation to any matter to which the executive authority of th Federation extends.

جناب یہ قابل غور بات ہے کہ

.....'or to its officers functions in relating to any matter which the executive authority of the Federation extends."

جناب والا! Executive Authority Federation صوبے کے افسروں پر بھی extend
سکتی ہے اور فیڈرل گورنمنٹ اپنی conditionally/ unconditionally ہدایات جاری کر
ہے کہ آپ یہ کریں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ آئینی خلاف ورزی پنجاب گورنمنٹ کیوں کر
ہے؟ اگر فیڈرل گورنمنٹ ایک ہدایت جاری کرتی ہے وہ اس کو کیوں نہیں مانتے؟ جناب
! یہ ملک کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ غور فرمائیں جناب میرے پاس یہ صرف ایک
کے وزیراعلیٰ کے احکامات ہیں۔ ایک میں لکھا ہے کہ سات سپاہی بھرتی کر لو۔ ایک میں لکھا

ہے کہ اتنے اے ایس آئی بھرتی کرلو۔ ایک میں لکھا ہے کہ اتنے کلرک بھرتی کر لو۔ جناب و
کدھر گئے Divisional recruitment board, District recruitment board
آوازیں: شیم شیم۔
چودھری محمد وصی ظفر: کدھر گئے جناب ! محکمانہ بھرتی کے بورڈ epartmental
recruitment board جوکہ Public Service Commission کا نعم البدل ہیں۔ جن
آئینی اور قانونی حیثیت ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھتا ہوں کہ سیاسی بنیادوں پر نوکریوں کی تق
کرنا اس سے بڑی کیا بدعنوانی ہوگی۔
جناب سپیکر: جناب وصی ظفر! یہ آپ تحریک استحقاق کی admissibility پر بات کر ر
ہیں۔
چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اس طرح کی تقریریں ادھر سے ہوئی ہیں۔ آپ نے کہا
اپنا مافی الضمیر نکال کر باہر رکھ دیں.....
جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے آپ بات کریں۔
چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں آرٹیکل 146 کی بات کر رہا ہوں۔

146(2) An Act of Majlis-e-Shoora (Parliament) may, twithstanding that it relates to a matter with respect to which a ovincial Assembly has no power to make laws, confer powers and pose duties upon a Province or officers and authorities thereof.

جناب والا ! اس کے تحت تو صوبوں کو کوئی اختیار ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ آگے جناب اس میں
ہے کہ۔

146(3) Where by virtue of this Article powers and duties ve been conferred or imposed upon a Province or officers or horities thereof, there shall be paid by the Federation to the ovince such sum as may be agreed or, in default of agreement, as y be determined by an arbitrator appointed by the Chief Justice

of Pakistan, in respect of any extra costs of administration incurred by the Province in connection with the exercise of those powers or the discharge of those duties.

جناب والا ! فیڈریشن حکم صادر کر سکتی ہے اور صوبہ زیادہ سے زیادہ یہ claim کر سکتا ہے کہ آفیسرز اور اس سلسلہ میں استعمال ہونے والے اخراجات دیں۔ اور یہ واضح اعلان ہے کہ ہم اخراجات دیتے ہیں۔ بلکہ اس کے لیے ہم 13 فیصد ادا کرتے ہیں۔ آپ اپنے محکمے کو لائیں ہم آپ کو وہ ادا کرتے ہیں۔ آپ کام شروع کریں۔ ہم نے یہ کوئی پابندی نہیں لگائی کہ آئی جے آئی والے سکیمیں نہیں دے سکتے۔ جناب والا ! تکلیف صرف یہ ہے کہ یہ پیسے سیدھے ہماری جیبوں میں کیوں نہیں آتے اور ہم کیوں نہیں خرچ کرتے۔ جب کہ پیپلز ورکس پروگرام میں ایسی کوئی شق موجود نہیں۔ اس کے بعد میں آرٹیکل 147 پیش کرتا ہوں۔

147. Notwithstanding anything contained in the Constitution, the Government of a Province may, with the consent of the Federal Government, entrust, either conditionally or unconditionally, to the Federal Government, or to its officers, functions in relation to any matter to which the executive authority of the Provincial extends.

148(1).The executive authority of every Province shall be so exercised as to secure compliance with Federal laws which apply in that Province.

جناب والا! صوبے کی تو ڈیوٹی ہے کہ مرکز جو ہدایات کرے' قوانین جو بنائیں ان کی implementation کو ensure کرے۔ نہ کہ اس طرح سے violate کرے اور ملکی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرے۔ جناب والا! آئین میں ہر بات واضح ہے۔

(2) Without prejudice to any other provision of this Chapter, in the exercise of the executive authority of the Federation in any Province regard shall be had to the interests of that Province.

(3) It shall be the duty of the Federation to protect every Province against external aggression and internal disturbances and to ensure that the Government of every Province is carried on in accordance with the provisions of the Constitution.

جناب والا! اس میں صوبہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ مرکزی حکومت صوبوں میں اربوں روپے کے ترقیاتی اخراجات کرنا چاہتی ہے اور صوبہ اس میں رکاوٹ بننے کی کوشش کر رہا ہے۔

آگے جناب والا۔

It shall be the duty of the federation ___

جناب آگے 149 آتا ہے۔

149. (1) The executive authority of every Province shall be so exercised as not to impede or prejudice the exercise of the executive authority of the Federation, and the executive authority of the Federation shall extend to the giving of such directions to a Province as may appear to the Federal Government to be necessary for that purpose.

اس دفعہ میں واضح پابندی موجود ہے کہ Executive authority صوبائی اقدامات کو پوری طرح Implement کرے۔ یہ جناب! آئینی خلاف ورزیاں بھی کس حد تک ہوتی رہیں گی۔ اس بات کو بھی بتایا جائے' جناب والا! میں صرف اس لیے بولتا جا رہا ہوں کہ جناب ان کو نوٹ فرما لیں' اس کے بعد جناب ان کو پڑھیں اس کے بعد جناب جو فیصلہ صادر فرمانا چاہیں' شیڈول 4 ہے Legislative List کے مطابق بھی جناب کو پوائنٹ آؤٹ کر دیتا ہوں۔ آپ شیڈول 4 کی 34, 32 clauses کو مدنظر رکھیں' میں ان کی ایک ایک لائن پڑھ بھی دیتا ہوں کہ

32. National planning and national economic co-ordination including planning and co-ordination of scientific and technological research.

34. National highways and strategic roads.

جناب والا یہ آئین میں ڈویلپمنٹ کا باب تو آتا ہی وفاقی حکومت کی مد میں ہے' جناب والا کا پچھلی مرتبہ کے پروگرام کو ملاحظہ فرمائیں تو اس میں بھی وفاقی حکومت کے پروگراموں میں صرف پنجاب گورنمنٹ کے ذریعے فنڈز خرچ کرنے کا کہا تھا اور ان فنڈز کا اس قدر غلط استعمال کیا گیا کہ وہ فنڈز اپنے من پسند اشخاص میں خود تقسیم کر دیے گئے جو ان کے ذاتی اکاؤنٹس میں چلے گئے۔ بعد ازاں پراجیکٹ مینجروں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ ان کی پڑتال کریں اور ان کی وجہ سے پوری پوری اسمبلی نہ صرف ایک صوبائی اسمبلی بلکہ چاروں صوبائی اسمبلیوں اور قومی اسمبلی پہ بھی corruption کا الزام لگا اور انہیں محض اس وجہ سے توڑ دیا گیا تھا کہ یہ اب embazzlement کر گئے ہیں۔ ان کے گھریلو ترقیاتی پروگرام زیادہ بنے بجائے اس کے کہ عوامی ترقیاتی پروگرام بنتے۔ اور جناب والا! اس کی سزا ساری قوم نے بھگتی۔ اس پر جناب والا! نہ صرف اسمبلیوں سے بلکہ سیاستدانوں پر سے بھی عوام کا faith اٹھ گیا اور تمام دنیا کی نگاہیں اس طرف لگ گئیں۔ کہ کیا واقعی اسمبلیاں بھی اتنی corruption کر سکتی ہیں؟ تو جناب والا! میں نے تکنیکی وجوہات بھی بتائی ہیں' اور یہ بھی بتایا ہے کہ پیپلز پروگرام کیا ہے؟ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب والا! آپ ملاحظہ فرمائیں' اور میں خاص طور پر یہ کہوں گا کہ ایسی نہ تو اس ایوان کی کوئی روایت موجود ہے' نہ اس ایوان کا کوئی ایسا کردار ہے کہ تحریک استحقاق پر اس طرح سے عام بحث کی اجازت دی جائے۔ اور اس کو ایک تحریک التوائے کار' یا کوئی قرارداد اور وہ بھی unlimited ہو تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک سازش کا نتیجہ ہے۔ اس تحریک استحقاق کو with draw ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: جی! جناب چیمہ' جناب گوپانگ' جناب سردار زادہ اور میاں محمود الرشید بھی بات کرنا چاہتے ہیں..... تو پھر جناب محمد اعظم چیمہ بات کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! تحریک استحقاق جو آج کل اس ایوان میں زیر بحث ہے اس میں ماسوائے ایک تذکرہ کے کہ یہ کیا گیا' وہ کیا گیا' تو جتنے حاجی نمازی لوگ ہیں' وہ تو بعد میں انشاء اللہ کردار ثابت کرے گا۔ کون کیسا ہے اور کون ایسا تھا۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ پیپلز پروگرام کے خلاف نہیں' ہم تو اسکے طریق کار کے خلاف ہیں' ہم تو کہتے ہیں کہ پیپلز پروگرام پانچ

نکاتی پروگرام کی نقل ہے' اس کو انہوں نے پیپلز پروگرام کا نام دیا ہے' اور بڑی خوش قسمتی سے مرکز پیپلز پروگرام کا اجراء کرے اور صوبوں کو ہدایت کرے کہ پیپلز پروگرام کے نام کے تحت جو جو حکومتیں صوبوں میں اکثریت سے قائم ہیں وہ پیپلز پروگرام کے مطابق implementation کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ تحریک استحقاق کیا ہے؟ اور اس بناء پر یہ تحریک استحقاق کمیٹی کو کیوں جانی چاہیے؟ عالی جاہ! اس میں میرا جواب یہ ہوگا کہ تحریک استحقاق میں کہا گیا ہے کہ مرکز نے ازخود اس کی implementation کر کے صوبوں کے اختیارات کو سلب کرنے کی کوشش کی ہے' اور صوبوں کی Vested powers میں یہ مداخلت ہے' اصولی طور پر privilege رولز کے مطابق powers ہمیں آئین نے دی ہیں۔ اگر ان میں مداخلت کی جائے گی یا اس مداخلت کے لیے کوئی کام کیا جائے گا تو یہ بات ہماری تحریک استحقاق کے دائرہ اختیار میں آتی ہے اور عالی جاہ! یہ تحریک استحقاق بنتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تحریک استحقاق کا آئینی طور پر ہمیں صوبائی اختیار کیا ہے' اور اس بناء پر ہمیں کیا حق حاصل ہے؟ صوبے میں جو لوگ پاورز میں ہیں' یا جو حکومتیں پاورز میں ہیں وہ اس کا کیا اختیار رکھتی ہیں؟ اس میں میری گزارش یہ ہے کہ میں جناب کی توجہ آئین کے آرٹیکل 137 کی طرف دلاؤں گا۔ اس میں یہ ہے کہ:۔

Article 137 -

Subject to the Constitution, the executive authority of the Province shall extend to the matters with respect to which the Provincial Assembly has power to make laws:

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ان لوگوں کو کسی چیز کا علم نہیں' انہوں نے آئینی زندگی گزاری ہی نہیں' یہ آمریت کے پالے ہوئے اندھیروں کے مسافر اور ظلمتوں کے راہی ہیں' ان کو constitution کہنا نہیں آ رہا' کیوں کہ انہوں نے constitution دیکھا ہی نہیں۔ اگر ان کو انگریزی میں constitution نہیں کہنا آ رہا تو اردو میں آئین کہہ لیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب نوابزادہ' میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ میں نہ ذاتی طور پر کسی پر کبھی کوئی اعتراض کروں' اپنی عزت بھی محفوظ رکھوں اور دوسروں کی عزت کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھوں' لیکن ماشاء اللہ آپ کی عادت بن چکی ہے کہ اپنی عزت محفوظ نہیں کروانا چاہتے'

اگر میں آپ کو چالیس سال پیچھے کی طرف سفر کراؤں تو خاندانی روایت کے مطابق آپ کو پتا چلے گا کہ کون کیا تھا اور آپ کون ہیں؟ اور باقی باتیں کیا ہیں؟ میں آپ کی عزت کرتا ہوں' اس لیے کوشش کیجئے کہ کچھ آدمی آپ کو نہیں چھیڑتے' ان کی بھی عزت کی جائے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں نے correction کی ہے۔ اگر constitution کہنا نہیں آتا تو یہ اسے آئین کہہ لیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: آپ نے بڑا اچھا کیا' آپ کی سوچ بڑی اچھی ہے۔ آج آپ کا موبل آئل mobiloil بھی بڑا ٹھیک ٹھاک ہے' ذرا تشریف رکھیں..... جناب والا! میں آرٹیکل 137 کے بارے میں عرض کر رہا تھا۔

Art: 137. Subject to the Constitution, the executive authority of the Province shall extend to the matters with respect to which the Provincial Assembly has power to make laws:

جناب والا! اس میں میری یہ گزارش ہوگی کہ صوبے کی Executive Authority مکمل طور پر ان باتوں پر حاوی ہوگی' جس پر صوبائی اسمبلیاں قانون بنانے میں با اختیار ہوں گی۔ اب سوال یہ ہے کہ مرکزی حکومت کے پیپلز پروگرام سے صوبائی اسمبلی تعلیم' لوکل گورنمنٹ پر قانون بنا سکتی ہے اور باقی سارے کاموں پر جو کہ اس کے دائرہ اختیار میں ہیں قانون تشکیل دے سکتی ہے۔ پیپلز پروگرام کے مطابق اگر تعلیم یا لوکل گورنمنٹ کے کاموں میں مرکزی حکومت مداخلت کرے گی' خود اس کا دائرہ اختیار متعین کرے گی' وہ خود اس کو implement کرے گی تو پھر ہماری صوبائی Executive authority میں مداخلت کے مترادف ہوگا۔ ایک بات عالی جاہ! کہ واپڈا کا کام بجلی کا کام مرکز کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اگر ہمیں یہ کام نہیں دینا چاہتے' تو بجلی کے پول جیسے یہ پہلے اٹھائے پھرتے ہیں وہ لیے پھریں۔ لیکن باقی کام اصولی طور پر آئینی طور پر ہونے چاہئیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر سر..... میرے فاضل دوست جو کہ ایڈوائزر بھی ہیں جن کو جناب نوابزادہ نے پوائنٹ آؤٹ کیا کہ constitution کا لفظ بھی ادا کرنا نہیں آتا۔ جناب والا! یہ 137 کو mis-quote اور mis-interpret کر رہے ہیں۔ 137 کا صرف اتنا مطلب ہے کہ وفاقی حکومت کی ہدایات' اس کا قانون پراونشل لاز پر prevail کرے گا۔ جناب والا میں

پڑھ کے بتا دیتا ہوں۔

137. Provided that, in any matter with respect to which both [Majlis-e-Shoora (Parliament)] and the Provincial Assembly of a Province have power to make laws, the executive authority of the Province shall be subject to, and limited by, the executive authority expressly conferred by the Constitution or by law made by [Majlis-e-Shoora (Parliament)] upon the Federal Government or authorities thereof.

وہ تو صوبے کو پابند کرتا ہے کہ پیپلز پروگرام کو چلائے۔

جناب سپیکر: شکریہ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اس آئین کے آرٹیکل کے مطابق جو اختیارات Executive Authority Punjab کے بارے میں پنجاب اسمبلی قانون تشکیل دے سکتی ہے ان کے دائرہ اختیار میں مرکزی حکومت کو کسی قسم کی مداخلت کا حق نہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ایک بات اگر ان کی تسلیم کی جائے تو واپڈا کا حصہ ان کے حصے میں آتا ہے۔ اگر واپڈا پنجاب کو نہیں دینا چاہتے یعنی اس کے بارے میں عرض کروں گا جیسے سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ یہ ان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ اس میں co-ordination کرے یا نہ کرے۔ سرحد میں ان کی اپنی پارٹی کی حکومت ہے وہ وہاں co-ordination کرے یا نہ کرے۔ بلوچستان والے اعتراض کریں یا نہ کریں۔ لیکن جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے ہماری اسمبلی قوانین بنا سکتی ہے اور اس کے دائرہ کار میں عمل درآمد کرنے کے اختیار ہیں۔ ہم اس بحث میں نہیں جاتے کہ وہ فلاں آدمی کو اختیارات دیں گے کہ وہ corruption کریں گے' وہ اس کا غلط استعمال کریں گے۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ اس مسئلہ پر ہمیں بات کرنے کا کوئی حق نہیں۔ قانونی اور اصولی بات یہ ہے کہ صرف واپڈا کی حد تک وفاق کو عمل درآمد کرنے کا اختیار ہے۔ باقی قوانین پنجاب اسمبلی بنا

سکتی ہے۔ پنجاب گورنمنٹ جو صوبے کی Executive authority ہے' نمائندہ ہے اس لیے اصولی طور پر پیپلز پروگرام کے فنڈز بھی ان کو منتقل کیے جانے چاہئیں تاکہ یہ اپنے اداروں میں پیپلز پروگرام پر عمل درآمد کریں۔ اس کے برعکس اگر خود عمل کریں گے تو غلط ہوگا۔

جناب والا! جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے قانونی اور آئینی طور پر بھی یہ تحریک درست ہے۔ یہ استحقاق کمیٹی کو جانی چاہیے اور وہاں اس پر غور و خوض ہونا چاہیے۔ پھر اس پر ہاؤس فیصلہ کرے کہ اصولی طور پر بھی ہمارے ممبران کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور ہمارا حق بنتا ہے کہ مرکزی حکومت کو روکیں کہ پنجاب میں ایسی غیر آئینی بلاجوازی سے باز رہے۔

جناب سپیکر: میاں محمود الحسن ڈار۔

میاں محمود الحسن ڈار: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ پیپلز پروگرام کے متعلق ہمارے ایوان کے ساتھیوں کو غور فرمانا چاہیے۔ پیپلز پروگرام آج کا پروگرام نہیں۔ ہماری حکومت جو 1972ء اور 1973ء میں معرض وجود میں آئی تھی۔ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید نے یہ مشن شروع کیا تھا اس وقت بھی مخالفین نے اس کی مخالفت کی تھی۔

(قطع کلامیاں)

دیگر کارروائی کرنے سے پہلے آج فیصلہ کرلیں کہ شہادت ہوئی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب آپ تشریف رکھیں۔ ملک صاحب یہ ان کا اپنا نقطۂ نظر ہے۔ اگر آپ کو اس سے اختلاف ہے تو آپ ذرا حوصلے سے ان کی بات سنیں۔

(قطع کلامیاں)

مہر صاحب! تشریف رکھیں۔ مولانا صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ میاں صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔

اس میں ہر معزز رکن کا اپنا اپنا نقطۂ نظر ہو سکتا ہے اور وہ اس کو بیان کر سکتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی بھی دوسرے معزز رکن کو اس پر اعتراض ہے وہ اپنا نقطۂ نظر بیان کر سکتا ہے۔ جناب محمود الحسن ڈار۔

مہر اختر عباس بھروانہ: جناب والا! وہ کہتے ہیں کہ یہ پروگرام 1972ء میں شروع ہوا ہے لیکن یہ پروگرام 1974ء میں شروع ہوا تھا۔ میرے بھائی ملک حاکمین خان نے بھی 1974ء کا حوالہ دیا

ہے۔ میں صرف ہاؤس کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پیپلز ورکس پروگرام میں ہمارے جھنگ کے لیے 75 لاکھ روپیہ دیا گیا تھا جو کہ 75 لاکھ کا 75 لاکھ خوردبرد ہوگیا۔ آج بھی وہ کیس anti-corruption کے پاس ہے ہم اسی لیے کہتے ہیں کہ ہم اس پروگرام کے خلاف ہیں۔

جناب سپیکر: مہر صاحب تشریف رکھیں۔ آپ بات کرنا چاہیں تو الگ کرلیں آپ ان کی بات میں مداخلت کیوں کرتے ہیں۔ اس انداز میں بات کرنا مناسب نہیں۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر کوئی صاحب اپنا نقطۂ نظر بیان کر رہے ہیں تو آپ ان کو حوصلے سے سنیں۔ اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ خود بات کیجئے۔ ان کی بات میں مداخلت کر کے بات کیوں کرتے ہیں۔ یہ ان کا اپنا نقطۂ نظر ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! جیسے میرے فاضل بھائی فرما رہے تھے کہ 73-1972ء میں یہ پروگرام شروع نہیں ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ جب ہماری حکومت شروع ہوئی تو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید نے پیپلز ورکس پروگرام کا آغاز 1974ء میں کیا۔ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں فیصل آباد میں بھی اس وقت پیپلز ورکس پروگرام کا میں ایک ممبر تھا۔ مجھے یہ پتا ہے کہ اس وقت اس کی افادیت کیا تھی۔ یقین کریں کہ اس وقت فیصل آباد کی ڈویلپمنٹ کی آج بھی لوگ مثال دیتے ہیں اور اگر آپ وہاں جا کر کاموں کی پوزیشن دیکھیں تو پتا چلے گا کہ وہ سڑکیں جو اس وقت کی بنی ہوئی ہیں آج بھی قائم ہیں۔ اس لیے وہ پروگرام کسی فرد واحد کا نہیں تھا اس کو باقاعدہ کنٹرول کیا جاتا تھا۔ ٹھیکیداروں کو چیک کیا جاتا تھا۔ وہاں کے ممبران خود جا کر کھڑے ہو کر کام مکمل کرواتے تھے۔ اس میں کوئی ہیرا پھری' کوئی بے ایمانی نہیں ہوتی تھی۔ اب اسی روشنی میں انہوں نے ہماری پیروی کی۔ یہ پانچ نکاتی پروگرام کا جو ذکر کر رہے ہیں۔ یہ اسی پروگرام کی پیروی کرتے ہوئے پانچ نکاتی پروگرام دیا ہے۔ لیکن اس کا حشر سب کو معلوم ہے۔ میں آپ کو اپنے حلقے انتخاب کی بات کرتا ہوں۔ میرا حلقہ پی پی 57 ہے۔ وہاں ایم پی اے MPA اور ایم این اے MNA صاحبان کو special grants دیں اور یقین کریں کہ میں نے اپنے حلقے کے متعلق پہلے سوال بھی پیش کیا تھا وہ اب بھی بنیادی سہولتوں سے محروم ہے۔ فیصل آباد جیسا شہر جو پنجاب کا دوسرا اور پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے وہاں آج بھی آپ کو سڑکیں کچی ملیں گی۔ گلیاں کچی ہیں' نالیاں وہاں نہیں۔ وہاں جوہڑ ہیں' وہاں بدبو دار پانی رہتا ہے۔ جناب والا! پانچ نکاتی پروگرام کا

حشر آپ خود دیکھ لیں۔ میں اس کے متعلق یہ بات نہیں کروں گا کہ وہ آپ کا فائدہ ہے یا نہیں ہے۔ لیکن میں اس بات کو بھی مانتا ہوں کہ آپ جس قائد کے لیے سڑکوں پر گھومتے اور نعرے لگاتے تھے اس نے جس طرح معزز اراکین کی توہین کی میں سمجھتا ہوں کہ کسی ایوان کی اس طرح توہین نہیں ہوئی۔ کسی میں کوئی ایسی جرأت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اس کی مذمت کرتا۔ ہر آدمی کو اس نے بے ایمان' اور چور اور ڈکیت کہا۔ جناب والا! یہ چھوٹی سی بات نہیں۔

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ فاضل رکن سے کہا جائے کہ وہ اس کی admissibility پر بات کریں۔

میاں محمود الحسن ڈار: میں admissibility پر بات کر رہا ہوں۔ میں پیپلز پروگرام کی بات کر رہا ہوں۔ میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

آپ گھبرائیں نہیں۔ میں اس کی تاریخ بتاتا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو بھی یاد رہے۔ میں اسی طرف آ رہا ہوں۔

میزانیہ بابت سال 90-1989ء پر بحث ـــ (جاری)

جناب سپیکر: ڈار صاحب! ذرا رکیئے۔ تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ اب ہم بجٹ پر عام بحث شروع کرتے ہیں۔

میاں محمود الحسن ڈار: آپ مجھے پھر وقت دیں گے؟

جناب سپیکر: اس پر اگلے ورکنگ ڈے پر بات کریں گے۔

میاں محمود الحسن ڈار: شکریہ۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر پر تھوڑی سی clarification ہے۔ حکومتوں اور ادوار کے ذریعے کسی آدمی کو مارا جائے' پھانسی دی جائے تو اس سلسلے میں مصر کے قطب شہید کی شہادت پر حرف آئے گا۔ سرمد اور منصور کی شہادت پر حرف آئے گا۔ (مداخلت) میں پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر حرف آئے گا۔ اس کا مطلب ہے حکومت جس کو مار دے وہ جائز ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ یہ نوابزادہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

میاں محمود الرشید: انہیں ایسی باتیں کرنے سے باز رکھا جائے۔ انہیں ایسی بات کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER : Order please, No cross talk please.

(Interruptions)

یہ نہایت نامناسب بات ہے۔ آپ اپنی سیٹوں پر بیٹھے ہیں اور اسمبلی کو ایسے بنا رہے ہیں کہ جیسے آپ جھگڑا کر رہے ہیں۔ یہ بہت unfair بات ہے اور اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز' وینس صاحب' آپ تشریف رکھیں۔ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

مولوی صفدر الحق ڈوگر: (بزبان پنجابی) جناب سپیکر! میں نے پچھلے اجلاس میں بھی دونوں دھڑوں سے یہ گزارش کی تھی کہ براہ مہربانی قوم اور ملک کی خدمت کریں۔ جس کے لیے ہمیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ اب پھر وہی مسئلہ شروع ہو گیا ہے کہ جو پچھلے اجلاس میں شروع ہو گیا تھا۔ وہی شہیدوں کا اور دونوں اودار کا واویلا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ میں آپ کی وساطت سے سب بھائیوں سے گزارش کرنی چاہتا ہوں۔ خدا کرے کہ دونوں مرنے والے جنتی ہوں۔ مجھے صحیح صحیح بات کرنی ہے' کسی سے کوئی رعایت نہیں۔ اگر دونوں دھڑوں کو مرنے والوں کے ساتھ اتنا ہی انس' محبت اور ہمدردی ہے تو وہ یوں کریں کہ پڑھ کر' اور خدا کے نام پر دیگیں پکائیں۔ تاکہ یہ ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکیں۔ مجھے کوئی خوف نہیں' کیونکہ سچی بات کہنے میں خوف صرف اللہ تعالیٰ کا ہونا چاہیے' کسی آدمی یا دھڑے کا نہیں۔ ایک آدمی سٹیج پر کھڑا ہوتا ہے۔ اسے ٹیلی وژن بھی دکھاتا ہے اور اخبارات بھی چھاپتے ہیں۔ کہتا ہے کہ جس وقت میں کام کی زیادتی کی وجہ سے تھک جاتا ہوں تو تھوڑی سی پی لیتا ہوں تو وہ شہید کیسے ہوگا؟ (نعرہ ہائے تحسین) اس ملک میں جمہوریت چل رہی ہے' خواہ اچھی چل رہی ہے یا بُری۔ دوسرا سارے ملک پر ڈکیتی کر کے جمہوریت کو چھین لیتا ہے۔ کوئی تین مرلے چھین لے تو کہتے ہیں کہ اس نے ڈاکہ ڈالا ہے۔

بڑی زیادتی کی ہے جس نے پورے ملک پر ڈاکہ ڈالا ہے' وہ بھی میرے نزدیک مر جانے پر شہید نہیں ہو سکتا (نعرہ ہائے تحسین) اس لیے اگر انہیں قوم اور ملک سے کوئی ہمدردی ہے' تو برا

مہربانی دونوں شہیدوں کو ایوان سے باہر رہنے دیں۔ میں نے دونوں "سنہری دور" دیکھے ہیں۔ میں نے پیپلز پارٹی کا سات سالہ دور بھی دیکھا ہے اور آٹھ سالہ مارشل لاء کا دور بھی دیکھا ہے۔ دونوں بدترین دور تھے۔ اس وقت بھی کسی کی عزت' کسی بیٹی بہن کا دوپٹہ محفوظ نہ تھا۔ (قطع کلامیاں) یارو! ذرا صبر کیا کرو۔ میں کون سا کسی کی بات کر رہا ہوں۔ نہ ان کی بات کر رہا ہوں نہ تمہاری۔ پیپلز پارٹی کے سات سالہ دور میں بھی کسی بہن بیٹی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ جس وقت صبح بچیاں اپنے گھروں سے پڑھنے کے لیے جاتی تھیں تو ان کے والدین مُصَلّا ڈال کر بیٹھ جاتے تھے کہ خدا کرے' ہماری بچی اپنی عزت صحیح سلامت لے کر گھر واپس آ جائے۔ دوسرے دور میں یہ تو نہیں ہوا۔ بچیوں کا اغوا یا عصمت دری تو نہیں ہوئی لیکن جس آدمی نے بھی سچی بات کہنے کو زبان کھولی' اسے سرعام کوڑے لگوا دیے گئے اور اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔ یہ نہیں کہ اسلامی اتحاد میں شامل ہوں' یا میاں نواز شریف کے ساتھ ہوں' یا ان کے حق میں دعا کرتا ہوں یا ان کا ساتھی ہوں' بلکہ بطور مسلمان میری تمام بھائیوں سے گزارش ہے کہ جس طرح آپ کوشش کرتے ہیں' اس طرح اس ایوان کی کارروائی کو پُر امن طریقے سے چلانے میں یہ بھی آپ کی مدد کریں۔ ہر پندرہ منٹ بعد لڑائی جھگڑے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ جو لوگ اجلاس کی کارروائی سننے آتے ہیں' وہ ہمارے ووٹر اور ورکرز بھی ہیں۔ ان کے ذہن میں بھی ہمارے لیے بڑی اچھی سوچ ہے کہ انہوں نے جن لوگوں کو اسمبلیوں میں بھیجا ہے' وہ بڑے شریف لوگ ہیں۔ وہ بہت قابل' بڑے سلجھے ہوئے اور خاصے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ اور یہ ہماری اور ملک و قوم کی بہتری کے لیے اسمبلی میں جا کر بہت کچھ کرتے ہوں گے۔ جب وہ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کرتے دیکھتے ہیں کہ ہم گالی گلوچ تک بھی پہنچ جاتے ہیں تو پھر وہ بھی یہاں سے ہمارے متعلق کوئی اچھی سوچ لے کر نہیں جاتے۔ اس لیے سارے بھائیوں سے میری درخواست اور منت ہے کہ براہ مہربانی صبر سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو علم عطا فرمایا ہے اس علم سے کام لیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا اللہ تعالیٰ انہیں پاگل پیدا کر دیتا۔ (قطع کلامیاں) یہ سب کے بارے میں بات ہے۔ کسی ایک کی ت نہیں۔ عقل یا علم اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ بندہ بیٹھا بیٹھا کسی بھی وقت پاگل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل دی ہے' علم دیا ہے اور عوام نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ممبر بن گئے ہیں۔ یہ اسمبلی کے ممبر بن کے یہاں کارروائی کو چلائیں اور ملک و قوم کی

خدمت کریں۔ براہ مہربانی دونوں شہیدوں سے ملے رہیں اور خدا کرے کہ وہ شہید بھی ہم سے ملے رہیں۔

یہ ملک جو تھوڑا بہت بچ گیا ہے یہ بقایا رہ جائے گا اگر ان شہیدوں کے ادوار کو یہاں چکر لگواتے رہے تو مجھے نظر آ رہا ہے کہ جو تھوڑا بہت ملک بچ گیا ہے وہ بھی کہیں جاتا نہ رہے۔ اس لیے آپ خدا کا خوف کریں۔ آخر کار آپ نے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونا ہے۔ آپ وہاں جا کر کیا جواب دیں گے کہ ہم نے ملک اور قوم کی کیا خدمت کی ہے۔ سوائے آپ یہی کہیں گے کہ ہم ایک دوسرے کی خوشامد کرتے رہے۔ وہ اپنے لیڈر کی اور وہ اپنے لیڈر کی خوشامد کرتے رہے۔ برائے مہربانی آپ کوئی اچھی بات کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: جناب! صرف ایک منٹ اور میں ختم کیے دیتا ہوں۔ ملک میں بے روزگاری دیواروں سے عیاں ہے۔ آپ کچھ خدا کا خوف کریں۔ بیروزگاری' بھوک' نا انصافی' رشوت' گلیوں' بازاروں میں پھر رہی ہے۔ اس کو اگر آپ ختم نہیں کر سکتے۔ کم از کم یہاں بیٹھ کر سوچیں یہ رشوت گلیوں' بازاروں میں پھر رہی ہے۔ اس کو کیسے ملک سے نکالا جائے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے اور یہاں مسلمان بستے ہیں جو دوست بیرون ملک سے آتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کس مسلمان ملک میں آئے ہیں۔ بیرون ملک تو ہر کام بہت اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کوئی رشوت نہیں' کوئی نا انصافی نہیں۔ لیکن جب وہ پاکستان آتے ہیں تو ان سے رشوت مانگی جاتی ہے۔ تو وہ واپس جا کر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا نام ہی نہ لو۔ اس لیے آپ نا انصافی کے متعلق سوچیں۔ رشوت کے متعلق سوچیں' بے روزگاری کے متعلق سوچیں' غریب کے متعلق سوچیں۔ یہاں اچھی قانون سازی کے متعلق سوچیں جو قانون سازی اس ادارے کا کام ہے وہ کریں۔ لیکن اگر کسی کے بچے بھرتی ہو گئے چاہے وہ گریڈ 5 میں ہوئے ہیں یا 10 گریڈ میں ہوئے ہیں۔ ان تمام باتوں کو چھوڑ دیں۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ اسمبلی کے ممبران کا کام نہیں ہے کہ پیپلز ورکس پروگرام کا کام کریں۔ یا ویسے ہی ایم پی اے MPA کو گرانٹ دی گئی ہے کہ وہ کام کرائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام یونین کونسل کا ہے' ضلع کونسل کا ہے۔ یہ کسی صوبائی ممبر کا کام نہیں اور نہ ہی کسی ہارے ہوئے ممبر کا کام ہے۔ کروڑوں روپے ہارے ہوئے شخص کو دے دینا کہ جاؤ کھاؤ پیو۔

کچھ خدا کا خوف کریں اللہ کے خوف سے بچو! کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں اور سارے کا سارا کام خراب ہو جائے۔

جناب سپیکر: ڈوگر صاحب شکریہ۔ یہ ڈوگر صاحب کی بجٹ تقریر ہوگئی ہے۔ جناب ملک حاکمین خان۔

ملک حاکمین خان: جناب سپیکر! آج مجھے اس خوبصورت ایوان میں شاندار اسمبلی میں 1989-90ء کے بجٹ پر بحث میں حصہ لینے کی آپ کی اجازت ہوئی۔ جناب والا! میری کوشش ہوگی میں ان محترموں کا احترام ملحوظ خاطر رکھوں اور ایسی کوئی بات نہ کروں جس سے اخلاق کا ایسا غلط تاثر ملے کہ ان کو کوئی زک پہنچے۔ ان کی شان میں کوئی فرق آئے۔ ان کو کسی قسم کی ego (عزت نفس) مجروح ہو لیکن جناب والا! میں اتنا ضرور کہوں گا کہ میرا تعلق بھی ایک پارٹی اور ایک حلقہ انتخاب سے ہے۔ میرا بھی تعلق اسی صوبے سے ہے۔ میری پوری کوشش ہوگی۔ جناب والا! میں اتنا ضرور کہوں گا کہ میرے سامنے بھی میری پارٹی ہے۔ اس کا ایک orientation ہے۔ اس کی ideology ہے۔ اسکی conviction ہے۔ اس کی ایک commitment ہے۔ اس نے لوگوں کو ایک منشور دیا۔ لوگوں کو ایک programme دیا۔ لوگوں کو دستور دیا۔ جناب والا! میں ضرور اس کو بھی اجاگر کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ اس بجٹ میں جس خوبصورت انداز اور جس طریقے سے حزب اقتدار نے متوازن پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب والا! اس کی خوبیاں بیان کیں۔ یقیناً" انہوں نے اس میں خوبصورتی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یقیناً" حزب اختلاف نے ان کی کوتاہیوں کو ان کی کمزوریوں' ان کی غفلتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ جناب والا! میں جانتا اور سمجھتا ہوں مجھے بھی ایک سیاسی تجربہ ہے۔ میں ایک سیاسی کارکن ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں نے جو کچھ کہا' جس طریقے سے کہا۔ ان کا تسلسل' ان کی سوچ کیا تھی۔ ان کا orientation کیا تھا اور ان کے نظریات کیا تھے؟ جناب والا! ان ساری چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نہ تو کسی کی عزت نفس مجروح کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اتنی بات ضرور کہوں گا۔ جناب والا! جب حالات اس ڈگر پر پہنچ جائیں کہ افراتفری کا عالم ہو جائے تو جناب والا! میں بھی ایک ضلع کی نمائندگی کرتا ہوں۔ میرا بھی ایک حلقہ انتخاب ہے۔ جب ایسے حالات ہوں تو میں کیوں نہ اٹک کا نام لوں۔ جس نے مجھے elect کیا۔ جس نے مجھے ہمیشہ عزت دی۔ مجھے

1970ء میں بھی ان پردھان منتریوں کے مقابلہ میں کامیاب کیلہ ان کی ضمانتیں بھی ضبط ہوئیں۔ آج بھی اور اس وقت بھی انہوں نے اس آئی جے آئی جو بڑی پردھان منتری بننے کی کوشش کر رہی ہے۔ پنجاب میں اپنی مقبولیت اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اپنی اکثریت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے' جناب والا! میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آئی جے آئی کے امیدوار کی میرے مقابلے میں ضمانت ضبط نہیں ہوئی؟ اگر ہوئی ہے تو میں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کروں گا۔ جناب والا! میں وہ ناچیز خادم ہوں۔ میں بات حقائق پر مبنی کروں گا۔ اس میں کوئی hypocrisy نہیں ہوگی۔ کوئی چار سو بیسی نہیں ہوگی۔ کوئی چالاکی نہیں ہوگی۔ جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ پنجاب ایک ملک کا بہت بڑا اکثریتی صوبہ ہے۔ لوگوں کی اس سے توقعات وابستہ ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر پنجاب میں بھی ایسے حالات پیدا ہوگئے جیسے کہ سامنے نظر آ رہا ہے۔ انتہائی خطرناک ڈگر پر بات چلی جائے گی۔ جناب والا! آپ گھڑی کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن میں وقت ضرور لوں گا۔ میں بھی ایک پارٹی کا ایک ذمہ دار بندہ ہوں۔ جناب والا! میں کسی کی شان میں کمی نہیں لانا چاہتا ہوں لیکن جناب والا! آج باتیں کھل کر ہوں گی۔ بجٹ بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ وزیر خزانہ میرے محترم بھائی ہیں۔ میں ڈیرہ غازی خان کے مسائل کو جانتا ہوں' میں راجن پور کے problems بھی جانتا ہوں لیکن میں ان کی توجہ اٹک کے غریب لوگوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو مزدور بے سہارا اور بے بس ہیں۔ ان کے پاس نہ تو سکول ہیں' نہ سڑکیں ہیں۔ جناب سپیکر! میرے وزیر خزانہ Right/Lift ہونے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن میں احترام اور عزت کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ (bureaucracy) بیوروکریسی کی طرف نہیں میری طرف توجہ دیں۔ کیونکہ میں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا چاہتا ہوں۔ یقیناً" وہ میری طرف توجہ دیں گے۔ کیونکہ یہ معاملہ کسی کی ذات و شخصیت کا نہیں۔ بلکہ ملکی بقاء کا ہے۔ جناب والا! یہ پنجاب کے مفادات کا معاملہ ہے۔ جناب والا! باتیں بڑی لمبی ہیں' پاکستان پیپلز پارٹی کے سامنے ایک orientation ایک ideology اس کی اپنی conviction اس کی اپنی commitment اور اس کا ایک mandate ہے۔ اس نے عوام کے سامنے commitments کیے تھے - عوام نے اس کی دس سالہ struggle میں اس لیے ساتھ دیا تھا وہ سمجھتی تھی کہ اگر پاکستان پیپلز پارٹی برسراقتدار آ گئی تو ذوالفقار علی بھٹو شہید کے پروگرام اور

سوچ کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گی۔ اس لیے انہوں نے ننگے بدن' بھوکے پیٹ پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا۔ یہ اس کی سوچ تھی۔ اس لیے جناب والا! ہم کسی کی عزت نفس کو کم نہیں کرنا چاہتے۔ کسی کے احترام میں کمی نہیں لانا چاہتے لیکن جناب والا! اپنی بات کو اجاگر ضرور کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان مظلوموں کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتے ہیں یہ کیا دستور ہے؟ جناب والا! یہ کیا بجٹ پیش کیا گیا؟ میں اس کے متعلق کیا کہوں کس طرح کہوں؟ اور میں کس طرح اجاگر کروں یہ مگرمچھ کے آنسو بہانے والے کیا کر رہے ہیں؟ جناب والا! دودھ کا رکھوالا بلا ہے۔ آج مجھے خوشی یہ ہے کہ میاں نواز شریف اپنے چیمبر میں بیٹھے میری تقریر سن رہے ہیں۔ میں ان سے ڈائریکٹ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا ہوں۔ میاں صاحب یہ ملک کی بقاء اور جمہوریت کی بحالی کا مسئلہ ہے۔

ان مظلوموں کی بقا' پنجاب کی خوشحالی' پنجاب کے غریب اور مظلوموں کی زندگیوں اور عزت نفس کو اجاگر کرنے کا مسئلہ ہے۔ ایک طرف تو آپ پنجاب کی خوشحالی کی بات کرتے ہیں۔ ایک طرف تو آپ اسلام کی بات کرتے ہیں۔ ایک طرف تو آپ بیواؤں کی بات کرتے ہیں۔ ایک طرف تو آپ یتیموں کی بات کرتے ہیں۔ جناب والا! کتنا ظلم و ستم ہے' کتنی بے رحمی ہے' کتنا ظالمانہ دور ہے۔ میں جانتا ہوں میاں نواز شریف صاحب میں آپ کی عزت اور احترام کرتا ہوں۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اس غاصب نے' اس ڈکٹیٹر نے جس کا نام ضیاء الحق تھا اس نے کہا تھا کہ میری زندگی بھی آپ کو نصیب ہو۔ لیکن خدارا وہ ڈکٹیٹر تھا' وہ غاصب تھا' وہ ظالم تھا۔ آپ اس کے پیروکار نہ بنیں' لیکن اس طرح نہ بنیں کہ وہ تو ایک مارشل لاء کی پیداوار تھی۔ وہ تو ایک غاصب تھا اس نے تو اس دس کروڑ کے عوام پر ظلم ستم ڈھائے۔ وہ بے رحمی کی انتہا تھی۔ ظلم ستم تھا۔ اگر آپ اس کے پیروکار بنیں گے تو پھر مت بات کریں۔ آپ یہ مت کہنے کی کوشش کریں کہ میں پنجاب کا نمبردار ہوں۔ میں پنجاب کا چودھری ہوں۔ پنجاب کا چودھری بننے کے لیے مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔ بحران سے گزرنا پڑتا ہے۔ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ شاہی قلعے کی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ جیلوں میں جانا پڑتا ہے۔ پھانسی کے پھندے چومنے پڑتے ہیں۔ اس کے لیے بہادروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے جفاکشوں کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے مدبروں کی ضرورت ہے۔

میاں محمد شہباز شریف: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا!

جناب سپیکر: جی میاں شہباز شریف صاحب!

میاں محمد شہباز شریف: جناب والا! شاہی قلعہ تو بند ہوچکا ہے اور یہ مسلم لیگ گورنمنٹ کے دور میں بند ہوا تھا۔

ملک حاکمین خان: جناب والا! مجھے خوشی ہے اور دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے (قطع کلامیاں) آپ بیٹھیں، آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ کی کیا سیاسی سوچ ہے۔ آپ تو شاہی درباری ہیں۔ آپ تو شاہی پیادے ہیں۔ آپ مت آگے بڑھیں۔ جناب والا! میں بات کر رہا ہوں یہ بیٹھیں۔ ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ یہ بیٹھیں۔ بہادروں کو ملتا ہے، خودداروں کو ملتا ہے۔ با اصول لوگوں کو ملتا ہے۔ (قطع کلامی)

جناب سپیکر: مہر صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

ملک حاکمین خان: آپ کیا کارروائیاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ آپ کو کیا ملے گا؟ اس طرح کی بات نہیں چلے گی۔ درباری موقع پرست بے وفا لوگوں کو جناب والا کیا ملتا ہے؟ معاشرہ تو با اصول اور خوددار لوگوں کی عزت کرتا ہے۔ بہادر سنگت نبھانے والے لوگوں کی عزت کرتا ہے۔ جناب والا! آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔ ہم آپ کی عزت و شان میں کمی نہیں لانا چاہتے۔ ہم آپ کا احترام کرنا چاہتے ہیں۔ جناب والا! آپ کو یاد ہوگا جب میری پرائم منسٹر پاکستان تلخیوں کو ختم کرنے کے لیے جناب چیف منسٹر پنجاب کے دولت کدہ پر تشریف لے گئیں۔ میں ناچیز بھی اس وفد میں شامل تھا۔ بڑی خوبصورت بات چیت ہوئی۔

جناب والا! ان کے مابین آپس میں ایک اچھی فضا قائم ہوئی۔ اچھی قسم کے حالات رونما ہوئے اور بہت اچھے قسم کے تعاون کا اظہار ہوا۔ لیکن جناب والا! وہ سیاسی بونے بھی موجود ہیں۔ خواہ وہ حزب اقتدار یا حزب اختلاف جہاں بھی ہوں ان لوگوں کا ایک رول ہے۔ جناب والا! ان لوگوں نے جو کردار ادا کیا آپ اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ جناب والا! وہ نہیں چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے میاں صاحب کو تاثر دیا کہ میاں صاحب! یہ آپ کی بقاء کا مسئلہ ہے کہ آپ ڈائریکٹ وفاقی حکومت کو چیلنج کریں۔ آپ ان کے مقابلے میں متوازی گورنمنٹ بنائیں اسی میں آپ کی اہمیت ہے اور اس سلسلے میں جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں میں ہمیشہ self criticism کا حامی ہوں۔ میں خود پر تنقید کرنے والا ہوں۔ میں ہمیشہ پہلے اپنے آپ پر تنقید کرتا ہوں۔ جناب والا!

میں جانتا ہوں کہ ہم میں بھی غلطیاں ہیں' ہم میں بھی کوتاہیاں ہیں' ہم میں بھی کچھ کمزوریاں ہیں اور ہم میں بھی آستین کے سانپ موجود ہیں۔ ہم میں بھی وہ شاہی درباری موجود ہیں۔ ہم میں بھی وہ شاہی پیادے موجود ہیں جن کی وجہ سے انہیں اہمیت ملی ہے۔ لیکن جناب والا! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کہاں بے نظیر بھٹو صاحبہ جن کا ایک مقام ہے۔ اس ملک میں ان کے انٹرنیشنل مقام کے مقابلے میں کوئی شخصیت نہیں۔ جناب والا! یہ دروغ گوئی' نا انصافی اور ایک بالکل غلط بات ہوگی اگر اس کے مقابلے کے لیے کسی کو اجاگر کریں گے تو جناب والا! یہ ہم ملک کی کوئی خدمت نہیں کریں گے۔ پیپلز پارٹی صرف پنجاب' سرحد' بلوچستان' سندھ ہی میں نہیں بلکہ پیپلز پارٹی ہر جگہ موجود مقبول اور مضبوط بھی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدارا! ان کو انصاف دلائیں' اپنی ہٹ دھرمی پر قائم نہ رہیں۔ آپ کے مفادات مسلمہ ہیں' ہم جانتے ہیں ہم گہرائیوں میں نہیں جانا چاہتے۔ ہم اس میں زیادہ آگے نہیں بڑھنا چاہتے لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ پیپلز پارٹی struggle سے گزری ہے۔ پیپلز پارٹی کے مجاہدوں نے دس بارہ سال قربانیاں دیں' کوڑے کھائے' پابند سلاسل رہے۔ تختہ دار کو بھی چوما ہے۔ لیکن جناب والا! انہوں نے اپنے اصولوں کا سودا نہیں کیا۔ جناب والا! اب یہ دعوے دار کیسے بنتے ہیں؟ میں بات یہ کرنا چاہتا ہوں یہ اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں کہ۔

گلستاں کو لہو کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہی گردن ہماری کٹی
پھر بھی یہ کہتے ہیں اہل چمن
یہ چمن ہمارا ہے تمہارا نہیں

جناب والا! نا انصافی نہ کریں۔ حق' اصول' عقل' دانائی' علم اور شعور کی بات کریں۔ جناب والا! اس طرح بات نہیں چلے گی۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میرا ضلع ایک بے حد پسماندہ ضلع ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ پنجاب کی اکثریت اس پانچ کروڑ آبادی والے صوبے میں آپ نے صرف پانچ ہزار بے روزگاروں کو روزگار دینے کی بات کی ہے۔ کیا یہ انصاف ہے؟ پانچ کروڑ میں صرف پانچ ہزار؟ یہ تو جناب والا میرے حلقہ انتخاب میں پانچ ہزار نوجوان بے روزگار ہیں۔ آپ کیوں نا انصافی کرتے ہیں؟ آپ کیوں اس طرح کی باتیں کرتے ہیں؟ ایسے نہ کریں۔ یہ نا انصافی

ہوگی۔ اس طرح نہ کریں۔ سڑکوں کی بات کی گئی ہے۔ جناب والا! آپ اگر 2 ہزار 4 سو کلومیٹر کی بات کرتے ہیں تو ہمارے پنجاب میں 2 ہزار 4 سو کلومیٹر سڑکیں انہیں دیں گے۔ تاکہ لوگ شہروں سے وابستہ ہو جائیں۔ شہروں سے مل جائیں لیکن جناب والا! اگر اس کی ضلع وار تقسیم کریں گے تو صرف 80 کلومیٹر میرے ضلع میں آتی ہے۔ تو جناب والا! میرے پانچ دیہات شہروں سے نہیں مل سکتے ہیں کیوں! اس طرح اتنی ناانصافی کیوں کرتے ہیں؟ ایک طرف تو آپ پنجاب کی نمبرداری کی بات کرتے ہیں۔ پنجاب کی قیادت کی بات کرتے ہیں تو پھر آپ پنجاب کا استحصال کیوں کرتے ہیں؟ کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں؟ خدارا پنجاب کا نام اس طرح اجاگر نہ کریں کہ لوگ سمجھنے لگیں کہ جس طرح آپ نے نعرہ لگایا میں آپ کی حکومت کی مقبولیت جانتا ہوں کہ یہ adhocism پر ہے۔ کیونکہ پنجاب کا بجٹ خسارے میں اس لیے پیش کیا گیا کیونکہ آپ نے دس سال میں اختیار کردہ طریق کار adhoc system پر مبنی تھا۔ اس میں کوئی ٹھوس بنیادی بات نہیں تھی۔ جو چالاکی آپ نے اختیار کی تھی وہ ایک رسمی بات تھی۔ جناب والا! یہ بات اپنی جگہ مسلمہ ہے لیکن جناب والا! ان کے پاس نہ تو کوئی پروگرام تھا' نہ سوچ' نہ عقل تھی انہوں نے جو کچھ کیا وہ ایک dictator کو قائم رکھنے کے لیے کیا۔ صوبہ پنجاب کا استحصال ہوا۔ پنجاب کا اور یہ مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے پنجاب کا نام لیتے ہیں یہ ایسے ثابت کیا ہے جیسے کہ پنجاب کا محافظ دودھ کا رکھوالا بلا ہو۔

جناب والا! ہم اصول' بھائی چارے اور دوستوں میں دوستوں کی بات کرتے ہیں۔ لیکن جناب والا! ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم صحیح اور درست بات کریں۔ دنیا کی ہم پر توقعات ہیں۔ آج اس ایوان میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ جناب والا! اگر ہم کسی گلی کوچے میں جائیں تو لوگ ہمیں روک روک کر پوچھتے ہیں کہ ہمارا کیا بنے گا؟ جمہوریت کا کیا بنے گا؟ ہمارے بچوں کا مستقبل کیا ہوگا؟ لیکن پنجاب کی قیادت نے suffocation کی فضا پیدا کر کے ہمیں تکلیفوں اور مشکلات میں ڈال دیا ہے ہم تو توقع کرتے تھے کہ اس ایوان اور اس پنجاب میں بھی ایک امن ہوگا' بھائی چارے کی فضا ہوگی اور ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے جس طرح شہباز شریف اور پرویز الٰہی کہتے ہیں کہ اس ملک کی خدمت ہوگی' لوگوں میں پیار ہوگا۔ اس ملک کی ترقی ہوگی۔ بے روزگار کے لیے روزگار ہوگا۔ جن لوگوں کے پاس اسکول نہیں ان لوگوں کے پاس اسکول ہوں گے۔ جن کے پاس سڑکیں نہیں ان کو سڑکیں ملیں گی اور جن کے پاس ہسپتال نہیں ان کو ہسپتال ملیں گے۔ جناب

والا! بے زبان لوگوں کو زبان ملے گی یہ دھمکی کی نہیں اصول کی بات ہے شہباز شریف اور نواز شریف صاحبان مجھ سے مخاطب ہونے سے پہلے سپیکر سے مخاطب ہوں۔ ان کی اجازت سے مجھ سے بات کریں۔ ملک حاکمین آپ سے مخاطب ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ جب آپ پھانسی کے پھندے پر جائیں گے اس وقت آپ میں ثابت قدمی ہوگی اس وقت بہادری ہوگی۔ تو پھر آپ مجھ سے بات کریں۔ اس وقت آپ کا ہاتھ اوپر ہوگا تو پھر میں مانوں گا کہ آپ بہادر ہیں۔ آپ خوددار ہیں آپ با اصول ہیں اور باوفا ہیں۔ جناب والا! اقتدار میں تو سب شیر ببر ہوتے ہیں.....

وزیر لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی (چودھری پرویز الٰہی): جناب والا! میں آپ کی وساطت سے فاضل ممبر سے عرض کرتا ہوں کہ میاں شہباز شریف نے تو یہ کہا تھا کہ میں تو آپ کے ساتھ بھی پیار سے بیٹھتا ہوں۔ انہوں نے اور کچھ نہیں کہا تھا کہ میں تو آپ کے بھی ساتھ پیار کرتا ہوں۔ انہوں نے تو یہ بات کی تھی۔

ملک حاکمین خان: جناب والا! میں چودھری پرویز الٰہی کا بہت شکر گزار ہوں۔ یہ سب میرے محترم بھائی ہیں۔ جناب والا! میں کسی کی آن و شان میں کمی نہیں لانا چاہتا ہوں' مجھے خدشہ ہے جناب والا! کہ حالات کس ڈگر پر جا رہے ہیں میرے سخن شناس اور دانشور سن رہے ہیں bureaucracy سن رہی ہے اوپر گیلری میں بیٹھے ہوئے اس معاشرے کے عظیم لوگ سن رہے ہیں۔ جناب والا! حالات انتہائی خطرناک ڈگر پر جا رہے ہیں۔ اگر یہ ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو جناب والا! اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہوگا۔ جناب والا! میری مؤدبانہ التماس ہے کہ خدارا! ان کو اللہ عقل اور سوچ دے۔ میں ایک ذمہ دار ممبر اسمبلی کی حیثیت سے ان سے کہتا ہوں کہ اگر صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر واپس آ جائے تو وہ کوئی بھولا ہوا نہیں ہوتا۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ ہم نے تو ہمیشہ اپنوں اور بیگانوں میں بھی جنگ کی لیکن ہم نے بات حقائق اور اصولوں پر کی۔ جناب والا! ان حالات میں اگر جمہوریت کو کوئی نقصان ہوگا تو کاروباری لوگوں کو ہوگا۔ اس Civil bureaucracy کو ہوگا Armed bureaucracy کو ہوگا۔ ان سیاستدانوں کو ہوگا جناب والا! پھر اس ملک کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ حالات کسی کا ساتھ نہیں دیں گے۔ ان سخن شناس جن کی قلم کبھی کبھی ڈگمگاتی ہے سے بھی میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب اللہ نہ کرے اس دھرتی کو نقصان ہوا اس ملک کا شیرازہ بکھرا تو پھر اس ملک کی بقاء آپ کا اور میرا کیا ہوگا؟ تو جناب والا! میں

یہ چاہتا ہوں کہ بنک بنیں لیکن نیت ٹھیک ہونی چاہیے۔ یہاں نیت کی بات ہے۔ یہاں نیت ٹھیک نہیں۔ وفاق میں مداخلت کی جا رہی ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں بنک کے بعد کرنسی کی بات نہ آ جائے۔ کہیں خارجہ پالیسی کی بات نہ آ جائے' کہیں مجیب الرحمان کے ان چھ نکات کو اجاگر کرنے کی بات نہ آئے۔ تو جناب یہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ یہاں پر پنجاب کے احساس محرومی کی بات کی جا رہی ہے۔ کل تک تو چھوٹے صوبے احساس محرومی کی بات کرتے تھے۔ وہ گلے شکوے کی بات کرتے تھے۔ وہ روٹھ جاتے تھے تو پنجاب بڑے بھائی کی حیثیت سے کوشش کرتا تھا کہ انہیں منایا جائے۔ لیکن آج پنجاب میں اگر یہ نعرہ لگایا جائے گا تو اس ملک کا خدا ہی حافظ ہوگا۔ ہم کس طرح ان روٹھوں کو منائیں گے۔ اگر ہم خود ہی روٹھ گئے تو پھر کیا یہ اس ملک صوبہ پنجاب کی' پنجاب کے غریبوں' پنجاب کے مظلوموں کی خدمت ہے؟ اتنا بڑا استحصال' اتنی بڑی نا انصافی' اتنا ظالمانہ طریق کار' کتنی بے بسی ہے جناب والا! آپ بھی تو بے بس ہو چکے ہیں.....

جناب سپیکر: ملک صاحب اب وائنڈ اپ کیجئے کافی وقت ہو گیا۔

ملک حاکمین خان: جناب والا! اگر مجھ پر اپنا فیصلہ مسلط کرنا چاہتے ہیں تو میں اس میں اپنا شعر پیپلز پارٹی کے بہادروں' خودداروں' مجاہدوں' حریت پسندوں اور آزادی کے متوالوں کی طرف سے عرض کروں گا۔

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ وہ زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کبھی دریا میں سمندر نہیں گرتا

(نعرہ ہائے تحسین

جناب سپیکر: مہر محمد اسلم بھروانہ۔

مہر محمد اسلم بھروانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! آج کل کے مرکز اور صوبے کے درمیان حالات کسی سے چھپے ہوئے نہیں

ان حالات میں صوبائی حکومت پنجاب کے پیش کردہ بجٹ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جناب والا! میرے بھائیوں کو یہ عادت پڑ چکی ہے کہ تنقید کرنی ہے چاہے کوئی فاضل ممبر ٹھیک بات کرے یا غلط۔ میں ان کی ذہنیت سے واقف ہوں۔ میں ان کے ساتھ سولہ سال گزار کر آیا ہوں۔ میں ان کے ساتھ Martial Law regulations برداشت کرتا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کتنے اصول پرست ہیں۔ اکثر میرے سامنے بیٹھے ہوئے دوست مجھے دیکھ رہے ہیں ان کو بھی پتا ہے کہ میں ان کی ذہنیت سے واقف ہوں۔ یہاں آ کر میں نے جو حال دیکھا ہے جناب والا! پہلے میں ضلع کونسل میں رہا ہوں آپ بھی چیئرمین ضلع کونسل تھے۔ یہ معیار کسی بھی ضلع کونسل کا نہیں جو ان بھائیوں نے پنجاب اسمبلی کا بنایا ہوا ہے یہ میرے فاضل بھائی اس ایوان میں ہر ایک کو ٹوکتے ہیں اور اس پر تنقید کرتے ہیں۔ بجٹ پر بحث کم اور نواز شریف کی بات زیادہ کرتے ہیں۔ اتفاق فونڈری یا وزیراعلیٰ پنجاب کا ذکر ہوتا ہے۔ حزب اختلاف نے کوئی متبادل تجاویز آج تک نہیں دیں یہاں تو بے نظیر کی تعریف یا پھر نواز شریف کے خلاف باتیں ہوتی ہیں۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں کہ میں اس بجٹ کو پیش کرنے پر وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ہمارے ملک کا انحصار زراعت پر ہے اور اس میں سب سے زیادہ حصہ پنجاب کا ہے۔ سب سے زیادہ زرعی اجناس صوبہ پنجاب اگاتا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ہمیں سب سے زیادہ توجہ زراعت پر دینی چاہیے کیونکہ ہمارے ملک اور ہمارے صوبے کا دارومدار بھی زراعت پر ہے۔ سب سے زیادہ گندم' گنا اور کپاس پنجاب اگاتا ہے۔ جہاں تک ادویات کی قیمتوں کا تعلق ہے ایک سروے کے مطابق ادویات اتنی مہنگی ہو چکی ہیں کہ عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہیں۔ ہمارے دوست بات کرتے ہیں کہ پنجاب کے قائد' پنجاب کے لیڈر غیر زراعت پیشہ ہیں' میں ان سے پوچھتا ہوں کہ سابقہ دور میں زراعت کی کتنی خدمت کی گئی۔ ان کے سابقہ دور میں زراعت کے ساتھ کیا ہوا؟ صرف ایک ہی سوچ رہی کہ زمیندار کا سیاست سے hold ختم کیا جائے۔ اس وجہ سے Land reforms ہوتی رہیں' زرعی اصلاحات ہوتی رہیں۔ حالانکہ زیادہ سے زیادہ گنا ایک بڑا زمیندار منڈیوں تک پہنچاتا ہے اور زمیندار کا hold سیاست سے ختم کرنے کے لیے زرعی اصلاحات ہوتی رہیں۔ مزارع کو مالک اور مالک کو مزارع سے لڑایا گیا۔ ایسے قوانین وضع کیے گئے جن سے مالک اور مزارع کی جنگ ہمیشہ جاری رہے۔ اس دور میں زراعت کے متعلق

انہوں نے جو اقدامات اٹھائے سب کو علم ہے۔ اس کے برعکس میں سمجھتا ہوں کہ جتنی آج کے دور میں زراعت پر توجہ دی جا رہی ہے اس سے پہلے کبھی بھی نہیں دی گئی۔ جناب والا! اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھوں گا کہ جناب وزیراعلیٰ پنجاب اور ان کے خاندان کی زراعت کے شعبہ میں جتنی خدمات ہیں وہ اور کسی کی نہیں۔ اس لیے کہ یہ جس اتفاق فونڈری کا ذکر کرتے ہیں۔ جو جدید قسم کی زراعت کے لیے instruments انہوں نے متعارف کرائے۔ ہمارے ملک میں ان سے پہلے کوئی بھی واقف نہیں تھا۔ ترقی یافتہ ملکوں میں وہ چیزیں عام تھیں۔ لیکن ہمارے ملک میں یا ہمارے صوبہ میں ان چیزوں سے پہلے کوئی بھی واقف نہیں تھا۔ میرے دوستوں کا یہ دل مانے گا جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ غیر زراعت پیشہ سے ہیں۔ سب سے زیادہ زراعت کی طرف وزیراعلیٰ پنجاب نے توجہ دی اور ان کی فیملی نے اتفاق فونڈری کے ذریعے زراعت کی خدمت کی ہے۔ جس پر یہ لوگ تنقید کرتے ہیں۔

اس کے بعد میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے ملک میں دوسرا بڑا شعبہ live stock and dairy development کا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم زیادہ سے زیادہ آمدنی لے سکتے ہیں۔ تین بنیادی چیزیں گوشت' دودھ اور اون جن سے ہم زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ کما سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے مویشیوں کی طرف زیادہ توجہ دیں حالانکہ 14% ہمارے ملک کی آمدنی مویشیوں سے ہے لیکن اس پر ہمارا خرچ 1% بھی نہیں۔ اس میں' میں یہ گزارش کروں گا کہ نمبر1 پر ہمیں زراعت کو اور نمبر2 پر مویشیوں کو رکھنا چاہیے۔ مویشیوں میں خاص قسم کی نسلیں فارموں تک محدود ہیں۔ ان کو عوام الناس میں عام کرنا چاہیے۔ انہیں عام لوگوں میں متعارف کرانا چاہیے۔ جیسے نیلی راوی بھینس ہے وہ عام لوگوں میں ہے۔ اس میں ساہیوال نسل کی جو گائیں گورنمنٹ کے فارموں میں ہیں لیکن عام لوگوں میں نہیں۔ ان کو عام لوگوں میں پھیلانا چاہیے۔

اس کے بعد میں جناب آبپاشی کی طرف آؤں گا۔ ہمارے بجٹ میں آبپاشی کا بھی بہت بڑا حصہ رکھا گیا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارا ایک بجٹ نہروں کی صفائی کا ہوتا ہے جس کو بھل صفائی کہتے ہیں۔ وہ صحیح طریقہ سے استعمال نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اکثر نہریں ٹوٹتی ہیں اور کسانوں کا نقصان ہوتا ہے۔ ایک تو ان کا نقصان ہوتا ہے اور دوسرا ان پر تاوان ڈال دیا جاتا ہے اس کے لیے بھی ایسے اقدامات کی ضرورت ہے کہ جن آفیسروں کی وجہ سے نہروں کی بھل

صفائی نہیں ہوتی اور وہ نہریں ٹوٹتی ہیں۔ اس کا ذمہ دار ان کو ٹھہرایا جائے جو ایس ڈی او' ایکسیئن
نتظم ہیں تو ان کی کارروائی بجائے بے قصور زمیندار کسانوں کے' وہ افسران کے ذمہ لگائی جائے۔

جناب والا! آبپاشی کے متعلق میں مزید گزارش کروں گا کہ ہمارے جھنگ میں ایک سیم نہر
نائی گئی تھی جس کی منصوبہ بندی اتنی غلط ہوئی ہے بجائے اس کے کہ سیم کا پانی دریا میں ڈالا
ائے جو فیصل آباد سے شروع ہوتی ہے اور جھنگ سے گزاس ہوتے ہوئے دریائے چناب میں
اتی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ اس کی نئے سرے سے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ
ائے سیم کا پانی دریا میں جائے الٹا دریا کا پانی اس سیم نہر میں جاتا ہے۔ اس طرح سیم نہر ٹوٹتی ہے
ور روزانہ وہاں پر سیلاب آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جناب والا! اس کی نئے سرے سے منصوبہ
دی ضروری ہے۔

اس کے بعد میں پیپلز ورکس پروگرام کے متعلق گزارش کروں گا جس پر میرے بھائیوں نے کافی
تیں کی ہیں۔ ہمارے ضلع جھنگ میں پیپلز ورکس پروگرام چلایا گیا۔ اس کی مثالیں دے سکتا ہوں اور
یسے ہی ہمارے قریب اضلاع کے جو جو اشخاص ایڈمنسٹریٹر بنے ہوئے تھے وہی اشخاص آج کل
ں پیپلز ورکس پروگرام کے ایڈمنسٹریٹر ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ خورد برد کی۔ جن کے خلاف
س رجسٹرڈ ہوئے۔ آج تک وہ کیس anti-corruption کی عدالتوں میں چل رہے ہیں۔ اگر
وں نے یہ پروگرام جاری رکھنا ہے تو ججوں کی تعداد میں اضافہ بہت ضروری ہے۔
anti-corruptic کے ججوں کی تعداد بڑھائی جائے کیونکہ اس کا مقصد corruption کے سوا
کچھ نہیں۔ گزشتہ دور میں جو پیپلز ورکس پروگرام چلایا گیا تھا اس کے جو کیس رجسٹرڈ ہوئے
، ہمارے جھنگ میں ان کی تعداد سینکڑوں کے حساب سے ہے اور آئندہ بھی جن لوگوں کو
نسٹریٹر اور ممبر مقرر کیا گیا ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کے خلاف آج بھی کیس چل رہے ہیں۔
، عدالتوں میں آج بھی ان کے خلاف کیس چل رہے ہیں اور ابھی جو چند روز پہلے
نسٹریٹروں کو ایک نئی منظوری دی گئی ہے کہ وہ پرائیویٹ ٹھیکے داروں سے 5 لاکھ روپے تک کام
اسکتے ہیں۔ جناب والا! یہ بھی غلط ہے۔ جو ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے ہیں وہ اپنے علاقہ سے بی ڈی
ی نہیں بن سکتے۔ انکی کوئی نمائندگی نہیں لیکن ان کو ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا گیا ہے اور وہ وہی
، ہیں جن کے خلاف پہلے کیس درج ہیں اور وہ عدالتوں میں پیش ہو رہے ہیں۔ تو جناب والا!

اس پروگرام سے عوامی نمائندوں کا واقعی استحقاق مجروح ہوا ہے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ ڈاکٹر شیلابی چارلس کرسئ صدارت پر متمکن ہوئیں)

اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کروں گا کہ یہ پیپلز ورکس پروگرام چلانے کا جو مقصد ہے اس سے انہیں انشاء اللہ کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جھنگ کے ضمنی انتخابات میں خاص طور پر الیکشن کی وجہ سے تقریباً 70 دیہات کو بجلی فراہم کی گئی اور جس دیہات میں پرائم منسٹر نے جلسہ کیا اور بجلی گھر کا افتتاح کیا وہاں اسلامی جمہوری اتحاد کے امیدوار نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ جو کام مسلم لیگ کے دور میں میاں نواز شریف کی قیادت میں پنجاب میں ہوا ہے۔ اس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ عوام بہتر جج ہوتے ہیں۔ لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ خلوص نیت سے کام کون کر رہا ہے اس کے نتائج آپ لوگوں نے دیکھ لیے۔ جناب والا! اگر پنجاب کے لوگوں نے ان کو اکثریت نہیں دی تو اس میں پنجاب کا کیا قصور ہے؟ پنجاب کے لوگوں کا کیا قصور ہے؟ اگر ان کو اکثریت نہیں ملی تو ان کے نمائندوں کا کیا قصور ہے؟ اب بھی مرکز میں ان کے پہلو میں بیٹھے ہیں۔ یہ ان کا قصور ہے پنجاب کے لوگوں کا قصور نہیں یہ غصہ پنجاب پر نکال رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں وہ غصہ اپنے نمائندوں پر نکالنا چاہیے۔ اگر پنجاب میں ان کو اکثریت نہیں ملی تو ان لوگوں کی وجہ سے نہیں ملی جو آج کل ان کے مرکزی وزیر ہیں اور جو ہارے ہوئے مشیران انہوں نے بنائے ہوئے ہیں۔ آخر میں' میں یہ گزارش کروں گا کہ جناب اس سے بہتر اگر ان کے پاس کوئی پروگرام ہے' کوئی اس کے متبادل بجٹ یہ پیش کر سکتے تو یہ پہلے اس کا ذکر کرتے' اپنی تقریروں میں کوئی متبادل تجاویز دیتے۔ صرف تنقید اور مخالفت کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گا۔ خدا حافظ۔

محترمہ چیئرپرسن (ڈاکٹر شیلابی چارلس): سردار شوکت حسین مزاری۔

سردار شوکت حسین مزاری: محترمہ چیئرپرسن! میں نے عرض کیا تھا میں آج نہیں بولوں گا میری بجائے اظہر ڈار اور جناب غضنفر گل بولیں گے۔

محترمہ چیئرپرسن: نوابزادہ غضنفر علی گل۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: مادام محترمہ چیئرپرسن! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے عرض کروں گا کہ وہ میری تقریر کے دوران درخواستوں پر دستخط ثبت نہ فرمائیں کیونکہ ان کے علم میں

اضافے اور بجٹ کے متعلق میں کچھ عرض کروں گا۔ آج میری تقریر کے تین حصے ہوں گے۔ ایک کہ بجٹ کیا ہے؟ یہ کس بلا کا نام ہے؟ اور بجٹ ہوتا کیا ہے؟ اور دوسرا اس بجٹ کے اندر کیا ہے؟ اور آخری حصہ کہ بجٹ ہونا کیسا چاہیے؟

اب میں شروع کرتا ہوں کہ بجٹ ہوتا کیا ہے؟ ملاحم چیئرمین' معاشی مسئلہ کیا ہوتا ہے؟ معاشیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ "کیا کیا جائے" اور "کس کے لیے کیا جائے" اور "کیسے کیا جائے" اس کے بعد تمام budgeting شروع ہوتی ہے۔ معیشت کا اصول ہے کہ "کیا" کس کے لیے اور "کیسے" اس کے بعد وہ قاعدہ آتا ہے کہ ہماری ترجیحات کیا ہیں' ہماری priorities preferences, کیا ہیں؟ resource allocations, opportunity cost اور substitutions کیا ہے؟ تو میں سب سے پہلے اس بات کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ عام طور پر بجٹ کے متعلق اکثر سمجھا گیا ہے کہ یہ اعداد و شمار کی ایک کتاب ہوتی ہے۔ Encyclopaedia برٹانیکا میں مصنف لکھتا ہے۔

Budget is not solely a matter of financing the narrow sense. The budget policy is an important part of Government general economic policy..... for these reasons ..... The budget is generally regarded as the occasion for a review of country's economic situation.

اس کے آگے لکھا ہے۔

It will be seen that it is not sufficient to define a budget as an account.

اس سے آگے وہ لکھتا ہے۔

Since the accounts rests upon the basis of established facts while a budget looks to the future.

تو محترمہ چیئرمین بجٹ وہ سٹیٹمنٹ آف پالیسی ہے جو اکاؤنٹس نہیں ہے بلکہ اس اکاؤنٹ کے مستقبل کی پلاننگ ہے اس کے آگے وہ لکھتے ہیں کہ۔

A budget is a document anticipating receipts and

expenditure of a period of time.

اور اس کے آگے آتا ہے۔

For a government budget is also a political statement reflecting the administration primary goals and the amount of revenues anticipated, and it is the forecast of the volume of economic activity

اس سے آگے وہ لکھتا ہے۔

A government budget on the other hand is based on anticipated tax revenues and expenditures and the purpose of budget is to allocate spending rationally so that revenues are spent on essential items.

ان کے اوپر میں ان کے بجٹ کے حوالے سے آؤں گا۔ آگے آتا ہے کہ۔

In many countries budget policy has become an important part of generally economic policy.

تو محترمہ چیئرپرسن! ہمارے وزیر خزانہ کے پیش کردہ بجٹ میں بتایا گیا ہے کہ کتنی قسم کے بجٹ ہوتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے administrative budget اس میں اپنے تمام وسائل اپنی ایڈمنسٹریشن کو دے دیتے ہیں۔ اپنے bureaucrates کو کہہ دیتے ہیں کہ اسے کتابوں کے اندر اعداد و شمار کی شکل میں بند کر دیں۔ انہوں نے اپنے بجٹ میں کسی taxation میں کوئی اضافہ یا کمی نہیں کی۔ کیونکہ انہیں خطرہ ہے کہ اگر ٹیکس لگائے گئے تو اس سے ہنگامے کا خطرہ ہے اور budget specialist کہتے ہیں کہ بجٹ تمام لوگوں کو خوش نہیں کر سکتا اور اچھا بجٹ وہ ہوتا ہے کہ جس سے تمام لوگ ایک جیسے ناراض ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایک طبقہ ناراض اور ایک خوش ہو جائے۔ بجٹ کا کام ہر ایک کو خوش کرنا نہیں' ہر ایک کو ناراض کرنا ہے۔ ناراضگی کا مطلب ہے کہ اگر بجٹ کے بوجھ میں سے حصہ بٹانا ہے تو پوری سوسائٹی نے بٹانا ہے۔ جناب وزیر خزانہ کے لیے ایک انتہائی اہم نکتہ یہ ہے کہ۔

Budget may be described as the art of living with economic constrains.

کہ بجٹ اقتصادی پابندیوں کے درمیان زندگی گزارنے کا آرٹ اور فن ہے اور اس کے آگے لکھتا ہے۔

No Government can exist without a policy even though the policy may largely passive.

حکومت کی کوئی نہ کوئی پالیسی ہونا ضروری ہے خواہ وہ نرم ہو اور اس کے آگے ہے۔

Budget is to serve its purpose as a policy making instrument.

اور وزیر خزانہ کو یہ پتا نہیں کہ یہ Policy making instrument ہے۔ یا حقیقت میں اعداد و شمار کا گورکھ دھندا ہے۔ اور آگے وہ لکھتے ہیں کہ بجٹ Proposal of stratagies. کہ یہ ایک حکمت عملی ہوتی ہے اور اس کے آگے ہے۔

The budget allocate financial resources through the political process.

کہ سیاسی حکومتوں کا بجٹ ایک سیاسی عمل ہے۔ اس کے آگے اتنی تعریفیں ہیں کہ اگر آپ کی حضور پیش کرتا جاؤں تو بہت وقت درکار ہوگا۔ آخر میں اپنے یہ نوٹس وزیر خزانہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا اور یہ میں انہیں اس لیے دوں گا تاکہ انہیں پتا چل سکے کہ بجٹ کس بلا کا نام ہے؟ یہ ہوتا کیا ہے؟ اس کو اسمبلی میں پڑھ دینے سے بجٹ نہیں بن جاتا یا اعداد و شمار اکٹھے کر دینے سے بجٹ نہیں بن جاتا اور محترمہ چیئرپرسن انہوں نے بجٹ میں غلط بیانیاں بھی کی ہیں۔ اور میں اس پر تحریک لا رہا ہوں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کچھ کہا اور ماشاء اللہ ان کی کتابوں میں کچھ اور درج ہے۔ اب ان کے بجٹ کی میں تصویر پیش کرتا ہوں کہ بجٹ میں کسی سیاسی اور اقتصادی حکمت عملی کا ذکر نہیں۔ یہ چھوٹے موٹے اعداد و شمار شاید وزیر خزانہ لکھ رہے ہونگے کہ آج بھی اس صوبے کے لیے وفاقی حکومت کا حصہ 14.42 ارب روپے ہے جو ہمارے صوبے کے جنرل ریونیو کا 70.7 فیصد ہے۔ یہ کہتے ہیں وفاقی حکومت ہمیں کچھ نہیں دے رہی۔ جو فیڈرل گورنمنٹ انہیں دیتی ہے وہ ان کے تمام صوبائی محاصل کا 70.7 فیصد ہے اور یہ آپ کے white paper

میں لکھا ہے۔ اس کی بعد لکھتے ہیں۔

A sum of Rs. 14.42 billion represent an increase of 10% p.c. over the last year.

اور فرما یہ رہے ہیں کہ ہمیں فیڈرل حکومت نے پچھلے سال سے کم فنڈ دیا ہے۔ ہمیں پیسے نہیں دیتے اور جناب ایسی غلط بیانی کہ وفاقی حکومت نے انہیں پچھلے سال سے کم و بیش 7.8% زاید دیا ہے اور ان کی اپنی کارکردگی ملاحظہ کیجئے۔ ان کے اپنے ریونیو 3.5 فیصد بڑھے ہیں۔ یہ اعداوشمار قابل غور ہیں۔ ان لوگوں کو جھنجھوڑنے کے لیے میں اتنی محنت کرتا ہوں تاکہ آپ کو پتا چلے کہ یہ آپ کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ یہ وزیراعلیٰ ان کے رفقائے کار اور یہ بادشاہوں اور شہزادوں کا ٹولہ اس صوبے کے عوام کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ کہ یہ اپنے ریونیو میں کوششوں کے باوجود صرف 3.5 فیصد اضافہ کر سکے ہیں۔ یہ ان کی کارکردگی ہے۔ اس پر تو یہ کچھ نہیں کہتے اور وفاقی حکومت کے 10 فیصد زاید کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم مرگئے' ہمیں کچھ نہیں دیا۔ سوچو کہ 6.5 فیصد وہ اپنی کوششوں سے آپ کو زیادہ دے رہی ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں دیتے۔ خدا کے لیے اگر کچھ مانگنا ہے تو مانگنے کا انداز بھی سیکھو۔ پہلے شکریہ ادا کرو اور پھر مزید مانگو۔ مادام سپیکر! اس کے بعد اتنے خوفناک اعدادوشمار دیے گئے ہیں۔ اتنی خوفناک اس بجٹ کی صورت حال ہے کہ اللہ کے فضل سے یہ بجٹ نہیں ایک افسانہ تھا اور میں نے اپنی ضمنی بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ اگر اسے الحمرا میں پیش کیا جاتا تو یہ زیادہ کامیاب ہوتا۔

محترمہ چیئرپرسن: نوابزادہ صاحب' ذرا وقت کا خیال رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: مادام سپیکر! میں خیال رکھ رہا ہوں اور میں صرف بجٹ پر ہی بات کر رہا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن: نہیں نوابزادہ صاحب' آپ وقت کا خیال رکھیں۔ اس طرح سارے ممبر مزید وقت مانگیں گے اور ان کی باری نہیں آسکے گی۔ میں چاہتی ہوں کہ ہر ممبر کی باری آئے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: اچھا مادام سپیکر! اب میں اس طرف آتا ہوں کہ وفاقی حکومت میں افراط زر کا ریٹ 11.2 فیصد ہے اور وفاقی حکومت کے اخراجات میں اضافہ 8.2 فیصد ہے۔ یعنی کہ اخراجات میں اضافہ افراط زر کے ریٹ سے کم ہے اور صوبائی شہزادوں کا ریٹ 16 اعشاریہ کچھ

فیصد ہے۔ on the administrative expenditure یعنی کہ افراط زر سے بھی یہ% آگے جا رہی ہے۔ میں یہ پڑھ کے دکھاؤں گا کہ افراط زر 11.2 فیصد اور وفاقی حکومت کے غیر ترقیاتی اخراجات 8.2 فیصد اور صوبائی شہزادوں کے جنرل ایڈمنسٹریشن کے اخراجات 16.2 فیصد ہیں۔ یعنی کہ یہ ratio افراط زر سے بھی آگے جا رہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ افراط زر خطرناک ہوتا ہے۔ اب پتا چلا صوبائی شہزادے افراط زر سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ ان کو خدا کے لیے روکیں۔ ان کے آگے راستہ بند ہے۔ یہ رقوم کہاں سے آئیں گی؟ اور جناب والا ! ان کے غیر ترقیاتی اخراجات زیادہ ہیں۔ ان کی شاہ خرچیاں جیسے revenue extravagence کہتے ہیں۔ یہ ان کی شہنشاہیتوں' ان کے ممبروں کے چونچلے اور وزراء کی نزاکتوں کا بجٹ' غیر ترقیاتی بجٹ ہے۔ آگے وزیر خزانہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مرکزی حکومت نے جو ترقیاتی گرانٹ دی ہے وہ 6.6 بلین روپے ہے اور ہم 1.76 بلین روپے خرچ کریں گے۔ ان سے گزارش ہے کہ یہ کس کو دھوکا دے رہے ہیں؟ ان لوگوں کو' جن سے انہوں نے پیسے لینے ہیں۔ ہم نے مرکز سے انہیں پیسے دینے ہیں' ہمیں پتا ہے۔ یہ فرمائیں کہ اس دفعہ additional collection 6.7 بلین روپے ہے۔ اس سال Federal taxes میں 6.7 بلین روپے کا اضافہ ہوتا ہے۔ اسی میں سے آپ کو حصہ ملتا ہے۔ اگر آپ کو علم نہیں تو میں بتاتا ہوں کہ وہ آپ کے ترقیاتی اخراجات کو بھی upset کرے گا اور اس کے علاوہ آپ کی مشکلات میں بھی مزید اضافہ کر دے گا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اپنے ذرائع تو بڑھاتا نہیں اور کہتا ہے کہ فلاں مجھے پیسے نہیں دیتا۔ یہ کہاں کی معیشت ہے؟ اور پھر مرکز کیوں پیسے دے؟ کیونکہ وزیراعلیٰ نے ایک بل کے ذریعے تمام صوبائی بجٹ اپنی discretion پر رکھ لیا ہے؟ اب ہم کسی کی جیب خرچ کے لیے تو مرکز سے پیسے نہیں لے سکتے۔ جناب سپیکر ! ایک انتہائی اہم بات یہ ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ ماشاء اللہ کارخانوں کے مالک اور کارخانوں کو چلاتے ہیں۔ کیا کارخانوں کو خسارے میں چلانے کا کوئی تصور ہے؟ اگر خسارے میں ہو تو وہ بند کر دیں گے۔ اپنے کارخانے تو منافع میں چلائیں اور میرا پنجاب خسارے میں چلائیں۔ خدا کا خوف کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ چیئرپرسن: نوابزادہ صاحب آپ نے ابھی بھی 16 منٹ لے لیے ہیں۔ ہر ممبر کو دس منٹ ملنے چاہئیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں تھوڑا سا زیادہ وقت لوں گا۔

محترمہ چیئرپرسن: نہیں! ایسا نہیں' آپ پہلے ہی زیادہ وقت لے چکے ہیں اور بھی ممبران نے بات کرنی ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں نے انہیں تجویز دینی ہے کہ How to raise the expenditure.

محترمہ چیئرپرسن: یہ ٹھیک ہے لیکن آپ اپنے وقت سے زیادہ وقت نہیں لے سکتے۔

ایک معزز رکن: ہمارے معزز ممبر صاحب اپنی تقریر کا وقت بھی انہیں دے رہے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن: نہیں ایسا نہیں دیگر ممبران کے بھی نام آئے ہوئے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: محترمہ چیئرپرسن! رانا پھول خان ہال میں موجود ہیں اس لیے آپ چیئر پر تشریف نہیں رکھ سکتیں۔

(اس مرحلہ پر رانا پھول محمد خان ایوان سے باہر چلے گئے۔)

نوابزادہ غضنفر علی گل: مادام سپیکر! ذرا غور سے ایک خوفناک پوائنٹ ہے سنیں کہ انہوں نے غیر ترقیاتی اخراجات پہ بڑھائے ہوئے خرچوں کو کم نہیں کیا۔

محترمہ چیئرپرسن: میرا خیال ہے کہ آپ ایک منٹ میں بحث کو سمیٹیں۔ آپ نے پہلے ہی تقریباً 20 منٹ لے لیے ہیں۔ آپ اپنی تقریر ختم کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: مادام سپیکر! میں handicapped ہوں۔ میں ایک handicapped/ stammerer ہوں اس لیے مجھے موقع دیں۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ نے ایک ممبر کا وقت لے لیا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: ایک اور ممبر مجھے اپنا وقت دے دے گا۔

محترمہ چیئرپرسن: بس آپ ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: اس کے بعد جناب والا! انہوں نے سوشل سروسز پر خرچہ کم کر دیا ہے لیکن اپنے غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی نہیں کی۔ اس سے آگے ایک اور اہم بات کہ 88-1987ء میں ریونیو محاصل 596 کروڑ روپے اور آج 578 کروڑ روپے ہیں۔ یہ تو 87-1986ء اور 88-87ء کے اعداد و شمار سے بھی ریونیو محاصل سے کافی کم ہیں اب یہ ہے کہ ریونیو محاصل کو کیسے بڑھایا جائے؟

محترمہ چیئرپرسن: مہربانی کر کے ختم کر دیں کیونکہ آپ کا ایک منٹ اب ختم ہو چکا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: مہربانی! مجھے بات کرنے دیں۔

محترمہ چیئرپرسن: نہیں! اب میں آپ کو مزید اجازت نہیں دے سکتی۔ آپ اپنی تقریر کو ختم کریں کیونکہ آپ نے ایک ممبر کا مزید وقت لے لیا ہے۔ آپ بیس منٹ سے بھی زاید بول چکے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں stammerer ہوں۔ میری زبان میں لکنت ہے یہ میرا فطری حق ہے کہ آپ مجھے مزید وقت دیں۔

محترمہ چیئرپرسن: مہربانی کر کے آپ تقریر ختم کریں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

مادام سپیکر! ایک معزز رکن حقیقت کی بنیاد پر اعداد و شمار کے مطابق بات کر رہا ہے اور سب اپنے آپ کو educate کر رہے ہیں اور ایک معزز رکن نے بھی ان کو اپنا وقت دے دیا ہے بلکہ دو ممبران نے اپنا وقت دیا ہے۔ اس لیے ایسی کوئی قدغن نہیں اور آپ کی صوابدید ہے اور آپ کرسی صدارت پر متمکن ہیں۔ آپ وقت بڑھا سکتی ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن: لیکن میں دوسرے معزز اراکین کا وقت آپ کو نہیں دے سکتی۔ اس لیے معذرت خواہ ہوں۔ نوابزادہ صاحب آپ اپنی تقریر کو سمیٹیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میں اپنی تقریر سمیٹ رہا ہوں۔ (قطع کلامیاں) اب میں ریونیو کی طرف آ رہا ہوں کہ ریونیو کس طرح بڑھایا جاتا ہے؟ صوبوں کے ریونیو کو کس طرح بڑھایا جاتا ہے؟ جناب والا! یہ ٹیکس لگانا گناہ نہیں اگر عوام سہولتیں چاہتے ہیں تو انہیں ٹیکس ادا کرنا چاہیے۔ یہ کیسا غلط نظریہ ہے کہ ٹیکس نہ لگاؤ تاکہ لوگ خوش رہیں بھئی رہیں گے دلی میں تو کھائیں گے کیا؟ اس کے لیے میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ پنجاب کے صوبے میں ریونیو کی مد میں کیسے اضافہ کیا جائے؟

محترمہ چیئرپرسن: آپ کا نہ صرف ایک منٹ ختم بلکہ ایک منٹ زاید ہو گیا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: مادام سپیکر! میں ٹیکسوں میں اضافے کی تجاویز پیش کر رہا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن: نہیں! میں معذرت چاہتی ہوں میں آپ کو مزید وقت نہیں دے سکتی۔ next نوابزادہ صاحب میں آپ کو بہت وقت دے چکی ہوں۔ جو طے ہوا تھا وہ دس منٹ تھے۔

آپ نے تقریباً 22 منٹ تقریر کی۔ آپ تمام ممبران کا وقت نہیں لے سکتے۔ جناب محمد جعفر اقبال۔

چودھری محمد جعفر اقبال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب نوابزادہ صاحب! اب میری تقریر کا وقت شروع ہو چکا ہے آپ تشریف رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب میں اور میرے ساتھی آپ کے رویے کے خلاف واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلے پر اپوزیشن کے اراکین کچھ دیر کے لیے واک آؤٹ کر گئے)

محترمہ چیئرپرسن: مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نوابزادہ صاحب کو میں نے تقریباً 22 منٹ دیے اور 22 منٹ کے باوجود وہ اپنی تقریر سمیٹنے میں لگے رہے۔ اس کے برعکس انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب کہ میں نے انہیں وقت دے دیا تھا اور لوگوں نے بھی بات کرنی ہوتی ہے۔ جعفر اقبال صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

چودھری محمد جعفر اقبال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مادام سپیکر! مجھے انتہائی خوشی ہو رہی ہے کہ پہلی مرتبہ کچھ کہنے کا موقع دیا گیا اور اس کا اظہار اس لیے کر رہا ہوں۔ یہ ایک تاریخی ایوان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے علاقہ کے لوگوں کی شفقت سے میں یہاں منتخب ہو کر آیا ہوں۔ آج چونکہ میری ابتداء ہے انشاء اللہ پوری کوشش کروں گا کہ میں اپنے علاقہ کی بھرپور نمائندگی کروں۔

مادام سپیکر! میں اس بجٹ پر وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کٹھن مرحلے میں، اس افراتفری کے عالم میں، جو اس وقت صوبوں اور وفاق کے درمیان کشمکش چل رہی ہے۔ جس سے صوبہ پنجاب بار بار متاثر ہو رہا ہے۔ جس کو آج تک اپنی آواز اور اپنے حق کے مطابق کچھ نہیں دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے وزیر خزانہ کی اعلیٰ قابلیت اور تدبر کا ایک نمونہ ہے کہ انہوں نے تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر پہلو پر روشنی ڈالی اور ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے فنڈز مختص کیے۔

مادام سپیکر! مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی ہے کہ آج کے بجٹ میں ایک بڑا خوبصورت نام لیا گیا ہے کہ ہمارے ترقیاتی پروگرام کو "تعمیر وطن" کے نام سے منسوب کیا گیا

ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح یہ نام خوبصورت ہے اسی طرح آنے والا وقت یہ بتائے گا کہ ہمارے ترقیاتی منصوبے' ہمارے عوامی منصوبے' عوام کی بہتری کے لیے اور صوبہ پنجاب کی بہتری کے لیے ہوں گے۔ پاکستان کے عوام کی بہتری کے لیے منصوبے ہوں گے۔

مادام سپیکر! میں باری باری ایک ایک نکتے کو اٹھاؤں گا۔ سب سے پہلے میں تعلیم کے متعلق عرض کروں گا۔ تعلیم کی مد میں 26.42 فیصد رقم مختص کی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے جیسے ملک میں جہاں آج تک جہالت چلی آ رہی ہے اور بہت کم لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ نے صحیح معنوں میں اس مد میں سب سے زیادہ رقم رکھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک و قوم کی ترقی تب ہی ہو سکتی ہے جب صحیح معنوں میں تعلیم عام ہو' اور اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرتا جاؤں۔ ابتداء میں ہماری مسلم لیگ کی حکومت نے پانچ نکاتی پروگرام شروع کیا تھا اور آج ہماری مسلم کی حکومت آئی۔ جے آئی کی حکومت کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم بنیادی کمزوریوں کو جلد از جلد دور کریں۔ مادام سپیکر! اتنے پرائمری سکول غرض کہ تعلیم کے لیے جتنے بھی مختلف پروگرام دیے گئے ہیں وہ انتہائی قابل تعریف ہیں۔ اس مد کے متعلق کچھ گزارشات بھی ساتھ ساتھ پیش کرتا چلوں میں وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ میں سمجھتا ہوں کہ عام تعلیم کے ساتھ ساتھ ہمیں فنی تعلیم پر بھی زور دینا چاہیے۔ آج کی بے روزگاری ہمارے سامنے ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے۔ کہ نئی منصوبہ بندی میں فنی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ زور دیا جائے۔ تاکہ ہمارے ملک میں فنی تعلیم عام ہو۔ کیونکہ یہ کمپیوٹر کا زمانہ ہے۔ ہم بھی زمانے کے ساتھ شامل ہو سکیں۔ اور زمانے کے ساتھ ترقی کر سکیں۔

مادام سپیکر! صحت بھی ایک بہت ضروری مد ہے۔ صحت کے لیے وزیر خزانہ نے 7.62 فیصد رقم مختص کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحت کے لیے rural areas کو زیادہ ترجیح دینی چاہیے وزیر خزانہ نے اس کو ترجیح دے کر نہایت مستحسن اقدام اٹھایا ہے انہوں نے پہلی بار بجٹ میں یہ بتایا کہ ترقیاتی پروگرام کا 81 فیصد دیہاتوں میں خرچ کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ میں اس بات کی بھی تعریف کیے بغیر نہیں رہوں گا۔ کیونکہ واقعی ہی ہمارے ملک اور صوبہ پنجاب میں زیادہ آبادی دیہاتوں کی ہے۔

مادام سپیکر! محکمہ زراعت اور محکمہ آبپاشی کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ زراعت کو ہماری

معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے ہمیں زراعت پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس مد میں بھی 6.39 فیصد رقم مختص کر کے میں سمجھتا ہوں بڑا ترقیاتی کام کیا گیا ہے۔

جناب والا! اس ایوان میں اپوزیشن کے مختلف اراکین اور قائد حزب اختلاف نے امن عامہ کے لیے مختص رقم پر تنقید کی ہے۔ میں موجودہ حالات جو اس وقت صوبے کو درپیش ہیں کے متعلق تھوڑا سا گوش گزار کروں گا۔ میرا علاقہ ضلع رحیم یار خان ہے۔ پنجاب کا سب سے آخری ضلع ہے۔ ہمارے ضلع کے بعد سندھ کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ مادام سپیکر! مجھے اور میرے علاقے کے لوگوں کو پتا ہے کہ صوبہ سندھ سے ہمارے ساتھ روزبروز زیادتیاں ہوتی ہیں اور روزبروز وہاں سے ڈاکو حملہ آور ہوتے ہیں جو دن دیہاڑے لوگوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اس کے سدباب کا واحد طریقہ ہے کہ ہم اپنی فورس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کریں۔ اسے جدید ہتھیاروں سے لیس کریں اور نئے pattern پر تربیت دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مد کو قطعاً نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ جب لاء اینڈ آرڈر ہی صوبے اور ملک میں نہیں ہوگا تو پھر باقی کام کیسے چلیں گے؟ میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں انہوں نے بڑا اچھا کام کیا ہے اور تعلیم کے ساتھ ساتھ لاء اینڈ آرڈر کو maintain کرنے کے لیے انہوں نے اس مد میں فنڈز مختص کیے۔ مادام سپیکر! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ ہمارا منشور اور نظریہ ایک ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ ہمارے قائد نے یہ ملک جس طرح قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا کہ اس ملک میں نظام مصطفیٰ قائم ہوگا' اسلامی نظام کا قیام عمل میں آئے گا اور اسلام کی بہتری کے لیے کام کیے جائیں گے' مجھے اس سلسلے میں بھی انتہائی خوشی ہوئی ہے' کہ بیت المال' خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی اور جینز فنڈ کے لیے رقوم مختص کی گئی ہیں وہ قابل تعریف ہے۔ مادام سپیکر! خوشی اس بات پر ہے کہ جب ایک آدمی ریٹائر ہو جائے' جس نے اپنی تمام تر زندگی اپنے ملک و قوم کی خدمت میں صرف کی ہو' اور ریٹائرمنٹ کے بعد اس کے گھریلو اخراجات بھی پورے نہ ہوتے ہوں اور ان کے بچے بھی پریشان حالی میں مبتلا رہتے ہوں' تو اس بجٹ کی ایک نمایاں خصوصیت کہ پہلی بار پنشن میں اضافہ کیا گیا جس سے ریٹائر لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت مستحسن اقدام ہے اور اسے ضرور اٹھانا چاہیے تھا' مادام سپیکر! حزب اختلاف کی جانب سے بار بار پنجاب بنک پر اعتراض کیے گئے'

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ یہ ہمارا قانونی اور آئینی حق ہے۔ آئین میں ہمیں اس کی اجازت ہے' ہم کیوں نہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بنک بنائیں' آپ کو علم ہے کہ ہمارے ساتھ کس طرح سوتیلی ماں جیسا سلوک ہو رہا ہے۔ جو وفاق ہمارے ساتھ کر رہا ہے۔ پھر ہم نے بھی تو آخر کار کوئی متبادل سوچ سوچنی ہی ہے اور پنجاب بنک کے بارے میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہت اچھا فیصلہ ہے۔ ان کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی شخص نظریاتی طور پر بھی کسی قائد اور جماعت کے پیچھے گیا ہے تو اس کا کاروبار بھی انہوں نے بنک کی معرفت بند کر دیا ہے' انہوں نے اگر ایسے ہی ہتھکنڈے استعمال کیے تو بہت جلد جیسا کہ سابقہ دور میں ان کی حقیقتیں لوگوں کے سامنے آئی تھیں' انشاء اللہ اب بھی بہت جلد سامنے آئیں گی۔ اگر ایک فرد واحد اپنی خاطر ایک بنک بناتا ہے.....

Mrs Chairperson : Please try to wind up in a minute.

چودھری محمد جعفر اقبال: تو کیوں نہ چھ (6) کروڑ کی پنجاب کی آبادی اپنے لیے ایک بنک قائم کرے۔ آپ نے Wind up کا کہا ہے' میں تو چاہتا تھا کہ کچھ ٹائم زیادہ مل جائے کیونکہ مجھے پہلی بار موقع ملا ہے۔ میں اپنے علاقے کے کچھ مسائل آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ میرے علاقے میں سب سے زیادہ بڑا مسئلہ سیم و تھور کا ہے یہ وفاقی مسئلہ ہے اور وہاں پر انتہائی سست رفتاری سے کام ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ظلم کی انتہا ہو چکی ہے کہ جن لوگوں نے مسلم لیگ یا ہمیں ووٹ دیے ہیں ان کے گھروں تک بھی یہ بجلی پہنچانا نہیں چاہتے اور وہ ایسے ہی اندھیری راتوں میں بھٹک رہے ہیں۔ مادام سپیکر! میرے علاقے میں Women college کی ایک عمارت گزشتہ بیس برس سے انتہائی خستہ حالت میں پڑی ہوئی ہے' وہ عمارت نئی تعمیر ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹرز اور نرسوں کے لیے ہاسٹل علیحدہ علیحدہ ہونے چاہئیں۔ ایک یونین کونسل "تنے والی" جو کئی سالوں سے ignore تھی' اب اللہ کے فضل و کرم سے میں امید کرتا ہوں کہ اس حکومت کی توجہ سے جلد از جلد کام ہو گا۔

اس کے ساتھ ساتھ بہاولپور ڈویژن کے لیے مراعات اور خصوصی فنڈز رکھنے سے پیدا شدہ احساس کمتری علاقہ میں ڈویلپمنٹ ہونے سے دور ہو جائے گا۔ میں صرف دو منٹ مزید لوں گا۔

محترمہ چیئرپرسن: ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ جلدی ختم کریں۔

چودھری محمد جعفر اقبال: مادام سپیکر! میں جواب دینا چاہتا ہوں وہ جواب حقیقت پر مبنی ہوں گے' اس میں کسی قسم کا جھوٹ نہیں ہوگا۔ اس ایوان میں ہمارے اوپر اعتراض اٹھایا گیا' کہ یہ پلاٹ لینے والے ہیں' یہ پرمٹ لینے والے ہیں۔ میں آپ کو یہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ پلاٹ سسٹم سب سے پہلے پیپلز پارٹی کی حکومت نے شروع کیا تھا اور اسلام آباد کا یہ قدم اس بات کا گواہ ہے کہ ایم این ایز کو پلاٹ دیے گئے' کاروں کے پرمٹ دیے گئے' یہاں تک ہوا کہ ایم این اے کو ٹویوٹا کراؤنا اور ایم پی اے کو ٹویوٹا کرولا کے پرمٹ دیے گئے' یہ پرمٹ ترجیحی بنیادوں پر نہیں تھے' یہ پرمٹ ایکسائز ڈیوٹی' کسٹم ڈیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیے گئے تھے۔ اس وقت بھی قوم پر بڑا ظلم ہوا تھا۔

محترمہ چیئرپرسن: Wind up کریں۔

چودھری محمد جعفر اقبال: جناب والا! آخری بات کرتا چلوں' کہ مارشل لاء کی حقیقی پیداوار یہ خود ہیں' ایوب خان کے دور میں وزیر خارجہ ہوں تو یہ ہوں۔ یحییٰ خان کے دور میں وزیر خارجہ ہوں تو یہ ہوں اور دنیا کی تاریخ میں پہلی بار ایک Civilian Martial Law Administrator بنا' نہ آج تک اس سے پہلے کوئی بنا اور نہ ہی بنے گا۔ مادام سپیکر! یہ ساری چیزیں آپ کے سامنے ہیں کہ 1970ء میں انہوں نے خود مارشل لاء invite کیا۔

محترمہ چیئرپرسن: اب ختم کریں۔

چودھری محمد جعفر اقبال: میں آپ کا بہت مشکور ہوں' آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

محترمہ چیئرپرسن: سید ذاکر حسین شاہ..... مہربانی کر کے وقت کا خیال رکھیں۔ آپ اپنی اہم بات اس محدود وقت میں کہہ دیں۔ کیونکہ 10 منٹ سے زیادہ ٹائم نہیں دے سکتی' پھر آپ واک آؤٹ کر جاتے ہیں یہ اچھی بات نہیں۔ ایک بات کو سمجھ کے' اتنا وقت لے کر پھر واک آؤٹ کرنا نہیں چاہیے۔

سید ذاکر حسین شاہ: مادام سپیکر! جناب سپیکر اور میرے درمیان طے پایا تھا کہ میں نے کٹوتی کی تحریک پر بولنا تھا' انہوں نے کہا تھا کہ جب آپ بجٹ پر بولیں گے تو آپ کو ڈبل ٹائم دیا جائے گا۔ یہاں پر انہوں نے اناؤنس کیا تھا اور آپ بھی ان سے پوچھ سکتے ہیں۔

ترمہ چیئرپرسن: آپ ایسے کریں کہ جب سپیکر صاحب آ جائیں تو تب آپ اپنی تقریر کر لیں
ونکہ مجھ سے تو یہ طے نہیں ہوا تھا۔

د ذاکر حسین شاہ: ٹھیک ہے جی۔

ترمہ چیئرپرسن: جناب عبدالقادر شاہین..... ابھی تو وہ گلہ کر رہے تھے۔

(عبدالقادر شاہین ایوان سے باہر تھے' اناؤنس منٹ سننے کے فوراً بعد
ہاؤس میں تشریف لے آئے۔)

ب عبدالقادر شاہین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترمہ چیئرپرسن! سب سے پہلے میں آپ کا
ر ہوں کہ آپ نے مجھے کچھ کہنے کا التفات بخشا۔ اول الذکر میں اس ہاؤس کے سامنے چند
ت رکھنا چاہتا ہوں' کیونکہ جس حلقہ انتخاب سے منتخب ہو کر میں اس ہاؤس میں پہنچا ہوں' جتنی
ں ہمارے حکمران طبقے کے وزراء اور ان کے ساتھی کہتے رہے ہم بڑے تحمل سے سنتے رہے۔
ان کی نذر پہلے ایک شعر کروں گا۔

جب تک جبر کا پہرہ ہوگا تب تک گولی چلنی ہے
آج نہیں تو کل کو آخر رات ستم کی ڈھلنی ہے

سپیکر! آج میں اس ایوان کے سامنے اس لیے کچھ حقائق رکھنا چاہتا ہوں کہ ہم نے اپنی پارٹی
میں فیصلہ کیا تھا کہ ہم رواداری اور سیاست میں شرافت لائیں گے' لیکن شرافت کے ان
نے ہمیں مجبور کیا' سہواً ان کا ذکر کر کے' تو میں 29 مئی کی ان کے شہید قائد کی تقریر کے
اقتباسات پڑھنا چاہتا ہوں' بدعنوانیاں اوپر سے نچلی سطح تک کے لوگوں میں آئیں' ارکان
کو قرضے دیے گئے' ترقیاتی مقاصد کے لیے دی جانے والی رقوم جیبوں میں رکھی گئیں' غیر
ایوان کو جماعتی ایوان میں بدلنے کے لیے سیاسی رشوتیں دی گئیں۔ گزشتہ تین سالوں میں
ں اور سیاسی اہل کاروں کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا اور یہ رقم کہاں خرچ
میں اور دنیا جانتی ہے مادام سپیکر! یہ ان کے سیاسی باپ کے تراشے 29 مئی 1988ء کا وہ
ن ہے' جس دن اس شخص نے ایک منتخب وزیراعظم کے خلاف تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ
اس ملک کو جن سرپرستوں کے حوالے کیا انہوں نے چوروں' ڈاکوؤں' رسہ گیروں'
' اسلام دشمنوں اور ملک دشمنوں کو اس میں جگہ دی.....

محترمہ چیئرپرسن: ذرا رکیے یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔
مولوی صفدر الحق ڈوگر: مادام سپیکر! انہیں اصل موضوع کی طرف آنا چاہیے' بجٹ پر تق
موقع دیا گیا ہے تو بجٹ پر انہیں تقریر کرنی چاہیے۔ یہ اپنا سارا وقت تمہید باندھنے اور دوسرا
کیچڑ اچھالنے میں لگا دیتے ہیں' جب ٹائم ختم ہوجاتا ہے تو پھر بجٹ کی طرف آتے ہیں۔
جناب عبدالقادر شاہین: مادام سپیکر! یہ پہلے طے پایا تھا کہ کوئی بھی مداخلت نہیں کرے
اگر آپ اس روایت کو توڑنا چاہتی ہیں' تو پھر ہم بھی یہ حق رکھتے ہیں۔
محترمہ چیئرپرسن: آپ تشریف رکھیں اور شاہین صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔
جناب عبدالقادر شاہین: جناب ڈوگر یہ میں نہیں آپ کا سیاسی باپ کہہ رہا ہے' میں
کہتا' یہ تمیں اخبارات ٹیلی ویژن اور ریڈیو میں سنی دیکھی اور پڑھی گئی ہیں۔
مولوی صفدر الحق ڈوگر: ہمارا اپنا باپ ہی ہمارا باپ ہے۔ باپ ہوگا تو ان کا ہوگا ان
باپ ہوں گے۔
جناب عبدالقادر شاہین: میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارا باپ تو ذوالفقار علی بھٹو تھا' ۔
آئندہ بھی رہے گا۔ ہم کب انکاری ہیں۔ لیکن دوستو! اپنے گیارہ سالہ دور آمریت کو.....
محترمہ چیئرپرسن: میں بھی آپ سے درخواست کروں گی کہ آپ بجٹ پر بات کریں۔
جناب عبدالقادر شاہین: جی! میں بجٹ پر بات کروں گا۔ یہ میرا استحقاق ہے کہ میں
تمہید کے لیے تمام effects اس ہاؤس کے سامنے پیش کروں۔ جو اخبارات میں آئے۔ دل
سنیے۔ اس وقت شہریوں کی جان اور عزت غیر محفوظ تھی۔ ملکی یک جہتی اور نظریے
لاحق تھا۔ ناجائز سفارشوں اور بدعنوانیوں کے سابقہ ریکارڈ ٹوٹ چکے تھے۔ یہ میں نہیں
اخبارات کی شہ سرخیاں ہیں جو 29 مئی 1988ء کا تاریخی دن ہمیں سبق دے کر گیا ہے۔ ا
بعد اس نے ایک اور خوبصورت بات کی جو میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ یہا
بڑے قانون کے دعوے دار بڑے آئین کے پیروکاروں نے خزانے کو سفید چادر میں لپ
ہمارے سامنے پیش کیا۔ وہ کہتا ہے 1977ء میں آئین کے حق کا کام کر سکتا ہوں۔ اب
آئین نے تحفظ دیا ہے۔ یہ بات بھی میں نہیں کہہ رہا۔
(قطع کلامیاں)

ہ چیئرپرسن: آپ تشریف رکھیں۔

ب عبدالقادر شاہین: وہ کہتے ہیں کہ اگر میں 1973ء کے آئین سے ہٹ کر کام کر سکتا ہوں اب تو آئین میرے ساتھ ہے اور مجھے تحفظ دیتا ہے۔ یہ میں نہیں وہ شخص کہہ رہا ہے جس امریت کو جنم دیا۔ ابھی بات کی گئی کہ جو شخص ایوب خان کا وزیر خارجہ رہا۔ پھر یحییٰ خان کا خارجہ رہا.....

(قطع کلامیاں)

ہ چیئرپرسن: آپ تشریف رکھیں۔ آپ ایسی بات نہ کریں میں سب کے لیے ایک جیسی بیٹھی ہوں آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

ب عبدالقادر شاہین: چلیے میں اس بات کو دوسری طرف لے جاتا ہوں۔ ہم نے تو صرف سیاست کے اندر جہاں ہم شرافت' رواداری لانا چاہتے ہیں' آؤ سب مل کر اس ہاؤس کو ہیں۔ لیکن میرے اس طرف کے دوستوں کی طرف سے دو دن پہلے لگائے گئے الزامات کی ت میں نے لکھی تھیں۔ میں نے سوچا تھا کہ خدا کرے کبھی مجھے ہاؤس میں تقریر کرنے کا لا تو میں بھی وہ کہہ دوں گا جو نہ کہنا تھا۔

دام سپیکر! وہ باتیں جو اس ہاؤس کے اندر بجٹ کے حوالے سے کہنا چاہوں گا آخری پانچ کے دوران انشاء اللہ تعالیٰ وہ باتیں ضرور کہوں گا۔ تعمیر وطن پروگرام کے لیے 810 کروڑ رکھے گئے۔ اگر پاکستان پیپلز پارٹی مفاد عامہ کے لیے کوئی کام کرے' پیپلز پروگرام دے پھر تو زام ٹھہرایا جائے گا کہ یہ پیسے اپنی جیب میں ڈال لیں گے۔ جس شخص نے قومی خزانے سے ں کو ترقیاتی کاموں کے لیے پچپن پچپن لاکھ روپے دیے وہ کہتا ہے کہ تم نے خزانہ لوٹا۔ تم ں کے سرپرست' تم ملک دشمنوں کے سرپرست۔ اس لیے ہم نے اسمبلیاں توڑیں۔ اگر ہم کہیں تو پھر ہمارے لوگوں کو کوڑے مارے جائیں۔ اگر ہماری یہ معزز بہنیں بات کریں تو پابند کر دی جائیں۔ لیکن اگر کبھی چوک اور سڑک پر آ کر بات کی جائے تو غدار ٹھہرا دیے ہمارے یہ معزز ساتھی دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ کس بات کو آج بنک کا نام دیا جا رہا ر یہ بات خدا پاک کی قسم کسی اور صوبے کا سربراہ کہتا تو ہمارا سارا ہاؤس فوج کشی کے لیے رو دیتا۔ ان کے خلاف غداری کے مقدمات بنا دیتا۔ ہم بھی پنجابی ہیں' ہم اسی خطے کے حامی م اسی خطے میں رہتے ہیں۔ لیکن ہمیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہییں جو غیر ملکی دشمن قوتیں

دوسرے صوبے سے کروانا چاہتی ہیں۔ آیئے تعمیر وطن کی بات کریں۔ ہاں ہم بھی تعمیر وطن کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس "تعمیر وطن" کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری ایک معزز بہن نے کہا تھا کہ خزانہ خالی ہے' ہم بھی کہتے ہیں خزانہ خالی ہے۔ جناب والا! خزانہ کس نے خالی کر کے دیا۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو 1988ء تک ملک کے وزیراعظم تھے؟ آپ لوگ اس وقت وزیر تھے۔ آپ لوگوں کی حکومت تھی۔ آپ کے لوگوں نے ملک کے خزانے کو لوٹا۔ آپ نے گیارہ سال اس ملک کو کس برے طریقے سے جھنجھوڑا۔ ملک کے خزانے کو اقربا پروری کے لیے استعمال کیا۔ اپنی پجارو گاڑیاں خریدیں۔ مادام سپیکر! میں جس حلقہ نیابت سے آیا ہوں اس حلقے کے لوگ مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ بتائیں کہ آپ کو اس حلقے کے لیے کیا ملا؟ سنیئے! میرے حلقے کے لوگوں کو کیا ملا مادام سپیکر! میں اس حلقے سے تعلق رکھتا ہوں اس میں میرا قصور نہیں۔ آپ لوگوں نے ایسا ملا کا ملا ہو میرے مقابلے میں بھیجا جو 14 تاریخ کو سائیکل جمع کرا کے بیٹھ گیا۔ اس میں میرا قصور نہیں اگر آپ نے پھر کسی دوسرے امیدوار کو کھڑا کیا اور وہ بھی دس ہزار ووٹ سے ہار گیا تو اس میں میرا قصور نہیں - آپ اس علاقے کے لوگوں کے شعور کو دیکھیے اور آپ لوگوں نے انہیں کیا دیا؟ آپ نے دس سال میں ان کو پینے کا پانی تک نہیں دیا۔ اور آپ باتیں کرتے ہیں کہ ہم نے ترقیاتی پروگرام کے لیے 664 کروڑ روپیہ رکھا ہے۔ میرے علاقے میں گزشتہ ساڑھے سال کی حکومت کے دور میں ایک سکول کا بھی اجراء نہیں ہوا۔ وہ ایک منتخب حکومت تھی۔ بہاولپور کی دھرتی پکار کر کہتی ہے کہ ٹیکس ہم دیتے ہیں۔ اس ملک کی باگ ڈور سنبھالنے والے سفید گھروں میں بیٹھنے والے سفید خون کے لوگ ہمیں سکول نہیں دیتے اور تعلیم پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ پانی پر کروڑوں روپیہ۔ وہ پانی کہاں دینا چاہتے ہیں؟ کیا وہ مری میں دینا چاہتے ہیں؟ ماڈل ٹاؤن میں یا گجرات کے علاقے میں پانی دینا چاہتے ہیں؟ آپ پسماندہ علاقے میں جائیں۔ میں اس ہاؤس کو دعوت دیتا ہوں اور بارڈر پر آپ کو لے کر چلتا ہوں۔ وہاں سینکڑوں میلات جہاں پر ہماری مائیں اور بہنیں اپنے سروں پر گھڑے رکھ کر پانی بھرنے جاتی ہیں۔ پانی کی ایک بوند تک نہیں ملتی۔ ایک چھپڑ جہاں انسان اور جانور اکٹھے پانی پیتے ہیں۔ شہر بہاولپور کی یہ صورت حال ہے وہاں دو چار سکیمیں تھیں۔ لیکن شہر بہاولپور کی سڑکیں آج تک مرمت طلب ہیں۔ غریب انسان بھی کبھی نہ کبھی سوئی اور دھاگے کے ساتھ بن کاری کرتا ہے۔

جناب والا! اب دوسری طرف آیئے۔ صحت کا بڑا چرچا ہے۔ میں مانتا ہوں ماڈل ٹاؤن کے لوگوں کی بڑی اچھی صحت ہے۔ ہمارے وزراء کی بڑی اچھی صحت ہے۔ گیارہ سالوں میں آپ نے اپنی صحت ہی تو بنائی ہے لیکن ذرا ان لوگوں کی طرف تو دیکھیے جن کو دوائی نہیں ملتی۔ ایک گولی تک میسر نہیں۔ وہ لوگ اپنی صحت کی طرف کیسے دیکھیں گے۔ آپ نے تو کروڑوں روپے اپنی جیبیں بھرنے کے لیے رکھے ہیں۔ صحت کے لیے نہیں رکھے۔ اپنے حلقے میں ہسپتال کی ڈیمانڈ میں نے گزشتہ بجٹ میں بھی دی اور اب بھی دی کہ وہاں آج سے پندرہ سال پہلے ٹی بی کا ایک وارڈ کھولا گیا تھا لیکن ٹی بی کے مریض لاہور آتے ہیں۔ وزیر خزانہ کو تو بجٹ صرف ذات واحد کے لیے بنانا تھا یا تعمیر وطن کے لیے۔ تعمیر وطن ماڈل ٹاؤن نہیں پورے پنجاب کا احاطہ کر کے دیکھیے کہ وہ سسکیاں بھرتے ہوئے لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارا قصور کیا ہے؟

محترمہ چیئرپرسن: مہربانی کر کے وقت کا خیال رکھیں۔

جناب عبدالقادر شاہین: میں نے وقت دیکھ کر اپنی تقریر شروع کی تھی۔

محترمہ چیئرپرسن: میں ایک منٹ آپ کو دے دیتی ہوں۔

جناب عبدالقادر شاہین: میں Wind up کرتا ہوں۔

جناب والا! دوسری طرف ہمارے بجٹ میں 5817 آدمیوں کو نئی ملازمتیں دینے کا اعلان کیا گیا۔ پی آئی اے، ریلوے، محکمہ تعلیم، محکمہ صحت سے، ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے ہزاروں لوگوں کو بے روزگار کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم روزگار دیں گے۔ وزیر تعلیم بتائیں کہ آج سے دو اڑھائی ماہ پہلے ہزاروں لوگوں کو آپ نے بے روزگار کر دیا کس کو روزگار دینا چاہتے ہو؟ کیا سیاسی رشوتوں کے طور پر، بے ضمیر لوگوں کو روزگار دینا چاہتے ہو؟ اگر روزگار دینا چاہتے ہو تو حق داروں کو دو، میرٹ کا اعلان کرو، اگر ہماری بہنیں آپ سے داخلہ مانگتی ہیں تو لاٹھیاں اور گولیاں ماری جاتی ہیں۔ روزگار کس کو دینا چاہتے ہو؟

محترمہ چیئرپرسن: آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب عبدالقادر شاہین: ابھی میرے تین منٹ رہتے ہیں۔ سات منٹ ہو گئے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن: میں نے آپ کو ایک منٹ زیادہ دے دیا ہے۔ مجھے افسوس ہے، آپ کا

وقت ختم ہوگیا ہے۔

جناب عبدالقادر شاہین: چلیے میں Wind up کرتا ہوں۔ میں وزیر خزانہ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ جناب، ہم بھی آپ کے ساتھی ہیں۔ صرف ایک دوست کو متوجہ کرنے کے لیے عرض ہے کہ ڈاکٹر افضل اعزاز نے میرے ایک ساتھی کو کہا کہ انجکشن لگائیں گے اور آپریشن کریں گے۔ جناب اگر آپریشن چاہتے ہیں تو ٹرانسپورٹ کا کیجیے۔ آپ کی دو سو والوو (Volvo) گاڑیاں تین سال سے ورکشاپوں میں پڑی ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ اگر آپریشن کرنا چاہتے ہیں تو ان چالیس گاڑیوں کا کریں.....

محترمہ چیئرپرسن: آپ کا وقت ختم ہوچکا ہے۔

جناب عبدالقادر شاہین: صرف ایک منٹ مزید دے دیجیے۔

محترمہ چیئرپرسن: میں نے آپ کو ایک کی بجائے تین منٹ دے دیے ہیں۔

جناب عبدالقادر شاہین: میں Wind up کر رہا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن: بس وائنڈ اپ کریں۔

جناب عبدالقادر شاہین: میں اپنی تقریر کو ختم کر رہا ہوں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: یہ کیا کر رہے ہیں؟ Wind up کیا ہوتا ہے؟

جناب عبدالقادر شاہین: انشاء اللہ آپ کا بھی آپریشن ہوگا۔ یہ یقین رکھیں کہ آپ کا آپریشن ہوگا ـــــ دماغ کا۔ میں تو ان چالیس گاڑیوں کی بات کرنا چاہتا تھا ـــــ ڈاکٹر صاحبہ یہ بڑی زیادتی ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: میں فلور بیگم شاہانہ نسیم فاروقی صاحبہ کو دے چکی ہوں۔ آپ کا وقت ختم ہوچکا ہے مجھے افسوس ہے۔

جناب عبدالقادر شاہین: ایک ڈاکٹر کو آپ نے ٹرانسپورٹ پر لگا دیا ہے خدا کا غضب ہے یہ کس عوامی دور کی بات کر رہے ہیں؟ مہربانی بہت بہت شکریہ۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! آپ سے میری درخواست ہے کہ خدا کے لیے جب آئندہ آپ کسی مقرر کو مخاطب کریں تو یہ مت کہیں کہ آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ آپ ان سے یہ کہیں کہ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ آپ ان کا بھی وقت ختم کر رہی ہیں؟

محترمہ چیئرپرسن: بڑی مہربانی بیگم شاہانہ نسیم فاروقی۔

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں کچھ کہنے کا موقع دیا۔ جیسا کہ پچھلے چند دنوں سے بجٹ پر بحث جاری ہے اور دونوں اطراف کے معزز ممبران اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے حزب اختلاف کے بھائی نواز شریف' اتفاق فاؤنڈری اور جنرل ضیاء الحق پر نکتہ چینی یا اس قسم کی باتوں کے علاوہ اس بجٹ کے خلاف کوئی ٹھوس بات نہیں کہہ پائے اور یہی اس بجٹ کی کامیابی کی بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ میں حکومت پنجاب کو یہ بہترین بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ مرکزی حکومت نے ہمارے ساتھ جو سوتیلے پن کا رویہ اپنایا ہے اور درپیش مشکلات کے باوجود اس کو ایک بہترین بجٹ قرار دیتی ہوں۔

جناب والا! اگر آپ بجٹ کا بغور جائزہ لیں تو آپ کو یہ بجٹ عوام اور بالخصوص غریب عوام کے لیے ایک بہترین بجٹ نظر آئے گا۔ اس بجٹ میں مختلف قسم کے اقدامات کیے گئے ہیں۔ مثلاً" ایک خود رہائشی مکان سے ٹیکس ہٹا کر حکومت پنجاب نے مڈل کلاس اور لوئر مڈل کلاس کے لوگوں کے حق میں ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے۔ غریب اور نادار لوگوں کی امداد کے لیے بیت المال قائم کیا گیا ہے۔ جس کے وسائل زیادہ تر رضاکارانہ یعنی زکوٰۃ' خیرات وغیرہ کی صورت میں ہوں گے۔ یہ ایک فلاحی معاشرے کی طرف بہترین قدم ہوگا۔ اس کے علاوہ تعلیم کے لیے 121 کروڑ 78 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں جس سے نئے سکولوں کی تعمیر کی جائے گی' shelterless سکولوں کو عمارت مہیا کی جائیں گی اور نئے کالج تعمیر کیے جائیں گے۔ خواتین یونیورسٹی کے قیام کا اعلان کر کے حکومت پنجاب نے پنجاب کی ان بیٹیوں کے حق میں جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہیں ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اسی طرح سرکاری ملازمین کے لیے مختلف قسم کے اقدامات کیے گئے ہیں۔ جن میں ان کی پنشن کے سلسلے میں اقدامات ہیں' ان کے بچوں کے وظائف مقرر کیے گئے ہیں اور مختلف قرضوں کے لیے رقوم مختص کی گئی ہیں اور بالخصوص جسمانی معذوری کی بناء پر ریٹائر کیے جانے والوں کے لیے کیے گئے اقدامات قابل تحسین ہیں۔

ہماری زیادہ تر آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے۔ دیہی ترقی کے لیے % 81 رقم مختص کی گئی ہے

اور اس کے علاوہ دیہات میں بجلی پہنچانے کے لیے رقم مختص کی گئی ہے۔ پسماندہ علاقوں کی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے اور مختلف ترقیاتی پروگرامز کے لیے علیحدہ علیحدہ رقوم رکھی گئی ہیں۔ بارانی علاقوں کے مخصوص حالات کے پیش نظر سائنسی بنیادوں پر ایک ماسٹر پلان تیار کیا گیا ہے۔ جس میں پینے کے پانی اور چھوٹے بندات کی تعمیر کے لیے رقم رکھی گئی ہے جو کہ ان علاقوں کی اشد ضرورت ہے۔ حسب معمول زراعت کو خاص اہمیت دی گئی ہے 125 کروڑ 27 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔ جس میں سے 95 کروڑ روپے منڈیوں سے کھیت تک جانے والی سڑکوں کے لیے رکھے گئے ہیں اور 3 کروڑ 27 لاکھ روپے آب پاشی کے نظام اور دوسری زرعی سہولتوں کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ رہائشی منصوبوں کے سلسلے میں سات مرلہ سکیم کو دوبارہ شامل کر کے ایک بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ کچی آبادیوں کے مالکانہ حقوق کے سلسلے میں ہماری سابقہ حکومت یعنی مسلم لیگ نے بہت کچھ کیا ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں تین لاکھ خاندانوں کو یعنی بیس لاکھ تک کی آبادی کو فائدہ پہنچا ہے۔ پچیس کروڑ روپے کی ڈویلپمنٹ کی جا چکی ہے اور اگر آپ پیپلز پارٹی کی سابقہ حکومت کا اس سے موازنہ کریں تو عملی طور پر پیپلز پارٹی نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ ہمارے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے۔ اس کے علاوہ بنک کا قیام عمل میں لا کر حکومت پنجاب نے مالی وسائل mobilize کرنے کے لیے ایک مستحسن قدم اٹھایا ہے۔ جیسا کہ مرکزی حکومت نے خود کہا ہے کہ صوبے وفاق پر انحصار مت کریں اور اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہوں۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے متعلق کچھ سوچنا ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس سلسلے میں اٹھایا گیا قدم ایک بہترین قدم ہے۔ energy کے سلسلے میں investment زیادہ سندھ میں کی جا رہی ہے۔ مثلاً بارہ سو(1200)میگاواٹ کے دو سٹیشن سندھ میں بنائے جا رہے ہیں۔ کالا باغ ڈیم ویسے ہی سیاست کی نذر ہو چکا ہے۔ جناب والا! میں اپنے ان بھائیوں سے پوچھتی ہوں کہ کوئی ایسا منصوبہ جو پنجاب یا پاکستان کی بہتری کے لیے بنایا جاتا ہے' آپ اس میں بے جا مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

(نعرہائے تحسین)

جناب والا! ایک عام مسئلہ جس کی طرف ایوان کی توجہ دلانا چاہتی ہوں وہ Cottage industry کا ہے Cottage industry معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن مرکزی حکومت

نے اس پر 11% Sales tax لگا کر اسے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ کاٹیج انڈسٹری کا کاروبار کرنے والے لوگ اس وجہ سے بے حد پریشان ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں۔

جناب فضل حسین راہی: میں بیگم صاحبہ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مرکزی حکومت نے یہ ٹیکس صوبائی بجٹ میں عائد کیا ہے یا یہ صوبائی بجٹ زیر بحث ہے؟

محترمہ چیئرپرسن: جناب راہی آپ خود ہی فیصلہ کریں انہیں بات مکمل کر لینے دیں۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی: مثال کے طور پر ایک تیار شدہ آئیٹم جس میں خام مال استعمال ہوتا ہے جب مارکیٹ میں آتا ہے تو 11% Sales tax لگایا گیا ہے آپ اس کی قیمت کا اندازہ لگائیں کہ وہ کہاں پہنچ جائے گی۔ جناب والا! آپ جاپان اور کوریا کی مثال لیں وہاں Cottage industry کی اتنی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ گھریلو صنعت میں مختلف مراعات دی گئی ہیں۔ جس سے وہ آہستہ آہستہ بڑی industry میں تبدیل ہو گئی ہے۔ میں حکومت پنجاب سے اپیل کرتی ہوں کہ اگر وہ اس کا کچھ ازالہ کر سکے تو ضرور کرے وگرنہ یہ Cottage industry تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ پیپلز ورکس پروگرام کے سلسلے میں ہمارے بہت سے بھائی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر چکے۔ اس بارے میں میں کہنا چاہوں گی کہ پیپلز ورکس پروگرام کے ذریعے جو رقوم لگا رہے ہیں وہ عوام کے خون پسینے کی کمائی ہے۔ اس کے لیے ڈویلپمنٹ کرنے کا حق صرف ان لوگوں کا ہے جنہیں عوام نے منتخب کیا ہے نہ کہ ان لوگوں کا جنہیں عوام نے مسترد کر دیا ہے۔ مادام سپیکر! ابھی کچھ روز ہوئے میرے بھائی جناب مزاری نے بہت زور شور سے کہا کہ پنجاب صرف آئی جے آئی کا نہیں ہے۔ مادام سپیکر! ہم کب کہتے ہیں کہ پنجاب صرف آئی جے آئی والوں کا ہے۔ پنجاب ہمارا اور آپ کا ہے۔ یہ ہر اس فرد کا ہے جو اس پنجاب میں رہتا ہے۔ پنجاب پورے پاکستان کا دل ہے۔ میں صرف یہ گزارش کروں گی اور یہ پوچھنا چاہوں گی آج آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آئیں! پیپلز ورکس پروگرام میں شامل ہو جائیں۔ لیکن جب آپ نے پیپلز ورکس پروگرام شروع کیا تو آپ نے حکومت پنجاب سے کوئی رابطہ نہیں رکھا۔ اور مادام سپیکر! میں ان سے یہ بھی پوچھنا چاہوں گی کہ جب آپ نے ایڈمنسٹریٹر مقرر کیے' مجھے آپ یہ بتائیں کہ انہوں نے آئی جے آئی کے کتنے لوگ اس میں شامل کیے۔ آخر وہ بھی تو پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مادام سپیکر! ہمارے

لوگ جس بحران کا شکار ہیں اس میں سب سے بڑی وجہ کردار کی ہے۔ کہ باکردار لوگوں کی کمی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت پنجاب نے اسلام نافذ کرنے کے لیے مختلف اقدامات جو قابل تحسین ہیں جس میں فحاشی اور عریانیت کو دور کرنے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں اور سکولوں میں قرآن پاک با ترجمہ پڑھانے کا اعلان ایک بہترین قدم ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگا۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی: اس سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ اکثر سکولوں میں جمعرات کا ہاف ڈے ہوتا ہے۔ اس دن کم از کم اس چیز کے لیے دو گھنٹے اسلام اور اسلامی تعلیمات پر خطبات اور تقاریر کے لیے بچوں کو وقت دیا جائے تاکہ ہم اپنے بچوں میں کھویا ہوا شعور دوبارہ پیدا کریں۔ اور وہ پرانی اقدار اس نسل میں دوبارہ زندہ کرسکیں۔ ہم نے اس نسل کو اس بحران سے بچانا ہے۔ کیونکہ ہمارا آئندہ مستقبل اس نسل کے ہاتھ میں ہے۔ مادام سپیکر! وقت کی کمی ہے۔ میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی۔

جناب فضل حسین راہی: وقت کی کوئی کمی نہیں مادام! ان کو بولنے دیں۔ ان کو اجازت ہے پیپلز پارٹی ان کو اجازت دیتی ہے۔ ان کے منہ سے نواز شریف کی تعریف بھی اچھی لگتی ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب فضل حسین راہی: ہم عورتوں کو آزادی دینا چاہتے ہیں۔

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی: مادام سپیکر! اسلام کے عورتوں کو عطا کردہ حقوق سے ہم بہت مطمئن ہیں اور آپ جو آزادی دینا چاہتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ مادام سپیکر! جیسا کہ ہمیں معلوم ہے اس ملک کو ہم نے بہت جدوجہد سے حاصل کیا اور اس کے لیے ہمیں بہت سی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: محترمہ چیئرپرسن! کل "جنگ" اخبار میں چھپنے والی تصویر کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی: وہ تو ان سے پوچھیں۔

بیگم بشریٰ رحمان: محترمہ چیئرپرسن! کل ان کے ایک فاضل رکن نے سوال اٹھایا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اس فوٹوگرافر کو ایوارڈ ملنا چاہیے۔ پہلے تو یہ فرماتے ہیں کہ خواتین کے لیے پوری آزادی

ہو جتنی چاہیں لمبی تقریر کر لیں اور پھر یہ interrupt کر رہے ہیں۔ میں اسی اصول کے تحت میں ان سے درخواست کرتی ہوں کہ کل میری تقریر میں سے کچھ پوائنٹس رہ گئے تھے۔ اگر یہ اتنے سخی ہیں تو مجھے آج اجازت دیں کہ میں ان کو مکمل کر لوں۔

MRS CHAIRPERSON : Please don't interrupt. Let us finish Rahi Sahib, please take your seat. Please take your seat. Please wind up your speech.

آپ نے پہلے کہا تھا کہ آپ ان کو disturb نہیں کریں گے آپ کس پوائنٹ پر کھڑے ہو رہے ہیں۔ آپ اپنی تقریر ختم کریں۔

بیگم شہلانہ نسیم فاروقی: مادام سپیکر! جیسا کہ آپ کو اور ہمیں معلوم ہے یہ ملک بہت جدوجہد اور قربانیوں سے حاصل کیا گیا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم سب کچھ بھولتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ نظریہ جس کی خاطر ہم سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے وہ نظریہ اسلام تھا اور اسی نظریے کے تحت اس ملک کو حاصل کیا۔ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ چند عناصر اس نظریہ کو پس پشت ڈالنے کے لیے دن رات کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ دین سے ہم جتنے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں ہماری بقاء اور سالمیت اتنی ہی مشکوک ہوتی چلی جا رہی ہے۔ میں اپنے تمام بھائیوں سے چاہے وہ اپوزیشن کے ہوں یا حکومتی بنچوں سے ہوں میں آپ سب سے عرض کرتی ہوں۔ آیئے اس سلسلے میں ہم سب اکٹھے ہوں۔ ہمارے سیاسی اختلافات کچھ بھی ہوں ہمارے ذاتی اختلافات کچھ بھی ہوں لیکن اس سلسلے میں ہمیں اکٹھا ہونا چاہیے۔ و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین۔

محترمہ چیئرپرسن: راؤ طارق محمود۔

راؤ طارق محمود: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مادام سپیکر! شکریہ آپ کا کہ آپ نے مجھے یہاں بولنے کا موقع دیا۔ آج کسی اتفاق کے حوالے سے' اس خوبصورت اتفاق کے حوالے سے کہ اسی شہر میں ایک جلسہ ہو رہا ہے کہ عورتوں کی قیادت نامنظور ہے۔ لیکن آج پنجاب اسمبلی میں اس چیز کا ثبوت مل رہا ہے کہ یہاں پر عورت پنجاب اسمبلی کی قیادت کر رہی ہے اور سپیکر شپ پر بیٹھ کر اس بات کا پنجاب اسمبلی نے ثبوت دیا ہے کہ ہمیں عورت کی

قیادت منظور ہے۔ محترمہ چیئرپرسن! یہاں اس ایوان میں روایت چل پڑی ہے کہ اگر ایک بات کسی طرف سے کہہ دی گئی تو باقی آنے والے معززین نے اس کا ڈھنڈورا پیٹا۔ یہاں پر وزیر خزانہ نے یہ کہہ دیا کہ جناب مرکزی حکومت نے ہمارا حصہ کاٹ لیا ہے۔ مرکزی حکومت نے ہماری گرانٹ روک لی۔ لیکن مادام سپیکر! اگر آپ بجٹ کو ملاحظہ کریں تو مرکزی حکومت نے گزشتہ سال کی نسبت ایک کروڑ تیس لاکھ روپے زیادہ گرانٹ دی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مرکز کسی تعصب سے کام نہیں لے رہا۔ بلکہ مرکز پنجاب کو زیادہ خوشحال دیکھنا چاہتا ہے۔ یہاں پر یہ بات ہوئی کہ وزیراعظم زیادہ اخراجات کر رہی ہیں۔ زیادہ آسائشیں استعمال کر رہی ہیں۔ میں ان لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ وزیراعظم صاحبہ نے گزشتہ بجٹ کی نسبت اپنے ذاتی اخراجات میں مرکزی بجٹ میں 4 کروڑ روپے کی کمی کر دی ہے۔ جناب والا! یہ ریکارڈ پر بات ہے۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ 4 کروڑ روپے کی کمی کی ہے اور صوبائی حکومت نے اپنے اخراجات میں' ذاتی اخراجات میں اتنا ہی اضافہ کیا ہے۔ محترمہ چیئرپرسن! آپ کے توسط سے محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا کہ وزیراعظم روز رائز کار استعمال کر رہی ہیں۔ طیارہ کی maintenance کے لیے پتا نہیں انہوں نے یہاں پر کیا کچھ فرمایا۔ میں ان سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بھٹو خاندان کے لیے روز رائز کار یا طیارہ کی maintenance کبھی کوئی مسئلہ نہیں رہی۔ آپ اس بات کو ملاحظہ کیجئے کہ یہ وہی بھٹو خاندان ہے جس نے اس گیارہ سالہ دور میں جمہوری جدوجہد میں حصہ لیا۔ یہ وہی بے نظیر بھٹو ہے جب یہ جیل میں قید تھیں تو ایک طیارہ اس جیل کے اوپر سے ان کے باپ کی لاش لے کر گزر رہا تھا۔ یہ وہی بے نظیر بھٹو ہے جو اپنے کاندھے پر اپنے بھائی کی لاش اٹھا کر لائی۔ یہ وہی بے نظیر بھٹو ہے جس کی گواہی پورے پاکستان کی جیلیں دیتی ہیں۔ اگر انہوں نے روز رائز کاروں کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا تھا تو اتنی بڑی جمہوری جدوجہد کرنا قطعاً" ان کے بس میں نہیں تھا۔ مادام سپیکر! آج پاکستان کو ایک بڑے اتحاد کی ضرورت ہے۔ پاکستان ایک انتہائی اہم سنگ میل پر پہنچ چکا ہے۔ اس کی جغرافیائی پوزیشن انتہائی اہم ہے۔ آج اگر بے نظیر بھٹو امریکہ جائیں تو پوری کانگرس اٹھ کر کھڑی ہو کر انہیں سلام کرتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پوری امریکن کانگرس نے ان کی ہمت کو آزمایا ہے کہ انہوں نے پوری جمہوری جدوجہد کی ہے۔ تو میرا آپ سے مطالبہ یہ ہے کہ پنجاب کو بھی چاہیے کہ ان کے ہاتھ مضبوط

کرے اور ان کی خارجہ پالیسی کو مضبوط کرنے کے لیے ان کا ساتھ دے۔

مادام سپیکر! اس بجٹ میں جہاں صحت کے لیے 2 ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے تو میری پنجاب اسمبلی کے اراکین سے گزارش ہے کہ اگر آپ اتنی خطیر رقم رکھتے ہیں تو ان کا نتیجہ بھی دیکھیے۔ آپ کے ہسپتالوں کا یہ حال ہے کہ وہاں پر دوائی میسر نہیں۔ وہاں پر ڈاکٹرز میسر نہیں۔ یہاں پر بیشتر ممبران یہ سمجھتے اور جانتے ہیں کہ آج وہ ڈاکٹر جن کو ہم تنخواہیں دیتے ہیں۔ ایک پولیس رپورٹ پر رزلٹ دینے کے لیے ہزاروں روپیہ لیتے ہیں۔ 325 ت پ کے رزلٹ کا الگ ریٹ ہے۔ 326 کے رزلٹ کا الگ ریٹ ہے۔ مادام سپیکر! یہ چیز سردار نصراللہ دریشک صاحب بھی سمجھتے ہیں۔ یہ دیہاتی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو تھانوں کی پریکٹس ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں پر کس قدر غلط پریکٹس ہو رہی ہے؟ اور اس کے علاوہ پولیس کے لیے اتنی بڑی رقم رکھی گئی ہے وہاں پر ایف آئی آر درج کرنے کا ریٹ ہے آپ جانتے ہیں۔ تو مادام سپیکر! اس تمام بدعنوانی کو ہمیں ختم کرنا ہوگا۔ اس تمام ظلم کو ہمیں ختم کرنا ہوگا۔ ورنہ چار سال کے بعد جب ہم عوام کے پاس جائیں گے ایک بار پھر اپنے آپ کو VIP بنانے کے لیے جائیں گے تو وہ ہمارے کپڑے پھاڑ دیں گے۔ ہمارا گلا پکڑیں گے۔ ہمارا منہ نوچ لیں گے۔ مادام سپیکر! پیپلز پروگرام کا ذکر یہاں ہوا۔ پیپلز پروگرام کا آغاز مرکزی حکومت نے کیا ہے۔ مرکزی حکومت چاروں صوبوں کی نمائندہ حکومت ہے اور پھر نمائندہ حکومت کو حق ہے کہ وہ چاروں صوبوں میں اپنی مرضی کا پروگرام تشکیل دے۔ ان حالات میں جبکہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں صوبائی تعصب پھیل رہا ہے۔ مرکزی حکومت نے اپنا اثر قائم کرنے کے لیے چاروں صوبوں میں افہام و تفہیم کی فضا کے لیے ایک عوامی پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ یہ کسی صوبے کے اختیارات پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا۔ مادام سپیکر! اگر آپ نے پیپلز پارٹی کے ممبران کا خود خیال رکھا ہوتا۔ اگر آپ صرف اپنے ممبران کو تیس تیس لاکھ روپے نہ دیتے بلکہ تمام ایوان کے ممبران کو ترقیاتی کاموں کے لیے رقوم دیتے تو شاید پیپلز پارٹی کو یہ پروگرام شروع کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور جناب مادام سپیکر! ہم نے پہلے ہی آپ کو کہا تھا کہ ہمیں مجبور ہو کر آپ کو جواب دینا ہی پڑے گا۔ جیسا کہ نوابزادہ غضنفر علی گل کہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ درد بنے درد لا علاج۔ اس حوالے سے اگر آج پیپلز ورکس پروگرام شروع ہو گیا ہے۔ اگر آج پیپلز پروگرام کی وجہ سے کوئی درد اٹھتا ہے تو اس کو آپ تنقید

کا نشانہ نہ بنائیں۔

مادام سپیکر! مرکزی حکومت نے ان حالات میں جبکہ ملک میں منشیات بہت حد تک پھیل چکی ہیں۔ ایک انتہائی اہم چیلنج کا سامنا کیا ہے۔ یہ ڈرگ مافیا ایک انتہائی اہم چیلنج ہے جسے قبول کیا ہے۔ ڈرگ مافیا نے پیپلز پارٹی گورنمنٹ کو چیلنج کیا ہے کہ جناب آپ یہ کارروائیاں بند کریں۔ آپ سمگلروں کو پکڑنا چھوڑ دیں۔ وگرنا ہم آپ کی حکومت الٹا دیں گے۔ اس طرح جس طرح کہ ہم نے ایشیاء کی دیگر حکومتیں الٹائی ہیں۔ امریکہ میں حکومتیں الٹائی ہیں۔ ڈرگ مافیا نے پیپلز پارٹی کو چیلنج دیا ہے۔ مادام سپیکر! پنجاب کے ان معزز ممبران کا یہ فرض بنتا ہے کہ اس حکومت کو جس نے اتنے بڑے سمگلروں کو چیلنج کیا ہے ان کو پنجاب میں پنجاب پولیس کا تحفظ نہ دیا جائے۔ ان سمگلروں' ان منشیات فروشوں کو قانون کے حوالے کیا جائے اور ان کے پیٹوں میں جو حرام جا چکا ہے۔ اسے نکالنا چاہیے۔

مادام سپیکر! میرے حلقہ کو اس بجٹ میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ بات بار بار دہرائی گئی کہ جناب اتنے سکول بنا دیے گئے۔ اتنی سڑکیں بنا دیں۔ اتنے ہسپتال بنا دیے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں حلقہ 224 میں کتنے سکول' کتنے ہسپتال' کتنی سڑکیں بنائی گئیں؟ جو سڑک بنائی گئی وہ سڑک سابقہ MPA کے گھر کو جاتی ہے جو ہسپتال بنایا گیا وہ اس کے گھر کے نزدیک بنایا گیا اور جو سکول بنایا وہ اس کے گھر کے قریب بنایا۔ تو محترمہ چیئرپرسن ایک ایم پی اے کو نوازنے کے لیے پورے دو لاکھ افراد کے حلقے کو محروم رکھا گیا۔ محترمہ! یہ کوئی انصاف نہیں۔ یہ ناانصافی ہے۔ اگر وہاں کے لوگوں نے مجھے منتخب کیا ہے تو آپ کی ان زیادتیوں کے بدلے میں منتخب کیا ہے۔ وہ لوگ یہی بات کہتے ہیں کہ اگر سابقہ پنجاب حکومت نے یہی رزلٹ دینا تھا کہ ایک ایم پی اے کو نوازنے کے لیے پورے حلقے کو محروم رکھا گیا تو ہم اس کے خلاف ووٹ دیتے ہیں۔ اب میرا فرض ہے کہ میں وہاں کے عوام کے لیے' میں اپنے گھر کے لیے کوئی چیز نہیں مانگ رہا۔ میں اپنے گھر کے لیے کوئی سڑک نہیں مانگ رہا۔ میں اپنے گھر کے لیے پانی نہیں مانگ رہا۔ میں نے یہاں چھ مہینے پہلے بھی کہا تھا کہ میرے علاقے میں پانی کا مسئلہ ایک انتہائی اہم ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب میں ووٹ مانگنے گیا تو مجھے ووٹ مانگتے ہوئے شرم آئی۔ کہ پانی کے بغیر ان لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہو چکی ہیں تو جناب والا ! آپ ان کو پینے کا پانی دیجئے ورنہ آپ یہ قطعاً" امید نہ

رکھیے' یہ ایک سیاسی اور جمہوری عمل ہے۔ اس میں عوام کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ آپ کو ووٹ دے سکتی ہے۔ وہ مجھے ووٹ دے سکتی ہے۔ جو زیادہ کام کرے گا ووٹ اسی کو ملے گا۔ لیکن اگر آپ ان کا پینے کا پانی بند کریں گے تو وہ قطعاً" آپ کو ووٹ نہیں دیں گے۔

محترمہ چیئرپرسن: ٹائم کا خیال رکھیں اور ایک منٹ میں Wind up کریں۔

راؤ طارق محمود: جناب والا! یہاں پر بنک کی بات ہوئی میں آپ کے ایک منٹ میں آخر میں کہنا چاہتا ہوں۔ پنجاب نے ہمیشہ سندھ' سرحد اور بلوچستان کی سرپرستی کی ہے۔ جب بھی یہ تینوں چھوٹے صوبے ناراض ہوئے ہیں تو پنجاب نے ہمیشہ ان کو منایا ہے۔ آج صرف ذاتی اقتدار کو بچانے کی خاطر آج صرف اتفاق فاؤنڈریوں میں اتفاق کی شوگر ملوں کو بچانے کی خاطر پنجاب کی طرف سے صوبائی تعصب کو پھیلایا جا رہا ہے۔ اگر پنجاب بنک مانگ سکتا ہے تو یقین کریں کہ سندھ اس سے پہلے اپنی فوج مانگے گا۔ بلوچستان اس سے پہلے اپنے آپ کو الگ کرے گا۔ پنجاب کا کردار ہمیشہ مرکزی رہا ہے۔ پنجاب پاکستان کا دل ہے' پنجاب پاکستان کا مرکز ہے اس حوالے سے میں ان تمام ممبران سے یہ گزارش کروں گا کہ اس بنک کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس بنک کی کوئی value نہیں۔ اس بنک سے پنجاب کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس بنک سے پنجاب کے غریب عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر تجوریوں کا مسئلہ ہے تو آپ کی تجوریاں تو پہلے ہی بھری ہوئی ہیں۔ آپ کیوں بنک بناتے ہیں۔ تو مادام سپیکر! اس بنک کے قیام سے صوبائی تعصب پھیلے گا جس کے بڑے خطرناک نتائج مرتب ہوں گے میری گزارش ہے کہ اس بجٹ سے پنجاب بنک کو خارج کیا جائے۔ جناب والا میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

محترمہ چیئرپرسن: محترمہ بیگم نجمہ حمید۔

بیگم نجمہ حمید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

محترمہ چیئرپرسن! میں شکر گزار ہوں کہ مجھے تقریر کا موقع دیا۔ میں معزز بھائیوں سے ایک بات کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ یہ بجٹ سے بہت ہٹ کر بولتے ہیں۔ لہٰذا یہ اپنا دل بھی ذرا بڑا کر لیں کیونکہ میں بھی بجٹ سے تھوڑا سا ہٹ کر بولوں گی۔ جس طرح سے یہ بولے ہیں اسی طرح سے یہ سننے کے لیے بھی اپنے دل تیار کر لیں تو ان کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

مادام سپیکر! سب سے پہلے میں وزیر خزانہ اور وزیراعلیٰ کو بہت بہت مبارک باد پیش کرتی

ہوں کہ جنہوں نے نام نہاد جمہوری ٹھیکے داروں کی اقتصادی پالیسیوں کا پول کھولا اور بہت خوبصورت انداز میں بجٹ پڑھا اور اسے پیش بھی کیا۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہی ہوں کہ بار بار ادھر سے آوازیں آ رہی تھیں کہ یہ حقانی صاحب کا لکھا ہوا ہے' یہ فنانس والوں کا لکھا ہوا ہے تو محترمہ چیئرپرسن لکھا ہوا تو مرکز میں بھی کسی اور کا تھا لیکن صحیح طور سے پڑھا بھی نہ جا سکا۔ پنجاب کے وزیر خزانہ نے کم از کم خوبصورتی سے بجٹ کو پڑھا بھی اور اسے Wind up بھی کیا۔ وہاں پر بجٹ دیا کچھ اور پڑھا کچھ اور گیا۔ مادام سپیکر! لکھا کچھ گیا اور صحیح طور پر لکھا ہوا پڑھا بھی نہیں گیا۔ ہمارے مرکزی وزیر خزانہ کی بدقسمتی دیکھیں کہ جو کسی کا لکھا ہوا تھا اسے صحیح طور پر پڑھ بھی نہ سکے۔

مادام سپیکر! میں وزیر خزانہ اور وزیراعلیٰ پنجاب کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ جنہوں نے راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا۔ یہ ہمارا بہت پرانا مطالبہ تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس بجٹ میں ہمارا یہ مطالبہ پورا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی بیت المال' خواتین یونیورسٹی' جیز فنڈ' بنک اور گوجرانوالہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام یہ سب بہت زبردست اہمیت کی حامل ہیں۔ جن کے لیے اس بجٹ میں رقوم مختص کی گئی ہیں اور راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا تو ہمیشہ سے مطالبہ تھا جو اس دفعہ پورا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جو میں خاص بات کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارے جو حالات مرکزی حکومت نے پیدا کیے تھے ان کے باوجود بقول ان کے کہ یہ آمرانہ اور ہمارا جمہوری دور بھی رہا' ہم ہمیشہ مرکز سے کچھ نہ کچھ لے کر آتے تھے لیکن اس دفعہ آٹھ گھنٹے NEC کی میٹنگ ہوتی رہی لیکن وہاں پر dead lock ہوا۔ مادام سپیکر! ایسا پہلی دفعہ ہوا ہے کہ وہاں ہم آٹھ گھنٹے بولنے کے باوجود اپنے جائز مطالبات پیش کر کے کچھ بھی نہ لے کر آ سکے۔ یہ جمہوریت کے علمبرداروں کی حکومت تھی جس سے ہم لوگوں کو کچھ بھی نہ مل سکا۔ مادام سپیکر! NEC کا فائدہ ہی کیا تھا؟ کہ جب صوبوں کو کچھ نہیں دینا تھا اور وہاں پر ہماری تقریروں کا کیا فائدہ تھا؟ جب محترمہ وزیراعظم نے ہمیں کچھ دینا ہی نہیں تھا؟ بہتر تھا کہ NEC کی میٹنگ ہی نہ بلاتیں۔ مادام سپیکر! اسلام آباد میں تو کوئی ایسا ٹیکس عائد ہی نہیں ہوتا جو مرکز میں ان کو تقویت بخشتا ہو۔ یہ تو صوبوں ہی کے ٹیکسز ہوتے ہیں جو مرکز میں collect کیے گئے ہوتے ہیں۔ جو صوبوں کو دیے جاتے ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ بھی تکلیف گوارا نہیں کی' انہوں نے 75 فیصد اپنے اور 25 فیصد صوبوں کے

بجٹ میں رقم دی۔ اس سے بڑھ کر زیادتی اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہاں پر میں ایک اور وزیر کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جو وزیراعلیٰ پنجاب بننے کے لیے آئے تھے وہ وزیراعلیٰ تو نہ بن سکے لیکن shuttle cock بن گئے۔ کبھی وہ صوبے اور کبھی مرکز میں چلے گئے۔ مرکز میں جا کر پانی اور بجلی کے وزیر بن گئے۔

بیگم صغیرہ اسلام: مادام سپیکر! یہ تو ہمارا ذاتی معاملہ ہے لہٰذا آپ محترمہ بیگم نجمہ حمید سے کہیں کہ وہ اسے یہاں پر پیش نہ کریں۔

بیگم نجمہ حمید: جی! پیپلز پارٹی کے جلسوں میں باقاعدہ تقاریر ہوتی رہی ہیں۔ ہم نے صرف بات کی ہے اور پیپلز پارٹی کی حکومت کا موازنہ کر رہے ہیں۔ وہ یہاں وزیراعلیٰ بننے کے لیے آئے تھے اور وہاں گئے ہیں تو مادام سپیکر! یہ گزارش ہے کہ پنجاب کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بھی انہیں پنجاب کا ساتھ دینا چاہیے تھا لیکن سب سے زیادہ انہوں نے پنجاب کو نقصان پہنچایا۔ یہ لوگ روتے اور کہتے ہیں کہ جی ہماری فصلوں کو تباہ کیا۔ ہمیں راولپنڈی میں تو ٹیوب ویلوں کے connections نہیں دیے اور لوگ پانی کی ایک ایک بوند کے لیے ترستے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑی زیادتی کیا ہو سکتی ہے اور وہ اچھے وزیر بنے ہیں کہ "ہاں' ہاں میں جس وقت نمائندہ بنوں گا تو میں تمہاری ہی ٹانگیں توڑوں گا۔" انہوں نے وہی حساب کیا کہ وہ پنجاب کا نمائندہ منتخب ہو کر گئے اور وفاق میں بجلی اور پانی کے وزیر بنے اور سب سے زیادہ نقصان پنجاب کو پہنچایا کہ آٹھ آٹھ گھنٹے پنجاب کو بجلی نہیں دی اور پوری پوری رات بجلی نہیں ملی.....

جناب فضل حسین راہی: ہم نے آپ کو ناجائز Connections نہیں دیئے۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ cross talk نہ کریں۔

بیگم نجمہ حمید: جی ناجائز connections تو یہی لوگ لیتے ہیں ہم تو ناجائز connections والے ہی نہیں۔ ہم نے ہمیشہ جائز connections لیے ہیں اور جائز طور پر حکومت کی ہے۔

ان کے وفاقی وزیر خزانہ جو بار بار پرچار کرتے ہیں گو کہ وہ تقریر بھی صحیح طور پر نہیں پڑھ سکے۔ پہلے تو منتوں اور سماجتوں سے نگران حکومت میں آئے اور جنرل ضیاء الحق کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلایا۔ بعد ازاں وہ اپنی وفاداریاں بدل کر وزیراعظم صاحبہ کے پاس چلے گئے اور انہیں اپنی وفاداریوں کا یقین دلاتے ہوئے بار بار کہتے ہیں کہ خزانہ خالی ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ان کو

معلوم ہے کہ وہ تقریر بھی صحیح انداز سے نہ پڑھ سکے۔ لکھی ہوئی تقریر اور پڑھی گئی تقریر مختلف تھی۔ انہوں نے پانی پی پی کر تقریر پڑھی۔ مادام سپیکر! میں عرض کروں گی کہ یہ گیارہ سالہ دور کا رونا روتے اور کہتے ہیں کہ وہ آمریت کا دور تھا تو مادام سپیکر! میں یہ عرض کروں گی کہ اگر خزانہ خالی ہے تو ہم یہ تکلیف گوارا کرنے کو تیار ہیں ہم نے اس خالی خزانے سے تین سال بہترین حکومت چلائی ہے۔ اگر ان کے لیے حالات سازگار نہیں تو یہ حکومت ہمیں واپس کر دیں اور ہم بڑے اچھے طریقے سے حکومت کو اسی تین سالہ سابقہ سنہری دور کی مانند چلائیں گے۔

میاں اظہر حسن ڈار: اب آپ نے وزیر نہیں بننا۔

بیگم نجمہ حمید: محترمہ چیئرپرسن! اگر میں نے وزیر بننا بھی ہو تو میں ان کی سفارش سے قطعاً نہیں بنوں گی اور نہ ہی مجھے کوئی ان کی سفارش پر وزیر بنائے گا۔ یہ تو ہماری بیڑیوں میں روڑے اٹکائیں گے۔ اس لیے مجھے تو ان کی سفارش کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے اگر کسی کا خانہ خراب کرنا ہو تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ وزیر بنا دیں گے۔ مادام سپیکر! آپ ان سے ذرا پوچھیں کہ کیا وزیراعلیٰ ان کی کوئی بات مانتے بھی ہیں؟ اگر انہوں نے کسی کو وزیر بنانا ہے تو پھر یہ مرکز میں جا کر کسی کی سفارش کریں۔ یہاں ان کی سفارشوں سے نہ وزیر بنے گا اور نہ ہی ان کی یہاں پر سفارشیں چلتی ہیں۔ وفاق میں وزارتوں اور ایڈوائزروں کا ایک بیڑہ ہے وہاں ہارے اور جیتے ہوئے سبھی چل رہے ہیں۔ لہٰذا یہ وہاں پر جا کر سفارش کریں اور جتنے مرضی وزراء' جتنے مرضی ایڈوائزرز اور جتنے مرضی پارلیمانی سیکرٹریز بنائیں۔ پنجاب میں ان کی سفارش کی ضرورت نہیں یہ تو خود وزارتوں کے لیے ترس رہے ہیں۔ یہاں ان کا بس نہیں چلتا یہ صوبوں میں منتخب ہو کر آ گئے ہیں۔ ان کی مجبوری ہے۔ ورنہ اپوزیشن بنچز (Opposition benches) پر کوئی بھی نہ بیٹھتا۔

سید ذاکر حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ مداخلت نہ کریں تو بہتر ہے لیکن اگر آپ کا کوئی پوائنٹ ہے تو پھر ارشاد فرمائیے۔

سید ذاکر حسین شاہ: محترمہ چیئرپرسن! محترمہ راولپنڈی سے منتخب ہیں۔ ہمیں ان سے ہمدردی ہے میں ان کو ایک آسان نسخہ بتاتا ہوں جس طرح آج کل وزیر بن رہے ہیں.....

محترمہ چیئرپرسن: مجھے افسوس ہے کہ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ بیگم صاحبہ' آپ اپنے

ے جاری رکھیں۔

م نجمہ حمید: جناب والا! میں اپنی وزارت کا دور گزار چکی ہوں لہٰذا آپ ان سے کہیں کہ
ں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں اور کسی کو کہنے کی ضرورت نہیں۔ ماشاءاللہ راولپنڈی سے
ے وزیر اور ایڈوائزر بھی ہیں۔ ہمیں راولپنڈی والوں کو مزید وزارت کی ضرورت بھی نہیں۔
یہ ان کی اطلاع کے لیے کہنا چاہتی ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن! بقول ان کے کہ آمرانہ دور میں بہت ظلم و ستم ہوئے۔ میں اس سلسلے میں
دو باتیں دہرانا چاہتی ہوں کہ وزیراعظم صاحبہ نے آئی جی(IG)ایف آئی اے(FIA)اور طاہرہ
ں صاحبہ سے بھٹو کی فائلیں غائب کروانے کے لیے پہلے تو دھمکی آمیز ٹیلیفون کیے اور کہا کہ
ں فائلیں دیں جب انہوں نے وہ فائلیں نہیں دیں تو ان کے گھروں کو تہس نہس کر دیا اور
ا گھریلو طرح سے متاثر ہوا ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ یہ ان کے کارنامے ہیں۔ جو
ہیں کہ ہمارا جمہوریت کا دور ہے تو یہ طاہرہ بروہی سے جا کر پوچھیں کہ ان لوگوں نے فائلیں
کرنے کے لیے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

دوسری بات کہ ان کے ایک وزیر جن کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ وہ اس ملک کو تحفظ
گے' صحافت کو بہت فروغ دیں گے۔ میں یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارا ایک اخبار "مرکز"
کومت سے نکلتا تھا۔ ان سے وہ بھی برداشت نہیں ہوسکا۔ ان کے وزیر رب نواز کھتران نے
تقریروں میں کہا کہ ہم اس اخبار والوں کو نیست و نابود کر دیں گے اور ان کے دفتر کو مٹا دیں
وہی ہوا کہ چند دنوں کے بعد انہوں نے وہ کر دکھایا۔ یہ صحافت اور جمہوریت کے علمبردار
زاد صحافت کے داعی جن کے بارے میں بات کہہ رہی ہوں۔ جناب اعتزاز احسن تو خیر اب
ر نظر ہی نہیں آ رہے۔ جس دن سے جناب اقبال بیگ کا کہا گیا ہے کہ وہ ہیروئن کے سمگلر
اس دن سے جناب اعتزاز احسن مرکز سے غائب ہیں۔ پتا نہیں وہ اقبال بیگ کے ساتھ
ہوگئے ہیں' کیونکہ ان کا الیکشن انہوں نے ہی لڑا تھا تو اس طرح وہ اب وہاں نظر نہیں
جو ان کے ملک کو تحفظ دینے والے وزیر ہیں۔ انہیں لاہور میں کہیں ڈھونڈیں یہیں کہیں
گے' مرکز میں نہیں نظر آ رہے۔

چیئرمین سینیٹ: کیا یہ جلسہ ہو رہا ہے؟

بیگم نجمہ حمید: جلسہ تو آپ نے کیا ہے میں صرف بجٹ پر بولنا چاہتی تھی لیکن میں بجٹ پر اس لیے نہیں بولی چونکہ میری بہنیں بھی بول رہی ہیں۔ میں بجٹ پر بولنا چاہتی ہوں لیکن آپ نے مجھے ٹائم نہیں دیا۔ میں بجٹ سے ہٹ کر اس لیے بول رہی ہوں کہ حزب اختلاف نے سیاسی تقاریر کی ہیں۔ اگر یہ سیاسی تقاریر نہ کرتے اور ایسی رسم نہ ڈالتے تو آئی جے آئی والوں کو بھی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ وہ سیاسی تقاریر کرتے۔ محترمہ پرائم منسٹر نے ایک اور بات کہی کہ جی! میں نے convincing majority لے کر مرکز میں حکومت بنائی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ امریکہ سے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں۔ ویسے بھی ان کو امریکہ کی آشیرباد حاصل ہے۔ انہوں نے بہت تحفظ دیا ہوا ہے' لیکن کانگرس میں انہوں نے اس قسم کی تقریر کیوں کی؟ یہ تو غلط بیانی تھی کہ بہت سی جماعتوں کے اتحاد کی وجہ سے وہ majority لے کر وزیراعظم بنی ہیں۔ اس طرح اکیلی پیپلز پارٹی کی حکومت وہاں پر نہیں بنا سکیں.....

محترمہ چیئرپرسن: بیگم صاحبہ' راہی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: مادام سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں.....

محترمہ چیئرپرسن: پلیز! ذرا مختصر کریں ان کو اپنی تقریر ختم کرنے دیں۔

جناب فضل حسین راہی: مادام سپیکر! میں عرض کروں یہ ذرا دیکھیے کہ یہ تقریر کر کیا رہی ہیں۔ یہ امریکن کانگرس پر تنقید کر رہی ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن: ان کو تقریر کرنے دیں۔ آپ اپنی تقریر کر رہے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: میری بات سنیے۔ یہ خارجہ امور پر تقریر فرما رہی ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ خارجہ امور سے متعلقہ بات کریں گے تو پھر آپ اس ملک کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ یہ زیادتی ہے۔

ملک طیب خان اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ چیئرپرسن: پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ بیگم صاحبہ' آپ اپنی تقریر ختم کریں کیونکہ آپ کا ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

ملک طیب خان اعوان: محترمہ چیئرپرسن! انہیں شرم آنی چاہیے کہ ایک عورت تقریر کر رہی ہے اور یہ بار بار مداخلت کر رہے ہیں۔ ان کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔

وزیر خزانہ: محترمہ چیئرپرسن پوائنٹ آف انفرمیشن۔

محترمہ چیئرپرسن: منسٹر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں پلیز آپ تشریف رکھیں۔

وزیر خزانہ: جی میں پوائنٹ آف انفرمیشن پر بات کر رہا ہوں۔ جناب آپ کی وساطت سے راجی صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ محترمہ خارجہ پالیسی پر بات نہیں کر رہیں۔ بلکہ غلط بیانی پر بات کر رہی ہیں کہ کانگرس میں وزیراعظم صاحبہ نے غلط بیان دیا ہے۔ (ہنگامہ ہائے تحسین)

محترمہ چیئرپرسن: بیگم صاحبہ! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ Please don't interrupt. ان کو تقریر ختم کرنے دیں۔ ٹائم ختم ہوتا جا رہا ہے۔

بیگم نجمہ حمید: دوسری سب سے ضروری بات یہ ہے کہ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ کے اخراجات میں 80% اضافہ کیا ہے۔ سندھ اسمبلی کے ممبر بھی ہماری طرح دھکے کھا رہے ہیں کہ کوئی جگہ ملے تو وہ رہیں۔ سندھ ہاؤس پرائم منسٹر ہاؤس بن رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ 80% فنڈز انہوں نے پرائم منسٹر ہاؤس کی تعمیر کے لیے رکھے ہیں۔ حزب اختلاف نے زیادہ تنقید کا نشانہ اتفاق فونڈری اور میاں نواز شریف کو بنایا ہے۔ جبکہ وفاق میں بھی پیش کردہ بجٹ خاص طور پر چودھری شجاعت اور میاں نواز شریف کو سامنے رکھتے ہوئے پیش کیا گیا ہے اور ان پر ڈیوٹیز عائد کی ہیں جو ان کی انڈسٹریز تھیں لوہے اور فولاد پر بھی ڈیوٹی عائد کی ہے چونکہ اتفاق فونڈری والوں کے پاس جدید مشینری تھی اس وجہ سے انہوں نے سکریپ کی قیمت لوہے اور فولاد کے برابر لگا دی۔ اس سے بڑی اور کیا زیادتی ہو سکتی ہے۔ انہوں نے بجٹ صرف میاں نواز شریف تک محدود رکھا ہے اور پاکستان میں بسنے والوں دیگر صنعت کاروں کو نظرانداز کر دیا ہے اور انہیں اتنی زیادہ ڈیوٹیز عائد کر دی ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو میاں نواز شریف کپڑا پہنتا ہے اگر وہ بھی ان لوگوں نے پہنا تو یہ وہ کپڑا بھی پہننا چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ یہ میاں نواز شریف نے پہنا ہوا ہے۔ اس طرح وزیراعلیٰ میاں نواز شریف کی ذات کو نشانہ بنانا بہت افسوس ناک ہے کہ مرکز سے لے کر صوبوں تک انہوں نے تعصب کا جال بچھا رکھا ہے۔ اس پر ان لوگوں کو نظرثانی کرنی چاہیے اور خدا کرے کہ آج وزیر خزانہ Wind up کر رہے ہیں پتا نہیں کیسا کریں لیکن انہوں نے جو ٹیکسز عائد کیے ہیں وہ کم از کم duties واپس لے لیں تو ہم ان کے بڑے شکر گزار ہوں گے۔ کیونکہ یہ صرف ان دو تین ہستیوں کی ملیں نہیں دیگر بہت سے لوگ بھی باقی ہیں جن کی یہاں ملیں اور کاروبار ہے اور یہ

سارا اثر غریبوں پر پڑے گا۔ یہ غریبوں کے پرستار بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے پیپلز پروگرام کے بارے میں اکبر صاحب نے ایک بات کہی۔ اس پر میں یہ ضرور کہنا چاہتی ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن: اب آپ پلیز ایک منٹ میں Wind up کریں۔

بیگم نجمہ حمید: ایک منٹ میں Wind up کروں گی۔ اکبر صاحب نے کہا کہ اپنی پسند کے لوگوں کو یہ فنڈز دے رہے ہیں۔ اس میں پسند کی بات نہیں بلکہ یہ منتخب لوگوں کا فنڈ ہے اور ہمیں ان کے طریق کار سے اختلاف ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ غریب لوگوں کی بھلائی کے لیے کام ہو لیکن یہ غریبوں کی بھلائی کے لیے نہیں بلکہ یہ فنڈ ورکرز کی جیب میں جائے گا۔ یہ طریق کار غلط ہے۔ ایک بات انہوں نے کہی کہ اپنی ذات کے لیے یہ کام کروانا چاہتے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ کیا ہم منتخب لوگوں نے اپنے گھر بنوانے ہیں؟ آخر وہی گلیوں' وہی سڑکوں' وہی کالجوں اور وہی سکولوں کے لیے رقم دی جائے گی۔ جو ان پر لگے گی۔ کسی ممبر نے بھی اپنا ذاتی گھر نہیں بنوانا۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے اپنی ذاتی کام کروانے ہیں۔ اکبر صاحب نے اس وقت statement دی تھی جس وقت صبح privilege motion move کی تھی۔ میری بجٹ کی باتیں رہ گئی ہیں۔ صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ مری روڈ کے لیے کچھ کریں کیونکہ راولپنڈی اور اسلام آباد twin cities کے لیے ایک متبادل سڑک ضرور عطا کریں۔ کیونکہ اگر ہمیں کینٹ سے اسلام آباد پہنچنا ہو تو ہمیں دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ باقی میں بجٹ پر تو بولی نہیں صرف ان کی باتوں کا میں نے جواب دیا ہے۔ اس لیے میں علیحدگی میں فنانس منسٹر سے بجٹ کے متعلق باتیں کر لوں گی شکریہ۔

محترمہ چیئرپرسن: سید علی ہارون شاہ.....

جناب غلام سرور خان: مادام سپیکر! کیا بجٹ پر تقریر کے لیے آج میری باری آ سکتی ہے؟

محترمہ چیئرپرسن: آج کی لسٹ میں تو آپ کا نام نہیں۔

جناب غلام سرور خان: جی! میں نے جناب سپیکر سے آج کے لیے تحریری درخواست کی تھی۔

محترمہ چیئرپرسن: میں تو اب لسٹ کے حساب سے چل رہی ہوں۔

جناب غلام سرور خان: بہرحال میری درخواست ٹیبل پر موجود ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: اچھا' سید علی ہارون شاہ۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN : It is said that the honourable Finance Minister is going to wind up his speech today, I want to know whether it is a fact.

MOHTERMA CHAIRPERSON : No he will not wind up today that is by mistake.

کیا سید ہارون شاہ صاحب تشریف رکھتے ہیں؟

سید علی ہارون شاہ: جی! جی!

محترمہ چیئرپرسن: جی آپ اپنی تقریر شروع کریں۔

سید علی ہارون شاہ: میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا کہ میں بجٹ 90-1989ء پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ مادام سپیکر! 13 جون سے اس بجٹ پر بحث چل رہی ہے۔ بجٹ کے بہت سے اقتصادی پہلوؤں پر اب تک بات ہوتی رہی ہے۔ اس میں جتنے اعداد و شمار دیے گئے ہیں ان سب کو بہت اچھے طریقے سے اس ایوان کے اندر discuss کیا جا چکا ہے کہ ان کی اصلیت ایوان کے سامنے آ چکی ہے۔ لہٰذا میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ وزیر خزانہ کی تقریر کے ان پہلوؤں پر بات کروں کہ جن پر اب تک شاید کچھ کم بات ہوئی ہو۔ کیونکہ وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر Well rehearsed انداز اور بڑی خوبصورتی سے اس ایوان میں کی تھی۔ میں چاہوں گا کہ ان پہلوؤں پر بات کی جائے جن پر اچھی طرح بات نہیں ہو سکی۔ وزیر خزانہ کی طرف سے اس ایوان میں پیش کردہ اعداد و شمار سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کو ان خوبصورت الفاظ میں چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ محترمہ چیئرپرسن اس کے ساتھ ساتھ اسی بات سے ایک اور فائدہ بھی اٹھایا گیا ہے کہ مرکز کے ساتھ شروع سے یک طرفہ محاذ آرائی کو بھی اس کے اندر فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے اگر آپ بجٹ کو دیکھیں تو وہ مصنوعی سرمایہ کاری اور غیر صنعتی رجحان کا حامل ہے۔ مثلاً آپ یہ دیکھیں کہ زراعت ہمارے ملک میں ایک اقتصادی پہلو کی حیثیت رکھتی ہے لیکن زراعت کی طرف بھی ان کا رویہ unsound اور unscientific ہے۔ ان کو زراعت میں حصول پیداوار کی ترجیحات دینی چاہیے تھی۔ لیکن اس کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور اس کی بجائے emphasis منڈی اور اس کی پیداوار کی اجارہ داری پر دیا گیا ہے۔ اس کی بجائے انہیں حصول پیداوار کا emphasis دینا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا بالکل نہیں کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ زراعت کے شعبے میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا

کہ Agrarian industry یا Agrarian technology کو مقامی سطح پر فروغ دینا چاہیے تھا لیکن اس کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں آیا۔ جبکہ پاکستان جیسا ملک جو تیسری دنیا کا ترقی پذیر ملک ہے اور جس کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ یہاں زراعت پر emphasis دینا انتہائی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ بجٹ تقریر میں افسانہ نگاری کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔

محترمہ چیئرپرسن! اس بجٹ تقریر میں خلافت الٰہیہ کا ذکر اور اسی قسم کا رول ادا کرنے کی بات کی گئی ہے۔ مزید کہا گیا ہے کہ وہ خلافت الٰہیہ کی طرح پنجاب کے عوام کی خدمت کرے۔ ایک صوبے کے اندر خلافت الٰہیہ کا تصور میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر آپ ایک مملکت کا ذکر کریں تو وہاں پر خلافت الٰہیہ کا استعمال ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے صوبہ پنجاب کے اندر خلافت الٰہیہ کا جو تصور ہے وہ بالکل ناقابل قبول ہے۔ وہ تو ایک صوبہ ہے اور ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کے اندر ایک علیحدہ ریاست یا علیحدہ خلافت کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بیت المال کا بھی ذکر کیا ہے اگر اسلامی تاریخ کی طرف دیکھا جائے تو ایک اسلامی مملکت کے اندر خلافت الٰہیہ ہے اور خلیفہ مسلمین کی اجازت کے بغیر بیت المال ایک صوبے کے اندر قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اس قسم کے خیالات اور تصورات اور اس بجٹ کے پیچھے ایک خاص مقصد کارفرما ہے اور مرکز کے ساتھ یک طرفہ محاذ آرائی کو تقویت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ وزیر خزانہ کی تقریر میں ساری لفاظی کے پیچھے اس قسم کے تصورات اور نظریے دے کر مرکز کے خلاف محاذ آرائی کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ترقیاتی بجٹ کو "تعمیر وطن" کا نام دیا گیا ہے۔ ترقیاتی بجٹ 810 کروڑ روپے میں مرکز کا 664 کروڑ روپے کا حصہ بھی شامل ہے اور اگر operational cost اور cautioning effects اس میں شامل کر لیں تو اس کے بعد بہت تھوڑا حصہ ایسا رہ جاتا ہے کہ جس کے لیے ان لوگوں کو خود کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اس کو "تعمیر وطن" کا نام دیا ہے۔ محترمہ چیئرپرسن! میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ تعمیر وطن کا نام انہوں نے دیا ہے، اگر وطن کی تعریف کسی جدید dictionary میں دیکھی جائے تو اس کا مطلب ایک قوم نکلتا ہے اور قوم کے متعلق آپ کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ایک ملک کے اندر ایک اور ریاست قائم کی جائے اور ایک اور قوم کا تصور دیا جائے۔ مادام سپیکر! یہ سراسر زیادتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ

اس قسم کی چیزیں کرنے سے اس قسم کی باتیں کرنے سے ایسے محرکات اور ایسے رجحانات کو فروغ دینے سے ہمارے ملک کو اور اس کی سلامتی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح کی انتہا پسند تحریکوں کو فروغ دے کر ہو سکتا ہے کہ شاید یہ نادانستہ طور پر سندھو دیش کی حمایت کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے نظریات سے ہمارے ملک کے اندر fissiparous اور مرکز پسندی(centripetal) کو فروغ ملے گا اور ملک کی سلامتی کو نقصان پہنچے گا اور اس کے ساتھ ہمیں محب وطن پاکستانی ہونے کے نقطہ نظر سے اس قسم کی باتوں کی مذمت اور انہیں بڑی سختی سے رد کرنا چاہیے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے حوالے سے کہ پاکستان کے آئین کے اندر صوبائی خودمختاری shined اور وہ ہر طرح سے safeguarded ہے اور صوبائی خودمختاری کا تحفظ کرنا سب ممبران کا فریضہ ہے لیکن جس وقت یہ لوگ آئین کی حدود کو tresspass کر رہے ہیں تو پھر یہ آئین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور آئین کی خلاف ورزی کرنا جناب والا! بے حد زیادتی ہے اور شرمناک ہے۔ کیونکہ اگر اس طرح کیا جائے تو آئین میں ایسے لوگوں کے لیے سخت سے سخت سزائیں دی گئی ہیں۔ لیکن میں اس کا ذکر نہیں صرف اس کی نشان دہی کرنا چاہتا تھا۔

مادام سپیکر! وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں بماریوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گیارہ سال کا ضیاء الحق آمریت کا دور اور اس کے بعد تین سالہ مسلم لیگ کا دور رہا ہے۔ ان ادوار میں بماریوں کے مسئلہ کو اس طرح نہیں اٹھایا گیا اور اب اس حد تک اچھالا جا رہا ہے کہ بجٹ تقریر میں بھی اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صوبہ پنجاب کا نہیں دراصل مرکزی حکومتی کا مسئلہ ہے اور مرکزی حکومت اس مسئلے کو عوام کے تعاون سے بہترین طریقے سے حل کر لے گی۔ یہ ہمارا صوبائی مسئلہ ہی نہیں لہٰذا اس قسم کی باتیں بجٹ کی تقریر میں کرنا سراسر زیادتی ہے اور یہ بھی اسی scheme کا حصہ بنتا ہے۔ جس کے تحت مرکز کے ساتھ محاذ آرائی کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مادام سپیکر! اسی طرح لوڈشیڈنگ کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ پنجاب کو باقی سب صوبوں کے مقابلے میں زیادہ لوڈشیڈنگ برداشت کرنا پڑی ہے تو مادام سپیکر! یہ حقیقت کس سے ڈھکی چھپی ہوئی ہے کہ تربیلا ڈیم سے بننے والی بجلی کا بیشتر حصہ پنجاب استعمال کرتا ہے۔ اگر قدرتی لوڈ

شیڈنگ زیادہ ہوگی تو پنجاب کو یقیناً" زیادہ برداشت کرنا پڑے گی۔ یہ سب کو پتا ہے کہ اس دفعہ موسم سرما طویل رہا ہے اور برف دیر سے پگھلنے کی وجہ سے ڈیم کے reservoirs میں پانی دیر سے آیا ہے۔ لہٰذا بجلی کی پیداوار کم ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سے پنجاب کو لوڈشیڈنگ زیادہ برداشت کرنا پڑی ہے تو وہاں پر یہ بات بھی ہے کہ پنجاب کو بجلی زیادہ ملتی ہے اور اسی حساب سے لوڈ شیڈنگ بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

سید علی ہارون شاہ: مجھے ایک دو منٹ مزید دیجئے میں بحث ختم کر دیتا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ اپنی تقریر ختم کریں۔

سید علی ہارون شاہ: جہاں تربیلا ڈیم اور لوڈ شیڈنگ کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں تھوڑا سا بجٹ کا ذکر بھی کرنا چاہوں گا۔ وزیر خزانہ نے ترقیاتی بجٹ کے اخراجات کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ 280 کروڑ روپے کے غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافہ کیا گیا ہے جبکہ آمدنی صرف 83 کروڑ بتائی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پنجاب حکومت اپنی اوقات سے بڑھ کر 198 کروڑ روپے زیادہ خرچ کرنا چاہتی ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ میں نے آپ کو ایک منٹ زاید بھی دے دیا ہے۔

سید علی ہارون شاہ: جناب والا! مجھے ایک دو منٹ تو اور دے دیجئے میں تو کبھی ہاؤس میں بولا ہی نہیں تو کیا آپ مجھے بجٹ پر بھی بات کرنے کے لیے زاید وقت نہیں دے سکتیں؟

محترمہ چیئرپرسن: اگر آپ نے ٹائم سیٹ نہیں کیا تو میں نے آپ کو تھوڑا سا زاید وقت بھی دے دیا ہے۔

سید علی ہارون شاہ: مہربانی کر کے مجھے دو تین منٹ تو اور دیجئے۔

محترمہ چیئرپرسن: میں دو تین منٹ نہیں دے سکتی۔ ایک آدھ منٹ میں بات ختم کریں۔ وقت ضائع نہ کریں۔

سید علی ہارون شاہ: اگر 198 کروڑ روپیہ یہ خرچ کرنا چاہتے ہیں تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ پیسہ کہاں سے لائیں گے۔ کیا یہ پنجاب کے عوام پر بھاری ٹیکسیشن کریں گے یا پھر

یہ سارا الزام مرکزی حکومت پر ڈال دیں گے۔ مادام سپیکر! اگر ان ساری چیزوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ لوگ پنجاب جیسے عظیم صوبے کی باگ ڈور سنبھالنے کے اہل ہی نہیں اور ان کی یہ سیاسی نااہلی ہے کہ یہ اس وقت mid term election کی باتیں کر رہے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن: وقت ختم ہوگیا ہے..... جناب عاشق حسین گوپانگ۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: مادام سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ مجھے بجٹ کی بحث میں حصہ لینے کا موقع فراہم کیا۔ سب سے پہلے میں اس بات کی نشاندہی کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اس اجلاس کی کارروائی میں معزز ارکان اسمبلی اور قائد حزب اختلاف کے دوستوں نے اپنے رویے میں مناسب تبدیلی کرلی ہے اور ہمیں توقع ہے کہ وہ اپنی مزید اصلاح جاری رکھیں گے اور انشاء اللہ ایک دن آئے گا کہ یہ ہاؤس پُر امن طریقے سے اپنی کارروائی جاری رکھ سکے گا۔ میں قائد حزب اختلاف اور اپوزیشن کے ارکان کی بات سے اپنی بات شروع کرنی چاہتا ہوں۔ افسوس کی بات ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ چونکہ میں اقتصادیات کا ایک طالب علم ہوں۔ میں نے بجٹ پر تقریر کے لیے اپنے آپ کو خوب تیار کیا تھا اور میں نے محترمہ چیئرپرسن سے مزید وقت بھی مانگا تھا لیکن مجھے آدھی تقریر کو اس ایوان میں ادھورا چھوڑنا پڑا۔ آپ سے گزارش ہے کہ مجھے اپنی تقریر مکمل کرنے کی اجازت فرمائی جائے تاکہ میں نے جو محنت کی ہے وہ رائیگاں نہ جائے۔

ڈاکٹر شیلابی چارلس: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر' میں یہ عرض کروں گی کہ نوابزادہ صاحب نے کہا ہے کہ انہیں آدھی تقریر کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے انہیں پورے پچیس منٹ دیے اور دیگر ساتھی اراکین کا وقت بھی انہوں نے استعمال کیا۔ اب سارا وقت تو میں ان کو نہیں دے سکتی تھی۔ اس بناپر یہ اپنی 25 منٹ کی تقریر کے بعد واک آؤٹ کر گئے۔ یہ اب آپکی اپنی صوابدید ہے کہ ان کو آپ وقت دیں۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL : I am handicape person, I speak slowly, I require more time.

اس کے علاوہ میرے تین ساتھیوں نے مجھے اپنا وقت دیا۔ یہ فطری انصاف کا تقاضا ہے کہ جس آدمی نے اپنے آپ کو اچھی طرح سے بجٹ تقریر کے لیے تیار کیا ہے اس کو مزید وقت فراہم کیا جائے۔ مجھے تو کم از کم چالیس منٹ کی ضرورت ہے۔

میاں محمد شہباز شریف: جناب والا! میری گزارش ہے کہ نوابزادہ صاحب اکثر اوقات سب سے زیادہ وقت اس ایوان کا لیتے ہیں اور ان کی تعلیمی قابلیت سے ہم پہلے دن سے ہی ان سے متاثر ہیں۔ ان کے پاس اکنامکس کی ڈگری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگ اس کو fake قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ جتنا ٹائم دوسروں کو ملتا ہے ان کو بھی اتنا ملنا چاہیے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب سپیکر! میں 1 بج کر 20 منٹ پر اپنی بات کا آغاز کر رہا ہوں۔ میں اپنی بات کا آغاز جناب قائد حزب اختلاف کی تقریر اور اپنے دوسرے اپوزیشن کے دوستوں کی تقاریر کے حوالے سے کرنا چاہتا تھا لیکن افسوس ہے کہ نہ تو قائد حزب اختلاف اور نہ ہی اپوزیشن کے کسی دوست نے بجٹ کے متعلق کوئی بات کی بلکہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ مرکزی حکومت کی تعریف اور صوبائی حکومت کی بد تعریفی کے علاوہ میرے دوستوں کو اور کوئی بات اس بجٹ میں نہیں ملی۔ جناب سپیکر! جو کچھ میں سمجھ پایا ہوں صرف دو تین باتوں کی طرف میرے اپوزیشن کے بھائیوں نے نشان دہی فرمائی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ block allocation وزیراعلیٰ کی جیب میں جاتی ہے۔ میں اپوزیشن کے دوستوں کی اس بات سے کہ وہ کس طرح claim کرتے ہیں block allocation ارکان اسمبلی کی صوابدید پر اور ان کی ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے خرچ کی جاتی ہے اور انہی ترجیحات کی بنیاد پر میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آئی جے آئی کی حکومت کو صرف چھ مہینوں میں جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے پیپلز پارٹی کی حکومت کو پورے سات سال میں اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن افسوس کہ اگر کسی کی پالیسیوں کو جانچنا ہو تو عوام کے پاس جانا چاہیے۔ اگر کسی کے مالی معاملات کو جانچنا مقصود ہو تو عوام کے پاس جانا چاہیے۔ عوام نے ضمنی انتخابات میں آئی جے آئی کو واضح طور پر کامیابی سے ہمکنار کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آئی جے آئی کی حکومت پورے آٹھ مہینے کی کارکردگی کا

مظاہرہ انتہائی تسلی بخش طور پر کر رہی ہے اور صوبے کے عوام اس سے مطمئن ہیں۔ لیکن اگر مطمئن نہیں تو صرف اپوزیشن کے دوست مطمئن نہیں۔ کیونکہ ان کا تو کام ہی مخالفت کرنا ہے۔ لیکن میں اپنے ڈپٹی لیڈر آف اپوزیشن سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے دوستوں کو سمجھائیں کہ غلط بات کو ضرور غلط کہیں لیکن خدا کے لیے صحیح بات کو صحیح کہنا بھی ضرور سیکھیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پولیس کے محکمہ کے متعلق بات کی گئی ہے۔ بلکہ ہمارے دوسرے دوست بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ محکمہ پولیس میں بہت سی خامیاں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس مطالبہ زر کو ہی ختم کر دیا جائے۔ قائد حزب اختلاف نے فرمایا تھا کہ اس ڈیمانڈ کو قطعی طور پر ختم کر دیا جائے۔ میں حیران ہوں کہ محکمہ پولیس کو ختم کر کے کیا یہ یہاں پر ایف آئی اے کی حکومت قائم کروانا چاہتے ہیں۔ کیا یہاں پر آئی جی کی حکومت کروانا چاہتے ہیں؟ ملک اور صوبے کا نظم و نسق سنبھالنے کے لیے پولیس کا ادارہ انتہائی اہم ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر اٹل اور صحیح ہے کہ اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہم بھی اس کے لیے کوشش کر رہے ہیں' برا ہ مہربانی ہمارے ساتھ تعاون کریں اور اس معاملے میں ہماری معاونت کریں۔ لیکن اگر ہم پولیس کو وہ وسائل فراہم نہیں کریں گے جو ایک محکمے کے لیے بہت ضروری ہوتے ہیں تو امن و امان کو کس طرح سے برقرار رکھ سکیں گے۔ جہاں تک صوبے کے امن و امان کا تعلق ہے تو میں یہ واضح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ اس سال قتل کی وارداتیں پچھلے سال کے مقابلے میں 5% کم ہوئی ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں تو آپ ریکارڈ دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں؟ جناب سپیکر! میرے کچھ دوستوں نے اعتراض کیا ہے اور بات بجٹ پر تو کم دوسری باتیں زیادہ ہوتی رہی ہیں۔ میرے دوستوں نے اعتراض فرمایا ہے کہ صوبے میں ملازمین کی تعیناتی وزیراعلیٰ اپنی مرضی سے کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں دوستوں کی نگاہ اس پالیسی کی طرف نہیں گئی جس میں واضح طور پر وزیراعلیٰ نے یہ ہدایات جاری کر دی ہیں کہ تمام تعیناتیاں میرٹ پر ہوں گی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے دوستوں کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ وہ اس Placement bureau کے متعلق بھی اظہار خیال کریں۔ جس میں واضح طور پر صوبہ سندھ کو 80 فیصد ملازمتیں اور 20 فیصد باقی تینوں میں بانٹی جا رہی ہیں۔ اگر آپ ہم پر اعتراض کرتے ہیں تو اس صوبے کے ناتے آپ کو مرکزی حکومت سے بھی پوچھنا چاہیے کہ Placement bureau بغیر کسی میرٹ کے آرڈر جاری

کر رہا ہے۔ بلکہ میں نے تو اب اس قسم کے آرڈر بھی دیکھے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں صاحب کو 17 گریڈ میں کسی محکمہ میں مناسب جگہ پر تعینات فرمایا جائے۔ اس طرح کے آرڈر ہماری حکومت نہیں کرتی۔ بلکہ وزیراعلیٰ نے اس دفعہ واضح طور پر میرٹ کی پالیسی کو اپناتے ہوئے اعلان اور واضح ہدایات جاری کر دی ہیں کہ مستقبل میں تمام تعیناتیاں میرٹ کی بنیاد پر ہوں گی۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ اور وزیراعلیٰ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ پہلی دفعہ پسماندہ علاقوں کو بجٹ میں برابر کا حصہ دیا گیا ہے۔ لیکن میں پھر بھی اپنے محترم دوست وزیر خزانہ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ ڈی جی خان' بہاولپور اور ملتان ڈویژن کو بجٹ میں برابر حصہ نہیں دیا گیا۔ اس لیے میں یہ ڈیمانڈ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ ان تینوں ڈویژن کو بجٹ میں برابر کا حصہ دیا جانا چاہیے۔ چونکہ یہ علاقے پسماندہ ہیں۔ اس لیے ان کو دوسرے ڈویژنوں کے برابر لانے کے لیے وہاں ترقیاتی امور کے لیے زیادہ اخراجات کرنے چاہییں۔

جناب والا! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ لیکن آخر میں ایک تاریخی واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جناب سپیکر! آپ کو اور میرے تمام دوستوں کو بھی یاد ہوگا کہ ایوب خان کا بیڑہ غرق اس کے بیٹوں نے کیا تھا۔ دوسری بھی کئی وجوہات ہوں گی لیکن اہم کردار ان کے بیٹوں نے ادا کیا تھا۔ جناب سپیکر! میں اپنے دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اگر پیپلز پارٹی اور بے نظیر کا کسی نے بیڑہ غرق کیا تو وہ زرداری خاندان ہوگا۔ جناب سپیکر! آج اس معزز ایوان میں' میں ایک دستاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! دستاویز کے مطابق جناب حاکم علی زرداری اور جناب آصف علی زرداری نے نیشنل ایوب پارک کے ساتھ 20 لاکھ روپے میں ایک چار کنال کا پلاٹ Tourism department سے حاصل کیا اور وہاں پر ایک ہوٹل قائم کرنے کے لیے feasibility report تیار کی۔ قرضہ لینے کے لیے feasibility report میں اس 20 لاکھ روپے کے پلاٹ کو ساڑھے تین کروڑ روپے کا پلاٹ ظاہر کیا گیا ہے۔ جناب والا! جب اس محکمے نے اس پلاٹ کو ساڑھے تین کروڑ روپے کا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا تو پھر انہوں نے فرمایا کہ یہ فرم ہمارے ساتھ زیادتی کر رہی ہے۔ دوسری فرم جو نقوی کے نام سے قائم ہے اس سے assessment کروائی جائے۔ جناب والا! انہوں نے ایک 20 لاکھ روپے کے پلاٹ کو جس کا

میرے پاس documentary ثبوت موجود ہے یہ پلاٹ 20 لاکھ کا خرید کیا۔ پھر انہوں نے ایک دوسری فرم کے ذریعے اس پلاٹ کو ساڑھے تین کروڑ روپے کا ظاہر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک منصوبے کو جاری کرنے کا طریق کار یہ ہے کہ اس پر 70 فیصد قرضہ فراہم کیا جاتا ہے اور 30 فیصد خود آدمی اپنی جیب سے خرچ کرتا ہے۔ جیب سے خرچ کرنے کی بجائے اس پلاٹ کو ساڑھے تین کروڑ روپے کا ظاہر کیا گیا ہے۔

سردار شوکت حسین مزاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! حاکم علی زرداری صاحب نے اپنی قومی اسمبلی کی تقریر میں اس بات کی وضاحت کر دی تھی کہ یہ پلاٹ انہوں نے اس وقت حاصل کیا تھا جب جونیجو حکومت برسراقتدار تھی اور اس حکومت کے دور میں، انہوں نے یہ پلاٹ حاصل نہیں کیا تھا۔

آوازیں: لیکن قرضہ تو اب حاصل کیا ہے۔

جناب سپیکر: سردار عاشق حسین گوپانگ اپنی بات مکمل کریں۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ 20 لاکھ روپے کے پلاٹ کو ساڑھے تین کروڑ روپے کا دکھانا بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور میں وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ میرا معاملہ نہیں۔ یہ آپ کا معاملہ ہے۔ لیکن میں وضاحت کر دینا چاہتا ہوں آپ کا زوال ہماری طرف سے نہیں۔ عوام کی طرف سے نہیں اگر پیپلز پارٹی اور بے نظیر کا کوئی بیڑہ غرق کرے گا تو یہ زرداری خاندان کرے گا..... (قطع کلامیاں)

MR.SPEAKER : Order please.

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب سپیکر! اس کے علاوہ میرے معزز دوستوں نے اتفاق لیٹڈ کے متعلق بہت کچھ کہا۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اگر اس ایوان میں کوئی دستاویزی ثبوت لے کر اتفاق لیٹڈ کے خلاف آ جائے تو میں بھی ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ جناب سپیکر! یہاں پر ہم 8 مہینے سے اتفاق فونڈری کے متعلق سنتے آ رہے ہیں۔ لیکن زبانی جمع خرچ کے علاوہ آج تک کوئی شخص اتفاق لیٹڈ کے متعلق دستاویزی ثبوت مہیا نہیں کر سکا۔ کوئی ایسا ثبوت نہیں جس کی بنیاد پر ہم ان کی بات کو تسلیم کر سکیں۔ ان کی باتوں سے مجھے بھی یہ

تشویش ہوئی' میں نے بھی اس معاملے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ میں نے بھی اس سلسلے میں انکوائری کی کیونکہ میں بھی یہ جاننا چاہتا تھا کہ اتفاق لیمٹڈ کیا کر رہی ہے؟ جناب والا! میں آپ کو دستاویزی ثبوت مہیا کرتا ہوں کہ جس وقت وفاقی حکومت برسراقتدار آئی تو انہوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ واپڈا کو ایک ریفرنس بھیجا کہ اتفاق لیمٹڈ کے تین معاملات کی چھان بین کی جائے جس کے متعلق دستاویزی ثبوت میرے پاس موجود ہے۔ جناب والا! اس میں یہ کہا گیا کہ یہ دیکھا جائے کہ ان کی بجلی کی consumption کتنی ہے؟ یہ بھی پوچھا گیا کہ انہوں نے کتنے غیر قانونی بجلی کے کنکشن حاصل کیے ہوئے ہیں؟ میرے پاس ایک چٹھی ہے جس میں واپڈا نے واضح طور پر لکھا ہے کہ جو آپ نے تین ریفرنس بھیجے ہیں وہ تمام کے تمام غلط ہیں اور اتفاق لیمٹڈ ان تین ریفرنسوں میں بالکل بے گناہ ہے اور ان کا کوئی قصور نہیں۔ جناب سپیکر! میری تقریر میں مداخلت ہوئی تھی۔ اس لیے میری تقریر کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ آپ ایک منٹ میں ختم کریں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا! آپ خود دیکھ لیں واپڈا وفاقی حکومت کا ایک ادارہ ہے اور اس نے خود وفاقی حکومت کو یہ لکھ کر دیا ہے۔ لہٰذا میں یہ گزارش کروں گا کہ اتفاق لیمٹڈ کی کسی طرح سے بھی چیکنگ کر لی جائے آپ کو ان کی کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔ واپڈا نے واضح طور پر لکھا ہے کہ۔

The report clearly indicates that Messrs Ittefaq Ltd. are not proved at fault.

جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ آپ کا محکمہ ہے اور آپ کو رپورٹ دے رہا ہے۔ اب کم از کم خدا کے لیے اپنے محکمے کی تو بات مان لیں۔ لیکن یہاں پر ایک رواج بن گیا ہے کہ ہم نے کوئی بات نہیں ماننی' بے شک وہ بات سچی ہی کیوں نہ ہو۔ جناب سپیکر! آپ کے توسط سے وزیر خزانہ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ان کا اور میرا بھی تعلق اس پسماندہ علاقے سے ہے اس بجٹ کے متعلق میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ..... اس بجٹ میں ڈیرہ غازی خان ڈویژن کو اتنا مناسب حصہ نہیں دیا گیا جتنا کہ دیا جانا چاہیے' میں جناب کے توسط سے وزیر خزانہ کو یاد دلاؤں گا کہ وہ

: good offices کو استعمال کرتے ہوئے ڈیرہ غازی خان ڈویژن کو دوسرے ڈویژن کے
لے میں اس بجٹ میں برابر کا حصہ دیں' جناب والا! میں آپ کا بہت مشکور ہوں اور ان ہی
ر کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں۔

ڑشیلابی چارلس: پوائنٹ آف انفرمیشن۔

ب سپیکر: جی! ڈاکٹر صاحب۔

ڑشیلابی چارلس: کیا آج شام کو بھی اجلاس ہے؟ اور ہفتہ کو کیا صبح ساڑھے آٹھ بجے کا
ہے؟

ب سپیکر: جی نہیں! آج شام کو اجلاس نہیں۔ میرے خیال میں ہفتہ کو شام کا اجلاس ہے
لہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جائیں گے اور آسانی سے آ سکیں گے۔ اتوار کو صبح کا اجلاس
ں گے۔

رشیلابی چارلس: شکریہ۔

ب نذر حسین کیانی: میرے خیال میں اگر آپ صبح اجلاس نہیں کرنا چاہتے تو پھر بحث کے
یک دن مزید بڑھا دیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لاء منسٹر بھی یہاں پر ہیں۔

ب سپیکر: کیانی صاحب! میرا اندازہ ہے اور میرے خیال میں لوگ بات کر لیں گے۔

ب نذر حسین کیانی: اگر آپ کا اندازہ صحیح ثابت نہ ہو تو پھر آپ غور فرمائیں گے۔

ب سپیکر: میرے خیال میں یہ بحث مکمل ہو جائے گی۔ آپ فکر نہ کریں.....

ب غلام سرور خان: جناب والا! مجھ پر بھی نظر عنایت ہو' سر میں تین دن سے استدعا کر
ں' آپ کی میز پر میری تحریری استدعا بھی موجود ہے۔

ب سپیکر: لیکن کل آپ تشریف نہیں لائے۔

ب غلام سرور خان: جناب والا! میں گزارش کر کے گیا تھا کہ میں شام کے اجلاس میں
آسکوں گا۔

ب سپیکر: ٹھیک ہے آپ کہہ گئے تھے' تو پھر بسم اللہ کیجئے۔

ب غلام سرور خان: مہربانی جی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میں آپ کا ممنون و
ہوں کہ میری استدعا پر فوری غور کرتے ہوئے بولنے کا موقع دیا کہ میں بھی اپنے خیالات کا

اظہار اس معزز ایوان کے سامنے کر سکوں۔ جناب والا! میرے نہایت ہی محترم' شفیق و خلیق وزیر خزانہ بدقسمتی سے ہاؤس میں موجود نہیں۔ انہوں نے الفاظ کی خوبصورتی سے اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے حقائق سے چشم پوشی کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ میں ان کی اس کوشش پر پر زور انداز میں اپنا مدعا بیان کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور انہیں داد دیتا ہوں۔ جناب والا! موجودہ سال کا بجٹ 90-1989ء سابقہ سالوں کی طرح خسارے کا بجٹ ہے۔ اس سال بھی غیر ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ تقریباً" 2675 کروڑ 66 لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے۔ جو کہ حکومت پنجاب کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جناب والا! اس ہاؤس میں دونوں طرف سے اتفاق لیٹڈ اور پنجاب لیٹڈ کے بارے میں باتیں ہوئیں۔ میں زیادہ گہرائی میں نہیں جانا چاہتا میں صرف معزز ایوان اور خاص کر اپنے ٹریژری بینچز کے بھائیوں کی خدمت میں یہ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کم از کم 1985 سے لے کر 1989ء تک پنجاب لیٹڈ اور اتفاق لیٹڈ کا موازنہ ضرور کریں۔ حقائق خود بخود سامنے جائیں گے۔ جناب والا! جب سے صوبہ پنجاب میں میاں نواز شریف نے عنان حکومت سنبھالا ہے اس وقت پنجاب کا خسارہ 296 کروڑ روپے تھا۔ میں 1985ء کی بات کر رہا ہوں' جو کہ اس وقت بڑھ کر 827 کروڑ روپے پر پہنچ چکا ہے۔ جب میاں نواز شریف نے عنان حکومت سنبھالا تھا اس وقت اتفاق لیٹڈ کی آمدن تین لاکھ روپیہ یومیہ تھی جو اس وقت 30 لاکھ روپے یومیہ تک پہنچ چکی ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے بجٹ کا گراف اس حد تک نیچے کیوں گیا ہے اور اتفاق لیٹڈ کا گراف اتنے تھوڑے عرصے میں 1985ء سے لے کر 1989ء تک تین لاکھ سے تیس لاکھ روپے یومیہ تک کیسے پہنچا ہے؟ جناب والا! اس سے موجودہ حکومت کی بدنیتی کا اظہار ہوتا ہے' ان کی کرپشن کا اظہار ہوتا ہے اور یہی بات حکومت پنجاب کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جناب والا! جس دن سے میاں صاحب نے اقتدار سنبھالا انہوں نے آج تک اسمبلی کے فلور پر یا پریس کانفرنس میں اپنے گوشواروں کا اعلان کیا ہے؟ میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنے گوشوارے جو کہ ان کی ملکیت' جو کہ ان کی حصص' جو ان کے اثاثے 1985ء میں تھے وہ اس ہاؤس کے فلور پر بتائیں اور موجودہ وقت کے اثاثے بھی اس ہاؤس کے فلور پر بتائیں۔ پھر یہ معزز ایوان اندازہ لگا لے گا کہ پنجاب کو کس طرح دونوں ہاتھوں سے لوٹا گیا ہے۔ جناب والا! میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کوئی ذاتی حملہ کروں' میں تو اپنی تقریر صرف اور صرف بجٹ سے متعلقہ کرنا چاہتا تھا

اب بھی میری یہی کوشش ہوگی کہ میں اپنی تقریر کو بجٹ کی حد تک محدود رکھوں' اتفاق سے وزیر خزانہ اور وزیر مال بھی یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ جناب والا! اس بجٹ میں سب سے زیادہ رقم 706 کروڑ 97 لاکھ روپے تعلیم کی مد میں رکھی گئی ہے' ہمیں اس سے اتفاق ہے' ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ تعلیم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے' لیکن جناب والا! مجھے اعتراض ہے تو صرف اس بات پر کہ صرف اپنے منظور نظر لوگوں کو نوازا جا رہا ہے۔ جناب والا! آپ چھٹا پنج سالہ منصوبہ اٹھا کر دیکھیں' جناب والا! آپ گزشتہ حکومت کا تین سالہ ترقیاتی منصوبہ اٹھا کر دیکھیں۔ اس حکومت کی یہ پالیسی تھی ہمارے محکمے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی یہ پالیسی تھی کہ یونین کونسل کے ہر دیہات میں ایک بچوں اور ایک بچیوں کے لیے پرائمری سکول کا اجراء کیا جائے گا اور ہر یونین کونسل میں ایک ایک بچوں اور بچیوں کے سکولوں کو مڈل اور ہائی کا درجہ دیا جائے گا۔ لیکن جناب والا! ہماری بدقسمتی دیکھیے کہ بعض حلقوں میں' بعض یونین کونسلوں میں درجنوں سکولوں کو اپ گریڈیشن کا درجہ دے دیا گیا ہے اور ہماری بدقسمتی دیکھیے' ہمارے علاقہ کے عوام کی بدقسمتی دیکھیے کہ میری اپنی یونین کونسل میں بچوں کا ابھی تک کوئی مڈل سکول نہیں دیا گیا' اس یونین کونسل میں بچیوں کا کوئی ہائی سکول نہیں دیا گیا' یہ زیادتی اس حلقہ کے ساتھ صرف اس لیے کی جا رہی ہے کہ انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی پر اعتماد کیا ہے' جناب والا! ان کی اس زیادتی پر میں احتجاج کرتا ہوں اور میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ یہ زیادتی برداشت نہیں کریں گے۔ پیپلز ورکس پروگرام پر انہوں نے اعتراض کیا ہے ہم اس پر فوری طور پر عملدرآمد کروائیں گے' اور اپنے لوگوں کو جو محرومیوں کا شکار ہیں ان لوگوں کو پیپلز ورکس پروگرام سے مستفید کریں گے.....

جناب سپیکر! دوسرا اہم شعبہ صحت کے لیے بجٹ میں 203 کروڑ 97 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ مجھے اس سے بھی اتفاق ہے لیکن اعتراض اس بات پر ہے کہ دیہی علاقہ جات میں قائم بی ایچ یو (B.H.U) میں دوائیاں ناپید ہیں۔ ڈاکٹر ڈی ایچ او (D.H.O) کے دفتر میں بیٹھ کر حاضریاں لگا دیتے ہیں۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں اور دوائیاں سٹوروں میں سے بھی غائب ہو جاتی ہیں۔ کم از کم جو بجٹ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے رکھا جاتا ہے متعلقہ وزارت کا یہ بھی حق بنتا ہے کہ وہ اس کی نگرانی کرے اور وہ دیکھے کہ بجٹ صحیح طریقے سے استعمال ہو۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ جن جن علاقوں میں B.H.U قائم کیے گئے ہیں وہاں دوائیوں اور ڈاکٹروں کی تعیناتی پر بھرپور

توجہ دی جائے۔

جناب سپیکر! آبپاشی اور بحالی اراضی کے شعبوں کے لیے 170 کروڑ 91 لاکھ روپے خرچ گئے ہیں جس میں سے 22 کروڑ روپے ٹیوب ویلوں کی تنصیب پر خرچ ہوں گے۔ جناب سپ میرا حلقہ انتخاب پنج کمٹہ نامی جو کہ ہمارا آبائی علاقہ ہے۔ وہ علاقہ دریائے فیروز سے سیراب کرتے تھے۔ وہاں پر محکمہ سمال ڈیمز نے خان پور نامی ڈیم بنا کر ہمارے اس علاقے کو غیر آباد ہے۔ اس سے پہلے بھی اور پچھلے دور میں بھی کئی دفعہ تحریک التوائے کار پیش کر چکا ہوں۔ کئی دفعہ ذاتی طور پر وزیر آبپاشی کو بھی مل چکا ہوں۔ کئی دفعہ متعلقہ محکمے کے لوگوں کو معائنہ کرا چکا ہوں۔ ہمارے ہزاروں ایکڑ کے باغات تباہ ہو رہے ہیں اور ایسا صرف محکمہ آبپاشی کی نا پلاننگ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ وزیر آبپاشی اگر توجہ سے میری بات سنیں تو 170 کروڑ 91 روپے میں سے اس علاقے کے لیے بھی کچھ نہ کچھ فنڈ مختص کیے جائیں۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں پسماندہ علاقوں کی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کی بات کی گئی اور یہ کہا گیا ہے کہ علاقہ پوٹھوہار کے ترقیاتی ادارے کو فعال بنایا جائے گا۔ جناب سپیکر! ہ بدقسمتی ہے کہ باقی تمام ڈویلپمنٹ اتھارٹیز ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی' لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی' کوٹا ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے اس بجٹ میں معقول رقم مختص کی گئی ہے اور ہماری پوٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی جس کا اعلان وزیراعلیٰ نے پنڈی گھیب کے مقام پر کیا تھا اور ساتھ ہی یہ فرمایا تھا کہ اس سال اس ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے 2 کروڑ روپیہ دیا جائے گا لیکن ہماری بد ہے کہ اس علاقہ سے آئی جے آئی کا امیدوار کامیاب نہیں ہوسکا اور معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا میاں صاحب اس بات کا بدلہ ہماری اتھارٹی کو فنڈ نہ دے کر لے رہے ہیں۔ میں گزارش کر جس ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے اس سال بجٹ میں رقم مختص کی گئی ہے اسی طرح میاں ص نے جو وہاں کے عوام کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ وہاں کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ڈویلپ اتھارٹی کے لیے بھی کچھ نہ کچھ گرانٹ کا لازمی اعلان کیا جائے۔

جناب سپیکر! بارانی علاقوں کی ترقی کے لیے اس بجٹ میں 121 کروڑ 25 لاکھ روپے مختص گئے ہیں۔ ساتھ ہی power rigs کے ذریعے کھودے گئے ٹیوب ویلوں میں خشک نکلنے کنوئیں پر کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ ہم ان کی اس تجویز اور بجٹ میں رکھی گئی provision

سراہتے ہیں اور ساتھ میں گزارش کرتا ہوں کہ ہمارا علاقہ جو کہ بارانی علاقہ ہے.....

ایک معزز رکن: یہ ہمارے سابق مسلم لیگی بھائی کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب ہماری طرف آنا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے اور امید ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مل جائیں گے۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں ان کی اور اس معزز ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں کبھی بھی مسلم لیگی نہیں رہا اور آئندہ بھی انشاء اللہ مسلم لیگ میں شامل نہیں ہوں گا آپ مطمئن رہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! تنقید برائے تنقید والی بات میں نہیں کرنا چاہتا۔ تعمیری بات کو ہم سراہتے ہیں۔ ساتھ اس کے میں اپنی ایک تجویز بھی پیش کرتا ہوں۔ میرے بارانی علاقہ میں جہاں زیر زمین میٹھا پانی موجود ہے۔ وزیر آبپاشی میری بات توجہ سے نہیں سن رہے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ یہ بارانی علاقے کا مسئلہ ہے۔ آپ نے بارانی علاقے کی ترقی کے لیے 121 کروڑ 25 لاکھ روپیہ مختص کیا ہے۔ ساتھ ہی power rigs کے ذریعہ جو ٹیوب ویل کھودے جائیں گے اس پر آپ نے سب سڈی دی ہے کہ جو کنوئیں خشک نکلیں گے ان سے کوئی پیسہ نہیں لیا جائے گا۔ آپ کے اس اقدام کو ہم ایک اچھا اقدام تصور کرتے ہیں۔ ہم اس کو سراہتے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمارے بارانی علاقہ میں دریائے سوان کے ساتھ اور دریائے ہرو کے ساتھ واپڈا کے ہائیڈرولوجی ڈیپارٹمنٹ نے ٹرائل بور کیے ہیں وہاں ان ٹرائل بور کے رزلٹ کے مطابق وافر میٹھا پانی موجود ہے۔ میری وزیر آبپاشی سے یہ گزارش ہے کہ ہمارے ان علاقوں میں جہاں واپڈا کی hydrology deptt کی رپورٹ کے مطابق زیر زمین میٹھا پانی وافر مقدار میں موجود ہے ان علاقوں میں محکمہ ایریگیشن زمینداروں کو آسان شرائط پر ٹیوب لگا کر دے۔ یہ میری مودبانہ التماس ہے اور مجھے امید ہے کہ وزیر آبپاشی اس پر لازمی غور فرمائیں گے۔

جناب سپیکر! زمینداروں کی فلاح و بہبود کے لیے چھوٹے بندوں کی تعمیر پر جو 10 ہزار روپے کی گرانٹ کا اعلان کیا گیا ہے میں اس کا بھی خیر مقدم کرتا ہوں اور ساتھ ہی اس کے متعلق بھی میری ایک تجویز ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی یہ سمجھیں گے کہ یہ نہایت ہی ایک معقول تجویز

ہے۔ ہمارے علاقہ میں تعمیر کردہ منی ڈیم پر حکومت پنجاب 75% تک سبسڈی دیتی تھی 25 فیصد زمینداروں کو ذاتی خرچ کرنا پڑتا تھا اور 75 فیصد حکومت پنجاب سبسڈی دیتی تھی جو کہ موجودہ حکومت نے کم کر کے 50 فیصدی کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ سابقہ سبسڈی جو کہ 75 فیصد تھی اسے بحال کیا جائے۔

جناب سپیکر میں انہی تجاویز کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور اپنی تقریر ایک شعر پر ختم کروں گا۔

اپنا بھی یہ شیوہ ہے جلاتے ہیں اندھیروں میں چراغ
ان کی تو یہ ضد ہے کہ رہے زمانے میں یونہی رات

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! مجھے تقریر کا موقع دیا جائے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب کو میں وقت دے دوں گا لیکن اگلی کارروائی کے روز ڈاکٹر صاحبہ نے آج اس چیئر پر بیٹھ کر فیصلہ کیا آج اس فیصلے کی پابندی مجھ پر لازم ہے۔ انشاء اللہ اگلے کارروائی کے روز میں آپ کو وقت دوں گا۔ چودھری خادم حسین۔

ایک معزز ممبر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ نوابزادہ صاحب کو زاید ٹائم دے رہے ہیں۔ ہم اس پر احتجاج کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب نے ٹائم لینے کے لیے جتنے پاپڑ بیلے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔

(نعرہائے تحسین) قہقہہ

چودھری خادم حسین: نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موجودہ اور آنے والے سال کے میزانیے پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر! کسی حکومت کا بجٹ اس کی اقتصادی و سیاسی پالیسیوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مسائل کے حل کے لیے ہر حکومت کی اپنی سوچ اور انداز فکر ہو ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر حکومت ایسا بجٹ پیش کرے کہ جس سے ہر آدمی کو خوش کیا سکے۔ حکومت پنجاب کا میزانیہ 90-1989ء پیش کرنے پر میں وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کر ہوں۔ کیونکہ انہوں نے نامساعد حالات کے باوجود اتنا احسن بجٹ قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔ ا

کا ثبوت یہ ہے کہ یہ تنقید برائے تنقید کی بات نہیں۔ میں یہ بات برملا عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ پنجاب بھر سے کسی بھی طبقے سے کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی کہ اس بجٹ کو ناپسند کیا گیا ہو یا بجٹ عوام کے لیے صحیح نہ ہو۔ ایسے حالات میں جب کہ ایک طرف وفاقی حکومت اقتصادی طور پر صوبے کو مفلوج اور سیاسی طور پر غیر مستحکم کرنے میں ہمہ وقت کوشاں ہو' میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد نواز شریف اور وزیر خزانہ کے حسن تدبر اور بے انتہا استقلال کو سلام کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ بجٹ ایک پختہ سیاسی و اقتصادی سوچ کا غماز ہے۔ بجٹ میں مختلف شعبوں کے لیے مختلف فنڈ حکومت پنجاب کی ترجیحات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ کسی حکومت کے لیے سب سے بڑا مسئلہ اس صوبے میں عوام کے لیے تعلیم کا ہوتا ہے۔ کل بجٹ کا 26.42 فیصد حصہ غیر ترقیاتی مد میں رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ وزیر خزانہ نے فرمایا تھا کہ ترقیاتی منصوبے آگے چل کر غیر ترقیاتی بن جاتے ہیں۔ لیکن غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافے کی رفتار درحقیقت ترقیاتی عمل کی تیز رفتاری کی عکاسی ہے۔ اس لحاظ سے تعلیم کے شعبے میں بہتر سہولتیں اور اساتذہ فراہم کرنا حکومت کا اولین فرض ہے۔ اسی طرح صحت کو لیجئے۔ اس کے لیے میزانیہ کا 7.62% حصہ رکھا گیا ہے۔ ہسپتالوں اور عملہ' اعلیٰ آلات اور ادویات فراہم کرنے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ امن عامہ کی مد میں 6.54% یعنی 174 کروڑ 92 لاکھ روپے تجویز کیے گئے ہیں۔ اسی طرح شعبہ آبپاشی و زرعی ترقیاتی مقاصد کے لیے 170 کروڑ 91 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہاں میں اپنی حکومت کی خدمت میں یہ عرض کرتا چلوں کہ دوسرے شعبوں کی نسبت خصوصاً" امن عامہ کے لیے رکھی گئی رقم کی نسبت زرعی شعبے میں رقم قدرے کم ہے۔ اس لیے میں اپنی طرف سے تجویز پیش کروں گا کہ صوبے کی 85 فیصد آبادی کو مدنظر رکھتے ہوئے شہروں کے غیر ضروری اخراجات کو کم کر کے اس مد میں اضافہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! اب میں ترقیاتی شعبے کی طرف آتا ہوں۔ ترقیاتی پروگرام کو "تعمیر وطن" کا نام دینا ہی صوبائی حکومت کی حب الوطنی اور اخلاص نیت کا پتا دیتا ہے۔ جناب والا! اگرچہ مرکزی حکومت نے صوبائی حکومت کے مطالبے کے باوجود ترقیاتی مد میں 664 کروڑ 85 لاکھ روپے دیے ہیں جو گزشتہ سال کی نسبت بہت معمولی اضافہ ہے۔ اگر افراط زر کی شرح کو مدنظر رکھا جائے تو پچھلے سال سے اس سال کی رقم بہت ہی کم ہے۔ اس کے باوجود صوبائی حکومت نے تعمیر وطن کے لیے

810 کروڑ روپے مختص کیے ہیں جو گزشتہ سال سے 8% زاید ہیں۔ انشاء اللہ یہ کمی بھی صوبہ اپنے وسائل سے پوری کرے گا۔ بجلی کی فراہمی کے لیے 2 کروڑ 6 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے سوا بارہ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ بارانی علاقوں کے لیے 121 کروڑ 25 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جمہوریت کے بنیادی ادارے آج تک نظر انداز ہوتے رہے ہیں۔ کسی بھی دور میں ان پر خاطر خواہ غور نہیں کیا گیا۔ اس سال 135 کروڑ روپے امداد کرنے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ صحت کے لیے 130 کروڑ روپے۔ اگر ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھا جائے تو جس طرح موجود حالات میں حکومت پنجاب نے بجٹ بنایا ہے وہ واقعی قابل رشک ہے اور میں دوبارہ انہیں مبارک باد کا حق دار سمجھتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) چونکہ بجٹ پر اس سے پہلے بھی بڑی باتیں ہوئی ہیں اور حزب اختلاف کی طرف سے کوئی خاص تنقید یا کوئی خاص مسئلہ زیر بحث نہیں لایا گیا۔ کچھ مقررین نے صرف بڑی دھواں دھار تقریروں سے اس ایوان کو محظوظ کیا۔ ان کا انداز اپنا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اپنی پارٹی کو سمندر کا خطاب دیا۔ یہاں بڑے بڑے شعر بھی بولے گئے۔ مجھے بھی ایک شعر یاد آگیا ہے۔

آنکھ رکھتا ہے تو دریا کی طغیانی کو نہ دیکھ
ہم نے بہت دریاؤں کو چڑھ چڑھ کر اترتے دیکھا ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! انہوں نے بجٹ کی بحث میں جو سب سے بڑا موضوع رکھا ہے۔ وہ جنرل ضیاء الحق' جناب محمد نواز شریف' اتفاق فاؤنڈری ہے۔ میاں نواز شریف اور اتفاق فاؤنڈری کے متعلق میرے بہت سے دوستوں نے باتیں کی ہیں۔ اب میں اس کو زیر بحث نہیں لاؤں گا لیکن جنرل ضیاء الحق خواہ وہ "مرد حق" تھے' خواہ ان کے بقول وہ ظالم تھے' وہ آمر تھے۔ میں بقول ان کے اس چیز کو تسلیم کرتا ہوں لیکن جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اپنے اپوزیشن کی طرف بیٹھے ہوئے بھائیوں سے سوال کرتا ہوں کہ اس ڈکٹیٹر کی' اس آمر کی' اس ضیاء الحق کی آبیاری کس نے کی تھی؟ مجھے یہ بتائیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ چھ سات نمبر کراس کر کے ضیاء الحق کو سی این سی بنانے والا کون تھا؟ اور اس کا نام کیا تھا؟ اگر وہ نہیں جانتے تو میں بتاتا ہوں کہ وہ کون تھے۔ جناب والا! وہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے۔ جنہوں نے چھ سات

نمبر کراس کر کے انہیں سی این سی بنایا تو اگر وہ ڈکٹیٹر تھے' آمر تھے تو ہمیں کیا کہتے ہیں؟ یہ اپنے پاپا سے پوچھیں۔ یہ اپنے قائد سے پوچھیں یہ ہم سے کیوں پوچھتے ہیں کہ وہ ڈکٹیٹر تھا۔ اگر ڈکٹیٹر کی آبیاری کی تو انہوں نے کی۔ جہاں تک دونوں کا تعلق ہے' جس طرح میرے ایک دوست نے کہا تھا' ہم دونوں کے متعلق یہ کہیں گے۔ میں اپنی بات بتاتا ہوں کہ ہم دونوں کو پسند نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ایک وطن کا قاتل تھا' دوسرا اسمبلیوں کا قاتل تھا۔ ایک نے وطن کو توڑا' ایک نے اسمبلیوں کو توڑا۔ یعنی اس تربیت اور اس ماحول کا ایک دوسرے پر اثر تھا کہ ایک نے پاکستان توڑ دیا اور دوسرے نے اسمبلیاں توڑ دیں۔ اس لیے حزب اختلاف سے میں یہی عرض کروں گا کہ یہ ہم سے نہ پوچھیں' اپنی ہائی کمان سے پوچھیں کہ ذوالفقار علی بھٹو نے ضیاء الحق کو سی این سی کیوں بنا دیا تھا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: آپ کا نام لکھا جائے گا۔ میاں شہباز شریف اس لیے آپ کی تقریر سننے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔

چودھری خادم حسین: جناب والا! ایک بات انہوں نے "باقیات" کی شروع کر رکھی ہے۔ چونکہ نوابزادہ صاحب اٹھ کھڑے ہیں' میں تھوڑا سا باقیات کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ جنرل ضیاء الحق کی باقیات۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' بجٹ پر آپ بات کرنا چاہیں گے؟

چودھری خادم حسین: بجٹ پر تو باتیں بہت ہو چکی ہیں۔ میں اب ان کے جواب دینا چاہتا ہوں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر آج میرے بھائی چودھری خادم حسین کو دو بجے تک باتیں کرنے دیں۔ کیونکہ آج میاں شہباز شریف موجود ہیں اور میں نے ان سے گزارش کی ہے کہ اتنی اچھی پرفارمنس (performance) ایک دو منٹوں کے سوا کسی کی نہیں۔ تو چودھری خادم حسین میں کیا کمی ہے؟ انہیں وزیر کیوں نہیں بنایا جا سکتا؟

چودھری خادم حسین: میں نوابزادہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' آپ بات کر چکے؟

چودھری خادم حسین: میں اب بجٹ پر بھی آؤں گا۔ میں باقیات کی بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

چودھری غلام حسین: پانچ دس منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں' ایک سپیکر ہے' ایک سپیکر کو میں دو بجے تک لانا چاہتا ہوں۔ مہربانی' شکریہ وقت ختم ہو گیا ہے۔

چودھری غلام حسین: میں نے تو ابھی بجٹ میں اپنے علاقے کے مسائل بیان کرنے تھے۔

جناب سپیکر: آپ نے وقت ادھر ادھر کی باتوں میں ختم کر دیا ہے۔

چودھری غلام حسین: انہیں کل وقت دے دیں۔ یہاں تو تیس تیس' پینتیس پینتیس منٹ تقریریں ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ اپنے علاقے کے مسائل ایک منٹ میں بیان کر لیں۔

چودھری غلام حسین: اصل تو میں باقیات پر بات کرنا چاہتا تھا باقیات تو تمام انہوں نے قبول کر لی ہے۔ ہمارے پاس تو باقیات نہیں ہیں۔ ان کا کوئی ممبر بنا ہوا ہے۔ ان کا کوئی ایڈمنسٹریٹر بنا ہوا ہے۔ کسی کا بھائی یہاں ممبر بیٹھا ہوا ہے۔ ہمارے پاس جنرل ضیاء الحق کی بات کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہم تو پہلے بھی الیکشن اپنی حیثیت سے لڑے تھے اور اب بھی اپنی حیثیت سے لڑے ہیں۔ جناب والا! میں اپنے علاقے کی طرف آتا ہوں ہمارے علاقے میں صرف "محکمہ آباد کام کر رہا ہے اور تحصیل سوہاوہ میں کام کر رہا ہے۔ پنڈ دادنخان اور ضلع جہلم بھی اسی طرح پہاڑی علاقہ ہے لہٰذا محکمہ آباد کو پورے ضلع میں کام کرنے کے احکامات جاری کیے جائیں۔ اسی طرح ہمارے علاقے کے مسائل ہیں۔ ایک سیم نالہ جس کے متعلق میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا۔ ابھی تک اس کا کوئی انتظام نہیں ہوا۔ پتن کھیریاں پل جس کے لیے آزاد کشمیر حکومت نصف خرچ دینے کے لیے تیار ہے اور اگر باقی نصف پنجاب حکومت دے دے تو ہم نصف دینے کے لیے تیار ہیں۔ جناب والا! میں وزیراعلیٰ اور وزیر خزانہ سے عرض کروں گا کہ اس پل کی اسی سال کسی طریقے سے منظوری دی جائے۔ وہ بڑا اہم پل ہے یہ پل آزاد کشمیر اور پنجاب کو منسلک کرتا ہے اور اس سے کم از کم 20 میل کا فاصلہ کم ہو جاتا ہے۔ چونکہ وقت تھوڑا ہے۔ اس لیے میں اب اجازت چاہتا ہوں پھر کبھی موقع ملا تو بات کریں گے۔

جناب سپیکر: سید ذاکر حسین شاہ۔

سید ذاکر حسین شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ جو پیش کیا گیا حزب اقتدار کے بیشتر معزز ارکان نے اسے ایک انقلابی بجٹ قرار دیا ہے۔ اگر اس بجٹ کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا جائے تو ہم اسے اسلوب کے اعتبار سے وفاق گریز بجٹ کہیں گے۔ اہمیت کے اعتبار سے یہ رجعت پسندانہ بجٹ ہے اور مقصد کے اعتبار سے یہ ایک (Stereo type traditional budget) ہے۔ اس میں کون سی انقلابی بات کی گئی ہے۔ اس کا آپ جائزہ لیں مجھے تو یہ پاکستان دشمن مفکر مارزن تھاؤ یاد آ جاتا ہے۔ جس نے کہا تھا پاکستان نہ ایک ملک ہے اور نہ پاکستانی ایک قوم۔ شیخ مجیب الرحمان نے کہا تھا کہ خوشحال دیش بنگلہ دیش۔ جی ایم سید نے کہا تھا خود مختار دیش سندھو دیش اور نواز شریف نے کہا ہے کہ اب پنجاب کی فکر نہ کریں یہ اس اعتبار سے اور آپ بجٹ کو دیکھیں تو اس بجٹ میں بھی وفاقی حکومت پر تنقید کی گئی ہے اور یہ انوکھی روایت قائم کی گئی ہے۔ صوبائی بجٹ میں مرکزی حکومت پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ لیکن ہم بتا دیں کہ وفاق گریز پالیسی اس ملک میں پیپلز پارٹی نہیں چلنے دے گی اور کسی کو ملکی سالمیت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ کس طرح کا انقلابی بجٹ ہے؟ کیا انہوں نے کوئی نیا ٹیکس لگایا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ انقلابی بجٹ ہے۔ یہ سرمایہ داروں کی بڑی بڑی کوٹھیوں کو ٹیکس لگاتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ یہ ایک انقلابی بجٹ ہے۔ اگر یہ بڑی بڑی جاگیروں پر زرعی ٹیکس لگاتے تو جناب سپیکر پنجاب میں ریونیو بڑھانے کا یہ سنہری موقع تھا کہ زراعت کی آمدنی پر ٹیکس لگایا جاتا۔ اس دور میں Federal system کو مضبوط کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر آپ کو معلوم ہے 1964ء میں فیڈرل ٹیکسیشن اور ٹیرف کمیشن نے ایک تجویز دی تھی' صوبائی لینڈ ریونیو اور صوبائی انکم ٹیکس کو فیڈرل انکم ٹیکس میں مدغم کر دیا جائے۔ لیکن اس وقت مغربی پاکستان ون یونٹ حکومت نے یہ تجویز نہیں مانی اور جنوری 1977ء میں جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید نے پروڈیوس یونٹ کی بنیاد پر براہ راست زراعت پر ایگریکلچر ٹیکس لگایا تھا لیکن ابھی اس پر عملدرآمد کا مرحلہ نہیں آیا کہ مارشل لاء لگ گیا اور 1979ء میں ایک انکم ٹیکس کا نیا ضابطہ مارشل لاء کے تحت جاری کیا گیا۔ جس میں زراعت کی آمدنی پر ٹیکس کو اس فیڈرل ٹیکسوں سے خارج کر دیا گیا۔ اس لیے آج مرکزی حکومت نے کہا ہے۔ صوبائی حکومت اپنے اپنے صوبوں میں زراعت کی آمدنی پر ٹیکس لگائے۔ جناب سپیکر! جب تک زراعت کی آمدنی پر ٹیکس نہیں لگے گا پنجاب کی معیشت کو استحکام حاصل نہیں ہوگا۔ اگر

آپ پنجاب کی معیشت کو مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو جاگیردارو
پر ٹیکس لگانا پڑے گا اور جب تک جاگیرداروں پر ٹیکس نہیں لگے گا۔ اس وقت تک زر
اصلاحات پر عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ جب ٹیکس لگے گا تو انکم ٹیکس والے جائیداد کی چھان
کریں گے۔ آپ بھی شاید اس زد میں آ رہے ہیں اس لیے مسکرا رہے ہیں۔ تو وہ چھان بین کر
گے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: آپ اپنے ڈپٹی لیڈر آف اپوزیشن سے پوچھیں کہ ٹیکس
چاہیے۔ جناب سپیکر! میں ڈپٹی لیڈر آف اپوزیشن سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا پنجاب میں زر
ٹیکس ہونا چاہیے؟

(شور شور) (interruption)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ جناب نوابزادہ غضنفر
گل جب کوئی بات کہنا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے دائیں بائیں دیکھنا چاہیے۔ ابھی وہ جاگیردارو
ذکر کر رہے ہیں اور وہ دائیں بائیں جاگیردار لیے بیٹھے ہیں۔ (قطع کلامیاں) جناب والا! تھوڑی
پہلے یہ واک آؤٹ کر کے چلے گئے تھے۔ یہ اس ہاؤس میں بیٹھتے ہیں۔ میرا حق بنتا ہے کہ میں
بات کروں کہ یہ خواہ مخواہ ہی شیلا سے روٹھ کر چلے گئے تھے تو میں جناب ان کی خدمت
عرض کرنا چاہتی ہوں کہ یہ پھر خود بخود آ گئے ہیں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ۔

جب روٹھ کر گیا ہے تو مت آ کہ مجھ سے یوں
منظر تیری شکست کا دیکھا نہ جائے گا
(نعرہ ہائے تحسین)

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! عرض کرتا ہوں۔

مجھ سے نہ تم ملو تو یہ منظور ہے مجھے
پہلو میں تجھ کو غیر کے دیکھا نہ جائے گا

جناب والا! میں انہیں میاں شہباز شریف کے پہلو میں نہیں دیکھ سکتا۔

(قطع کلامیاں)

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! یہ تھوڑی دیر پہلے جس قسم کی تقریر کر رہے تھے ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ۔

اگر اپنا کہا تم، آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے

جناب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ۔

اور سمجھ سمجھ کے جو نہ سمجھے
میری سمجھ میں وہ نا سمجھ ہے

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن: اگر اب بھی تم نہ سمجھو ـــــ پھر تم سے خدا سمجھے۔

جناب مجتبیٰ حیدر شیرازی: جناب سپیکر! رولنگ میں یہ بھی واضح فرمایے کہ اس طور پر تبادلہ خیال کے لیے موزوں ترین مقام کون سا ہے؟

جناب سپیکر: شیرازی صاحب! میں آپ کو عرض کیے دیتا ہوں کہ خوبصورت باتوں پر رولنگ کی ضرورت نہیں ہوتی (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ شاہ صاحب! ایسا کرتے ہیں کہ اگلے روز آپ سے شروع کریں گے ہفتے کے روز اجلاس شام کے ٹائم کے لیے طے ہوا ہے۔ لیکن اگر آپ چاہیں کہ صبح بھی ہو تو ہفتے کو میں صبح و شام کو سیشن کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر آپ نہیں چاہتے کہ ہفتے کو دو سیشن ہوں تو یہ پھر اگر کوئی صاحبان اظہار خیال سے رہ جائیں تو گلہ مت کیجیے

سردار شوکت حسین مزاری: جناب والا! ایک دن اور بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: دن اب نہیں بڑھ سکے گا۔ اب یہ جو شیڈول طے ہو گیا ہے اس میں اب دن کا اضافہ نہیں ہو سکے گا۔ اس میں ہم صبح و شام دو سیشن کر سکتے ہیں۔

چوہدری محمد وصی ظفر: جناب والا! آپ کو اختیار ہے بغیر پوچھے جیسے مرضی سیشن کا ٹائم مقرر کریں۔ معززین پورے ہونے چاہییں۔ اگر جناب چاہتے ہیں کہ صبح و شام کی نشست کی ضرورت ہے تو صبح و شام کے لیے حکم فرمائیں ہم حاضر ہیں۔

جناب سپیکر: اتوار کو ہم دو نشستیں کر لیں گے۔ اتوار کو آخری دن ہے اس لیے اتوار صبح

وشام دو نشستیں کرلیں گے۔ تو ہفتے کو پھر ایک ہی رہنے دیں؟

آوازیں: جی ہاں۔

جناب سپیکر: اس میں یہ ہے کہ تین دن ووٹنگ ہے جو صاحبان رہ گئے وہ ووٹنگ میں بھی اظہار خیال کر سکتے ہیں۔ شلہ صاحب! ہفتے کو پھر آپ دوبارہ شروع کریں گے۔ یعنی ہفتے کو بحث آپ سے شروع کریں گے۔ ہفتے کو پانچ بجے شام کا اجلاس ہوگا۔ تو ہفتے کو پانچ بجے تک لیے ہاؤس ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس

ہفتہ 17- جون 1989ء

(شنبہ' 12- ذیقعد 1409ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 5 بج کر 58 منٹ پر منعقد ہوا۔
جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

سورہ عنکبوت آیت 55 تا 62

اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بڑی کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ پھر تم ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انہیں ہم جنت کے بالا خانوں میں ٹھہرائیں گے جن میں نہریں رواں ہوں گی۔ وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نیک کام کرنے والوں کا کتنا عمدہ صلہ ہے۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ کتنے ہی زمین پر چلنے والے ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دیتا ہے۔ وہ سب باتیں سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے حبیبؐ اگر آپ ان سے زمین و آسمان کی تخلیق' شمس و قمر کی تسخیر کے بارے میں پوچھیں تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر وہ کہاں توحید سے پھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ فرما دیتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

مسئلہ استحقاق

وفاقی وزارت بلدیات کی طرف سے صوبائی حکومت کے زیر انتظام منتخب بلدیاتی و ترقیاتی اداروں کو غیر مؤثر اور ختم کرنے کی کوشش

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! کئی روز سے تحریک استحقاق پر بحث چل رہی ہے۔ پیپلز ورکس پروگرام کے متعلق میری بھی ایک تحریک استحقاق ہے' فنی اور موضوع کے لحاظ سے ایک جیسی تحریک استحقاق ہے۔ بلکہ میں نے دو تحاریک استحقاق جناب کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں انہیں اپنی باری سے پہلے پڑھ دوں۔ میں شارٹ سٹیٹمنٹ بھی نہیں دوں گا۔ تاکہ اس تحریک استحقاق کے ساتھ میری تحریک استحقاق کا بھی فیصلہ ہو جائے۔

جناب سپیکر: آپ نے اپنی تحریک استحقاق اسمبلی سیکرٹریٹ کو دے دی ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جی ہاں! جناب والا! لیکن چونکہ وہ اپنی باری پر تاخیر سے آئے گی۔ چونکہ وہ ملتی جلتی ہے اس میں وہی نکات اور وہی مسائل شامل ہیں۔

جناب سپیکر: میں اس کو دیکھ لیتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: ہیں بھی بڑی مختصر پانچ پانچ چھ چھ لائن کی ہیں۔ آپ مجھے صرف پڑھنے کی اجازت فرما دیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں اس کو دیکھ لوں پھر اس پر فیصلہ دوں گا کہ اب میں آپ کو Out of turn پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اس میں میری پیپلز ورکس پروگرام کے بارے میں صرف گزارش اتنی ہے کہ -------

جناب سپیکر: آپ نے تو پڑھنی شروع کر دی۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں وہ نہیں پڑھ رہا' میں زبانی عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: مجھے پہلے اسے دیکھ لینے دیں۔ آپ کی تحریک استحقاق ہمارے پاس آ گئی ہے۔ اب آپ چاہتے ہیں کہ اسے Out of turn پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اس لیے کہ وہ اس تحریک استحقاق کے عین مطابق اور وہی

مسائل اس میں شامل ہیں۔

جناب سپیکر: جی! میں سمجھ گیا ہوں۔ مجھے اس کو دیکھ لینے دیجئے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں نے یہ گزارش بھی کی تھی کہ سپیکر صاحب کو پیش کر دیں۔

جناب سپیکر: میں اس کو دیکھ لوں پھر فیصلہ کر دوں گا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! ایک اور مسئلہ جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ایم پی اے صاحبان جس میں شاید میں بھی شامل ہوں۔ گاڑیوں پر ایم پی اے کی نیم پلیٹ لگائے پھرتے ہیں۔ جناب والا! آپ کے پاس ایک چٹھی بھی آئی تھی کہ ایم پی اے کی نیم پلیٹ اس وقت لگائی جائے جب ایم پی اے خود اس میں بیٹھا ہو اور جب ایم پی اے نہ بیٹھا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر ڈھانپ دیا جائے۔ جناب والا! نہ صرف اس گاڑی کو ایک ڈرائیور تک لیے پھرتا ہے کہ یہ ایم پی اے کی گاڑی ہے بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ایک ایم پی اے کی اگر سات گاڑیاں ہیں تو سب پر نیم پلیٹ لگی ہوئی ہے۔ جو گاؤں میں چل رہی ہیں۔ ان پر علیحدہ جو شہر میں چل رہی ہیں ان پر علیحدہ۔ جو لاہور میں چل رہی ہیں ان پر علیحدہ اور ان کے جو عزیز چلا رہے ہیں وہ علیحدہ۔ ہر ایک پر ایم پی اے کی نیم پلیٹ لگی ہوئی ہے۔ اس طرح مختلف قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اس سے نہ صرف ہماری بلکہ تمام ایوان کی بے عزتی ہوتی ہے۔ جناب والا! اس بات کی سختی سے ہدایت جاری فرمائیں کہ ایم پی اے کی نیم پلیٹ تب ہی لگائی جائے جب ایم پی اے خود اس کار میں سوار ہو۔ جب وہ نہ بیٹھا ہو اس پلیٹ کو ڈھانپ دیا جائے۔ جس طرح کوئی وزیر اگر گاڑی میں نہ بیٹھا ہو تو جھنڈا نہیں لگ سکتا۔ اول تو میں سمجھتا ہوں کہ نیم پلیٹ لگانا کوئی استحقاق ہی نہیں ہے۔ اگر لگانی ہی ہے تو اس وقت لگائی جائے جب وہ بیٹھا ہو۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

ابھی ابھی کلام پاک کا جو ترجمہ ہوا ہے اس میں قاری صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ "جنت کے بالا خانوں میں" حقیقت میں جو ترجمہ ہے وہ یہ ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں "لفظ بالا خانہ" اچھے لفظوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ ترجمہ یہ ہونا چاہیے کہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں انہیں رکھا جائے گا۔

جناب سپیکر: ہاں مفہوم تو ایک ہی بنتا ہے۔ البتہ الفاظ کا فرق ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: کیونکہ لفظ بالا خانہ کا جنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! ترجمے میں عموماً جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ اعلیٰ درجات ہوتا ہے۔ کیونکہ بالا خانہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو پاکستان میں اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتی۔ تو اس کا مفہوم وہ نہیں نکلتا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے بالا خانوں کی جگہ اعلیٰ درجات لکھا اور پڑھا جائے۔

جناب والا! میری دوسری گزارش یہ ہے کہ جناب وصی ظفر صاحب نے جس تحریک استحقاق کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے ساتھ ملتی جلتی میری بھی ایک ہی مفہوم کی تحریک استحقاق ہے۔ جس کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ Out of turn پڑھی جائے۔ میری تحریک استحقاق اس سے بھی پہلے ہے اور اسی موضوع پر ہے۔ اگر ان کی تحریک استحقاق کو پیش کرنے کی اجازت دے دی جائے تو پھر میری تحریک استحقاق کو بھی لے لیا جائے۔ کیونکہ ان کی تحریک استحقاق اور میری تحاریک استحقاق جو پیپلز ورکس پروگرام کے بارے میں ہیں ان میں ایک ہی قسم کے نکات اٹھے ہیں۔ اس لیے براہ مہربانی اگر ان کو تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت دی جائے تو پھر مجھے بھی موقع ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق کو شروع کرتے ہیں۔ میاں محمود الحسن ڈار اس پر بات کر رہے تھے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! کلام پاک کے ترجمے کی تصحیح کر دی گئی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کی تصحیح کر لینی چاہیے کیونکہ یہ زیادہ بہتر الفاظ ہیں زیادہ بہتر معنی ہیں۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! میری تھوڑی سی تقریر رہتی ہے۔ میں اپنی تقریر سمیٹ لوں۔

جناب سپیکر: فرمائیں۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! پیپلز پروگرام کے متعلق میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے عوام کی فلاح و بہبود اور پچھلی حکومت کی کوتاہیوں سے عوام کو بچانے

کے لیے یہ پروگرام شروع کیا ہے۔ جناب والا! حدیث ہے کہ "جو چیز آپ خود اپنے لیے پسند کریں وہ دوسروں کے لیے بھی کریں"۔ جناب والا! اس ایوان میں جب میں نے Local bodies کے متعلق ایک سوال پوچھا تھا کہ ہماری فیصل آباد کارپوریشن کو پنجاب گورنمنٹ نے 1 کروڑ 48 لاکھ روپے دیے اور وہاں کے میئر نے اپنے حلقہ انتخاب میں جہاں سے اس نے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنا تھا۔ وہاں پر خرچ کیے۔ یہاں پر کچھ معزز اراکین نے کہا کہ وہ پھر فیصل آباد میں ہی خرچ ہوا ہے۔ جناب اگر آپ اسی بات کو ہی سامنے رکھیں تو پیپلز ورکس پروگرام کا پیسہ پنجاب میں ہی خرچ ہوتا ہے اور پنجاب گورنمنٹ کو بھی اس کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ معزز اراکین کو بھی اس کا فائدہ پہنچے گا۔ جن کے حلقے میں یہ پیسے خرچ کیے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے پیپلز ورکس پروگرام میں ہر مکتبہ فکر کو دعوت دی ہوئی ہے۔ ہر آدمی اس میں حصہ لے سکتا ہے۔ پروگرام کے مطابق اپنی ترجیحات دے سکتا ہے۔ اس میں کوئی پابندی نہیں۔ ہمارے عوامی نمائندے بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی اعتراف کرتے ہیں کہ پیپلز پروگرام ایک اچھا پروگرام ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ مرکزی حکومت کو اس میں ملوث نہیں ہونا چاہیے۔ پنجاب گورنمنٹ خود کرے ہم یہ اس لیے پنجاب گورنمنٹ کو نہیں دیتے کہ انہوں نے پہلے بھی ہماری نظر میں پنجاب میں کروڑوں روپے ضائع کیا ہے اور وہ صحیح طرح خرچ نہیں ہوئے۔ کیونکہ پانچ نکاتی پروگرام کے تحت جو رقم دی گئی تھی وہ فرد واحد کے لیے تھی۔ فرد واحد کو یہ روپیہ دے کر خود ہی یہ کہا کہ آپ ٹھیکیدار بن جائیں اور اپنی نگرانی میں یہ روپیہ خرچ کریں اور ان کو چیک کرنے والی کوئی ایجنسی موجود نہیں تھی۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے فاضل رکن نے جو یہ کہا ہے کہ یہ رقم پچھلے دور میں پنجاب اسمبلی کے ممبران کو ملی تھی۔ میں ان کی اطلاع کے لیے یہ بتانا چاہتی ہوں کہ رقم نہیں دی گئی تھی بلکہ ہم نے اپنے پروگرام دیے تھے اور ان پروگراموں کے لیے وہ رقم ملی تھی۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب والا! بات ایک ہی ہے۔ (قطع کلامیاں)۔ جناب سپیکر! میں اپنی بہن کا مشکور ہوں کہ انہوں نے یہ اقرار تو کیا کہ روپیہ ان کو ملا۔

(قطع کلامیاں)

اگر انہیں نہیں ملا تو ان کی وساطت سے خرچ ہوا ان کو اتنا اختیار تھا کہ یہ لوگ ٹھیکے داری بھی خود کرتے تھے اور خود ہی رقم کی ادائیگی بھی کرتے تھے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

میاں محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! پیپلز پروگرام کے تحت ممبران کو ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں۔ لیکن جناب پیپلز ورکس پروگرام میں ایسا کوئی اختیار نہیں' یہاں پر انہوں نے باقاعدہ آڈیٹر جنرل کے تحت آڈٹ کا بھی اختیار دیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک ایجنسی پاک پی ڈبلیو کی ہے۔ اس کے ماتحت یہ کام کیا جائے گا۔ باقاعدہ طور پر اخبارات میں ٹینڈر دیے جائیں گے۔ وہاں پر جو کامیاب ٹھیکے دار ہوگا اس کو ملیں گے' ایسا نہیں ہوگا کہ کسی سفارش پر اس کو ٹھیکہ دیا جائے گا۔ یا اس حلقے کا ایم پی اے یا ایم این اے خود بنائے گا۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ پنجاب حکومت خسارے کا بجٹ پیش کر رہی ہے' ان کو پی پی پی کا اور وفاقی حکومت کا مشکور ہونا چاہیے۔ آپ دیہاتوں میں جائیں' بچے دھوپ میں پڑھتے ہیں' سایہ نہیں' وہاں پر جا کر دیکھیں عمارت نہیں۔ وہاں پر پانی کا انتظام نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال کی بات کی تھی' چلو ہم نئے ہسپتال نہیں بناتے' لیکن جو ہسپتال بنے ہوئے وہاں پر ادویات نہیں' ان کو ادویات فراہم کریں۔ جہاں پر ڈاکٹرز نہیں' عمارت نہیں وہاں پر روپیہ خرچ کیا جا سکتا ہے' سکولوں کے لیے روپیہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ ہیلتھ سنٹروں کے لیے روپیہ خرچ کیا جا سکتا ہے اور جو ضروری سڑکوں پر روپیہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ جناب آپ اس پروگرام کے ساتھ تعاون کریں' بلکہ آپ خود اس میں حصہ لیں' اس کے اندر کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہیں' آپ آئیں اور اپنا باقاعدہ ایک پروگرام بنا کر ہمارے یہاں پر موجود ایڈمنسٹریٹر کو دیں' یہ آپ کا پورا پورا حق ہے' آپ دیکھیں گے کہ یہ پی پی پی کی حکومت پاکستان کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے روپیہ خرچ کرے گی۔ یہ نہیں کہ آپ مخالفت برائے مخالفت کریں' آپ خود سوچیں کہ یہ آپ کو ایک فاضل رقم دی جا رہی ہے تاکہ پنجاب کے عوام کی صحیح طریقے سے خدمت کی جائے' یہ نہیں کہ اس حلقہ انتخاب میں شکست ہوئی ہے تو اس میں خرچ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے علاقے میں بھی خرچ کیا جائے گا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارا وہ ساتھی شکست شدہ وہاں پر بیٹھا ہوا ہے تو آپ

خود اس علاقے میں آئیں اور آپ خود اس میں حصہ لے کر روپیہ لگوائیں' اور کھڑے ہو کر دیکھیں کہ کام صحیح ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا' آپ اس کو چیک کریں' اگر صحیح نہیں ہو رہا تو آپ فوراً تعینات ایڈمنسٹریٹر کو اطلاع دیں کہ جناب فلاں کام صحیح نہیں ہو رہا ہے' انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی ہر بات مانی جائے گی۔ میں آپ کا مشکور ہوں اور ان ہی الفاظ کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں اور ایک مرتبہ پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ کو پنجاب حکومت کو اس میں فراخ دلی سے حصہ لینا چاہیے۔ اور اس میں رکاوٹیں کھڑی نہیں کرنی چاہیے' ویسے بھی میں یہ بتا دوں کہ ایسی ویسی کوئی بھی رکاوٹ ہمارے ہاں حائل نہیں ہوگی' پی پی پی کا پیپلز ورکس پروگرام کامیاب ہوگا اور عوام اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ شکریہ' مہربانی۔

چودھری محمد وصی ظفر: میں جناب سے گزارش کرتا ہوں کہ پیپلز ورکس پروگرام کے بارے میں تحریک استحقاق آئی' اس پر بے شمار بحث ہو چکی بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اس پر بحث ہو چکی ہے اور جناب والا! اب آگے اس پر بحث کی اجازت نہیں دینی چاہیے' کیونکہ اس سے بھی زیادہ اہم تحاریک استحقاق آپ کے پاس پڑی ہوئی ہیں جو براہ راست اور بالواسطہ بھی ایوان کے ممبران سے متعلق ہیں۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ جناب نے پہلے وہ دیکھ لی ہوں گی کہ یہ جو دو تحاریک استحقاق پر ہم شارٹ سٹیٹمنٹ بھی نہیں دیتے' یہ صرف پڑھ دیتے ہیں تو جناب والا! ان پر تکنیکی فیصلہ اکٹھا ہی صادر فرمالیں' ہم اس کو شارٹ سٹیٹمنٹ کے لیے ڈیبیٹ بنا لیتے ہیں۔ میری گزارش ہوگی کہ ان کو پڑھ لینے کے بعد ان پر بحث بنتی ہے۔

جناب سپیکر: میں دیکھ کر فیصلہ دیتا ہوں۔ پہلے میں دیکھ لوں' ابھی تو میں دیکھ رہا ہوں اور ان کا نمبر کیا ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب یہ میں نے آج دی ہیں۔

جناب سپیکر: آج دی ہیں' میں دیکھ لیتا ہوں' ایک بات تو یہ ہے کہ یہ جو تحریک استحقاق پیپلز ورکس کے بارے میں ہیں ان پر کافی بحث ہو چکی ہے' اور آپ کا فرمانا ہے کہ آپ کے ممبرز اس پر مزید بات کرنا نہیں چاہتے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! نہ ہم کرتے ہیں اور نہ ہی ادھر سے کروائیں۔ عرض ہے کہ اس پر بحث بند کر دی جائے۔ اگر ادھر سے بحث ہوگی تو پھر ہمارے ممبرز بھی بحث کریں گے۔

جناب سپیکر: تو اس پر کون کون بحث کرنا چاہتے ہیں..... تو ملک صاحب بات کرنا چاہتے ہیں' سردار صاحب بات کرنا چاہتے ہیں' اور آپ کرنا چاہتے ہیں تو ہم ایسے کر لیتے ہیں کہ ادھر سے ملک شاہ محمود محسن بات کر لیتے ہیں اور ادھر سے بھی اس پر ایک صاحب بات کر لیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی ملک صاحب ارشاد فرمائیے۔

ملک شاہ محمد محسن: جناب والا! اس تحریک استحقاق کی Admissibility پر بات ہو رہی ہے کہ آیا یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں' اس لیے جناب والا! میں کوشش کروں گا کہ میری بحث کا دائرہ کار اس تک محدود رہے' جناب یہ جو تحریک استحقاق ہے اس کو آرٹیکل 55elaborate کرتی ہے آرٹیکل 55 کا سب ون ہے .....

Rule 55 (i) the question shall relate to a privilege granted by the Constitution, any law or rules made under any law;"

That is the only provision which regulates the privilege motion.

جناب والا! اس بارے میں میں عرض کروں گا کہ اس بات کو حزب اقتدار کی طرف سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ پیپلز پروگرام پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں' ہمیں اگر اعتراض ہے تو اس کی Implementation کے طریق کار پر اعتراض ہے اور یہ بھی کسی نے نہیں کہا کہ وفاقی حکومت کو پیپلز پروگرام جاری کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ اس لحاظ سے ہم یہ مانتے ہیں کہ پیپلز پروگرام کو جاری کرنے کے اختیارات وفاقی حکومت کو ہیں' اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ وفاقی حکومت کو اختیار آئین کے دائرے کے اندر اندر ہے' اس لیے ان کے اپنے مؤقف کے پیش نظر بھی آئین کی کوئی Violation نہیں ہو رہی' اب انکی implementation کی بات رہ جاتی ہے تو جناب والا! میں اس بارے میں عرض کروں گا کہ آئین کے آرٹیکل 138 کے مطابق یہ وفاقی حکومت پر obligation ڈالتی ہے۔ جناب والا! میں نے ایک آرٹیکل کا حوالہ دیا ہے۔ جناب نوٹ کر لیں۔ آئین کے آرٹیکل 138 میں یہ وفاقی حکومت پہ obligation ڈالتی ہے کہ وہ بنیادی بات صحت اور تعلیم کے بارے میں اور اس طرح کی دیگر ضرورتوں کے بارے میں مہیا کرے' اس لیے آرٹیکل 138 کے تحت یہ وفاقی حکومت کی obligation بن جاتی ہے کہ جہاں پر جس چیز کی کمی ہو' خواہ

کسی بھی صوبے میں ہو خواہ وفاقی حکومت کے حصے کے علاقے پر ہو' تو وہاں پر وفاقی حکومت اس بات کی پابند ہے کہ وہ اس کمی کو پورا کرے۔ اس لیے آرٹیکل 138 کے تحت' میرا یہ فرض بن جاتا ہے اور اس فرض کو پورا کرنے کے لیے پیپلز پروگرام کا ایک حصہ ہے' اس کے عمل کا ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ جناب! میں آپ کی توجہ آرٹیکل 141 سے لے کر 160 تک مبذول کراؤں گا' اس میں صوبوں اور فیڈریشن کے اختیارات اور باقی جتنے ان کے دائرہ کار کے بارے میں وضاحتیں کی گئی ہیں' کسی بھی آرٹیکل میں یہ شکل' یہ چیز نظر نہیں آتی کہ کہیں بھی صوبے کی رائے اس میں حاوی ہوگی۔ اس لیے جناب والا! آئین کے تحت اس کی کوئی Violation نہیں۔ میں اس کی تشریح نہیں کرتا کیونکہ میں نے حوالہ دیا ہے تاکہ وقت کم سے کم لیا جائے۔ جناب والا! اس کے ساتھ میں ایک مثال پیش کروں گا کہ جیسے واپڈا' ریلوے' سوئی گیس یا کوئی اور وفاقی حکومت کا محکمہ ہے' اول تو جتنی سکیمیں ہیں' ریلوے کی لائنوں کا بچھانا' سوئی گیس کی لائنیں دینا' وہ پنجاب میں یا کسی بھی صوبے میں کیوں نہ ہوں۔ عملہ جو وفاقی حکومت کا ہی کام کر رہا ہوتا ہے ان کے ہی چیئرمین اور ممبرز' ایس ڈی او وغیرہ ہی ریلوے کی لائنیں بچھا رہے ہوتے ہیں۔ خواہ کسی بھی صوبے میں بچھا رہے ہوں' اس کے علاوہ جناب میں عرض کروں گا کہ اس طرح پیپلز ورکس پروگرام ہے۔

That is within the jurisdiction of the Central Government.

In that case .....

اس کا آگے امپلیمنٹیشن کا طریق کار جیسے وفاقی محکموں کا ہے اس طرح پیپلز ورکس پروگرام بعینہ اس طرح کسی بھی صوبے میں عملدرآمد ہو رہا ہو۔ سندھ ہو' سرحد ہو' بلوچستان ہو' اسے Implement کیا جا رہا ہے۔ اس لیے اگر اس طریقہ سے بھی دیکھا جائے تو اس میں کسی طرح کی بھی Violation نہیں۔ آخر میں جناب والا! ان کی اپنی سکیم تھی جونیجو صاحب کے پانچ نکات تھے' نئی روشنی سکول کی سکیم تھی' اس کی پنجاب میں Implementation ہوتی رہی ہے۔ کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ صورت حال یہ نہیں ایسا ہے کہ یہ ذہن Confine ہی نہیں کرتے کہ وفاقی حکومت کا بھی کوئی وجود ہے' کیونکہ اس سے پہلے کی اور بات تھی' اب ان کے ذہنوں میں بات آتی نہیں کہ ہم ان کو مان لیں' کہ پاکستان کے عوام نے یہ اپنا فیصلہ دیا ہے۔ اس کے فیصلے کو

ہمیں تسلیم کرنا چاہیے۔ لیکن ذہنی طور پر اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا جا رہا۔ اس لیے بار بار اعتراض کیے جا رہے ہیں۔

جہاں تک اس پروگرام کی نوعیت اور افادیت کا تعلق ہے۔ جہاں تک ایسی چیزوں کی کمی. جیسے تعلیم کے لیے سکولوں کی' ڈرینج کے پانی کی' یا صاف پانی کی' وفاقی حکومت اس کمی کو پورا چاہتی ہے۔ ایک طرف ان کا یہ شور ہے کہ وفاقی حکومت نے بجٹ میں اپنا حصہ نہیں دیا۔ اب د بیش 3 ارب روپے یعنی تین سو کروڑ روپیہ وفاقی حکومت پنجاب کو دے رہی ہے اور اس عمل کرنے کی تمام ذمہ داری خود لے رہی ہے۔ اگر ان کی یہ شکایت واقعی جائز ہے۔ ان کو ذ کی کمی ہے تو پھر میرے خیال میں ان کو اس طرح اعتراض نہیں کرنا چاہیے کہ ہمیں تین سو کر یعنی تین ارب روپیہ مل رہا ہے۔ ہم یہ اعتراض کرتے پھریں ہمیں وہ مانگے بغیر مل رہا ہے اسے منظور کیوں نہیں کرتے۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ میری اپنی بات کرنے کے ! آئین اور رول کا حوالہ دیا ہے۔ وفاقی محکمے محکموں کی سکیموں پر عمل درآمد کرنے کا حوالہ دیا ہے اس کے پیش نظر یہ پریولیج موشن کسی طرح بھی آئین کی خلاف ورزی نہیں کرتی۔ پیپلز ورک پروگرام بھی آئین کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس لحاظ سے یہ پریولیج موشن کسی شکل میں ! نہیں بنتی۔

جناب سپیکر: میاں عبدالستار صاحب۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ 1985ء کے الیکشن. وقت ایم پی اے اور ایم این اے کو ایک Block allocation دی گئی۔ 30 لاکھ روپیہ ایم پی ا اور 50 لاکھ روپیہ ایم این اے کو دیا گیا کہ وہ اس کے اندر اپنے حلقے میں صحت و تعلیم کے. منصوبہ جات دیں۔ اس کی پریکٹس اب تک بھی اس صوبہ میں چل رہی ہے کہ رقم متعلقہ محکمہ جاتی ہے اور وہ محکمہ جات ان منصوبہ جات کو مکمل کراتے ہیں۔ جب سے یہ پروگرام شروع : جناب محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ ابھی وزیراعظم نہیں تھیں۔ اس وقت سے یہ الزام لگانا شروع کہ یہ ایک سیاسی رشوت ہے اور ایسا پروگرام نہیں چلنا چاہیے۔ جناب والا ! وہ تو ایک سیا رشوت تھی اب جب پیپلز پروگرام بنا پہلی بات یہی ہے کہ کیا مرکز نے دوسرے جتنے ممبر سا ہیں ان پر قابو پا لیا ہے' کیا بجلی کی لوڈ شیڈنگ ختم ہو چکی ہے۔ کیا مکمل دیہاتوں کو بجلی فراہم کی

چکی ہے۔ اگر یہی تین ارب روپیہ جو پیپلز پروگرام کے لیے رکھا گیا ہے یہ بجلی کے لیے ہی کیوں نہ مختص کر دیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں پانچ سالوں میں یہ دیہاتوں کی بجلی بھی مکمل نہیں کر پائیں گے۔ پاکستان کا ہر گھر ان 15 ارب روپوں سے روشن نہیں ہو سکے گا۔ پھر بھی یہ پیسے کو ہضم کرنے کے لیے ایک غیر منتخب شدہ ممبران کی پاڑی بنائی گئی جو کہ صرف پارٹی کے ورکرز پر مشتمل ہے۔ یہ صرف ایک پارٹی سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہے۔ اس میں عوام کی نمائندگی نہیں' اس رقم کو استعمال کرنے میں کسی محکمے کو شامل نہیں کیا گیا۔ اگر اتنی ہی مرکزی حکومت شوقین ہے کہ یہاں نالیاں بنانے پہ آ گئی ہے جو کہ بنیادی طور پر ضلع کونسل اور میونسپل کمیٹیز کا کام تھا۔ اگر وہ اتنی ہی سوچنے لگی ہے اتنی ہی نیچے آ گئی ہے۔ تو مہربانی فرمائیں تو میں کسی مرکزی محکمے کو اگر حکومت پنجاب پہ اعتماد نہیں۔ جس میں پی ڈبلیو ڈی مرکز کا محکمہ ہے' واپڈا ہے کسی ایسے محکمے کو ضرور اس میں شامل کر دیا جائے جس کا Pre audit system ہو۔ اب پوزیشن یہ ہے کہ پانچ لاکھ تک کی رقم پاڑی منظور کرتی ہے وہ کسی کو بھی چیک دے کر وہاں پراجیکٹ کمیٹیاں بنا کر وہ رقم استعمال کی جا سکے گی۔ یہیں سے یہ سلسلہ شروع ہو گا اور عوام کا اعتماد سیاسی نمائندوں سے اٹھے گا اور اس ادارے کا نقصان ہو گا۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہے پہلے تو مرکز کو اس میں ملوث نہیں ہونا چاہیے وہ اس رقم کو اپنے ہی مسائل جو اس کے فرائض میں شامل ہیں جیسے بجلی مہیا کرنا ہے اور دوسرے مسائل ہیں۔ گھر گھر مواصلات کی سہولتیں یعنی فون وغیرہ مہیا کرنا ہے' سوئی گیس کے لیے یہ رقم خرچ کرے اور دوسرے معاملات تو صوبے کی حد تک چھوڑ دینے چاہئیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سردار زادہ ظفر عباس!

جناب علی اکبر مظہر وینس: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا پریولیج کے متعلق یہ ہے کہ۔

53. **Questions of privilege:** A member may, with the consent of the Speaker, raise a question involving a breach of privilege either of a member or of the Assembly or of a Committee.

54. **Notice of question of privilege:** A member wishing to raise a question of privilege shall give notice in writing to the Secretary not

less than one hour before the commencement of the sitting on the day the question is proposed to be raised. If the question raised is based on a document, the notice shall be accompanied by the document, unless the member satisfies the Speaker that the document is not readily available:

Provided that the Speaker may, if he is satisfied about the urgency of the matter, dispense with the requirement of notice and allow a question of privilege to be raised at any time during the course of sitting after the disposal of questions."

یہ پریولیج موشن کی تعریف ہے۔ اصل میں موجودہ پریولیج موشن میں صورت حال یہ ہے کہ پریولیج موشن کے متعلق یہ فلاسفی ہے کہ ایک ممبر کا جب پریولیج مجروح ہوتا ہے تو تصور یہ کیا جاتا ہے کہ اسمبلی کے تمام ممبروں کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لیکن اس میں صورت حال یہ ہے کہ حزب اقتدار کے بنچوں پر بیٹھے ہوئے ممبران کہہ رہے ہیں کہ پیپلز پروگرام کی وجہ سے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لیکن ہماری طرف بیٹھے ہوئے ممبران یہ کہتے ہیں کہ جب پنجاب میں ترقیاتی پروگرام میں سے اعلان کرنے کے بعد حکومت پنجاب نے کہا کہ ہم اپنے ہارے ہوؤں کو 30'30 لاکھ روپیہ دیں گے۔ جیتے ہوئے پنجاب اسمبلی میں پیپلز پارٹی کے ممبروں کو ترقیاتی فنڈز سے پیسے نہیں دیں گے اس وقت یہ بتائیں کہ ہمارا استحقاق کدھر جاتا ہے جب یہ کہا جائے کہ تم ایک ایک نائب تحصیلدار بھرتی کراؤ۔ تمہارا استحقاق۔ ایک اے ایس آئی بھرتی کراؤ تمہارا استحقاق' دس دس اپنے سپاہی بھرتی کرواؤ تمہارا استحقاق۔ تم درجہ چہارم کے تمام چھوٹے ملازمین بھرتی کراؤ تمہارا استحقاق۔ صوبے میں تمام جو چھوٹی موٹی نوکریاں ان پر بھرتی کراؤ تمہارا استحقاق اور ہمارے ساتھ ہاتھ ملانے والے صوبے کا ایک افسر صبح تبدیل کر دیا جائے تو اس وقت ہمارا استحقاق کہاں جائے گا۔ ہم کہاں سے اپنا استحقاق لائیں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس وقت جو صورت حال ہمارے صوبے میں ہے.....

بات یہ ہے کہ ان کا استحقاق ایک بات سے مجروح ہوتا ہے۔ ہمارا استحقاق اس بات سے بنتا ہے اور ان کا اس بات سے استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ یہ تمام اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا کرتا ہے۔ اس میں یہ نہیں کہ آدھوں کو تو اس چیز سے خارج کر دیا گیا ہے۔ ہمارا کوئی استحقاق یہاں نہیں۔ ہم کوئی سپاہی بھرتی نہیں کرا سکتے۔ ہم کسی چپڑاسی کا تبادلہ نہیں کرا سکتے۔ یہ سٹینڈنگ آرڈر ہیں۔ میرے پاس ایک مثال ہے کہ ایک افسر کے پاس ہمارے دو ایم پی اے گئے۔ اس نے بٹھا کر چائے پلا دی۔ اس جرم میں اس کو صبح بھکر تبدیل کر دیا گیا۔ اس کو یہ کہا گیا کہ تمہارے سروسز رولز میں بات لکھی ہوئی نہیں کہ تم پیپلز پارٹی والوں کو بٹھا کر چائے پلاؤ۔ یہ کیسا استحقاق ہے۔ ہم کہاں جائیں' ہمیں یہ بتائیں کہ ہمیں تو یہاں سے حصہ نہیں ملتا۔

جناب سپیکر: آرڈر آرڈر۔ وینس صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ اس پریویلج موشن پر باقاعدہ بات کرنے کے مجاز ہیں۔ میں نے آپ کو دعوت دے رکھی ہے۔ آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ کیونکہ یہ کسی بھی لحاظ سے آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ سردار زوہ ظفر عباس صاحب اس پر بات کرنا چاہتے ہیں..... رانا پھول محمد خان صاحب نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ وینس صاحب اور ملک شاہ محمد محسن صاحب نے جو کچھ فرمایا' آئین میں ایسی کوئی شق موجود نہیں کہ کسی سیاسی جماعت کو منظم کرنے کے لیے سرکاری خزانے سے کوئی پیسہ خرچ کیا جا سکتا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے' یہ کہتے ہیں کہ اگر پیپلز پارٹی کے ہی منتخب نمائندگان کو ایڈمنسٹریٹر بنا کر مرکزی حکومت یہ رقم خرچ کرتی ہے تو پھر بھی اس صوبے کا استحقاق مجروح نہ ہوتا۔ لیکن یہ رقم ان لوگوں کو دینا جنہیں عوام نے رد کیا ہے' جنہیں الیکشن میں شکست دی ہے اور منتخب نمائندوں کو بد دیانت سمجھنا' اس سے صوبے بھر کے عوام کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ وہ صوبائی محکموں کی معرفت خرچ کرتے۔ صوبائی محکمے موجود ہیں اور پنجاب صوبائی احساس محرومی کا شکار اس وجہ سے ہوا ہے اور پنجاب کے حق کے خسارے کی ایک وجہ یہ بھی ہے اور اگر وینس صاحب کو یہ گلہ ہے کہ انہیں پنجاب کے صوبائی کاموں میں شامل نہیں کیا گیا تو ہم انہیں سینے سے لگاتے ہیں۔ میں دعوت دیتا ہوں کہ

حزب اختلاف میں وہاں ہمارے جو ایم این اے صاحبان ہیں' اگر انہیں برابر کا حصہ دیں تو ہم یقیناً" اپنا پیٹ کاٹ کر بھی انہیں دینے کے لیے تیار ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ پیپلز ورکرز پروگرام ہے' پیپلز ورکس پروگرام نہیں۔ اس سے صوبے کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ صرف صوبے کا ہی نہیں' اس ملک کی ساڑھے پانچ کروڑ آبادی کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی ہزاروں کوششوں کے باوجود ہم اس پروگرام کو کسی بھی قیمت پر کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ پہلے بھی ہمیں اسمبلی کے ممبران کو چیک ملے تھے۔ بھٹو صاحب نے دیے تھے۔ وہ بھی کھائے پیئے اور الیکشن پر لگائے تھے۔ ہم کسی سیاسی جماعت کے لیے قومی مشترکہ خزانے سے رقم خرچ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہماری لاشوں پر سے گزر کر یہ رقم خرچ ہو سکتی ہے۔ یہ آئین کو پامال کر کے خرچ ہو سکتی ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ نکتہ اطلاع پر بات کر رہے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: وینس صاحب اور ملک شاہ محمد محسن صاحب نے بات کی ہے۔ میں وضاحت کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جب آپ اس بحث میں حصہ لینے کی غرض سے یہ بات باقاعدہ طور پر کر سکتے ہیں تو آپ کو یونہی نکتہ اطلاع پر یہ بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔

رانا پھول محمد خان: میں تو یہ عرض کرنا چاہتا تھا تاکہ خدا کے لیے' قوم کے رد کیے ہوئے لوگوں کی بجائے' قوم کے منتخب کیے ہوئے لوگوں سے کام کروائیں' ہم ان کے ساتھ ہیں۔ وہاں مرکز میں ہمیں حصہ دیں' ہم یہاں دینے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ایک صوبے میں متوازی حکومت قائم کرنا اور قومی خزانے سے ایک سیاسی جماعت کی پرورش کرنا' یہ آئین میں کہیں درج نہیں۔ اگر وہ آئین میں دکھا دیں کہ پیپلز پارٹی کو منظم کرنے کے لیے یہ رقم خرچ کی جا سکتی ہے یا ڈپو فروشوں کے حوالے کی جا سکتی ہے تو پھر ان سے استعفیٰ لے لیں۔ ان مورتیوں کو یہاں کیوں بھیجا ہے۔ ان کی کیا ضرورت تھی؟

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ رانا صاحب بہت منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین ہیں۔

سے توقع ہے کہ وہ to the point بات کریں اور انہوں نے ایوان میں جو بات کی ہے' وہ یہ
کہنے کا حق استعمال کر سکتے تھے' کیونکہ اس تحریک استحقاق پر بات کرنے کی اجازت میں نے سب کو
ہے۔ تو آپ کو اس پر بولنا چاہیے تھا۔ نکتہ اطلاع پر اتنی لمبی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔
ر زادہ ظفر عباس صاحب۔

زادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے۔

ھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ وہ آدھا گھنٹہ mandatory تو
ہے۔ میری تحریک استحقاق اس وقت تک آپ کے پاس آ جانی چاہیے۔ مجھے وہ پڑھنے کی اجازت
جائے۔

ب سپیکر: نوابزادہ صاحب کی بات صحیح ہے۔ آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے۔ تحریک استحقاق کا وقت
ہوتا ہے اور جن تحاریک استحقاق کی آپ نے نشان دہی کی ہے' وہ آپ نے آج ہی دی
۔ وہ ٹائپنگ وغیرہ کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔ ابھی ہمارے پاس نہیں آئیں' وہ ابھی
ی لیول پر نہیں پہنچیں۔

ھری محمد وصی ظفر: ٹائپنگ کے دوران ہی آپ کے پاس آ جانی چاہئیں۔

ب سپیکر: نہیں' ٹائپنگ کے دوران کیسے آ جائے؟ وہ ابھی ہمارے پاس آ جاتی ہیں۔ کل
فیصلہ ہو جائے گا۔

ری محمد وصی ظفر: جناب والا! چار چار لائنیں ہیں۔ خالی پڑھنے ہی دیں۔

ب سپیکر: جیسی بھی ہیں۔ آپ کمال کرتے ہیں! اب تو تحریک استحقاق کا وقت ختم ہو گیا

ری محمد وصی ظفر: ٹائم تو m ndatory نہیں۔ پانچ منٹ کے لیے وقت میں توسیع کر
یہ دو منٹ کا معاملہ ہے۔ میں ان پر Short statement نہیں دوں گا۔ دو تحاریک استحقاق
ایک صاحب جو قومی اسمبلی میں ہیں اور ایک شاہ محمود صاحب انہوں نے کہا ہے کہ ہم پیپلز
پروگرام کو ناکام بنائیں گے۔

، سپیکر: جیسی بھی ہیں۔ ہم ان کو کل لیں گے۔ میرے پاس پہنچ جائیں گی۔ انشاء اللہ کل
فیصلہ کریں گے۔

میزانیہ بابت سال 90-1989ء پر بحث (.... جاری)

جناب سپیکر: اب ہم میزانیے پر بحث شروع کرتے ہیں۔ سید ذاکر حسین شاہ صاحب بات شروع کر چکے تھے۔

سید ذاکر حسین شاہ: میں نے تین منٹ لیے تھے۔

جناب سپیکر: بسم اللہ کیجئے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! جیسا کہ میں دو روز قبل کہہ رہا تھا "وزیر نما برائے خزانہ" سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب نے اس بجٹ کو عوامی اور انقلابی بجٹ قرار دیا تھا۔ جناب سپیکر! میں زرعی ٹیکس پر بول رہا تھا۔ اس صوبے کی معیشت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جاگیرداروں پر ٹیکس عائد کیا جائے۔ چھوٹے کاشتکاروں' کسانوں اور چھوٹے زمینداروں کو اس سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کوئی اخلاقی یا قانونی جواز نہیں کہ ایک وکیل تو اپنی آمدنی کا ٹیکس دے' ایک انجینئر تو اپنی آمدنی کا ٹیکس دے' ایک استاد تو اپنی آمدنی کا ٹیکس دے ایک چھوٹا دکان دار تو اپنی آمدنی کا ٹیکس دے۔ لیکن جاگیردار اپنی آمدنی کا کوئی ٹیکس نہ دے۔ جناب والا! یہ نا انصافی ہے اور اس صوبے کے شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا جا رہا کیونکہ شہر میں تو چوبیس ہزار آمدنی والے سرکاری ملازمین سے بھی ٹیکس لیا جا رہا ہے۔ لیکن بڑے بڑے جاگیرداروں کو اس سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اگر اس صوبے میں زرعی ٹیکس لگا دیا جائے تو اس سے ایک تو قومی اور صوبائی مالیات میں اضافہ ہو سکتا ہے اور دوسرا اس سے زرعی اصلاحات کا نفاذ بھی حقیقی معنوں میں عمل میں آئے گا اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اس سے ترقیاتی عمل کو تیز کرنے میں مدد ملے گی۔

جناب سپیکر! میں نے اپنی تقریر کے دوران کہا تھا کہ یہ وفاق گریز بجٹ ہے۔ یہاں "وزیر برائے خزانہ" نے غلط طریقے سے ـــــــ کیونکہ حقیقی وزیر خزانہ میاں نواز شریف ہیں اور نائب وزیر خزانہ میاں شہباز شریف ہیں۔ سردار ذوالفقار علی کھوسہ "وزیر نما برائے خزانہ" ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی پاور نہیں.....

رانا پھول محمد خان: یہ غیر پارلیمانی اور غیر قانونی الفاظ ہیں۔ میاں شہباز شریف صاحب کو نائب

وزیر خزانہ کہنا زیادتی ہے۔ کسی وزیر پر تنقید ہو سکتی ہے لیکن اس ایوان کے معزز رکن کو نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ پھر وہ بحث اسی طرح سے شروع ہو گئی ہے: میاں نواز شریف اور بے نظیر' شہباز شریف اور بے نظیر یہ کس کس کے ساتھ جوڑیں گے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں (مداخلت) راجہ صاحب تشریف رکھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! یہ پھر میرا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

جناب یہ پھر میری تقریر میں مخل ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کے دوست اس پر بات کر رہے ہیں۔ ان کو بات کرنے دی جائے۔ وہ تو ان کو Interrupt کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ بھی شاہ صاحب کو Interrupt کرنا چاہتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: کیونکہ سارا خزانہ تو میاں نواز شریف صاحب کی مرضی پر ہے۔ یہ جناب سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب تو مفت میں بدنام ہو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! غلط اعداد و شمار پیش کیے گئے ہیں۔ اصل صورت حال تو سامنے ہے کہ پنجاب کے ساتھ وفاقی حکومت امتیازی سلوک کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ پنجاب کو زیادہ گرانٹ دے رہی ہے۔ میں وفاقی گرانٹ پڑھ کر سناتا ہوں کہ وفاقی حکومت نے سندھ کو چھ بلین سرحد کو 3 بلین اور بلوچستان کو 2 بلین اور پنجاب کو ساڑھے چودہ بلین کی گرانٹ دی ہے۔

MR SPEAKER: No interruption please.

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! وزارتوں کے امیدوار باربار کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس بجٹ میں جان بوجھ کر وفاقی حکومت کے خلاف پنجاب کے لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات اور نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! یہ اسلام کا نام اور اسلام کا پرچار تو کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کا اجارہ دار اور ٹھیکے دار سمجھتے ہیں۔ لیکن صوبائی تعصب پھیلا رہے ہیں۔ اسلام عصبیتوں کا مخالف ہے۔ اسلام جب آتا ہے تو روم کا ساہر اور فارس کا سلمان اور حبشہ کا بلال بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ سندھی کو پنجابی' بلوچ کو پنجابی' پٹھان کو پنجابی سے لڑا رہے ہیں۔ اگر جناب والا ان کو اسلام کی تعلیمات کا علم ہوتا تو وہ مسلمانوں کے درمیان عصبیتیں نہ پیدا کرتے۔ نفرتیں پیدا نہ کرتے۔ تعصبات کو ہوا نہ دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے۔ کہ "جس نے تعصب کو دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں۔ جو تعصب کی

خاطر لڑا وہ ہم میں سے نہیں اور جو تعصب کی خاطر مرا وہ ہم میں سے نہیں۔" جناب سپیکر! یہ تو بڑی مشہور حدیث ہے۔ مجھے شک ہے وزیر نما برائے خزانہ بالآخر اس سیٹ سے تنگ آ کر استعفیٰ دے دیں گے۔ جناب سپیکر! میں ایک لطیفہ سناتا ہوں کہ جنوبی افریقہ کی ایک نیوز کاسٹر تین چار سال قبل ٹی وی پر خبریں سنا رہی تھی۔ اچانک خبریں پڑھتے پڑھتے کہا معاف کرنا میں اس سے زیادہ جھوٹ نہیں بول سکتی اور وہیں استعفیٰ دے دیا اور مجھے خطرہ ہے کہ جس طرح ان سے جھوٹ بلوایا جا رہا ہے یہ شریف آدمی یہ کہے گا کہ یہ لے لیں آپ اپنی وزارت اور میں اس سے زیادہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب ! یہ وزیر خزانہ ہیں لیکن بحیثیت انسان He is dignified person ، ان کے بارے میں کوئی ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! میں نے کوئی غیر پارلیمانی الفاظ استعمال نہیں کیے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے جواب دینا چاہتا ہوں اور میں جواب دوں گا۔ آپ کی بڑی عنایت ہے کہ آپ نے میری عزت افزائی کی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! وزیر خزانہ دھمکی دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! آپ بھی شوٹنگ کر رہے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ جواب تو دے دیں گے لیکن جو بات میں اب کرنے والا ہوں۔ اس کا وزیر نما برائے خزانہ کے پاس کوئی جواب نہیں۔ میرے حلقہ نمبر 4 راولپنڈی میں اس بجٹ 90-1989ء میں ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا۔ یہ ان کا انصاف ہے اور ان کے انصاف کو دیکھ کر میرے خیال میں نوشیرواں عادل بھی قبر میں کانپ رہا ہوگا اور ان کے سامنے عدل جہانگیری بھی ہیچ ہے۔ جناب سپیکر! 1987ء میں وزیراعلیٰ نے ہی اس حلقے میں ہی وزیر آباد میں ایک گرلز ڈگری کالج کا افتتاح کیا تھا لیکن ابھی تک طالبات کبھی اس بلڈنگ میں کبھی اس بلڈنگ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور اس کے لیے کوئی فنڈ مختص نہیں کیا گیا۔ ایک پرائمری سکول پچھلے 8 سال سے بغیر عمارت کے اور بیشتر پرائمری سکولوں کی چھتیں ہی نہیں۔ اور اس علاقہ میں کوئی ترقیاتی کام نہ تو گزشتہ عرصے میں ہوا اور نہ اس بجٹ میں اس کے لیے کوئی رقم مختص کی گئی ہے۔ یہ ان کا انصاف ہے اور یہ ان کا اسلام ہے اور یہ ان کی رواداری ہے۔ جو ان کی بد اعمالیوں کو بے نقاب

کرتا اور ان پر تنقید کرتا ہے۔ جو ان پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ جو ان عیوب اور نقائص کو ان کے سامنے آشکار کرتا ہے۔ جو ان کی غلطیوں اور زیادتیوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ ان کے حلقے کا یہ حال ہے وہاں ایک پیسہ بھی مختص نہیں کیا گیا۔ میں وزیر نما برائے خزانہ سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کے حلقے میں بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ جناب والا! اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ ہمیشہ اپوزیشن کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ اس لیے یہاں جمہوری ادارے فروغ نہیں پا سکے۔ جو سچی بات کرتا ہے عن المعروف کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اس پر قدغن لگائی جاتی ہے۔ اس کو دبایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے۔ ان کو کیا پتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو غیر مسلموں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ یہ پیپلز پارٹی کے صوبائی ارکان کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جناب والا! ایسا ظلم نہیں ہونا چاہیے ہم بھی لوگوں سے ووٹ لے کر آئے ہیں۔ ہم نے لوگوں کے مسائل کے لیے آواز اٹھانی ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں کہ آئی جے آئی کے ایم این اے کو 30 لاکھ کی گرانٹ دے دی جائے اور ایم پی اے کو بھی گرانٹ دی جائے اور پیپلز پارٹی کے ارکان اسمبلی ہمارے حلقے میں رہتے ہیں۔ وہ پاکستان کے شہری ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہیں وہ بھی پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ وہ بھی اس دھرتی کے بیٹے ہیں۔ ان کا قصور کیا ہے۔ یہاں تو ہر ظلم ہو رہا ہے یہ تو چھوٹا سا ظلم ہے۔ ایم پی اے اور آئی جے آئی کے رشتہ داروں کو نائب تحصیل دار بھرتی کیا جا رہا ہے۔ اے ایس آئی بھرتی کیا جا رہا ہے۔ ان کی سفارش پر تمام تجربہ تمام تعلیم قوانین' قواعد و ضوابط ایک طرف اور ایم پی اے کا رشتہ دار ہونا ایک طرف۔ جناب سپیکر! آپ اندازہ لگائیں۔ ایک غریب آدمی اپنے بچے کو تعلیم دلواتا ہے وہ 12ر14 سال اپنا پیٹ کاٹ کر اس کو تعلیم دلواتا ہے۔ اس کو اس لیے ملازمت نہیں مل رہی وہ کسی ایم پی اے کا بیٹا نہیں۔ وہ کسی ایم این اے کا رشتہ دار نہیں۔ اس ملک میں ہمیشہ غریبوں کے بچے نائب تحصیل دار بھرتی ہوتے رہے۔ اے ایس آئی بھی بھرتی ہوتے رہے۔ لیکن یہ پہلا دور ہے کہ غریبوں کے بچوں پر رزق کے دروازے مسدود کر دیے گئے ہیں۔ کیا جناب والا! اس پنجاب میں غریبوں کے بچوں کو اے ایس آئی اور نائب تحصیل دار اور اعلیٰ ملازمتوں کا کوئی حق نہیں۔ کیا غریبوں کے بچوں کا مستقبل سنوارنے کا کوئی حق نہیں۔ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تعبیر نہ ہونے پائے۔

جناب سپیکر: شکریہ شاہ صاحب۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! مجھے نہ روکیں آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں دس منٹ دوں گا۔

جناب سپیکر: نہیں شاہ صاحب آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ: نہیں جناب والا! آج میں بولوں گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب کیسے؟ اس سے پہلے بھی پچھلے روز بھی بول چکے ہیں۔ آج پھر بحث میں حصہ لے رہے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! مجھے غریب لوگوں کے بارہ میں بولنے سے نہ روکیں۔

جناب سپیکر: باقی سب لوگ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ کیسے بات کریں گے؟ میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔ آپ کو اس انداز میں بات نہیں کرنا چاہیے۔ آپ ذرا رکئے آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: آپ ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! تین منٹ میں ختم کروں گا۔

جناب سپیکر: ایک منٹ میں ختم کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! تین منٹ میں۔ جناب والا! محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ مسکرا رہی ہیں میں پہلے ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ایک منٹ میں ختم کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! ابھی آپ نے دو منٹ دیے ہیں۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! یہ جو نا اہل افراد کو بھرتی کیا جا رہا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔ پھر سن لیں چنیوٹی صاحب کہیں گے کہ کہاں ہے۔ "کہ کسی اہل کی موجودگی میں نا اہل کا تقرر ظلم ہے۔" یہ میں نے نہیں کہا۔ یہ میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور ہم ان کی اس ظلم پر نشان دہی کرتے رہیں گے۔ جناب سپیکر! "وزیر نما برائے خزانہ" نے یہاں اپنی منزل بتائی اور اپنی تقریر کے آخر پر ایک شعر پڑھا۔ لیکن ان کو علم ہونا چاہیے کہ جناب سپیکر! اس ملک میں اس صوبہ میں پولیس کیا کر رہی ہے۔ لوگوں کے خلاف جھوٹے مقدمے بن رہے

ہیں۔ لوگوں پر تھانوں میں تشدد کیا جاتا ہے۔ تھانے نیلام ہو رہے ہیں۔ رشوت عام ہے اور جو ان کی بد اعمالیوں سے پردہ اٹھاتے ہیں ان کے اشتہار بند کر دیے جاتے ہیں۔ مشرق اخبار کا صرف قصور یہ ہے کہ انہوں نے ظلم کی ایسی ایسی داستانیں اپنے اخبارات کے صفحات پر شائع کیں کہ اس کے اشتہارات بند کر دیے گئے۔ ان کا انصاف یہ ہے۔ جناب سپیکر! انہوں نے اپنی منزل یہ بتائی ہے اور اپنی تقریر کے آخر پر علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ کا شعر پڑھا ہے۔ جناب والا! ان کو نہ اس شعر کے پس منظر کا پتا ہے اور نہ پیش منظر کا پتا ہے۔ ہاں! یہ اسلام کے نام نہاد نمبردار ہیں۔ ان کی منزل وہی ہونی چاہیے جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

یہیں تک انہوں نے کہا کہ ہماری منزل یہی ہے۔ لیکن ہم تو گنہگار ہیں۔ ہم تو اپنے آپ کو بہت بڑا مومن نہیں سمجھتے۔ لیکن ہماری منزل ان سے بہت آگے ہے۔

جناب والا! جب ہم آئیں گے تو۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

پھر دلوں پر یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی

شب ریزہ ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

جناب سپیکر! آخری بات عرض کرتا ہوں۔ صرف آدھا منٹ لوں گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اپنی تقریر اس شعر پر ختم کر دیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! ان لوگوں کی سیاست نواز شریف کی ثناخوانی تک محدود ہے۔ نہ ان کا کوئی نظریہ ہے۔ نہ ان کی کوئی فکر ہے اور نہ ان کی کوئی سوچ ہے۔ جناب سپیکر! میں

اس فلور پر کہتا ہوں کہ یہ ہمارا مقابلہ زیادہ دیر تک نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے ہم۔

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

اور ہم اس ملک میں اس پنجاب میں سیاست کا رخ تبدیل کر دیں گے کہ کوئی سرمایہ دار اس ملک کی کرسی پر متمکن نہ ہو سکے۔ جناب والا! ہمارا سیاسی کردار فیاض کی تاریخ پر یہ گواہی دے گا۔

ہمارے بعد زمانہ سنائے گا برسوں
ہم پر ختم نہیں ہوتے ہمارے افسانے

MR KHALID LATIF KARDAR : It is very unfair. There is only one budget session in the year and if all the members do not speak then I would say that this limit is contrary to the privilege granted by the Constitution. This is very unfair that only some members speak and there is a limit on them that they cannot speak and express their opinion fully. I am sorry to say that this is contrary to the privilege granted by the Constitution.

جناب سپیکر: کاردار صاحب! آپ اس پریولج موشن پر بات کرنے کی بات کر رہے تھے۔ یا آپ بجٹ پر بات کرنے کی بات کر رہے تھے؟

MR KHALID LATIF KARDAR : I am talking generally. Most of the members who speak on budget they are not given as much time as they want. So this is.....

جناب سپیکر: بجٹ کے لیے؟

جناب خالد لطیف کاردار: جی ہاں!

جناب سپیکر: بجٹ کے لیے آپ کو کیا اعتراض ہے۔ آپ کا تو نام ہی میرے پاس بولنے کے

لیے نہیں آیا؟

MR KHALID LATIF KARDAR : I am talking generally. Most of the members who speak on budget they are not given as much time as they want. So this is contrary to the privilege granted by the Constitution. People have to express their opinion. They have to represent the problems of their constituencies.

جناب سپیکر: یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز نہیں۔ ہمیشہ ڈیبیٹ پر ایک ٹائم لمٹ مقرر ہوتی ہے اور ٹائم لمٹ کے بغیر کوئی ڈیبیٹ ہاؤس میں نہیں چل سکتی۔ یہ عین رولز کے مطابق ہے۔

MR KHALID LATIF KARDAR : They are contrary to the Constitution. They were framed in 1973. They do not concern the political situation today. I would say that the rules are only to assist the Ruling Party. They have nothing to do with the Opposition Party.

جناب سپیکر: کاردار صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جس طرح ہم ڈیبیٹ کو چلا رہے ہیں یہ ٹریڈیشن اور رولز کے مطابق ہے اور آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر کسی لحاظ سے بھی Valid نہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ہاؤس کی عمومی زبان اردو ہے اور یہاں اگر کوئی ممبر انگریزی میں بات شروع کرتا ہے۔ آپ کی اجازت کے بغیر تو آپ اس کی مکمل بات بھی سنتے ہیں اور یہ ہاؤس بھی سنتا ہے لیکن آپ کی اجازت کے بغیر یہاں ہاؤس میں پنجابی میں بات نہیں ہو سکتی۔ یہ کتنے بڑے دکھ کی بات ہے۔ کہ انگریزی میں بات ہو سکتی ہے جب کہ رولز اس کو منع کرتے ہیں۔ رولز میں انگریزی میں بات نہیں ہو سکتی۔ کوئی بھی دوسری زبان جو اردو کے علاوہ ہے اختیار کرنے کے لیے چیئر سے اجازت کی ضرورت ہے۔ لیکن یہاں دیکھا گیا ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے اور یہاں سے بھی جو بھی ممبر انگریزی اختیار کرنا چاہتا ہے وہ بلا جھجک اختیار کر دیتا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں! ایسی بات نہیں۔

جناب فضل حسین راہی: لیکن جب پنجابی میں بات کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو آپ کی طرف سے پابندی ہوتی ہے۔ یہ Relaxation پنجابی کو آپ کیوں نہیں دیتے۔ یہ Relaxation پنجابی کو دینی چاہیے۔

جناب سپیکر: یہ پنجابی کی بات نہیں۔ انگریزی میں بھی وہی صورت ہے پنجابی میں بھی وہی صورت ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! رولز کی بات ہے کہ رولز کے مطابق بات کریں۔

جناب سپیکر: اردو کے علاوہ باقی کسی زبان میں بھی بات کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جی! اجازت کی ضرورت ہے۔ لیکن جہاں ممبر انگریزی اختیار کرنی چاہے تو وہ اجازت نہ بھی لے تو آپ بات پوری سنتے ہیں۔ اگر پنجابی میں بات شروع کرے تو آپ بات نہیں سنتے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم اپنی زبان کو اختیار نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: میں normally پنجابی میں بھی بات سن لیتا ہوں لیکن اس میں جس وقت ممبران اعتراض کرتے ہیں تو پھر وہ بات درست ہوتی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: آج اجازت دیجئے آپ کی اجازت کے بغیر' چیئر کی اجازت کے بغیر پنجابی اختیار کرنے کی ضرورت ہو تو ممبر پنجابی اختیار کرے۔ آپ اجازت دیجئے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ اجازت دیجئے اور ہمیں generally allow کر دیجئے۔ آج کر دیجئے اور تھوڑی سی relaxation ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: راہی صاحب تشریف رکھیں۔

MR KHALID LATIF KARDAR : My name is there in the list for today.

جناب سپیکر: کاردار صاحب! آپ پہلے انگریزی میں بات کرنے کی اجازت لیں۔

یہ آئین کے خلاف نہیں! اس میں آپ کو رولز کے مطابق چلنا ہوگا۔ آپ کو

اجازت لینا ہوگی۔ فضل حسین راہی صاحب نے جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے میں ان کی اس بات کو جائز سمجھتا ہوں اور اردو کے علاوہ کسی بھی اور زبان میں بات کرنے سے پہلے چیئر سے اجازت لینا ہوگی۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں نے تو یہ بات کی ہے کہ آپ ہمیشہ کے لیے اس کی اجازت دے دیں۔ آپ ہمیں ویسے ہی اجازت دیں کہ ہم پنجابی میں بات کر سکیں۔

جناب سپیکر: جناب ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب سپیکر! میں نے بھی آج کے لیے اپنی تقریر کا کہا تھا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر بنگش صاحب! آپ کا نام میرے پاس ہے اور میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب سپیکر! میں بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے آپ کی وساطت سے اپنے ان فاضل اراکین کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں جو میرے دائیں طرف تشریف فرما ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر.....

جناب سپیکر: راہی صاحب! آپ نے شروع ہی سے غلط انداز میں بات کرنی شروع کی ہے یہ نامناسب بات ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب والا! میری گزارش صرف یہ ہے کہ میں ان تمام فاضل اراکین کی خدمت میں' جو میری دائیں طرف تشریف فرما ہیں نہایت ادب سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ میاں نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب کی طرف سے انہیں کلنڈر اور پنسلیں فوری مہیا کی گئی ہیں۔ اگر میری تقریر کے دوران انہیں کسی بات پر اعتراض ہو تو وہ ازراہ کرم اسے نوٹ فرمالیں۔ اس کے بعد میں انہیں پورا حق دیتا ہوں کہ وہ تنقید کریں یا تردید کریں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نواز شریف کی طرف سے ہمیں کلنڈر اور پنسل مہیا نہیں کیے گئے۔ یہ جناب سپیکر اسمبلی کی طرف

سے مہیا کیے گئے ہیں اور انہوں نے خاص طور پر جو میاں صاحب کا نام لے کر بات شروع کی ہے ان سے کہیں کہ خوشامد ضرور کریں لیکن اس انتہا کی نہ کریں کہ آپ کی چیزیں بھی میاں نواز شریف کی طرف سے ہیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): کبھی تو عقل کی بات کر لیا کریں تاکہ پتا چلے کہ واقعی آپ میں کوئی شعور اور سمجھ اور بصیرت ہے۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلی بات یہ کرنا چاہوں گا کہ پنجاب کا بجٹ فلاحی بجٹ ہے اور اس میں غریب عوام اور پسماندہ طبقات کے لیے زیادہ سے زیادہ رقوم مختص کی گئی ہیں۔ پنجاب کے عوام کی ترقی کے لیے خاص خیال رکھا گیا ہے اور اس کے بعد اس سال ایک ہزار نو سو پرائمری سکولوں کا اجراء کیا جائے گا۔ غریب' نادار اور مستحقین لوگوں کے لیے بیت المال کا قیام عمل میں آئے گا اس کے بعد آپ یہ دیکھیے کہ ہم چھ ہزار بیروزگار لوگوں کو روزگار فراہم کریں گے اور اس کے باوجود ہم تعلیم' صحت Communications' پولیس اور دوسری مدات پر نہایت خطیر رقم مختص کرنے کے بعد عوام کی فلاح و بہبود پر پوری طرح توجہ دیں گے لیکن جناب سپیکر! دوسری طرف آپ ان کا بجٹ دیکھیے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم انقلابی پارٹی ہیں۔ ہم جمہوری پارٹی ہیں۔ ان کے بجٹ میں کوئی ایسی بات جس کا ذکر عوام کے ساتھ وابستہ ہو نہیں کی گئی اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے وہی پرانے ڈگر پر وہی پرانا بجٹ پیش کرنے کی کوشش کی ہے.....

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! فاضل ممبر نے کہا ہے کہ ہماری پارٹی نے ایسا بجٹ پیش کیا ہے.....

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): آپ پہلے اپنے بولنے کی گراری ٹھیک کروایئے اس کے بعد بولنے کی کوشش کیجئے۔

جناب سپیکر: نوابزادہ صاحب! ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ سپیکر کو Interrupt نہیں کیا جائے گا اس لیے آپ مداخلت نہ کریں۔

آغا ریاض الاسلام: جناب سپیکر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آغا صاحب' تقریر کے دوران مداخلت نہ کیجئے اور تشریف رکھیے۔

آغا ریاض السلام: جناب والا! پہلے آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: آغا صاحب! میں آپ کو پوچھنے کی اجازت نہیں دے رہا ہوں۔ آپ تشریف رکھیے۔

آغا ریاض الاسلام: جناب والا! میں نے صرف ایک بات پوچھنی ہے

جناب سپیکر: آغا صاحب! میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا ہوں بڑی سلیس اردو میں بات کر رہا ہوں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب والا! بجٹ میں کہیں کسی جگہ انہوں نے اپنی انقلابی اصلاحات کا ذکر نہیں کیا کہ جہاں غریب عوام ان کا دم بھرتے ہیں وہاں لیبر پالیسی کے بارے میں کوئی ذکر تک نہیں کیا گیا۔ اس کے آپ صنعت و تجارت کے بارے میں آپ سارا بجٹ اٹھا کر دیکھئے اس کے فروغ کے لیے اس کی ترویج کے لیے کسی بھی مدامت میں ایک پیسے کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ٹیکسیشن کی وجہ سے اس ملک کے غریب عوام کراہ رہے ہیں اور جناب والا! یہ ظالمانہ ٹیکس کا یہ اکثر ذکر کرتے ہیں لیکن اس کے لیے کوئی اصلاحات نافذ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سرمایہ کاری کو دیکھئے اس بجٹ میں ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی کہ اس ملک میں صنعت یا سرمایہ کاری کے لیے ہم لوگوں کو پکاریں یا انہیں کہیں کہ وہ اس ملک کی صنعتی ترقی کے لیے کام کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! میں جناب کے توسط سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ بتائیں کہ پنجاب میں بسوں کے لیے کتنی رقم رکھی گئی۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب' یہ بہت Unfair بات ہے اور بڑی نامناسب بات ہے کہ آپ بیس بیس پچیس' پچیس منٹ تقریریں کریں اور جب کوئی دوسرا تقریر کرے تو اس میں آپ مداخلت کریں یہ بہت افسوسناک بات ہے میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب سپیکر! اس کے بعد تضاد بیانی اور دروغ گوئی سے کام اس طرح لیا گیا ہے کہ اوپر سے لے کر نیچے تک ان کے ہر سپیکر نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے اس بجٹ کے آنے کے بعد اس ملک میں کوئی مہنگائی نہیں ہوگی۔ لوگوں کو چیزیں عام ملیں گی۔ اس کے بعد اس ملک میں کوئی ایسی مصیبت نازل نہیں ہوگی۔ جس سے عوام کو کوئی تکلیف

ہو۔ لیکن میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ کے نازل ہونے سے پہلے.....

جناب فضل حسین راہی: جناب والا.....

جناب سپیکر: راہی صاحب! تشریف رکھیں اور اس کے بعد جو معزز رکن مداخلت کریں گے میں ان کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اور میں سرے ہی سے تقریر کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

آغا ریاض الاسلام: جناب والا! جو صاحبان اپنی اپنی تقریر کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ آپ کو مداخلت کرنے کی اجازت نہیں اگر آپ تقریر کر چکے ہیں تو آپ تشریف رکھیں' آپ کو مداخلت کرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر آپ بولیں گے تو آپکے ساتھ بیٹھے ہوئے راجہ صفدر صاحب کو بولنے کی اجازت نہیں دوں گا تاکہ یہ آپ کو روکیں کہ آپ مداخلت نہ کریں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! یہ تو ٹھیک نہیں۔ آخر فاضل ممبران نے تو کوئی بات کرنا ہوتی ہے.....

جناب سپیکر: آپ ایوان میں رواداری سے شریفانہ طرز عمل اختیار کریں اور میں آپ سے توقع کرتا ہوں جس انداز سے آپ توقع کرتے ہیں کہ آپ کی تقاریر میں مداخلت نہ کی جائے۔ اسی انداز میں آپ ذرا فراخ دلی اور حوصلے سے بیٹھئے گا اور دوسرے لوگوں کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی اجازت دیجئے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ ہم نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ کوئی معزز ممبر تقریر کر رہا ہو تو ہم ایک شریف بچے کی طرح برتاؤ کریں گے اور شریف بچے مداخلت نہیں کریں گے لیکن جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ اس پر عمل نہیں ہو رہا اچھے بچے اس طرح مداخلت نہیں کرتے تو جناب والا! ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اچھے بچے بننا پسند کریں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! اس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ جماعت اسلامی والے پچاس' پچاس ساٹھ' ساٹھ اور ستر ستر سال کے عمر والوں کو بچے ہی سمجھتے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ سنجیدہ نہیں کہ اس ڈیبیٹ کے سلسلے کو جاری رکھا جائے اس لیے جو صاحبان سنجیدہ نہیں وہ لابی میں چلے جائیں۔ میں یہ نوٹ کر رہا ہوں کہ حزب مخالفہ

کے اراکین سنجیدگی کا طرز عمل اختیار نہیں کر رہے۔ مجھے یہ کہنے پر افسوس ہو رہا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: صرف ڈاکٹر صاحب سے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب بھی اس ایوان کے ایک معزز رکن ہیں۔ لہٰذا ان کو بات کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ آپ غیر ضروری طور پر مداخلت کیوں کر رہے ہیں۔

سردار شوکت حسین مزاری: جناب سپیکر! میں معذرت خواہ ہوں میں اپنے فاضل اراکین سے عرض کروں گا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو تقریر کرنے کا موقع دیں۔ انشاء اللہ اب مداخلت نہیں کریں گے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر محمد افضل اعزاز): مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ مزاری صاحب کے کہنے پر عمل ہوگا اور معزز ارکان اب مداخلت نہیں کریں گے۔

جناب والا! میں آپ سے گزارش بھی کر رہا ہوں اور نماز کا وقت ہو رہا ہے لہٰذا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنی تقریر نماز کے بعد کروں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے وقفہ نماز کرتے ہیں اور پھر دوبارہ ساڑھے سات بجے اجلاس کی کارروائی شروع ہوگی۔

(اس مرحلہ پر شام سات بج کر دس منٹ پر اجلاس کی کارروائی ملتوی کی گئی)

(جناب سپیکر 7.47 پر تشریف لائے اور کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ یہ لوگ جو غریبوں کا دم بھرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم غریبوں کے بہت بڑے حامی ہیں۔ انہوں نے اس بجٹ میں غریبوں کے لیے کچھ نہیں رکھا اور مجھے بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر آپ مہنگائی کی طرف نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اشیائے خوردنی کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں غریب آدمی بری طرح پس رہے ہیں لیکن بجٹ میں اس کے متعلق کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔

جناب والا! میں دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ ٹیکسیشن کے نظام کو ٹھیک کرنے کی ذمہ داری مرکزی حکومت پر عائد ہوتی ہے اور مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ بڑی بڑی وزارت جس میں بندرگاہ، ڈرائی پورٹ اور ائرپورٹ شامل ہیں۔ اس میں کسٹم، انکم ٹیکس، ایکسائز

اور اس کے بعد امپورٹ ڈیوٹی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب مرکزی حکومت کے پاس ہیں۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ اس ملک میں نئے نئے ٹیکس عائد کرتے ہم ریونیو اکٹھا کرنے کے نظام کو درست کرتے۔ اس میں سب سے بڑی بات ہے کہ اگر اس ٹیکس کو Collection of revenue and expenditure stimulise رکھیں تو اس سے ہمیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نئے ٹیکس لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی اور وہ روپیہ پیسہ جو تقریباً 60 فیصد لوگوں کی جیبوں میں جا کر جمع ہوتا ہے اور 40 فیصد ہمارے ملک کے خزانے میں جمع ہوتا ہے اس کے لیے یہ کوشش کرتے کہ 80 فیصد قومی خزانے میں جمع ہو تو مجھے پوری امید ہے کہ ہم بیرونی قرضوں سے بھی نجات حاصل کر لیتے اور اس کے بعد ہم نئے ٹیکسوں سے بھی نجات حاصل کرتے۔ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ روپیہ پیسہ جو ہم اس مد میں اکٹھا کرتے ہیں اس سے ہمارے ملک کے اخراجات پورے نہیں ہوتے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ روپیہ پیسہ لوگوں کی جیب میں چلا جاتا ہے۔

لیکن اب یہ ہو رہا ہے کہ جو روپیہ پیسہ ہم اس مد میں اکٹھا کرتے ہیں اس سے ہمارے ملک کے اخراجات پورے نہیں ہوتے اس کی بڑی وجہ روپیہ پیسہ لوگوں کی جیبوں میں جاتا ہے اور جب وہ اخراجات پورے نہیں ہوتے تو ہم ٹیکس لگانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر وہ تمام اخراجات جو ہم آئے دن حکومت کی شاہ خرچیوں پر صرف کرتے ہیں اگر ہم ان میں تھوڑا سا فرق محسوس کریں اور اس میں تھوڑی سی کمی کرنے کی کوشش کریں تو یہ بجٹ ایک متوازن بجٹ ہو سکتا تھا اور اس سے عوام کی مجبوریاں' تکلیفیں اور مصائب دور ہو سکتے تھے۔ جناب والا! بجٹ میں ایک نکتہ اور کہنا چاہتا ہوں۔ دوسری اس بجٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ جو مرکزی حکومت کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وزیراعظم پاکستان بے نظیر صاحبہ نے ایک بیان دیا تھا کہ اس سال بجٹ بڑا سخت ہوگا اور اس ایک بیان کی وجہ سے ملک میں مہنگائی بڑھی۔ اس کے بعد اخراجات بڑھے اور لوگوں میں خوف و ہراس' بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بجٹ سے پہلے گندم کی قیمتیں بڑھیں اس کے بعد بجلی کے نرخ بڑھے' گیس کے نرخوں میں 46 فیصد اضافہ اور نہ صرف یہ کہ اشیائے خوردنی کی قیمتیں بڑھیں اس کے بعد کرایوں میں اضافہ ہوا اور Devaluation میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن اس کی طرف انہوں نے بالکل خیال نہیں کیا۔

یک معزز خاتون ممبر اسمبلی: جناب والا! یہ صوبائی بجٹ پر بات کریں لیکن وفاقی بجٹ پر بات کریں۔

یہ کیسا دستور زباں بندی ہے تیری محفل میں
کہ یہاں بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری

وزیر ٹرانسپورٹ: یہ میں مرکزی حکومت کے بجٹ کے بارے میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ براہ راست ہمارے پنجاب اور دوسرے صوبوں سے تعلق رکھتا ہے اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ عوام کے مصائب و مشکلات کو حل کرنے کے لیے اس بجٹ میں کوئی خاطر خواہ نظام قائم نہیں کیا گیا۔ اس وجہ سے میں اس بجٹ کے بارے میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کر رہا ہوں۔ میں ایک بات یہ کہوں گا کہ یہاں اکثر ہمارے وزیر خزانہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد مختلف حملے کیے گئے اور ان کو ہدف تنقید بنایا گیا لیکن اگر وہ اس نظر سے جائزہ لے کر اپنے وفاقی وزیر خزانہ کے سال اور اس کے بعد ان کی کارکردگی پر تبصرہ کرتے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بجٹ پڑھنے کی صلاحیت سے بھی عاری ہے۔ اس کے باوجود ان تمام خامیوں کی طرف کوئی نگاہ نہیں کی گئی۔ ہم سے کہا گیا کہ یہ بجٹ نہایت ناکارہ ہے۔ لیکن میں آپ سے پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ پنجاب میں ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان میں پنجاب کے بجٹ کو سراہا گیا ہے اور اس سے جتنے بھی فوائد حاصل ہوں گے وہ اگلے سال ایک سال کے اندر اندر ہمارے سامنے آ جائیں گے اور انہیں چند باتوں کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! کل یہاں پر مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب نے فرمایا' میرے colleague بڑے سینئر ایڈووکیٹ میاں عبدالستار نجم کے بارے میں کہ وہ مرزائی ہیں۔ جناب والا! میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے اور مولانا صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ وہ کامل راسخ العقیدہ مسلمان ہیں' اور کسی پر بلا وجہ اتنا بڑا الزام لگا دینا خود ایک بڑے گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ میں مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پہلے تحقیق کر لیا کریں اور اب وہ اس معاملے میں مزید اپنی تحقیق کر کے تسلی کر لیں کہ وہ بالکل اور مکمل راسخ العقیدہ سنی مسلمان ہیں اور بلا تحقیق کیے اس ایوان میں کسی پر فتویٰ صادر نہ فرمائیں اور اس اسمبلی کا ریکارڈ درست کیا جائے۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! میں ایک انتہائی اہم اور ضروری مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں' آج لاہور میں ایک انتہائی المناک حادثہ میں دس (10) افراد مارے گئے اور بیس (20) کی حالت انتہائی سنجیدہ ہے۔ گزارش یہ ہے کہ رائے ونڈ روڈ پر ایک چوک بو گیاں ہے جو اب خونی چوک کہلانے لگا ہے' پچھلے تین چار ماہ کے اندر یہ چوتھا بڑا حادثہ ہے۔ اس کی طرف میں متعدد بار متعلقہ محکمہ شاہرات کی توجہ بھی مبذول کروا چکا ہوں اور وہاں کے عوام بھی ان کی توجہ مبذول کروا چکے ہیں۔ آج وہاں پر ہزاروں افراد کا ہجوم اکٹھا ہو گیا ہوا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ اس ایوان میں اس مسئلے پر رولز کو معطل کر کے اس مسئلے پر بحث ہونی چاہیے' یہ لاہور کی سڑکیں ملتان روڈ' رائے ونڈ روڈ ٹریفک کے اعتبار سے سڑکوں کی تنگی کے اعتبار سے حالات سنگین ہیں۔ میں چاہتا ہوں اور اس وقت یہاں پر وزیر P & W موجود نہیں۔ آپ اس چوک کی توسیع کا فوری طور پر کوئی نہ کوئی بندوبست کریں۔ تاکہ وہاں آئے دن کے حادثات سے عوام کو بچایا جائے۔

جناب نذر حسین کیانی: میاں صاحب نے حکومت کی جو نا اہلی کی طرف توجہ دلائی ہے ہم اس کی حمایت کرتے ہیں اور آپ کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ پنجاب کی حکومت کی نا اہلی سے لاہور شہر میں اس قسم کے حادثات پر قابو پانے کے لیے کچھ نہ کچھ اقدامات کیے جائیں۔

جناب سپیکر: سردار شوکت مزاری صاحب کیا آپ آج بولنا چاہیں گے؟

سردار شوکت حسین مزاری: جی ہاں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

سردار شوکت حسین مزاری: (اپوزیشن کی طرف سے تالیاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میں سب سے پہلے میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع عطا کیا تاکہ میں چند معروضات اور گزارشات پیش کر سکوں۔ اس کے بعد میں تمام دوستوں کا مشکور ہوں کہ مجھے موقع دے رہے ہیں کہ میں اس بحث میں حصہ لے سکوں۔ ٹیکس اور پنجاب کے بجٹ کے بارے میں بات ہو رہی ہے تو بجائے اس بجٹ پر بحث کرنے کے لیے ہمارے چند دوست براہ راست مرکزی حکومت پر ہٹ کرتے ہیں۔ میں پنجاب کے بجٹ کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ جن کی میں بے حد عزت کرتا

ہوں۔ انہوں نے بہت اچھا اور جاذب نظر بجٹ پیش کیا ہے۔ لیکن اس پنجاب کے لیے جو سنٹرل پنجاب ہے۔ جس میں دیہی پنجاب شامل ہوتا ہے۔ اگر آپ نظر دوڑائیں تو حیران ہوں گے کہ پنجاب 29 اضلاع پر مشتمل ہے اور سنٹرل پنجاب کے تیرہ اضلاع ہیں۔ اس کے لیے رکھی گئی مدات پر یہ رقم خرچ کی جا رہی ہے یا خرچ کی جائے گی۔ مثلاً زراعت پر ایک ارب 25 کروڑ 27لاکھ 5 ہزار کی رقم رکھی گئی ہے لیکن سنٹرل پنجاب کے اس علاقے جو کہ تیرہ (13) اضلاع پر مشتمل ہے۔ لاہور' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' ساہیوال اور راولپنڈی کے گردونواح لیکن جو باقی اضلاع ہیں جس میں سردار صاحب کا اپنا ضلع ان کا اپنا ڈویژن اور ملتان' بہاولپور' اٹک' سرگودھا' خوشاب اور جتنے بھی پسماندہ اضلاع ہیں ان کے لیے ایک ارب 25 کروڑ 27 لاکھ 5 ہزار میں سے یعنی تیرہ (13) اضلاع کے لیے ایک ارب 19 کروڑ اور باقی اضلاع کے لیے 6 کروڑ 15 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ اچھا اب ایک اور مد ہے جو زراعت ہی میں آتی ہے۔ 27 لاکھ 5 ہزار میں سے گیارہ (11) لاکھ 66 ہزار اس سنٹرل پنجاب کے لیے اور باقی اضلاع کے لیے صرف 39 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ ایک امداد باہمی کی رقم میں 25 لاکھ 20 ہزار روپے سنٹرل پنجاب کے لیے رکھے گئے ہیں اور یہ تمام کی تمام رقم سنٹرل پنجاب کے لیے ہے اور باقی اضلاع کے لیے فنڈز نہیں۔ ذخیرہ خوراک 19 لاکھ ایک ہزار یہ بھی تمام رقم سنٹرل پنجاب کے لیے ہے باقی اضلاع کے لیے نہیں۔ پھر آگے اطلاعات و ثقافت پر ایک کروڑ 25 لاکھ یہ کل بجٹ سارے سنٹرل پنجاب کے لیے ہے باقی اضلاع کے لیے نہیں۔ پھر لائیو سٹاک پر آیئے۔ لائیو سٹاک پر پانچ (5) کروڑ میں سے تین (3) کروڑ سترہ لاکھ روپے سنٹرل پنجاب کے لیے اور ایک کروڑ 82 لاکھ 94 ہزار روپے باقی پنجاب کے لیے رکھے گئے ہیں۔

جنگلات : جنگلات کے لیے 9 کروڑ 77 لاکھ 26 ہزار روپے کل بجٹ ہے جس میں سے 6 کروڑ 91 لاکھ 90 ہزار روپے سنٹرل پنجاب کے لیے اور 2 کروڑ 85 لاکھ روپے باقی دیہی پنجاب کے لیے ہے۔ پھر جنگلات کی طرف آیئے۔ اس مد کا 9 کروڑ 87 لاکھ 36 ہزار کل بجٹ ہے اس میں سے سنٹرل پنجاب کے لیے 6 کروڑ 91 لاکھ 90 ہزار ہے اور باقی دیہی پنجاب کے لیے 2 کروڑ 85 لاکھ 86 ہزار ہے۔

ماہی پروری : اس کے لیے ایک کروڑ 40 لاکھ 70 ہزار روپے میں سے سنٹرل پنجاب کے لیے

ایک کروڑ 34 لاکھ 32 ہزار روپے اور باقی دیہی پنجاب کے لیے 6 لاکھ 85 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔

صنعتی و معدنی ترقی کے لیے 3 کروڑ 54 لاکھ روپے ہیں۔ 3 کروڑ 2 لاکھ روپے سنٹرل پنجاب اور باقیوں کے لیے 52 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔

پانی اور بجلی: اس کے لیے 36 کروڑ 50 لاکھ روپے کا کل بجٹ ہے۔ اس میں سے 24 کروڑ 74 لاکھ روپے سنٹرل پنجاب اور 11 کروڑ 76 لاکھ روپے باقی اضلاع کے لیے مختص ہیں۔

شاہراہ: 65 کروڑ روپے کا کل بجٹ ہے اس میں سے 49 کروڑ 87 لاکھ روپے سنٹرل پنجاب کے لیے اور باقی دیہی پنجاب کے لیے 15 کروڑ 12 لاکھ 75 ہزار روپے ہے۔ ان شاہرات کے بارے میں میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شاہرات ملک کی ترقی کے لیے ہیں۔ اس میں خاص طور پر جن پر Block Allocation کی جا رہی ہے وہ 95 کروڑ روپیہ مختص ہے۔ اور یہ رقوم چیف منسٹر کی صوابدید پر رکھی گئی ہیں۔ ان کی مرضی وہ جس کو دیں ان کی مرضی وہ سنٹرل پنجاب کو دیں یا مجھے دیں یا کسی اور معزز رکن کو رقوم دیں۔ اس میں یہ مختص نہیں کیا گیا کہ وہ کن اضلاع کے لیے رقم مختص ہے جو 95 کروڑ روپیہ سنٹرل پنجاب میں زیادہ اور چند ایک سکیمیں جو دیہی پنجاب میں بنائی گئی ہیں ان کے استعمال کے لیے ہے۔ جب یہاں پنجاب کی بات کی جاتی ہے تو میں حیران ہوں کہ کس پنجاب کی بات کی جاتی ہے۔ آیا یہ آئی جے آئی کا پنجاب ہے یا پیپلز پارٹی کا پنجاب ہے۔ جو پیپلز پارٹی کا پنجاب ہے اس کو کچھ نہیں دیا جا رہا۔ میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ جب ہم پنجاب کی بات کرتے ہیں تو خدارا پنجاب کے ان تمام اضلاع کو شامل کریں پہلے ان اضلاع پر توجہ دیں جو پسماندہ ہیں جو پہلے ترقی یافتہ ہیں اس پر اگر خرچ کریں گے تو وہ زیادہ ترقی یافتہ ہو جائیں گے تو اس کا Gape اتنا زیادہ ہو جائے گا تو دیہی پنجاب جس کو ہم پوٹھوہار ریجن یا سرائیکی ریجن کہتے ہیں وہاں پر نعرے بلند ہوں گے۔ جیسے یہاں نعرہ بلند ہے جاگ پنجابی جاگ۔ کل جاگ سرائیکی جاگ ہوگا۔ جاگ پوٹھوہار جاگ ہوگا یہ صرف اس لیے ہوگا کیونکہ ان کو ان کے حقوق نہیں ملے۔ میری گزارش کہ خدارا پنجاب کے تمام اضلاع کو برابر مدنظر رکھیں۔ حالانکہ میں آپ کو بتاؤں۔ یہ بھی آپ کی مہربانی ہے۔ آپ کو دیہی پنجاب سے ووٹ ملے ہیں۔ لیکن دیہی پنجاب کو آپ نظرانداز کر رہے ہیں۔ سنٹرل پنجاب تو پہلے ہی پیپلز پارٹی کو ووٹ دے چکا ہے۔

لاہور میں مرکزی حکومت میں ہم نے اکثریت سے سیٹیں لی ہیں۔ ہم نے ملتان میں ساری سیٹیں لی ہیں' ہم نے فیصل آباد میں تین سیٹیں لی ہیں۔ ہم نے شیخوپورہ میں سیٹیں لی ہیں۔ گوجرانوالہ میں سیٹیں لی ہیں۔ یہ وہ اضلاع ہیں جہاں لوگوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے ہیں۔ لیکن میں حیران ہوں کہ اس کے باوجود آپ اس پنجاب سے متنفر ہیں۔ جو پنجاب دیہی ہے' جو پنجاب جس کی یہاں کوئی نمائندگی نہیں کر سکتا۔ جو یہاں بات نہیں کر سکتا۔ Bureaucrcay یا نوکر شاہی جو منصوبے بناتی ہے اس پر آپ عمل کرتے ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ خدارا اس چیز کو آپ سمجھیں۔ اس چیز کو آپ اپنے سامنے رکھیں اور اس پنجاب کو فوقیت دیں جو ہم سب کا پنجاب ہے جو غریب عوام کا پنجاب ہے جو کاشتکاروں کا پنجاب ہے جو صنعتکاروں کا پنجاب ہے۔ وہاں صنعتیں لگائیں جو دیہی علاقہ ہے اس کو ترقی دیں۔

جناب والا ! اب میں اپنے حلقہ نیابت کی طرف آتا ہوں۔ آپ حیران ہوں گے کہ جس طریقے سے میرے حلقے سے سوتیلی ماں کا سلوک کیا جا رہا ہے میرا خیال ہے میرے باقی 102 معزز ممبران کے حلقوں سے بھی یہی سلوک ہوتا ہوگا۔ ایک ہیلتھ سنٹر منظور ہوا جس کو upgrade کیا گیا وہ میرے حلقہ میں بننا تھا اس کو نامنظور کیا گیا وہ پہلے Basic Health Unit ہے وہ بنگلہ شاہ نورالحسن میں ہے۔ وہ کافی عرصہ سے Basic Health Unit چلا آ رہا ہے۔ اس کے لیے ہم نے 10 ایکڑ زمین مفت دے رکھی ہے۔ اس زمین کی قیمت کم از کم پچاس ساٹھ ہزار فی ایکڑ ہے۔ یعنی پانچ لاکھ کی زمین ہم نے مفت دے رکھی ہے لیکن آج تک اس کو منظور نہیں کیا گیا ہے۔ اس وقت بھی اس کو نامنظوری کی لسٹ میں شامل کیا گیا ہے۔ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اس پر غور فرمالیں۔

ہمارے ضلع اور ڈیرہ غازی خان کی 28 واٹر سپلائی سکیمیں ہیں۔ اکثر وزیر خزانہ کے اپنے علاقے میں بنائی جا رہی ہیں۔ ضلع راجن پور میرے حلقہ نیابت میں صرف دو سکیمیں ایک رکھ قادرہ اور باگسر میں ہیں۔ باقی سب کی سب یا سردار نصراللہ دریشک کے علاقے میں بن رہی ہیں یا وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی کھوسہ کے علاقے میں بن رہی ہیں۔ مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں۔ ان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے علاقے کو ترقی دیں لیکن ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں' ہم پر بھی نظر کرم فرمائیں۔

جناب والا! نشتر گھاٹ پل کے بارے میں میں نے ضمنی بجٹ کے وقت عرض کی تھی کہ اس اہم گزرگاہ کے لیے پیسہ بھی مختص کیا گیا ہے لیکن اس کو نامنظور لسٹ میں رکھا گیا ہے۔ یہ ضلع رحیم یار خان ضلع راجن پور اور ضلع ڈیرہ غازی خان کے لیے بہتر اور موزوں گزرگاہ ہے۔ جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ وزیر خزانہ اور وزیر آبپاشی اس سلسلے میں میرا ساتھ دیں گے کہ وہ پل اتنا اہم ہے اگر وہ پل بنایا جائے تو رحیم یار خان اور راجن پور دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے گا اور سندھ کا راستہ بھی اس سے آ کر ملتا ہے۔ جس میں ہماری تحصیل لیاقت پور، سکھر ڈویژن، ضلع رحیم یار خان، خان پور، راجن پور اور ڈیرہ غازی خان کے لیے بہترین گزرگاہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کو نامنظور کیا گیا۔ حالانکہ پچھلی دفعہ جب چیف منسٹر روجھان کے دورے پر گئے ہمارے معزز مخالفین کے ساتھ ملے۔ انہوں نے خود ڈائریکٹو دیا تھا کہ یہ پل بنایا جائے گا۔ جس کے لیے 30 لاکھ روپیہ سروے کے لیے رکھا بھی گیا لیکن ابھی وہ نامنظور ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کو کیوں نامنظور کیا گیا۔ اس دفعہ میں ٹن دار کی جگہ اپنے چیف کی جگہ ممبر بنا ہوں۔ شاید وہ ممبر بنتے تو ان کو یہ پل دے دیا جاتا۔

واٹر سپلائی سکیم کے متعلق میں نے پہلے عرض کی ہے۔ پل کے اوپر کل رقم 490206 لاکھ روپے ہے۔ یہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے صفحہ نمبر 74 اور نمبر شمار 149 پر ہے۔ اس میں مختص رقم 20 لاکھ روپے تھی لیکن اس کو نامنظور کیا گیا۔ میری گزارش یہ ہے کہ ایسے حالات نہ پیدا کیے جائیں جس سے کسی کی حق تلفی کی جائے۔ میری مرکزی حکومت سے بھی گزارش ہے اور آپ سے بھی گزارش ہے کہ خدارا جمہوریت بڑے عرصے کے بعد آئی ہے اس جمہوریت کو چلنے دیں۔ اس جمہوریت میں ایسے اقدامات کریں جس سے اس معزز ایوان کی عزت ہو۔ احترام ہو اور لوگ اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور یہ نہ دیکھیں کہ لوگ تخریب کار ہیں اور چھ ماہ کے بعد ہم سب لوگ موقوف کر دیے گئے ہیں اور مارشل لا لگ جائے۔ میرے لیے تمام معزز اراکین اسمبلی قابل احترام ہیں اور کہتا ہوں کہ بجٹ میں اگر آپ ہمیں مستفید نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم ہم سے مشورہ ضرور کر لیا کریں۔ اس میں عوام کی بہتری ہوگی۔ اس میں ان عوام کی بہتری ہوگی جنہوں نے آپ کو ووٹ دیے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سارے کے سارے ووٹ میں نے لیے ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے آپ کو ووٹ دیے ہیں۔ ان کے حقوق کو دیکھیں۔ ان

کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ بجٹ تیار کیا کریں اور اس پر عمل کیا کریں۔

جناب والا! سب سے زیادہ رقم پولیس کے لیے رکھی گئی ہے۔ میں حیران ہوں کہ کیا اس پنجاب کو پولیس سٹیٹ بنانا چاہتے ہیں اور کیا ہم اس لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ہمیں پولیس کے تحفظ کی ضرورت ہے۔ کیا ہمارے اندر یہ شعور پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہم آپس میں افہام و تفہیم کے ساتھ رہیں اور جمہوریت کی بقاء کے لیے کام کریں۔ جمہوریت کی بہتری کے لیے کام کریں' جمہوریت پر عمل کریں اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کریں۔ یہاں پولیس کا کام کیا ہے؟ پولیس کا کام یہ ہے کہ ہمارے ووٹران کو ذلیل کیا جائے۔ یہ آپ کی طرف سے نہیں' ہماری طرف سے بھی ہوتا ہے۔ میں مانتا ہوں اور یہ بڑا افسوسناک معاملہ ہے۔ یہ ہماری سیاست میں شروع سے وتیرہ رہا ہے کہ اپنے مخالفین کو دباؤ' اپنے مخالفین کو ذلیل کرو اور اپنے مخالفین کو اتنا تنگ کرو کہ وہ گڑگڑا کے آپ سے معافی مانگیں اور آپ کا ساتھ دیں۔ میں کہتا ہوں' یہ عزت انسانیت نہیں نعرہ ہائے تحسین انسان کی قدر کریں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ انسان کی قدر اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور ہم سب پر فرض ہے کہ ہم تمام انسانوں کی عزت کریں' تمام لوگوں کا احترام کریں' کیونکہ لوگوں کی عزت آپ کی عزت ہے۔ اگر آپ ہماری عزت کریں گے' ہم آپ کی عزت کریں گے۔ ہم آپ کی عزت کریں گے آپ ہماری کریں گے۔ جہاں پولیس پر دو ارب روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ میں آج ہی آئی جی صاحب کے دفتر میں گیا تھا۔ میں ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن ہوں۔ میں اس اسمبلی کا معزز رکن ہوں۔ جناب سپیکر! آپ حیران ہوں گے کہ جب میں ملنے گیا تو ان سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ انہوں نے بیٹھے بیٹھے مجھے ہاتھ دیا اور جب میں نے انہیں اپنی گزارشات پیش کیں کہ جناب' ایک تھانیدار جو ہمارے ضلع کا تھا اس کو صرف اس لیے تبدیل کیا گیا ہے کہ اس نے پچھلے دنوں سندھ کے ایک مشہور ڈاکو' جو سندھ پولیس کو مطلوب تھا' جو رحیم یار خان پولیس کو مطلوب تھا کہ اس کو گرفتار کیوں کیا جس کا انعام پانچ لاکھ تھا۔ اس ڈاکو کا نام شوبھا تھا۔ آج اس تھانے دار کو صرف اس لیے تبدیل کیا گیا ہے کیونکہ اس نے اس آدمی کو گرفتار کرایا ہے جس کے پس پشت بڑے ہاتھ تھے اور اس کو ضلع راجن پور سے اٹھا کر شیخوپورہ میں لگایا گیا ہے۔ (شیم شیم کی آوازیں) اس کا قصور کیا ہے کہ اس کو تھانہ شاہوالی سے جو راجن پور میں کشمور کی سرحد کی طرف واقع ہے اٹھا کر شیخوپورہ میں بھیجا گیا ہے؟ کیا آئندہ کوئی ڈکیت

نہ پکڑے، کوئی تخریب کار نہ پکڑے۔

اگر یہی حال رہا تو میرا خیال ہے کہ کوئی پولیس والا آئندہ ایسی جرأت نہیں کرے گا۔ ابھی میں آئی جی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور میں ان کا بڑا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری بڑی عزت افزائی کی۔ اتنے میں چند علمائے کرام آگئے اور وہ جس طریقے سے انہیں لپک کر ملنے گئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ شاید ہماری محترمہ وزیراعظم کے خلاف کوئی تحریک چلانا چاہتے ہیں۔ "آیئے مولانا صاحب، آیئے مولانا صاحب۔" اور ان کو بٹھانے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی اور ہمیں چائے تک پوچھا نہیں گیا اور ہاتھ تک نہیں ملایا گیا۔ تو یہ میری نہیں، آپ کی بے عزتی ہے۔ یہ معزز اراکین کی بے عزتی ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کی نہیں، جملہ اراکین اسمبلی کی بے عزتی ہے کہ پولیس کا یہ رویہ ہو (شیم شیم کی آوازیں)

کیا بیوروکریسی ہم پر حکومت کرنا چاہتی ہے یا آپ بیوروکریسی پر حکومت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا بیوروکریسی اس لیے بنی ہوئی ہے کہ وہ عوامی نمائندوں کی بے عزتی کریں؟ کیا ہم دی آئی پی صرف ائرپورٹ تک ہیں یا ہر حلقے میں دی آئی پی ہیں؟ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ سب پنجاب اسمبلی کے اراکین دی آئی پی ہوں۔ سب معزز رکن ہوں۔ چاہے قومی اسمبلی یا پنجاب اسمبلی کے ہوں۔ تمام افسران بالا کو یہ ہدایت ہونی چاہیے کہ انہیں معزز رکن سے کس طرح ملنا چاہیے۔ کام کریں یا نہ کریں، لیکن عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) مجھے بڑا افسوس ہوا کہ ہم سے آج یہ رویہ رکھا گیا ہے۔ یہ رویہ مجھ سے نہیں رکھا گیا، ان لوگوں سے جا کر پوچھیں جو تھانوں میں ذلیل ہوتے ہیں۔ ان لوگوں سے پوچھیں جن کے تھانوں میں ایف آئی آر نہیں کاٹے جاتے۔ ان غریبوں سے پوچھیں جنہیں اس پولیس سٹیشن میں ڈالا جاتا ہے جہاں غسل خانہ تک نہیں ہوتا۔ جہاں وہ غلاظت خانے کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں اور دن رات وہاں کھڑے رہتے ہیں۔ کیا یہ انسانیت کی تذلیل نہیں؟ معزز سپیکر صاحب! اس معزز ایوان کی طرف سے میں صرف اتنا التماس کروں گا کہ خدارا! اپنی اسمبلی اور اپنے نمائندگان کے لیے ایسی عزت اور ایسا احترام پیدا کریں کہ نمائندے کی پہچان ہو۔ کل کا واقعہ ہے کہ ہمارے معزز رکن راوی پل پر آ رہے تھے۔ ان کے پاس ایک لائسنس شدہ گن تھی۔ لیکن وہ لائسنس ساتھ نہیں لائے۔ لیکن ان کے پاس اسمبلی کا ایم پی اے کا کارڈ تھا۔ انہیں پولیس نے بٹھا لیا۔ آپ کی اور میاں شہباز شریف کی مہربانی سے

انہیں چھڑا لیا گیا۔ کیا آپ کی اسمبلی کا عزت و احترام یہی ہے؟ (شیم شیم کی آوازیں) کیا اس کارڈ کا یہی تشخص ہے کہ جس کو صرف ائرپورٹ پر مانا جاتا ہے' کوئی اور اس کو نہیں مانتا؟ اگر نہیں مانتا ایسے کارڈ کا فائدہ ہی کیا ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے ایوان اقتدار اور حکومت پنجاب سے گزارش کروں گا اور میں وفاقی حکومت سے بھی گزارش کروں گا کہ ایسے قوانین بنائیں کہ جس سے ارکان اسمبلی کی عزت اور احترام ہو۔ جس میں اس کارڈ کی شناخت ہو تاکہ یہ کارڈ جہاں جائے اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ویسے تو ہمارا یہ حق ہے کہ ہم تھانوں کو چیک کر سکتے ہیں۔ لیکن کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہم تھانوں کو چیک کر سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ جو ایف آئی آر کاٹی جا رہی ہیں' اگر اس میں معزز اراکین کو شامل کیا جائے تو کوئی چوری' ڈکیتی' کوئی غنڈہ گردی کوئی تخریب کاری نہیں ہو سکتی۔ اگر غنڈہ گردی اور چوری کوئی ہوتی ہے تو یہ پولیس خود کراتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) بات کرتے ہیں پیپلز پروگرام کے بارے میں۔ یہاں اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ جناب' یہاں پیپلز پروگرام کو کون چلائے گا؟ او بھائی' پیپلز پروگرام تو آپ کی ایجنسیوں کو چلانا تھا۔ اگر آپ کی ایجنسیاں ہمارا ساتھ نہ دیں تو پھر ہم کوئی اور ایجنسی ڈھونڈیں۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ صوبائی ایجنسیاں کام چلائیں' صوبائی انجینئرز چلائیں' آپ کے ایکس ای این چلائیں۔ ہم آپ کو وہ رقم دینے کے لیے تیار ہیں۔ البتہ اگر اس میں کوئی افہام و تفہیم کی بات ہے تو وہ میز پر بیٹھ کر کی جا سکتی تھی۔ لیکن شروع سے پیپلز پروگرام کی مخالفت کی گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پیپلز پروگرام ایک اچھا پروگرام ہے۔ اگر اچھا پروگرام ہے تو اس کو اپنی ایجنسی کے ذریعے چلنے تو دیں۔ کیا پتا آپ کی تجاویز بھی شامل کی جا سکیں؟ آج کے اخبار میں لکھا گیا ہے' جو تیس تیس لاکھ ایم این اے صاحبان کو دیا جائے گا' یا آئی جے آئی کے ممبران اسمبلی کو دیے جائیں گے تو میری التماس ہے کہ خدارا' اس میں ایک ایسی تجویز رکھیں کہ جس میں تمام علاقہ جات' خاص طور پر پس ماندہ علاقہ جات کو فوقیت ملے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مجھے دیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ پسماندہ علاقوں کو' دیہی پنجاب کو آگے لانے دیں کیونکہ دیہی پنجاب پر آپ کی معیشت کا انحصار ہے۔ دیہی پنجاب کو ترقی کا حق ہے۔ دیہی پنجاب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آپ سے اپنے حقوق حاصل کرے کیونکہ 1947ء سے لے کر اس وقت تک دیہی پنجاب کو کچھ نہیں دیا گیا۔ دیہی پنجاب کو پیچھے رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ سردار صاحب۔

سردار شوکت حسین مزاری: ایک منٹ جناب والا!

جناب سپیکر: ایک منٹ میں ختم کریں۔

سردار شوکت حسین مزاری: ٹھیک ہے' ابھی جناب افضل اعزاز صاحب نے بھی ٹیکسیشن کے بارے میں نشان دہی کی ہے کہ مرکزی حکومت کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ میں کہتا ہوں' گیارہ سال ہوگئے ہیں۔ اگر گیارہ سال میں یہ اس ضمن میں کچھ نہیں کر سکتے تو ہم چھ مہینے میں کیا کر سکتے ہیں؟ کوشش کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ آپ کی رائے لیں گے اور چلیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین) باقی رہا ان کا اپنا ٹرانسپورٹ کا محکمہ۔ ٹرانسپورٹ کی حالت اتنی ابتر ہے کہ اس میں تنخواہوں کے لیے صرف 24 کروڑ روپے دیے جا رہے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ ہماری پاس فنڈز نہیں۔ بھائی' پبلک ٹرانسپورٹ تو ایک ایسی چیز ہے جو کہ تمام ممالک میں رائج ہے۔ آپ یورپین ممالک میں جائیں' آپ امریکہ چلے جائیں' آپ Far eastern countries میں جائیں' جتنی پبلک ٹرانسپورٹ کامیاب ہے' اتنی پرائیویٹ کامیاب نہیں۔ تو جب تک آپ پبلک ٹرانسپورٹ کو سامنے نہیں لائیں گے اس زمرے میں نہیں کہ وہ خسارے میں جا رہی ہے اس وقت تک غریب عوام کے لیے بڑی پریشانی ہے۔ لاکھوں مزدور بے گھر ہو چکے ہیں اور انہیں تنخواہیں نہیں مل رہیں۔ انہیں نکال دیا گیا ہے۔ مہربانی کر کے آپ اس طرف توجہ فرمائیں۔ اپنی پبلک ٹرانسپورٹ پر توجہ دیں اور ایسا طریقہ رائج کریں کہ پبلک ٹرانسپورٹ صحیح سمت میں چلے۔ مجھے آپ کی ذات سے کوئی گلہ نہیں لیکن اس ملک کی اس صوبے کی بہتری کے لیے جہاں آپ کی کرائے کی گاڑیاں چل سکتی ہیں کیا وہاں ٹرانسپورٹ نہیں چل سکتی؟

جناب والا! میں ان الفاظ کے بعد اپنی تقریر ختم کروں گا کہ میرے چار ایسے اہم مطالبات اور منصوبہ جات ہیں جو میں وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ہمارے ضلع کے لیے ریڑھ کی ہڈی ثابت ہو سکتے ہیں۔ ایک تو میں وزیر خزانہ سے التماس کروں گا Dajal extension canal ساڑھے چار لاکھ ایکڑ غیر آباد پڑی ہے۔ اگر آپ اس کو بنائیں تو کم سے کم ساڑھے چار لاکھ ایکڑ مستفیض ہو سکے گا۔ دوسرا نشتر گھاٹ پر پختہ پل' یہ ایک اہم گزر گاہ ہے۔ تیسری وہ ہے بنگلہ شاہ روجھان کے درمیان کشتیوں کا پل۔ یہ بھی ایک اہم گزرگاہ ہے۔ اگر اس پر

آپ مہربانی فرمائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس علاقے کے لیے بہتری ہوگی۔ چوتھا سب سے اہم ترین وزیر آبپاشی صاحب کو بھی پتا ہے روجھان شہر، جس سے میں تعلق رکھتا ہوں جس میں میرا سارا خاندان ہے، جس میں ہمارے مخالفین اور ہم بھی ہیں۔

ہمارے مزاری ہیڈکوارٹر کو دریائے سندھ کے دباؤ سے سخت خطرہ ہے۔ اس کے لیے Study بھی ہو چکی ہے۔ لیکن وہاں پر بند بننا تھا لیکن ابھی یہ کاغذی (Documents) تک ہی محدود ہے۔ میری گزارش ہے روجھان بند اور روجھان شہر سے محفوظ کیا جائے۔ ورنہ میں عرض کر دوں کہ اگلے سال روجھان نہیں ہو گا۔ روجھان کا یہ خطرہ تقریباً" آدھا میل تک آ گیا ہے۔ میں اپنی ان مصروفیات کے ساتھ تمام اراکین اسمبلی کا تمام دوستوں کا اور معزز اراکین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہوں گا۔ مزاری صاحب نے جوش خطابت میں یہ فرما دیا ہے۔ لاکھوں مزدور ٹرانسپورٹ سے نکال دیے گئے ہیں اور ان کو بے روزگار کر دیا گیا ہے۔ اس کا حقیقت سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔ یہ میں ریکارڈ درست کرنے کے لیے میں یہ کہوں گا تاکہ اسمبلی کی کارروائی درست ہو جائے۔ اس کے علاوہ میں ایک چھوٹی سی بات اور کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب آپ اس بارہ میں مزید بات نہ فرمائیے گا۔ یہ ذاتی وضاحت پر بات ہوگی۔ بیگم عفیفہ صدوٹ صاحبہ۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

بیگم عفیفہ صدوٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا ہے کہ میں اپنا اظہار خیال بجٹ پر اور اپنے وطن عزیز اور عوام کے معاملات پر پاکستان حکومت کی توجہ دلاؤں۔ امید ہے آپ مجھے اتنا وقت فراہم کریں گے۔ شکریہ پہلے تو میں حکومت پنجاب کے وزیراعلیٰ اور ان ماہرین پنجاب حکومت کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں جنہوں نے باوجود مالی مشکلات اور فنڈز کی محرومی کے جو مرکزی حکومت کی طرف سے ہوئی ہے۔ ٹیکس فری بجٹ بنایا ہے۔ جس سے ہماری عوام کو زیادہ پریشانی سے نجات ملی ہے اور ان کو جینے کا حق دیا گیا ہے۔ جو کہ پہلے سے اس مہنگائی کے دور میں اپنی معاشرتی زندگی کی کش مکش میں مبتلا ہیں۔ ان کو سہارا دینا حکومت کا اولین فرض ہے جو کہ حکومت پنجاب وزیراعلیٰ کے رہ نمائی

میں پروگرام میں ان کے لیے بیت المال اور جہیز فنڈ اور ہاؤسنگ سکیم وغیرہ کے لیے خصوصی فنڈز مہیا کر چکے ہیں۔ بے روزگاری جیسے اہم مسئلے کے خاتمہ کے لیے بھی تجاویز زیر غور ہیں۔ جناب والا! ہم سب ممبران اسمبلی کو معلوم ہے کہ ہمارا ملک کس مالی بحران سے گزر رہا ہے۔ جہاں مرکز اور صوبہ پنجاب کشمکش کی صورت حال میں دیدہ دانستہ چند اقتدار پرست نونہال لیڈروں نے جن کی لاٹری تو نکل آئی ہے اور اپنی حکومت تو قائم کر چکے ہیں۔ نہ جانے کب تک؟ مگر افسوس کہ وہ جمہوریت کے پرچار کرنے والے جمہوریت کی اصل روح سے نا آشنا ہیں اور انصاف کے تقاضے نہیں جانتے۔ وہ کیسے عوام دوست اور محب وطن کہلا سکتے ہیں۔ جو عوام کی حق تلفی کرتے ہوئے پاکستان کے بڑے صوبہ پنجاب کو اپنی مرکزی حکومت سے اپنے جائز حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے اور پنجاب کو صرف اس لیے Victimise کیا جا رہا ہے کہ یہاں آئی جے آئی کی اکثریت اور حکومت قائم ہے۔

افسوس جیسا کہ پہلے پی پی پی کے دور حکومت میں صرف جھوٹے نعروں سے عوام کو دھوکا دیا گیا اور ملک کو دو ٹکڑے کر کے آدھا ملک گنوایا اور صرف وزیراعظم کی کرسی کی نذر کر دیا گیا اور ملک کے خزانے خالی کر کے چھوڑ گئے اور قوم کو خود بھی بھٹو صاحب مارشل لاء اور محمد ضیاء الحق شہید کے حوالے کر گئے۔ جو اس وقت ثابت ہوا ورنہ عین ممکن تھا کہ باقی ماندہ پاکستان بھی نہ رہتا۔ اسی 11 سالہ دور مارشل لاء حکومت اور نواز شریف وزیراعلیٰ پر بار بار تنقید کی جاتی ہے کہ انہوں نے ملک کی معیشت ختم کر ڈالی ہے اور خزانہ ختم کر چکے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس حالت میں ملک کی معیشت کو بربادی کے کنارے چھوڑ گئے۔ بلکہ اسی 11 سالہ دور میں اس بحران سے ملک کو نکالنے میں محمد ضیاء الحق نے اہم کردار ادا کیا۔ بلکہ ملک کو خانہ جنگی سے بچایا اور اس کی معیشت کو سنبھالا دیا۔ اس دور میں امن و امان قائم رکھا بلکہ اسلامی نظام کو فروغ دیا گیا۔ تیسری دنیا میں پاکستان کے وقار کو بلند کیا۔ افغانستان کو کافروں کی غلامی سے نجات دلانے میں دلیرانہ کردار ادا کیا۔ اس سے بڑی جمہوریت کی پاس داری اور کیا ہو سکتی ہے اور آج جمہوریت کے جھوٹے دعویداروں کو.....

جناب محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! محترمہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بیگم صاحبہ کچھ دوست پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔

(شور)

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ ان کو منع نہ کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اپنی تقریر ہی نہ کر سکیں۔ عورت ہیں ان کو آزادی ہے ان کو پڑھنے دیں۔ ہم ان کے لیے تمام رولز Suspend کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بیگم صاحبہ مجھے آپ سے گزارش کرنا ہے کہ کچھ دوست پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ آپ ان کی بات تو مجھے سننے دیں۔ راہی صاحب آپ ایک منٹ کے لیے تشریف رکھیں۔ بات تو سنیں۔

جناب محمود الحسن ڈار: محترمہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایوان کو ریکارڈ کے لیے دے دیں تاکہ ریکارڈ ہو جائے۔ اس طرح وقت ضائع ہو رہا ہے۔

سردار شوکت حسین مزاری: بیگم صاحبہ جیسے تقریر کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ جیسے چاہیں پڑھیں۔

بیگم عفیفہ ممدوٹ: اور آج جمہوریت کے جھوٹے دعویداروں کو افغانستان کی عبوری حکومت کو تسلیم کرنا بھی ناگوار لگتا ہے۔ محمد ضیاء الحق شہید کو بار بار نشانہ بنانا یا نواز شریف پر غلط الزامات لگانے سے وہ اپنی 5 سالہ دور بھٹو حکومت کے بداعتدالیاں نہیں چھپا سکتے۔ تاریخ ان کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ جو خود غرضی' اقتدارت پرست لیڈر بن کر قوم کے ساتھ دھوکہ کرنے والے اور ملک و وطن کے دو ٹکڑے کر کے مشرقی پاکستان کے 12 کروڑ مسلمانوں کو اپنے آزاد وطن سے محروم کر دیا۔ جنہوں نے قربانیاں دے کر پاکستان بنانے میں قابل تعریف کردار ادا کیا تھا اور قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھ مضبوط کیے اور پاکستان مسلم لیگ حکومت قائم کی جس کی وجہ سے ایک آزاد اسلامی جمہوری مملکت وجود میں آئی تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کے محب وطن کون تھے اور غدار قوم کون ہے۔

ہم نے وہ بھٹو دور حکومت دیکھا ہے جہاں 1977ء کے الیکشن دھاندلیوں سے کیے گئے اور 9 اپریل جب لاکھوں مرد عورتیں اور طلباء مجبور ہو کر لاہور اور تمام صوبوں میں سڑکوں پر احتجاج کرنے کو نکلے اور پنجاب میں ایف ایس ایف کی فورس ہمارے سامنے آنسو گیس اور لاٹھیاں لے کر سامنے پہنچ گئی۔ یہ وہ دور تھا جو وڈیرہ شاہی اور جاگیرداروں کا نظام تھا۔

اب میں اپنے پسماندہ حلقہ اور علاقے ڈیرہ غازی خان کی بات کرنا چاہوں گی جہاں سردا
نظام کی Dictatorship ابھی تک قائم ہے۔ غربت اور جہالت اور بے روزگاری کی وجہ سے
کی حالت انتہائی ابتر اور قابل رحم ہے۔ جس کے لیے میں حکومت سے درخواست کروں گی کہ
کے لیے ایسے مواقع فراہم کریں جس سے ان کی ضروریات زندگی ان کو اپنے دیہی علاقہ میں
ہو سکے۔

ملک محمد وزیر اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بیگم صاحبہ! پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ جی جناب۔

ملک محمد وزیر اعوان: جناب سپیکر! کیا ہمیں بھی تقریر لکھ کر پڑھنے کی اجازت ہوگی؟

جناب سپیکر: میری ایک گزارش ہے کہ میرے معزز دوست نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھا
وہ valid ہے کہ پڑھ کر تقریر نہیں کی جا سکتی۔ اس کے بعد ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن
دوستوں نے کہا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اگر آپ پڑھیں گے اور کوئی اعتراض نہ کر
آپ بھی پڑھ لیں لیکن یہ As a matter of rules نہیں ہے۔

ملک محمد وزیر اعوان: جناب والا! میں بھی تقریر پڑھنے کی اجازت مانگ رہا ہوں۔ لیکن ا
کسی نے لکھ کر دی ہے۔ اگر یہ خود لکھتیں تو کوئی بات نہیں تھی۔ یہ استادوں کے ہاتھ لگ
ہیں اور جو وہ کہہ رہی ہیں ٹھیک نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جب آپ کی باری آئے گی تو اس وقت بات ہو
گی۔

جناب نذر حسین کیانی: جناب والا! ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن یزید کو شہید نہ کہیں۔

(قطع کلامیاں)

بیگم عفیفہ صمدوث: جناب والا! میں نے اپنے پوائنٹس لکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے بہت
کہنے کو ہے اور میں بھول نہ جاؤں۔

(قطع کلامیاں)

جناب والا! میں عرض کر رہی تھی کہ لاکھوں مرد، عورتیں اور طلباء مجبور ہو کر لاہور اور
صوبوں میں سڑکوں پر احتجاج کرنے کے لیے نکل آئے۔ جب پنجاب میں ایف ایس ایف کی پ

س ہمارے سامنے آنسو گیس اور لاٹھیاں برسانے پہنچ گئے تھے۔ یہ وہ دور تھا جو وڈیرہ شاہی اور
یرداروں کا نظام تھا۔ اب یہ ہمارے دور کو کیوں برا کہتے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے دور میں
ے زیادہ مظالم کر کے دکھائے عورتوں پر بھی ایف ایس ایف کی آنسو گیس اور لاٹھیاں
نے کی کوئی کسر نہ چھوڑی اور خواتین کو انہوں نے ایف ایس ایف کی وین میں ڈال کر لاہور
دور جنگلوں میں جا کر چھوڑا اور وہاں جیلوں میں لے جا کر بند کیا اور اب مظلوم بنتے ہیں کہ
ے ساتھ یہ ظلم ہوا۔ ظلم تو انہوں نے کیا جب ان کا دور تھا۔ اب میں ڈیرہ غازی خان کی بات
چاہتی ہوں۔ جہاں اب بھی سرداری نظام کی ڈکٹیٹر شپ میں عوام غربت' جہالت اور بے
اری کی وجہ سے انتہائی ابتر اور قابل رحم حالات میں مبتلا ہیں لہٰذا میں حکومت سے درخواست
ں گی کہ ان کے لیے ایسے مواقع فراہم کریں جس سے ان کی ضروریات زندگی ان کے اپنے
علاقے میں میسر ہو سکے اور بجائے اس کے کہ اسی فیصد آبادی شہروں کی طرف روزی کی
میں شہروں کی طرف رخ کریں۔ جہاں وہ پریشانی میں مبتلا ہو کر منشیات کا شکار بن جاتے ہیں
جرائم کا پیشہ اختیار کرتے ہیں بے روزگاری کے خاتمے کے لیے ان کو دیہی ترقیاتی پروگرام مہیا
ائیں اور Agro Industry کو فروغ دیا جائے۔ لوگوں کو تعلیم' تعلیم کے زیور سے آراستہ
ے اور مراکز صحت میں دوائیاں اور ڈاکٹرز مہیا کیے جائیں۔

ڈپٹی سپیکر: بیگم صاحبہ اپنی تقریر وائنڈ اپ کر لیں۔

حفیظہ محمود: جناب والا! ہمارا معاشرہ جو تباہ ہوتا جا رہا ہے کیونکہ غریب دیہاتی عوام کے
ومت کی طرف سے مزدوری یا ایگرو انڈسٹری کے لیے کوئی ایسے انتظامات نہیں کہ وہ اپنے
میں رہ کر روزی کمائیں اور اپنے بال بچوں کے ساتھ رہائش پذیر ہوں۔ خواتین کے لیے
بھی کہنا چاہوں گی کہ وہاں Women Division کی طرف سے فنڈز مہیا کیے جائیں تاکہ
Social Welfare جو خواتین دیہی علاقوں میں پریشان حال اور غربت کا شکار ہیں ان کے
ئی ایسی ضروریات زندگی میسر نہیں۔ حکومت کی طرف سے ان کے لیے ایسے انتظامات
Social Welfare Dept کے ذریعے خواتین کو فنڈز مہیا کیے جائیں۔

ڈپٹی سپیکر: شکریہ بیگم صاحبہ! آپ تشریف رکھیں۔

غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی نوابزادہ صاحب!

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ اگر بیگم صاحبہ نے آج وڈیروں کے خلاف یہاں بات کی ہے تو میرے خیال میں حقیقی انقلاب کا آغاز ہو چکا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پرویز صالح صاحب!

جناب پرویز صالح: جناب سپیکر! بجٹ کے فنی پہلوؤں پر میں سمجھتا ہوں کہ کافی گفتگو ہو چکی ہے۔ دوسری بات جناب سپیکر! یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ ٹیکنیکل پہلوؤں پر بات کرنے کا فائدہ اس لیے بھی نہیں کہ مختلف وجوہات جن کا میں ذکر کرنا چاہوں گا کہ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے ٹریژری بنچز کی طرف سے اگر کوئی بولتا ہے تو یہاں یقین جانیں میں کم از کم تنقید کروں گا کہ یہاں کوئی غور سے نہیں سن رہا ہوتا کہ اس کو سنجیدگی سے لے رہا ہو۔ ادھر سے اگر کوئی بولتا ہے تو وہاں غور سے کوئی نہیں سن رہا۔ اس ہاؤس میں سچ اور جھوٹ کی کوئی تمیز نہیں رہی۔ غلط اور صحیح کی کوئی تمیز نہیں رہی۔ (نعرہ ہائے تحسین) نہایت افسوس کی بات ہے کہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ کیا ٹریژری بنچز کی طرف سے بات آئی ہے یا اپوزیشن بنچز کی طرف سے بات آئی ہے۔ اگر انہوں نے کوئی بات کی تو ہم نے اس کی مخالفت کرنی ہے۔ اگر ہم نے کوئی بات کی تو انہوں نے مخالفت کرنی ہے۔ جناب! اس صورت حال میں نہ کوئی ہمارا ضمیر اور نہ کوئی ہماری سوچ رہی۔ ہم لوگ تو اس Polarization کا شکار ہو گئے ہیں کہ ہم صحیح کو صحیح نہیں اور غلط کو غلط نہیں کہتے۔ Polarization کے مطابق چلتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ صرف ٹیکنیکل پہلوؤں پر بات کرنے کے علاوہ سب سے اہم بات اس ملک کی سیاسی صورت حال ہے۔ جس قسم کی IJI Vs PPP Polarization بن چکی ہے۔ ہم لوگ سب وہ زمانہ بھول گئے ہیں جب اس ملک میں مارشل لاء کا دور تھا۔ اس وقت تک کوئی یہ نہیں دیکھتا تھا نہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ وہ Rightist یا Leftist ہے۔ وہ آئی جے آئی یا پی پی پی کا ہے۔ وہ سب ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں اور جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بھی غلط ہے۔ اگر میرے دوستوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ اب کے اگر مارشل لاء آیا کس کے لیے فائدہ مند ہوگا اور کس کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں جناب سپیکر! یہ سب کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مارشل لاء اس ملک کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ تو اس صورت حال میں جناب

پیکر! ہم سب کا اس ہاؤس کا ہم تمام elected لوگوں کا اجتماعی مسئلہ ہے اس ملک کے عوام کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ ہم ایک دوسرے کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں کیونکہ اگر ہمارا ایک رکن اپوزیشن کا ایک رکن' میں اس حد تک سمجھتا ہوں کہ اگر آئی جے آئی کی بے عزتی کرتا ہے تو وہ درحقیقت ڈھائی لاکھ افراد جنہوں نے ان کو منتخب کیا ہے ان کی بے عزتی کرتا ہے۔ اسی طرح اگر م لوگ ان کے افراد کو Tolerate نہیں کرتے وہ لوگ ہماری بات چیت کو Tolerate نہیں رتے تو ساتھیو! ہم مجموعی طور پر عوام کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ ہم مجموعی طور پر عوام کو یہ اثر دے رہے ہیں ہم ان Forces of darkness کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ہم لوگ سورت کے قائل نہیں۔ ہم لوگ بچوں کی طرح لڑتے ہیں۔ ہم لوگوں میں کوئی Tolerance یں۔ ہم لوگوں میں کوئی احتلو نہیں۔ ہم لوگ پھر آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ساتھیو! میں اب سپیکر! آپ کی وساطت سے کہہ رہا ہوں کہ یہاں تو یہ صورت حال بن گئی ہے کہ اگر ایک ہر کا استحقاق مجروح ہوتا ہے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ استحقاق مجروح ہوا ہے اور ہم سب کی بے زتی ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا وہ ٹریژری بنچز سے ہے یا اپوزیشن بنچز سے۔ جناب سپیکر! یہ ایت ہی گھناؤنی صورت حال ہے۔ میں تو اس حد تک جاؤں گا کہ ان چیزوں کا آغاز آپ نے بھی یا ہم نے بھی کیا۔ آپ کی لیڈر شپ نے بھی کیا۔ ہماری لیڈر شپ نے بھی کیا۔ کون سا صوبہ رہ یا ہے' کون سا مرکز رہ گیا ہے جس کے خلاف آپریشن نہیں ہوا۔

کسی جگہ پیپلز پارٹی کو گرانے کی کوشش کی گئی کسی جگہ آئی جے آئی کی گورنمنٹ کو گرانے ی کوشش کی گئی لیکن عوام نے اور منتخب اراکین نے یہ بتا دیا ہے کہ عوام نے جس کو manda دیا ہے وہ رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اب والا! میں یہ جنرل بات کر رہا ہوں میں سب کے حق میں بات کر رہا ہوں۔ منتخب نمائندوں ے حق میں بات کر رہا ہوں۔ یہ چھ' سات مہینے کا عرصہ گزرا ہے۔ جس میں ہم نے اور آپ نے ری لیڈر شپ نے اور آپ کی لیڈر شپ نے آج تک یہ دھندا شروع کیا ہوا ہے ہم Divided ں۔ اس لیے نوکر شاہی آپ کی عزت نہیں کرتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ری صاحب نے آئی جے آئی کی بات کی۔ یہاں نچلی سطح پر بھی آپ کی اس لیے عزت نہیں کی ں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ بات بڑھتی گئی اسی طرح کا لڑائی جھگڑا بڑھتا گیا تو 1977ء والی

صورتحال ہوگی اور Polarization بڑھتی گئی تو وہ دن دور نہیں ہیں۔ تاریخ میں سیاست میں سال' دو سال دور نہیں ہوتے جب نئی سیاست شروع ہو جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ ٹھیک ہے ہم سب کا جمہوری حق ہے اور اراکین کا جمہوری حق ہوتا ہے کہ اگر وہ ایک پارٹی سے اس کی پالیسیوں سے متفق نہ ہوں تو اس کو چھوڑ دیں لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں چاہے وہ پیپلز پارٹی کرے یا آئی جے آئی کرے یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ کسی کو پیسے دے کر خرید لینا کسی پر دھونس جما کر اس کو خرید لینا۔ کسی کو اور کسی طریقے سے خرید لینا یہ کوئی جمہوری روایات نہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہمارے بارے میں تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ اس اسمبلی کے بارے میں بھی تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ اگر ہم یہ گھناؤنے اقدامات کریں گے تو تاریخ آپ کو اور ہم سب کو مجرم قرار دے گی۔ تو جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے پنجاب کے ٹھیکے دار نہ آپ ہیں نہ ہم ہیں ہم سب کو پنجاب کا مل جل کر تحفظ کرنا چاہیے ہمیں پاکستان کا تحفظ کرنا چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہم سب کو مل جل کر یہ دیکھنا چاہیے کہ بجائے ہم چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں پھنسیں یا ایک پارٹی کی حکومت کو ہٹانے یا دوسری پارٹی کی حکومت کو قائم کرنے کی بجائے ہمیں نمبر1 اس وقت جمہوری اداروں کا تحفظ کرنا چاہیے۔ جمہوریت کو استحکام بخشنا چاہیے نمبر2 ہمیں پاکستان کا تحفظ کرنا چاہیے اور نمبر3 ہمیں تمام تر توجہ اس ملک میں ڈویلپمنٹ Progressive, Prosperity اور Positive کاموں پر دینی چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر ہم اسی طرح چلتے رہے تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اگر اسمبلیاں رہیں گی تو اس میں آپ کی بھی عزت ہے۔ ہماری بھی عزت ہے۔ جناب سپیکر! میں آج یہ بھی کہوں گا میرے نزدیک یہ بات ثانوی حیثیت رکھتی ہے یہ پیپلز پارٹی کی یا آئی جے آئی کی حکومت ہے میرے نزدیک بنیادی بات یہ ہے کہ یہ ملک قائم رہے' جمہوریت قائم و دائم رہے اور لوگوں کے کام ہوتے رہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

تو ہم Positive نقطۂ نظر کے تحت کام کریں اور جناب سپیکر! میں آپ کو صاف بتاتا ہوں کہ بہت عرصہ ہم چپ چاپ بے شمار لوگ جن میں پیپلز پارٹی کے اور آئی جے آئی کے بھی لوگ شامل ہیں۔ بیرون ملک جاتے تھے۔ وہاں ہمیں Journalists, Intellectuals اور عوام کی تنقید

برداشت کرنا پڑتی تھی وہ کہتے تھے کہ "کیا یار آپ نے اسمبلی کو مذاق بنایا ہوا ہے۔ آپ ملک کے نمائندے ہیں۔ اس ملک کی Cream ہیں۔ اس صوبے کی Cream ہیں۔" ہم ان کو Face نہیں کرتے تھے۔ پھر حکومتیں گرانے کے یہ اپریشن کبھی پیپلزپارٹی اور کبھی آئی جے آئی کی طرف سے چلتے رہے اور ہم ان کو دیکھتے رہے۔ لیکن آج ہم Convince ہوگئے ہیں کہ منتخب نمائندے مجموعی طور پر جمہوریت کو Protection دے رہے ہیں وہ Prematurely کسی کو اس طرح نہیں ہٹائیں گے کسی کے ظلم سے حکومتیں تبدیل نہیں ہوں گی۔ عوام اس صورت میں حکومتیں تبدیل کرنے پر تیار ہوں گے جب وہ Convince ہو جائیں کہ یہ پاکستان کے خلاف ہے۔ یہ جمہوریت کے خلاف ہے اور یہ لوگ ہمارے مسائل پر توجہ نہیں دے رہے۔ یہ لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں پر توجہ دے رہے ہیں۔ یہ لوگ وزارتوں کے چکر میں ہیں اور جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے undeinocratic operations میں صرف چند لوگ حصہ لیتے ہیں۔ اس میں مجموعی طور پر سب لوگ حصہ نہیں لے رہے ہوتے۔ اس میں وہی چند لوگ حصہ لے رہے ہوتے ہیں جن کو کوئی وزارت نظر آ رہی ہوتی ہے۔ جس کو اور اعلیٰ عہدہ نظر آ رہا ہوتا ہے۔ ہم بے شمار لوگ ہیں جن کو کوئی دلچسپی نہیں۔ اس ملک کے کروڑوں عوام کو روزگار چاہیے۔ ان کو سڑکیں چاہئیں ان کو سیوریج سسٹم چاہیے ان کو سوئی گیس چاہیے ان کو اپنے مسائل کا حل چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وہ ان چیزوں کو نہیں دیکھ رہے۔ تو جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں مجموعی طور پر اتنا اعتماد ہونا چاہیے کہ اس ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے ایوان میں اگر ہم آپس میں ایک دوسرے کی عزت کریں گے' اتفاق سے چلیں گے اگر کسی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے تو ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ وہ پیپلزپارٹی کا ہے یا آئی جے آئی کا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اگر پنجاب کی بات ہوتی ہے تو یہ ہم سب مل جل کر کریں گے لیکن ظاہر ہے کہ وہ اتفاق رائے سے ہوگا ہم کسی قسم کے غلط Undemocratic operation کو سر تسلیم خم کر کے منظور نہیں کریں گے۔ ہم خود بھی اس پر سوچیں گے۔ کہ کیا یہ ہمارے صوبے کے لیے صحیح ہے' کیا یہ پاکستان کے لیے صحیح ہے' کیا یہ جمہوریت کے لیے صحیح ہے' کیا یہ عوام کے لیے صحیح ہے تو پھر ان کے ساتھ چلیں گے۔ تو جناب سپیکر! اگر ہم اس طرح چلیں گے تو ہم انشاء اللہ کامیاب رہیں

گے نہ صرف ہم پنجاب کا تحفظ کر پائیں گے ہم پورے پاکستان کو قائم و دائم رکھ سکیں گے اور
اس ملک کے کروڑوں عوام کی خدمت بھی کر سکیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا بھر میں arliamentary behaviour پارلیمانی زبان decent behaviour یعنی شائستہ زبان کا ذکر جاتا ہے۔ جس میں کسی کا وقار مجروح نہ ہو۔ لیکن جناب سپیکر! بڑے افسوس کے ساتھ کہ چاہیے کہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ اور اس کا سب سے بڑا منتخب ادارہ یہ ایوان ہے جس میں ہم لوگ ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھتے ہیں ہمیں ہمیشہ یہ سوچنا چاہیے کہ آج اگر ہم کی بے عزتی کر رہے ہیں تو کل وہ ہماری بھی بے عزتی کر سکتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہمیں Parliamentary behaviour جس کا دنیا بھر میں' دنیا بھر کی انسائیکلوپیڈیاز (Encyclopedias اور دنیا بھر کی Dictionaries میں ذکر ہوتا ہے۔

Parliamentary behaviour اور پارلیمانی زبان کا خیال کرنا چاہیے۔ آخر میں میں صرف تجاویز پیش کروں گا۔ ایک بجٹ کے سلسلے میں۔ کیونکہ جناب سپیکر! یہاں صورت حال یہ بن گ ہے جس میں ان کو اور نہ ہی میں اپنے دوستوں کو الزام دیتا ہوں آپس میں اس قسم کے حالات ا تلخیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ بجٹ پیش ہوگیا ہے کیونکہ حکومتی بنچوں اکثریت ہے اس لیے بجٹ منظور ہو جائے گا۔ آپ جو مرضی کہتے جائیں صحیح یا غلط کہیں۔ آپ بات نہیں مانی جائے گی۔ بجائے اس کے کہ میں بھی بجٹ میں چھ سو باتیں نکالوں میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ بجٹ تو پاس ہو جانا ہے ان کی اکثریت ہے ہم مل جل کر ایک مانیٹرنگ کمیٹی بنا کہ جن مدوں کے تحت جتنا پیسہ خرچ ہوا ہے یا دیا گیا ہے یہ ایک Independent کمیٹی ہو ج میں آپ ٹریژری بنچوں کے افراد بھی شامل کر لیں اور اپوزیشن کے کچھ افراد بھی شامل کر لیں عوام سے بھی آپ شکایات طلب کریں کہ اگر کسی کو کہیں محسوس ہوتا ہے کہ جس مد کے ت Allocation ہوئی اس پر خرچ نہیں ہو رہا تو اس کی خلاف شکایت کی جائے اور اخباروں ذریعے روکا جائے۔ جناب سپیکر! میں آج جو تجویز پیش کر رہا ہوں کسی وقت اس کو ایک oper طریقے سے form میں پیش کیا جائے گا کہ اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ پولیس اور ریونیو

ہے۔ ہر آدمی کا واسطہ تھانے کی سطح پٹواری لیول یا تحصیلدار لیول پر ہوتا ہے تو آپ اور ہم مل کر کوئی ایسا قانون بنائیں جس کے تحت ہم تھانوں اور ریونیو سسٹم کو' پٹواری نائب تحصیل دار اور تحصیلدار لیول پر کنٹرول کر سکیں۔ کیونکہ عام آدمی کا واسطہ ادھر پڑتا ہے آپ اور ہم کہاں کے منتخب نمائندے ہیں کہ تھانے اور پٹواری لیول پر جہاں اکثر لوگوں کا کام پڑتا ہے۔ اس کو ہم کنٹرول نہیں کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس اسمبلی کے جو منتخب نمائندوں کا کوئی ایسا سسٹم ہونا چاہیے کہ ان کی Supervision ہونی چاہیے۔ آپ کے علاقے میں آپ کی مرضی سے پولیس والا لگنا چاہیے۔ آپ کے علاقے میں آپ کی مرضی سے ریونیو سسٹم والے لگنے چاہیں اور اگر وہ لوگ آپ کی مرضی کے مطابق کام نہیں کرتے تو پھر آپ کے پاس یہ اختیارات ہونے چاہیں کہ آپ ان کو Remove کر سکیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی بہتری میں بھی اور ہماری بہتری میں بھی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں اس بات کو ختم کرتے ہوئے اتنا نہایت ہی مؤدبانہ طریقے سے آئی جے آئی کے اور پیپلز پارٹی کے تمام لوگوں سے عرض کروں گا کہ ہم میں کچھ ایسے لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو ہم سمجھتے ہیں کہ عوام کا مفاد اولین ہے۔ پاکستان کا قائم و دائم رہنا اولین ہے۔ جمہوریت کا استحکام اولین ہے اور انشاء اللہ آپ اور ہم لوگ آج سے اگر اس بات کو Seriously لیں تو جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ چاہے کسی پارٹی میں بھی ہوں ایک دوسرے کی عزت کریں۔ پالیسیز پر تنقید کریں۔ ذاتی حملوں سے گریز کریں۔ بہت بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سردار امجد حمید خان دستی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی سردار صاحب۔

SARDAR AMJAD HAMID KHAN DASTI: May I have your permission speak on a point of order.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی سردار صاحب فرمایئے۔

سردار امجد حمید خان دستی: میں ابھی سن رہا تھا اور میرے ساتھی بھی سن رہے تھے۔ پرویز صالح صاحب کی بڑی اچھی تقریر تھی اور انہوں نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں۔ خاص طور پر

انہوں نے پارلیمانی آداب کا ذکر کیا ہے۔ میں ان کو یاد دلاتا ہوں کہ ان کے ڈپٹی لیڈر صاحب کی پوری تقریر میں کسی ایک ممبر نے بھی ڈسٹرب نہیں کیا اور انہوں نے تند و تیز باتیں بھی کی ہیں' لیکن ہماری لیڈر جب اٹھی ہیں تو سب نے شور مچا دیا کہ یہ پڑھنے لگی ہیں۔ بات صرف اتنی تھی۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب آپ تشریف رکھیں۔ یہ بات ہو گئی ہے۔ میرے پاس بہت لمبی لسٹ ہے یہ پھر ایسے پوری نہیں ہوگی۔

(قطع کلامیاں)

سردار امجد حمید خان دستی: ہماری محترمہ کے نوٹ ذرا لمبے لمبے تھے۔ یہ لمبے نوٹ ان کو برداشت کرنے چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں عبدالستار صاحب.....

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس ایوان میں بجٹ پر بحث کرنے کی دعوت دی۔ چند سوال میرے ذہن میں ہیں کہ کیا میں اس تقریر کا آغاز اپنے اپوزیشن پر بیٹھے ہوئے دوستوں کے لگائے ہوئے چند الزامات سے کروں یا اپنی تقریر میں بجٹ یا اے ڈی پی میں سلوتھ کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے ذکر سے کروں۔ جناب والا! میں اس وقت جس بات سے آغاز کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اس طرف بیٹھے ہوئے میرے معزز دوست Brilliant and intelligent نوابزادہ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ جمہوریت کے دوست وہ جمہوریت کے دشمن.....

نوابزادہ غضنفر علی گل: وہ میں نے سپلیمنٹری بجٹ پر کہا تھا۔

میاں عبدالستار: وہ ابھی تک مجھے یاد ہے۔ تو جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے نوابزادہ صاحب کو اپنی پارٹی میٹنگ میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ کبھی وہاں تشریف لے آئیں اور وہاں دیکھیں کہ حکومت وقت پر کس طرح تنقید ہوتی ہے وہاں دیکھیں کہ نواز شریف پر کس طرح تنقید ہوتی ہے۔ ہم اسے انسان سمجھتے ہیں۔ ہم اسے فرشتہ نہیں سمجھتے۔ ہم اسے دیوتا نہیں سمجھتے۔ وہ جو خطائیں کرے گا اس کی اصلاح ہوگی اور آپ سے بھی یہی توقع کرتا ہوں کہ آپ اپنی پارٹی میٹنگ میں بھی اگر محسوس کرتے ہیں کہ جناب وزیراعظم صاحبہ جو یقیناً" دیوی نہیں اگر دیوی ہوتیں تو

بلاول کو جنم نہ دیتیں وہ بھی خطائیں کر سکتی ہیں۔ ان سے بھی خطا ہو سکتی ہے..... (قہقہے) اگر ان سے خطا ہو سکتی ہے تو کیا کبھی نوابزادہ صاحب نے اپنی پارٹی میٹنگ میں ان پر تنقید کی ہے؟ یقیناً نہیں کی ہوگی' اور ان کو کرنی بھی نہیں چاہیے۔ اگر انہوں نے کبھی کی تو ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے جیالے تنقید کرنے ہی نہیں دیں گے اور اگر اپنے دوستوں سے بچ گئے تو باہر کھڑے ہوئے ورکر ان کو طعنے دیں گے کہ یہ نواز شریف کے ہاتھ بک چکا ہے۔ اس نے نواز شریف سے پیسہ لے لیا ہے۔ جناب والا! جمہوریت برداشت کا نام ہے' جمہوریت خود احتسابی کا نام ہے۔ خود احتسابی پیدا کیجئے۔ اپنی پالیسیوں پر خود تنقید کیجئے اور اپنے لیڈروں کو صحیح راہ پر لانے کی کوشش کیجئے۔ اب یہاں برداشت کی بات ہو رہی تھی تو برداشت کی تو یہ صورت حال ہے کہ جب بھی بے نظیر کا نام اس طرف سے اگر نکلے تو آدھوں کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔

خواجہ محمد یوسف: بے نظیر نہیں محترمہ بے نظیر صاحبہ بولیں.....

میاں عبدالستار: محترمہ بے نظیر صاحبہ..... محترمہ بے نظیر صاحبہ کا نام کسی کے منہ سے نکلے تو آدھوں کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

راجہ محمد خالد خان: اگر آپ محترم نہیں کہیں گے تو ہم بھی محترمہ نہیں کہیں گے اور صرف بے نظیر کہیں گے۔

MR DEPUTY SPEAKER : No cross talks please. No cross talks please.

میری معزز اراکین سے گزارش ہے کہ وہ چیئر کو مخاطب کریں۔ راجہ صاحب میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ چیئر کو مخاطب کریں۔

جناب فضل حسین راہی: ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کا اپنا اخلاق ہے میرا خیال ہے کہ اس کا تقاضا نہیں کہ وہ ایسا کریں.....

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ راہی صاحب آپ بیٹھیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب راجہ صاحب میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ کو یہ زیب نہیں دیتا میں آپ سب دوستوں سے گزارش کروں گا کہ آپ چیئر کو مخاطب کریں۔

No cross talk please.

میاں عبدالستار: تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب بھی محترمہ وزیراعظم صاحبہ کا نام لیا جاتا ہے تو

اس طرف سے آدھوں کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور آدھے ویسے ہی بنچ پر کھڑے ہو جاتے ہیں..... (قہقہے) تو جناب والا! برداشت کا نام جمہوریت ہے۔ خود تنقیدی کا نام جمہوریت ہے۔ خود احتسابی کا نام جمہوریت ہے۔ اپنے اندر جمہوریت لے آیئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جمہوریت کا نام لینے والے اور بار بار جمہوریت کا نام لینے والے 68 میں جماعت بنی اور آج تک الیکشن نہیں کرائے۔ کبھی اس پر بھی بات ہوئی ہے۔ اب تک بھی عہدے اوپر سے بانٹے جاتے ہیں۔ اشتہاروں کے ذریعے بات کی جاتی ہے۔ خدارا اپنے آپ کو بدلیں۔ میں یہ آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا چلوں کہ آپ لوگ آزادی رائے کی بات کرتے ہیں۔ جب تک باہر سے اخبارات پر پابندی نظر آتی تھی۔ اب پہلے اخبارات پر ٹیکس آیا' کاغذ پر ٹیکس آیا اب کہا جانے لگا ہے کہ ایسی آبادی بے راہ روی کے قریب ہے اس کے لیے بھی کوئی قانون بنانا پڑے گا۔ جب باہر تھے تو اس وقت اخبارات آزاد نظر نہیں آتے تھے۔ جب اندر آ گئے ہیں تو اخبارات کچھ زیادہ ہی آزاد نظر آنے لگے ہیں۔

جناب سپیکر! میں حیران ہوں کہ ساڑھے گیارہ سال ان لوگوں نے کوڑے کھائے' جیلیں دیکھیں' کیا انہوں نے یہ سب کچھ جمہوریت کے لیے کیا یا اپنی بادشاہت واپس لانے کے لیے کیا۔ اگر یہ جمہوریت چاہتے تو اپنے مخالفوں کو برداشت کرتے' اپنی مخالف حکومتوں کو برداشت کرتے اور اس طرح بار بار مہمیں نہ چلاتے۔ پیپلز پروگرام کے سلسلے میں یہی عرض کروں گا کہ کیا یہ ایسا نظام چاہتے ہیں کہ جہاں وہ اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک ہوں۔ جہاں ورکروں کو ڈپوؤں پر دسترس ہو' ممبران کو ایجنسیوں پر دسترس' وزیروں کو کمشنوں پر دسترس ہو اور وزیراعظم کو ان سب پر دسترس ہو۔ جناب والا! یہاں قائد ایوان نے پلاٹوں کا ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس حد تک صحیح ہے کہ بے گھر لوگوں کو سات سات مرلے کے پلاٹ جناب میاں نواز شریف نے تقسیم کیے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ کچھ دوستوں کو بھی پلاٹ ملے۔ اگر آپ اس کو سیاسی رشوت سمجھتے ہیں تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ خدارا اسے اپنی پارٹی میں رائج نہ ہونے دینا۔ اب اسلام آباد میں نیا سیکٹر کھلا ہے۔ جس میں 40 فیصد پلاٹ جناب وزیراعظم صاحبہ کی صوابدید پر ہیں۔ خیال رکھیں کہ ان پلاٹوں کو سیاسی رشوت کے طور پر استعمال نہ ہونے دیں۔

اب جناب والا! یہاں یہ بات ہوئی ڈی سی اور ایس پی کو پرانے حکمرانِ وقت اپنے مقاصد

کے لیے استعمال کرتے آئے ہیں۔ یہ ایک پرانا طریقہ ہے۔ جیسا کہ تلخ حقائق میں ڈاکٹر نذیر کی شہادت کی بات بھی ہو سکتی ہے۔ بڑوں کے قتل کی بھی بات ہو سکتی ہے۔ مگر اس دور میں بنکوں اور ایف آئی اے اور سنٹرل ایکسائز اور سب سے بڑھ کر بجٹ کو سیاسی مخالفت کے لیے استعمال ہوتے ہم نے پہلی دفعہ دیکھا ہے۔

جناب شوکت مزاری صاحب نے کہا کہ میں آج گیا' حاجی صاحب کے متعلق کہا' یہ بھی آپ ہی کے سوچنے کی بات ہے کہ وجہ کیا ہے کہ مرکز کے ملازمین آپ سے زیادہ میاں نواز شریف کی کیوں زیادہ بات سنتے ہیں۔ وہ طرز عمل اختیار کریں' وہ محبت دیں۔ وزیراعلیٰ ہاؤس میں ایک سپاہی سے لے کر تحصیل دار' نائب تحصیلدار' مجسٹریٹ' ڈی سی اور ہر طرح کے لوگ ملیں گے اور سب کے لیے وزیراعلیٰ قابل اپروچ ہیں۔ دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ کسی بھی افسر کی بیوی خدانخواستہ آپ کو ووٹ نہ دے تو اسے کوئٹہ بھیج دیا جاتا ہے۔ کوئی آفیسر آپ کی بات نہ سنے تو اسے تربت بھیج دیا جاتا ہے۔ تو یہ وہ تلخ حقائق ہیں جو میں ان صاحبان کی خدمت میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ جمہوریت کا اگر درد ہے تو اپنے عمل سے سوچیں' اپنے طرز عمل میں تبدیلی لائیں۔ اس ملک کو بڑی مشکل سے جمہوریت ملی ہے۔ اس کے استحکام کے لیے یہ باتیں ضروری ہیں۔ ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے۔

جناب والا! اب میں بجٹ کے متعلق کچھ کہوں گا کہ بجٹ جب اس ہاؤس میں داخل ہوا۔ یک تو اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا دوسرا کچھ سہما سہما تھا۔ اوپر کی طرف تو ہم سب ہی دیکھتے ہیں۔ ہم بھی بجٹ کو نیچے سے اوپر کی طرف ہی دیکھ رہے تھے کہ اوپر سے کچھ اتنا ملا نہیں' سہما اس لیے تھا کہ اس میں جرأت مندانہ فیصلے نہیں تھے۔ اپنے ترقیاتی فنڈز کے لیے ہمیں جن ٹیکسوں کی ضرورت تھی وہ اس خوف سے نہیں لگائے گئے کہ کہیں مخالف اس کو نہ اچھالیں۔ اس لیے یہ کچھ بے جرأت سا بجٹ تھا۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بارے میں میں پھر یہی عرض کروں گا اور جیسے جناب شوکت مزاری صاحب نے کہا کہ ساؤتھ والوں کو خاصا نظر انداز کیا گیا ہے اور میرے دوستوں نے اپنی اس تشویش سے جناب وزیراعلیٰ کو آگاہ کر دیا ہے اور انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ Block Allocation میں ہمارا مداوا کریں گے اور مجھے امید ہے کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے اور ان کا وعدہ پیپلز پارٹی کا عوامی نیشنل پارٹی سے کیا ہوا وعدہ ثابت نہیں ہوگا۔ ان کا

وعدہ پیپلز پارٹی کا ایم آر ڈی سے کیا ہوا وعدہ ثابت نہیں ہوگا' ان کا وعدہ پیپلز پارٹی کا جمالی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ ثابت نہیں ہوگا۔ ان کا وعدہ پیپلز پارٹی کا ایم کیو ایم سے کیا ہوا وعدہ ثابت نہیں ہوگا۔ ان کا وعدہ میرے دوست' میرے بھائی مخدوم الطاف سے کیا ہوا وعدہ ثابت نہیں ہوگا۔ ان کا وعدہ جمعیت العلمائے اسلام سے کیا ہوا وعدہ ثابت نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ دوستوں کا مشکور ہوں۔ دراصل آج کے دن کے لیے مجھے کہا یہ گیا تھا کہ آپ کو کل تک کے لیے مؤخر کر دیا گیا ہے تو میں اپنی تقریر صحیح طریقے سے تیار نہ کر سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بیگم فوزیہ حبیب صاحبہ۔

بیگم فوزیہ حبیب: جناب سپیکر! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے مجھے آج یہ موقع دیا کہ میں بجٹ پہ اپنی کچھ گزارشات پیش کر سکوں۔ جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ چاہے وہ قوموں کا یا ایک گھر کا بجٹ ہو وہ قوم کا یا گھر کا اقتصادی صورت حال کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے اور بتا سکتے ہیں کہ اس قوم کی یا اس گھر کی کیا صورت حال ہے۔ ماہر اقتصادیات کہتے ہیں اور میں آپ سے اجازت چاہوں گی کہ آپ مجھے انگریزی میں حوالہ دینے کی اجازت دیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ۔

> The chief object of public finance is achievement of the maximum social advantage just as the chief object of any individual is to maximise his own welfare. Both have to economise on the sides of earning and spending.

یہ وہ طریق کار ہے کہ جب بھی ماہرین بجٹ بناتے ہیں تو اس کو ذہن میں رکھتے ہیں کہ ہم نے عوام کی زیادہ سے زیادہ بھلائی کرنی ہے۔ اپنی نہیں' اپنی ذات کی نہیں بلکہ عوام کو وہ تمام سہولتیں مہیا کرنی ہیں جن کے لیے بجٹ بنایا جائے گا۔ بجٹ میں کیا ہے؟ وہ رقومات جو وصول کی جاتی ہیں اور پھر ان کے اخراجات۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک مدت سے ہمارے ملک کا اور ہمارے پنجاب کا بجٹ خسارے کا بجٹ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خسارے کی سرمایہ کاری معاشی نشوونما کے لیے اور معاشی ترقی کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی ہولناکیوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ آج افراط زر کہاں ہے۔ یہاں پر وفاقی حکومت کے بجٹ پہ بڑے

خوبصورت انداز سے تنقید کی جا رہی ہے لیکن میں اس سلسلے میں یہ کہوں گی کہ جب نگران حکومت نومبر 1988ء کے الیکشن سے پہلے آئی ایم ایف کے ساتھ قرضوں کے سلسلے میں ایک معاہدہ کر چکی تھی۔ یہ معاہدہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے نہیں کیا تھا بلکہ اس نگران حکومت نے کیا تھا جو الیکشن سے پہلے الیکشن کو Conduct کر رہی تھی۔ حالانکہ کسے معلوم تھا کہ حکمران حکومت پیپلز پارٹی کی ہوگی یا آئی جے آئی کی ہوگی۔ آج تنقید کرنا تو بہت آسان ہے لیکن میں کہوں گی کہ محترمہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو صاحبہ کی اقتصادی اور سیاسی بصیرت ہے کہ آئی ایم ایف انہیں اتنی چھوٹ یا وہ شرائط واپس لینے پر تیار ہوگئی ہے۔ اس سے پہلے آج کے دن تک ایسا نہیں ہوسکا۔ یہاں پر سوئی گیس کی بات ہوئی کہ سوئی گیس کی قیمتوں میں اضافہ ہوا لوڈشیڈنگ ہوئی تو یہ بھی انہیں گیارہ سالہ دور کا ایک تحفہ ہے جو محترمہ وزیر اعظم کے حصہ میں آیا۔ یہ ان کی ہی حکمت عملی ہے کہ آج آئی ایم ایف نے ہمیں یہ چھوٹ دی ہے۔ کہنا تو بہت آسان ہے لیکن آپ ذرا گیارہ سالہ دور کی اقتصادی صورت حال یا اس کے ڈھانچے پر نظر تو ڈالیں ہمارے بجٹ کا بیشتر حصہ قرضوں کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ وہ قرضے جو ہم نے حکومت کو چلانے یا اس ملک کی فلاح و بہبود کے لیے حاصل کیے۔ وہ کہاں خرچ ہوئے اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت نہیں تھی۔ گیارہ سال کون لوگ برسراقتدار تھے؟ ان پر تو تنقید کرتے ہوئے بھی کچھ گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کے آقا تھے۔ تین سال تو یہ لوگ بھی یہاں پر تھے اور جب ضیاء الحق نے اسمبلیاں توڑیں تو یہ کہا کہ یہ لوگ بددیانت تھے' یہ لوگ اس قابل نہیں کہ حکومت کر سکیں۔ یہ تو ان کے الفاظ ہیں۔ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ ان کے اپنے آقا اسمبلیاں توڑتے وقت یہ کہہ گئے کہ یہ لوگ بد دیانت تھے اور انہوں نے ملک کے خزانے کو لوٹا ہے (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! ہمارے ملک کی اقتصادی صورت حال کو ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں ایک غریب کی بھی بات ہوتی ہو۔ یہاں اس بجٹ میں ایک بڑی رقم تعلیم کے شعبے کو دی گئی اور میں رانا شوکت محمود صاحب کی بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں جتنی ناخواندگی ہے اور پاکستان کی خواتین جتنی پسماندہ ہیں دنیا کی کسی ملک کی عورت اتنی پسماندہ نہیں۔ یہاں پر بجٹ پیش کیے گئے۔ یہاں ہماری ایک معزز خاتون بے حد خوبصورت شعر کہتی ہیں لیکن کبھی انہوں نے اپنے اس دیس کی اور اپنے اس

صوبے کی عورت کے بارے میں بھی سنجیدگی سے سوچا ہے کہ اس عورت کی پسماندگی کس طرح سے دور ہو سکتی ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین) اب وہ دور نہیں کہ بجٹ پیش ہو' شعر و شاعری ہو اور بجٹ پاس ہو جائے۔ ہاں! یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اس پر تنقید کریں' ہم یہ بتائیں کہ ہمیں اس بجٹ سے کیا اختلاف ہے؟ میں رانا صاحب کی اس بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ پرائمری لیول تک ہمارے ملک میں تعلیم کو مفت کیا جائے اور اسے فروغ دینے کے لیے مثبت اقدامات اٹھائے جائیں۔ کیا ہمارے غریب بچوں کی قسمت اور مقدر میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ وہ ہوٹلوں میں کام کریں۔ شام کو جب آپ سیر و تفریح کے لیے جائیں تو وہ آپ کے لیے کوکا کولا کی بوتلیں لے کر آئیں اور آپ ایک روپیہ ان کو ٹپ دیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں بچوں کی اس طرح تذلیل نہیں ہوتی جس طرح سے ہمارے ملک میں ان کی تذلیل ہوتی ہے۔ یہ تذلیل بڑے شہروں میں ہو رہی ہے چھوٹے شہر اور دیہات کی تو بات ہی نہ کیجئے کہ وہاں بچوں کی کیا صورت حال ہے۔ یہ سال چونکہ بچوں کا سال قرار دیا گیا ہے اس حوالے سے میں یہاں پر یہ بات کر رہی ہوں۔ دوسری بات جو میں یہاں پر کہنا چاہتی ہوں کہ ہمیں یہ کبھی بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم ایک جمہوری حکومت قائم کرنے میں صرف چھ ماہ ہوئے کامیاب ہوئی ہے' اور اس کو فروغ دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ جیسے میرے فاضل ممبر پرویز صالح نے کہا اور میں تائید کرتی ہوں کہ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم جمہوریت کو فروغ دیں اور اس کو قائم رکھنے کے لیے کوشش کریں۔

امریکہ میں بھی وزیراعظم صاحبہ نے اسی سلسلہ میں جمہوری ممالک کی توجہ دلائی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ ہم جمہوریت کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ آج ایک عورت کے وزیراعظم ہونے پر اتنا شور ہے' اتنا دکھ ہے' اتنا غم ہے لیکن کبھی یہ سوچا کہ یہ وہی عورت ہے کہ جس نے جمہوریت کے لیے تن تنہا جدوجہد کی ہے۔ اس وقت آپ کہاں تھے۔ وہ مرد جو مارشل لاء سے گھبراتے تھے اس وقت اس عورت نے تن تنہا اپنی پارٹی کے کارکنوں سمیت ایک جدوجہد کی۔ میں اپنے بنچز پر بیٹھنے والی تمام ممبر خواتین کو اس لیے خراج عقیدت پیش کرتی ہوں اور میں ہمیشہ کہتی ہوں کہ یہ وہ خواتین ہیں کہ جو ڈرائینگ روم کی سیاست نہیں کرتیں۔ شعر و شاعری نہیں کرتیں بلکہ عملاً جدوجہد کی ساتھی ہیں۔ اس لیے وہ جمہوریت کی قدر جانتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ جیلوں کی صعوبتیں کیا ہیں' تاریک قلعے میں رہنے کا کیا مطلب ہے۔ اس لیے انہیں جمہوریت کی اچھی طرح قدر

ہے۔ پولیس کے لیے ایک بڑی رقم دی گئی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارا معاشرہ اتنا پاک اور اتنا
ساف ہو جائے۔ یہ تو ایک خواب کی بات ہے جو کہ صرف افسانوں میں ہی مل سکتی ہے۔ لیکن کیا
ں اچھا ہو کہ یہی رقم ہم معاشرے میں پیدا ہونے والی تمام برائیوں کو دور کرنے کے لیے ان کی
لاح و بہبود پر خرچ کریں۔ یہ پیسہ ہماری جیبوں میں نہ جائے بلکہ ایسی ترقی کے پروگرام ہوں کہ
س سے اس ملک میں غربت اور افلاس کا خاتمہ ہو سکے۔ غربت اور افلاس کے لیے ایک جہاد کرنا
ہے۔ پنجاب وہ صوبہ ہے جو ہمیشہ سے Surplus رہا ہے۔ یہ وہ صوبہ ہے کہ جہاں پر حملہ آور اس
لیے آئے کہ اسے ایک امیر صوبہ یا ایک امیر ریجن پایا۔ لیکن آج یہ صورت حال ہے کہ پنجاب
ربت کی طرف جا رہا ہے۔ کیونکہ وزیر خزانہ اس کی غربت کی بات کر رہے ہیں اس کی امارت کی
ت نہیں کر رہے۔ وہ امارت جو کہ اس کی زراعت میں ہے۔ ان کی تقریر سے یوں معلوم ہوتا
ہے کہ زراعت کا بھی اب بُرا حال ہے۔ وہ لوگ جو کہ زراعت میں Unemployment ہیں یا
disguise employmen کا شکار ہیں۔ ان کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات اس بجٹ میں نہیں
تے کہ اس کے لیے بھی کوئی اقدامات اٹھائے گئے ہوں۔ اگر ایسی انڈسٹری قائم کر دی جائے جس
سے دیہی ترقی جو Agro based Industry پر ہو تو ہمارے Agricultural sector میں جو
disguised unemployme کو بہت فائدہ ہوگا۔ جناب سپیکر! میرے خیال میں میری تقریر کا
قت ختم ہو چکا ہے لیکن یہاں میں آخر میں چند باتیں کرنا چاہوں گی اور عورت کے حوالے سے یہ
بات کہنا چاہوں گی کہ جتنی تذلیل عورت کی اس صوبے میں صرف اس لیے کہ وہ سیاست میں
ں جبکہ سرکاری بنچز پر بھی خواتین ہمیشہ ان کے ساتھ بیٹھی ہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ
یسا کیوں ہوتا ہے۔ آج جمہوریت قائم ہوئی ہے' وزیراعظم ایک عورت ہے لیکن انہوں نے کوئی
با قدم نہیں اٹھایا جس سے یہ ظاہر ہو کہ انہوں نے کوئی ذاتی بنیاد پر کسی سے کسی قسم کا بدلہ یا
نتقام لینے کی کوشش کی ہو۔ جو ان کے بارے میں الفاظ کہے جاتے ہیں۔ میرے ایک فاضل رکن
ائی نے کہا ہے کہ جب بھی محترمہ کی بات ہوتی ہے تو یہ لوگ تلملا اٹھتے ہیں' لیکن آپ نے
بھی غور کیا کہ کن الفاظ میں ان کی بات کرتے ہیں۔ کیا ہم سمجھ لیں کہ صوبہ پنجاب میں عورت
یہی مقام ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت تو دیکھئے کہ اس نے آپ پہ اپنی رضا سے ایک عورت کو
لمران بنا دیا ہے۔ شکریہ! (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: مولوی صفدر الحق صاحب۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں بے حد خوش ہوں اور آپ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے موقع فراہم کیا گیا ہے کہ میں بجٹ پر بحث کر سکوں۔

ایک آواز: پنجابی۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: جناب سپیکر! آج میرا جی تو یہی چاہتا تھا کہ میں اردو میں تقریر کروں لیکن میرے دوستوں کی خواہش ہے کہ میں پنجابی میں تقریر کروں۔

اگر کج رو ہے انجم تو یہ آسمان تیرا ہے یا میرا ہے
مجھے فکر جہاں کیوں ہو یہ جہاں تیرا ہے یا میرا ہے

جناب سپیکر! پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔

آوازیں: پنجابی۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: جناب سپیکر! پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ اس کی جو آبادی ہے یہاں جو لوگ آباد ہیں وہ پورے ملک کے 65 فیصد ہیں اور اسی حساب سے صوبہ پنجاب مرکز کو ٹیکس ادا کرتا ہے۔ اس کی آمدن کا زیادہ دارومدار زراعت پر ہے۔ اس کی زمینیں کافی زرخیز اور اچھی ہیں۔ اسی حساب کے ساتھ ٹیکس ادا کرتا ہے لیکن مرکزی حکومت کی طرف یا بڑی حکومت کی طرف سے اسے آبادی کے حساب سے خرچ نہیں ملتا۔ (ہنسی)

جناب سپیکر! دوسرے جو صوبے ہیں پٹرول، گیس اور بجلی پیدا ہوتی ہے اس کی ان کو رائلٹی دی جاتی ہے لیکن پنجاب جو چاول اور کپاس پیدا کرتا ہے اور جس کے ساتھ لاکھوں اور کروڑوں روپے بیرون ملک بھیج کر کمایا جاتا ہے اس کے مطابق اس صوبے کو کچھ بھی نہیں دیا جاتا جو کہ میں سمجھتا ہوں صریحاً زیادتی ہے اور یہ زیادتی تمہارے ہمارے ساتھ اور پنجاب کے تمام عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔ جناب سپیکر! چونکہ پنجاب کا دارومدار زراعت پر ہے اور پنجاب میں صرف ایک ہی جگہ ایسی ہے جہاں ڈیم تیار کر کے اور یہ بجلی پیدا کر کے یہاں کی زراعت کو یا جو کوئی چھوٹی موٹی صنعت ہے۔ اسے زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ بعض ایسے لوگ جن کے غلط پراپیگنڈہ سے کئی سالوں سے کالا باغ ڈیم کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ بلکہ مرکزی بجٹ میں کالا باغ ڈیم کی بجائے

بھاشا ڈیم کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے تعلیم کی مد میں خرچ کرنے کے لیے کافی رقم رکھی ہے اور پہلے بھی کافی رقم رکھی جاتی رہی ہے۔ لیکن تعلیم پر کافی رقم خرچ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ مسئلہ تعلیم کے معیار کو بلند کرنا ہے۔ جو کہ میں سمجھتا ہوں بہت ہی کم ہو گیا ہے۔ کیونکہ اساتذہ کا احترام نہیں رہا اور سیاسی جماعتیں کافی رقم خرچ کر کے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں تعلیم کی بجائے بدمعاشی سنٹر کھول رہے ہیں۔ آج کل طالب علم کے ہاتھ میں کتاب کی بجائے جو ٹھیکے دار جماعتیں ہیں انہوں نے کتاب کی بجائے کلاشن کوف دی ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: ایم۔ ایس ایف آپ کی ہے۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: بہرحال جناب چور کی داڑھی میں تنکا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! چور بھی موجود ہے اور داڑھی بھی موجود ہے تنکے کا پتا نہیں۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: جناب والا! دوسری بات امن عامہ کی ہے۔ امن عامہ کے لیے جو ادارے کام کرتے ہیں ان کے لیے بھی کافی رقوم بجٹ میں رکھی گئی ہیں۔ لیکن یہ رقوم اس سے پہلے بھی رکھی جاتی رہی ہیں۔ لیکن امن و عامہ کی یہ حالت ہے کہ کسی غریب کی عزت محفوظ نہیں۔ کسی کا مال محفوظ نہیں، کسی کی جان محفوظ نہیں اگر کسی کا کوئی عزیز فوت ہو جاتا ہے ان کو ساری زندگی انصاف نہیں ملتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

انصاف کا نہ ملنا میری سمجھ کے مطابق پہلی بات یہ ہے کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے صحیح طرح کام نہیں کر رہے جس میں پہلا نمبر پولیس کا آتا ہے۔ ہمارے صوبے کی پولیس بلکہ میں یہ کہوں گا کہ ہمارے ملک کی پولیس یہ سمجھتی ہے کہ ہمیں صرف رشوت کے لیے لگایا گیا ہے۔ یعنی ہم سرکار سے تنخواہ نہیں لیتے۔ یعنی جو لکھی پڑھی سہولتیں ہیں وہ کوئی سہولتیں نہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سرکاری ڈیوٹی میں جو کام کرنا ہے وہ رشوت لے کر کرنا ہے۔

جناب سپیکر! حالت یہ ہے کہ نیچے سے لے کر اوپر والے درجے تک رشوت ہے۔ یعنی ٹھیکے پر چلتے ہیں۔ لاہور جیسے شہر میں جہاں رشوت روکنے کے لیے ہر قسم کے ادارے موجود ہیں۔ رشوت خوروں کو سزائیں دینے کے لیے بھی ادارے موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تھانوں

کے ایس۔ ایچ۔ او سے پیشگی لاکھوں روپے لے کر ان کو ایس ایچ او لگایا جاتا ہے۔
لاہور شہر جہاں پر ہر قسم کے ادارے رشوت کی روک تھام کے لیے اور رشوت خور اشخاص ک
سزائیں دینے کے لیے بھی موجود ہیں۔ اس کے باوجود لاکھوں روپے لے کر ان کو چھوڑ دیا جا
ہے۔ اس طرح تھانے اور تھانے دار بحال رہتے ہیں۔ ہمارے صوبے میں یہی رشوت خوری اور
انصافی کے حالات جاری ہیں۔ جتنی باتیں یہاں پر ہر روز روٹی کپڑا اور مکان کے بارے میں ہو
ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جس کی جان مال اور عزت محفوظ نہیں تو وہ روٹی کپڑا اور مکان کو۔
کر کیا کرے گا؟ یہ ٹھیک ہے کہ پولیس پر خرچ کرنے کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے وہ بہت زیا
ہے میں نہیں کہتا کہ اسے کم کرنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ بے شک ان کو اور زیادہ رقم دے د
جائے لیکن ان پر اربوں روپے کے اخراجات ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق ان سے کام بھی
جائے۔ اب ایک آدمی ڈکیتی کرتا ہے اور وہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں جا کر بیٹھ جاتا۔
اور ساری عمر ہی بیٹھا رہے تو یہ اسے کاغذات میں اشتہاری قرار دے دیتے ہیں۔ تھانوں میں
کر سمنوں کی تعمیل ہوتی رہتی ہے۔ چھ چھ مہینے اور ایک ایک سال تک عدالت میں چالان پیش
نہیں کیے جاتے' حالانکہ ضابطے کے مطابق اس تھانے دار کو یا اس افسر کو ہر تاریخ پر اسے لکھ
دینا پڑے گا کہ میں یہاں تک یہ کام کر چکا ہوں اور اس میں اتنا بقایا ہے اس لیے مجھے اس
اتنے دن کا اور جوڈیشل ریمانڈ دیا جائے۔ قانون اور ضابطے کی دھجیاں وہی لوگ اڑا رہے ہیں
کو قانون کا محافظ کہا جاتا ہے۔ میں افسوس کے ساتھ کہوں گا کہ اس راستے سے منسٹر حضرات
رہے ہوتے ہیں' اس راستے سے سپیکر حضرات بھی جا رہے ہوتے ہیں اور وہیں سے وزیراعلیٰ
وزیراعظم بھی جا رہے ہوتے ہیں اور وہیں پر سفید قمیض اور نیلی پتلونیں پہن کر ڈاکوؤں
پستول لگائی ہوتی ہے اور وہ جگہ جگہ کھڑے ہو کر ہر میل کے فاصلے پر کھڑے لوٹ رہے ہو
ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان کو وردی محض اس لیے دی گئی ہے کہ ان کو ڈاکے مارنے میں آ
اور وہ اس قانونی دفعات سے بچ سکیں اور ان پر کوئی قانون لاگو نہ ہو سکے۔ ہمارے پاس ایسی
مثالیں موجود ہیں کہ پولیس نے بے گناہ لوگوں کو اس لیے پکڑا کہ ان کو ان کے معیار کے مط
پیسے نہیں دیے گئے اور ان کو یہاں تک ذلیل کیا گیا کہ ان کے گھر گرا دیے گئے ان کے بچو

قتل کر دیا گیا۔ جناب والا! وہ قتل کرتے ہیں تو کوئی آدمی ان پر قتل کا کیس بھی درج نہیں کروا سکتا وہ ڈرتا ہے۔ اس لیے جناب والا! ٹھیک ہے کہ تعلیمی اداروں پر بھی خرچ ہونا چاہیے۔ زراعت پر بھی خرچ ہونا چاہیے۔ سڑکوں پر بھی خرچ ہونا چاہیے۔ پولیس پر بھی خرچ ہونا چاہیے۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ سڑکوں پر زراعت پر اور آبپاشی پر خرچ تو ضرور ہونا چاہیے لیکن میں عرض کروں گا کہ اس میں سے کتنے ہی فیصد افسر شاہی پر ٹھیکے داروں پر اور ادھر ادھر چلے جائیں گے اور حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کسی ادارے کے چپڑاسی سے بھی جا کر پوچھیں کہ تمہارے ادارے میں کتنے فیصد چلتا ہے۔ تو وہ کہیں گے کہ 19 فیصد' 17 فیصد' 26 فیصد' 36 فیصد تو یہ ایک چپڑاسی کو بھی پتا ہے کہ نیچے سے لے کر اوپر تک کتنے فیصد چلتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ سردار صاحب۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: میری سوچ یا میرے تجربے کے مطابق ایک سو روپیہ خزانے سے نکل کر عوام پر خرچ ہونے کے لیے اگر اس جائے وقوعہ پر جہاں پر خرچ ہونا ہے میں اسے جائے وقوعہ ہی کہوں گا۔ وہاں تک پہنچتے ہوئے ایک سو روپے میں سے صرف سترہ روپے ہی بچتے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس علاقے کے غرباء کے ساتھ اس علاقے کے کسانوں کے ساتھ اس علاقے کے مزدوروں کے ساتھ زیادتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: جناب والا! سارے ہی کہتے ہیں کہ پانچ دس منٹ اور بولو۔ جناب والا! میں نے کل بھی اور پرسوں بھی اپنے سارے دوستوں سے التجا کی تھی اور آج پھر مشترکہ التجا کر کے ایک اجازت چاہوں گا۔ التجا یہ ہے کہ یہاں ہم آپس کے ذاتی' سیاسی قسم کے تنازعوں کو ایک طرف رکھ کر یہ سوچیں کہ یہ گلیوں اور بازاروں میں ناچتی ہوئی رشوت کو خدارا ختم کر دیا جائے۔ تعلیمی ادارے میں ہونے والی غنڈہ گردی کو کچھ نہ کچھ گھٹایا جائے اور ہمیں مل کر تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جناب والا! ہماری آپس کی سیاسی یا ذاتی چپقلش ایک طرف رکھ کر یہ سوچنا چاہیے کہ ہمارے صوبے کے 80 فیصد لوگ زراعت پر گزارہ کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بڑی بڑی عمارتیں اور یہ سارے ادارے پنجاب میں سب کچھ صرف زراعت کی وجہ سے ہے۔ اس کے متعلق بڑا مسئلہ پانی کا ہے۔ زراعت میں پانی کے بغیر ترقی

نہیں کی جا سکتی اور پانی دو طریقوں سے زراعت کو دیا جا سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: جناب والا! میں اب آخری بات کروں گا اور پھر اجازت چاہوں گا۔ جناب والا! زراعت میں ترقی صرف اور صرف پانی سے ہی کی جا سکتی ہے۔ اگر زمین کو پانی مل جائے تو اس میں ترقی ہو سکتی ہے اور زراعت کے لیے پانی دو ہی طریقوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایک دریائی ہے' اور دوسرا طریقہ ٹیوب ویل کے ذریعے سے پانی زمین کے نیچے سے حاصل کرنا ہے۔ دریائی پانی کا یہ مسئلہ ہے کہ ہم سب کو مرکزی حکومت کے آگے اتفاق کے ساتھ منت کرنی چاہیے کہ وہ ہمارے ساتھ دریائے سندھ کا مسئلہ اور پانی کی تقسیم کے بٹوارہ میں ہمارے لیے خصوصی رعایت کریں۔ دوسرا کالا باغ ڈیم کا ہے وہ حل ہو تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ بجلی پیدا کر سکیں اور زمین کے اندر ٹیوب ویل لگا کر ہم زیادہ سے زیادہ پانی حاصل کر سکیں اور زراعت کی ترقی ہو سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب تشریف رکھیں' ابھی دوسرے دوستوں کو بھی ٹائم دینا ہے' اس لیے شکریہ ختم کریں۔

مولوی صفدر الحق ڈوگر: اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گا شکریہ۔

جناب سپیکر! پیپلز پارٹی پروگرام کے متعلق میں عرض کروں گا اور دوسرے ممبران کی گرانٹ کے متعلق عرض کروں گا جو ہمیں دی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مرکزی حکومت اس مسئلے پر کر رہی ہے میں اس کے ساتھ بھی اتفاق نہیں کرتا۔ وہ بھی غلط کر رہی ہے۔ جو صوبائی حکومت ہمارے ذریعے سے سولنگ اور نالیاں بناتی ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ اس کام کے لیے یونین کونسلیں اور ضلع کونسلیں موجود ہیں۔ سولنگ کرنا اور نالیاں بنانا ان کا کام ہے۔ ایم پی اے کا یہ کام نہیں۔ ایم پی اے کا کام ہے کہ وہ نظام کی تبدیلی کے لیے کام کرے۔ یہاں جو بے روزگاری ہے یہاں جو تعلیم کی کمی ہے۔ یا زراعت کی ترقی کے لیے یعنی ان چیزوں کے لیے سوچنا ایم پی اے حضرات یا ایم این اے حضرات کا کام ہے۔ سولنگ لگانا یا نالیاں بنانا یہ یونین کونسلوں اور ضلع کونسلوں کا کام ہے۔ کیونکہ اس کام کے لیے ادارے موجود ہیں۔ افسران موجود ہیں۔ جن کی ذریعے رقوم خرچ کرائی جا سکتی ہیں۔ میرے خیال کے مطابق اگر سولنگ اور نالیوں کے لیے ایم پی

اے حضرات کو گرانٹ دی جاتی ہے اور یہ بھی صحیح نہیں۔ اگر مرکزی حکومت اپنے ہارے ہوؤں کے ذریعے سے پیپلز پروگرام چلانا چاہے میں کہوں گا وہ بھی ناجائز کرتی ہے۔ میں اس سے بھی اتفاق نہیں کرتا۔ آخر میں یہ کہہ کر اجازت چاہوں گا کہ۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

جناب ڈپٹی سپیکر: سید جاوید علی شاہ صاحب۔

سید جاوید علی شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! جناب سپیکر! حضرت بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ ہل سناواں دل دا کوئی محرم راز نہ ملدا۔ اس ملک میں چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے "آپ نے اسمبلیاں بنتے دیکھیں۔ اسمبلی میں بیٹھے یہاں بہت کچھ دیکھا۔ میں آپ کو بتاتا چلوں کہ جو کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے اس کا فائدہ صرف اور صرف کوئی آمر اٹھا سکتا ہے۔ آپ تاریخ پر نظر دوڑا کر دیکھیں دنیا کا کوئی آمر اس وقت تک آمر بن کے نہیں آیا۔ اس نے حکومت پر اپنا کنٹرول اس وقت تک نہیں جمایا جب تک اس ملک کے حالات اس کے حق میں نہیں گئے۔ آپ نپولین کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے۔ فرانس میں نپولین نے حکومت پر قبضہ اس وقت کیا جب لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوگئے وہ آمر کو دعوت دینے پر مجبور ہوگئے۔ جناب والا! اٹلی کی طرف آیئے مسولینی اس وقت حکومت پر قابض ہوا جب وہاں کے لوگوں نے' وہاں کی پارلیمنٹ نے اسے دعوت دی کہ حالات خراب ہیں۔ آپ حکومت کریں۔ جناب آپ ہٹلر کی طرف آیئے۔ وہ اسمبلی کا ممبر تھا اس وقت تک اس نے حکومت پر قبضہ نہ کیا جب تک جرمنی کے حالات خراب نہ ہوگئے۔ میری دوستوں سے یہ گزارش ہے کہ ہمیں بار بار اس بات کو سوچنا چاہیے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ ہماری اسمبلیوں کے وجود کا مقصد کیا تھا۔ جناب اگر ہٹلر یہ کہتا تھا میں یہاں ہٹلر کے نظریات پر بحث کروں گا کہ کیا ہم آج اس ملک میں ہٹلر کے نظریات کو فروغ نہیں دے رہے۔ کیا اس ملک میں وہ حالات پیدا نہیں کیے جا رہے۔ ہٹلر یہ کہتا تھا کہ پارلیمنٹ سے طوائف الملوکی پھیلتی ہے۔ ہٹلر یہ کہتا تھا پارلیمنٹ خوانچہ فروش سیاستدانوں کا ایک بازار ہے۔ پارلیمنٹ جاہلوں کی ایک مجلس کا نام ہے۔ پارلیمنٹ اخبارات کا ایک کھلونا ہے۔ جمہور کو تاہ اندیش ہوتے ہیں رائے عامہ ہوتی نہیں بنائی جاتی ہے۔ پارلیمنٹ انسانی گمراہی کا مندر ہے۔ پارلیمنٹ موقع پرستوں کا ایک ہجوم

ہے۔ انتخابات سے مدبر لوگ پیدا نہیں ہوا کرتے۔ پارلیمنٹ ہر فن مولا' لال بجھکڑ لوگوں کی انجمن کا نام ہے۔ پارلیمنٹ بددیانت لوگوں کا تکیہ ہے۔ پارلیمنٹ سے بے وفا کی سیاست سے فروغ پاتے ہیں۔

جناب والا! ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کیا ہم ہٹلر کے ان نظریات کو آج ثابت نہیں کر رہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے کیا یہ ہٹلر کے نظریات کو تقویت دینے کے مترادف نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر ہمیں اپنا رویہ بدلنا ہوگا۔ ہمیں ان سیاسی اداروں کے تقدس کے لیے سوچنا ہوگا۔ اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم میں اپنی حد تک کھلے دل سے یہ کہتا ہوں کہ میں پہلا آدمی ہوں گا جو اسمبلی سے مستعفی ہوں گا۔ میرے دوستو اگر اس ملک میں ہمیں موقع ملا ہے کہ ہم پارٹی بنیاد پر الیکشن میں آئیں' الیکشن ہوئے۔ لوگ جو غیر پارٹی کی بنیاد پر الیکشن ہوئے تھے اس میں تو خوش نظر آتے تھے مگر کیا وجہ ہے کہ آج جمہوریت کو ناکام بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہاں ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت لوگ جمہوریت کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ یہاں لوگ اسلام کے دعویدار ہونے کی باتیں کر رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر اپنی دوکانیں سجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اسلام اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ کوئی شخص چار نمازیں پڑھنے کے بعد دوسرے کے حقوق پر فتوے لگائے۔

(قطع کلامیاں)

ایک آواز: پانچ نمازیں ہیں۔

(قطع کلامیاں)

سید جاوید علی شاہ: پانچویں ابھی پڑھنی ہے۔ جناب سپیکر! جب لوگ اسلام کے ٹھیکے دار بنتے ہیں تو انہیں حضرت بلھے شاہ کے ان الفاظ کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ۔

راتیں جاگیں کریں عبادت راتیں جاگن کتے
تینوں اتے
خصم اپنے دا در نہ چھڈ دے پاویں وجن جتے
تینوں اتے
بلھے شاہ کوئی رکھ وہاج لیے نین تے بازی لے گئے کتے
تینوں اتے

جناب سپیکر! یہ المیہ ہوگا کہ یہ تجربہ اس دفعہ ناکام ہو۔ جس طرح کہ پرویز صالح صاحب نے فرمایا کہ اگر جمہوریت اس دفعہ ناکام ہوئی تو شاید ہم اس ملک میں جمہوریت کبھی نہ دیکھ سکیں۔

وزیر مال: (جناب محمد ارشد خان لودھی) جناب سپیکر! میں ان کی تقریر میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا لیکن میرے دوست ہٹلر کا نپولین کا یہاں پر حوالہ دے کر اسمبلیوں میں کوئی صحیح بات نہیں کر رہے۔ ان کو پتہ ہونا چاہیے کہ حکومت ان کی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ ان کو آگاہ کریں کہ ایسے حالات پیدا نہ کیے جائیں لیکن براہ مہربانی یہاں پر کسی کا حوالہ نہ دیں۔ کسی ہٹلر یا کسی دوسرے آدمی کا حوالہ نہ دیں۔

(قطع کلامیاں)

رانا اکرام ربانی: میں خان صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شاہ صاحب جو باتیں کر رہے ہیں وہ بالکل متعلقہ ہیں۔ ہمارے ملک میں رواج ہے کہ ایسے کہنے والوں کو بعد میں شہید کیا جاتا ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: نوابزادہ صاحب! شاہ صاحب کو بولنے دیں۔ جی شاہ صاحب فرمائیں۔

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! کسی مقرر کی بہت بدقسمتی ہوتی ہے کہ سننے والے اس کی بات کو سمجھ نہ سکیں۔ جناب وزیر میری بات کو سمجھ نہیں سکے۔ انہیں صرف لفظ نپولین اور مسولینی نظر آیا ہے۔ مگر میری بات کو یہ نہیں سمجھ سکے۔ میں نے انہیں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جو حالات ہم اس ملک میں پیدا کر رہے ہیں کیا ہم ہٹلر کے خواب کی تعبیر کر رہے ہیں۔ کیا ہم ہٹلر کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو میں ان کے لیے دعا کر سکتا ہوں کہ یہ سمجھیں۔

(قہقہہ)

وزیر مال: حکومت تو آپ کی ہے آپ ان کو سمجھائیں کہ کیوں ایسے حالات پیدا ہونے دے رہے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ حالات اگر پیدا ہو رہے ہیں' پرویز صالح صاحب نے اگر گفتگو کی ہے تو براہ مہربانی پارٹی میٹنگ کریں' وہاں ان کو سمجھائیں کہ ایسے حالات پیدا نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری گزارش ہے کہ مداخلت نہ کی جائے اور شاہ صاحب کو اپنی بات مکمل کرنے دی جائے۔

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ یہ خوبصورت بجٹ' جو

خوبصورت لوگوں کی طرف سے ہمیں ملا' یہ ایک شعبدہ بازی ہے۔ یہ شعبدہ بازی شاید اپر پنجاب کے لیے تو نہ ہو لیکن جس علاقے سے میں آیا ہوں وہ انتہائی پسماندہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کو مزید پسماندگی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ یہاں منصوبہ بندی و ترقیات کے وزیر موجود ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ ہمارے علاقے کے لیے سوچتے۔ لیکن وہ لوگ جو لاہور میں رہتے ہوں' جن کی بڑے بڑے شہروں میں کوٹھیاں ہوں' وہ ان باتوں کو سوچنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی پتا نہیں ہوتا کہ انہوں نے واپس بھی جانا ہے۔ واپس جا کر پسماندہ لوگوں سے ملنا بھی ہے۔ مگر ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ انشاء اللہ وہ دن ضرور آئے گا جب ہمارے علاقے کی پسماندگی دور ہوگی۔

جناب والا! ذرا بجٹ کی طرف نظر دوڑایئے میں آپ کو بتاتا چلوں کہ سرائیکی علاقہ کو اس بجٹ سے کیا دیا گیا ہے' کچھ لوگوں کو ضرور تکلیف ہوگی' کیونکہ انہوں نے وزیراعلیٰ سے سڑکیں بھی منظور کروا لی ہوں گی' وزیراعلیٰ سے پلاٹ بھی لے لیے ہوں گے' وزیراعلیٰ سے نوکریاں بھی لے لی ہوں گی۔ مگر میں اس علاقے کے لوگوں کی بات کر رہا ہوں' مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔ نقار خانے میں طوطیاں بجتی ہی رہتی ہیں۔ ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

جناب سپیکر! میں تعلیم کی طرف آتا ہوں۔ مزاری صاحب نے بھی اس کی نشان دہی کی۔ اس کے لیے ایک ارب 21 کروڑ 78 لاکھ روپے رکھے گئے جس میں سے اپر پنجاب کے لیے ایک ارب 12 کروڑ 84 لاکھ اور 39 ہزار روپے کی رقم مخصوص کی گئی۔ جبکہ سرائیکی زون' یا جسے آپ لوئر پنجاب کہیں گے' اس کے لیے 8 کروڑ 92 لاکھ 61 ہزار روپے کی رقم مخصوص کی گئی۔

جناب سپیکر! زراعت کے لیے ایک ارب 25 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی۔ جس میں سے اپر پنجاب کے لیے ایک ارب 16 کروڑ روپے اور سرائیکی علاقے کے لیے 6 کروڑ روپے مخصوص کیے گئے۔ ادلو باہمی کے لیے پچیس لاکھ 40 ہزار کی رقم مخصوص کی گئی اور تمام کی تمام اپر پنجاب کے لیے رکھی گئی۔ اس میں سرائیکی زون کا کوئی حصہ نہیں۔ خوراک کے لیے 29 لاکھ ایک ہزار روپے کی رقم مخصوص کی گئی۔ یہ تمام حصہ اپر پنجاب کو ملا۔ سرائیکی علاقے کے لیے اس میں کچھ بھی نہیں رکھا گیا۔ معاشرتی بہبود کے لیے پچاس لاکھ روپے کی رقم مخصوص کی گئی اور یہ تمام رقم اپر پنجاب میں خرچ ہوگی۔ اطلاعات اور ثقافت کے لیے ایک کروڑ پچیس لاکھ کی رقم مخصوص کی گئی جو تمام کی تمام اپر پنجاب میں خرچ ہوگی۔ لائیو سٹاک کے لیے پانچ کروڑ کی رقم مختص کی گئی

جس میں سے تین کروڑ 17 لاکھ 6 ہزار اپر پنجاب پر لگیں گے اور ایک کروڑ 82 لاکھ روپے سرائیکی علاقے میں لگیں گے۔ جنگلات کے لیے 9 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی جس میں سے 6 کروڑ روپیہ اپر پنجاب پر لگے گا۔ ماہی پروری کے لیے ایک کروڑ چالیس لاکھ کی رقم رکھی گئی جس میں سے سرائیکی زون کا حصہ صرف چھ لاکھ ہے۔ اسی طرح بے شمار مدیں ہیں جن میں جانب داری واضح ہے۔

جناب والا! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں بھی یہ کہا تھا کہ جہاں محرومیاں جنم لیتی ہیں وہاں لوگ علیحدگی پر مجبور ہو جایا کرتے ہیں۔ آپ تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے دور کی بات نہیں' آپ پاکستان کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے۔ پٹھان گولڈ اینڈ گنز رکھنے کے باوجود آج تک پختونستان نہ بنوا سکا' مگر بھوک اور افلاس نے بنگلہ دیش بنوایا۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ اگر پنجاب کا کوئی فرد اس نشے میں ہے کہ یہاں سڑکیں بن رہی ہیں' یہاں ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے' سرائیکی علاقے کو بھولے گا تو میں دعوے کے ساتھ آپ کو یہ کہتا ہوں کہ سرائیکی علاقہ علیحدگی پر مجبور ہو جائے گا۔ جناب ہمارے علاقے کو اور کچھ نہیں دیا گیا' مگر پولیس کا خوف وہراس ضرور دیا گیا ہے۔ پولیس سٹیٹ بنائی گئی ہے۔ یہاں پولیس کے لیے بڑی رقمیں رکھی گئی ہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! اگر کسی کو میری ان باتوں کا جواب دینے کا شوق ہو تو میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کھڑے ہو کر بات کریں.....

ایک فاضل رکن: یہاں ملکی سلامتی کے خلاف باتیں نہیں ہونی چاہئیں

سید جاوید علی شاہ: ملکی سلامتی کو خطرہ نہیں' ان لوگوں کو خطرہ ہے جو پنجاب کے ٹھیکے دار بنے بیٹھے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ سندھ میں نفرت کس لیے پھیلی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ اپنا وقت لے چکے ہیں اس لیے مہربانی سے اب تشریف رکھیں۔ آخر دوسرے دوستوں کی بھی باری ہے۔ ہم وقت میں توسیع کر دیں گے۔

سید جاوید علی شاہ: میں اختتام کرتا ہوں اور انشاء اللہ جلدی ختم کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تین چار دوست بیٹھے ہیں۔ اگر وہ اجازت دیں تو وقت میں توسیع کر دیتے

ہیں اور وہ اظہار خیال کر لیں۔

آوازیں: کل کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شاہ صاحب۔

سید جاوید علی شاہ: جناب سپیکر! پنجاب کی پولیس ہمیشہ حکم ران طبقے کے سامنے طوائف کی طرح ناچتی رہی۔ بہت بدقسمتی ہے کہ تعلیم کی مد میں رقم رکھی جاتی ہے مگر یہاں پر پولیس کو تحفظ دینے کے لیے بڑی رقمیں رکھی گئی ہیں۔ آپ پولیس ایکٹ کو اٹھا کر دیکھیے۔ جو ایکٹ 1861ء میں بنا وہ آج بغیر کسی ترمیم کے موجود ہے۔ انگریز نے یہ ایکٹ اپنے تحفظ اور اپنی حکومت کے بچاؤ کے لیے بنایا تھا۔ کیا آج آزادی کے بعد بھی ہم اس قید میں ہیں کہ ہم گورے کی قید سے نکل کر کالے کی قید میں آ گئے ہیں؟ آج تک یہ ایکٹ تبدیل نہیں ہو سکا۔ آج بھی پولیس کو اسی طرح استعمال کیا جا رہا ہے جس طرح آزادی سے پہلے تھا۔

آوازیں: آپ اس ایکٹ میں ترمیم کروا دیں۔

سید جاوید علی شاہ: انشاء اللہ یہ ترمیم ضرور ہو گی۔ (قطع کلامیاں) جناب والا! اس وقت کا شمار کرتے رہیں۔ کیونکہ آپ نے مجھے جو وقت دیا ہے' اس میں یہ مداخلتیں میرے حصے میں نہیں آنی چاہییں۔

جناب سپیکر! میں صرف اتنی گزارش کرتا ہوں کہ اس ملک کو پولیس سٹیٹ ہونے سے بچایا جائے۔ یہ جہاں میرے لیے نقصان دہ ہو گا' وہاں آپ کے لیے بھی نقصان دہ ہو گا۔ ایک منظم سازش کے تحت یہاں پولیس کو حاوی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یہاں پولیس لوگوں کے رویے تبدیل کرا دیتی ہے۔ میرے ایک دوست نے کل یا پرسوں تقریر میں ذکر کیا کہ ہم پنجاب پولیس کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس وقت میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس اسمبلی ہال کی چھت ابھی نیچے گر پڑے گی۔ یہ در و دیوار اشک بار محسوس ہوتے تھے۔ مجھے وہ جگہ نظر نہ آتی تھی۔ جہاں میں گھس جاؤں۔ میرا ضمیر یہ کہتا تھا کہ زمین پھٹ جانی چاہیے۔ مگر یہ ہو نہ سکا۔ میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں۔

کچھ لوگ محبت کا صلہ مانگ رہے ہیں
نادان ہیں' بندوں سے خدا مانگ رہے ہیں

یہ شعر میں اپنے لیے کہتا ہوں۔ یہ غلط سمجھتے ہیں کہ میں ان سے کوئی بھیک مانگنے یہاں آیا ہوں۔ میں انہیں بتانے آیا ہوں کہ آنے والے وقت میں عوام کا ہاتھ ہوگا اور تمہاری گردن ہوگی۔ (نعرے تحسین) آپ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ خوشامدیوں کا جو حشر ہوا ہے' اس کی سچ گواہ ہے۔ ہم آج نئے گواہ نہیں بنانا چاہتے نہ ہمیں نئے گواہوں کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنی تقریر کا اختتام کرتا ہوں۔ میرے ایک دوست نے فرمایا کہ جیلوں میں تشدد اور بربریت عیاں ہونی چاہیے کیونکہ وہاں جو لوگ جاتے ہیں وہ مجرم ہوتے ہیں۔ میں اپنے اس دوست سے عرض کرتا ہوں کہ جیلوں میں صرف اخلاقی مجرم ہی نہیں جایا کرتے' سیاسی بھی جاتے ہیں' بے گناہ لوگ بھی جاتے ہیں اور جیلوں میں حریت پسند بھی جاتے ہیں۔ (نعرے

جناب ڈپٹی [illegible] شاہ صاحب وقت ختم ہو رہا ہے ایوان کی کارروائی کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔